سلسلۂ تاریخ عالم

نمبر ۲

تاریخ اسلام

جلد دوم

(خلاصة الکلام فی تاریخ خیر الانام)

اسمیں ملک عرب کا مفصل جغرافیہ اور عرب کے زمانہ جاہلیت یعنی زمانہ قبل از اسلام کی تاریخ لکھنے کے بعد رسول اللہ صلعم کی مفصل و مکمل سوانح عمری زمانہ پیدائش سے وفات تک لکھی گئی ہے۔ بعثت۔ ہجرت۔ جنگ بدر۔ جنگ احد۔ جنگ خندق۔ جنگ خیبر۔ صلح حدیبیہ۔ فتح مکہ۔ جنگ حنین۔ حجة الوداع۔ غدیر خم۔ ایام مرض۔ تجہیز جیش اسامہ۔ پیشنمازی حضرت ابوبکر۔ وفات و تجہیز و تکفین حضرت رسول اور قضیہ فدک کے حالات خصوصًا زیادہ تفصیل سے بیان کئے گئے ہیں۔

از

ایس۔ ذاکر حسین جعفری پروپرائیٹر دفتر اتالیق انگریزی دہلی

مصنف

سیزدہ ۱۳ مجلدات اتالیق انگریزی۔ پاکٹ بک آف ہسٹری۔ مختصر تاریخ اسلام۔ تحفة الاحباب فی تاریخ الاصحاب وغیرہ

سنہ ۱۳۳۱ھ

۱۹۱۳ء

مقبول پریس دہلی میں منشی سید ظفریاب علی جوہر کے اہتمام سے چھپی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ مسبب الاسباب و مفتح الابواب ۔ مقدر الامور و مدبر الدہور ۔ واجب الوجود و خالق الاشیاء والجود و مفیض العقل وواہب الکل ۔ اقرانا الالآء الوجود مملوکا لعظمتہ واشہد انہ الفاطر وان الغیب غیر مستور لحکمتہ ۔ واعوذ بجلال عزہ من ذل الحجاب وبفضل جودہ من نقاش الحساب وبجانی علمہ مما فی الکتاب من العذاب ۔ واصلی علی النفوس العلویہ المطہرۃ من الادناس وعلی الاجسام الارضیۃ المنزہۃ عن الارجاس ۔ واخص من بینہم بافضل الصلوات الزاکیات واکمل التحیات النامیات من نادی والالسن حداد وارشد والاکباد غلاظ والقلوب جلاد ۔ محمد النبی الامی ذا التائیدات الالہیہ والتاکیدات الجلالیہ ۔ وآلہ الطیبین واصحابہ الصالحین ۔ الذین کانوا اصدقوا و قالوا ل ونعدہ ۔ وقد عدل ۔ ما سمح جواد و ورثنا

امابعد میں نے اپنی تاریخ اسلام کی پہلی جلد شایع کرنے کے بعد ہی دوسری جلد لکھنی شروع کر دی تھی ۔ مگر اس زمانہ کی تاریخ جس سے ہماری جلد دوم و سوم کو تعلق ہے اسقدر سخت اور دشوار ہے کہ مضامین کے اخذ اور تحقیق میں ۱۰ سال کا طولانی زمانہ گذر گیا ۔ اگرچہ اس عرصہ میں میں نے دیگر جلدوں کے واسطے بھی بہت کچھ لازمہ جمع کر لیا ہے ✤

جس زمانہ سے ہماری تاریخ کی جلد دوم و سوم کو تعلق ہے اُسکے راوی و مورخ وہی لوگ ہیں جو اکثر عہد بنی امیہ اور عہد حکومت بنی عباس میں ہوئے ہیں ۔ ابن ہشام ۔ اعثم کوفی ۔ طبری ۔ واقدی ۔ ابن قتیبہ ۔ بلاذری ۔ مسعودی ۔ ابن اثیر ۔ ابن خلدون وغیرہ تمام مشہور مورخین عباسیوں کے ہی عہد حکومت میں ہوئے ہیں ۔ یافعی ۔ ابوالفدا ۔ ابن خلدون ۔ ذہبی وغیرہ جو بعد میں ہوئے انہیں کے خوشہ چین ہیں ✤ الناس علی دین ملوکہم ۔ رعایا عموماً اپنے بادشاہوں کے رنگ پر ہوا کرتی ہے بعض دیندار خدا پرست ہی ایسے ہوتے ہیں جو اس رنگ میں نہ رنگے جاتے ہوں ۔ اور چھینٹوں سے تو سوائے ایسے شخص کے جسے خدا ہی بچائے کوئی بچ نہیں سکتا ✤ دنیا بری بلا ہے ۔ بنی امیہ اور بنی عباس کو دنیا طلبی نے حق سے کوسوں دور کر دیا تھا یہ اپنے اپنے زمانہ میں تمام دنیائے اسلام کو مٹھی میں لئے ہوئے تھے انکا اثر اپنی رعایا پر اتنا بڑھا ہوا تھا کہ معاویہ نے بدھ کے روز جمعہ کی نماز پڑھا دی اور اُنہوں نے پڑھ لی ۔ منصور عباسی نے اپنی استحکام حکومت کی غرض سے اجماع کو نص ربانی کا حکم دیا اور ایسے بادشاہ کو جو لوگوں کے اجماع سے بنایا گیا ہو خلیفہ منصوص من اللہ منوا دیا ✤

جب معمولی بادشاہوں کے رنگ میں رعایا رنگی جاتی ہے تو ایسے بادشاہوں کا جو سچ مچ خلیفہ رسول ہی مانے جاتے ہوں کیا کچھ اثر نہ پڑتا ہوگا خصوصاً ایسی صورت میں کہ ایک طرف تلوار بھی میان سے نکلی ہو اور دوسری طرف خزانوں کے منہ بھی کھلے ہوں ✤ چونکہ اس زمانہ کی تاریخ سے مذہب کو بہت کچھ تعلق ہے اور مورخ ہیں ایسے زمانہ کے جس کا ہمنے ذکر کیا ۔ اس سبب سے اس زمانہ کے اکثر واقعات گڑبڑ اور اکثر مخالف رنگ میں بادشاہوں کے اعتقاد کے موافق دکھائے گئے ہیں تاہم تاریخ کی ہر کتاب میں کہیں کہیں حق کی بھی جھلک دکھائی دیجاتی ہے ✤ اُس زمانہ کے مورخ مجبور ہونے کی حیثیت سے معذور ہیں ۔ مگر یہ عہد ہے سرکار انگلشیہ کا جہاں بہت کچھ مذہبی آزادی حاصل ہے ۔ تحقیق حق کیلئے اس سے بہتر زمانہ ہو نہیں سکتا ۔ پس اس زمانہ کے مورخ کا فرض ہے کہ تعصب اور ہٹ دہرمی کو بنی اُمیہ اور بنی عباس کے قبرستان میں دفن کرکے روایت کو اصول درایت سے مقابلہ کرکے صحیح صحیح واقعات کو کتابوں سے چھان بین کرنیکے بعد درج کرے ✤ ہمنے اپنی تاریخ میں اسی اصول پر چلنے کی کوشش کی ہے اس امر کا اندازہ کہ ہم کہانتک کامیاب ہوئے ہیں ناظرین کی رائے پر چھوڑتے ہیں ✤ ہاں مجھے دو شخصوں کا شکریہ بھی ادا کرتا ہے ایک منشی شہاب الدین صاحب ابزاہوی کا خدا انکی عمر دراز اور خاتمہ بخیر ایمان پر کرے کہ مرد نیک اور تاریخ کے کمال شوقین ہیں ۔ میری تاریخ کی پہلی جلد دیکھتے ہی برابر ۹ سال سے ہر مہینہ جوابی پوسٹ کارڈ سے آگے کی جلدوں کی تکمیل کا تقاضا کرتے رہے ہیں اور مجھکو جگاتے اور ہوشیار

لہ حکیم شہاب الدین صاحب کا انتقال ہو گیا ہے خدا انکو اپنی رحمت میں جگہ دے

غلط نامہ جلد دوم تاریخ اسلام

صفحہ و سطر	غلط	صحیح
۲/۲۷	نضاریہ	نصاریہ
۴/۱	ویساہی	پھر ویساہی
۴/۲	گاہ سے	کی نگاہ سے
۴/۳	ستان	عربستان
۶/۱۲	کی	کو
۸/۲	ہے کہ فرج	ہے فرج
۹/۲۵	حجر	ہجر
۱۰/۲	عقرباء	عقرباء
۱۱/۲۶	حجاز	حجاز
۱۲/۳۰	سبل	سبیل
"	رعاں	راعیان
۱۳/۳۳	دسمہ فوج	دستہ فوج
۱۵/۱۳	جزناہم	جرہم
۱۵/۲۵	کو سے	سے
۱۶/۱۷	بعض اور دالیں	بعض نے والیں
۱۸/۲۳	مہ	میہ
۲۶/۳۰	بسلیوں	پسلیوں
۲۷/۲	جر ھلی	جھلی
۲۷/۴	نایت	ثابت
۲۷/۸	بنونان	بنوعدنان
"	سے	کے
۲۷/۱۹	وعہدہ	عہدہ
۲۸/۱۱	شنبہ	شنبیہ
۲۸/۱۲	بھی	ہی
۳۳/۲۸	صوت	صف ۴۳
۳۴/۴	رکھتے تھے	رہتے تھے
۳۴/۸	انکو	وہ
۳۵/۲۴	تخمیر	تیر
"	دیتے رہتے	دیتے

صفحہ و سطر	غلط	صحیح
۳۵/۲۱	بہت سی منافع	دو چند منافع
۳۵/۱۲	تا تھا	تاجر تھا
۳۵/۱۹	بجیر	بحیرا
۳۵/۳۰	بتادیا	بتایا
۳۵/۳۱	کی حالت	کی مالی حالت
۳۶/۵	خولیدزہ	خویلد زندہ
۳۶/۸	زندہ رہیں	زندہ نہ رہیں
۳۶/۱۲	حین وحیات	حین حیات
۳۶/۱۹	ہوئی تھی	ہوا تھا
۳۶/۲۳	معاہدہ میں	معاہدہ کیا ہیں
۳۶/۲۴	کوجو	کو جو
۳۸/۲۶	درگزرے	درگزریے
۴۱/۲	اسلام علیک	السلام علیک
۴۳/۲۳	الخمیص	الخمیس
۴۵/۳	سرو	ہیرو
۶۰/۹	بن احسن	بن حسن
۶۰/۱۷	ادیان	ادیان
۶۱/۱۷	غیر الاکش	غیر طاکش
۶۳/۱۷	سفیل	طفیل
۶۶/۲۹	روایت	بروایت
۶۶/۱۷	طالف	طائف
۶۷/۴	پر کے	کے
۶۷/۲۱	ننیہ	نبیہ
۶۸/۲۹	گئی ہیں	کہتی ہیں
۶۹/۲۰	تیر سے	تیسرے
۶۹/۲۲	لوان الورس	لوان الورس (ترنج)
۶۹/۳۱	دانوتاء	رانوتاء
۷۲/۱۷	کے آئیں	لے آئیں
۷۲/۲۲	سلہ	۳ھ

صفحہ و سطر	غلط	صحیح
۷۶/۲۸	رہیں	رہیں ۵ھ
۷۷/۲۸	مشکیزہ آپ	مشکیزہ آب
۷۹/۳۱	سریچ	سریہ
۸۱/۱۰	مطابعت	متابعت
۸۱/۲۳	نظرنہ تھا	مدنظر نہ تھا
۹۳/۱۳	قوت	فوت
۹۵/۱۹	درد	درہ
۹۷/۱۵	النہزمین	المنہزمین
۱۰۱/۳	ساتھیوں نے جو معبد	ساتھی معبد
۱۰۳/۳۱	خطمہ	حطمہ
۱۰۵/۶	توریت پڑھا یا	توریت پڑھیں
۱۰۵/۷	واقعا	واقعات
۱۰۸/۴	نسب	نصب
۱۰۸/۱۲	اور تھی	اور بھی تھی
۱۱۰/۳۱	حدیث انس	حدیث السن
۱۱۱/۳۰	یوم لسنت	یوم السبت
۱۱۲/۱۱	حیوٰۃ الحیوان	صاحب حیوٰۃ الحیوان
۱۱۳/۷	ریحانہ بنت عمر	ریحانہ بنت زید
		بن عمرو
۱۱۳/۹	شریک	شہید
۱۱۳/۱۲	کیا اسی	کہ اسی
۱۱۳/۱۴	اپنی	اتنی
۱۱۵/۱۸	کہ میں	مکہ میں
۱۱۵/۲۸	عردہ	عروہ
۱۱۵/۲۸	اعانت	اہانت
۱۱۶/۳۱	اتنال	امتثال
۱۲۱/۱۲	دونوں	دنوں
۱۲۲/۲۷	رج	مدارج
۱۲۳/۱۹	رہی	وہی

صفحہ و سطر	غلط	صحیح
۱۲۷/۱۳	زین	زید
۱۲۹/۹	بہانے	بھاگنے
۱۳۱/۲	امر الظہران	مر الظہران
۱۳۹/۷	مسلمان	سلمان
۱۳۹/۲۸	۱۵ اوقیہ ۲ درہم	۱۵ اوقیہ ۱ درہم
۱۴۰/۶	لیگیا ہے	لیا گیا ہے
۱۴۳/۷	رکیکر	لکھ کر
۱۴۴/۱۰	مانفاقی	نا اتفاقی
۱۴۶/۲۲	نو	تو
۱۴۶/۲۶	ابر	اور
۱۵۴/۳۱	مہام	ہمام
۱۵۹/۲۶	زیاد بن ولبید	زیاد بن لبید
"	حضرت موت	حضرموت
۱۶۲/۹	اوافتاد	اوفتاد
۱۶۵/۲	جو مدینہ	مدینہ
۱۶۷/۱۰	پاس تر	پاس کے تر
۱۷۲/۱۵	حلق	قلق
۱۸۰/۱۸	حسد سے	حسد کے
۱۸۱/۲۵	شرہ	شرح
۱۸۲/۱۵	رم پٹی	دمہٹی
۱۸۳/۳	حذیفہ یا اشہل	یا ابن ابی حذیفہ
۱۸۳/۵	اور ام سلمہ	اور ابو سلمہ
۱۸۳/۹	سنہ ۶۱	سنہ ۶۱ یا ۶۳
۱۸۵/۳۰	د. ی لڑکیوں کو	دوسری لڑکیوں کو
۱۸۶/۱۷	وانہی	لکھی ہے
۱۸۶/۲۷	بنتے	بجتے
۱۸۸/۱۱	سلے	سنے
"	فاصمہ	فاطمہ
۱۸۸/۲۹	ہند	ہندہ

۱۹۰/۳۰	ہم ہزار	بہم ہزار	۱۹۲/۳۱	وضیت	توصیت	۱۹۳/۳۰	ہم منازعت	ہم سے منازعت	۱۹۴/۱۰	عن	ان	۱۹۵/۳۱	ضبط کر	ضبط کر لیا

۲۵/۲۶ خیال ہیں (کے آگے) یہی بات سچی ہو اور وہ حدیث بھی تائید کرتی ہے جسمیں حضرت علی ذاتیہ کو بائے بسم اللہ کا نقطہ بتایا ہے

۳۰/۱۱ ہالہ (کے بدلے) ابو العاص بن ربیع

۳۰/۲۲ عقبہ (کے بدلے) عتبہ ولید (عامل مدینہ) ولید

۳۵/۱۳ اُن کی خانگی امور تھا) درکار ہوا (کے بدلہ) تو وہ کارندہ کی معرفت اپنی طرز پر تجارت کرنے لگیں کہ جو نفع ہوتا اسمیں سے ایک معینہ حصّہ اسکو دیدیا کرتیں بوجہ عشق رسول اللہ کو ۔

۳۵/۱۵ اور دوسرے دگنا مشاہرہ دینا منظور کرکے (کے بدلہ) نفع میں حصّہ مقرر کرکے مال تجارت لیجانیکے لئے

۳۵/۲۲ دگنی تنخواہ دی (کے بدلہ) اُس سے دگنا یا جتنا دوسروں کو دیا کرتی تھیں۔

۳۵/۲۳ ایضاً تک صفحہ ۲۷ (کے آگے) روضۃ الاحباب کامل ابن اثیر

۳۶/۲۳ جدید معاہدہ (کے بدلہ) جدید معاہدہ کیا اس

۳۶/۲۸ اوقیہ (اوقیہ پر نوٹ) اوقیہ چالیس درہم کا ہوتا ہے

۴۶/۱۱ معالم التنزیل (کے آگے) مصری جلد ۵ صفحہ ۱۰۵

۵۴/۹ خمیس و ابن ہشام (کے بدلہ) خمیس جلد اول صفحہ ۳۳۴ ۔ ابن ہشام تاریخ الخلفاء صفحہ ۳۴

۵۴/۳۱ عوت نہیں پاتا (کے آگے) ولید بن مغیرہ کے حق میں یہ آیہ نازل ہوئی (سورہ ن والقلم میں) ولا تطع کل حلاف مہین الخ اسکی تفسیر میں تفسیر مدارک صفحہ ۱۹۶ میں و تفسیر کشاف میں لکھا ہے کہ ولید قبیلہ قریش سے تھا بلکہ اسکا باپ مغیرہ عتبی تھا اسلئے ولید کی ماں نے ایک چرواہے سے زنا کیا اس سے ولید پیدا ہوا (جو خالد سیف اللہ کا والد تھا)

۷۰/۲۸ موطا امام مالک (کے بدلہ) ترجمہ موطا امام مالک صفحہ ۴۴

۱۰۵/۴ کہ لوگوں کو توریت پڑھائیں (تا آخر پڑھا دیں کے بدلے) کہ وہ توریت پڑھیں چنانچہ زید نے بروایت انکی ۱۵ دن میں عبرانی سیکھ لی اور توریت سمجھنے لگے (انہوں نے ۱۸ دن میں فارسی بھی سیکھی تھی اور حبشی یونانی اور قبطی بھی جانتے تھے)

۱۰۵/۱۸ عبداللہ بن مسعود نے پڑھا (کے بدلہ) بروایت عبداللہ بن مسعود یہ آیۃ نازل ہوئی

۱۱۶/۱ درخت کے نیچے (درخت پر یہ نوٹ بنا لو) حضرت عمر نے اپنے عہد خلافت میں اس درخت کو کٹوا ڈالا۔ ترجمہ تاریخ ابن خلدون جلد ۳ صفحہ ۱۶۲ تفسیر در منثور جلد ۶ سورہ فتح شرح نہج البلاغہ ابن ابی الحدید جلد ۳ صفحہ ۱۶۵

۱۱۷/۱۱ پیدا ہوا (اسکے آگے) اور تفسیر عمدۃ البیان نے مفتاح النجاح سے نقل کیا ہے کہ فرمایا

۱۲۲/۱۲ سیرۃ محمدیہ (کے آگے) وازالۃ الخفاء)

۱۵۹/۱۲ کل مومن و مومنۃ (اسپر یہ نوٹ بنا لو) اشعۃ اللمعات جلد ۴ صفحہ ۶۷۹ ریاض النضرہ جلد ۲ صفحہ ۱۶۹

۱۵۹/۱۴ مبارک بادی (اسپر یہ نوٹ بناؤ) روضۃ الصفا ج ۲ صفحہ ۲۳۰ حبیب السیر جلد ۱ جزو ۳ صفحہ ۲۷

۱۶۳/۲۸ ایک صاع میں کہ ۵ روٹیاں پکائیں (اسپر یہ نوٹ بناؤ) صاع فقہ شیعہ کے موافق ۳ سیر انگریزی سے کچھ زائد ہوتا ہے پس ایک صاع کی پانچ روٹیاں پکانا سمجھ میں نہیں آتا کیونکہ یہ بزرگوار اتنا کھانے والے بھی نہ تھے حالانکہ انہیں میں دو کمسن بچے حسن و حسین بھی تھے اگر شیعہ کے لاریب کے موافق صاع کو متوسط ہاتھ والے کی چار لپوں کے برابر سمجھا جائے تو ممکن ہے جبکا اندازہ تقریباً پونے دو سیر لکھا ہے۔

۱۶۴/۴ ۹ ہجری کا واقعہ ہوگا (اسکے آگے) اگر جناب سیدہ کی پانچ روٹیاں پکانی صحیح ہوں جیسا کہ حدیث میں ہے تو ۹ سنہ سے بھی پہلے کا واقعہ ہوگا جبتک جناب زینب و ام کلثوم روٹی کھانے کے قابل نہ ہوئی تھیں نہ پانچ روٹیوں کا ذکر ہوتا۔

۱۷۱/۵ مدارج (کے بدلہ) ترجمہ مدارج جلد ۲ صفحہ ۹۷

۱۷۲/۱۹ بخاری (کے بدلہ) بخاری مطبع انصاری جلد ۶ صفحہ ۳

۱۷۷/۱۶ حکم دیا ہے (اسکے آگے) امریکہ کے پروفیسر سکاٹ نے اپنی کتاب "عرب و عجب" میں لکھا ہے کہ اگر یہ [illegible]

مقصد اخلاق کا سکھانا ۔ بدی کا گھٹانا انسان کی ترقی کا بڑھانا اور عقل انسانی کا نشو و نما دینا ہو اور اگر نیکی کا اس پر ہی کوئی کام کرسکینگے جب ہی نوع انسان کی آخری قسمت کا فیصلہ کیا جائیگا تو پھر اس بات کا اقرار کرنا خلاف شعار مذہب یا خلاف مقتضیات عقل سلیم نہیں ہے کہ محمد حقیقت میں خدا کے رسول تھے۔ (منقول از ستارہ صبح بابت ۲۰ صفر ۱۳۳۵ھ)

۱۸۰/۷ ایک لڑکا اور ایک لڑکی (کے بدلہ) ایک لڑکا عبداللہ اور ایک لڑکی ہند

۱۸۰/۸ ہالہ او ہند (کے بدلہ) ہالہ اور ام ہند زینب اور ایک لڑکا ہند (تاریخ الخمیس جلد اول صفحہ ۲۹۷)

۱۸۱/۲۶ شرح صحیح بخاری (اسکے آگے) جزو ۳ صفحہ ۳۷

۱۸۲/۹ اُس مقام پر پہنچیں (اسکے آگے) اور کہنے لگیں کہ گھر میرا ہے میں دفن نہیں ہونے دیتی یہ دفن ہوگا ج ۱۱ صفحہ ۱۳۳ ابو الفداء ج ۱ صفحہ ۱۸۳ اوکلی صفحہ ۳۵۴ ایضاً تک صفحہ ۱۹ طبری فارسی صفحہ ۴۰۵ روضۃ الصفا ج ۲ صفحہ ۷ حبیب السیر جلد ۲ جزو اول صفحہ ۱۹ ۔

۱۸۵/۳۱ حالانکہ نہیں ہیں (اسکے آگے) اسطور میں ان لڑکیوں کا سال ولادت بھی جو لکھا گیا ہے درست نہیں ٹھہرتا کیونکہ جناب رسول اللہ سے خدیجہ کا نکاح ہونے سے پہلے کی پیدائش ہیں

۱۸۸/۳ رافضی ہونے سے (اسکے آگے) جیسا کہ صواعق محرقہ صفحہ ۹۲ مدارج النبوۃ اور کنز العمال وغیرہ میں ہے۔

۱۸۹/۵ تطہیر (کے آگے) ۶ مہینے اور بروایتے ۹ ماہ تک حضرت ایسا کرتے رہے (ارجح المطالب صفحہ ۹۳ اور در المنثور وغیرہ)

۱۹۰/۱۰ حبیب السیر (کے آگے) جلد اول جزو ۳ صفحہ ۹ معارج النبوۃ رکن ۴ صفحہ ۲۲

۱۹۰/۱۴ کنز العمال (کے آگے) جلد ۲ صفحہ ۱۵۸

۱۹۰/۱۴ در المنثور (کے آگے) جلد ۴ صفحہ ۱۷

۱۹۰/۲۶ نزہۃ المجالس (کے آگے) جلد ۲ صفحہ ۲۰۶ ملل و نحل جلد ۱ صفحہ ۱۵

۱۹۰/۳۲ معلوم نہیں (کے آگے) تفسیر کبیر فخر رازی جلد ۸ صفحہ ۱۲۵

" انسان العیون (کے آگے) جلد ۳ صفحہ ۴۰۰

۱۹۱/۳۰ ابو داؤد (کے آگے) جلد ۲ صفحہ ۵

۱۹۲/۳۰ الانجیل لمسلم (کے آگے) مشارق الانوار صفحہ ۱۲۰ حدیث ۶۷۸ بحوالہ مسلم و بخاری بہشتی زیور جلد ۷ صفحہ ۴۲

۱۹۴/۲۵ بروایت ابو الفضل (کے آگے) جلد اول صفحہ ۱۶۹ اشعۃ اللمعات ج ۴ صفحہ ۲۵۰ فتح الباری جلد ۷ صفحہ ۷۸

ع حاشیہ ابو داؤد مجتبائی جلد ۲ صفحہ ۴ از مرقاۃ ۱۹۴/۵ بشرح مشکوٰۃ (کے آگے) جلد ۱ صفحہ [illegible]

ہماری تاریخ اسلام کیا چیز ہے؟

یہ اسلام کی ایک تاریخ ہے جو ڈیڑھ سو سے زیادہ عربی۔ فارسی۔ اردو اور انگریزی کتب تاریخ و سیر کا لب لباب ہے۔ تاریخی مادہ کی کوئی معتبر اور متداول کتاب ایسی نہیں ہے جس سے اسکی تیاری میں مدد نہ لی گئی ہو۔ کتب تفاسیر و احادیث سے بھی بہت کچھ لیا گیا ہے برخلاف تمام دیگر تاریخوں کے اس تاریخ میں اسلام کی ہر شاخ و شعبہ سے بحث کیگئی ہے۔ سہولت کی نظر سے ہمنے اسکو سات جلدوں میں تقسیم کیا ہے۔ (۱) تاریخ اسلام جلد اول۔ اسمیں عرب کے زمانہ جاہلیت۔ رسول اللہ صلعم۔ خلفاء راشدین۔ خلفاء بنی امیہ۔ بنی عباس سلاطین آل سلجوق و سلاطین مغول کے حالات لکھنے کے بعد تمام ممالک اسلام ہندوستان۔ افغانستان۔ ترکستان۔ ایران۔ روم۔ عرب۔ طرابلس۔ تونس۔ الجزائر۔ مراکش۔ اندلس (سپین) اور اُن تمام مسلمان خاندانوں کی تاریخ جو ان ممالک میں ابتدائے اسلام سے زمانہ حال تک حکمران ہوئے ہیں درج کی گئی ہے۔ ۵۱۲ انبیائے کرام۔ سو مشایخ صوفیہ عظام۔ سوا سات سو علمائے اسلام اور دو سو کے قریب عربی۔ فارسی اور اردو شعراء کے حالات قلمبند کئے گئے ہیں قیمت عہ محصولڈاک وغیرہ ۳؍

(۲) تاریخ اسلام جلد دوم۔ اسمیں ملک عرب کا مفصل جغرافیہ اور عرب کے زمانہ جاہلیت یعنی زمانہ قبل از اسلام کی تاریخ لکھنے کے بعد رسول اللہ صلعم کی پوری سوانح عمری زمان پیدائش سے وقت وفات تک لکھی گئی ہے۔ بعثت۔ ہجرت۔ جنگ بدر۔ جنگ احد۔ جنگ خندق۔ جنگ خیبر۔ فتح مکہ۔ جنگ حنین۔ حجۃ الوداع۔ غدیر خم۔ تجہیز جیش اسامہ۔ ایام مرض۔ پیش نمازی حضرت ابوبکر۔ تجہیز و تکفین حضرت رسول اور قضیۂ فدک کے حالات خصوصاً زیادہ تفصیل سے بیان کئے گئے ہیں۔
قیمت کاغذ دیسی عہ کاغذ اعلی عہ محصولڈاک وغیرہ ۳؍

(۳) تاریخ اسلام جلد سوم۔ اسمیں خلفاء اربعہ یعنی حضرت ابوبکر حضرت عمر۔ حضرت عثمان۔ اور حضرت علی کی پوری سوانح عمریاں قلمبند کی گئی ہیں۔ واقعات سقیفہ۔ معاملہ خلافت فتوحات مصر و شام و ایران۔ جنگ جمل۔ جنگ صفین اور جنگ نہروان کے تفصیلی حالات نہایت تحقیق کے ساتھ درج کئے گئے ہیں قیمت کاغذ دیسی عہ کاغذ اعلی عہ

اسلامی تاریخ کا وہ حصہ جس سے جلد دوم و جلد سوم میں بحث کیگئی ہے سب سے زیادہ مشکل اور دقیق مگر ساتھ ہی سب سے زیادہ دلچسپ و مفید بھی ہے اس زمانہ کے وہ واقعات متعلق ہیں جنکی تحقیق کی نظر سے ارباب تحقیق و علمائے اسلام مختلف تاریخوں کی ورق گردانی کی مشقت اُٹھاتے ہیں وہ پھر بھی عموماً بسبب کمیابی کتب تحقیق حق سے محروم رہتے ہیں ایسے واقعات خصوصاً معتبر اور مستند کتابوں سے چھان بین کرنیکے بعد مع حوالہ کتب لکھے گئے اور بہت سے عقدے حل کر دیئے گئے ہیں۔ اس مادہ میں دنیا بھر کی اسلامی تاریخوں میں یہ دونو جلدیں منفرد ہیں۔ چونکہ بہت سا حصہ اس زمانہ کے واقعات کا مذہب سے تعلق رکھتا ہے مورخین اکثر واقعات دیدہ و دانستہ نظر انداز کر گئے ہیں اور بعض بہت سے واقعات کو برخلاف رنگ میں دکھا گئے ہیں ایسے واقعات کو مختلف کتابوں سے تحقیق کرنیمیں جو کچھ کاوش اُٹھانی پڑی ہے اُسے مولف ہی کا دل جانتا ہے کیسے کیسے گہرے سمندروں میں غوطہ لگاکر جواہر آبدار نکالے ہیں زیادہ تر مصیبت یہ ہوئی کہ مولف نے کسی خاص فرقے کی جنبہ داری نہیں کی سنی شیعہ کے تفرقہ کو بالائے طاق رکھکر تعصب و ہٹ دھرمی کو شیطان کے حوالے کر کے اصلی اور حقیقی واقعات کا کھوج نکالنے کی کوشش کی ہے۔

(۴) جلد چہارم۔ تاریخ بنی امیہ و بنی ہاشم (۵) جلد پنجم میں دو ہزار سے زیادہ مشاہیر اسلام۔ اصحاب۔ تابعین۔ علماء۔ فقہاء۔ محدثین۔ مفسرین۔ صوفیین۔ ادباء۔ شعراء۔ حکماء۔ اطباء اور ہر علم و فن کے کاملین کے حالات لکھے گئے ہیں (۶) جلد ششم۔ تمدن اسلام کی ہر شاخ سے بحث کیگئی ہے (۷) جلد ہفتم میں تمام اسلامی ملکوں کے تاریخی مقامات اور مشہور شہروں کے حالات بہ ترتیب حروف تہجی مع نقشہ جات

جلد چہارم سے ہفتم تک بعض تو قریب الاختتام ہیں اور بعض لکھی جائینگی اگر پبلک جلد اول دوم و سوم کی قدر کریگی تو وہ بھی طبع کرا دی جائینگی۔

ہماری جانفشانی کا اندازہ ان ساٹھ ستر بڑی بڑی کتابوں کی فہرست سے ہوگا جن سے ہزار ہا ورق پڑھکر مضامین اخذ کئے گئے ہیں چنانچہ علاوہ کتب تاریخ و سیر جن کے نام فہرست پر درج ہیں صحیح بخاری۔ صحیح مسلم۔ ترمذی۔ نسائی۔ ابوداؤد۔ ابن ماجہ۔ موطاء امام مالک۔ سنن دار قطنی۔ مشکوۃ۔ کنز العمال۔ تفسیر کبیر۔ تفسیر در المنثور۔ تفسیر معالم التنزیل۔ تفسیر کشاف۔ تفسیر بیضاوی۔ تفسیر طبری۔ تفسیر نیشاپوری۔ تفسیر مدارک۔ تفسیر خازن۔ شرح نہج البلاغۃ ابن ابی الحدید۔ نور الابصار۔ ینابیع المودۃ۔ نزہۃ المجالس۔ سیل کا ترجمہ قرآن اور ڈیون پورٹ کے رسالہ خلافت اور اپولوجی اور بہت سی اور کتابوں سے بھی مضامین لئے گئے ہیں +

نوٹ ضمیمہ جلد سوم (تاریخ الائمہ من کتب اہل السنۃ) دوازدہ امام علیہ السلام کے حالات

فہرست اُن کتابوں کی جنسے ہم نے اپنی تاریخ اسلام کے مضامین اخذ کئے ہیں

عربی کتب تاریخ و سیر و رجال

(۱) تاریخ طبری
(۲) تاریخ ابن اثیر
(۳) تاریخ مروج الذہب مسعودی
(۴) تاریخ روضۃ المناظر ابن شحنہ
(۵) تاریخ ابوالفدا
(۶) تاریخ ابن خلدون
(۷) تاریخ الخمیس
(۸) تاریخ الخلفا سیوطی
(۹) اخبار الدول و آثار الاول
(۱۰) تاریخ مختصر الدول ابن العبری
(۱۱) فتوح البلدان بلاذری
(۱۲) الامامۃ والسیاسۃ ابن قتیبہ
(۱۳) تمدن اسلامی جرجی زیدان
(۱۴) بائع الذہور
(۱۵) حسن المحاضرہ
(۱۶) کتاب الفخری
(۱۷) عجائب المقدور
(۱۸) اعلام الناس
(۱۹) عرائس المجالس
(۲۰) مطالب السئول
(۲۱) اقوم المسالک
(۲۲) سیرۃ ابن ہشام
(۲۳) زاد المعاد ابن قیم
(۲۴) سیرۃ الحلبیہ (انسان العیون)
(۲۵) سیرۃ المحمدیہ (مولوی کرامت علی)
(۲۶) سیرۃ النبویہ (دحلان)
(۲۷) کشف الغمہ
(۲۸) اعلام الوریٰ
(۲۹) تحفۃ الناظرین
(۳۰) اخبار الاول فی آثار الدول
(۳۱) تاریخ الحقی
(۳۲) فتوحات الاسلامیہ (دحلان)
(۳۳) دول الاسلامیہ (دحلان)
(۳۴) حقایق الاخبار (اسمعیل آفندی)
(۳۵) نفح الطیب (مقری)
(۳۶) خریدۃ العجائب
(۳۷) معجم البلدان (یاقوت حموی)
(۳۸) نجم العمران
(۳۹) رحلہ ابن بطوطہ
(۴۰) استیعاب (ابن عبدالبر)
(۴۱) اصابہ (ابن حجر)
(۴۲) میزان الاعتدال (ذہبی)
(۴۳) طبقات الحفاظ (ذہبی)
(۴۴) تقریب التہذیب (ابن حجر)
(۴۵) خلاصہ تذہیب التہذیب
(۴۶) طبقات الکبریٰ (شعرانی)
(۴۷) طبقات شافعیہ (سبکی)
(۴۸) فوائد البہیہ
(۴۹) منہج المقال
(۵۰) روضات الجنات
(۵۱) عیون الانباء
(۵۲) صحائح الاخبار
(۵۳) کتاب الاذکیاء
(۵۴) اسماء رجال مشکوٰۃ
(۵۵) کشف الظنون
(۵۶) مفتاح السعادہ
(۵۷) اکتفاء القنوع
(۵۸) محاضرۃ الاوائل و الاواخر
(۵۹) عمدۃ الطالب
(۶۰) عقد الفرید ابن عبد ربہ
(۶۱) سبائک الذہب
(۶۲) عمدۃ الطالب
(۶۳) وفیات الاعیان ابن خلکان
(۶۴) فوات الوفیات
(۶۵) سفینۃ [illegible]
(۶۶) حبیبۃ [illegible]

فارسی کتب

(۶۷) روضۃ الصفاء
(۶۸) حبیب السیر
(۶۹) روضۃ الاحباب
(۷۰) تاریخ طبری فارسی
(۷۱) تاریخ منتظم ناصری
(۷۲) جامع التواریخ
(۷۳) مفتاح التواریخ
(۷۴) حدیقۃ الاقالیم
(۷۵) ماوراء النہر
(۷۶) ناسخ التواریخ
(۷۷) حیات القلوب
(۷۸) تحفۃ العالم
(۷۹) تاریخ فرشتہ
(۸۰) سیر المتاخرین
(۸۱) نامہ خسروان
(۸۲) تاریخ ملکم
(۸۳) تاریخ نگارستان
(۸۴) طبقات اکبری
(۸۵) منتخب التواریخ
(۸۶) سلطان نامہ
(۸۷) قصص العلماء
(۸۸) نامہ دانشوران
(۸۹) مجالس المومنین
(۹۰) اکسیر التواریخ
(۹۱) معارج النبوۃ
(۹۲) مدارج النبوۃ
(۹۳) شواہد النبوۃ
(۹۴) روائح المصطفیٰ
(۹۵) جنات الخلود
(۹۶) سفرنامہ ناصر خسرو
(۹۷) نجوم السماء
(۱۰۱) قلائد الجواہر
(۱۰۲) خزانہ عامرہ
(۱۰۳) تذکرہ حسینی
(۱۰۴) تذکرہ مراۃ الخیال
(۱۰۵) تذکرہ دولت شاہ سمرقندی
(۱۰۶) گلشن پنجاب
(۱۰۷) آتش کدہ آذر
(۱۰۸) خزینۃ الاصفیاء
(۱۰۹) تاریخ آل نجاد

کتب تاریخ و سیر اردو

(۱۱۰) تمدن عرب
(۱۱۱) تاریخ اسلام (علا عباسی)
(۱۱۲) تذکرۃ الکرام
(۱۱۳) بہارستان تاریخ
(۱۱۴) منہاج النبوۃ
(۱۱۵) سنین الاسلام
(۱۱۶) مذاہب الاسلام
(۱۱۷) تاریخ حبولیہ
(۱۱۸) تاریخ عرب
(۱۱۹) کارنامہ ترک
(۱۲۰) فتوحات اسلام
(۱۲۱) تفریح الاذکیاء
(۱۲۲) ترجمہ اعثم کوفی
(۱۲۳) ترجمہ جذب القلوب
(۱۲۴) تاریخ مکہ معظمہ
(۱۲۵) اقصائے مغرب
(۱۲۶) تہذیب المتین
(۱۲۷) الکرار
(۱۲۸) ارجح المطالب
(۱۲۹) المرتضیٰ
(۱۳۰) سوانح عمری حضرت علی
(۱۳۱) سوانح عمری رسول کریم
(۱۳۲) تاریخ خورشید جاہی
(۱۳۳) گلزار آصفیہ
(۱۳۴) ترجمہ معارف ابن قتیبہ
(۱۳۵) تذکرہ گلشن ہند
(۱۳۶) تاریخ طرابلس و تونس
(۱۳۷) تاریخ الجزائر
(۱۳۸) تاریخ مراکش
(۱۳۹) دنیائے اسلام
(۱۴۰) تاریخ ایران (دیجمن)
(۱۴۱) تاریخ اسپین
(۱۴۲) مشاہیر نسواں
(۱۴۳) تذکرہ آب حیات
(۱۴۴) تاریخ القرآن (اسلم)
(۱۴۵) تذکرۃ المعصومین
(۱۴۶) ازالۃ الخفاء (ترجمہ)
(۱۴۷) تاج الاقبال
(۱۴۸) تذکرہ علماء ہند (فارسی)
(۱۴۹) تذکرۂ علمائے حال
(۱۵۰) قصص الادب
(۱۵۱) قصص الانبیاء
(۱۵۲) تاریخ عالم
(۱۵۳) حدایق الحنفیہ
(۱۵۴) تذکرہ فرید الدہر
(۱۵۵) تاریخ شعرائے اردو

کتب تاریخ و سیر انگریزی

(۱۵۶) ترجیڈی آف اسلام
(۱۵۷) ایرلی شورٹ ہسٹری آف سیرا سنز
(۱۵۸) اورکلی ہسٹری آف سیراسنز
(۱۵۹) الین پول محمدن ڈائینسٹیز
(۱۶۰) ٹی ڈنگس لائف آف محمد
(۱۶۱) مسکسٹرز آف محمد
(۱۶۲) دی سیراسنز (گلمن)
(۱۶۳) گبن فال آف رومن امپائر
(۱۶۴) کانڈی ہسٹری آف اسپین
(۱۶۵) کارلائل ہیرو وائیڈ ہیرو ورشپ
(۱۶۶) تاریخ خاندان عثمانیہ (اردو)

[illegible] اتالیق انگریزی دہلی

مقدمہ

پہلی فصل - ملک عرب کا جغرافیہ

(۱) حدود اربعہ عربستان گہوارہ مذہب اسلام اور مولد و موطن اُس عظیم الشان حکومت کا ہے جس کو حضرت محمد مصطفےٰ صلعم اور اُن کے خلفائے راشدین نے قائم کیا تھا یہ عرب ایک بہت بڑا جزیرہ نما ہے جس کا ایک حصہ ریگستان ہے اور جس کے تین طرف تین سمندر واقع ہوئے ہیں۔ یعنے مغرب کی جانب نہر سویس بحیرۂ احمر جسے بحیرۂ قلزم بھی کہتے ہیں اور باب المندب جنوب کی طرف بحر ہند۔ مشرق کی طرف بحیرہ عمان اور خلیج فارس۔ عراق اور الجزیرہ حد شمالی وہ صحرائے شام ہے۔ اور فلسطین اور الجزیرہ۔ اس جزیرہ نما کی حد شمالی اس طرح پر ہے کہ غزہ سے جو فلسطین کا ایک شہر ہے اور بحیرۂ روم پر واقع ہے ایک خط جنوب سے بحیرہ لوط تک کھینچا جائے۔ اور وہاں سے دمشق اور دمشق سے دریائے فرات کے کنارہ کنارہ لاکر خلیج فارس سے ملایا جائے تو اِس خط کو حد شمالی عربستان کی کہہ سکیں گے۔

مغرب کی طرف خاکنائے سویس نے اس ملک کو مصر سے ملادیا ہے۔ مگر ۱۸۶۹ء میں بحیرۂ قلزم اور بحیرۂ روم کو ملانے کی غرض سے انگریزوں فرانسیسوں اور خدیو مصر نے اتفاق کرکے اس خاکنائے میں ایک نہر کاٹ لی ہے جو ۷۰ میل لمبی اور پچاس سے سو گز تک چوڑی ہے اور نہر سویس کے نام سے مشہور ہے ؞

(۲) وسعت اس جزیرہ نما کا زیادہ سے زیادہ طول اٹھارہ سو میل اور عرض چھ سو میل اور کل رقبہ بارہ لاکھ تیس ہزار مربع میل جو ملک فرانس سے دُگنا اور ہندوستان سے پونا ہے۔ اس رقبہ میں سے پانچویں حصہ سے کچھ کم سلطان روم کے زیر حکم ہے ؞

(۳) آبادی آبادی کا تخمینہ پچاس لاکھ سے ایک کروڑ تک کیا گیا ہے۔ اور صاحب حقایق الاخبار نے ڈیڑھ کروڑ سے زائد لکھی ہے۔ جسمیں سے پانچواں حصہ بدوی ہیں۔ جن کو عرب البادیہ بھی کہتے ہیں۔ اور باقی مستوطن عرب یا عرب الحضر۔ بدوی خانہ بدوشی کی زندگی بسر کرتے ہیں اور ہمیشہ مسافرت کی حالت میں رہتے ہیں۔ صحراؤں میں جہاں کہیں کوئی نخلستان یا سرسبز مقام دیکھتے ہیں اپنے مویشی کو لئے پھرتے ہیں۔ یہ لوگ صحرائی زندگی کو شہر کے رہنے پر ترجیح دیتے ہیں اُن کی ترجیح کچھ آج سے نہیں ہے بلکہ ہزاروں برس سے ہے اور اُن کے رسوم و رواج و لباس بلا تغیر کے اسوقت تک وہی ہیں جو قدیم الایام سے چلے آتے ہیں۔ لوٹ مار اور جنگجوئی انکی جبلت میں داخل ہے۔ اسی لوٹنے اور لڑنے کی خاصیت کی بدولت بدوئیں عرب خلفائے راشدین کے وقت میں بڑے بہادر سپاہی بنگئے۔ اور اُنہوں نے نہایت سرعت کے ساتھ تمام عالم کو فتح کرلیا اگرچہ اُنکو جدید حالات و واقعات سے کام پڑا لیکن اُنکی جبلت نہیں بدلی۔ کیونکہ فی الواقع کسی قوم کی جبلت نہیں بدلتی البتہ دوسرے رنگ میں ظاہر ہوسکتی ہے۔ لوٹنے کی خاصیت ملک گیری کے ولولہ سے بدل ہوگئی۔ سخاوت کی عادت سے وہ سپاہیانہ بہادری کا برتاؤ پیدا ہوا جس کی یورپ کی تمام اقوام نے تقلید کی۔ خلفائے راشدین کے وقت میں اسلامی فوج کا بہت بڑا حصہ یہی بدوی تھے۔ بدوی فہم و ادراک میں فی الواقع دنیا کی بہت سی گلہ چرانے والی اقوام پر فوقیت رکھتے ہیں۔ جیسے اُن سے بارہا گفتگو کی ہے اُنکے خیالات معیشت پیشہ اقلیم ...

اہل یورپ سے بہتر پائے ہیں - عادات و رسوم میں نیم وحشی ہیں مگر خیالات میں وحشی نہیں ہیں - پس یہ لوگ نیم وحشی تو ہیں مگر فہمیدہ اور ذہین ہیں"

مستوطن عربوں اور بدوؤں میں بے انتہا فرق ہے یہ ہرگز اس قسم کے نیم وحشی نہیں ہیں جیسے سمجھ لئے گئے ہیں -

پالگریو نہایت حیرت کے ساتھ باشندگان عمان کے علم کی تعریف کرتا ہے اور اسی کا قول ہے کہ "یہاں ایسے اشخاص بکثرت موجود ہیں جو مثل انگریزوں کے کلیں بنا سکتے ہیں - اور ریل کی پٹری بچھا سکتے ہیں - یمن میں دو دار العلوم ہیں ایک **زبید** میں اور دوسرا **ذمار** میں جو اگرچہ قاہرہ کی جامع ازہر کے برابر تو مشہور نہیں لیکن اس ملک کے روشن خیال گروہ میں اشاعت علم کا بڑا ذریعہ ہیں"[۵۲]

پالگریو کہتا ہے میں نے بہت سفر کیا ہے اور مختلف اقوام کے ساتھ میرے روابط رہے ہیں - جن میں افریقی - ایشیائی - اہل یورپ سب ہیں لیکن کوئی قوم ایسی نہیں ہے جسے وسط عربستان کے عربوں پر ترجیح دی جا سکے - ان مستوطنین کی وہی زبان ہے جو صحرائے بدویوں کی اور وہی خون انکی رگوں میں بھی دوڑتا ہے لیکن شائستگی میں ان دونوں میں کسقدر بعد عظیم ہے - پھر پالگریو کہتا ہے کہ وہابی بمقابل دوسرے عربوں کے بخیل اور مشکلات [illegible] میں شریک ہونے پر کم آمادہ ہیں اور نہ وہ مثل اور عربوں کے رنگیلے ہیں - اور نہ صاف دل اور کشادہ پیشانی ہیں مگر اسکے ساتھ ہے وہ زیادہ ثابت قدم اور زیادہ عقلمند ہیں - انکی باتوں سے انکا اصلی خیال بہت کم ظاہر ہوتا ہے مگر وہ اپنے ارادوں میں نہایت مضبوط ہیں - دشمنی میں سخت اور دوستی میں ان لوگوں کے ساتھ جو انکے ہم قوم ہیں نہایت مشتبہ انکے خاموش اور ترش بلکہ عبوس صورتیں شمالی عربوں کے نیک اور ہنس مکھ چہروں کو یاد دلاتی ہیں وہ ہرگز فوری امنگوں پر کام نہیں کر بیٹھتے بلکہ پہلے سے سوچی سمجھی ہوئی چال پر چلتے ہیں اگرچہ انکی فہم اور ادراک محدود ہے لیکن انکے عزم قوی اور انکی ثابت قدمی نے انہیں اس لائق بنایا ہے کہ وہ اپنی تمدنی حالت کو نہایت مضبوط کر لیں اور اپنے ہمسایوں پر ظالمانہ حکومت کر سکیں - شاید اتحاد باہمی کی وجہ سے انکی کامیابی بمقابل ایسے دشمن کے یقینی ہے جسے آپس کی پھوٹ نے کمزور کر دیا ہے - وہابیوں کی یہ مخصوص [illegible] انکی روزمرہ کی حرکات و سکنات سے ظاہر ہوتی ہیں - اور ان سے گفتگو کرتے وقت انسان کو ضرور ہے کہ اپنے الفاظ اور اشارات کا ویسا ہی خیال رکھے جیسا کہ کسی دشمن سے گفتگو کرتے وقت رکھا جاتا ہے - شام کے بدوی چار قسم کے ہیں[۵۳] -

(۱) [illegible] - یہ [illegible] سے بہت قریب ہیں یہ مسلمانوں کا ایک مغرور اور خودمختار فرقہ ہے - یہ لوگ نہایت جری ہیں انہیں اور [illegible] میں سخت عداوت ہے -

(۲) **موالی** - یہ [illegible] کا ایک نہایت مغرور اور [illegible] فرقہ ہے اگرچہ اصل مواقع پر ان سے اپنی کام بہادری کا سرزد نہیں ہوا

(۳) **متاولہ** - کوہستانی عرب انکا مذہب امامیہ ہے سخت متعصب ہیں کبھی کسی اجنبی کے ساتھ کھانا نہیں کھاتے - بالکل علیحدہ رہتے ہیں -

(۴) **نصاریہ** - بالکل علیحدہ پہاڑی قوم ہے انکا مذہب اسلام کی ایک شاخ مگر نہایت مختلف ہے تناسخ کے قائل ہیں اور سورج اور چاند کی پرستش کرتے ہیں -

(۵) آب و ہوا اور سرزمین کی حالت - یہ ملک مثل صحرائے افریقہ کے ایک عظیم الشان سطح میدان ہے جس میں ایک صحرائے

---

۵۲ [illegible] تمدن عرب گستاؤ لیبان ص [illegible] تمدن عرب گستاؤ لیبان -

۵۳ ایک انگریز سیاح تھا عربی خوب جانتا تھا ۱۸۶۲ء میں بھیس بدل کر سیاحت کی ۱۸۲۶ء ولادت کا سال ہے اور ۱۸۸۸ء وفات کا ۔ تمدن عرب -

افریقہ کی طرح سوکھے ساکھے ریتیلے پتھریلے خطے شاداب زرخیز خطوں کے ساتھ ملے جلے ہیں۔ اس میدان کا آغاز خلیج فارس کی طرف واقع ہوا ہے۔ سرزمین کی غیر تمناہی صحراؤں کے بیچ میں وادی اور پہاڑی خطے ہیں جن میں سینکڑوں قریے اور شہر آباد ہیں۔ اور جن کے باشندے زراعت پر بسر اوقات کرتے ہیں۔ ریگستان کے رہنے والے وہی خانہ بدوش بدوی ہیں۔ جو ہمیشہ مسافرت کی حالت میں رہتے ہیں ؎

عربستان کے وسطی حصے کا نام نجد یعنی سرزمین بلند ہے۔ یہ مثل سرسبز شاداب جزیرہ کے ہے جس کے اردگرد پانی کی عوض پہاڑ اور ریگستان واقع ہوئے ہیں۔ تخمیناً نصف ملک زرخیز اور شاداب ہے اور نصف ملک خشک و غیر آباد۔ عربستان کے ملک میں کئی زنجیرے پہاڑوں کے واقع ہوئے ہیں انہیں سے ایک بحیرۂ بحیرۂ قلزم کے ساحل کے قریب چلا گیا ہے مگر یہ پہاڑ کچھ بہت اونچے نہیں ہیں اُس خطہ میں جو بحیرۂ قلزم کے شمال میں واقع ہے۔ جبل سینا یا طور اور جبل حوریب واقع ہیں حوریب کے دامن میں صحرائے تیہ واقع ہے جہاں بنی اسرائیل نے مصر سے آتے ہوئے چھاونی ڈالی تھی۔ اسکے قریب مقام ایلہ ہے جسے اب عقبہ کہتے ہیں ؎ اس ملک میں ندیاں اور رود خانے نہیں ہیں جنمیں ہمیشہ پانی رہتا ہو جو ندیاں ہیں وہ بھی اکثر سال کے مہینوں میں خشک رہتی ہیں۔ یہ خشک ندیاں جنکو وادی کہتے ہیں ملک کے ہر حصہ میں موجود ہیں۔ ایام بارش میں یہ ندیاں بہت بڑی بڑی نظر آتی ہیں۔ عربستان ہمیشہ سے خشکی گرمی اور کم نہری میں مشہور رہا ہے اگر بارش کا موسم جو سال میں دو دفعہ ایک بہار میں اور دوسرا خزاں میں ہوا کرتا ہے اور اکثر کئی کئی مہینہ رہتا ہے نہوا کرتا تو عربستان کا ملک گویا بود و باش کے قابل ہی نہ ہوتا۔ اب بھی عرب کے جس حصہ میں کئی سال بارش نہیں ہوتی وہ تباہ ہو جاتا ہے ؎ اس ناقابل برداشت خشکی کے ساتھ وہ ظالم ہوا چلا کرتی ہے جسے بادسموم یا باد خمسین کہتے ہیں یہی سموم اور پانی کا نہ ملنا دو چیزیں ہیں جو عربستان میں قافلہ کی بربادی کا سبب ہوتی ہیں۔

ایک عیسائی سیاح و مورخ **موسیو دلوڑری** جسکا سال ولادت ۱۸۰۶ء اور سال وفات ۱۸۶۲ء ہے لکھتا ہے کہ باد خمسین کی آمد کے آثار قافلہ پر فوراً ظاہر ہو جاتے ہیں۔ آسمان پر جانب افق پہلے ایک سرخی نظر آتی ہے اسکے بعد تاریکی اور بے نوری آفتاب شعاعوں سے معرا مثل ایک کرہ خون کے نظر آنے لگتا ہے زمین و آسمان کے درمیان کا خلا بار یک ریت سے بھر جاتا ہے جیسے ہوا اُسیطرح پھیلاتی ہے جیسے طوفان سمندر کے جھاگ کو اُڑاتا ہے۔ یہی وقت سر پر پاؤں رکھکر بھاگنے کا ہے کیونکہ ایک دم میں زمین و آسمان خمسین کی لپیٹ میں آنے والے ہیں۔ صحرا کی ریت ہوا کے زور سے اُڑ کر لہریں پیدا کر رہی ہے مسافر کا نفس تنگ ہو رہا ہے۔ آنکھیں سُرخ ہیں۔ ہونٹ خشک۔ اور شتر اونٹوں کا یہ حال ہے کہ کبھی تو وہ گھبرا کر دوڑنے لگتے ہیں کبھی کھڑے ہو جاتے ہیں اور اپنی لمبی لمبی گردنیں ریگ کے اندر چھپاتے ہیں اور جوں جوں طوفان بڑھتا جاتا ہے اپنی تھوتھنیوں کو زمین پر پٹکتی ہیں اور جان بچانے کی ہزاروں کوششیں کرتے ہیں۔ اگر طوفان کی گرد و باد میں قافلہ نے راہ گم نہ کی تو وہ کسی پتھر کے نیچے یا کسی غار میں چھپ جاتا ہے اور طوفان کے گزر جانے تک انتظار کرتا ہے۔ لیکن اگر اس بادیۂ غیر تمناہی میں ملجا و مامن سے دور قافلہ راہ بھول گیا یا طوفان بڑھتا گیا تو پھر انسان چارپائے دونوں کے حواس گم ہو جاتے ہیں طاقت سلب ہو جاتی ہے جان بچانے کی عقل جو ہر ذی روح میں نظر آتی ہے زائل ہو جاتی ہے۔ اُس وقت گرمی کی شدت سے خستہ و پریشان و وران سر ہیں گرفتار ہاتھ پاؤں جواب دیدیتے ہیں۔ اور قافلہ کا قافلہ ریت میں بیٹھ جاتا ہے تھوڑی دیر میں ریت کی موجیں ہوا سے اُڑ کر اُسکو تہ خاک کر دیتی ہیں اُنکا نشان بھی باقی نہیں رہتا یہانتک کہ سالہا سال کے بعد اس دراز میں کسی سوداگر

---

۱ یہ ایک بلند سطح مرتفع ہے جو کوہستان حجاز کے مشرق سے صحرائے الاحسا اور بحرین تک چلی گئی ہے اسمیں ریگستان اور گھاٹیاں بہت ہیں اور جابجا نخلستان ہیں جو صحرا میں بہت بڑی جائے پناہ ہوا کرتے ہیں۔ اس وسیع خطہ میں کوئی بڑا دریا نہیں ہے کہیں کہیں ندیاں ہیں جو زمین کو سیراب کرتی ہیں۔ مینہ کم برستا ہے اکثر علاقہ خشک ہے مگر جہاں کہیں پانی ہے وہاں کی زرخیزی کا ٹھکانا نہیں۔ ساحلی مقامات میں سے اکثر سرسبز اور پُرفضا ہیں ؎

رو ٹھا ہی طوفان اُٹھے اور ریت کو اُٹھا کر اُنکی سفید سفید ہڈیوں کی داستان ہمارے سامنے کھولکر رکھدی کہ اسے عبرت نگاہ سے دیکھو یہ باد سموم کے کارنامے ہیں ؎

عربستان کے اندرونی حصہ میں گرمی ہمیشہ زیادہ رہتی ہے صحراؤں میں آلہ مقیاس الحرارت کا پارہ ۱۰۹ درجے اور راتوں کو سو درجہ سے کم نہیں ہوتا - لیکن پہاڑی حصوں میں اور سواحل پر زیادہ گرمی نہیں ہوتی - نیبور کا بیان ہے کہ یمن[۱] میں اوا خر جولائی تک کبھی پارہ ۸۴ درجہ سے متجاوز نہیں ہوتا - اور صنعا میں تو جاڑوں میں برف پڑتی ہے - جس شدید گرمی و خشکی کا ذکر ہوا عربستان کے ہر خطہ میں نہیں پائی جاتی - بعض خطے جو رقبہ میں یورپ کے بڑے اور معتبر ممالک سے کم نہیں ایسے موجود ہیں جنکی زمین نہایت سیر حاصل ہے مثلاً خطۂ یمن اور خطۂ نجد جسکی آب و ہوا بقول پالگریو تمام دنیا کی ہوا سے بہتر ہے اور گھوڑے تو خاص اس مقام کے تمام دنیا میں لاجواب مانے گئے ہیں ؎

عربستان کے صحرا بالکل ریگستان ہیں اور اُن میں جا بجا چشمے اور وادی واقع ہوئے ہیں - جہاں کہیں کھجور کے درخت اور جانوروں کا چارہ پیدا ہوتا ہے اُن صحراؤں میں اقوام بدوی رہا کرتی ہیں ؎

(۵) پیداوار جُن اور کھجور اس ملک کی مخصوص پیداوار ہے کہ دنیا میں کہیں اس سے بہتر نہیں ہوتی - کھجور اہل عرب کی خاص خوراک ہے ناریل - لوبان - تیزپات - سنا مکی - مختلف قسم کے گوند - عود - مُر - بلسان بھی اس ملک سے خصوصیت رکھتے ہیں - عربستان کے شاداب خطوں میں انار - خوبانی - شفتالو - سیب - بہی - انجیر - بادام - پستہ - انگور - لیموں - گیہوں - جوار - جو - باجرا - گنا - سیم - مٹر - تماکو - خربزہ - بیج - مرچ سیاہ - خوشبوئیں - مہندی - ادرک - جھاؤ - گلاب - نرگس - بنفشہ - نیل - کریلوں کی مختلف قسمیں وغیرہ بھی پیدا ہوتی ہیں کاشتکاروں کو مینہ کا پانی کنوؤں اور تالابوں میں جمع رکھنا پڑتا ہے ؎

(۶) حیوانات خچر - گدہا - بیل - بھینس - نیل گائے - بھیڑ - بکرا - ہرن وغیرہ پالتو جانوروں میں اور شیر ببر - چیتے - تیندوے - چرخ - بھیڑیے - لومڑی - گیدڑ وغیرہ درندے بھی ہوتے ہیں - ٹڈیاں اگرچہ بعض وقت نقصان عظیم پہنچاتی ہیں مگر اکثر اوقات صحراؤں میں مدتوں مسافر اور اُسکے دواب کی غذا یہی ٹڈیاں ہوا کرتی ہیں - کل جانوروں میں گھوڑا اور اونٹ نہایت اعلے درجہ کے اور مفید ہوتے ہیں - اونٹ تو گویا خاص الخاص عربستان کا جانور ہے اور صحرا میں بالکل ایسا ہی کام دیتا ہے جیسا سمندر میں جہاز - عرب کے یہ دونو جانور تمام عالم میں مشہور ہیں - عرب اپنے گھوڑوں کو مثل اپنے فرزندوں کے پالتے اور عزیز رکھتے ہیں - اور اُنکی نسل کو ہرگز بگڑنے نہیں دیتے - بلکہ آدمیوں کی طرح اُنکے نسب نامے رکھتے ہیں - پرندوں میں مرغ - شتر مرغ - بٹیر و باز - شکرا - کبوتر - فاختہ - گدھ - کوا - عقاب - چیل - ہدہد - تہاری - آبی پرندے ؎

(۷) معدنیات تانبے اور لوہے کی کانیں تو جا بجا ہیں - یمن میں لعل بھی ہوتا ہے اور عقیق یمنی تو قدیم سے مشہور چلا آتا ہے - فیروزہ اور جزع یمانی بھی ہوتا ہے ؎

(۸) تجارت عرب کی تجارت روم - افریقہ - ایران - ہندوستان اور یورپ سے عرصۂ دراز سے جاری ہے[۲] مگر یہ تجارت بذریعہ قافلوں کے ہوتی ہے - عربستان میں سڑکیں بالکل نہیں ہیں - کارواں کے راستے اکثر وادیوں میں سے ہو کر نکلے ہیں - اسوقت تک ستد اولہ راہیں وہی ہیں جو قدیم الایام سے چلی آتی ہیں - اور انہیں سے زیادہ معروف وہ ہیں جو دمشق سے بغداد اور ریاض سے مکہ معظمہ کو اور مسقط سے بغداد و دمشق کو جاتی ہیں ؎

[۱] یمن کے بلند مقامات جنکو جبال الیمن کہتے ہیں اُنمیں بہت سی وسیع اور زرخیز وادیاں ہیں جہاں قہوہ - نیل - کھجور سب قسم کی ترکاریاں اور پھل پیدا ہوتے ہیں آب و ہوا معتدل ہے جاڑے میں اکثر پالا پڑتا ہے - خزاں اور بہار میں دو دفعہ برسات کا موسم ہوتا ہے - قدیم الایام سے انکی تجارت مصر - ہند - ایران وغیرہ سے جاری ہے - یہاں کے اکثر باشندے زیدیہ مذہب کے ہیں جن میں کچھ تو تجارت پیشہ ہیں اور کچھ کاشتکار رہتا ہے کا علاقہ بیشک دنیا کے گرم ترین علاقوں میں سے ہے -

[۲] اس ملک کی تجارت قدیم زمانہ میں بہت وسیع تھی یہاں تک کہ پچھلے دنوں یعنی بہر سوئز کے تیار ہونے سے قبل تک بھی اہل عرب تجارت میں تمام قوموں پر سبقت لیجاتے تھے

(تحفۃ الاخبار)

(۹) ملکی تقسیم عرب ۷ حصوں میں منقسم ہے۔

(۱) جزیرہ نمائے طور جس میں وادی تیہ شامل ہے خلیج عقبہ اور خلیج سویس کے درمیان خدیو مصر کے تحت میں ہے۔

(۲) حجاز کا علاقہ عقبہ سے یمن کی شمالی حد تک۔ سلطان روم کے زیر فرمان ہے۔

(۳) یمن۔ اسکی شمالی حد حجاز۔ غربی بحیرہ قلزم شرقی۔ حضرموت جنوبی خلیج عدن ہے۔ سلطان روم کے زیر حکم ہے۔ تمام عرب میں سب علاقوں سے زیادہ گنجان آباد ہے۔ قدیم زمانہ میں حضرموت مع مہرہ اور شحر کے اور علاقہ عمان یمن ہی میں شامل تھے

(۴) حضرموت جس میں مہرہ مع شحر کے شامل ہے۔ مختلف قبیلوں میں جدا جدا شیخ حکمرانی کرتے ہیں۔ ایک حصہ انگریزوں کے قبضہ میں ہے۔

(۵) عمان۔ اسکی شمالی اور مشرقی حد خلیج فارس جنوبی بحر ہند اور غربی حد حضرموت ہے۔ عرب کی آزاد ریاستوں میں یہ سب سے بڑی ہے۔ یہاں ایک خارجی سلطان کی حکومت ہے جو اب انگریزوں کا ماتحت ہو گیا ہے۔

(۶) الاحسا یا علاقہ بحرین جسکی شمال میں عراق عرب مشرق میں خلیج فارس جنوب میں عمان اور مغرب میں نجد ہے۔ یہ سلطان روم کے ماتحت ہے۔

(۷) نجد جسکی شمال میں صحرائے شام مشرق میں عراق عرب اور بحرین جنوب میں ربع الخالی اور مغرب میں حجاز ہے۔ یہ ایک وہابی سلطان کی حکومت میں ہے۔ جو برائے نام سلطان روم کا باجگزار ہے۔ اسکے شمالی حصہ میں جبل الشمر کی مشہور ریاست ہے جو سلطان روم کو اپنا سردار مانتی ہے اور اس سبب سے شریف مکہ کو سالانہ خراج بھیجتی رہتی ہے۔

نوٹ (۱) حضرموت کے شمال میں ایک صحرا ہے جو ربع الخالی کے نام سے موسوم ہے اس صحرا کی شمال میں علاقہ یمامہ سلطنت نجد تک چلا گیا ہے۔ پس یمامہ کے شمال میں نجد جنوب میں ربع الخالی مشرق میں بحرین اور مغرب میں حجاز ہے۔ یہ بھی نجد ہی میں شامل ہے۔

(۲) بحیرہ قلزم کے ساحل سے کچھ فاصلہ پر ایک پہاڑی سلسلہ چلا گیا ہے۔ پس وہ میدان جو ساحل بحیرہ قلزم اور اس سلسلہ کوہ کے درمیان جدہ اور مکہ سے لیکر یمن کے شہر مخا تک چلا گیا ہے تہامہ کے نام سے مشہور ہے اسکو غور بھی کہتے ہیں۔

(۳) علاقہ یمامہ اور بحرین اور اسکے توابع کو ملا کر عروض کے نام سے موسوم کرتے تھے اسکا دارالحکومت یمامہ تھا جسے پہلے جو کہتے تھے یاقوت معجم البلدان میں لکھتا ہے عروض صرف یمامہ سے مراد ہے۔

(۴) حجاز اور یمن کے درمیان ایک خطہ ہے اسے دیار اثیر کہتے ہیں۔

(۵) حجاز کے شمالی حصہ میں وہ پہاڑی علاقہ ہے جس میں قدیم زمانہ میں بنی ادوم اور بنی مدین رہتے تھے۔

مشہور شہر (۱) حجاز میں۔ مکہ[1] (آبادی ساٹھ ہزار) جو بکہ اور بطحا کے نام سے بھی مشہور تھا۔ ایک تنگ ریتلی وادی میں واقع ہے چاروں طرف سے چٹیل پہاڑوں سے گھرا ہوا ہے۔ مکہ کے ارد گرد کے پہاڑ جبال فاران کہلاتے ہیں۔ جدہ سے ۶۵ میل مشرق میں واقع ہے۔ اسی میں خانہ کعبہ ہے جہاں تمام دنیا کے مسلمان حج کو جاتے ہیں۔ صفا۔ مروہ۔ عرفات اسکے قریب مشہور پہاڑ اور وادی منیٰ اور مزدلفہ مشہور مقامات ہیں۔ منیٰ اور مزدلفہ کے پاس ہی کوہ ثبیر ہے۔ مکہ کے جنوب مشرق میں قریب ہی کوہ ثور واقع ہے جس کے غار میں رسول اللہ صلعم نے شب ہجرت پناہ لی تھی۔ اسی پہاڑ میں منیٰ کے راستہ پر آبادی مکہ سے مشرق میں ۳ میل کے فاصلہ پر غار حرا واقع ہے جہاں رسول اللہ صلعم بعثت سے پہلے عبادت کیا کرتے تھے حرم شریف سے مشرق کی طرف کوہ ابو قبیس واقع

[1] حجاز شمال سے جنوب کو بحیرہ قلزم اور اس سلسلہ کوہ کے درمیان واقع ہے جو خلیج عقبہ سے بحر ہند تک چلا گیا ہے۔ حجاز کا خصوصاً وہ علاقہ جو مکہ کے گرد ہے بنجر ہے پہاڑ اور وادیاں دھوپ سے جلتی رہتی ہیں کہیں کہیں سبزہ نظر آتا ہے جسپر مویشی کا گذارہ ہوتا ہے مگر مشرق میں طائف کا علاقہ سبزی اور بارہا دار درختوں سے مستور ہے اور یہاں سیب انجیر انگور آڑو۔ اور شفتالو بکثرت پیدا ہوتے ہیں۔

ہیے تمکو عرب کا صدر مقام کہنا چاہیئے - شریف مکہ کو جو کعبہ کا متولی اور محافظ ہوتا ہے بہت بڑا رتبہ اور اقتدار حاصل ہے اُسکو سلطان روم کی طرف سے بہت بڑا وظیفہ ملتا ہے - مکہ کے شمال مغرب میں ایک منزل پر قریہ حدیبیہ ہے - یہاں سے مدینہ ۹ منزل ہے ✣

حرم شریف

حرم شریف یعنے خانہ کعبہ وسط شہر میں واقع ہے پہلی مرتبہ اسکو دنیا میں حضرت آدم علیہ السلام نے تعمیر کیا پھر اسکی جگہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے بامداد حضرت اسمعیل بعد طوفان نوح تعمیر کیا پھر عمالقہ نے اُسکی مرمت کی اسکے بعد قصی بن کلاب نے کچھ مکانات جدید اصلی تعمیر کئے اور گرداگرد بنائے آنحضرت صلعم کی ولادت کے پینتیسویں سال اکابر قریش نے حرم شریف کی دیواریں اور کرسی بلند کر کے چھت بنائی اور آنحضرت صلعم نے حجر اسود کو اُسکی جگہ پر نصب کیا - حضرت عمر کے عہد خلافت میں ایک جدید دیوار خانہ کعبہ کے گرد بنائی گئی اور کچھ مکانات توڑ دیے گئے - حضرت عثمان نے بھی اپنے عہد خلافت میں تعمیر میں کچھ اضافہ کیا سنہ ۶۵ھ میں عبداللہ بن زبیر نے حطیم بذریعہ تعمیر جدید داخل حرم شریف کیا - سنہ ۷۴ھ میں بزمانہ حکومت عبدالملک حجاج بن یوسف نے شرارتاً حطیم حرم شریف سے خارج کر دیا بعدہ ولید نے کچھ ترمیم کی - ابو جعفر منصور نے کچھ مکانات جدید گرداگرد حرم شریف کے تعمیر کرائے مستضد باللہ عباسی نے شمال کی طرف باب الزیارۃ تک پشت کعبہ کی طرف باب ابراہیم تک جدید عمارت تعمیر کر کے احاطہ حرم شریف کو بڑھایا - سنہ ۹۸۹ھ میں سلیمان خاں بادشاہ قسطنطنیہ نے عمارت حرم شریف کی از سر نو بکمال پختگی و خوبی تعمیر کرانا شروع کیا جو اُسکے بیٹے سلطان مراد خاں کے عہد حکومت میں ختم ہوئی یہی تعمیر اسوقت تک موجود ہے خانہ کعبہ کے چار زاویہ ہیں اور قریب قریب مربع شکل ہے ✣ خانہ کعبہ کی خدمت خاندان بنی شیبہ کے سپرد ہے یہ مکان مقدس باب الصفا کے سامنے حجر اسود سے رکن یمانی تک ۱۹ ہاتھ اور باقی سمتوں سے ۱۸ ہاتھ بلند ہے - پہلا وہ کونا ہے جسمیں حجر اسود نصب ہے اسی کونہ سے طواف شروع کرتے ہیں اسکا رخ مشرق کو ہے اسکو رکن اسود کہتے ہیں - اسکے بعد رکن عراقی ہے جسکا رخ شمال کو ہے پھر رکن شامی جسکا رخ مغرب کو ہے پھر رکن یمانی جسکا رخ جنوب کو ہے ✣ بیت اللہ شریف کا دروازہ رکن اسود اور رکن عراقی کے درمیان حجر اسود سے دس بالشت کے فاصلہ پر ہے - اسی فاصلہ کا نام ملتزم ہے دروازہ زمین سے آٹھ بالشت اونچا ہے جو کھٹ چاندی کی ہے اُسپر سونا چڑھا ہوا ہے دروازہ کے اوپر دو بالشت چوڑی سونے کی تختی نصب ہے - دروازہ میں چاندی کے دو کنڈے ہیں انمیں قفل پڑے رہتے ہیں دروازہ کا رخ مشرق کو ہے اسکا طول ۱۳ بالشت اور عرض ۸ بالشت ہے مکان مقدس کے اندر دور تک پتھر کا فرش ہے اوپر کی جانب آدھی آدھی دیواروں پر چاندی کی تہ دیکر موٹا سونا چڑھایا ہے - دیکھنے میں ساری سطح سونے کی معلوم ہوتی ہے - چھت ساگوں کی لکڑی کے تین ستونوں پر قایم ہے جو عمارت کی لمبائی میں لگے ہوئے ہیں - ہر ستون کے درمیان میں ۴ قدم کا فاصلہ ہے - چھت بالکل رنگین ہے اور ریشمی کپڑے کی چھت گیری لگی ہوئی ہے - باہر کا رخ چاروں طرف سے سبز حریر کے پردوں سے ڈھکا ہوا ہے - پردوں کا تانا سوت کا اور بانا ریشم کا ہے اور اسپر ریشم سے یہ آیت کڑھی ہوئی ہے - ان اول بیت وضع للناس للذی ببکۃ ✣

اور غلاف کے بانی خلیفہ ناصرلدین اللہ عباسی کا نام بھی تین ہاتھ چوڑی جگہ میں ریشم سے لکھا ہوا ہے - اسکے علاوہ پردوں میں طرح طرح کے نقش و نگار اور دعائیں بنی ہوئی ہیں - کل پردے تعداد میں ۴۳ ہیں مگر انکو آپس میں اسطرح ملا دیا ہے کہ ایک ہی پردہ معلوم ہوتا ہے - یہ پردے سال میں ایک بار بدلے جاتے ہیں - پانچ روشندان ہیں چار چاروں گوشوں میں اور ایک وسط سقف میں انپر منقش عراقی شیشے لگے ہوئے ہیں - ستونوں کے درمیان میں ۱۳ قندیلیں آویزاں ہیں ایک سونے کی باقی چاندی کی - رکن عراقی میں ایک دروازہ ہے جسکو باب الرحمۃ کہتے ہیں - اس دروازہ سے چھت پر جانیکا راستہ ہے - اس دروازہ میں گھستے ہی ایک چھوٹا سا گھر مقام کریم کے رہنے کا بنا ہوا ہے - مقام کریم حضرت ابراہیم کے کھڑے ہونے کی چیز ہے یہ ایک پتھر ہے تین بالشت بلند اور دو بالشت چوڑا چاندی سے منڈھا ہوا حضرت ابراہیم کے دونوں قدموں

اور انگلیوں کے اُس پر نشان ہیں۔ دروازہ مقدس کے بازو سے رکن عراقی کی طرف کو بارہ بالشت لمبا ساڑھے پانچ بالشت چوڑا اور بالشت بھر اونچا ایک حوض بنا ہوا ہے۔ حضرت ابراہیم کے زمانہ میں اسی جگہ مقام کریم رکھا جاتا تھا۔ اب مقام کریم کی جگہ کعبہ شریف کے باہر دروازے اور رکن عراقی کی دیوار کے سامنے مصلے کے پاس ہے۔ مقام کریم پر لکڑی کا منقش قبہ قد آدم بلند لگا دیا ہے جس کا ہر ضلع چار بالشت کا ہے اس قبہ اور خانہ کعبہ کے درمیان ۱۷ قدم کا فاصلہ ہے اور ہر قدم ۳ بالشت کا ہوتا ہے۔ مقام کریم کا ایک لوہے کا قبہ قبۂ زمزم کے پاس رکھا ہوا ہے۔ ایام حج میں آدمیوں کی کثرت کی وجہ سے کاٹ کا قبہ ہٹا کر لوہے کا رکھ دیتے ہیں +

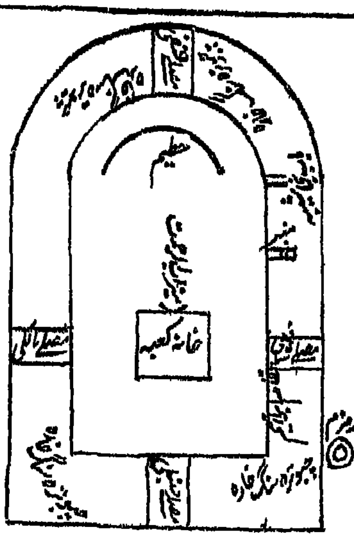
رکن اسود سے رکن عراقی تک چوّن بالشت کا فاصلہ ہے۔ حجر اسود زمین سے ۷ بالشت بلند لگا ہوا ہے۔ پستہ قد آدمی کو بوسہ لینے کے لئے اُچکنا پڑتا ہے +

رکن عراقی سے رکن شامی تک ۸۳ بالشت کا فاصلہ ہے مگر اس سمت کا یہ فاصلہ داخل حجر ہے بیرون حجر کا فاصلہ چالیس قدم یعنی ۱۲۰ بالشت ہے طواف بیرون حجر کرتے ہیں۔ رکن شامی سے رکن یمانی کا فاصلہ رکن اسود اور رکن عراقی کے برابر اور رکن یمانی سے رکن اسود کا فاصلہ رکن عراقی اور رکن شامی داخل حجر کے برابر تصور کرنا چاہیئے۔ طواف کی زمین پر پتھر کی بڑی بڑی چوکور سلوں کا فرش ہے طواف کے فرش کی زمین بیت اللہ شریف کی دیوار سے نو قدم تک چوڑی ہے۔ باقی حرم شریف کے کل صحن اور سب دالانوں میں سفید ریت بچھا ہوا ہے۔ عورتیں فرش سنگین کے باہر طواف کرتی ہیں رکن عراقی اور حجر کے درمیان میں حجر کے اندر داخل ہونے کا راستہ چار قدم یا چھ ہاتھ چوڑا ہے۔ رکن شامی کی طرف بھی اتنا ہی چوڑا راستہ ہے +

چاہ زمزم کا قبہ رکن اسود کے سامنے چوبیس قدم کے فاصلہ پر ہے۔ اس قبہ کے دہنی طرف دس قدم کے فاصلہ پر مصلے کی جگہ ہے۔ قبہ کے اندر بالکل سفید پتھر کا فرش ہے اور رکن اسود کے مقابل کی دیوار کے قریب یہ کنواں ہے کنویں کی گہرائی گیارہ قامت اور پانی کا عمق سات قامت ہے۔ قبہ کا دروازہ مشرق کی طرف ہے۔ اور کنوئیں کا من سنگ رخام کا نہایت مضبوط بنایا گیا ہے۔ پھر پتھر کے جوڑ میں سیسہ پگھلا کر ڈالا ہے۔ گولے کے اندر بھی سیسہ سے جوڑ لگائے ہیں۔ سیسے کی بتیس سلاخیں گولے سے ملا کر پانی کے اندر تک لگائی ہیں۔ اور من کے اوپر انکے خوب اچھی طرح جما دی ہیں۔ من کا محیط چالیس بالشت اور بلندی ساڑھے چار بالشت اور چوڑائی ڈیڑھ بالشت ہے۔ قبہ کے اندر بالشت بھر چوڑا دو بالشت گہرا زمین سے پانچ بالشت اونچا سقایہ بنا ہوا ہے اسمیں وضو کے واسطے پانی بھرا رہتا ہے۔ سقایہ کے چاروں طرف چبوترہ ہے جس پر بیٹھکر لوگ وضو کرتے ہیں۔ حجر اسود سمت شرقی کے کونہ پر نصب ہے کہتے ہیں دو ہاتھ کے قریب دیوار میں دبا ہوا ہے دو ثلث بالشت کے قدر چوڑا اور ایک بالشت اور ایک انگل لمبا ہے۔ چاروں ٹکڑے جنکو قرمطی نے توڑا تھا چاندی کے پتروں سے باہم جڑے ہوئے ہیں حجر اسود کے سالم ٹکڑے میں جو مقابل کھڑے ہونیوالے کے دہنی طرف ہوتا ہے ایک سفید چمکتا ہوا نقطہ ہے ہر شخص کو چاہئے کہ اس نقطہ کے چومنے میں کوشش کرے +

مسجد الحرام کی چاروں سمتوں میں تہرا دالان ایک دوسرے سے اس طرح ملا ہوا ہے گویا ایک ہی دالان ہے درمیان میں بہت بڑا صحن چار سو ہاتھ طویل اور تین سو ہاتھ عریض ہے۔ پتھر کے ستونوں کی تعداد ۴۷۱ ہے دار الندوہ کے چونے کے ستون اس شمار سے علیحدہ ہیں۔ دار الندوہ حرم شریف میں بڑھا لیا ہے +

حنفیوں کا مصلے ... دوسرا ہے۔ مالکیوں کا مصلے خانہ کعبہ کی پشت پر ہے۔ شافعیوں کا مصلے چاہ زمزم کے پاس ہے خانہ کعبہ کے دروازہ کی جانب۔ حنبلیوں کا مصلے چاہ زمزم کی دیوار کی طرف سامنے مطاف کے ... گرد ایک چبوترہ ہے۔ اس چبوترہ کا ایک گز کنارہ چھوڑ کر یہ چاروں مصلے خانہ کعبہ کے چاروں ... بنائے گئے ہیں ... نقش ... رنگین



سے ظاہر ہے - یہ چاروں مصلے جیسا کہ کتاب مذاہب الاسلام میں تاج المکلل سے نقل کیا ہے اور امام شوکانی نے ارشاد السائل میں لکھا ہے کہ فرج بن برقوق چرکسی بادشاہ مصر نے جسکا لقب ناصر ہے جو ۷۹۱ھ میں پیدا ہوا اور ۸۰۱ھ سے ۸۱۵ھ تک بادشاہ رہا قایم کئے تھے مدینہ (آبادی بیس ہزار) جسکو ہجرت سے پہلے یثرب کہتے تھے شہر مدینہ ایک میدان میں پہاڑیوں کے ایک سلسلہ میں واقع ہوا ہے اور پہاڑیاں مغرب کی طرف سے ایک بڑی صحرا کی حدبندی کرتی ہیں - شہر پناہ چالیس فٹ اونچی ہے - تین بڑے پھاٹک ہیں جن میں سے جنوبی کا نام باب المصر ہے - شہر پناہ کے باہر بھی کسیقدر آبادی ہے آب و ہوا خوش آیندہ معتدل زمین زرخیز و شاداب ہے - کنوؤں کا پانی بمقابلہ مکہ شریف کے اچھا ہے یہاں کے لوگ خوبصورت نیک سیرت نفیس مہمان نواز اور خوش پوشاک ہوتے ہیں مکہ سے گیارہ بارہ روز میں یہاں قافلہ پہنچتا ہے - قافلہ حجاج شہر پناہ کے باہر بمقام مناخہ میں ٹھیرتا ہے - مناخہ کی چار دیواری مثل نصف دائرہ کے مدینہ کی شہر پناہ کے غربی دروازہ سے شروع ہو کر جنوبی دیوار سے جا ملی ہے - شہر کے تمام کوچہ و بازار میں پٹی ہوئی نہر ہے جسمیں جا بجا پیتل کی بیچدار ٹونٹیاں لگی ہوئی ہیں تاکہ جسکا جی چاہے بلا تکلف پانی پی لے - حرم شریف کے چاروں طرف نل لگے ہوئے ہیں - باب السلام کے قریب گھنٹہ گھر ہے - باب الشیبہ کی جانب ایک سنگین قلعہ بنا ہوا ہے - جس میں ترکی فوج رہتی ہے - گورنمنٹ ترکی کیطرف سے ایک پاشا (گورنر) یہاں بھی رہتا ہے ✣ (ماخوذ از خیر الکلام فی بلاد العرب الاسلام)

بقیع الغرقد مدینہ کے مشرق میں ہے اسکا راستہ مدینہ کے دروازہ باب البقیع سے ہے - یہ نہایت مشہور قبرستان ہے جسمیں اکثر افراد خاندان نبوت و بنی ہاشم و مہاجرین و انصار کے مقبرے ہیں حضرت فاطمہ - حضرت امام حسن - حضرت امام زین العابدین - حضرت امام محمد باقر حضرت امام جعفر صادق - عقیل بن ابیطالب - عبد اللہ بن جعفر طیار اور امہات المومنین اور حضرت عباس عم رسول کے مزار ہیں - حضرت عباس کے مقبرہ میں امام حسنؓ مدفون ہیں اسی قبہ کے برابر بیت الحزن ہے جہاں جناب فاطمہ بعد وفات اپنے پدر بزرگوار کے رویا کرتی تھیں - بقیع سے ملا ہوا حش کوکب گورستان یہود ہے جس میں حضرت عثمان کو دفن کر دیا گیا تھا مگر معاویہ نے حضرت کی قبر کو بقیع میں شامل کر لیا - مقام قبا مدینہ سے قبلہ کیجانب دو میل کے فاصلہ پر ہے یہاں حضور صلعم نے مسجد تقویٰ بنائی تھی اسی کے قریب بیر اریس ہے جس میں حضرت عثمان کی انگوٹھی گری تھی قریب ہی دار الصفہ ہے یہاں عمار اور سلمان وغیرہ رضی اللہ عنہم رہا کرتے تھے ✣

مدینہ کی دوہری چار دیواری اور چار دروازے ہیں باب الحدید - باب الشریعہ - باب القبلہ - باب البقیع - مغرب میں ایک پرتاب تیر کے فاصلہ پر وہ خندق ہے جو مخالفین دین کے ہجوم کے وقت آنحضرت نے سلمان فارسی کی صلاح سے تیار کرائی تھی - اور جہاں لڑائی ہوئی تھی ✣ مدینہ میں رسول خدا صلعم کا روضۂ اقدس ہے - مکہ سے ۲۷۰ میل شمال کی طرف واقع ہے - اسکے ۳ میل شمال میں کوہ احد ہے اور جنوب میں کوہ عیر - مدینہ کو طیبہ بھی کہتے ہیں - مدینہ سے چار منزل کی مسافت پر شمال مشرق کیطرف خیبر واقع ہے - جار جو مدینہ کی بندرگاہ ہے مدینہ سے ایک شب و روز کی مسافت پر جنوب مغرب میں واقع ہے - جار کے جنوب میں ایک [illegible] کی مسافت پر آب قریۂ بدر واقع ہے - بدر کے جنوب مشرق میں جحفہ[1] ہے - جحفہ اور مکہ کے درمیان مکہ سے دو منزل یا [illegible] میل عسفان ہے جسکو مدرج عثمان بھی کہتے ہیں - نواحی جحفہ میں جحفہ سے دو تین میل کے فاصلہ پر مکہ اور مدینہ

[1] جحفہ مکہ اور مدینہ کے درمیان مکہ سے تین یا چار منزل مدینہ سے ۷ منزل - جار سے تین منزل -

کے درمیان غدیر خم واقع ہے۔ جہاں رسول اللہ صلعم نے حجۃ الوداع سے واپسی کے وقت سنہ ۱۰ھ میں بالا ہائے شتر کا منبر بنوا کر ایک خطبہ فصیح بلیغ فرما کر حضرت علی اور اہلبیت کے بارہ میں بہت کچھ وصیت کی تھی اور من کنت مولاہ فعلی مولاہ ارشاد فرمایا تھا۔

ینبع مدینہ کے مغرب میں ساحل قلزم پر ایک مشہور بندرگاہ مدینہ سے ۱۰۰ میل یعنی ۷ منزل پر ہے۔ حُنین مکہ اور طائف کے درمیان مکہ سے دس پندرہ میل پر۔ یلملم مکہ سے یمن کی طرف دو رات کی مسافت پر۔ قنفذہ حجاز کی بندرگاہ جدہ کی جنوب کی طرف۔

جدّہ (آبادی تیس ہزار) مکہ کی بندرگاہ ہے۔ یہاں سلطان روم کا پاشا اور انگریزوں کا بالیوز رہتا ہے۔

طائف ۱۲ فرسخ مکہ کے مشرق میں واقع ہے۔ اور حجاز کے مقاموں میں سب سے زیادہ سرد ہے۔ اس میں طرح طرح کے میوے اور پھل پیدا ہوتے ہیں بنی ثقیف کا مسکن ہے۔ طائف سے ایک رات کی اور مکہ سے تین رات کی مسافت پر عکاظ ہے جہاں زمانہ جاہلیت میں ہر سال بڑا بھاری میلہ ہوا کرتا تھا۔

تبوک ایلہ یعنے عقبہ کے جنوب مشرق میں واقع ہے مدینہ سے ۱۲ منزل کی مسافت پر۔ مدینہ اور عقبہ کے درمیان برابر فاصلہ پر۔ تبوک سے ۴ منزل جنوب میں حِجر جو قوم ثمود کا مسکن تھا وادی القریٰ کے علاقہ میں۔ اسکے پاس ہی مغرب کی طرف مدین تبوک سے ۶ منزل پر۔

(۲) یمن میں۔ صنعاء (آبادی پچاس ہزار) یمن کا دارالحکومت ہے اسے قدیم زمانہ میں اُزال کہتے تھے۔ تمام عرب میں سب سے عمدہ اور خوبصورت شہر ہے۔ عدن سے ۲۰۰ میل کے فاصلہ پر ایک زرخیز وادی میں واقع ہے۔ اسکی آب و ہوا معتدل اور خوشگوار ہے۔ اسکے جنوب مشرق میں ۳ دن کی مسافت پر شہر مارب ہے جسکو سبا بھی کہتے ہیں۔ صنعاء کے شمال مغرب میں ۲۰ فرسخ پر صعدہ ہے یہاں کا کمایا ہوا چمڑہ دور دور ملکوں میں تجارت کو جاتا ہے۔ صنعا کے مغرب میں بحیرہ قلزم سے ایک منزل کی مسافت پر شہر زبید واقع ہے۔ جہاں سے قہوہ تجارت کے واسطے اطراف میں جاتا ہے زبید سے ۴ منزل اور صنعا سے ۶ منزل پر بیت الفقیہ واقع ہے یہ بھی اراضی قہوہ میں ہے۔ زبید کے شمال مشرق میں شہر تہجم ہے صنعاء سے ۶ منزل کے فاصلہ پر۔ زبید کے جنوب میں قلعہ تعز ہے۔ صنعاء کے شمال میں دس منزل کی مسافت پر نجران ہے۔

حُدیدہ (آبادی تیس ہزار) صنعاء سے ۱۴۵ میل جنوب مغرب کی طرف واقع ہے یہاں سے چمڑا اور قہوہ دساور کو جاتا ہے مشہور بندرگاہ ہے۔ مخا آبنائے باب المندب پر واقع ہے پہلے قہوہ کے واسطے مشہور تھا۔ جَنَد صنعاء سے ۵۰ فرسخ پر۔ ذمار صنعا سے دو منزل جنوب میں ہے۔ حصن المواہب صنعاء سے ۵ فرسخ شمال میں۔

عدن اور اسکے ساتھ ایک علاقہ حضر موت کا ۱۸۳۹ء سے انگریزوں کے قبضہ میں ہے۔ گورنر بمبئی کی حکومت میں ہے۔ عدن کی آبادی ۴۳ ہزار ہے۔ یہاں نہر سویس سے گزرنے والے جہاز ٹھیرتے ہیں۔ دیگر امصار۔ رداعہ۔ خمیر۔ خیوان۔ لحج۔ توس۔ قریٰ۔ قوران (نجران کے مغرب میں ہے)۔

(۳) احسا یعنے بلاد بحرین میں جسکے جنوبی حصہ کو احسا اور شمالی کو ہجر کہتے ہیں۔ جزیرہ بحرین جسمیں منامہ مشہور شہر ہے انگریزوں کی حمایت میں ہے۔ یہاں سے موتی بہت نکلتا ہے جو تمام دنیا میں بے نظیر ہوتا ہے۔ قطیف اچھی بندرگاہ ہے۔ دیگر امصار قویت۔ مغریس۔ ہجر۔ خوف۔

(۴) عمان میں۔ مسقط خارجی سلطان کا دارالحکومت ہے مشہور بندرگاہ اور موتیوں کی منڈی ہے خشک مچھلی اور میوہ دساور کو جاتا ہے۔ آب و ہوا خراب ہے عرب کی بندرگاہوں میں جسقدر عمدہ جہازات ہیں سب مسقط ہی کی ساخت ہیں۔ سلطان مسقط عرب میں سب سے بڑھکر مالدار تاجر ہے ۵۰ تجارتی جہازوں کا مالک ہے۔ دیگر امصار۔ ہجر۔ برکہ۔ رستاق۔ سوہار۔ مرباط۔ ظفار۔

لے زبان بہلوی میں جہاں کہیں مازوران کا نام آیا ہے بعض کہتے ہیں یمن سے مراد ہے بعض کہتے ہیں شام سے مراد ہے ہمارا خیال ہے بحرین سے مراد ہے

(۵) نجد میں - ریاض (آبادی ۳۰ ہزار) وہابی سلطان کا دارالحکومت ہے مکہ سے چار سو پچاس میل کی مسافت پر شمال مشرق کی طرف واقع ہے - بڑا تجارتی مقام ہے - یمامہ یا عقربا جو مسیلمہ کذاب کا صدر مقام تھا ریاض کے جنوب مشرق کی طرف قریب ہی واقع ہے - درعیہ وہابیوں کا پہلا صدر مقام ریاض کے پاس شمال مغرب میں ہے - دیگر امصار - بریدہ - خانقیہ اور راباتا جہاں محمد بن عبدالوہاب مذہب وہابیہ کا سرغنہ پیدا ہوا تھا *

جبل الشمر کا دارالحکومت شہر حائل ہے جسکو بطن الرمہ بھی کہتے ہیں اسکے قریب جبل سلما میں حاتم طائی کی قبر ہے - وادی جوف جسکا صدر مقام شہر جوف ہے جبل الشمر کے سلطان کا باجگزار ہے - جوف کے شمال میں دومۃ الجندل واقع ہے تیما حجر کے شمال مشرق میں - تیما کے شمال مشرق میں ثعلبیہ ہے - ثعلبیہ کے شمال مشرق میں فیدہ ہے جو مدینہ کے شمال مشرق میں دو سو میل کے فاصلہ پر واقع ہے - قریب ہی کوہ سلما اور آجا واقع ہیں *

(۶) حضرموت میں - مکلہ - شحر - وسقوط - طریم - ساوہ - یافع - ظفار (صوبہ شحر کا صدر مقام) ظفار کے شمال کیطرف احقاف کا ریگستان ہے جو قوم عاد کا ملک تھا *

(۱۰) باشندوں کی حالت | عرب کے لوگ عموماً میانہ قد گندم گوں چھریرے ہوتے ہیں - وہ جو سمندر کے کنارہ یا قصبوں اور دیہات میں رہتے ہیں غالباً تجارت زراعت فلاحت اور کسب علوم میں مشغول رہتے ہیں - وہ جو وسط میں رہتے ہیں اپنے گلے اور مویشی لئے ہوئے آب و گیاہ کی تلاش میں جابجا نقل مکان کرتے رہتے ہیں - اور راہزنی اور دزدی سے گزران کرتے ہیں اور اُن کی غذا اکثر غالباً اونٹ کا دودھ اور گوشت اور گوسفند ہے - ہر قبیلہ کا ایک شیخ ہوتا ہے جو اُسکا رئیس سردار سمجھا جاتا ہے *

دوسری فصل - عرب کی قدیم تاریخ

عرب جو اس وسیع ملک پر نہایت قدیم زمانہ سے قابض ہیں دو قسموں پر منقسم ہیں - قدیم عرب (جو اب نیست و نابود ہو گئے ہیں) اور جدید عرب *

(۱) قدیم عرب یعنی عرب بایدہ | قدیم عرب اُسی نسل سے تھے جس سے قدیم کلدانی تھے - اُنہوں نے تمدن و تہذیب میں بہت کچھ ترقی کی تھی جس کے آثار ابتک جنوبی عرب میں پائے جاتے ہیں معلوم ہوتا ہے کہ مصر و جزیرہ تک میں اُنہوں نے اپنا اقتدار بڑھا لیا تھا - اُنہوں نے بڑے بڑے محل اور مندر بنائے تھے - اور وہ بڑے بڑے تالاب جو عدن کے قریب ہیں انہیں سے منسوب کئے جاتے ہیں - شریف الادریسی[۱] اپنی کتاب نزہت المشتاق میں لکھتا ہے کہ قدیم عرب بیشمار تھے اور اُنکے کئی قبیلے تھے وہ یا تو ہلاک و برباد ہو گئے یا دوسرے قبیلوں میں مخلوط ہو گئے اُنکے حالات کی کوئی تحریر نہیں ہے[۲] - اگرچہ اُنکے بڑے بڑے واقعات کی روایتیں موجود ہیں جن کی قرآن تصدیق کرتا ہے *

پس عرب کی قدیم تاریخ کا حال ہمیں کچھ تو قرآن شریف سے معلوم ہوتا ہے جسمیں ملک کے پرانے قصص کا بھی تذکرہ ہے - اور کچھ اُن روایتوں سے جو عربوں میں برابر سینہ بسینہ چلی آتی تھیں - اور جنکو آٹھویں صدی مسیحی اور اُسکے بعد کے عرب مورخوں نے بڑی جانفشانی اور محنت کے ساتھ جمع کیا ہے - جہانتک کہ وہ کتبے پڑھے گئے ہیں جو یمن کے جنوب میں دستیاب ہوئے ہیں اُنسے اُس علم و واقفیت کی تصدیق ہوتی ہے جو قرآن اور روایتوں سے حاصل ہوا ہے[۳] - ان پرانے عربوں کے مشہور قبیلے یہ تھے - عاد - ثمود - طسم - جدیس - جرہم اولی اور عمالقہ *

(۱) قبیلہ عاد جو عاد بن عوص[۴] بن ارم بن سام بن نوح کی نسل سے تھا - جو اختلاف السنہ کے بعد حضرموت کے علاقہ احقاف میں

[۱] سال پیدائش [illegible] سال وفات [illegible] [۲] عرب کی قدیم سے قدیم روایات حضرت ابراہیم کے زمانہ تک پہنچتی ہیں [illegible] گسٹاولیبان [۳] امیر علی تاریخ اسلام [۴] یا عوص تھا کہ بعض کہتے ہیں کہ یا عیص بن حام بن نوح کا بیٹا تھا -

آ بسا تھا۔ یہاں اُسکی نسل بہت پھیلی۔ اُنکا پہلا بڑا بادشاہ شدّاد بن عاد تھا۔ جس نے اُس شہر کی تعمیر کو پورا کیا جسکی بنیاد اُسکے باپ نے ڈالی تھی۔ اسمیں اُس نے نہایت خوبصورت محل بنایا تھا۔ جسمیں بڑے بڑے نادر باغ تھے اور اُسکو مثل جنّت کے آراستہ کیا تھا۔ تاکہ اپنی رعیت سے اپنے کو خدا کہوائے۔ اِس باغ کا نام باغ اِرَم تھا۔ اسکا قرآن میں بھی ذکر ہے۔ کہتے ہیں کہ یہ شہر اب بھی صحرائے عدن میں واقع ہے مگر ہر ایک کو نظر نہیں آتا۔ معاویہ کے زمانہ میں ایک شخص کولاؔبہ نامی نے جو اپنا اونٹ ڈھونڈھنے آیا تھا اسکو بالکل ویرانی اور بربادی کی حالت میں دیکھا تھا۔ اور وہاں سے چند نادر پتھر لایا تھا جو اُس نے معاویہ کو دکھائے تھے۔ ابن خلدون لکھتا ہے یہ جنت۔ اور باغ کا بنانا صرف ایک مصنوعی قصہ ہے۔ بلکہ قرآن میں جو ارم ذات العماد کا ذکر آیا ہے اُس سے قوی قوم عاد مراد ہے۔ جو ارم کی نسل سے تھے۔ کسی باغ یا شہر کا نام نہیں ہے۔ مسعودی اور ابن خلدون نے لکھا ہے کہ شدّاد نے ممالک ہند و شام و عراق کو بھی فتح کر لیا تھا +

علامہ بیضاوی اپنے تفسیر میں لکھتے ہیں کہ قبیلۂ عاد جب خدا کی پرستش چھوڑ کر رفتہ رفتہ بت پرست ہوگئے تو خدا نے ہودؑ[1] پیغمبر کو اُنکی ہدایت کیواسطے بھیجا جب اُن لوگوں نے اُنکی رسالت کو نہ مانا تو خدا نے اُن کو ایک گرم اور دم گھونٹنے والی ہوا سے معذب کیا۔ یہ ہوا برابر ۸ رات اور ۷ دن چلتی رہی نتھنوں میں سے گھُسکر جسم میں سے نکل جاتی تھی۔ سب کو ہلاک کر دیا۔ صرف تھوڑے سے آدمی جو حضرت ہود پر ایمان لائے تھے بچگئے اور ہود کے ساتھ کہیں اور چلے گئے۔ اور پھر ہود حضرموت میں آکر رہنے لگے۔ اور مقام مستقی کے قریب دفن ہوئے جہاں ایک چھوٹا سا قصبہ قبر ہود کے نام سے آباد ہے۔ اس عذاب سخت میں مبتلا کرنے سے پہلے خدائے تعالیٰ نے قوم عاد میں عاجزی پیدا کرنے اور اپنے نبی کا کہا ماننے پر قائل کرنے کیلئے چار برس تک ایسا قحط بھیجا تھا کہ اُنکے تمام مویشی مر گئے تھے اور خود آپ بھی مرنے کے قریب پہنچ گئے تھے۔ جب یہ نوبت پہنچی تو قوم عاد نے لقمان[2] کو ساٹھ آدمیوں کے ساتھ مکہ بھیجا کہ مینہ کے واسطے دعا کریں دعا قبول نہ ہوئی۔ مگر لقمان اور اُن کے بعض ہمراہی مکہ ہی میں تھے کہ قوم عاد پر عذاب ہوا کا نازل ہوا اور یہ لوگ مکہ میں اس عذاب سے بچگئے۔ ان کی نسل کے لوگ عاد ثانی کہلاتے ہیں وہ بعد میں اپنی بداعمالی سے بندروں کی صورت میں مسخ ہوگئے۔ جلال الدین سیوطی اور زمخشری نے اپنی اپنی تفسیر میں لکھا ہے کہ عاد اول بڑے قد آور تھے زیادہ سے زیادہ سو ہاتھ اور کم سے کم ساٹھ ہاتھ لمبے ہوتے تھے +

(۲) قبیلہ ثمود — ثمود بن کاثر یا جاثر (گیدر) بن ارم بن سام کی اولاد تھے۔ جب اُنہوں نے بت پرستی اختیار کی تو اُنکی ہدایت کے واسطے صالحؑ[3] پیغمبر بھیجے گئے۔ یہ پیغمبر حضرت ہود اور حضرت ابراہیم کے درمیانی زمانہ میں ہوئے ہیں۔ تھوڑے سے لوگ صالح پر ایمان لائے۔ باقیوں نے کہا ہم اُسوقت ایمان لائینگے جب آپ ہمارے سامنے اس پہاڑ میں سے ایک حاملہ اونٹنی نکالیں۔ پس خدا نے صالح کی دُعا سے اونٹنی نکالی اور وہ نکلتے ہی بچہ جنی۔ مگر بجائے ایمان لانے کے اُن لوگوں نے اُس اونٹنی کو پے کر کے مار ڈالا۔ اُنکے اس کفران پر خدا نے ناراض ہو کر تین دن بعد زلزلہ اور گرج سے اُنکو ہلاک کر دیا۔ صالح اور وہ لوگ جو ایمان لائے تھے بچگئے۔ صالح پھر فلسطین کو چلے گئے پھر مکہ میں آکر انتقال کیا[4]۔ یہ قبیلہ پہلے یمن میں رہتا تھا۔ مگر جب حمیر بن سبا نے اُنکو نکال دیا تو صوبہ حجاز کے علاقہ حجر اور وادی القریٰ میں رہنے لگے[5]۔ ابن خلدون لکھتا ہے کہ ۱۸ میل مربع میں یہ خاندان آباد تھا۔ یہاں اُنکے پہاڑوں میں ترشے ہوئے مکان ابتک موجود ہیں۔ اور نیز اُس پہاڑ کا شگاف جسمیں سے اونٹنی نکلی تھی موجود ہے جسکو ابو موسیٰ اشعری نے دیکھکر کہا تھا کہ ۶۰ ہاتھ چوڑا ہے[6]۔

---

[1] ہود بن عابر بن شالخ بن ارفخشد بن سام یا ہود بن عبداللہ بن رباح بن خلود بن عاد۔ عمر ۱۵۰ سال [2] یہ لقمان حکیم نہیں ہیں جو حضرت داؤد کے زمانہ میں تھے [3] جو قابل لوکہار ٹ کے نزدیک فاقگ ہیں۔ ابن خلدون صالح بن عبیل بن آسف بن شالخ بن عبیل بن کاثر بن ثمود لکھتا ہے [4] ابن شحنہ [5] یہ علاقہ یمن کے نام سے مشہور تہا [6] ابن خلدون لکھتا ہے کہ یہ لوگ بھی اپنے معاصرین کیطرح طویل القامت کثیر الاعمار تھے +

عاد اور ثمود کے عذاب الٰہی میں مبتلا ہونے کا ذکر کلام اللہ میں ہم لوگوں کی تنبیہ کے واسطے کئی جگہ آیا ہے ⁂

(۳) قبیلہ طسم اور قبیلہ جدیس - طبری کہتا ہے کہ یہ دونو قبیلے لاوذ ابن سام کی نسل سے ہیں اور یہ دونو یمامہ میں رہتے تھے - مگر کلبی کہتا ہے کہ جدیس ارم بن سام کا لڑکا کاثر کا بھائی تھا - ابوالفدا کہتا ہے کہ طسم لاوذ بن سام کی نسل سے تھا اور جدیس کاثر بن ارم بن سام کی نسل سے تھا - یہ دونو قبیلے آپس میں مختلف طور پہلے چلے بحرین میں رہتے تھے - طسم اُن پر حکمرانی کرتا تھا یہانتک کہ بنی طسم کے بادشاہ عشونامی نے جسکو عملوق بھی کہتے ہیں بنی جدیس کو ایسا ذلیل اور خوار کیا کہ بنی جدیس کی کوئی کنواری اپنے شوہر کے پاس اُسوقت تک نہ جا سکتی تھی جبتک وہ اُسکا ازالہ بکارت نہ کر لیتا تھا - اسکے بنی جدیس متحمل نہ ہو سکے - پس اُنہوں نے عملوق اور اُسکے قوم کے لوگوں کو بلا کر ضیافت کی اور جب وہ شراب میں بیہوش ہو گئے تو حملہ کرکے بنی طسم کے بہت بڑے حصہ کو نیست و نابود کر دیا - تھوڑے جو بچکر بھاگ گئے اُنہوں نے ذوحبشانؑ بن اقرن بادشاہ یمن سے مدد لیکر بنی جدیس پر حملہ کیا اور اُنکو بالکل معدوم کر دیا - اُسوقت سے ان دونو قبیلوں کا کہیں ذکر بھی نہیں آتا ⁂

(۴) جرہم اولیٰ - جنکی بابت بعض نے لکھا ہے کہ اُن اسّی آدمیوں میں سے ایک کی اولاد میں سے تھے جو نوح کے ساتھ کشتی میں طوفان سے بچے تھے - بنی عاد کے معاصر تھے - ابن شحنہ کہتا ہے یہ سب بھی ہلاک ہو گئے - انکی سکونت ملک یمن میں تھی - عبرانی زبان بولتے تھے - یہ چاروں قومیں قریب قریب ایک دوسرے کی ہمعصر تہیں ⁂

(۵) عمالقہ اولیٰ - عمالق بن الیفاز بن عیصو بن اسحٰق بن ابراہیم کی نسل سے تھے - ابن خلدون اور طبری عملیق بن لاوذ کی اولاد سے بتاتے ہیں - بعض کہتے ہیں کہ عمالق حام بن نوح کا بیٹا تھا اور ابن شحنہ کہتا ہے کہ ارّوذ بن سام کا بیٹا تھا - عمالق کی نسل بڑی زبردست ہوئی ہے اور حضرت عیسیٰؑ سے ۱۹ سو برس قبل حضرت یوسف کے زمانہ سے پہلے اُنکے بادشاہ ولید نے مصر زیریں (لوئر ایجپٹ) کو فتح کر لیا تھا یہ ولید پہلا شخص تھا جس نے فرعون کا لقب اختیار کیا لیکن جب کئی پشتوں تک مصر میں حکمرانی کر چکے تو مصر کے اصلی باشندوں نے اُن کو نکالدیا - اور آخر کو بنی اسرائیل نے اُن کو نابود کر دیا - طبری کہتا ہے کہ عمالقہ اگرچہ مختلف ممالک میں پہیلے ہوئے تھے چنانچہ اہالیان مشرق و عمان و بحرین و حجاز اور مصر میں فراعنہ اور شام میں جبابرہ جنکو کنعانین کہتے ہیں انہیں میں سے تھے مگر اُنکا ہیڈ کوارٹر ملک نجد تھا - عمالقہ بلند قامتی اور جسامت میں ضرب المثل ہیں ⁂

تنبیہ - مصر پر عمالقہ اُسوقت سے قابض ہوئے جبکہ مصر کے کسی قبطی بادشاہ نے عمالقہ کے بادشاہ ولید بن دومع سے جو شام میں حکمرانی کرتا تھا مدد مانگی تھی - یہ مدد کو آیا تھا اور پھر قبطی بادشاہ سے ملک کو چھین کر خود متسلط ہو گیا تھا انہیں میں سے حضرت ابراہیم کے زمانہ کا فرعون سنان ابن اشل جو عملیق کے پوتے کا پوتا تھا اور حضرت یوسف کے زمانہ کا فرعون ریان ابن ولید اور جناب موسیٰ کے زمانہ کا فرعون ولید ابن مصعب تھا - مگر ولید ابن مصعب ایک نجار تھا جو خاندان سلطنت پر غالب آکر مصر میں خاندان عمالقہ کی سلطنت کا خاتمہ کر دیا - اور پھر جب اسنے جناب موسیٰ کا تعاقب کیا اور نیل میں ڈوب گیا تو مصر پھر قبطیوں کے قبضہ میں آگیا (ابن خلدون)

(۲) جدید عرب باعرب مستعربہ - جدید عرب دو نسل کے ہیں - ایک قحطان یا یقطان بن عابر بن ارفخشد بن سام بن نوحؑ کی نسل سے جو عرب عاربہ کہلاتے ہیں - اور دوسرے عدنان کی اولاد جو اسمٰعیل بن ابراہیم کی نسل سے تھا - یہ عرب مستعربہ کہلاتے ہیں ⁂

(۱) بنو قحطان یا عرب عاربہ - عرب کئی صدی تک اولاد قحطانؑ کے زیر حکومت رہے - انکے نامی قبائل

لہ ابن خلدون حسان بن تبع لکھتا ہے کہ ۲۰۰۰ قبل لکھتا ہے کہ ان عمالقہ سے وہی لوگ سمجھے جاتے ہیں جنکو مصر کی تاریخوں میں فنشین شیپرڈز (راعیان فنقیہ یعنی گڈریے) لکھا ہے گیبٹو لیبیان لکھتا ہے کہ ہکساس مصر کے سلاطین ۲۲۱۴ برس تھے انکی حکومت تقریباً ۸۰۰ قبل مسیح سے ۱۵۰۰ قبل مسیح تک رہی یہ لوگ سیا طیقی نسل کے تھے یعنے سام کی اولاد - فرات کے مشرق کی طرف سے کسی ملک سے آئے تھے اور قدیم عربوں کو فارغ کرکے یمن اور حضرموت کے حصوں میں آباد ہو گئے تھے (امیر علی - تاریخ اسلام)

ے خاندان سماہی سے نہ تھا - رفتہ رفتہ فرعون کے مرتبہ کے وسعت عروج جان نثاران کا سردار ہو گیا تھا - بعد از اں

یہ تھے۔ جرہم ثانیہ۔ حصور[1]۔ حضرموت۔ سلف + قحطان اس خاندان کا اول بادشاہ ہے جس نے مسیح سے ۲۰۰۳ برس قبل تاج سر پر رکھا۔ قحطان کا ایک بیٹا یعرب تھا جس نے سلطنت یمن کی بنیاد ڈالی اور ملک عرب کا نام اُسکے نام پر عرب مشہور ہوا۔ اور جرہم بن قحطان بلاد حجاز کا والی مقرر کیا گیا۔ اسکی نسل عرصہ تک حجاز پر حکمراں رہی۔ حضرت اسمٰعیل بن ابراہیم علیہ السلام نے قبیلہ جرہم ہی میں نشو و نما پایا تھا اور انہیں کی طرف مبعوث ہوئے تھے۔ جرہم کی نویں پشت میں مضاض (یا مزداد) ہوا جسکی بیٹی سے آپکی شادی ہوئی تھی۔ یعرب کا ایک بیٹا یشجب تھا جسکو یمن بھی کہتے تھے۔ غالبًا ملک یمن کا نام اُسی کے نام پر ہے یشجب کا بیٹا عبد شمس تھا جو سبا[2] کے نام سے بھی مشہور ہے۔ اس نے اپنے نام شہر سبا آباد کیا۔ سبا کے دس بیٹے تھے منجملہ اُنکے چھ یعنی مذحج۔ کندہ۔ ازد۔ اشعر۔ حمیر۔ کہلان۔ یمن میں سکونت پذیر رہے۔ اور چار یعنی لخم۔ جذام۔ عاملہ اور غسان شام میں مقیم ہوئے اُسکے بیٹوں میں حمیر اور کہلان زیادہ مشہور ہیں + یہ قحطانی بادشاہ بڑے فتاح[3] اور شہر بنانیوالے تھے۔ سب تبع کے لقب سے مشہور ہیں انکا دار الحکومت شہر صنعا اور مارب (سبا) میں تھا انکا تسلط یمن اور عرب کے دیگر حصوں پر ساتویں صدی مسیح تک رہا۔ ملکہ بلقیس اسی قوم و گروہ کی بادشاہ ہوئی۔ اسکا تخت نہایت قیمتی اور تیس گز کا مربع تھا جو حضرت سلیمان[4] نے منگالیا تھا اور یمن فتح کرکے بلقیس سے نکاح کیا تھا + عبد شمس (سبا) نے اور بقول بعض مورخین کے حمیر بن سبا نے اور بقول بعض کے ملکہ بلقیس نے) دو پہاڑوں کے درمیان میں ایک دیوار بنوادی تھی جس سے چشموں اور تمام بارش کا پانی سمٹکر ایک ہی جگہ پر جمع رہتا تھا موقع و محل سے کھڑکیاں رکھی تہیں بقدر احتیاج اُس سے وقتًا فوقتًا اہل شہر اپنی روزانہ ضروریات اور زراعت کے لئے پانی لیتے تھے یہ بادشاہ زیادہ پانی قبضہ میں ہونے پر اپنی عظمت اور فخر بھی سمجھتے تھے۔ اصل یہ ہے کہ یہ بند عبد شمس نے شروع کیا تھا اور اُسکے جانشینوں نے اتمام و کمال کو پہنچایا۔ اسمیں بڑی صناعی صرف کی گئی تھی۔ یہ بند شہر سبا پر پہاڑ کی مانند کھڑا تھا اور ایسا مضبوط بنا ہوا تھا کہ اُسکی ٹوٹنے کا گمان بھی نہ تھا پانی کوئی چالیس گز اونچا تھا۔ دیواریں ایسی چوڑی تہیں کہ بعض باشندوں نے اُنکے اوپر مکان بنا رکھے تھے ہر کنبہ میں نالیوں کے ذریعہ سے پانی پہنچتا تھا لیکن آخرکار خدا کو انکا غرور اور تکبر بُرا معلوم ہوا اور اُنکو متواضع بنانے اور منتشر کرنے کے لئے طوفان برپا کردیا یعنی رات کو جب سب سوتے تھے بند ٹوٹ گیا جس سے تمام شہر اور قرب جوار کے علاقے اور لوگ تباہ و برباد ہوگئے۔ یہ بند عرم کے نام سے مشہور تھا۔ اور یہ طوفان سکندر اعظم کا زمانہ ختم ہوتے ہی ۳۰۲ قبل مسیح میں واقع ہوا تھا[5]۔ اس موقعہ پر آٹھ قبیلے اپنے گھر چھوڑنے پر مجبور ہوگئے۔ انمیں سے ایک قبیلہ نے دریائے فرات کے کنارہ مقام حیرہ میں اور ایک فرقہ نے شام کے جنوب میں غسان کی حکومت قایم کی شاید ان ہی نقل مکان کرنیوالوں میں سے ان کے تین سردار بکر۔ مضر۔ اور ربیعہ عراق کے علاقہ میں چلے گئے تھے جنکے نام تین علاقے دیار بکر۔ دیار مضر اور دیار ربیعہ ابتک مشہور ہیں۔ جو قومیں یمن میں رہ گئیں وہ پہلے ہی شاہی خاندان کے ماتحت رہیں۔ یہانتک کہ جب یمن کے حمیر سے متعصب یہودی بادشاہ ذو نواس نے (جو ۴۹۰ء میں تخت پر بیٹھا تھا اور

بند عرم

[1] حصور و یا مدین میں رہتے تھے اور اہل کفر و بت پرست تھے اُنکی طرف شعیب نبی مبعوث ہوئے مگر وہ ایمان نہ لائے اور آخر اور گروہوں کی طرح ہلاک ہوگئے۔ شعیب کا صحیح نسب یوں تہا یہ حضرت ابراہیم کے بیٹے مدین کے پوتے کے پوتے تھے انکی والدہ لوط بن ہاران بن تارح کی بیٹی تہیں۔ حضرت شعیب اہل مدین اور اصحاب الایکہ اور اہل الرس کیطرف مبعوث ہوئے تہے انمیں سے اصحاب الایکہ کو بسبب انکی بت پرستی اور بد دیانتی پر قایم رہنے کے اللہ تعالیٰ نے ابر سے آگ برسا کر ہلاک کردیا سوا مومنین اور حضرت شعیب کے کوئی نہ بچا اسیطرح جناب شعیب نے اہل الرس کو جو کفر و بت پرستی میں ڈوبے ہوئے تھے مدتوں سمجھایا جب وہ نہ مانے تو انکو بھی خدا نے اسیطرح ہلاک کیا (ترجمہ ابن خلدون) [2] آپ ہی سے اس خاندان کے بادشاہ سبائین بھی کہلاتے تھے مگر سبا کے بیٹے حمیر کے نام پر زیادہ تر حمیری مشہور ہیں یہانتک کہ حمیر کے بعد کہلان بادشاہ ہوا تو اس نے بھی اپنے لئے شاہ حمیر کا خطاب جاری رکھا۔ بنی حمیر اور بنی کہلان میں اکثر تخت کے لئے جنگ و جدل برپا رہتا تھا انہوں نے کئی صدی تک حکومت کی انہی میں سے صعب ہوا ہے جسکی نسبت خیال کیا جاتا ہے کہ وہی ذو القرنین تھا (ابن خلدون) [3] حقایق الاخبار اور تاریخ ابن خلدون میں لکھا ہے کہ کبھی یہ بادشاہ عراق اور ہند اور چین اور سرزمین مغرب قسطنطنیہ پر چڑھائی کرتے تھے اور کامیابی و فتح نصیبی کا سکہ عالم میں چلا دیتے تھے۔ یمن کے بادشاہ افریقش نے ۱۹۰۰ قبل مسیح میں قبائل عرب کو افریقہ میں بھیجکر انکی بستیاں بسائیں اور اُسی کے نام پر اس ملک کا نام افریقہ مشہور ہوا ۱۸۴۸ قبل مسیح میں یمن کا بادشاہ فوت ہوا اور اُسکی بیٹی بلقیس جو حضرت سلیمان کی ہمعصر تہی اُسکی جگہ ۲۰ سال حکمراں رہی۔ یمن کا بادشاہ شمر عش بڑا فتاح تہا ۶۰۰ قبل مسیح میں ہزار لاکھ سپاہ سے عراق و خراسان پر حملہ آور ہوا اور صغد یعنی سمرقند تک فتح کرلیا [4] ابن خلدون لکھتا ہے کہ ایک گروہ لکھتا ہے کہ اسکی بنیاد کھود کر دنیا ہی تہی۔ [5] مگر گستاولیبان نے لکھا ہے کہ یہ بند سنہ عیسوی کی پہلی صدی میں ٹوٹا ہے اسکے کھنڈرات ابتک موجود اور قابل مرمت ہیں +

جس نے بادشاہ ہوکر مذہب یہود اختیار کیا تھا) یمن کے عیسائیوں کو ستانا شروع کیا[۹] تو حبشہ کے بادشاہ[۹] نے جو عیسائی مذہب رکھتا تھا عیسائیوں کی مدد کے واسطے ۵۲۶ء میں (اور حقائق الاخبار کے موافق ۵۲۹ء میں) اپنے ایک نامی سردار ارباط اور نامور جرنیل ابرہتہ الاشرم کے ماتحت ایک بڑی فوج روانہ کی دونوں میں سخت لڑائی ہوئی یہانتک کہ ذونواس نے مجبور ہوکر سمندر میں گھوڑا ڈالدیا اور ڈوب کر مرگیا۔ اور یمن پر ارباط اور پھر تھوڑے دنوں میں ارباط کو مارکر ابرہتہ الاشرم بادشاہ حبشہ کی طرف سے حکومت کرنے لگا[۹]۔ اس فتح کے بعد حبشہ والوں نے یمن میں عیسائی مذہب کو شایع کرنے کی کوشش کی بلکہ بہت سے قبائل کو عیسائی بنا بھی لیا۔ ابتدا سے حبشہ کے چار گورنر یمن پر حکمراں رہے یہانتک کہ ۵۹۷ء میں (اور بروایت حقائق الاخبار ۶۰۲ء میں) سیف بن ذویزن حمیری نے پہلے ہرقل بادشاہ روم سے مدد مانگی مگر جب اُس نے انکار کیا تو خسرو انوشیرواں بادشاہ ایران سے مدد لیکر اپنے بزرگوں کا تخت حاصل کرلیا۔ اور حبشیوں کو نکالدیا مگر بعض حبشی جو رہ گئے تھے اور ذویزن کے خواصوں میں سے تھے اُنہوں نے ذویزن کو مار دیا۔ ذویزن کے قتل ہوجانے پر شاہ ایران نے یکے بعد دیگرے یمن میں آٹھ حاکم مقرر کئے جو مرزبان کہلاتے تھے۔ ایرانیوں کی حکومت یمن۔ حضرموت اور عمان میں عین زمانہ آنحضرت تک قائم رہی یہانتک کہ یمن مسلمانوں کے قبضہ میں آگیا اور یہاں کا آخری حاکم باذان مسلمان ہوکر پیغمبر خدا کی طرف سے اپنے عہدے پر بحال رکھا گیا[۹]۔ ابوالفدا نے حمیری خاندان کی مدت حکومت دو ہزار بیس سال اور الجنابی اور احمد بن یوسف نے اور گسٹپو لیبان نے تین ہزار سال لکھی ہے۔ لیبان یہ بھی لکھتا ہے کہ یمن کا تمدن زمانہ قدیم میں اعلیٰ درجہ کا تھا۔ اور اسکا چین و آرام ضرب المثل ہوگیا تھا +

(۲) بنو عدنان یا عرب متعربہ۔ حضرت اسمعیل بن ابراہیم کی نسل سے ہیں۔ ابراہیم بن آذر[۹] حضرت سام بن نوح کی دسویں یا گیارہویں پشت میں تھے اور حضرت نوح کی وفات کے وقت انکی عمر ۵۸ سال کی تھی۔ حضرت ابراہیم نمرود بن کنعان بن کوش بن سام کے عہد حکومت میں علاقہ سواد کے شہر کوثا یا بابل یا حرّان[۹] میں پیدا ہوئے۔ عنفوان شباب میں نبوت حاصل ہوئی اپنے باپ (چچا سے مراد ہے جسکا نام آذر تھا چونکہ عرب میں چچا کو بھی باپ کہتے ہیں اس سبب سے بعض مورخین و مفسرین کو دھوکا ہوا ہے۔ مؤلف) کو توحید کیطرف بلایا اُس نے انکار کیا آپ نے بتوں کو توڑ ڈالا اس جرم میں لوگ نمرود کے سامنے پکڑ کر لائے۔ اور اُسکے حکم سے آگ میں ڈالے گئے۔ اللہ تعالیٰ نے آگ کو ایسا ٹھنڈا کر دیا کہ جس سے اُنکو مطلق اذیت نہ پہنچی۔ اسکے بعد نمرود نے حضرت ابراہیم کو جلاوطن کر دیا اور حضرت ابراہیم اپنے باپ تارخ اور ناحور بن تارخ اور اُنکی بیوی ملکا بنت ہاران (تارخ کے بھائی) اور لوط بن ہاران (برادر ابراہیم) اور سارہ[۹] (زوجہ ابراہیم) ارض کلدانیین سے ہجرت کرکے حرّان میں چلے آئے۔ پھر ۷۵ برس کی عمر میں ملک کنعان میں اُس جگہ آکر قیام کیا جہاں اب بیت المقدس ہے جہاں پر اُنکی نسل کی ترقی ہوئی۔ تھوڑے دنوں بعد جب کنعان میں قحط پڑا تو مع اپنی اہل بیت کے مصر چلے آئے۔ یہاں فرعون مصر حضرت سارہ پر عاشق ہوگیا انکی طرف ہاتھ بڑھایا دونو ہاتھ خشک ہوگئے۔ فرعون نے توبہ کی سارہ کی دعا سے اچھے ہوگئے تین مرتبہ ایسا ہی ہوا آخر اُس نے معافی چاہی اور توبہ کی اور اپنی بیٹی یا کنیز ہاجرہ کو جناب سارہ کی نذر کیا۔ اور ابراہیم اپنی اہلبیت کو لیکر کنعان واپس آئے۔ اور بمقام حبرون میں جسے اب خلیل کہتے ہیں قیام کیا + مصر سے مراجعت کرنے کے بعد دسویں برس سارہ نے

---

[۹] ۵۲۳ء میں عیسائیوں کو دہکتی ہوئی آگ کے گڑھوں میں ڈلوادیتا جنکو اُخدود کہتے ہیں اور اسی سبب سے ذونواس صاحب الاخدود کہلاتا ہے [۹] حبشہ یعنی ابی سینیا کے بادشاہوں کا لقب سلف سے نجاشی (نیگس) چلا آتا ہے [۹] یہ پہلا وقت ہے کہ عرب کے ایک حصہ پر دوسرے ملک کے بادشاہ کی سلطنت قایم ہوئی اسوقت تک سوا عرب بادشاہوں کے کسی نے حکومت نہیں کی تھی یا حبشیوں نے ۷۲ سال یمن میں حکومت کی [۹] سید امیر علی اپنی تاریخ اسلام میں لکھتے ہیں کہ ایک صدی کی کچھ زیادہ مدت تک ایرانی گورنر یمن میں حکومت کرتے رہے [۹] آذر یا تارح یا تارخ ایک ہی نام ہے ابراہیم۔ ہاران اور ناحور تارخ کے تین بیٹے تھے لوط بن ہاران ابراہیم کے بھتیجے تھے (ابن خلدون) یا اکثر مورخین نے آذر کو تارخ کا بھائی ابراہیم کا چچا لکھا ہے [۹] سارہ ملکا بنت ہاران کی بہن تھیں حرّان بستی کہ ابراہیم نے

حضرت ابراہیمؑ کو ہاجرہ سے نکاح کرنے کی اجازت دی۔ اس خیال سے کہ شاید اللہ جل شانہ انہیں سے کوئی لڑکا مرحمت فرمائے کیونکہ سارہ کی عمر زیادہ ہوگئی تھی وہ لڑکا ہونے سے ناامید ہوچکی تھیں۔ جب حضرت ابراہیم کی چھیاسی برس کی عمر ہوئی تو اسمعیل ذبیح اللہ ہاجرہ کے بطن سے پیدا ہوئے۔ اور جناب باری سے وحی نازل ہوئی کہ اس لڑکے کی بارہ اولادیں ہونگی اور بڑے سلسلہ کا رئیس ہوگا[1]۔ اسپر سارہ نے رشک کرکے ان ماں بیٹوں کو نکالنے کا دباؤ ابراہیم پر ڈالا اور کہا کہ انکو کسی بیابان قریہ میں نہ ٹھیرانا اللہ جل شانہ نے مکہ کی طرف لیجانے کا حکم صادر فرمایا[2]۔ چنانچہ حضرت ابراہیم تھوڑا ساز اور راہ (کھانا پانی) ہمراہ لیکر ہاجرہ اور اسمعیل کو ایک خچر یا اونٹ پر سوار کرکے جناب باری کے حکم سے سرزمین مکہ مقام زمزم میں ٹھیرا کر انکے واسطے خدا سے دعا کرکے واپس ہوئے۔ ہاجرہ اور اسمٰعیل اس بیابان میں تنہا رہ گئے جو پانی ساتھ تھا وہ بھی اُسی روز ختم ہوگیا اور اسمعیل غلبہ تشنگی سے بیتاب ہوئے۔ ہاجرہ پانی کی تلاش میں ۷ مرتبہ کوہ صفا اور ۷ مرتبہ کوہ مروہ کی چوٹیوں تک ہو آئیں آٹھواں بار شروع نہ ہونے پایا تھا کہ اپنے شیرخوار بچے کے رونے کی آواز سنکر دوڑ آئیں۔ اسمٰعیل زمین پر پانوں مار رہے تھے[3] جس سے بعنایت الٰہی چشمۂ زمزم اُبل پڑا۔ سُدّی سے روایت کی جاتی ہے کہ اسمعیل کو ہاجرہ مقام حجر میں چھوڑ گئیں تھیں اور اُنکے لئے ایک عریش (چھپر) بنا دیا تھا اور جبرئیل نے آکر ہاجرہ کے بعد چشمہ کھول دیا تھا اور اُنہوں ہی نے جاکر ہاجرہ کو اُس سے آگاہ کیا اور یہ بتلایا کہ اسی چشمہ سے اللہ کے مہمان (حاجی) سیراب ہونگے اور تھوڑے دنوں بعد اس لڑکے کا باپ آئیگا۔ اور دونوں ملکر اللہ تعالیٰ کا گھر بنائیں گے۔ ورود کے پانچویں دن جرہم ثانیہ کا ایک گروہ اُس طرف سے گزرا وہ پرندوں کو اڑتے ہوئے دیکھکر تعجب سے کہنے لگے اس وادی میں تو پانی نہیں ہے۔ پرندے کیوں اُڑ رہے ہیں قریب آئے تو ایک عورت ایک بچہ اور ایک چشمہ کو دیکھا اور وہیں اُن سبھوں نے قیام کیا۔ الغرض ہاجرہ نے دوڑ کر اپنے بچہ کو چپ کیا اور اُس اُبلتے ہوئے پانی کے چاروں طرف ایک مینڈھ سی باندھ دی۔ اسکے بعد بنی جرہم نے ہاجرہ کی اجازت سے اس مقام پر قیام اختیار کیا۔ اسمعیل نے اسی گروہ میں پرورش پائی۔ انہیں لوگوں سے زبان عربی سیکھی اور بنی جرہم نے اپنے خاندان کی ایک عورت (رعلہ یا سعیدہ بنت مضاض) کے ساتھ آپکا عقد کر دیا۔ اسمعیل پندرہ برس کے نہ ہوئے تھے کہ ہاجرہ کا انتقال ہوگیا اور اسمعیل نے اُنکو مقام حجر میں دفن کر دیا۔

جب حضرت ابراہیم ہاجرہ اور اسمعیل کو مکہ میں پہنچا کر شام کو واپس چلے آئے اور بیت المقدس میں مقیم ہوئے اور اُنکی عمر سو سال کی اور سارہ کی نوے برس کی ہوئی تو سارہ سے اسحاقؑ پیدا ہوئے۔ اسحاقؑ کی ولادت کے بعد اللہ تعالیٰ نے بیت اللہ بنانیکا حکم دیا پس ابراہیمؑ شام سے جبرئیل کے ساتھ مکہ میں آئے اور دونو باپ بیٹوں نے خانہ کعبہ کو اسطرح بنانا شروع کیا کہ ابراہیمؑ تو چنائی کا کام کرتے تھے اور اسمعیل گارہ اور پتھر اُٹھا اُٹھا کر دیتے تھے۔ جسوقت دیوار بقدر بلند ہوئی اور ابراہیم چنائی سے مجبور ہوئے تو ایک پتھر پر کھڑے ہوکر کام کرنے لگے یہ وہی مقام ہے جسکو اب مقام ابراہیم کہتے ہیں۔ پھر ابراہیمؑ نے جبرئیل کی ہدایت اور پتہ کے موافق اسمعیل کیسے حجر اسود کو منگا کر مقام رکن پر رکھدیا۔ بیت اللہ کی تیاری کے بعد ابراہیم حسب حکم باری تعالیٰ مکہ مکرمہ کے پہاڑ کی بلند چوٹی پر چڑھ گئے اور باواز بلند فرمایا اے لوگوں بیشک اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے گھر بنا دیا ہے اور تمہیں اُسکی حج اور زیارت کو بلایا ہے پس تم لوگ آؤ

[1] ابن خلدون [2] ابن اثیر [3] ابن اثیر کی اس روایت سے کہ اسحٰق اور اسمعیل جب کیقدر بڑے ہوئے تو انمیں ایکدن کچھ جھگڑا ہوگئی اسپر سارہ نے ہاجرہ اور اسمعیل کے جلا وطن کرنیکا دباؤ ڈالا ثابت ہوتا ہے کہ اسمعیل اسوقت شیرخوار نہ تھے جیساکہ ابن خلدون نے لکھا ہے مگر ابن خلدون نے جھگڑے جھپاڑے کا قصہ ہی نہیں لکھا بلکہ ہاجرہ اور اسمعیل کی جلاوطنی کا باعث اُس رشک کو لکھا ہے جو سارہ کو اسمعیل کی نسبت بارہ اولادیں عطا کرنیکی وحی پر ہوا تھا۔ اور یہی ہماری نزدیک صحیح معلوم ہوتا ہے تفریح الاذکیا اور اکسیر التواریخ اور بعض دیگر کتب میں اسوقت حضرت اسمعیل کی عمر دو تین ہی سال کی لکھی ہے ابوالفدا نے کتب دینیہ سے لکھا ہے کہ جلاوطنی کے وقت حضرت اسمعیل کی عمر ۱۳ سال کی اور حضرت ابراہیم کی سو سال کی تھی الیسوعی یا ابن اثیر کی یہ روایت بھی توریت کے موافق ہے کہ مگر اس سے پہلے بھی ابراہیم سارہ سے اجازت لیکر ہاجرہ اور اسمعیل سے ملنے آیا کرتے تھے +

اسکے بعد یہ دونوں بزرگ مع اُن لوگوں کے جو آپ پر ایمان لاچکے تھے مقام منا اور عرفات کی طرف گئے۔ قربانی کی اور خانہ کعبہ کا طواف کیا۔ بعد ازاں ابراہیمؑ شام کی طرف چلے گئے۔ اور تا حیات ہر سال خانہ کعبہ کی زیارت اور حج کو آتے رہے [1]۔ اسمعیلؑ جیسا کہ قبل انتقال ابراہیمؑ مکہ میں رہتے تھے ویسا ہی بعد انتقال بھی مکہ میں رہے۔ وہ بنی جرہم اور مکہ کے گرد و نواح کی عمالقہ اور اہل یمن کی طرف مبعوث ہوئے تھے۔ اُنمیں سے بعض تو ایمان لائے اور بعض بدستور اپنے کفر و الحاد پر قائم رہے۔ وقت انتقال وہ اپنے ۱۲ لڑکے بنی جرہم میں چھوڑ گئے۔ توریت میں اُنکی عمر ۱۳۷ سال لکھی ہے اور ابن اسحق ۱۳۰ سال لکھتا ہے اپنی ماں کے پاس میزاب اور حجر کے درمیان میں دفن کئے گئے۔ بعد میں قبیلہ قریش آپ ہی کی نسل سے ہوا

(۳) عربوں کا مذہب زمانہ جاہلیت میں [2]

اسلام سے پہلے عرب میں سخت بت پرستی جاری تھی۔ اور تقریباً تمام قوم میں صابئی مذہب پھیلا ہوا تھا۔ بہت سے عیسائی۔ یہودی اور آتش پرست بھی تھے۔

صابئین خدا پرست بھی ہیں اور اُسکی وحدانیت کی بڑی بڑی دلیلیں بھی پیش کرتے ہیں۔ مگر ساتھ ہی ستاروں کی یا فرشتوں اور ارواحوں کی جنکو وہ خیال کرتے ہیں کہ ستاروں میں رہتے ہیں پرستش کرتے ہیں اور خیال کرتے ہیں کہ وہ بدا کے نیچے دنیا پر حکومت کرتے ہیں۔ وہ چار عقلی خوبیوں میں کمال پیدا کرنے کی کوشش کرتے ہیں اُنکا اعتقاد یہ ہے کہ ۔ بدکار ۹ ہزار عمروں تک سزا دیے جائیں گے لیکن بعد میں نجات پائیں گے۔ دن میں تین نمازیں اُنپر فرض ہیں پہلی نماز سورج نکلنے سے آدھ گھنٹہ یا اس سے کچھ کم پہلے اسطرح کہ جب سورج نکلے تو وہ تین تین سجدوں کی آٹھ رکعتیں ختم کر چکے ہوں۔ دوسری نماز ٹھیک دوپہر کو ختم ہوتی ہے جب سورج کو زوال شروع ہوتا ہے۔ اسکی پانچ رکعتیں ہیں۔ تیسری نماز ٹھیک غروب آفتاب کے وقت پانچ رکعت۔ سال میں تین دفعہ روزے رکھتے ہیں اول دفعہ ۳۰ دن دوسری دفعہ ۹ دن اور تیسری دفعہ ۷ دن قربانیاں بھی کرتے ہیں مگر قربانی میں سے کچھ کھاتے نہیں سب جلا دیتے ہیں۔ اقسام لوبیا۔ لہسن اور بعض اور دالیں اور ترکاریاں نہیں کھاتے۔ اِنکے قبلہ میں مورخین کو اختلاف ہے بعض کہتے ہیں شمال کیطرف بعض جنوب کیطرف بعض مکہ کیطرف۔ اور بعض کہتے ہیں کہ اُس ستارہ کی طرف منہ کرکے نماز پڑھتے ہیں جسکی وہ پرستش کرتے ہیں۔ وہ الجزیرہ کے شہر حرّان میں حج کو جاتے ہیں۔ وہاں بہت سے صابئین رہتے ہیں۔ مسجد مکہ کی بھی عزت کرتے ہیں۔ اور اہرام مصری کی بھی بہت تعظیم کرتے ہیں کیونکہ وہ اُنکے خیال میں شیث پیغمبر اور اُن کے دو بیٹوں ادریس اور صابی کی قبریں ہیں۔ جنکو وہ اپنے مذہب کا موجد خیال کرتے ہیں۔ ان عمارتوں پر وہ ایک مرغ اور ایک کالا بچھڑا قربان کرتے ہیں اور لوبان جلاتے ہیں۔ علاوہ زبور کے جو خاص اُنکی مذہبی کتاب ہے اُنکی اور بھی کتابیں ہیں جنکو وہ ایسا ہی متبرک خیال کرتے ہیں۔ خصوصاً ایک کلدانی زبان کی کتاب جسکو وہ صحیفہ شیث کہتے ہیں اور جسمیں بہت سی اخلاقی باتیں بھری ہوئی ہیں۔ کہتے ہیں کہ اس مذہب کا نام صابی بن شیث کے نام پر ہے۔ مگر فرنگی مورخوں کی رائے ہے کہ یہ لفظ سبا سے مشتق ہے جس کے معنی آسمانی فوج کے ہیں جسکی وہ پرستش کرتے ہیں۔ فرنگی سیاح اُنکو جان دی بپٹسٹ (یحییٰ) کے فرقہ کا عیسائی بتاتے ہیں کیونکہ صابئین اپنے کو اُنکا بھی مرید اور مقلد کہتے ہیں انمیں عیسائیت کی ایک علامت یہ بھی ہے کہ اُنمیں ایک قسم کا بپتسما (اصطباغ) بھی ہوتا ہے۔ پیغمبر خدا نے اُنکو بھی اہل کتاب میں شمار کیا ہے اور اُنکو بھی جزیہ دینے کے بعد

[1] لیبان نے اپنی کتاب تمدن عرب میں لکھا ہے کہ کعبہ کل اقوام جزیرۃ العرب کی نظروں میں ایک متبرک مقام تھا یہ اصل میں عربستان کے دیوتاؤں کا مندر تھا کل اقوام عرب کعبہ کی آرائش کو اپنا فخر سمجھتی تھیں یہودیوں کے نزدیک بھی یہ مقام متبرک تھا۔ کعبہ کی حفاظت قبیلہ قریش کے سپرد تھی اور اس سبب سے اس قبیلہ کا مذہبی وقار تمام ملک میں مانا جاتا تھا۔ المرتضیٰ میں لکھا ہے کہ خانہ کعبہ دنیا میں سب سے پہلا گھر ہے جو عبادت الٰہی کے واسطے حضرت ابراہیم نے سنہ ہجری سے ۲۷۹۳ برس پیشتر بنایا تھا [5] دیکھو نمبر ۶) اس فصل کا [2] تیہوع اسلام سے پیشتر کے زمانہ کو مورخین کی اصطلاح میں زمانہ جاہلیت کہتے ہیں

اپنے مذہب پر قایم رہنے کی اجازت دی ہے - عرب کے صابیئن کی بت پرستی یہ تھی کہ وہ ستاروں کو پوجتے تھے ثوابت اور سیاروں دونوںکو اور فرشتوں کو اور اُنکی مورتوں کو جن کو وہ گھٹیا درجہ کے دیوتا سمجھتے تھے اور جن کو وہ خدا کے ساتھ اپنا شفیع خیال کرتے تھے کیونکہ عرب لوگ ایک خدا کے قائل تھے جسے وہ اللہ تعالیٰ کہتے تھے اور دوسرے دیوتاؤں کو جنہیں وہ اُس کا ماتحت سمجھتے تھے الہیات کہا کرتے تھے - اُنکا بت پرستی کے دور کرنے اور کامل توحید پھیلانے کیلئے آنحضرت صلعم مبعوث ہوئے تھے ✣ قدیم اہل عرب اور اہل ہندان دونوں کو مذہب میں بڑی مناسبت تہی ان دونوں میں سبعہ سیارات کے نام پر سات مشہور مندر تھے انسان کی قربانی کا بہی اکثر رواج تھا - ان مندروں میں سے ایک خاص کر جو بیت غمدان کہلاتا تھا صنعا میں ضحاک نے زہرہ سے نامزد کیا تھا جسے خلیفہ عثمانؓ نے مسمار کرایا - مکہ کا معبد زحل سے منسوب تھا - اِن دیوتاؤں کو تو سبہی عرب مانتے تھے انکے علاوہ ہر ایک قبیلہ کا جداجدا دیوتا بہی ہوتا تھا - مثلاً ستاروں میں سے بنی حمیر سورج کی پرستش کرتے تھے - بنی مثنعم دبیران (یعنی سانڈ کی آنکھ) کی - بنی لخم اور بنی جذام مشتری کی - بنی طے سُہیل کی بنی قیس شعریٰ کی بنی اسد عطارد کی پرستش کیا کرتے تھے - شعریٰ کی پرستش کرنیوالوں میں ایک شخص ابوکبشہ نامی بڑا مشہور تھا - بعض کہتے ہیں کہ یہ حضرت رسول خدا صلعم کا رشتہ کا نانا تھا - مگر بعض کہتے ہیں کہ وہ بنو خزاعہ سے تھا یہ قبیلہ قریش کو سمجھایا کرتا تھا کہ اپنے بتوں کو چھوڑ کر اس ستارہ کی پرستش کیا کرو اس سبب سے قریش پیغمبر خدا صلعم کو جو اُنہیں اُنکے بتوں کی پرستش سے روکتے تھے طنزاً ابن ابوکبشہ کہا کرتے تھے ✣ فرشتوں کی پرستش کی نسبت قرآن شریف میں صرف تین کا ذکر ہے جن کے نام مونث ہیں - لات - عزیٰ اور منات اِنکو وہ خدا کی بیٹیاں کہتے تھے صرف فرشتوں ہی کو نہیں بلکہ اُنکی مورتوں کو بہی یہی کہتے تھے ان مورتوں کو یا تو وہ یہ خیال کرتے تھے کہ انہیں خدا جان ڈالدیگا یا فرشتے اِنہیں حلول کرینگے - وہ ان مورتوں کی مثل خدا کے پرستش کرتے تھے اور اُن کو اپنا شفیع سمجھتے تھے ✣

اللات[1] بنی ثقیف کی دیوی تھی جو طائف میں رہتے تھے اور اُنہوں نے نخلہ میں اُسکا مندر بنا رکھا تھا - بنی مغیث اسکے متولی تھے اس بت کو مغیرہ نے پیغمبر خدا کے حکم سے برباد کیا جسکو ٩ھ میں ابوسفیان کے ساتھ وہاں بھیجا گیا تھا - بعض نے لکھا ہے کہ اللات مونث ہے اللہ کا ✣ عزیٰ[1] قریش اور کنانہ کا بت تھا - بعض بنی سلیم بہی اسے مانتے تھے بنی شیبا اسکے متولی تھے - بعض کہتے ہیں کہ وہ ایک ببول کا درخت تھا جسکی بنو غطفان پرستش کرتے تھے - اور اُسکے اوپر مندر بنا ہوا تھا ٨ھ میں خالد بن ولید نے خدا کے حکم سے وہاں جا کر اُسے مسمار کر ڈالا بعض کہتے ہیں کہ ایک بادشاہ ظالم نامی نے یہ مندر اس غرض سے بنایا تھا کہ لوگ کعبہ کو چھوڑ کر اسکی طرف رجوع کریں ✣ منات[1] کی پرستش بنی ہذیل اور بنی خزاعہ کرتے تھے جو مکہ اور مدینہ کے درمیانی علاقہ میں رہتے تھے اور بعض کہتے ہیں کہ اوس اور خزرج اور ثقیف بہی اُسکی پرستش کرتے تھے یہ ایک بڑا سا پتھر تھا ایک مندر میں رکھا تھا اسے ٨ھ میں رسول خدا صلعم کے حکم سے سعد نے مسمار کیا ✣ علاوہ ان تین بتوں کے قرآن میں پانچ کا اور ذکر ہے - یعنے وَد - سواع - یغوث - یعوق اور نسر کہتے ہیں کہ یہ بت طوفان نوح سے پہلے کے ہیں حضرت نوح نے انہیں کی پرستش کے خلاف اپنی اُمت کو ہدایت کی تہی - بعد میں عربوں نے انکو دیوتا مانا - وہ انکو اپنے زمانہ کا بڑا نیک اور پارسا سمجھکر عزت کرتے تھے - ان پارساؤں کے بتوں کی اول تو معمولی تعظیم ہوتی تہی پھر مثل خدا کے پرستش ہونے لگی ✣

وَد[1] آسمان کو سمجھا گیا تھا - اور ایک مرد کی صورت میں پرستش کیا جاتا تھا - دومۃ الجندل میں بنی کلب اسکی پرستش کرتے تھے سواع[1] کی ایک عورت کی صورت میں بنی ہمدان یا بنی ہذیل مقام رہاط میں پرستش کرتے تھے - بنی ہذیل اسکی زیارت کو آیا کرتے تھے - یغوث[1] ایک شیر کی صورت کا بت تھا قبیلہ مذحج کا دیوتا تہا - اور بعض اور قبیلوں کا جو یمن میں رہتے تھے

[1] بامیان علاقہ کابل میں بہی دو بت یغوث اور یعوق یا لات اور منات کے نام سے بچاس بچاس ہاتھ اونچے تھے اور تیسرا ایک بڑہیا عورت کی صورت میں ... سومنات میں ایک بت سو گز اونچا لات یا اللات نامی تہا ایک پتھر کا بنا ہوا - یہ ایک مندر میں رکھا ہوا تہا اسکے چھپن ستون ٹھوس ... محمود غزنوی نے

یعوق بقولے بنی مراد کا اور بقولے بنی ہمدان کا دیوتا تھا یہ بت گھوڑی کی صورت تھا ۔ کہتے ہیں ایام جاہلیت میں یہ بڑا بارسوخ تھا
نسر گرگس یا عقاب کی صورت میں ایک بت تھا جسکی بنی حمیر پرستش کرتے تھے ۔ قبیلہ ذوالکلاع میں جو اُنکے علاقہ میں تھا ۔
انکے علاوہ اور بھی بہت سے بت تھے جن کی عرب پرستش کرتے تھے اور جن کا ذکر کرنا فضول اور موجب طول ہے ۔ کیونکہ علاوہ ہر گھر کے جدا جدا بت کے خانہ کعبہ میں اندر اور باہر ۳۶۰ بت بتعداد ایام سال کے تھے ۔ جن میں سب سے بڑا اور مشہور ہُبل تھا جو شام کے علاقہ بلقار سے جہاں عمالقہ اسکی پرستش کرتے تھے عمرو بن لحی ابو خزاعہ اپنے سفر سے واپسی کے وقت لایا تھا کہتا تھا کہ جب ضرورت ہوگی یہ مینہ برسائیگا ۔ یہ آدمی کی صورت کا بت سنگ یشب کا بنا ہوا تھا جسکا کسی حادثہ میں ایک ہاتھ ضائع ہوگیا تھا قریش نے اُسمیں سونے کا بنا کر لگا دیا تھا ۔ اُسکے ہاتھ میں سات تیر بے پیکان اور بے پر کے تھے ۔ کہتے ہیں کہ یہ بت حضرت ابراہیم کی صورت پر بنا تھا ۔ اسکو ہی پیغمبر خدا نے فتح مکہ کے وقت سنہ ۸ھ میں توڑا تھا ۔ اسکے گرد بہت سے فرشتوں اور نبیوں کی مورتیں تھیں جو اُس سے گھٹیا دیوتا سمجھے جاتے تھے ۔ انہیں اسمعیل کی بھی مورت تھی اور اُسکے ہاتھ میں بھی تیر تھے ۔ بنی حنیفہ نے ایک آٹے کے پیڑے کو دیوتا بنا رکھا تھا ۔ ایک دفعہ جو قحط پڑا اُسے کھا گئے ۔ اساف اور نائلہ پہلا ایک مرد کی مورت اور دوسرا ایک عورت کی یہ بھی ہبل کے ساتھ شام سے لائے گئے تھے ۔

اساف کو کوہ صفا پر اور نائلہ کو کوہ مروہ پر رکھا گیا تھا ۔ لوگوں کا بیان ہے کہ اساف بن عمرو اور نائلہ بنت سہال دونو قبیلہ جرہم سے تھے اُنہوں نے خانہ کعبہ میں زنا کیا تھا خدا نے اس سبب سے اُن کو پتھر کا بنا دیا ۔ بعد میں قریش اُن کی پرستش کرنے لگے ۔ ان بتوں میں سے بعض تو مثل بنات کے صرف بڑے بڑے بیڈھنگے پتھر تھے انکی پرستش پہلے اسمعیل کی اولاد نے شروع کی تھی ۔ بات یہ ہے کہ جب بنی اسمعیل مکہ میں اسقدر پھیل گئے کہ علاقہ مکہ میں اُنکے رہنے کی گنجایش نہ رہی تو بہت سوں نے دوسرے مقاموں میں سکونت تلاش کی ۔ وہ اپنی نقل مکان میں اس مبارک زمین (حرم) کے کچھ پتھر بھی لیجاتے تھے ۔ اور جن مقاموں میں سکونت اختیار کرتے وہاں کعبہ کی یادگار میں اُنہیں جما دیتے تھے ۔ اور مثل کعبہ کے اُنکے گرد طواف کرتے تھے ۔ بعد میں بنو اسمعیل اپنے آبا و اجداد اسمعیل و ابراہیم کا مذہب تو بھول گئے اور ان پتھروں کی پرستش کرنے لگے ۔ یہاں تک کہ جہاں کہیں اُنہیں کوئی خوبصورت پتھر ملتا اُسے پوجنے لگتے ۔ بعض کفار عرب دہریے تھے وہ دنیا کے آغاز و انجام کے قائل نہ تھے ۔ حشر و نشر قیامت کو نہ مانتے تھے ۔ چیزوں کی پیدایش کو نیچر سے منسوب کرتے تھے اور کہتے تھے کہ زمانہ اُنکی بربادی کا باعث ہوتا ہے ۔

بعض آغاز و انجام اور قیامت کے قائل تھے اور اُنہیں سے ایسے بھی تھے کہ مرنے کے بعد اُنکی قبر پر اونٹ باندہ دیا جاتا تھا جسے بے پانی کے رکھتے تھے وہ وہاں مرجاتا تھا ۔ یہ اسلئے کیا جاتا تھا کہ میدان حشر میں متوفی کو پیدل نہ جانا پڑے جو بڑے بے عزتی کی بات ہے بعض خالق کو مانتے تھے مگر قیامت کے منکر تھے ۔ یہ تو بت پرست عربوں کا حال تھا ۔ اب اُن کا حال سنئے جنہوں نے زیادہ عقلی مذہب اختیار کیا ہوا تھا ۔

پارسیوں چونکہ عرب سے قریب تھے اور اکثر عربوں سے اُنکا میل جول رہتا تھا پیغمبر خدا کی پیدایش سے بہت پہلے بعض قبیلوں میں خصوصاً بنی تمیم میں آتش پرستی پھیلا دی تھی ۔ یہودی جب کہ طیطس کے ظلم سخت اور رومیوں کی خوفناک تباہی سے بھاگ کر عرب میں پناہ گزین ہوئے تھے یہاں نہایت [illegible] اقتدار [illegible] کئی علاقوں کے بادشاہوں اور رعایا نے انکا دین قبول کر لیا تھا ۔ خصوصاً بنی کنانہ ۔ بنی حرث ۔ بنی کندہ [illegible]

[illegible]

[illegible]

رومیوں کے شام کو تباہ کرنے سے سو برس پہلے سے - پیغمبر خدا سے سات سو برس پہلے ابوکرب اسعد حمیری بادشاہ یمن نے یہ مذہب بنی حمیر کے بت پرستوں میں پھیلا دیا تھا۔ اُسکے بعض جانشین بھی اسی مذہب پر ہوئے۔ اُنہیں سے ایک یوسف نامی جسکا لقب ذونواس تھا وہ اس مذہب میں ایسا سرگرم تھا کہ اُس نے حکم دیا تھا کہ جو کوئی مذہب یہود اختیار نہ کرے اُسے بڑی عقاب کے ساتھ قتل کیا جائے۔ عموماً اُسکو دہکتی ہوئی آگ کے تنور میں ڈالدیا جاتا تھا - اس سبب سے اس بادشاہ کو صاحب اخدود (یعنی گڈہی والا) کہا کرتے تھے - عیسائی مذہب پیغمبر خدا کے ظہور سے پہلے عرب میں بہت کچھ پھیل گیا تھا - یہ تو تحقیق نہیں کہ کبھی سینٹ پال نے عرب کے کسی حصہ میں انجیل کی تعلیم دی ہو مگر وہ ظلم اور بد انتظامی جو مشرقی گرجا میں تیسری صدی مسیحی شروع ہوتے ہی واقع ہوئی تھی اُسنے بہت سے عیسائیوں کو مجبور کیا تھا کہ اس آزادی کے ملک میں چلے آئیں - چونکہ یہ عیسائی یعقوبی فرقہ کے تھے اس سبب سے عموماً یہی مذہب عرب میں جاری ہوگیا - بڑے قبیلے جنہوں نے عیسائی مذہب اختیار کیا یہ تھے - بنی حمیر - غسّان - ربیعہ - تغلب - بہرہ - تنوخ اور کسیقدر بنی طے اور بنی قزاعہ اہل نجران اور حیرہ کے عرب + اہل نجران ذونواس کے عہد میں عیسائی ہوئے تھے - ذونواس کی سختی سے تنگ آکر عیسائیوں کے کئی قبیلے بمقام حیرہ چلے گئے تھے جب سے حیرہ کے عیسائیوں کی تعداد میں بڑا اضافہ ہوگیا تھا +

چونکہ عرب میں عیسائی مذہب نے ترقی بہت کی تھی اس سبب سے اُنکے گرجا کے باقاعدہ انتظام کے واسطے بشپ (اُسقف) بھی مختلف حصوں میں مقرر تھے ایک بشپ نجران میں رہتا تھا ایک اور یعنے کوفہ میں اور ایک حیرہ میں - کوفہ اور حیرہ کے بشپ شام کے نسطورسے بشپ کے ماتحت سمجھے جاتے تھے +

مسٹر سیل لکھتے ہیں کہ "تیسری صدی مسیحی سے عیسائی مذہب کی تمام خوبیاں معدوم ہو کر طرح طرح کی خرابیاں پیدا ہوگئی تھیں پادری لوگ اپنی اپنی خیالی باتوں پر بہت کچھ بحث مباحثہ کرتے تھے اور اصلیت کی طرف بالکل توجہ نہ تھی - گویا عیسائیت کو بالکل دنیا سے معدوم کر ڈالا تھا - نوبت بہ پرستی پہنچگئی تھی - اٹلی تک کے کلیسا میں اُس زمانہ ظلمت میں ایسے ایسے وہم و وسواس ور خرابیاں پیدا بلکہ قایم ہوگئی تھیں کہ اگر اصلاح کی نظر سے جلسے اور مجلسیں بھی قایم کیجاتی تھیں تو اپنی اپنی مرضی اور خواہش کے موافق اصول قایم کرلئے جاتے تھے - بڑی بڑی پادری دنیاوی شان و شوکت اور فائدہ کی طرف نظر کرتے تھے - بڑے شہروں کے بڑی بڑے پادری امیروں اور بادشاہوں کی طرح کھاتے پہنتے اور بگھیوں و رتھینوں میں نکلتے تھے - صرف دیہات وغیرہ کے پادریوں میں کسیقدر پرہیزگاری اور حیا باقی رہ گئی تھی - جب پادریوں یعنی علمائے دین کی یہ نوبت ہو تو پھر دنیاداران عوام کی حالت جسقدر خراب ہو کم ہے - ہر طبقہ کے آدمی کا یہ کام تھا کہ جس طرح ہو سکے روپیہ حاصل کیجئے اور عیش و عیاشی میں اُڑائیے" + (ترجمہ قرآن - مقدمہ ص ۲۹)

عرب کے بعض عیسائیوں میں یہ اعتقاد پیدا ہوگیا تھا کہ جسم کے ساتھ روح بھی مرجاتی ہے قیامت کے دن جسم کے ساتھ روح بھی پیدا ہو جائیگی - حضرت مریم کو بھی خدا سمجھنے لگے تھے - فرانس کے شہر نیس میں ایک مجلس ہوئی تھی اُسمیں بھی یہی قرار پایا تھا کہ خدا کے علاوہ دو خدا اور ہیں حضرت عیسےٰ ور حضرت مریم + پس اسلام سے پہلے عرب کے مشہور مذہب یہ تھے جو بیان ہوئے - مگر چونکہ ملک آزاد تھا اس سبب سے خیالات بھی آزاد تھے ! ور بعضوں کی رائے ان مذہبوں سے بھی خلاف تھی + قریش اکثر زندیقی تھے اور

۵ یورپ والے علم سے ایسے بے بہرہ ہو گئے تھے اور نویں اور دسویں صدی تک بھی ایسے بے بہرہ رہے کہ گستاولیبان اپنی کتاب تمدن عرب میں لکھتے ہیں "نویں اور دسویں صدی عیسوی (یعنی تیسری اور چوتھی صدی ہجری) میں جس وقت مسلمانوں کا تمدن اندلس میں اعلیٰ درجہ کی ترقی پر تھا ہمارے امراء اپنے نیم وحشی حالت میں رہتے تھے اور اسپر فخر کرتے تھے کہ انہیں لکھنا پڑھنا نہیں آتا۔ عیسائیوں میں سب سے زیادہ ذی علم وہ بیچارے جاہل راہب تھے جو اپنے وقت کو خانقاہوں کے کتب خانوں سے یونان و روم کی پرانی تصنیفات کی نقلوں کو چھیلنے اور ان چرمی ورقوں پر اپنی جاہل مذہبی تصنیفات لکھنے میں صرف کرتے تھے ... یورپ زیادہ تر بارہویں صدی میں جا کر کوشش خیال انسانی کو اس جہالت کے کفن کو پھاڑنے کی ضرورت محسوس ہوئی تو انہوں نے عربوں کی طرف جو اس زمانہ کے استاد سمجھے جاتے تھے رجوع کی"

اکثر ایک خدا کے ماننے والے بھی تھے - بت پرستی نہ کرتے تھے - مگر کسی مذہب ملکی کے بھی پیرو نہ تھے +

(۴) حکومت ظہور نبوت محمدی کی ظہور سے پیشتر کا زمانہ زمانۂ جاہلیت کہلاتا ہے - اس زمانہ میں تین سلطنتیں بہت مشہور ہوئی ہیں (۱) یمن کا حمیری خاندان (۲) حیرہ کا خاندان منذر اور (۳) جنوبی شام میں خاندان غسان -

یمن کی حمیری خاندان کا ذکر ہم پہلے کر چکے ہیں یہاں ہم یہ جتاتے ہیں کہ حیرہ میں ایرانی تمدن کا اور غسان میں رومی تمدن کا ضرور اثر ہوا ہوگا - مگر یمن کا تمدن خالصاً عربی تمدن تھا - اور زمانہ قدیم میں اعلیٰ درجہ کا تمدن تھا -

بنو غسان کی بنیاد بنی ازد نے ڈالی تھی چونکہ یہ لوگ دمشق شام میں دریائے غسان کے کنارے جا کر بسے تھے اس سبب سے اس نام سے مشہور ہوئے - انکی حکومت جنوبی شام میں ۶۱۶ سال تک رہی انکا آخری بادشاہ جبلہ بن ایہم تھا جو حضرت عمر کے عہد میں شام میں مسلمانوں کی کامیابی کے زمانہ میں مسلمان ہوگیا تھا مگر پھر حضرت عمر کی بے اعتنائی سے مرتد ہو کر قسطنطنیہ چلا گیا تھا - قبیلہ غسان عیسائی مذہب رکھتا تھا - پچھلے زمانہ میں یہ بادشاہ شہنشاہ قسطنطنیہ کے باجگزار ہوگئے تھے - صاحب تمدن عرب نے لکھا ہے کہ یہ سلطنت بھی ایسی ہی باوقعت تھی جیسی حیرہ کی اسکے بانی بھی یمن کے عرب تھے یہ سلطنت اوائل سنہ مسیحی میں قایم ہوئی تھی ۵ سو برس تک رہ کر یونانیوں کی باجگزار ہوگئی تھی - بصریٰ اسکا دارالسلطنت تھا + حیرہ کی سلطنت کا بانی کہلان کی نسل سے مالک نامی ہوا ہے مگر تین پشت کے بعد شادی کے رشتہ سے تخت بنی لخمیین میں منتقل ہوگیا جنکو بنی منذر بھی کہتے ہیں جنہوں نے باوجود ایرانیوں کی مداخلت کے اپنے حکومت کو حضرت ابوبکر کی خلافت تک قایم رکھا اُنہوں نے بھی عیسائی مذہب اختیار کر لیا تھا - اسکا آخری بادشاہ المنذر المغرور خالد بن ولید کے ہاتھوں اپنی جان اور سلطنت گنوا بیٹھا یہ سلطنت ۶۲۲ سال ۸ ماہ قایم رہی - آخر میں بنی منذر عراق پر بطور گورنران ایران کے حکومت کرتے تھے - صاحب تمدن عرب لکھتے ہیں کہ جسوقت رومیوں کا دارالسلطنت قسطنطنیہ میں آیا اُسوقت عربوں نے دریائے فرات کی حکومت کے لئے ایرانیوں اور یونانیوں کا مقابلہ کیا مین سے جو قبائل آئے تھے اُنہوں نے بہت زمانہ سے اُس ملک پر چڑھائی کی تھی اور ۱۹۰ء میں بابل کے جنوب میں دریائے فرات کے کنارہ پر کوفہ کے قریب حیرہ کا مشہور شہر بنایا تھا - یہاں کے بادشاہ تزک و احتشام میں شاہان ایران و قسطنطنیہ کا مقابلہ کرتے تھے ان سلاطین حیرہ کے قصروں میں زیادہ سے زیادہ قیمتی اسباب سجا ہوا تھا اور اُنکے باغات میں نادر سے نادر پھول اور پھل تھے - دریائے فرات میں بے انتہا خوبصورت کشتیاں پڑی ہوئی تھیں - راتوں کو ان کشتیوں کے ہزار ہا چراغ دریا کی لہروں میں چمکتے تھے اور یہ اُسوقت تمام مشرقی زمین میں سب سے پر تکلف اور خوش آب و ہوا امکانات تصور کئے جاتے تھے - وہ لکھتے ہیں کہ حیرہ کی سلطنت ۱۴۰۰ برس تک قایم رہی ۶۰۵ء میں یہ ملک سلطنت ایران کا ایک صوبہ بنگیا تھا - مگر تھوڑے ہی عرصہ بعد حضرت ابوبکر کے زمانہ میں مسلمانوں کے ہاتھوں اس خاندان کا بالکل خاتمہ ہوگیا - انکے مشہور محل کا نام قصر خورنق تھا + حضرت اسمعیل کے زمانہ میں بنی جرہم[1] حجاز پر حکمرانی کرتے تھے یہاں تک کہ انکے رئیس[2] مضاض کی بیٹی سے اسمٰعیل نے شادی کی اور قیدار جو اسمٰعیل اور مضاض کی بیٹی سے پیدا ہوا تھا حکمراں ہوا - اُسوقت جرہمی جہینہ کیطرف جلاوطن ہوگئے - بنی جرہم کے نکل جانیکے بعد ایسا معلوم ہوتا ہے کہ حجاز کی حکومت کئی صدی تک ایک بادشاہ کے ماتحت نہیں رہی بلکہ کچھ عرصہ کے بعد قبیلوں کے سردار جدا جدا حکمرانی کرنے لگے جسطرح آجکل کے بدوؤں پر ہر قبیلہ کا شیخ جدا جدا حکمرانی کرتا ہے - مکہ میں حکومت امرا قایم ہوگئی تھی اور یہاں کا خاص انتظام پیغمبر خدا کے زمانہ تک قریش سے متعلق تھا - خصوصاً اُسوقت سے جبسے قصیٰ نے بنو خزاعہ سے کعبہ کی تولیت حاصل کی تھی -

---

[1] جرہم ثانیہ [2] جرہم کی نویں پشت میں تھا +

علاوہ اُن حکومتوں کے جن کا ذکر ہوا اور بہی قبیلے تھے جنکے بعد میں اپنے اپنے حکمراں ہوئے۔ مثلاً قبیلہ کندہ۔ مگر یہ حکومتیں کچھ زیادہ مشہور نہیں ہیں ۔

پیغمبر خدا کے وفات کے بعد کوئی تین صدی تک عرب خلفاء کی حکومت میں رہا۔ مگر ۳۱۷ھ میں عرب کا بہت سا حصہ قرمطیوں کے قبضہ میں آگیا۔ مکہ بھی اُنکے تصرف میں تھا اور خلفاء بغداد تک اُنکو اس سبب سے خراج دیتے تھے کہ وہ لوگوں کے حج کرنے میں مزاحم نہوں ۔

یمن میں ۲۸۰ھ میں خاندان طباطبائیہ جو اولاد علی سے تھا حکمرانی کرتا تھا۔ مگر جو خاندان حال میں حکمراں ہے وہ غالباً بنی ایوب سے ہے جو تیرہویں صدی مسیحی میں وہاں حکمرانی کر چکے ہیں۔ یہاں کے حاکم امام کہلاتے ہیں مگر تمام ملک یمن پر قابض نہیں ہیں کیونکہ یمن میں اور بہی کئی آزاد حکومتیں ہیں خاصکر ترکی کی حکومت۔ کچھ عرصہ سے یمن کا حکمراں (امام) سلطان روم کا باجگزار ہوگیا ہے ۔

مکہ اور مدینہ کے گورنر جو ہمیشہ پیغمبر خدا کی نسل سے ہوا کرتے ہیں خلفاے بغداد تک کو نہ گردانتے تھے۔ آزادانہ حکومت کرتے تھے اُسوقت سے چار بڑے خاندان حضرت امام حسن کی اولاد سے حکمراں رہے ہیں۔ یہ گورنر شریف مکہ کے نام سے ملقب ہوتے ہیں۔ ان خاندانوں کے نام یہ ہیں۔ بنو قادر۔ بنو موسی ثانی۔ بنو ہاشم اور بنو قتادہ۔ بنو قتادہ کو سیل کے زمانہ میں جو ۱۷۳۴ء میں مرا ہے مکہ میں حکومت کرتے ہوئے ۵ سو برس ہو چکے تھے[1]۔ مدینہ میں بنو ہاشم حکمراں ہیں جو بنو قتادہ سے پہلے مکہ میں بہی حکمراں تھے۔ اب ترکوں کا اقتدار مکہ اور مدینہ میں بہی بڑھ گیا ہے۔ چنانچہ سلطان روم کی طرف سے ایک پاشا حجاز کی نگرانی کے لئے مقرر ہے جو جدہ میں رہتا ہے۔

پس عرب زمانہ طوفان سے ابتک آزاد ہیں۔ اعصاری۔ رومی۔ ایرانی کوئی انکو مغلوب نہ کرسکا اور یہ لوگ ایسے زبردست تھے کہ کیمبی سیز (لہراسپ) نے جب مصر پر حملہ کیا ہے تو اُس نے مجبوراً عربوں سے اُنکے ملک میں سے گزرنے کی اجازت مانگی ہے۔ سکندر نے ایران فتح کرلیا مگر عربوں نے اپنی سفارت تک اُسکے پاس نہ بھیجی۔ اور وہ عرب پر حملہ کرنے کی آرزو ہی میں مرگیا۔ اور اُسکے مصر یا ایشیا کے جانشینوں میں سے کسی کی ہمت نہ پڑی کہ عرب پر حملہ کرتا۔ رومیوں کی اتنی بڑی سلطنت تہی مگر اُن سے بہی عرب فتح نہ ہوسکا۔ بہت ہوا تو یہ ہوا کہ شام کے بعض قبیلوں کو اُنہوں نے باجگزار بنالیا۔

قسطنطین کی وفات کے بعد سے سلطنت روم بہت جلد زوال پذیر ہوتی چلی جاتی تہی۔ اُسکے جانشین برابر بزدل اور بیرحم ہوتے چلے آئے۔ پیغمبر خدا کی پیدایش کے قریب ہی سلطنت روم کے مغربی حصہ کو قوم گوتھ پامال کرچکی تہی اور مشرقی روم کی سلطنت کو ایک طرف سے قوم ہن نے اور دوسری طرف سے ایرانیوں نے اس حالت کو پہنچا دیا تھا کہ اُسمیں کسی زبردست حملہ آور کا مقابلہ کرنے کی طاقت نہ رہی تہی۔ شہنشاہ مورس قوم ہن کے خاقان کا باجگزار ہوگیا تھا۔ بعد میں اگرچہ شہنشاہ ہرقل قابل تعریف بہادری اور چلین کا بادشاہ ہوا اور اُس نے جو کچھہ اُس سے ممکن ہوسکا فوج کی درستی اور انتظام میں کیا اور ایرانیوں کے مقابلہ میں ایسی کامیابیاں حاصل کیں کہ نہ صرف انہیں اپنے ہی علاقہ سے نہیں نکالدیا بلکہ بہت سا ملک بہی اُنکا لیلیا۔ تاہم سلطنت کی جڑ ہل چکی تہی۔ اور چونکہ عیسائی مذہب اپنی اصلیت پر نہ رہا تھا لوگ اس پاک مذہب پر نہ چلتے تھے اس لئے عدولی کی سزا میں خداوند کریم نے مسلمانوں کو عیسائی کلیسا پر مسلط کیا۔

ایرانی بہی پیغمبر خدا کی پیدایش سے کچھہ عرصہ پہلے سے بسبب اپنی آپس کی لڑائی جھگڑوں کے انحطاط کی حالت میں مبتلا تھے جو زیادہ تر مانی اور مزدک کی شیطانی تعلیم سے پیدا ہوئے تھے۔ نوشیرواں کا باپ قباد تو مزدک کا پیرو ہوگیا تہا۔ مگر جب نوشیرواں بادشاہ ہوا تو اسنے مزدک اور اُسکے پیرووں کو مروادیا۔ اور مانی کے پیرو بہی قدیم قدیم

[1] اور ابتک شریف مکہ اُسی خاندان سے ہوتا چلا آتا ہے (دول الاسلامیہ)

زردشت کے پیرو ہوگئے تھے مگر ان جھگڑوں نے خاصکر سلطنت ایران کو بڑا نقصان پہنچایا تھا - اسی نوشیروان عادل کے عہد حکومت کے چالیسویں سال ۵۷۰ء میں حضرت پیغمبر خدا پیدا ہوئے ✦

ایران کی شہنشاہی تو ۵۷۹ء میں نوشیرواں کی وفات پر ختم ہوگئی - اسکے بعد ہمیشہ تخت پر جھگڑا ہوتا رہا - یہانتک کہ عربوں نے آدبوچا - نوشیرواں کا بیٹا ہرمز ایسا ظالم تھا کہ اُسکی رعیت اُس سے نفرت کرنے لگی تھی - اُسکے سالاروں نے اُسکی آنکھیں نکالڈالیں وہ تخت چھوڑنے پر مجبور ہوا - اور اُسکا بیٹا خسرو پرویز بادشاہ ہوا - خسرو نے بہرام چوبین کی سازش سے ہرمز کو پھانسی دیدی - تھوڑے عرصہ میں خسرو کو مجبور ہوکر تخت بہرام کے حوالہ کرنا پڑا - مگر موروثی شہنشاہ قسطنطنیہ کی مدد سے پھر اپنا تخت حاصل کر لیا لیکن اپنے آخر زمانہ میں وہ ایسا ظالم ہوگیا کہ اُسکی رعیت نے مخفی طور پر اہل عرب سے خط وکتابت شروع کردی - اور آخر کو اُسکے بیٹے شیرویہ نے تخت سے اُتار کر قید کردیا اور پھر قتل کر ڈالا - شیرویہ ۶۲۸ء میں مارا گیا اسکے بعد ۴ برس سے کم عرصہ میں ۶ بادشاہ تخت ایران پر متمکن ہوئے - ان خانگی جھگڑوں نے ایران کی سلطنت کا خاتمہ کردیا - اور ایرانیوں کو برباد کردیا - کیونکہ اگرچہ اُنہوں نے خسرو پرویز کے زمانہ میں بادشاہ قسطنطنیہ کو کمزور پاکر نہ اپنے بل سے بلکہ اُسکی کمزوری سے فائدہ اُٹھاکر ۶۱۱ء میں شام کو تاراج کیا اور بیت المقدس اور دمشق کو لوٹ لیا اور مصر پر قبضہ کر لیا اور جبکہ عرب کا گروہ گروہ علیحدہ تھا اور اسلام نے اُنکی مٹھی نہ باندھی تھی صوبہ یمن میں کچھ اقتدار حاصل کر لیا تھا اور چار حاکم یکے بعد دیگرے پیغمبر خدا سے پہلے اُنہوں نے اپنی طرف سے یمن میں مقرر کئے تھے لیکن جب ۶۲۲ء میں یونانیوں نے قسطنطنیہ کے بادشاہ ہرقل کے ماتحت حملہ کیا اُنہوں نے اپنی فتوحات جدیدہ ہی کو نہیں کھو دیا بلکہ خود اپنی سلطنت کا ایک حصہ کھو بیٹھے یعنی اسوقت سے دریائے فرات روم اور ایران کی سلطنتوں کا حد فاصل قرار پایا - اور جونہیں پیغمبر خدا نے اہل عرب کو متحد کیا - عرب اُن کو ہر لڑائی میں شکست دیتے رہے - اور چند سال میں اُنکو مغلوب کر لیا[1] جوں جوں ایران اور روم کی سلطنت میں ضعف آتا گیا محمد اہل عرب کو طاقتور اور اقبالمند بناتے گئے بلکہ شاہنشاہ روم کی رعایا اپنے مالک کی سلطنت کے جور وستم سے ناراض ہوکر عرب میں امن ڈھونڈھنے لگی اور اس طرح عرب کی آبادی بہت بڑھ گئی ✦ ایران اور روم کے بادشاہ اور رعایا عموماً زرق برق کی پُر تکلف زندگی گذارتے تھے - عرب بالکل سیدھے سادی زندگی کے عادی تھے اور عیش وعشرت کی زندگانی سے ناواقف - تمام قسم کی سختیوں کے عادی اس سبب سے جب پیغمبر خدا نے اُن کو اسلام کی لڑی میں منسلک کرکے ایک کر دیا تو اُن کو اِن عیاش قوموں پر غلبہ حاصل کرنے میں کچھ زیادہ دقت معلوم نہ ہوئی ✦

(۵) **عربوں کی حالت اسلام سے پہلے** - علی العموم عرب کے زمانہ جاہلیت کی کل قومیں نہایت سادہ مزاج تھیں انکا طریقہ معاشرت بیحد سادہ اور بے تکلف تھا ایک گروہ اُنکا وہ تھا جو پانی اور چراگاہ کی جستجو میں پھرا کرتا تھا خیموں میں رہتا

[1] اس زمانہ میں روم کی مشرقی سلطنت قسطنطنیہ سے جنوب کے یورپ و ایشیائے کوچک اور افریقہ کے تمام شمالی حصہ پر جو مصر سے بحر ظلمات تک واقع ہے پھیلی ہوئی تھی اور ایران کی حکومت دریائے فرات سے مشرق میں ترکستان و سرحد چین تک پھیلی ہوئی تھی - یورپ کا شمالی اور مغربی حصہ اُن وحشی اقوام کی غارتگری میں پھنسا ہوا تھا جو بلا انتظام کے رہتی اور رومیوں کے بچے بچائے ملک کا دعوی ایک دوسرے سے کرتیں - اندلس عیسائی وزی گوتھوں کے ہاتھ میں تھا انہیں فتح کرنیکی طاقت تو تھی مگر انتظام کی مطلق صلاحیت نہ تھی - اطالیہ میں روم کی عظمت و شان کا خاتمہ ہوچکا تھا شہر بہ شہر اُن وحشیوں کی حکومت تھی جو یکے بعد دیگرے اُسے فتح کرتے گئے - حجاز کی حکومت کا یہ حال تھا کہ مکہ معظمہ اور اُسکے اطراف عرب قبائل میں تقسیم تھے اور ہر قبیلہ کا جدا حاکم تھا مگر قریش کی برتری کو سب تسلیم کرتے تھے - اور گویا ملوک مکہ قریش ہی سے ہوتے تھے - تہامہ میں بنی بکر اور بنی تغلب کے شیوخ کی حکومت تھی - مدینہ طیبہ میں اوس و خزرج قبیلوں کی حکومت تھی اور اُسکے اطراف خیبر وغیرہ میں یہودی حکمران تھے - علاوہ ازیں مشرقی اور شمالی بادیۃ العرب میں متفرق ملوک شہر بسانے والے تھے (کشف البیان)

دشت بدشت کوہ بکوہ پھرنا اُنکا کام تھا اُنکے معاشرت ایک چرواہے کی حیثیت سے کچھ بھی زیادہ نہ تھی - اور دوسرا گروہ اُنکا جو بہ نسبت اُنکے تمدن پسند تھا وہ اپنے خیموں کو باقاعدہ ترتیب انتظام سے دیہات اور دیہات سے قصبات اور قصبات سے شہر بنا لیتا تھا - اُنکا وقت کاشتکاری اور تجارت میں صرف ہوتا تھا اُنکی زندگانی کسیقدر مہذب طریقہ سے بسر ہوتی تھی لیکن ان دونو گروہوں کا قومی اور رواجی چال چلن ایک سا تھا - کھانے پینے میں کفایت شعاری تھوڑی سی آمدنی پر قناعت اور معتدل النوم ہونا علی الصباح اُٹھنا فیاضی اور مہمان نوازی اعلی درجہ کی صفت اور قومی خاصہ شمار کیا جاتا تھا - اور اس صفت کی اسقدر عزت تھی کہ دنیا کی کسی قوم میں اسکی نظیر نہیں ملتی خصوصاً حاتم طائی اور حسن فزارہ فیاضی میں کمال مشہور ہوچکے ہیں - طلوع اسلام کے بعد بھی فیاضی کا وصف اُنمیں قائم رہا - چنانچہ حسن بن علی معن ابن زائدہ - فضل بن یحیی برمکی فیاضی میں شہرۂ آفاق ہوئے ہیں - بخل سے بدتر کوئی دوسرا عیب سمجھا جاتا تھا - ہمسایہ کے حال پہ مہربانی اور اسکی خبرگیری مکان اور خاندان و مال کی نگرانی - قیدیوں کو چھوڑانا - محتاجوں بیکسوں کی مدد کرنا - اوصاف حمیدہ و خصائل پسندیدہ میں شامل تھا - ہر عرب کو اپنی عزت اور وعدہ کا خیال ایسا ہی ضرور تھا جیساکہ مذکورۂ بالا اوصاف ضروری سمجھے جاتے تھے - ہرودوٹ (ہیروڈوٹس) لکھتا ہے کہ عرب قول کے کمال سچے تھے - رشتہ داروں کا بہت لحاظ کرتے تھے - تیز فہمی طبیعت کی غواصی - لطیفہ گوئی - بذلہ سنجی میں بھی مشہور تھے " بالونکو مشک سے معطر کرنا خوشبودار چمڑوں کی جوتیاں پہننی شان امارت میں داخل تھا - شہسواری اور بھیڑیے کا شکار کرنا - بہادری اور جوانمردی کا عمدہ ترین ثبوت تھا - چونکہ وہ آزاد تھے اور اُن میں آپس میں اکثر لڑائیاں ہوتی رہتی تھیں اس سبب سے ہتیاروں کے استعمال اور شہسواری میں بھی کمال رکھتے تھے - حواس کے ایسے تیز تھے کہ ایک مٹھی ریت کے سونگھ لینے سے ریگستان کے طول و عرض کا اندازہ کر لیتے تھے +

ابو الفدا لکھتا ہے کہ عرب ایام جاہلیت میں بھی ماں اور بیٹی سے نکاح نہ کرتے تھے - ایک بہن کی حیات میں دوسری بہن سے نکاح کرنا ناجائز سمجھتے تھے - سوتیلی ماں سے نکاح کرنا بھی معیوب جانتے تھے - حج کے تمام ارکان عمرہ احرام طواف سعی وغیرہ کل بجا لاتے تھے - غسل جنابت کرتے تھے - کلی غرارہ - ناک میں پانی ڈالنا - مسواک کرنا - استنجا کرنا - ناخن ترشنا بغلوں اور زہار کے بالوں کا منڈانا - مانگ نکالنا اور ختنہ کرانا - چور کا دایاں ہاتھ کاٹ ڈالنا - اُنمیں مداومت کے ساتھ جاری تھا جہاں اُنمیں یہ خوبیاں تھیں اسکے ساتھ ہی اُنمیں جہالت بھی کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی - جیساکہ اور قوموں میں بھی نقص اور عیب ہوا کرتے ہیں - خونریزی جنگجوئی - بیرحمی - رہزنی اور غارتگری سے اُنکو قدرتی میلان تھا کینہ ایسے کہ عمریں گذر جاتیں اور کینہ قایم رہتا - جسکی نسبت علماء کا قول ہے کہ اونٹ کا گوشت کھانے کے سبب سے تھا - کیونکہ اونٹ بڑا کینہ ور جانور ہوتا ہے - چھوٹے بچے دیوتاؤں پر چڑھائے جاتے - لڑکیاں پیدا ہوتے ہی اکثر زندہ گاڑ دیجاتیں یا ویسے ہی مار دی جاتی تھیں - میت کا سوگ ایک برس تک رکھتے تھے - عورتیں کسی جانور کا دودھ نہیں دوہتی تھیں - مردہ جانوروں کا گوشت عمدہ اور لذیذ ترین غذا سے تھا - اونٹنی بھیڑ - بکری دس بچے جننے کے بعد چھوڑ دیجاتی تھی - اور جب وہ مرجاتی تھی تو اُسکا گوشت نہایت شوق سے صرف مرد کھایا کرتے تھے - الغرض اس قسم کی قبیح رسمیں اور عادتیں اس نیم وحشی لیکن عالی دماغ اور آزاد منش قوم میں بہت ہی رواج پذیر ہو گئی تھیں [1] +

[1] قبائل مضر بلکہ کل عرب بلا استثنا کسی قوم کے بت پرست تھے ملحد - قاطع الرحم اللہ کے ذکر سے اعراض کرنیوالے - ٹوٹکے شگون لینے والے ستارہ [illegible] اور پتھر و درخت پوجنے والے تھے - گوہ - بچھو - سانپ اور مردہ جانوروں کو کھاتے تھے - قحط و خشک سالی میں اونٹ کو ذبح کرکے اُنکا خون [illegible] اونٹنی عمدہ غذا اونٹ کا گوشت تھا اور بڑی عزت اُنکی ایسی تھی کہ وہ ملوک آل منذر و آل جفنہ [illegible] کے پاس [illegible]

علم اِن لوگوں میں صرف یہ تھا کہ ہم جدیوں کے نسب نامے اور شجرے یاد رکھتے اُنکی تاریخ سے واقف رہتے خوابوں کی تعبیر جانوروں کی آواز اور پرواز سے شگون لیتے اور از روئے تجربہ آثار نجوم وغیرہ سے حکم لگاتے تھے - بڑی بڑے سن رسیدہ بڈھے دنیا اور دنیا کی لذتوں سے تارک ہو کر جنگلوں اور پہاڑوں کے غاروں یا عبادت گاہوں میں بیٹھے غیب دانی اور پیشین گوئی کے دعوی باندھتے تھے - یہ لوگ راہب اور کاہن کہلاتے تھے ✦ تمام قومیں آزادانہ گذارہ کرتی تھیں مگر آپس میں اُنکی ذرہ ذرہ سی بات پر خونریزیاں واقع ہو جاتی تھیں چنانچہ ایک دفعہ بنی تغلب کی ایک عورت بسوس نامی کے ایک مہمان کی اونٹنی بنی بکر کے ایک شخص کی چراگاہ میں چلی گئی - کھیت والے نے اُس اونٹنی کے تھن کاٹ ڈالے اُس عورت نے اپنے بھانجے سے فریاد کی اُس نے چراگاہ والے کو جا کر مار ڈالا - اسپر اول بنی بکر اور بنی تغلب میں اور پھر رفتہ رفتہ ایک دوسری کی حمایت پر تمام قبیلوں میں چالیس برس ۳۹۴ء سے ۴۳۴ء تک لڑائی ہوتی رہی جو حرب بسوس کے نام سے مشہور ہے - اور جس میں اول سے آخر تک ستر ہزار آدمی مارے گئے - اسیطرح ۵۶۸ء میں داحس نام ایک گھوڑی کو گھوڑ دوڑ میں نکلتے ہوئی کسی شخص نے بڑھکر بدکا دیا اسپر چالیس برس ۶۰۸ء تک لڑائی رہی اور قبیلے کے قبیلے کٹ مرے بلکہ ۶۳۱ء میں جب بعض قبیلے مشرف باسلام ہوئے ہیں اُسوقت حرب داحس کا پورا پورا خاتمہ ہوا ہے ✦

آنحضرت کے ظہور کے وقت عربستان میں ایک اعلےٰ درجہ کی زبان اور اُس زبان میں تصنیفات موجود تھیں اور اعراب جاہلیت نے دو ہزار سال سے دنیا کی مہذب ترین اقوام کے ساتھ تجارتی تعلقات قائم کر لئے تھے اور اقلاً سو برس سے تو اُنہوں نے ایسی ترقی کی تھی جسے منجملہ اُنکی اُن ترقیوں کے شمار کرنا چاہیئے - جنکی یادگار ابتک دنیا میں موجود ہے - عربوں کی تجارت اقصائے ربع مسکون تک پہنچگئی تھی - اور یہ تجارت اُنکی اسقدر قدیم ہے کہ توراۃ میں اُسکا ذکر موجود ہے ۲ ہزار سال تک عرب تمام عالم کے مرکز تجارت بنے رہے - زمانہ قدیم میں عربوں ہی کی بدولت یورپ کے تعلقات اقصائے ممالک ایشیا کے ساتھ قایم رہے ✦

عربی زبان دنیا کی نہایت قدیم زبانوں میں سے ہے - اس زبان کی کئی قسمیں تھیں جن میں سے قریش اور بنی حمیر کی زبان سب سے اعلے مانی جاتی تھی خاصکر قریش کی زبان خالص عربی سمجھی جاتی تھی - قرآن شریف اسی زبان میں نازل ہوا ہے ✦

لکھنا اہل عرب نہ جانتے تھے اگرچہ حضرت ایوب اور بنی حمیر کو لکھنا آتا تھا - بنی حمیر ایک عجیب پیچیدہ طرز تحریر رکھتے تھے اور اُنہیں بلا اجازت سرکار سکھانے کا بھی قاعدہ نہ تھا - عام لوگوں کو لکھنا نہیں سکھاتے تھے باقی عرب سوا عیسائیوں اور یہودیوں کے لکھنے سے بالکل بے بہرہ تھے ✦

مرامر ابن مُرّہ انباری جو پیغمبر خدا سے بہت برس پہلے نہیں ہوا ہے - عربی حروف کا موجد ہے - بشر کندی انباریوں سے

(بقیہ نوٹ صفحہ ۲۳) قمار بازی اُنکا ہر دلعزیز کھیل تھا - بدکاری سے نفرت نہ تھی - شراب نوشی اور عرقیات مُسکر پینے کا از حد شوق تھا -
اعجاز التنزیل (صفحہ ۱۰۹) میں لکھا ہے کہ اُنکی حرامکاری بے حیائی اور بے شرمی کی یہ نوبت تھی کہ کواری اور بیاہی عورتیں زنا کو فخر سمجھتی تھیں اور جس طرح مرد کسی نامی عورت یا مشہور خاندان کی عورت سے زنا کرنا فخر کے طور پر بیان کرتا تھا اسیطرح عورتیں کسی نامی مرد یا مشہور خاندان کے مرد سے زنا کرنا فخر یہ بیان کرتی تھیں اکثر مفلس عورتیں اور مرد مادر زاد برہنہ کعبہ کا طواف کرتے تھے باپ کے مرنیکے بعد بیٹا ورثہ کے طور پر اپنی سوتیلی ماؤں پر جبراً متصرف ہو جاتا اور گھر میں ڈال لیتا تھا یتیم بچے کا مال کھا لینے میں ذرا بھی تامل نہ کرتے تھے حق ہمسایگی کوئی چیز ہی نہ تھا جسکا پاس و لحاظ کرتے تعلیم و تربیت کی پرچھائیں تک اُنپر نہ پڑی تھی مبدا و معاد کی خبر ہی نہ تھی انسان کی ہستی کا مآل صرف یہ سمجھتے تھے کہ جینا مرنا جو کچھ ہے اسی دنیا میں ہے اسکے بعد کچھ نہیں جب وقت پورا ہو جاتا ہے مر جاتے ہیں اپنے جلانیوالا کوئی نہیں - ایک مؤرخ لکھتا ہے کہ آنحضرت صلعم کے ظہور سے پہلے ان عربوں میں سترہ سو لڑائیاں ہو چکی تھیں اور یہ لڑائیاں اس قسم کی ہوتی تھیں کہ اگر ایک قبیلہ کا آدمی دوسرے قبیلہ کے آدمی کو مار دیتا تھا تو اُسکا قصاص لینے کے لئے پچاس پچاس برس تک لڑائی قائم رہتی تھی ✦

سیکھکر آیا اور اہل مکہ کو سکھایا۔ یہ بات شیوع اسلام سے کچھ ہی پہلے کی ہے (سیل کا مقدمہ ترجمہ قرآن صفحہ ۲۰)

لہ سید امیر علی اپنی تاریخ اسلام میں لکھتے ہیں کہ عربی تحریر کا فن قریش میں شیوع اسلام سے ذرا ہی پہلے رائج ہوا تھا۔ اول اسی مرامر بن مرہ نے ایجاد کیا جو حیرہ کے قریب شہر انبار کا باشندہ تھا انبار سے فن تحریر حیرہ میں گیا ابوسفیان کے باپ حرب نے جب حیرہ میں گیا تو اسلم بن سدرہ نامی ایک شخص سے اس فن کو سیکھا اور اپنی اہل شہر یعنے اہل مکہ کو سکھایا۔ اسکے بعد آناً فاناً یہ فن قریش میں پھیلگیا۔ حمیریوں کا طرز تحریر اس سے مختلف تھا جسے بقول ابن خلکان المسند کہتے تھے اسکے سب حروف جدا جدا ہوتے تھے۔ وہ عوام الناس کو اس فن کے سیکھنے سے روکتے تھے اور بغیر اُن کی اجازت کے کوئی اُسکا استعمال نہیں کر سکتا تھا جب اسلام شایع ہوا تو یمن میں ایک شخص بھی ایسا نہ تھا جو لکھنا پڑھنا جانتا ہو۔ زوال خاندان بنی اُمیہ کے وقت متروک کوفی طرز تحریر نے کئی صورتیں اختیار کر لی تہیں۔ جن میں سے سب سے عام صورت کا نام نسخ تھا۔ چوتھی صدی کے آخر اور پانچویں کے شروع میں نسخ کو دو بڑی خوشنویسوں ابوالحسن ابن بوّاب اور ابوطالب المبارک نے اور بھی ترقی دی۔ صلاح الدین کے عہد حکومت میں ہم ایک بڑی گول خط کا ذکر سنتے ہیں اور یہ نسخ کی اور ترقی دی ہوئی صورت تھی جسے ثلث کہتے تہے اور ایران کے نستعلیق سے ملتا ہوا تھا + سیل اپنے مقدمہ ترجمہ قرآن (صفحہ ۲۱) میں لکھتا ہو کہ مرامر کے حروف خط کوفی سے بہت مشابہ تھے اور حمیری سے بالکل مختلف۔ اول قرآن بھی اسی خط میں لکھا گیا تہا یہ خوبصورت حرف جو اب دیکھے جاتے ہیں ابن مقلہ وزیر مقتدر عباسی نے پیغمبر خدا کی وفات کے تین سو برس بعد خط کوفی سے ایجاد کئے ہیں اسی خط کو چوتھی صدی میں علی بن بوّاب نے اور اصلاح دیکر درست کیا مگر جس نے حال کی صورت میں اسے تکمیل پر پہنچایا وہ یاقوت مستعصمی تہا یعنے خلیفہ مستعصم کا کاتب دیوان۔ اسی سبب سے وہ خطاط کے نام سے مشہور ہے۔ یہ ابن خلکان کی تحریر ہے دوسروں نے علی بن بوّاب کے بدلے ابن مقلہ کے بہائی عبداللہ الحسن کا نام لکھا ہے وہ کہتے ہیں کہ اُسکی تکمیل ابن عمید کاتب نے کی ہو بعد اس کے کہ عبدالحمید اُسکو بہت کچھ درست کر چکا تہا +

ابن خلکان (جلد اول صفحہ ۲۰۳) میں لکھتا ہو کہ لوگ حضرت عثمان کے مصحف میں کچھ اوپر چالیس برس عبدالملک بن مروان کے عہد تک پڑہتے رہے لیکن نقطے نہ ہونیکی وجہ سے عراق میں تصحیف بہت ہونے لگی (یعنے متشابہ حرف کچھ کے کچھ پڑہے جانے لگے) اسپر حجاج بن یوسف کے حکم سے اُسکے کاتب نصر بن عاصم (یا یحییٰ بن یعمر) نے نقطے ایجاد کئے۔ کسی حرف کے لئے ایک کیلئے تو دو کسی کے لئے تین۔ کیلئے اوپر کیلئے نیچے کیلئے بیچمیں۔ اب حرف تو صحیح پڑہے جانے لگے مگر زیر۔ زبر۔ پیش کی غلطیاں باقی رہیں۔ اس لئے بعد میں اعراب یا حرکات کو وضع کیا گیا +

مفتاح السعادہ جلد اول صفحہ ۷۳ میں لکھا ہو کہ خط عربی بنی طے کے قبیلہ بولان سے تین شخصوں نے ایجاد کیا ہے جو شہر انبار میں گئے تھے۔ اول انمیں سے مرار[ع۵] ہے جس نے حرفوں کی شکلیں وضع کیں اور نقطے لگائے۔ دوسرا اسلم جس نے وصل و فصل قرار دیا۔ تیسرا عامر جس نے حرکتیں (زیر۔ زبر۔ پیش) لگائیں۔ ابوسفیان برادر حرب حیرہ سے سیکھکر مکہ میں آیا اور اپنے بہتیجے ابوسفیان بن حرب کو سکھایا۔ ابوسفیان بن حرب سے عمر فاروق اور قریشیوں کی ایک جماعت نے سیکھا۔ لیکن اوس و خزرج نے یہودیوں سے سیکھا۔ جب اسلام کا ظہور ہوا تو انمیں کچھ اوپر دس آدمی لکھنا جانتے تہے جیسے سعد بن زرارہ۔ منذر بن عمرو۔ اُبے بن کعب۔ زید بن ثابت (یہ چاروں عربی بھی لکھ سکتے تھے اور عبرانی بھی) رافع بن مالک۔ اُسید بن حضیر۔ معن بن عدی۔ ابوعبس بن کثیر۔ اوس بن خولی اور بشیر بن سعد۔ اسی کتاب کے صفحہ ۸۰ میں لکھا ہو کہ "کہتے ہیں کہ نقطے اور اعراب حضرت علیؓ کی تلقین سے ابوالاسود دوئلی نے وضع کئے ہیں۔ مگر ظاہرا ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ابوالاسود نے صرف اعراب وضع کئے ہیں کیونکہ یہ سمجھ میں نہیں آتا کہ اکثر حروف باوجود صورت میں مشابہ ہونیکے قرآن شریف پر نقطے دینے کے وقت تک نقطوں سے خالی رہے ہوں"۔ ہمارے خیال میں نقطے اور حرکتیں ایک ہی وقت میں ایجاد ہوگئیں۔ مگر بعد میں اہل زبان نقطے اور حرکتیں لکھنے کو معیوب سمجھنے لگے۔ چنانچہ مفتاح السعادہ صفحہ ۸۱ میں لکھا ہو کہ وہ نقطے اور حرکتیں لکھنے کو مکتوب الیہ کی نالیاقتی پر محمول کرتے تہے۔ عبداللہ بن طاہر کو کسی نے کچھ لکھا ہوا دکھایا جو بہت خوشخط تہا جسمیں نقطے بھی دئے ہوئے تھے۔ عبداللہ نے دیکھکر کہا کیا ہی اچھا خط تھا اگر اسپر کلونجی بکھری ہوئی نہ ہوتی۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ اگرچہ حرفوں کے ساتھ ہی نقطے اور حرکتیں بھی وضع کی گئی ہوں تاہم اہل زبان ان کا استعمال نہ کرتے تہے۔ بعد میں جب غیر ملک والوں کو قرآن شریف کے پڑھنے میں دقت ہوئی اور غلطیاں کرنے لگے تو حضرت علی کی تلقین سے ابوالاسود نے یا بہ اختلاف الروایات حجاج بن یوسف کے حکم سے (دیکھو صفحہ ۲۷)

ع۵ غالباً مرامر ہوگا۔ کاتب کی غلطی سے مرار لکھا گیا ہوگا۔

عربوں نے فصاحت و بلاغت زبان کو درجہ کمال پر پہنچایا ہوا تھا۔ اسکو بہت بڑی فضیلت سمجھتے تھے اور اسپر انکو بہت بڑا فخر اور ناز تھا۔ زبان میں تقریریں اور نظمیں ترتیب دیکر مشق کیا کرتے تھے۔ انکی تقریریں دو قسم کی ہوا کرتی تہیں۔ منثور اور منظوم۔ اور دونوں میں وہ اعلیٰ درجہ کا کمال حاصل کرنے میں کوشش کرتے تھے۔ اور جو لوگ اِس فن میں کمال حاصل کرکے اس قابل ہوتے تھے کہ کسی جلسہ میں لوگوں کو کسی بڑی مہم پر آمادہ کریں یا کسی خطرناک کام سے باز رکھیں یا انہیں کوئی اور رنگ دیں اصطلاح میں وہ خطیب کے نام سے ممتاز ہوتے تھے۔

شاعری میں یہ لوگ کمال رکھتے تھے۔ مقام عکاظ میں جو مکہ کے قریب ہے ہر اتوار کو پینٹھ تو لگتی ہی تہی بر سویں دن ایک بڑا بھاری میلا بھی ہوا کرتا تہا جو ایک مہینہ تک ہوا کرتا تہا۔ اس میلہ میں صرف تجارت ہی نہ کرتے تھے بلکہ اپنے اشعار اور نظمیں بھی پڑہتے تھے اور انعام حاصل کرنے کی غرض سے انہیں مقابلہ ہوتا تھا۔ جو نظمیں سب سے اعلےٰ درجہ کی ہوتی تہیں وہ انکے بادشاہوں کے خزانوں میں رکھی جاتی تہیں۔ ان میں سے وہ سات نظمیں تہیں جو آجتک سبعہ معلقات کے نام سے مشہور ہیں اور خانہ کعبہ میں لٹکائی گئی تہیں۔ یہ چونکہ مصر کے ریشمی کپڑے پر سونے کے حرفوں سے لکھی ہوئی

(بقیہ نوٹ صفحہ ۲۵) نصر بن عاصم نے قرآن شریف پر نقطے اور اعراب لگائے۔ تاریخ القرآن (صفحہ ۱۷) میں لکھا ہے۔ چارلس ڈالمین صاحب لکھتے ہیں کہ گذشتہ زمانہ میں لکھنے کا طریقہ یہ تہا کہ لوہے یا پیتل یا ہڈی کی سلائی سے لکڑی یا موم وغیرہ کی تختیوں پر لفظوں کے نقش کھود دیا کرتے تہے سب سے پہلے مصر والوں نے پیپرس (کے درخت کے پتے ان تختیوں کی بجائے استعمال کرنے شروع کئے (اسی پیپرس سے انگریزی لفظ پیپر کاغذ کے معنوں میں مستعمل ہے) آٹھویں صدی عیسوی میں روئی اور ریشم سے کاغذ تیار ہوا۔ پہلے کتابیں ایک ہی طرف لکھی جاتی تہیں اور انکو علیحدہ بنا کر رکھتے تہے کہولنے کے لئے بڑی جگہ درکار ہوتی تہی اور بڑی دقت پیش آتی تہی۔ کتابوں کا لکھنا۔ ترجمہ کرنا پڑہنا اور حفاظت سے رکھنا اُس زمانہ میں ایک مشکل کام تہا نیز ان کتابوں میں بالارادہ یا کسی اور سبب سے تغیر و تبدل کا ہو جانا نہایت آسان تہا ملحدوں کا خیال کرتے ہوئے اس قسم کی خرابیاں کی بائیبل میں بھی زیادہ قابلیت تھی۔

کاغذ کی ایجاد کی نسبت گسٹاولیبان اپنی کتاب تمدن عرب میں لکھتا ہے کہ ازمنۂ متوسط کے اہل یورپ ایک مدت تک صرف چمڑے پر لکھتے رہے اور یہ اسقدر گراں تہا کہ کتابوں کی اشاعت بخوبی نہ ہو سکتی تہی چند روز میں یہ اسقدر نایاب ہو گیا کہ یونان و روم کے رہبان بڑی بڑی قدیم تصنیفات کے حروف چہیل کر انہی صفحوں پر اپنے مذہبی رسائل لکھنے لگے اور اگر عربوں نے کاغذ ایجاد نہ کیا ہوتا تو یہ رہبان کل قدیم تصنیفات کو جن کے وہ محافظ سمجھے جاتے تہے تلف کر دیتے۔ اسکوریل (سپین) کے کتب خانہ میں جو سوتی کاغذ پر سنہ ۱۰۰۹ع کی لکھی ہوئی کتاب ہے جو یورپ کے کتب خانوں میں سب سے قدیم نسخہ ہے اُسکے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ عربوں ہی نے پہلے پہل چرم کے بدلے کاغذ کا استعمال کیا ہے۔ بہت ہی قدیم زمانہ سے چینی ایک قسم کا کاغذ ریشمی کیڑے کے خول سے بناتے تہے یہ ایجاد اوائل سنین ہجری میں چین سے سمرقند میں آئی۔ جب عربوں نے سمرقند فتح کیا تو وہاں کاغذ کا کارخانہ پایا۔ اور انہوں نے ریشم کی جگہ روئی سے کام لیا۔ اُن کی پرانی کتابوں سے معلوم ہوتا ہے کہ انہوں نے اس کاغذ کے بنانے میں ترقی کی تہی۔ اور اُن سے بہتر کاغذ اسوقت تک نہیں بنا۔ یہ بہی ثابت ہو چکا ہے کہ عربوں نے چیتھڑوں سے کاغذ بنانا ایجاد کیا جو نہایت مشکل اور محنت و دستکاریوں کا محتاج ہے۔ یورپ کی سب سے پرانی تحریر جو کاغذ پر لکھی گئی ہے ژوان ویل کا خط ہے جو اُس نے سینٹ لوئی کے نام سنہ ۱۲۷۰ع کی قریب لکھا تھا۔

جامعہ عربک پرشن ڈکشنری میں لکھا ہے کہ کاغذ کا کارخانہ سنہ ۹۰ھ میں سمرقند میں اور سنہ ۱۷۸ھ میں مکہ میں کھولا گیا۔ غالباً ظہور اسلام کے وقت عرب میں کاغذ نہ تہا نہ لکھنے کا شوق تہا چند لوگوں نے لکھنا سیکھ لیا تہا وہ بارک چمڑے سے ... [illegible] ... کی [illegible] ... ایک ... [illegible]

[illegible]

[illegible]

تہیں اس سبب سے یہ معلّقات بھی کہلاتی تہیں - کعبہ کی دیوار پر قصیدہ کا آویزاں ہونا بڑی ہی فخر کی بات تہی - اس پر مصنف کے پاس مبارکباد کے خط آتے تہے - یہ ہرن - بکری یا اونٹ کی جھلی یا ریشمی کپڑے پر سنہری حرفوں میں نقش و نگار ہو کر کعبہ کی دیواروں پر لٹکائے جاتے تھے (اعجاز التنزیل صفحہ ۱۱)

لیکن اگرچہ عرب ایسے قدیم زمانہ سے نظم سے واقف تھے مگر اُنہیں عروض کے قواعد مقرر نہیں ہوئے تھے اور یہ حال آنحضرت صلعم کی وفات کے کچھ عرصہ بعد تک رہا - یہ قواعد خلیل احمد الفراہدی نے ہارون رشید کے زمانہ میں بنائے ہیں -

(۳) **قبیلہ قریش** - اسمعیل بن ابراہیم کے بعد اُنکا بیٹا نابت بیت اللہ کا متولی ہوا اور مکہ میں اپنے بہائیوں کے ساتھ مقیم رہا تا آنکہ اُنکی نسل کی اسقدر ترقی ہوئی کہ مکہ میں نہ سما سکی اور اطراف و جوانب میں حجاز کے پھیل گئی -

قیدار[1] بن اسمعیل کی چالیسویں پشت میں عدنان اول ہوا ہے جو بخت نصر کا ہمعصر ہے[2] - عدنان اول کے بیٹے معد اول کے اُنیسویں پشت میں فہر بن مالک بن نضر ہوا ہے جسکو قریش بھی کہتے ہیں[3] - فہر تیسری صدی عیسوی میں ہوا ہے دوسرے قبائل کے مقابلہ میں قریش ہمیشہ اپنے حسب نسب پر فخر کرتے رہے ہیں اور وہ عرب کے تمام قبیلوں سے زیادہ شریف اور اعلےٰ سمجھے جاتے ہیں[4] - پانچویں صدی عیسوی میں فہر کی اولاد میں سے ایک شخص قصی[5] نے مکہ پر اقتدار حاصل کر کے بتدریج سارے حجاز کو اپنے قبضہ میں کر لیا - اسکے زمانہ تک مکہ صرف ایک گاؤں تھا وہ بھی بکھری ہوئی اور منتشر حالت میں اسمیں دور دور جھونپڑیاں اور ڈیرے پڑے ہوئے تھے - قصی نے کعبہ کو دوبارہ تعمیر کیا اور اپنے واسطے ایک محل بنایا جسمیں ایک بڑا کمرہ امور عامہ کی انجام دہی کے لئے لوگوں کی کونسل کے کام آتا تھا اور اس سبب سے دار الندوہ کہلاتا تہا - اور قریش کے مختلف قبائل کو جو بپاس ادب مکہ سے معقول فاصلہ پر رہا کرتے تھے کعبہ کے ارد گرد پتھر کے مکان بنانے اور اُنمیں سکونت رکھنے کی ترغیب دی - لوگوں پر مناسب طور سے حکومت کرنے ٹیکس اور رسوم کے وصول کرنے اور اُن حاجیوں کے کہانے پینے کے انتظام کے لئے جو عرب کے بہت سے حصوں سے خانہ کعبہ کی زیارت کو آتے تھے اُس نے آئین و قوانین بھی بنائے - اور کعبہ کے متعلق پانچ بڑی خدمتیں حسب ذیل تجویز کیں -

(۱) سقایہ و رفادہ یعنے حاجیوں کو پانی اور کہانا دینے کا عہدہ اور اسلئے ٹیکس وصول کرنا (۲) قیادہ یعنی لڑائی کے وقت فوج کی سپہ سالاری کرنا (۳) لواء حرب یعنی علمبرداری کا عہدہ (۴) حجابت یعنی خانہ کعبہ کی حفاظت کا عہدہ (۵) دار الندوہ یعنی دار الندوہ (مجلس شوریٰ) میں صدر انجمن ہونے کا استحقاق - قصی اس طرح تمام اعلےٰ مذہبی اور ملکی امور اپنی ذات میں جمع کر کے قریش کا بادشاہ اور مذہبی پیشوا بنگیا - قریش نے بھی اُسکے زمانہ میں حضرت اسمعیل کی دیگر اولاد کی نسبت نمایاں سبقت حاصل کی -

قصی سنہ [illegible] کے قریب رحلت کر گیا اور اُسکا بیٹا عبد الدار اُسکا جانشین ہوا - اپنے باپ کے تمام اعزاز اُس نے بھی حاصل کئے - جب عبد الدار مر گیا تو اُسکی جگہ اُسکے بیٹے مامور ہوتے رہے اور ایک زمانہ تک اس حالت پر رہے کہ مکہ اور قریش کی حکومت

---

[1] اکثر نسابین کا اس پر اتفاق ہے کہ عدنان قیدار کی نسل سے ہے اگرچہ بعض نے نابت کی نسل سے لکہا ہے [2] اکثر اہل علم کا یہ خیال بھی ہے کہ قحطانی عرب بھی اسمعیل ہی کے کسی بیٹے کی نسل سے ہیں - بنا بریں اسمعیل کل عربوں کے جو اُنکے بعد ظہور میں آئے مورث اعلےٰ اور جد اکبر ہوئے - یہ عدنان چھٹی صدی قبل مسیح میں ہوا ہے اور اسکا بیٹا معد جسکی نسل سے محمد مصطفےٰ ہوئے ہیں ۵۹۶ قبل مسیح میں پیدا ہوا تھا - اور اسمعیل بن ابراہیم ۱۹۱۰ قبل مسیح میں پیدا ہوئے تہے (ترجمہ ابن خلدون) [3] قدیم عربی میں قریش کے معنے سوداگر کے ہیں [4] یہ اسلئے کہ کعبہ کل اہل عرب کی نظروں میں ایک متبرک مقام تہا - زمانہ دراز سے وہاں حج ہوتا تہا - قریش اُسکے متولی تہے - اس سبب سے بھی اُنکی عظمت اور اُنکا وقار لوگوں کی نظروں میں بہت تھا [5] یعنی قصی بن کلاب بن کعب بن لوے بن غالب بن قریش -

وسرداری اُن سے متعلق رہی یہانتک کہ عبدالدار کے پوتوں اور اُسکے بھائی عبدمناف کے بیٹوں میں مکہ کی حکومت کی بابت جھگڑا ہوا اس تنازع کا فیصلہ تقسیم حکومت پر اس طرح ہوا کہ مکہ کی سقایہ اور رفادہ (یعنی حاجیوں کے واسطے ٹیکس وصول کرنے کا کام) بنی عبدمناف کو سپرد ہوا اور کعبہ اور دارالندوہ اور جنگی جھنڈے کی حفاظت بنی عبدالدار کے ہاتھ میں رہی۔ اس تنازع کے بنو عبدمناف کا سرگروہ عبدمناف کا سب سے بڑا بیٹا عبدالشمس تھا مگر چونکہ عبدالشمس کا تجارت کی وجہ سے مکہ میں کم قیام رہتا تھا اکثر اوقات شام کیطرف چلا جاتا تھا اس سبب سے بنو عبدمناف کی سرداری اور سقایہ اور رفادہ کا اہتمام ہاشم بن عبدمناف کے سپرد کیا گیا۔ جو قریش میں بہت مالدار اور ذی وجاہت و بااثر تھا اور پردیسیوں اور اجنبیوں کے ساتھ فیاضی کرنے میں مشہور تھا۔ اُس نے قریش کے وہ ٹیکس وصول کرنے شروع کئے جو قصیٰ نے حاجیوں کی امداد کے واسطے اُن پر لگائے تھے۔ اور پھر حاجیوں کی خبرگیری کی خدمت کو بڑی فیاضی و سیرچشمی اور دریادلی سے ادا کیا۔ اور ہر سال تجارتی قافلے باہر کو روانہ کرنے تجویز کئے۔ ایک موسم سرما میں یمن کی طرف اور دوسرا موسم گرما میں شام کی طرف۔ ہاشم سنہ [illegible]ء کی آخر میں انتقال کر گیا۔ اور اُسکی جگہ اُسکے بھائی مطلب کو جو فیاض کے نام سے مشہور ہے سقایہ اور رفادہ کی خدمت ملگئی۔ مطلب سنہ [illegible]ء کی آخر میں مرگیا اور اُسکا بھتیجا عبدالمطلب بن ہاشم جسکو شیبہ بھی کہتے تھے اُسکا جانشین ہوا[1]۔ اسی اثنا میں عبدالدار کے پوتے امیر ہوتے چلے جاتے تھے۔ لوگوں کی نظروں میں بنی ہاشم کی عزت و آبرو و حرمت و وجاہت کو دیکھکر اُنکو حسد و رشک پیدا ہوا اور چاہتے تھے کہ تمام اختیارات اپنے ہی قبضہ میں کرلیں اور مکہ کے حاکم بنجائیں۔ عبدالشمس کا حریص و طامع بیٹا اُمیہ بھی اُنسے ملگیا۔ لیکن باایں ہمہ اپنی خوش ارادی اور نیک چلنی کے باعث اور اس سبب سے کہ تمام قریش اُسکی بڑی قدر و منزلت کرتے تھے عبدالمطلب ۹۵ برس تک مکہ پر حکومت کرتے رہے اور قریش کے دس بڑے قبیلوں کے سردار جو شیوخ کہلاتے تھے اُن سبکی حکومت میں اُنکے مدد و معاون رہے اور اُنکا ہاتھ بٹاتے رہے۔ عبدالمطلب ہی کے زمانہ میں سنہ [illegible]ء میں حبشہ کے ایک بڑی فوج نے ابرہہ کی ماتحتی میں حجاز پر حملہ کیا تھا جسکی مختصر کیفیت یہ ہے کہ جب ابرہہ الاشرم کو بادشاہ حبشہ کی طرف سے یمن کی حکومت بالاستقلال ملگئی تو اُسکے شکریہ میں اُسنے شہر صنعا میں قلیس نام ایک کلیسا تعمیر کیا جسمیں قیمتی پتھروں کی پچیکاری کرائی اور شیشہ آلات سے خوب سجایا اور چاہا کہ عرب کو حج کعبہ سے روکے اور اُسکے طواف کی طرف مائل کرے۔ اسی خیال سے اطراف عرب میں آدمیونکو روانہ کیا جسوقت یہ داعی بنی کنانہ (قریش) کے شہر مکہ میں پہنچا تو عروہ بن عیاض نے اُسے تیر سے ہلاک کر دیا[2]

---

[1] عبدالمطلب کا سنہ ۵۷۹ء میں انتقال ہوگیا۔ زبیر بن عبدالمطلب نے اُنکی جگہ پائی مگر زبیر سے یہ کام نہ چل سکا تو اُنہوں نے اپنے بھائی ابوطالب کو یہ خدمت دیدی اُنہوں نے یہ کام مشکل سمجھکر حضرت عباس کے حوالہ کر دیا (المرتضیٰ) مگر ابن اثیر لکھتا ہے کہ ابوطالب مفلس ہوگئے تھے اُنہوں نے عباس بن عبدالمطلب سے کچھ قرض لیا تھا وہ ادا نہ کرسکے اور اُس قرضہ کی عوض سقایہ اور رفادہ کا منصب عباس کو دیدیا جو بعد میں عباس کی نسل میں جاری رہا۔

[2] بعض مورخین نے لکھا ہے کہ ایک شخص بنی کنانہ کے قبیلہ کا وہاں پہنچا اور اُس کلیسا کا جاروب کش اور فراش مقرر ہوا۔ جب آمد و رفت اُسکی بخوبی اُسمیں ہوگئی تو ایک رات کو اُس نے جا بجا اُس مصفا مکان میں پاخانہ پھرا اور صبح ہوتے بھاگ گیا۔ ابرہہ اس خبر کو سنکر نہایت غضبناک ہوا اور جانا کہ عرب کے رہنے والے لوگ جو کعبہ کے حج کے مائل ہیں اس مکان سے عداوت رکھتے ہیں اور جبتک کعبہ مسمار نہ ہوگا اس مکان کی بزرگی شایع نہ ہوگی۔ ابرہہ اس ارادہ میں تھا کہ ناگاہ ایک قافلہ عرب کا کہ حرم کے رہنے والے لوگ اُس میں تھے رات کو اُس مکان کے پاس شب باش ہوا دو گھڑی رات رہے جو قافلہ والوں نے آگ روشن کی تیز ہوا چل رہی تھی اتفاقاً آگ اُڑ کر اُس کلیسا کے اسباب سامان میں جا لگی اور کل سامان جلکر خاک سیاہ ہوگیا۔ یہ حال دیکھکر وہ سب عرب بھاگ گئے چونکہ یہ سب نقصان بھی اس عرب کے سبب سے ہوا تھا۔ ابرہہ نے یمن سے ہاتھیوں کا لشکر اور بیشمار فوج لیکر مکہ پر چڑھائی کی (حقائق الاخبار دکن ا)

ابرہہ کو جب یہ خبر پہنچی تو نہایت برافروختہ ہوا اور اُسیوقت ایک جرار اور کثیر فوج لیکر مع ہاتھیوں کے مکہ کیطرف اس غرض سے روانہ ہوا کہ کعبہ کو منہدم کردے اور بنی کنانہ (قریش) کو قتل کرڈالے ۔ اور مکہ سے ایک منزل کے فاصلہ پر مقام مغمس پر قیام کرکے ایک دستہ سواروں کا اسود بن مقصود کی ماتحتی میں بھیجا کہ اونٹ وغیرہ باربرداری کیلئے اور کچھ آدمی و اسباب وغیرہ کے اُٹھانے اور لادنے کے لئے گرفتار کرلاوے ۔ پس اسود اہل مکہ کے کچھ مویشی اور اونٹ جس میں دوسو اونٹ عبدالمطلب کے بھی تھے پکڑ لایا عبدالمطلب ان دنوں قریش کے سردار مکہ کے سربرآوردہ آدمیوں میں تھے ۔ مقابلہ کی طاقت نہ دیکھ کر خاموش ہو رہے ۔ دوسرے دن ابرہہ نے پیغام بھیجا کہ اگر اہل مکہ انہدام کعبہ سے کچھ چون وچرا کریں تو لڑائی پر آمادہ ہوجائیں ۔ عبدالمطلب نے یہ سنکر کہا کہ خدا کی قسم ہے ہم اس سے لڑائی کا ارادہ نہیں رکھتے ۔ یہ اللہ کا گھر ہے پس اگر خدا اُسکو روکے تو یہ اُسکا گھر ہے اور اگر وہ اُس سے کچھ تعرض نہ کرے تو ہم اُسکو دور نہیں کرسکتے ۔ اور چند رؤسائے قریش کو ساتھ لیکر ابرہہ کے پاس گئے ۔ ابرہہ بڑے تپاک سے پیش آیا تخت سے اُتر کر انکے ساتھ فرش پر بیٹھا ۔ اثنائے کلام میں عبدالمطلب نے اپنے اونٹوں کی رہائی کی سفارش کی ابرہہ نے متعجب ہوکر کہا بڑے تعجب کی بات ہے کہ کعبہ کے بارے میں تمنے مجھ سے کچھ التجا نہ کی یہ تو تمہارے باپ دادا اجداد کا مذہبی مکان ہے اور اونٹوں کا سوال کیا ۔

عبدالمطلب نے جوابدیا میں اونٹوں کا مالک ہوں اونٹوں کو مانگتا ہوں اور اس گھر کا بھی ایک مالک ہے وہ غالباً روکیگا ۔ ابرہہ نے یہ سنکر تھوڑی دیر تک سکوت کیا ۔ اور بلاتامل عبدالمطلب کے اونٹ واپس کردیے +

علامہ طبری لکھتے ہیں کہ اکثر مورخین کا یہ خیال ہے کہ ابرہہ سے یہ درخواست کی تھی کہ تہامہ کی ثلث آمدنی خراج میں دیجائیگی بشرطیکہ کعبہ منہدم نہ کیا جائے ۔ لیکن جب ابرہہ نے اس سے انکار کیا تو عبدالمطلب مع اپنے ہمراہیوں کے واپس آئے اور قریش اور کل اہل مکہ کو ہدایت کی کہ مکہ چھوڑ کر پہاڑوں پر چلے جائیں اور خود وقت روانگی خانہ کعبہ کا دروازہ پکڑ کر کھڑے ہوگئے اُسوقت اُنکے پاس قریش کے چند منتخب آدمی موجود تھے اور سب گڑگڑا کر دعائیں کررہے تھے ۔ بعد اسکے عبدالمطلب معہ اپنے ہمراہیوں کے پہاڑ پر چڑھ گئے اور ابرہہ کعبہ کو گرانے کی غرض سے مکہ کیطرف بڑھا ۔ اللہ جل شانہ نے اُنپر پرندوں کا ایک جھنڈ دریا سے بھیجا جو اُس ناہنجار لشکر پر کنکریاں برسانے لگا ۔ جسپر وہ کنکر پڑجاتا تھا وہ اُسی مقام پر رہجاتا تھا ۔ اور مقام تجر میں اُنکے اجسام پر چیچک کے سے دانے بھی نکل آئے تھے ۔ جس سے اکثر ہلاک ہوگئے ابرہہ کے بدن پر بھی چند دانے نکل آئے جسکی وجہ سے اُسکے کل اعضاء یکے بعد دیگرے کٹ کٹ کر گرگئے ۔ جب لشکر کا یہ حال ہوا تو ہاتھیوں کو آگے کیا جو ہاتھی آگے بڑھایا جاتا تھا وہ بجائے آگے بڑھنے کے پیچھے کو ہٹتا تھا ۔ آخر الامر ہاتھیوں کے اجسام پر بھی چیچک کی طرح دانے نکل آئے اور وہ سب مرگئے ۔ تب اللہ جل شانہ نے ایک سیل بھیجا جو ان سب کو دریا میں بہا لیگیا ۔ یہ واقعہ ۵۷۰ء کا ہے اور اسی واقعہ کی یادگار میں یہ سال عام الفیل کہلاتا ہے +

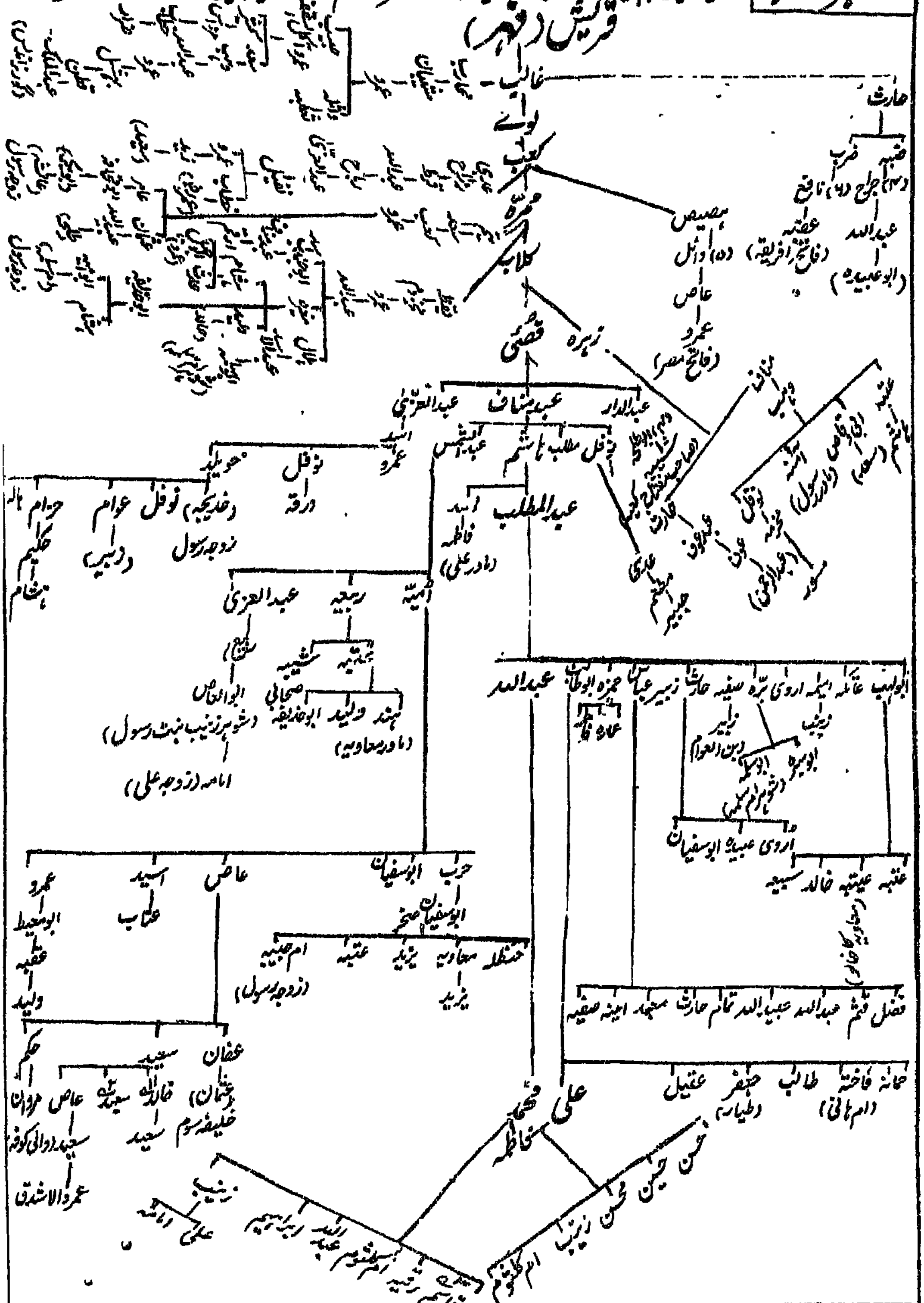
سید امیر علی لکھتے ہیں کہ چونکہ ابرہہ مکہ پر چڑھائی کرنے کے وقت ایک ہاتھی پر سوار تھا (جسکا نام محمود تھا) اور یہ جانور عربوں نے پہلے کبھی نہیں دیکھا تھا اس سبب سے اس سال کا نام عام الفیل کہا گیا وہ لکھتے ہیں کہ یہ حملہ آور فوج کچھ تو وبا کے نمودار ہوجانے سے اور کچھ مینہ اور اولوں کے خوفناک طوفان سے تباہ و برباد ہوگئی ۔ جسجگہ اُنکے خیمے ڈیرے لگے تھے وہاں پانی نے اپنا قیام کرکے اُنکا کوچ نقارہ بجادیا +

عبدالمطلب کے سب سے چھوٹے بیٹے عبداللہ تھے جن کی پشت سے اسی عام الفیل میں نور محمدی نے ظہور کیا یعنے محمد مصطفےٰ صلعم پیدا ہوئے

۱؎ ابرہہ کے بعد ۵۷۰ء میں اُسکا بیٹا یکسوم اور یکسوم کے بعد یحیوم کا بھائی مسروق یمن کا بادشاہ ہوا ۔ ان دونوں نے حد سے زیادہ ظلم وستم رعایا پر کیا پس سیف بن ذی یزن حمیری نوشیروان کے پاس جاکر اپنے ساتھ مدد لایا اور مسروق کو قتل کرکے اپنے آبائی تخت پر بیٹھ گیا +

(۷) شجرہ نسب

ذیل میں ہم ایک شجرہ درج کرتے ہیں جس سے آنحضرت صلعم اور تمام مشاہیر قریش کے نسب کی کیفیت واضح ہوگی



نوٹ (۱) اس شجرہ میں جس جگہ نام کے ساتھ قوسین میں ہندسہ ہے وہاں بغیر مشہور شیتیں چھوڑ کر پشت کا نمبر مراد ہے مثلاً (۳) سے پوتا اور (۴) سے پڑپوتا مراد ہے۔ (۲) بنو عبدالشمس اور بنو ہاشم حکومت اور ریاست عبدمناف کی باہم تقسیم کئے ہوئے تھے اور بنو مطلب بنی ہاشم کے اور بنو نوفل بنو عبدالشمس کے احلاف یعنی طرفداروں میں تھے ابوجہل حضرت عمر کا ماموں تھا عمرو بن عبد ود لوسے کی نسل سے تھا امام شافعی مطلب کی نسل سے

۔۔ جنگ بدر ہو کر میں مارا گیا ۔۔ جنگ طائف میں شہید ہوئے جن کو طیب طاہر بھی کہتے ہیں

باب اول حضرت محمد مصطفےٰؐ

فصل اول پیدائش سے بعثت تک

(۱) ولادت | آنحضرت صلعم ۱۲ ربیع الاول عام الفیل سنہ ۴۲ جلوس نوشیروان عادل مطابق ۲۹ اگست ۵۷۰ء کو اس دنیا میں تشریف لائے

لہ یعنی جس سال ابرہہ نے کعبہ پر حملہ کیا ہے۔ ۵۷۰ء ابن اثیر اور اکثر دیگر مورخین اسلام نے آپ کا سنہ ولادت ۴۲ جلوس نوشیروانی قرار دیا ہے۔ مگر کاسن ڈی پرسول فرنگی مورخ نے اپنی تاریخ میں قوی وجوہ سے ثابت کیا ہے کہ آپ کا صحیح سنہ ولادت ۴۰ جلوس نوشیروانی ہے اور حساب لگا کر لکھا ہے کہ ۲۹ اگست ۵۷۰ء کو ۱۲ ربیع الاول سنہ اول عام الفیل تھا۔ صاحب حیات القلوب (ج ۲ صفحہ ۴۴) لکھتے ہیں علمائے امامیہ کا اکثر اجماع اور اتفاق ہے کہ آپ ۱۷ ربیع الاول یوم جمعہ کو بوقت شب یا بوقت صبح صادق شعب ابو طالب میں پیدا ہوئے۔ اسوقت نوشیرواں کو ایران میں سلطنت کرتے ہوئے بیالیسواں سال تھا" رسول اللہ ابرہہ کے حملہ کے ۵۰ یا ۵۵ دن بعد اور بروایتی اسی روز پیدا ہوئے تھے (حیات القلوب ج ۲ صفحہ ۴۵) روم میں قیصر جسٹنین نوشیروان کا ہمعصر تھا۔

سلہ مسلمان مورخ واہل سیر لکھتے ہیں کہ آپکی پیدائش کے وقت اکثر امور تعجب انگیز ظہور میں آئے۔ آپکی والدہ ماجدہ کو بار حمل سے کسی قسم کی تکلیف جو عورتوں کو پیش آتی ہے نہیں ہوئی۔ پیدا ہوئے تو ایک نور ظاہر ہوا جس سے اطراف کے ملک روشن ہوگئے سر آسمان کی طرف اٹھا کر فرمایا اللہ اکبر لا الہ الا اللہ انا رسول اللہ۔ پیدائش کے وقت زمین و آسمان کانپے۔ جھیل ساوہ جسکی پرستش ہوتی تہی اور کاشان کے قریب ہے خشک ہوگئی۔ وادی سماوہ میں جو شام میں ہے اور ہزار سال سے خشک پڑا تہا پانی جاری ہوگیا۔ دجلہ میں اسقدر طغیانی ہوئی کہ اسکا پانی نواح کے علاقوں میں اور محل کسریٰ میں پہیلگیا۔ کسریٰ کے دیوان میں ایسا زلزلہ آیا کہ ۱۴ کنگرے اسکے گر پڑے۔ اور طاق کسریٰ بیچ میں سے دو ہوگیا۔ اسی رات کو فارس کے موبد موبدان نے خواب میں دیکھا کہ تند و سرکش وحشی اونٹ اور عربی گہوڑوں کو دریائے دجلہ سے گذار کر بلاد فارس میں متفرق کرتے ہیں۔ اس نے یہ خواب بادشاہ سے ذکر کیا۔ نوشیرواں نے ایک قاصد نعمان ابن منذر کے پاس بہیجا جو اس کی طرف سے حیرہ میں گورنری کرتا تہا۔ کہ کسی ایسے عقلمند کو ہمارے پاس بہیجو جو ہماری بعض باتوں کا جواب دے۔ نعمان نے عبد المسیح بن عمر الغسانی کو بہیجدیا۔ نوشیرواں نے اس سے ان واقعات کو بیان کیا۔ عبد المسیح نے کہا کہ شام میں میرا ماموں سطیح کاہن بڑا عالم ہے وہ ان باتوں کا جواب دیسکتا ہے۔ در روضۃ الاحباب جلد اول صفحہ سیرۃ الحلبیہ جلد اول صفحہ ۳۸۔ حیات القلوب جلد دوم صفحہ ۵۱ اور دیگر کتب سیر میں لکھا ہے کہ سطیح کے بدن میں مفاصل نہ تھے اور اس لئے اٹھ بیٹھ نہ سکتا تہا۔ مگر غصہ کے وقت اٹھ بیٹھتا تھا۔ اسکے بدن میں سوائے کہوپری کے کوئی ہڈی نہ تہی۔ سر و گردن نہ تھے منہ سینہ میں تہا۔ جابیہ میں رہتا تھا۔ جب کبھی کہیں لیجانا چاہتے تھے مثل گٹھڑی کے باندھ لیتے تھے کہ وہ کہانت (غیب کی خبریں بیان) کرے تو اسے خوب جھنجوڑتے تھے وہ اوندہا ہوجاتا اور غیب کی خبریں دیتا تہا۔ اسوقت اسکی عمر بروایت روضۃ الاحباب ۴ سو سال اور بروایت حیات القلوب ۹ سو سال کی تہی۔ پس نوشیرواں نے عبد المسیح کو سطیح کے پاس بہیجا۔ عبد المسیح نے اس سے ان باتوں کا جواب پوچہنا چاہا تو سطیح حالت احتضار میں تہا۔ تاہم بغیر عبد المسیح کے کہے اس نے تمام واقعات بیان کردیئے۔ اور یہ کہا کہ نوشیرواں کی نسل سے ۱۴ مرد و زن حکمرانی کرکے ملک دوسروں میں منتقل ہوجائیگا۔ سطیح نے انتقال کیا۔

اسی رات کو آتش پرستوں کا آتشکدہ جو ہزار برس سے متواتر روشن تھا یکایک بجھ گیا۔ اور تمام دنیا کے بت سرنگوں ہوگئے۔ شیطان اور اس کی اولاد کا آسمان پر جانا بالکل بند ہوگیا۔ حضرت عیسےٰ کی پیدائش کے وقت تین آسمانوں سے بندی ہوئی تہی۔ آنحضرت کی پیدائش کے وقت بقیہ چار آسمانوں سے بہی بندی ہوگئی (روضۃ الاحباب سیرۃ الحلبیہ جلد اول صفحہ ۷۶۔ حیاۃ القلوب جلد دوم صفحہ ۴۶ وغیرہ)۔

عہ دونوں مصنفوں [illegible] اسکی پیدائش بند عمر [illegible] کے مورخ پر [illegible] عمر کا اختلاف [illegible]

[illegible]

آپ نجیب الطرفین اور قریش کے شجاع اور نامی قبیلہ سے تھے جسکی دو بھائیوں ہاشم اور عبد الشمس ۱؎ سے دو شاخیں ہوگئی تھیں - ہاشم جو آنحضرت کے جد اعلے تھے شہر مکہ کے بڑے ہی خیر خواہ تھے - یہ شہر بنجر اور پتھریلے علاقہ میں واقع ہے اور زمانہ سابق میں یہاں اکثر قحط پڑا رہتا تھا - چھٹی صدی مسیحی کے شروع میں ہاشم نے سال میں دو قافلے قائم کئے ایک جاڑے کے موسم میں یمن کی طرف اور دوسرا ایام گرما میں شام کیطرف جاتا تھا - اس وسیلہ سے رسد وغیرہ کثرت سے مکہ میں لائی جانے لگی - علاوہ ازیں گوناگوں اسباب تجارت بھی آنے لگا - اور یہ شہر تجارت کا مرکز بنگیا - قوم قریش کے لوگ اس تجارت کے کام میں مصروف ہوکر مالدار اور صاحب اقتدار ہوگئے - ایک تو یہ امر اُنکے اعزاز و اکرام کا باعث ہوا دوسرے موروثی طور پر کعبہ کے متولی ہونے کی حیثیت سے انکو بہت کچھ اعزاز ظاہری اور حقوق حاصل تھے - پس یہ شہر مکہ کے سردار سمجھے جاتے تھے - ہاشم کے انتقال کے بعد اُنکے بیٹے عبد المطلب جانشین ہوئے اور وہی عزت و حقوق ورثہ میں پائے - عبد المطلب کے تیرہ ۱۳ بیٹے اور کئی بیٹیاں تھیں اُنمیں سے سب سے چھوٹے عبد اللہ کی شادی آمنہ بنت وہب بن مناف سے ہوئی - اس مناکحت کے اکلوتے ثمر حضرت محمد مصطفے تھے - پیدایش کے ساتویں روز آپکے جد امجد حضرت عبد المطلب نے تمام سرداران قریش کی دعوت کی اور اُس بچہ کو سب کے سامنے لاکر کہا کہ یہ لڑکا فخر خاندان اور ممدوح خلائق ہوگا - اور اسلئے آپ کا نام محمد یعنی سراہا ہوا رکھا

(۲) ایام طفولیت بروایتے آپ کے پیدا ہونے سے پہلے اور بروایتے آپ دو ماہ کے بھی نہ ہونے پائے تھے کہ آپکے والد عبد اللہ کا انتقال ہوگیا ۲؎ - اور سوائے پانچ اونٹ اور چند بھیڑوں اور ایک حبشی کنیز مساۃ ام ایمن (برکت) کے اور کچھ ورثہ نہ چھوڑا - حضرت آمنہ کو حضرت عبد اللہ کی وفات کا اتنا صدمہ ہوا کہ دودھ خشک ہوگیا - چونکہ مکہ کی آب و ہوا بچوں کے واسطے چنداں موافق نہ تھی اسواسطے نواح کی بدو عورتوں میں سے دودھ پلانے کے واسطے تلاش کی گئی - انا کے دستیاب ہوتے تک ابولہب کی کنیزک ثوبیہ نے آنحضرت کو تین چار مہینہ تک دودھ پلایا ۳؎ - اقوام بدو کی عادت تھی کہ سال میں دو مرتبہ موسم بہار اور موسم خزاں میں دودھ پلانے اور بچے پالنے کی نوکری کی تلاش میں مکہ میں آیا کرتی تھیں آخر حلیمہ سعدیہ ۴؎ کے نصیبہ نے زور کیا اور وہ آپ کو اپنے گھر لیگئیں - اور آپ حلیمہ کے پاس پرورش پانے لگے ۵؎ آپ میں نمو کی قوت اپنے سن کے اعتبار سے بہت زیادہ تھی - جب تین مہینے کے ہوئے

۱؎ کارہائے نمایاں اور خدمات لائقہ کے سبب سے خانہ کعبہ کی خدمت بنی ہاشم میں موروثی ہوگئی تھی اس سبب سے بنی عبد شمس یعنی بنی اُمیہ میں بنی ہاشم کی طرف سے نہایت اضطراب و رشک پیدا ہوگیا تھا مورخین و اہل سیر نے بنی ہاشم اور بنی اُمیہ میں دشمنی ہونے کی یہ وجہ لکھی ہے کہ ہاشم اور عبد شمس توام پیدا ہوئے تھے دونوں کی پیشانیاں جوڑی ہوئی تھیں - جو کسیطرح جدا نہ ہوسکیں - آخر تلوار سے جدا کی گئیں - عقلا عرب میں سے کسیکو خبر ہوئی تو اُس نے کہا تلوار کے سوا کسی اور چیز سے جدا کرنا چاہیئے تھا - اب ہمیشہ ان دونوں کی اولاد میں عداوت رہیگی اور تلوار چلتی رہے گی - چنانچہ ایسا ہی ہوا - (روضۃ الاحباب جلد اول صفحہ ۳۴ طبری جلد دوم صفحہ ۱۸۰ میں ہے کہ ایک دوسرے کی انگلیاں ایک دوسرے کی پیشانی سے چپکی ہوئی تھیں - ۲؎ انکی وفات ۲۵ برس کی عمر میں بحالت سفر مدینہ میں ہوئی ۳؎ اسی ثوبیہ نے حمزہ بن عبد المطلب - ابوسلمہ مخزومی اور عبد اللہ بن جحش اسدی کو دودھ پلایا تھا - روضۃ الاحباب جلد اول صفحہ ۵۸ حیاۃ القلوب جلد ۲ صفحہ ۶۲ ۴؎ قبیلہ بنی سعد قحطان کی نسل سے ہیں اُنکی سکونت اُن پہاڑوں کے دروں میں ہے جن کا سلسلہ طائف سے جنوب کی طرف چلا گیا ہے ۵؎ مسلمان مورخ و اہل سیر لکھتے ہیں کہ جبتک آنحضرت حلیمہ کے گھر میں رہے حلیمہ کو برابر ترقی رہی اُنکے علاقہ کے کنوئیں اور چشمے کبھی خشک نہ ہوئے - چراگاہ ہمیشہ سرسبز و شاداب رہی - اُن کے بکریوں کے گلہ میں بڑی افزایش ہوئی اُنکی زراعت میں خوب پیداوار ہوئی اور اُنکے مکان میں برابر امن و امان رہا -

تو کھڑے ہونے لگے سات مہینے کے ہوئے تو چلنے لگے اور دس مہینہ کی عمر میں لڑکوں کے ساتھ تیر کمان لئے پھرتے تھے - آٹھویں مہینہ ایسا بولنے لگے کہ لوگوں کی سمجھ میں آنے لگا - اور نویں مہینے ایسی فصاحت سے کلام اور ایسی عقل کی باتیں کرنے لگے کہ سننے والوں کو تعجب ہوتا تھا - (ایرونگ)

تین برس کی عمر[1] ایک دن اپنے رضاعی بھائی مسرور کے ساتھ میدان میں تھے کہ دو فرشتے براق لباس پہنے ہوئے نمودار ہوئے فرشتوں نے آپکو زمین پر لٹایا اور ایک نے جس کا نام جبرئیل تھا آپ کا سینہ چاک کیا[1] - مگر اس سے آپ کو تکلیف نہیں ہوئی آپ کا دل نکالکر صاف کیا اور اس سے وہ سیاہ خون دور کیا جو اصل عصیان کی بنیاد ہے جب اسکو صاف کر چکے تو اسمیں نور ایمان اور علم اور نور رسالت بھر کر سینہ میں رکھکر برابر کر دیا - اب آپکے چہرۂ مبارک سے وہ نور چمکنے لگا جو حضرت آدم کے وقت سے برابر حضرت اسمعیل تک چلا آیا تھا اور بعد اسمعیل کنز مخفیہ کے طور پر ودیعت چلا آتا تھا اور ظاہر نہوا تھا - وہی نور اب زیادہ چمک کے ساتھ نمودار ہوا[2] ؛

جب اس واقعہ کی خبر حلیمہ اور انکے شوہر کو ملی انہوں نے پری یا جن کا سایہ سمجھکر اندیشہ کیا اور آپ کو آپکی والدہ ماجدہ حضرت آمنہ کے پاس پہنچا دیا (ایرونگ صفحہ ۱۵ روضۃ الاحباب ج ۱ صہ ۹۶)

حیات القلوب صفحہ ۲۳ اور اکثر کتب میں لکھا ہے کہ حلیمہ نے آنحضرت کو پانچ برس تک اپنے پاس رکھا دو برس کے بعد وہ آمنہ کے پاس لیگئی تھیں پھر کچھ سنکر آمنہ کو راضی کر لیا تھا - لیکن کبتک دوسرے کے بچے کو اپنے پاس رکھ سکتی تھی آخر مکہ میں پہنچا گئی - اور یہاں آپ کی حضانت عبداللہ کی کنیز ام ایمن کے متعلق ہوئی جو آپ کو ترکہ پدری میں ملی تھی تھوڑے دنوں کے بعد حضرت آمنہ کسی اہل قرابت سے ملنے آپ کو لیکر مدینہ گئیں وہاں ایک مہینہ قیام کیا جب وہاں سے واپس ہوئیں تو راہ میں ابوا[3] کے مقام پر انتقال فرمایا - اور وہیں دفن ہوئیں آپکی خادمہ ام ایمن آپ کو لیکر مکہ میں آئیں اسوقت حضرت کی عمر کا چھٹا سال ختم ہوا تھا - (روضۃ الاحباب صہ ۶)

آپکی حضانت بدستور ام ایمن سے متعلق رہی مگر حضرت کے دادا عبدالمطلب جو مکہ کے متولی تھے ہر طرح سے نگرانی رکھتے اور اپنی تمام اولاد سے زیادہ چاہتے تھے ؛

ڈیون پورٹ لکھتا ہے کہ اسی وقت سے آنحضرت کی دانشمند اور متجسس طبیعت کا اظہار شروع ہوا وہ تنہائی اور مراقبہ کی حالت میں ۔۔۔ پسند کرتے تھے یہانتک کہ جب آپکے ہمجولی ساتھ کھیلنے کو کہتے تو فرماتے کہ انسان بیہودہ اور لغو مشغلوں کے لئے نہیں پیدا ہوا ہے جب آنحضرت کو آٹھواں سال شروع ہوا - تو عبدالمطلب بھی ایک سو دس یا ایک سو بیس سال کی عمر میں رحلت کر گئے اور آنحضرت کے سب سے بڑے اور حقیقی چچا ابوطالب نے جو اپنے باپ کے بعد خانہ کعبہ کے محافظ و متولی ہوئے تھے - آنحضرت کی پدر[4] اختیار کی اور پھر تا حیات ابوطالب آنحضرت انہیں کے ساتھ رہے تاریخ خمیس و روضۃ الاحباب میں لکھا ہے کہ اسی سال نوشیروان عادل اور حاتم طائی[5] کا انتقال ہوا ؛

بعض مورخین نے لکھا ہے کہ جب وقت وفات عبدالمطلب کا قریب پہنچا تو انہوں نے آنحضرت کو سینہ سے لگایا اور گریاں ہوئے اور اپنے فرزند ابوطالب کی طرف متوجہ ہوکر فرمایا - اے ابوطالب یہ تیرے حقیقی بھائی کا بیٹا ہے - اس دریگانہ کی حفاظت

---

[1] اس روایت کو اکثر علمائے شیعہ نے غلط بتا دیا ہے وہ کہتے ہیں کہ حضرت ابتدا ہی سے پاک پاکیزہ اور معصوم پیدا ہوئے تھے مگر علامہ مجلسی حیات القلوب میں لکھتے ہیں کہ اس روایت کے انکار میں کوئی حدیث نظر سے نہیں گذری اگرچہ صریحًا احادیث معتبرۂ شیعہ میں وارد بھی نہیں ہے - پس اس معاملہ کو احتمال پر چھوڑ دینا چاہیئے [2] اس موقعہ پر آپکے دونوں شانوں کے بیچ میں مہر نبوت بھی لگائی گئی تھی جو کافروں کی نگاہ میں کبوتر کے انڈے کی برابر مثل مسّے کے معلوم ہوتی تھی اور جو بعد انتقال آنحضرت غائب ہوگئی (ایرونگ) [3] مکہ اور مدینہ کے درمیان واقع ہے [4] ایرونگ [5] حاتم نصرانی شاعر فیاضی میں ضرب المثل ہے ۔۔۔ کی بیٹی کے نام پر ابوسفانہ تھی ؛

کرنا اپنا لخت جگر اور نور نظر سمجھنا اُسکے تفقد و خبر گیری میں کوتاہی نکرنا اور دست و زبان اور جان و مال سے اسکی اعانت کرتے رہنا"۔ پس ابو طالب رات دن صبح شام کسیوقت آنحضرت کو اپنے سے جدا نہونے دیتے تھے۔ اپنے پہلو میں آپ کو لٹاتے بہ نفس نفیس ضروریات کے متکفل ہوتے کہانے پینے پہننے اور جملہ آسایش و آرام کے اسباب میں انہو اور اپنے اہل و عیال پر مقدم رکھتے اور کفار قریش اور اشرار یہود سے کہ درپے حضرت کی ایذا و آزار کے رہتے تھے حراست و نگہبانی فرماتے اور اپنے مال اور جاہ کو جو وہ قریش میں رکھتے تھے۔ آپ کی نصرت میں کام میں لاتے۔ غرض آپ حفظ و حمایت ابو طالب میں پرورش پاتے رہے اور فاطمہ بنت اسد مادر علی مرتضیٰ کا بھی یہ حال تھا کہ ماں سے زیادہ حضرت کا خیال رکھتی تھیں۔ رسول اللہ بھی اُنکو مثل اپنی حقیقی ماں کے سمجھتے رہے[1] (تہذیب المتین۔ روضۃ الاحباب)

حضرت ابو طالب عبد المطلب کے سب سے بڑے صاحبزادے تھے۔ (ایرونگ ص ۱۶) انکو علاوہ اُس بزرگی کے جو خانہ کعبہ کی حفاظت کے سبب اُنکو حاصل تھی قوم قریش کے تاجروں میں سے تھے اور اُس قافلہ کے ساتھ جو آپ کے جد امجد ہاشم نے جاری کیا تھا اور جو ملک شام اور یمن میں تجارت کرتا تھا بڑی کوشاں رہے (ایرونگ ص ۲۱)

آنحضرت کا سن مبارک بروایت طبری و ابن اثیر ۹ سال کا ہوا اور بروایت ابو الفدا و ابن خلدون تیرہواں سال ہوگا کہ ابو طالب نے سفر شام کا ارادہ کیا اور آنحضرت کو اپنے بچوں کے ساتھ مکہ میں چھوڑا۔ ابو طالب اونٹ پر سوار ہونے کو تھے کہ آپ آکر اُن سے چمٹ گئے اور چلائے کہ اے چچا ہمکو اپنے ہمراہ لیتے چلیے۔ ابو طالب کا دل بھر آیا اور اپنے یتیم بھتیجے کو اپنے ہمراہ سفر تجارت میں لیتے گئے[2]۔ قافلہ قریہ کفر پر کہ جہاں سے شہر بصریٰ[3] جو شام کی سرحد پر ہے ۶ میل کے فاصلہ پر ہے پہنچکر نسطوری راہبوں کے معبد کے پاس قیام کیا۔ راہبوں نے آنحضرت اور ابو طالب کی بڑی خاطرداری کی اُنمیں سے ایک نے جسکا نام جرجیس کنیت ابو عداس اور لقب بحیرا راہب تھا۔ آپ کے چہرۂ مبارک سے آثار عظمت و جلالت اور اعلےٰ درجہ کے کمالات عقلی اور محامد اخلاق نمایاں دیکھکر اور اُن صفات سے موصوف پاکر جو اُس نے توریت اور انجیل اور دیگر کتب سماویہ میں پڑھی تھیں پہچان لیا کہ یہی پیغمبر آخر الزماں ہیں۔ خصوصًا جب اُس نے لکۂ ابر سر پر سایہ کیے ہوئے اور مہر نبوت شانوں کے درمیان دیکھی تو اُسکا گمان یقین سے مبدل ہوگیا۔ اور مہر نبوت پر بوسہ دیکر حضرت کی نبوت کی تصدیق کی۔ اور چلتے ہوئے ابو طالب سے کہا کہ اس لڑکے کا دین تمام عرب و عجم میں پھیلیگا اور دنیا کے بہت سے حصہ کا مالک ہوگا۔ اپنی ملک کا آزاد کنندہ اور اپنے اہل وطن کا نجات دہندہ ہوگا۔ اسکی بڑی حفاظت رکھنا خوف و خطر اور شر اعدا سے بچانا یہودیوں کے ہاتھ نہ پڑ جائے۔ اسلیئے شام کو جانا مناسب نہیں ہے۔ پس اُس راہب کے مشورہ سے ابو طالب نے تمام اسباب بصریٰ ہی میں نفع کے ساتھ فروخت کیا اور مکہ[4] واپس آگئے۔ (ابن اثیر۔ طبری۔ ابن خلدون۔ ابو الفدا۔ روضۃ الاحباب ج ۱ ص ۱۰۷ تفریح الاذکیا۔ تنقید الکلام ص ۱۴۱۔ ابن ہشام۔ ایرونگ ص ۲۴)

[1] نور الابصار وغیرہ میں لکھا ہے کہ جب فاطمہ بنت اسد کا انتقال ہوا تو آنحضرت نے اپنے قمیص کا کفن دیا خود قبر کھودنے میں شریک ہوئے اور مٹی نکالی۔ پہلے خود اُسمیں لیٹے اور اُنکے لئے دعائے مغفرت کی۔ جب اس تمام توجہ کا سبب پوچھا گیا تو فرمایا کہ ابو طالب کے بعد مخلوق خدا میں سے کسی نے میرے ساتھ اس سے زیادہ سلوک اور احسان نہیں کیا۔ [2] اس سفر میں آپ کے کئی معجزے دیکھے گئے ایک دفعہ جب دوپہر کی گرمی میں صحرا میں سے گذر رہے تھے ایک فرشتے نے آنحضرت پر اپنے پروں کا سایہ کیا اور بعد میں ایک ابر کا ٹکڑا آپکے سر پر ہمیشہ سایہ کرتا دکھائی دیتا تھا۔ اور ایک خشک درخت کے نیچے جو آپ کھڑے ہوئے تو وہ شاداب ہوگیا اور آپکے سر پر اُسکا سایہ ہوا۔ [3] بصریٰ بڑی تجارت گاہ تھی ہر سال قافلے یہاں آتے تھے اس علاقہ میں نسطوری عیسائی رہتے تھے۔ [4] اس کے بعد ایک دفعہ جب آپ کی عمر ۱۷ برس کی تھی ابو طالب کی اجازت سے اپنے چچا زبیر یا عباس کے ساتھ ایک قافلہ کے ہمراہ یمن کو گئے تھے۔ روضۃ الاحباب ج ۱ ص ۱۲۳

(٣٣) **حضرت کی نوجوانی** تھوڑے عرصہ کے بعد فجار[1] کی لڑائیاں شروع ہوگئیں اور رک رک کر ۹ برس تک ہوتی رہیں یہ لڑائی بنی کنانہ اور بنی ہوازن میں ہوئی تھی اور قریش بنی کنانہ کے معاون تھے۔ انہیں سے دو لڑائیوں میں حضور صلعم اگرچہ اسوقت ۱۴ یا ۱۵ برس سے زیادہ نہ تھے اپنے چچا زبیر کو تیر وغیرہ دینے میں مدد دیتے تھے اور دشمن کے تیروں سے بچاتے رہے یہ پہلا معرکہ تھا جس میں آپ نے ہتیار باندہے۔ مگر خود نہیں لڑے (ایرونگ صفحہ ٢٦ - ابن ہشام - ابوالفدا - طبری)۔

جب آنحضرت کی عمر اور زیادہ ہوگئی تو لوگ اُن تجارتی قافلوں میں جو شام و یمن کی تجارت کو جاتے تجارتی گماشتہ بنانے لگے۔ حضرت نے یہ کام ایسی خوش اسلوبی سے سرانجام دیا کہ آپکی استعداد و لیاقت بخوبی ظاہر ہونے لگی۔ اور آپ کے خلق اور محبت اور وفا شعاری اور دیانتداری اور راست گوئی اور بے عیب کردار و رفتار سے آپکے اہل وطن میں آپ کا لقب امین ہوگیا۔ اور چونکہ ان تمام اخلاق کے ساتھ تمام مکہ میں شہرت ہوگئی تھی کہ محمدؐ نے کبھی جھوٹ نہیں بولا۔ اور امانت میں خیانت نہیں کی۔ کسی عورت کی طرف نظر بد سے نہیں دیکھا نہ کسیکی غیبت کی نہ کسی سے ترش رو ہوکر گفتگو کی۔ تمام مکہ آپ کا مداح تھا ہر شخص آپکے ساتھ ایک خاص عقیدت رکھنے لگا بوڑھے بوڑھے آپ کا لحاظ کرتے تھے (عباسی)

(٣٤) **حضرت کی تزویج جناب خدیجہ کے ساتھ**۔ اس زمانہ میں شہر مکہ میں ایک شریف متمول عورت قبیلہ قریش سے تہیں جن کا نام خدیجہ بنت خویلد تھا اُنکے دو نکاح ہوچکے تھے اُنکے آخری شوہر نے کہ بڑا مالدار تھا انتقال کیا تو اُنکے خانگی اُمور کی انجام دہی کے واسطے کارندہ درکار ہوا۔ ابو طالب نے صلاح دی کہ آپ خدیجہ کا مال باہر لیجایا کریں اور خدیجہ کے ایک رشتہ دار خزیمہ بن حکیم کی سفارش سے جو آنحضرت کے بڑے دوست تھے خدیجہ نے خود اوروں سے دُگنا مشاہرہ دینا منظور کرکے اپنی طرف سے حضرت سے درخواست کی۔ حضرت نے منظور کرلیا اور خدیجہ کے مال کے مہتمم ہوکر شام کی طرف روانہ ہوئے یہ سفر بروایتے آپکی عمر کے بیسویں برس اور بروایتے پچیسویں برس ہوا۔ حضرت کے ساتھ خدیجہ کا غلام میسرہ اور اُنکا رشتہ دار خزیمہ بن حکیم بھی تہا۔ اور ایک روایت سے حضرت ابوبکر کا بھی جو آنحضرت سے دو برس چھوٹے تھے اس قافلہ میں ہونا پایا جاتا ہے۔ اس سفر میں نسطورا راہب سے ملاقات ہوئی جو بحیرا کے انتقال پر اُسکی جگہ مقرر ہوا تھا۔ اِسنے بھی بحیرا راہب کیطرح آنحضرت کو پیغمبر آخر الزماں بتا دیا۔ جس سے آنحضرت کی عظمت سب کے دلوں میں زیادہ ہوگئی۔ اور دیکھی دفعہ بصری سے قافلہ مال تجارت بہت سے منافع پر فروخت کرکے واپس آیا۔ واپس آکر خزیمہ اور میسرہ نے بڑی تعریف کی خدیجہ نے خوش ہوکر دُگنی تنخواہ دی اور پھر آپ کو یمن کے علاقوں میں اسی کام پر بھیجا۔ وہاں بھی آپ نے تمام کام بڑی خوش اسلوبی اور سلیقہ سے انجام دیا (طبری - ایرونگ صفحہ ٤٧)

خدیجہ بڑی فہمیدہ اور تجربہ کار تہیں آپکی دولت - حسن اور سلیقہ پر خیال کرکے تمام مکہ کے لوگ اُن سے نکاح کا ارادہ رکھتے تھے - لیکن حضرت خدیجہ کسیکو پسند نہ کرتی تہیں - بلکہ دفعتہً اُنکے ذہن میں یہ بات آئی کہ محمدؐ سے نکاح کرنا چاہیئے - اور بروایتے ایک مسماۃ نفیسہ بنت منیہ (یعلی بن منیہ کی بہن) کی معرفت اور بروایتے اپنے غلام میسرہ کے ذریعہ سے آپ کے پاس نکاح کا پیغام بھیجا - آپ کو سُنکر تعجب ہوا کہ ایسی مالدار عورت خدیجہ جیسی خود درخواست کرتی ہے آخرش باتیں آپس میں طے ہوئیں اور ایک روز نکاح کا قرار پایا - آنحضرت کیطرف سے

---

[1] چونکہ یہ لڑائی اُس مہینہ میں شروع ہوئی تہی جس میں لڑنا حرام تہا اس سبب سے اسے الفجار کہتے ہیں [2] احسان اللہ عباسی لکھتے ہیں کہ عبد المطلب کا خاندان شریف مکہ سمجھا جاتا تہا ساتھ ہی گھر میں متمول بھی تہا لیکن کچھ سخاوت کچھ کثرت اولاد سے بڑھ کر خدا کی مشیت - غرضکہ آنحضرت کی پیدائش سے پہلے ہی اس خاندان کی حالت خراب ہوچکی تہی - اور یہی وجہ تہی کہ جب آنحضرت اور آپکے چچا لوگوں کی اُجرت پر مال تجارت فروخت کو لیجایا کرتے تھے۔

ابوطالب اور خدیجہ کی طرف سے خدیجہ کے عمزاد ورقہ بن نوفل نے خطبہ پڑھا اور نکاح ہوگیا[۱]۔ اسوقت خدیجہ کی عمر چالیس برس کی اور آنحضرت کی ۲۵ سال کی تہی۔ لیکن خدیجہ اپنے حسن اور درستی قویٰ کی وجہ سے کم سن معلوم ہوتی تہیں نکاح کے روز خدیجہ نے بڑی دعوت کی جسمیں اُنکے چچا عمرو بن اسد اور حضرت حمزہ اور حضرت ابوطالب اور دیگر قریش موجود تھے اور ابوطالب نے اسکے بعد اونٹ ذبح کراکے طعام ولیمہ کیا[۲]۔ ابن اثیر اور ابن ہشام و طبری۔ روضۃ الاحباب (ص ۵۹) وغیرہ مورخین نے لکھا ہے کہ اس نکاح کے وقت حضرت خدیجہ کے والد خویلد زندہ نہ تھے بلکہ جنگ فجار سے پہلے مرچکے تھے۔ پس خدیجہ کے چچا عمرو نے رخصت کیا۔ ابن خلدون کے موافق یہ عقد شروع فجار کے ۱۵ برس بعد ہوا تھا اس عقد سے آنحضرت کی وقعت اپنے اہل وطن میں اور بہی زیادہ ہوگئی۔ آپ صلعم اس نکاح سے بہت خوش ہوئے مگر خدیجہ بہت عرصہ تک زندہ رہیں۔ تاہم آنحضرت نے اخیر وقت تک خدیجہ کی یاد دل میں رکھی اور عایشہ جیسی نوعمر کواری بی بی کے سامنے بہی خدیجہ کا ذکر تاسف سے کرتے رہتے[۳]۔ آنحضرت بکمال لطف و شفقت اُنکے مال کے نگراں رہتے تھے اور اُنکے معاملات کا انتظام اور اُنکے حقوق کا تحفظ دانشمندی اور دوراندیشی کے ساتھ فرماتے رہتے ہے۔ جبتک خدیجہ زندہ رہیں حالانکہ عرب میں تعدد ازواج کی رسم رائج تہی حضرت نے دوسرا نکاح نہیں کیا خدیجہ کے حین حیات میں جو محبت اُنکے ساتھ تھی اُس میں مدت العمر لغزش نہیں آئی۔ بعد اُنکی وفات کے جب وہ آپ کو یاد آتیں اُسوقت آپکو بڑی رقت طاری ہوتی۔ خدیجہ کا بہی یہ حال تھا کہ ایکدفعہ آپ صلعم کی دایہ حلیمہ نے آکر اپنے افلاس کی شکایت کی خدیجہ نے اُس زن بیربدویہ کو حضرت کی سفارش سے چالیس بہیڑوں کا گلہ دیدیا[۴]۔ جب خدیجہ کی شکرگذاری اور محبت کے سبب سے آپ نے افکار دنیا سے نجات پائی تو مراقبہ اور یاد الٰہی میں ہمہ تن مصروف ہوگئے +

(۵) حلف الفضول اسوقت تک آنحضرت دنیا کے حال سے ناواقف تھے اب آپنے اہل وطن میں اس طرح سے بہی ایک نام پیدا کرلیا کہ ایک قدیم معاہدہ کو جسے حلف الفضول کہتے ہیں اور جو زمانہ قدیم میں اسغرض سے ہوئی تہی کہ اندرون دیوار ہاے مکہ شرور اور بدعتیں ہونے پائیں دوبارہ قایم کرنے میں آپ نے بخوبی شرکت اور اعانت کی۔ ایسے ایسے ظلم اور بدعتیں روز روشن میں ہوتی تہیں کہ ہر شخص جسمیں ذرا بہی بو انسانیت کی پائی جاتی تہی حیران و پریشان اور انگشت بدندان ہوتا تھا ان بدعتوں کے انسداد کے لئے اہل مکہ کے پانچ چھ بڑی بڑی خاندانوں بنو ہاشم۔ بنو مطلب۔ بنو اسد۔ بنو عبد العزیٰ۔ بنو زہرہ۔ بنو تیم نے باہم متفق ہوکر ضعفاء اور مظلومین کی حفاظت کے واسطے ایک جدید معاہدہ میں آنحضرت بڑے محرک اور موید تھے اور آپ ہی کے حسن سعی سے حلف الفضول دوبارہ قایم ہوئی (تنقید الکلام ص ۳۳)

(۶) قریش کا کعبہ کو دوبارہ تعمیر کرنا ۔ جب آنحضرت صلعم کی عمر کا پینتیسواں سال شروع ہوا تو قریش نے کعبہ کو جو بوجہ سیلاب آب یا بوجہ آتشزدگی قریب الانہدام ہوگیا تھا از سر نو تعمیر کرنا چاہا۔ باقوم نام ایک اعلےٰ درجہ کا رومی معمار جدہ میں آیا ہوا تھا۔ قوم قریش نے اُسکو اُس کی تعمیر کے واسطے مقرر کیا اور اُسکے بنانے میں تمام قریش شریک ہوئے

---

[۱] خدیجہ کا مہر ساڑہے بارہ اوقیہ سونا یعنی بیس جوان اونٹوں کی قیمت ابوطالب نے اپنے پاس سے ادا کیا (ایرونگ ص) [۲] روضۃ الاحباب صفحہ ۷۵ [۳] اہل اسلام معترف ہیں کہ رسول اللہ نے فرمایا ہے کہ دنیا میں چار عورتیں سب سے اعلیٰ درجہ کی ہوگئی ہیں اول حضرت عیسیٰ کی ماں حضرت مریم دوسرے فرعون کی بیوی حضرت آسیہ تیسری آنحضرت کی بیوی حضرت خدیجہ چوتھے آنحضرت کی دختر نیک اختر جناب فاطمہ (عباسی) [۴] ابوالفداء اور بروایت ڈیون پورٹ ایک عمدہ اونٹ بہی دیا +

اُنہیں کی طرح آنحضرت صلعم بھی تہہ بند کندھے پر لا کر پہنچاتے تھے[۱] ۔ پہلے خانہ کعبہ کی دیواریں قدِ آدم سے بلند نہ تھیں
مکان اوپر سے کھلا ہوا تھا ۔ چھت نہ تھی[۲] کعبہ سے متعلق جو نقد و جنس ہوتا تھا وہ اُسی خانہ کے اندر ایک گڑھے
میں جو کنوئیں کی طرح کھدا ہوا تھا مدفون رہتا تھا ۔ ایک دفعہ چوری ہو گئی اسلئے اس جدید تعمیر میں دیواریں
بلند کر دی گئیں کرسی دیگئی اور اوپر چھت بنائی گئی +

۱ـ اسوقت تک عرب کی یہ حالت تھی کہ بعضے پتھر لینے کے لئے اور بعضے اینٹ وا بنا نیکے لئے اپنے لنگوٹے کھول دیتے تھے اور کچھہ ننگے پن کی پروا نکرتے تھے مگر آنحضرت نے کبھی اپنا تہ بند نہیں کھولا (مدارج) مگر تاریخ الخمیس روضۃ الاحباب اور کامل ابن اثیر میں ہے کہ جب رسول اللہ نے اپنا تہ بند کھولا تو زمین پر گر پڑے کسی نے حضرت کی شرمگاہ نہ دیکھی اور آواز آئی کہ اپنے ستر کی خبر لے بس یہ اول آواز ہے جو حضرت کو آسمان سے آئی ۔ ۲ـ جب حضرت ابراہیم حضرت ہاجرہ اور حضرت اسمٰعیل کو اُس ریگستان میں چھوڑ کر چلے گئے جہاں اب مکہ آباد ہے اور اسمٰعیل پیاس سے قریب بہ ہلاکت پہنچے ۔ فرشتوں نے اُن کو چشمہ دکھایا جو چاہ زمزم کے نام سے مشہور ہے ۔ کچھہ دنوں کے بعد قوم عمالقہ کے دو شخص اپنے اونٹ کی تلاش میں یہاں آئے اور کنوئیں کو دیکھکر اپنے ساتھیوں کو لائے اور شہر مکہ کی بنیاد ڈالی اور حضرت اسمٰعیل اور حضرت ہاجرہ کی خبر گیری اپنے متعلق کر لی ۔ بنی جرہم نے عمالقہ کو نکال دیا اور بنی جرہم کی ایک شہزادی سے حضرت اسمٰعیل کی شادی ہو گئی اور آپ کی اولاد تمام عرب میں پہیل گئی ۔ شادی کے وقت اسمٰعیل کی عمر بیس[۲] ۔ چھبیس[۲۶] یا تیس[۳۰] برس کی تہی ۔ خانۂ کعبہ کی اول تعمیر اس طرح ہوئی کہ حضرت ابراہیم بحکم خدا سو برس کی عمر میں کعبہ کی تعمیر پر مامور ہوئے ۔ اور شام سے مکہ میں آئے ۔ اور اپنے بیٹے اسمٰعیل کی مدد سے کعبہ کی بنیاد اُسی مقام پر ڈالی ۔ جہاں فرشتوں نے حضرت آدم کے زمانہ میں مسجد اُتاری تہی ۔ اور جس کے گرد آدم اور اولاد آدم طواف کرتے تہے اور طوفان نوح کے وقت آسمان پر منگالی گئی تہی ۔ جب حضرت ابراہیم خانہ کعبہ کی دیوار بناتے تہے معجزہ سے ایک پتھر اونچا نیچا ہو کر پاڑ کا کام دیتا تہا چنانچہ اتبک حضرت ابراہیم کے پاؤں کا نشان اُسپر موجود ہے ۔ جب حضرت ابراہیم اور حضرت اسمٰعیل اس طرح کعبہ کی تعمیر میں مصروف تھے حضرت جبرئیل اُنکے پاس ایک پتھر لائے جو حجر اسود کے نام سے مشہور ہے +

بعض کہتے ہیں کہ یہ بہشت کے قیمتی پتھروں سے ہے جو حضرت آدم کے ساتھ بہشت سے اُتارا گیا تہا ۔ اور بعد طوفان نوح اُسکا نشان نہ تھا اور اب جبرئیل اُسکو نکال کر لائے اور بعض کا قول جو زیادہ مستند ہے یہ ہے کہ ایک فرشتہ حضرت آدم کا محافظ تھا ۔ لیکن جب حضرت آدم سے ترک اولی واقع ہوا اُسپر بھی بوجہ غفلت حفاظت اللہ تعالی کا عتاب ہوا اور وہ پتھر ہو گیا اور اُنکے ساتھ بہشت سے نکالا گیا ۔ حضرت ابراہیم و حضرت اسمٰعیل نے اُس پتھر کی عظمت کی اور خانہ کعبہ کے بیرونی گوشہ پر اُسکو نصب کیا ۔ طواف کرنیوالے جتنی دفعہ طواف کرتے ہیں اُتنے ہی بوسے اُس پتھر کو دیتے ہیں ۔ مشہور ہے کہ جب یہ پتھر نصب کیا گیا تہا نہایت شفاف تہا ۔ لیکن گنہگاروں کے بوسوں سے سیاہ ہوتا گیا ۔ جنہوں نے نیک نیتی اور دیانتداری سے حج کئے ہیں (قیامت کے دن یہ پتھر اپنے اصلی فرشتے کی صورت اختیار کریگا) اُنکا گواہ ہوگا ۔ اسمٰعیل کے بعد بنی جرہم متولی ہوئے اور اسکی مرمت کرتے رہے پھر عمالقہ ثانیہ بنی جرہم کو مغلوب کر کے کعبہ کے مختار ہو گئے اُنہوں نے بھی کعبہ کی مرمت کی یہ تعمیر غالباً سنہ عیسوی سے ایک صدی پیشتر واقع ہوئی تہی ۔ اسکے بعد رسول اللہ صلعم سے تقریباً دو سو برس پہلے قریش کی اولاد سے قصی بن کلاب نے کچھہ مکانات کعبہ کے گرد تعمیر کئے اسکے بعد قریش نے بنائے ابراہیم کو منہدم کر کے وہ بنا رکھی جسمیں آنحضرت صلعم نے اپنے دست مبارک سے حجر اسود کو نصب کیا ۔ حضرت عمر کے زمانہ خلافت میں ایک جدید دیوار خانہ کعبہ کے گرد بنائی گئی اور کچھہ مکانات توڑ دیئے گئے ۔ حضرت عثمان نے بھی اپنے عہد میں تعمیر میں کچھہ اضافہ کیا ۔ سنہ ۶۴ و ۶۵ھ میں عبداللہ بن زبیر نے اس خیال سے کہ رسول اللہ صلعم حضرت عائشہ سے فرمایا کرتے تھے کہ اگر تیری قوم قریب العہد بکفر نہ ہوتی تو میں کعبہ کو توڑ کر اُسی بنا پر بناتا جسپر ابراہیم نے بنایا تہا ۔ اور اُس کا مشرقی اور مغربی دروازہ رکھتا اور یہ بنا جو قریش نے بنائی تہی بر خلاف بنائے ابراہیم کے تہی) بنائے قریش کو بالکل منہدم کر کے جیسا آنحضرت کا ارادہ تھا اُسی طرح

(بقیہ صفحہ ۳۸ پر)

خانہ کعبہ جب بن چکا اور حجر اسود کے نصب کرنے کی نوبت آئی تو قریش کے مختلف قبیلوں کے سرداروں میں اسبات پر نزاع پیدا ہوئی کہ حجر اسود کو کون نصب کرے نوبت بقتال پہنچنے والی تہی کہ ولید بن مغیرہ نے سب لوگوں کو سمجہا کر یہ قرار دیا کہ جو شخص باب بنی شیبہ سے اول داخل حرم ہو وہی اس قضیہ میں حکم ہو اور اُسی کے حکم پر عمل کرو۔ اتفاقاً وہ شخص جو پہلے داخل ہوا وہ آنحضرت صلعم تھے۔ آپ نے اس امر میں یہ فیصلہ کیا۔ کہ ایک چادر منگائی اور اُسمیں حجر اسود کو رکھکر کہا کہ ہر قبیلہ کا ایک سردار چادر کا کنارہ پکڑ لے۔ اس طرح سب نے ملکر حجر اسود کو اٹھایا اور جب وہ اپنی جگہ پر آیا تو یہ فرما کر کہ میں تم سب کی طرف سے وکیل ہوں دست مبارک سے حجر اسود کو اُسکے مقام پر نصب کر دیا۔ اس فیصلہ سے ہر شخص راضی ہو گیا۔ بعض مورخین نے لکہا ہے کہ فاطمہ زہرا علیہا السلام کی پیدائش اسی سال ہوئی تہی (تفریح الاذکیار۔ مدارج۔ روضۃ الاحباب)

(۷) زید بن حارثہ کو آزاد کرنا۔ قریب اُسی زمانہ کے آپ نے اپنے اہل وطن پر اپنی رحیمی اور کریمی ایسی ظاہر کر دی اور ایسی انسانیت و مروت کو کام فرمایا جسکا نظیر تاریخ عالم میں دکھائی نہیں دیتا۔ ایک نوجوان عرب زید بن حارثہ کو ایک قبیلہ مخالف نے اسیر کر کے حضرت خدیجہ کے ایک بہتیجے کے ہاتھ بیچ ڈالا۔ اُس نے خدیجہ کو نذر کر دیا۔ حضرت کو اُس کی غریبی پر ترس آیا اور خدیجہ سے کہا اسے مجھے دیدالو۔ پس اُسکو لیکر اُسیوقت آزاد کر دیا۔ کچھہ دنوں بعد زید کا باپ لینے آیا حضرت نے اختیار دیا خواہ میرے پاس رہو خواہ چلے جاؤ۔ زید نے اپنے محسن اور مربی کے پاس رہنا پسند کیا۔ حضرت نے اُسے اپنا متبنّیٰ کر لیا۔ مورخین نے اسوقت زید کی عمر ۸ سال کی لکہی ہے (سیرۃ الحلبیہ تنقیۃ الکلام ص ۲۵)

(۸) بعض اہل مکہ میں بت پرستی سے نفرت پیدا ہونا۔ کعبہ کی تعمیر قریش سے کچھہ عرصہ بیشتر چار مکہ والوں میں بت پرستی سے نفرت پیدا ہو گئی تہی۔ زید ابن عمرو بن نفیل اور ورقہ بن نوفل اور عثمان بن حویرث اور عبید اللہ بن جحش ملکر قوم قریش کو بت پرستی پر لعن طعن کرنے لگے۔ اور چونکہ بت پرستی چھوڑ کر کوئی دین بہی اختیار نکیا تھا۔ دین قدیم ابراہیم کی طلب میں مکہ سے نکلے اور غیر شہروں میں متفرق ہوئے۔ چنانچہ زید ابن عمرو سے اطراف شام میں ایک عالم توریت ملاقی ہوا۔ اُس سے زید نے طریقہ عبادت پوچھا اُس نے کہا جس شہر سے تو آیا ہے اُسی شہر میں خاتم المرسلین علیہ السلام مبعوث ہونیوالا ہے۔ اُسی کے ہاتھ میں دین ابراہیم از سر نو عروج پکڑیگا۔ یہ سنکر زید

(بقایا صفحہ ۳۷) بنایا۔ اور حطیم کو تعمیر جدید کے ذریعہ سے داخل حرم شریف کیا۔ حجاج بن یوسف جب حجاز کا گورنر ہوا تو اُس نے عبد الملک بن مروان کے عہد میں ۷۴ھ میں شرارتاً حطیم کو حرم شریف سے خارج کر دیا اور بنا ر زبیر کو بدعت سمجہکر منہدم کر کے ویسا ہی بنایا جیسا رسول اللہ کے زمانہ میں تہا۔ پس اب یہ بنا وہی ہے جو حجاج بن یوسف نے یا حجاج کی درخواست پر عبد الملک نے اپنے بہائی محمد بن مروان کو بہیجکر تعمیر کرائی ہے اور جسکی بعد میں وقتاً فوقتاً مرمت ہوتی رہی ہے۔ اسکے بعد ولید نے کچھہ ترمیم کی۔ منصور و مہدی نے کچھہ مکانات چار دیگرد اگرد حرم شریف کے تعمیر کرائے۔ ہارون رشید نے چاہا تہا کہ بنی اُمیہ کے نشان کو مٹا کر خانہ کعبہ کو ویسا ہی بنائے جیسا عبد اللہ بن زبیر کے وقت میں تہا لیکن امام مالک نے منع کیا اور کہا کہ اس سے درگذرو اور خانہ کعبہ کو بادشاہوں کا کہیل نہ ٹھیرالیں۔ معتضد باللہ عباسی نے شمال کی طرف باب الزیارہ تک پشت کعبہ کیطرف باب ابراہیم تک جدید عمارت تعمیر کر کے احاطۂ حرم شریف کو بڑہایا ۹۷۹ھ میں سلیمان خان بادشاہ قسطنطنیہ نے از سر نو بکمال پختگی و خوبی تعمیر کرانا شروع کیا جو اُسکے بیٹے مراد کے عہد میں ختم ہوئی۔ یہی تعمیر اسوقت تک موجود ہے (روضۃ الاحباب ج ۱ ص سوانح عمری رسول کریم وغیرہ) اسی سال رسول اللہ نے علی کو جنکی پانچ سال کی عمر تہی اپنا متبنّیٰ کر لیا اور اُنکی تعلیم و تربیت کے کفیل ہوئے۔ بات یہ ہوئی کہ قحط کا موسم تہا اور ابو طالب کثیر العیال تھے آنحضرت جو جناب خدیجہ سے نکاح کر کے متمول ہو گئے تہے اور عباس بن عبد المطلب یہ دو شخص سب اہل مکہ سے زیادہ مستغنی تھے آپ نے عباس کو سمجہایا کہ ابو طالب کے بیٹوں میں سے ایک کو آپ متبنّیٰ کر لیں اور ایک کو میں۔ پس عباس نے جعفر کو اور آپ نے علی کو فرزند بنایا (تنقیۃ الکلام ص ۳۳۔ ابن ہشام طبری ابن اثیر)

بن عمرو اُسی مقام سے کہ شاید ارض بلقار سے تہا پھرا مگر راستہ میں بلاد لخم میں دشمنوں کے ہاتھ سے مارا گیا۔ مگر ابن خلدون نے بعد از بعثت اسکا مسلمان ہونا لکھا ہے۔ ورقہ بن نوفل نصرانی ہوگیا۔ اُس نے ایک حصہ توریت زبور اور انجیل کا ترجمہ عربی میں کیا تہا۔ علم نجوم میں بہی ماہر تھا۔ بڑا عالم شخص تہا کتب سماوی کے مطالعہ سے صفات خاتم المرسلین سے بخوبی واقف ہوا اور جانا کہ یہ نبی جلد تر مکہ میں ظاہر ہوتا ہے اس انتظار میں اپنی زندگی بسر کرتا تہا اور خدیجہ سے پوچھا کرتا تھا وہ حضرت کی صفات بیان کرتیں تو ورقہ جب حضرت کو دیکھتا بمطابقت معلومات چہرۂ مبارک پر بوسہ دیا کرتا اور کہتا کہ لاریب تم ہی پیغمبر آخر الزماں ہوگے۔ چنانچہ ابتدائے نبوت تک یہ شخص زندہ رہا پہر مرگیا بعض اسکے ایمان کے قائل ہیں جیسا بحیرا راہب کے ایمان کے۔ عبیداللہ بن جحش اول اسلام لایا پہر حبش میں جاکر نصرانی ہوگیا اور حالت ارتداد ہی میں فوت ہوگیا۔ عثمان بن حویرث روم میں جاکر نصرانی ہوگیا۔ وہاں اسکی بڑی قدر و منزلت کیگئی ابن خلدون تفریح الاذکیا

(۹) آپ کا مکہ کو رومیوں سے بچانا۔ مولوی سید امیر علی نے تنقید الکلام میں تاریخ کا سن ڈہی برسوں سے نقل کیا ہے۔ اور ابن خلدون نے بہی لکھا ہے کہ ہنوز کعبہ دوبارہ تعمیر نہ ہوچکا تہا کہ آپ نے مکہ معظمہ کو اُس خفیہ سازش سے بچالیا جو اُسکی خودسری اور آزادی مٹانے کے لئے کی گئی تہی۔ عثمان بن حویرث جس نے قسطنطنیہ کے دربار قیصری میں جاکر دین مسیحی قبول کرلیا تہا قیصر روم سے مال و زر لیکر حجاز میں آیا کہ مکہ میں یونانیوں کی عملداری کرادی اسکا راز ظاہر ہوگیا۔ اور وہ سازش ناکام رہی اور یہ خاص آنحضرت کی حسن سعی سے ہوا۔ اہل فرنگ اس امر میں آنحضرت کی ازحد تعریف کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ پیغمبر اسلام نے جو اپنے مولد و موطن کو قسطنطنیہ کے قیصران ظالم و خودسر کی زیر حکومت ہوجانے سے بچایا تو ایسا امر عظیم کیا کہ بنی آدم کی دائمی اور ابدی شکرگذاری کے مستحق ہوگئے (تنقید الکلام صفحہ ۳۴۳)

(۱۰) ہمدردی۔ غرض آپ کا دل ہمیشہ اور ہر حال میں اپنی اُمت کی اصلاح حال میں لگا رہتا تھا۔ حضرت نے دو سفر جو شام کے کئے تھے تو ایسے ایسے اخلاقی عیوب اور تمدنی خرابیاں مشاہدہ فرمائی تہیں جو قیاس سے باہر ہیں خود اپنے ہی ملک پر جو نظر کی تو جہالت و ضلالت کے دریا میں ڈوبا ہوا پایا۔ آپ کا دل بندگان خدا کو ایسے ذلیل حالت میں دیکھکر خون کے آنسو روتا تھا اور حضرت نے بطور ناصح ملہم کے چشم بصیرت سے دیکھ لیا کہ میری اُمت کی تمدنی اور ملکی ترقی کی سب اُمیدیں اسپر موقوف ہیں کہ اُسکے اخلاق میں اصلاح کیجائے۔ تنقید الکلام ص ۳۶ حضرت اپنے اوقات عزیز عبادت خدا اور غربا و مساکین کی خبرگیری اور تواضع میں گذارتے تھے اور ہر طرح کی جد و جہد اپنے اُمت کے قید بت پرستی سے آزاد کرنے میں کرتے تھے۔ یہ ابن خلدون اور صاحب تفریح الاذکیا وغیرہ نے لکھا ہے۔

فصل دوم بعثت سے ہجرت تک

(۱) بعثت۔ آنحضرت صلعم کے دل میں ہمیشہ سے توحید کی بڑی عظمت تھی اور بت پرستی سے کمال نفرت

لہ ابن خلدون لکہتا ہے کہ جب سیف بن ذی یزن حبشیوں کو نکالکر یمن کا بادشاہ ہوا عبدالمطلب اور اکثر رؤسا مکہ سیف کو مبارکباد دینے گئے۔ سیف نے عرب میں ایک نبی کے ظاہر ہونے کی خبردی اور بالخصوص عبدالمطلب کو یہ خوشخبری سنائی کہ وہ جلیل القدر نبی تمہاری اولاد سے ہوگا۔ یہ واقعہ سنکر اکثر رؤسائے عرب کو یہ شبہ ہوا کہ وہ عظیم الشان نبی اُمیہ میں سے ہوگا چنانچہ بعض بعض شرفائے عرب اہل کتاب کے بیان اور احبار کے پاس گئے اور دریافت کیا۔ مثلاً امیہ بن ابی الصلت ابوسفیان بن حرب کے ساتھ شام کی طرف گیا تہا اور یہ خیال کرکے کہ وہ نبی شاید میں ہی ہوں کئی رہبانوں سے دریافت کیا تہا یا شاید اُسے یہ خیال گزرا ہو کہ عجب نہیں اگر نبوت بنی عبد مناف میں ہو لیکن دونوں کو خلاف اُمید جواب ملا

خانۂ کعبہ تین سو ساٹھ بتوں سے بھرا ہوا تھا۔ ہر روز کے واسطے ایک بت تھا اُنمیں سے سب سے بڑے کا نام ہُبَل تھا جو ملک شام سے لایا گیا تہا۔ اور سمجہا جاتا تھا کہ پانی برسانے کا کام اُسیکے اختیار میں ہے۔ انمیں حضرت ابراہیم اور حضرت اسمٰعیل کی بہی تصویریں تہیں اور اُنکے ہاتھوں میں تیر کمان اور پانسے تھے۔ آنحضرت نے چاہا کہ اپنے جد ابراہیم کے دین کو از سر نو پاک اور مستحکم کریں اور اسلئے فرمایا کرتے تھے کہ ہم دین ابراہیم کو پاک اور دوبارہ قایم کرنے کے لئے آئے ہیں۔ کوئی نیا مذہب قایم کرنے نہیں آئے ہیں ۔

جب حضرت ۳۸ برس کے ہوئے تو آپ کو نور نظر آنے لگا۔ اور غیب کی آوازیں سننے لگے۔ دل میں شوق گوشہ نشینی اور خلوت گزینی کا پیدا ہوا کوہ حرا پر جسکو جبل نور بہی کہتے ہیں اور جو مکہ سے تین میل کے فاصلہ پر ہے تشریف لیجاتے اور وہاں سے بیت اللہ کو دیکہا کرتے اور ذکر حق میں مشغول رہتے۔ اس پہاڑ میں ایک غار چار ہاتھ لمبا اور ڈیڑھ ہاتھ سے کم چوڑا ہے۔ وہاں سے کعبہ نظر آتا ہے حضرت اکثر وہاں بیٹھتے اور کئی کئی روز کا کھانا وہاں لیجاتے۔ دو دو چار چار شبانہ روز وہاں رہتے بلکہ بروایت اکثر مورخین ماہ رمضان اور بروایت طبری ماہ رجب تو وہیں گذارتے ۔

ایک دن اسی عالم تنہائی میں جب حضرت کی عمر چالیس سال ایک دن کی ہوئی حضور پر نور غسل کے لئے غار سے باہر نکلے دفعتہً حضرت جبرئیل نے ہوا میں آواز دی اے محمدؐ حضرت نے دیکہا تو کوئی نظر نہ آیا۔ پھر دوبارہ آواز دی اے محمدؐ حضور صلعم دائیں بائیں دیکھنے لگے اور ایک شخص نورانی مثل آفتاب روشن نظر آیا۔ اور وہ جبرئیل فرشتہ تھا نزدیک آیا اور ایک ٹکڑا حریر کا ہاتھ میں دیکر کہا پڑھو۔ حضرت نے فرمایا میں پڑہنا نہیں جانتا اُس نے اپنی بغل میں حضرت کو ایسا دبایا کہ پسینہ آگیا۔ اور کہا کہ پڑھو۔ حضرت نے پھر فرمایا کہ میں پڑھنا نہیں جانتا۔ اس فرشتہ نے پھر ایسا ہی کیا۔ غرضکہ تین مرتبہ بقدر طاقت آنجناب کو خوب دبوچا۔ اس سے آپ پر علم کا نور چمکا اور فرشتہ نے حضرت کو۔ بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ اقرا باسم ربک الذی خلق۔ مالم یعلم تک پڑہایا پھر جبرئیل نے زمین پر پانو مارا کہ ایک چشمہ نمودار ہوا اور حضرت کے سامنے وضو کیا اور ایک چلو پانی لیکر حضرت کے منہ پر چھینٹا دیا اور خود آگے بڑھکر دو رکعت نماز پڑھی اور آپ نے اقتدا کی۔ جب نماز سے فارغ ہوئے تو حضرت جبرئیل نے کہا کہ وضو کرنا اور نماز کا پڑھنا اسطرح ہوتا ہے ۔

اس روایت کی نسبت مورخوں میں اختلاف ہے اکثروں کا قول ہے کہ وضو اور نماز کا واقعہ سورۂ مدثر نازل ہونیکے بعد کا ہے۔ اسمیں بہی اختلاف ہے کہ یہ اول نماز کسوقت ہوئی۔ اکثروں نے لکہا ہے کہ یہ نماز ظہر تہی اور اسیدن عصر کی نماز آنحضرت نے خدیجہ کے ساتھ پڑھی (روضۃ الاحباب ج ۱ ص ۳۰)

لہ اعلام الوریٰ اور حیات القلوب میں لکہا ہے کہ جب جبرئیل ظاہر ہوئے اور حضرت کا بازو پکڑ کر حرکت دیکر کہا کہ یا محمدؐ پڑہو حضرت نے فرمایا کیا پڑہوں جبرئیل نے کہا اقرا باسم ربک الذی خلق الخ اور پہر خدا کی وحیاں حضرت کو پہنچائیں۔ پھر جب غار حرا سے اُتر کر خانۂ خدیجہ میں داخل ہوئے تو خدیجہ کا گھر نور سے چمکنے لگا خدیجہ نے پوچہا یا محمدؐ آپ میں یہ نور کیسا ہے۔ فرمایا یہ نور پیغمبری کا ہے کہو لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ۔ خدیجہ نے کہا میں تو مدت سے تمہاری پیغمبری سے واقف ہوں (کیونکہ بحیرا اور نسطورا راہب کے حالات سن چکی تہی اور شام سے واپسی کے وقت ملائکہ آپ پر سایہ فگن اُنکہوں سے دیکھ چکی تہیں) پس فوراً کلمہ شہادت پڑھ لیا اور حضرت پر ایمان لائیں۔ پھر خدیجہ سے آپ نے کہا مجھے کپڑا اوڑہا دو۔ سردی معلوم ہوتی ہے اور حضرت پڑھ کر سو گئے خدیجہ اپنے پسر عم ورقہ بن نوفل کے پاس گئیں جو ایام جاہلیت میں دین نصرانی قبول کر چکے اور کتب آسمانی پڑہے ہوئے تہے اور ضعیف پیر تہے اور کہا کہ محمدؐ کہتے ہیں کہ اُنکے پاس جبرئیل آیا ہے۔ ورقہ نے کہا سچ کہتے ہیں۔ میں اُنکا وصف کتب سماوی توریت و انجیل میں پڑھ چکا ہوں طبری کا نے بہی بجائے میں پڑھا ہوا نہیں ہوں اُنکے یہی لکہا ہو کہ کیا پڑہوں"

بالجملہ حضرت جبرئیل تو بعد تعلیم آیات آسمان پر چلے گئے اور حضرت صلعم دولتسرا کو روانہ ہوئے راہ میں ہر درخت و پتھر سے آواز آتی تھی السلام علیک یا رسول اللہ حضرت کا دل کانپتا تھا چہرہ زرد تھا اور پسینہ میں ڈوبے ہوئے تھے۔ اسی حالت میں داخل حرم سرا ہوئے۔ اور حضرت خدیجہ سے فرمایا مجھے چھپاؤ مجھے چھپاؤ حضرت خدیجہ نے بالاپوش اڑھایا اور ٹھنڈا پانی چھڑکا۔ افاقہ ہوا تو آپنے فرمایا مجھے اپنی جان کا خوف ہے۔ حضرت خدیجہ نے کہا خدا تعالی آپ کو ضائع نکریگا۔ آپ صلہ رحم بجالاتے غربا و مساکین کی اعانت کرتے ہیں۔ مہمان نوازی اور راست گفتاری آپ کا شعار رہے۔ ایسے کاموں میں جنمیں حق کی تائید ہو اعانت کرتے ہیں اور اسیطرح کی حضرت کے صفات حمیدہ بیان کرکے کہنے لگیں کہ آپ رحمت الہی کے مستحق ہیں نہ غضب الہی کے۔ پھر آپکو اپنے چچیرے بھائی ورقہ بن نوفل کے پاس لائیں اور اُن سے حال بیان کیا۔ چونکہ وہ کتب سابقہ سے بخوبی واقف تھے اُنہوں نے سب حال سنکر کہا یہ ناموس اکبر تھا جسکو جبرئیل کہتے ہیں۔ یہی فرشتہ حضرت موسیٰ کے پاس آیا تھا تم اس اُمت کے پیغمبر ہو۔ تم ہی وہ پیغمبر ہو جسکی خبر حضرت عیسیٰ نے بھی دی ہے۔ آپ اصلا خوف نفرمائیں بلکہ خوش ہوں آپ کو ورقہ کا کلام سنکر سکون حاصل ہوا اور پہلی کیفیت زائل ہوگئی۔ انہیں دنوں میں ورقہ کا انتقال ہوگیا۔ (روضۃ الاحباب ج ۱ ص ۸۰) ابتدائی وحی کی نسبت متعدد روایتیں ہیں اُنمیں ایک جو زیادہ مشہور ہے بیان کی گئی ہے۔ اسمیں بھی علما کا اختلاف ہے کہ پہلے کونسی آیت نازل ہوئی کسی نے سورۂ فاتحہ الحمد اور کسی نے اقرا باسم ربک الذی خلق۔ اور بعض نے یا ایہا المدثر کا ذکر کیا ہے مگر اکثر نے اقرا کو ترجیح دی ہے (روضۃ الاحباب)

نزول وحی کی تاریخ میں بھی اختلاف ہے اکثر مورخین نے لکھا ہے کہ آغاز نزول وحی ۱۷ یا ۱۸ یا ۱۹ ماہ رمضان لیلۃ القدر سے ہوا ہے اور بعض نے لکھا ہے کہ آغاز وحی ۱۲ ربیع الاول کو ہوا۔ حیات القلوب میں علامہ مجلسی نے لکھا ہے کہ احادیث ائمہ ہدی اس مضمون پر وارد ہوئی ہیں اور علمائے شیعہ کا اس پر اجماع ہے کہ بعثت آنحضرت کی ۲۷ رجب کو ہوئی علماء اہل تسنن میں صاحب کتاب منتقی و مواہب اللدنیہ اور بعض دیگر علما نے ماہ رجب ہی میں بعثت کا آغاز مانا ہے۔ مگر یوم بعثت میں اختلاف نہیں سبنے یوم دوشنبہ لکھا ہے۔ اس امر میں بھی اختلاف ہے کہ وحی کی ابتدا خواب سے ہوئی یا بیداری سے۔ لیکن اسمیں اختلاف نہیں ہے کہ پھر بعد میں خواب میں حالت بیداری میں چلتے پھرتے جب موقعہ اور محل ہوتا تھا وحی[۱] نازل ہوتی تھی۔ وحیوں کا مجموعہ قرآن ہے۔ یہ کتاب ایکبارگی مرتبہ بہیئت مجموعی نہیں اُتری۔ وقتاً فوقتاً احکام الہی اُترتے تھے۔ آنحضرت اور پھر آپ سے

---

[۱] روضۃ الاحباب و حیات القلوب وغیرہ میں لکھا ہے کہ وحی کئی طرح پر نازل ہوتی تھی کبھی رویا صالح و صادقہ دکھائی دیتے تھے کبھی فرشتہ کسی آدمی کی شکل میں آتا تھا یعنی جبرئیل اکثر وحیہ کلبی صحابی کی شکل میں آتے تھے کہ صحابہ بھی کبھی کبھی دیکھتے تھے کبھی جبرئیل اپنی صورت اصلی میں ظاہر ہوتے اور وحی سناتے۔ کبھی جبرئیل آپکے دل میں القا کرتے اور دکھائی نہ دیتے کبھی حضرت جیاد۔ یا کوئی اور چیز لپیٹ کر لیٹ جاتے تھے اور وحی مثل سلسلہ جرس کی آواز کی طرح نازل ہوتی تھی۔ اس پچھلی صورت میں آپ کو سخت تکلیف ہوتی تھی۔ بعض اہل سیر نے لکھا ہے کہ ایک آواز مثل جوش دیگ کے آپکے سینہ سے نکلتی اور رنگ چہرۂ مبارک کا متغیر ہوجاتا۔ جاڑے کے دنوں میں پسینہ پیشانی سے ٹپکتا۔ اگر کسی جانور پر سوار ہوتے وہ وحی کے بوجھ سے بیٹھ جاتا۔ اور کوئی زانو پر سر مبارک رکھنے کی تاب نہ لاتا۔ سورۂ مائدہ کے نزول کے وقت قریب تھا کہ ناقہ شریف کا بازو ٹوٹ جائے۔ تنقید الکلام میں بہ وفیت تکسیر ... سے نقل کیا ہے کہ خداوند بحق اپنے پیغمبروں کو خود پسند کر لیتا ہے اور اُن سے ایسی آواز سے کلام کرتا ہے۔ جو صدائے رعد سے بھی زیادہ بلند و قوی ہے [illegible] کلام کرتا ہے۔ ممکن ہے [illegible] کہ اچھی طرح سنائی بھی دے۔ اور یہ بھی ممکن ہے کہ اسمیں [illegible] نمایاں ہوجاتے اور یہ بھی ممکن ہے کہ برگزیدگان الہی کو اس [illegible] میں آواز ہاتف غیب کی معلوم مولوی سید امیر علی تنقید الکلام میں [illegible] انسان کی ہمدردی کے سبب کمال حزن و ملال کے عالم میں اُنکو ہاتف غیب کی صدا [illegible] سنایا تھا۔

آپکے اصحاب یاد کر لیتے تھے۔ آنحضرت کے عہد میں یہ احکام ایک کتاب کی صورت میں نہیں لائے گئے ہم آگے بیان کرینگے کہ خلفاء کے زمانہ میں ان احکام نے کتاب کی صورت کیونکر پائی +

(۴) سابقین اسلام | اس امر میں اختلاف نہیں کہ یوم دوشنبہ کو جناب رسالتمآب صلعم مبعوث ہوئے اور اُسی دن آخر وقت میں حضرت خدیجہ بنت خویلد نے نماز پڑھی اور دوسرے دن منگل کو حضرت علی نے نماز پڑھی۔ تفریح الاذکیا میں بہجۃ المحافل سے نقل کیا ہے کہ حضرت علی اُسی روز آخر وقت یا دوسرے روز اول وقت مشرف باسلام ہوئے۔ ایسا ہی روضۃ الاحباب ج ۱ ص ۴۳ میں ہے اور ابن عبدالبر صاحب استیعاب نے دعوی کیا ہے کہ بالاتفاق ثابت ہے کہ خدیجہ کے بعد اول علی بن ابیطالب ایمان لائے ہیں۔ اُسوقت حضرت علی کی عمر دس یا ساڑھے بارہ اور بعض نے ساڑھے چودہ سال کی لکھی ہے۔ اور یہ فرق سنہ بعثت کی اختلاف کی وجہ سے ہے کیونکہ بعض نے سنہ بعثت آپکی ۴۳ یا ۴۵ سال کی عمر میں لکھا ہے اور حضرت علی رسالتمآب صلعم سے تیس برس چھوٹے تھے۔ لیکن اس سے پہلے بھی جناب علی نے کبھی بتوں کی عبادت نہیں کی[1] اور اسی سبب سے حضرت کے نام کے ساتھ کرم اللہ وجہہ (خدا اُنکے چہرہ کو مکرم کرے) کہا جاتا ہے۔ ابن ہشام۔ ابوالفدا۔ ابن اثیر۔ طبری۔ صاحب روضۃ الاحباب۔ صاحب ریاض النضرہ۔ صاحب معجم بغوی۔ اور صاحب مدارک وغیرہ اور اکثر دیگر مورخین واہل سیر اسی امر کے قائل ہیں کہ اول دن خدیجہ اور دوسرے دن علی نے نماز پڑھی۔ اسکے بعد اکثروں نے زید بن حارثہ کا اور اُنکے بعد حضرت ابوبکر کا مسلمان ہونا لکھا ہے۔ اسوقت عمر حضرت ابوبکر کی ۳۸ سال کی تھی۔ شرح مقاصد در روضۃ الاحباب میں لکھا ہے کہ جب حضرت ابوبکر مسلمان ہوئے تو لوگوں کو اسلام کی ترغیب دیتے تھے۔ پس زبیر بن العوام اور عثمان بن عفان اور طلحہ بن عبیداللہ اور سعد بن ابی وقاص اور عبدالرحمن بن عوف اُنکے ہاتھ پر مسلمان ہوئے۔ اور منتقی میں لکھا ہے کہ جب ابوبکر مسلمان ہوئے تو عثمان بن عفان اور طلحہ بن عبیداللہ اور زبیر بن العوام اور سعد بن ابی وقاص کو لائے اور وہ مسلمان ہوئے اور دوسرے دن عثمان بن مظعون اور ابوعبیدہ بن جراح اور عبدالرحمن بن عوف اور ابوسلمہ بن عبدالاسد اور ارقم بن ابوالارقم کو لیکر آئے اور وہ مسلمان ہوئے صاحب روضۃ الاحباب نے ان ۹ ناموں کے بعد لکھا ہے کہ پھر بلال اور صہیب اور خباب بن الارت اور عمار بن یاسر اور اُنکی ماں سمیہ اور اسما بنت ابوبکر اور عبیدہ بن حارث اور عبداللہ بن مسعود اور خنیس بن حذافہ اور جعفر ابن ابیطالب ایک ایک کرکے مسلمان ہوئے مگر ابن خلدون نے ان ۹ ناموں کے بعد قدامہ بن مظعون اور سعید بن زید بن عمرو اور سعید کی زوجہ فاطمہ ہمشیرہ عمر خطاب اور سعید کے والد زید بن عمرو اور سعد بن ابی وقاص کا بھائی عمیر بن وقاص اور عبداللہ بن مسعود اور جعفر بن ابیطالب اور اُنکی بیوی اسما بنت عمیس اور سائب بن عثمان بن مظعون اور ابوحذیفہ بن عتبہ بن ربیعہ اور عامر بن فہیرہ ازدی اور عمار یاسر اور صہیب بن سنان کا ترتیب وار اسلام لانا لکھا ہے۔ ابن خلدون نے ان بائیس اشخاص سے پہلے خدیجہ اور ابوبکر اور علی اور زید بن حارثہ بلال بن حمامہ۔ عمرو بن عتبہ اور خالد بن سعید بن عاص کا مسلمان ہونا لکھا ہے + ابن خلدون نے یہ بھی لکھا ہے کہ ایک مدت سے علی ابن ابیطالب کی کفیل آنحضرت صلعم اور جعفر کی کفالت عباس بن عبدالمطلب کر رہے تھے ابوطالب کے یہ دونوں بیٹے مسلمان ہو گئے تھے اور ابوطالب سے چھپکر آنحضرت کے ساتھ پہاڑوں کے دروں میں جاکر نماز پڑھتے تھے اتفاق سے ایک روز ابوطالب

[1] سیرۃ الحلبیہ جلد اول صفحہ ۲۹۳ اور سیرۃ محمدیہ میں لکھا ہے کہ جب علی بطن مادر میں تھے تو اپنی والدہ کے پیٹ میں مثل قوس کے ہو جاتے تھے اور اُنہیں ہبل کے سجدہ کے لئے جھکنے نہ دیتے تھے۔ سیرۃ الحلبیہ جلد اول صفحہ ۲۹۴ اور ارجح المطالب ص ۳۱۵ میں لکھا ہے کہ عرصہ تک حضرت علی نے مرضعہ کا دودھ نہیں پیا۔ رسول اللہ صلعم کے لعاب دہن سے زبان چوسکر پرورش پائی اور علی نے کبھی شرک نہیں کیا۔ کیونکہ ابتدا سے رسول کی کفالت میں رہے

اُسطرف آنکلے آنحضرت نے اُنکو اسلام کی دعوت دی ابوطالب نے کہا میں اپنا اور اپنے آبا و اجداد کا دین نہیں چھوڑ سکتا البتہ تمہاری وجہ سے یہ ہوگا کہ میں تمہاری مخالفت نہ کرونگا۔ اسکے بعد علی ابن ابیطالب کی طرف متوجہ ہوکر کہا دیکھو محمدؐ کا ساتھ نہ چھوڑنا یہ تمکو بھلائی کے سوا کچھ نہ سکھائینگے ❖

تنقید الکلام میں مولوی سید امیر علی لکھتے ہیں کہ اکثر آنحضرت قرب جوار مکہ کی تنہائی میں اپنی زوجہ اور اپنے عمزاد علی کو لیجا کر نماز پڑھا کرتے تھے۔ ایک مرتبہ اثنار رکوع میں اُنکو ابوطالب نے دیکھ لیا اور پوچھا کہ اے بھتیجے یہ کس دین کی پیروی تو کر رہا ہے" حضرت نے فرمایا "یہ دین خدا کا اور اُسکے ملائکہ کا اور انبیار کا اور ہمارے جدامجد ابراہیم خلیل اللہ کا ہے خدا نے مجھکو بھیجا ہے کہ اُسکے بندوں کو راہ راست دکھاؤں اور آپ اے چچا جان سب سے برگزیدہ بندہ اُسکے ہیں پس مناسب ہی کہ میں آپ کو دین حق کی طرف دعوت کروں اور سزاوار ہے کہ آپ اس دین کو قبول فرما کر اُس کے شایع کرنے میں میری اعانت فرمائیں"۔ ابوطالب نے ایک جوانمرد کہن سال عرب کے طنطنہ سے کہا اے پسر برادر میں اپنے باپ دادا کے مذہب کو ترک نہیں کر سکتا مگر باللہ العظیم جبتک میں زندہ ہوں کیا مجال کسیکی کہ تیرا بال بیکا کر سکے"۔ تب اپنے فرزند ارجمند علی کی طرف مخاطب ہوکر اُس بزرگوار نے پوچھا کہ تیرا کیا مذہب ہے حضرت علی نے عرض کیا کہ میں ایمان لایا خدا کا اور اُسکے پیغمبر کا اور میں اُسی کا پیرو ہوں۔ ابوطالب نے فرمایا کہ اے فرزند اُسی کی پیروی کر کہ وہ تجھے نیکی کی طرف ہدایت کریگا۔ ابن اثیر نے اسد الغابہ میں لکھا ہے کہ دیکھا ابوطالب نے حضور صلعم اور حضرت علی کو نماز پڑھتے ہوئے اور علی دائیں جانب تھے۔ پس ابوطالب نے جعفر سے کہا کہ جا تو بھی نماز میں شریک ہوا اور جعفر بائیں پہلو میں کھڑے ہوکر نماز پڑھنے لگے۔ پس جعفر کا ایمان لانا حضرت علی کے تھوڑی ہی عرصہ بعد ہوا۔ (تاریخ طبری، ابن ہشام اور سیرۃ الحلبیہ جلد اول صفحہ ۲۹۲ ملاحظہ ہو)

صاحب سیرۃ الحلبیہ نے لکھا ہے کہ ابوطالب کی نسبت کہا گیا ہے کہ وہ کہا کرتے تھے کہ میں جانتا ہوں کہ جو کچھ محمدؐ کہتے ہیں حق ہے اگر مجھے عورات قریش کی طعنہ زنی کا خوف نہ ہوتا تو میں اپنے بھتیجے کی پیروی کرتا۔ استیعاب اور اسد الغابہ میں ہے کہ پوچھا گیا محمد بن کعب القرظی سے کہ اول علی اسلام لائے یا ابوبکر۔ اُس نے جواب دیا سبحان اللہ ان دونوں میں سے علی اول ایمان لائے ہیں اور لوگوں کو شبہ اس سبب سے ہوا ہے کہ ابتدا میں علی بوجہ خوف ابوطالب کے اپنے اسلام کو چھپاتے تھے اور ابوبکر مسلمان ہوئے تو اُنھوں نے فوراً اپنا اسلام ظاہر کر دیا۔ (تاریخ طبری جلد ۲ اور سیرۃ الحلبیہ جلد اول صفحہ ۲۹۳ بھی ملاحظہ ہو)

حضرت ابوبکر کے اسلام لانے کی کیفیت روضۃ الاحباب تاریخ الخمیس اور سیرۃ الحلبیہ صفحہ ۳۰۰ اور اسد الغابہ میں اس طرح لکھی ہے۔ حضرت ابوبکر فرماتے ہیں کہ جناب رسالتمآب صلعم کے مبعوث ہونے سے پہلے میرا یمن جانیکا اتفاق ہوا اور قوم ازد کے ایک بوڑھے سے ملاقات ہوئی جو بڑا عالم تھا بہت سی کتابیں پڑھا ہوا تھا اور آدمیوں کا علم بہت رکھتا تھا مجھے دیکھ کر کہنے لگا تو حرم کا باشندہ معلوم ہوتا ہے اور یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ تو قریشی اور تیمی ہے میں نے کہا ہاں۔ وہ بولا تجھ سے ایک بات کہتا ہوں اور وہ یہ ہے کہ میں علم صحیح اور صادق سے جانتا ہوں کہ حرم میں ایک نبی ظاہر ہوگا اور اُسکے امر میں ایک جوان اور ایک ادھیڑ اُسکی مدد کریگا۔ پس جب میں مکہ میں واپس آیا تو میں نے سنا کہ آنحضرت مبعوث ہوئے ہیں میں حضور دولت پر حاضر ہوا۔ حضور نے فرمایا کہ اے ابوبکر اسلام قبول کر میں نے حضرت سے دلیل و حجت طلب کی حضرت نے فرمایا میری حجت وہی بوڑھا ہے کہ تو نے ملک یمن میں اُس سے ملاقات کی اور تمام قصہ بیان فرمایا اسکے بعد میں مشرف با اسلام ہوا۔

صاحب تفریح الاذکیا نے سابقین اسلام کی ترتیب اسطرح قایم کی ہے۔ خدیجہؓ - علیؓ - زیدؓ بن حارثہ - ابوبکرؓ - سعیدؓ بن زید - فاطمہؓ زوجہ سعید بن زید - بلالؓ - خبابؓ بن الارت - صہیبؓ رومی - عمارؓ یاسر اور انکی والدہ سمیہؓ - ام سلمہؓ - خولہؓ بنت حکیم[۱] + کامل ابن اثیر میں ہے ابو ذر کہتے ہیں کہ میں رابع الاسلام ہوں - واقدی کہتا ہے عمرو بن عبسہ اور زبیر کا چوتھا یا پانچواں نمبر ہے - خالد بن سعید کا پانچواں نمبر - مگر ابن اسحق کہتا ہے کہ خالد بن سعید اور انکی بیوی ہمینہ بنت خلف بہت آدمیوں کے بعد اسلام لائے - عبداللہ بن مسعود کو بعض نے سادس الاسلام لکھا ہے +

طبری[۲] میں ایک روایت ہے کہ حضرت ابوبکر سے پہلے پچاس آدمی سے زیادہ لوگ مسلمان ہو چکے تھے - تاریخ طبری اور تاریخ ابن اثیر میں ہے کہ فرمایا جناب علیؓ نے میں خدا کا بندہ ہوں - رسول اللہ کا بھائی ہوں اور میں صدیق اکبر ہوں میرے بعد سوائے کاذب مفتری کے یہ لقب اختیار نہیں کریگا - میں نے رسول اللہ صلعم کے ساتھ لوگوں سے سات برس پہلے نماز پڑھی ہے - نیز ابن اثیر عفیف کندی سے ناقل ہیں وہ کہتے ہیں کہ ہم بذریعہ تجارت وارد مکہ ہوئے - زمانہ حج کا تھا - ہم حضرت عباس کے پاس بیٹھے تھے - کہ ایک مرد مقابل کعبہ نماز پڑھنے لگا - اُسکے پیچھے ایک لڑکے اور ایک عورت نے بھی اقتدا کی - میں نے حضرت عباس سے پوچھا یہ کیسا دین ہے تو عباس نے کہا یہ محمدؐ بن عبداللہ میرے بھتیجے ہیں جن کو گمان ہے کہ پیغمبر ہوئے ہیں اور قیصر و کسریٰ کے خزانے انکو ملیں گے - انکی زوجہ خدیجہ اور بھائی علی ابن طالب نے انکے دین کو قبول کیا ہے - قسم بخدا جہانتک میں جانتا ہوں اس دین میں ان تینوں آدمیوں کا چوتھا شریک نہیں ہے - جریر طبری نے ان الفاظ کو اور زیادہ روایت کیا ہے کہ جب عفیف مسلمان ہو گئے اور اسلام انکے دل میں خوب راسخ ہو گیا تو وہ کہا کرتے تھے کہ کاش میں اُن تین شخصوں کے ساتھ چوتھا ہوتا - اور امام احمد بن حنبل نے عفیف کی زبان سے یہ الفاظ اور زیادہ کئے ہیں کہ اگر اُس روز خدا تعالیٰ مجھے اسلام نصیب کرتا تو میں جناب علی سے دوسرے نمبر پہ ہوتا - راوی کا بیان ہے کہ یہ قصہ جسمیں حضرت عباس کی قسم مذکور ہے حج کے زمانہ یعنی ماہ ذیحجہ کی کسی تاریخ کا ہے اور بعثت رجب یا رمضان میں ہوئی ہے + صاحب تفریح الاذکیا بہ روایت ابن سعد لکھتے ہیں کہ بعد حضرت خدیجہ (اور انکی لڑکیوں کے جو اتبک پیدا ہوئی تھیں) سب عورتوں سے پہلے ام الفضل زوجہ عباس اور اسماء بنت ابی بکر ایمان لائیں - سیرۃ الحلبیہ صفحہ ۲۹۵ میں ہے کہ زید کی بیوی اُمّ ایمن بھی زید کے ساتھ ہی مسلمان ہو گئی تھیں +

یہاں یہ امر نہایت ہی قابل غور ہے جیسا کہ بعض مورخین فرنگ نے بھی مثل ڈیون پورٹ کے لکھا ہے کہ سب سے بڑی تصدیق آنحضرت کی صدق نیت اور حقیت مذہب کی یہ ہے کہ سب سے زیادہ راسخ الاعتقاد اور کامل الایمان اور سابق الاسلام حضرت کے گھر کے لوگ اور وہ لوگ ہوئے جو حضرت سے بہت گہرا تعلق رکھتے تھے اور حضرت کے تمام حالات سے بخوبی واقف تھے - اگر حضرت کی صداقت میں ذرہ بھی کسی بات سے وہم یا شک پاتے تو ہرگز ایسے

---

[۱] صاحب کبیر التواریخ نے انہی لوگوں کے ساتھ ابو سلمہ مخزومی - عامر بن فہیرہ - خنیس بن حذافہ - خالد بن سعید بن عاص - عباس بن ربیعہ عبیداللہ بن جحش اور جعفر بن ابیطالب کا نام لکھا ہے - اور یہ بھی لکھا ہے کہ شروع سال میں صرف ۱۰۰ آدمی کے قریب مسلمان ہوئے +

[۲] تاریخ طبری مطبوعہ مصر جلد دوم ص ۲۱۵ [۳] یہ روایت مناقب احمد بن حنبل - خصائص نسائی - مسند ابن ابی شیبہ - مسند ابن ابی عاصم مستدرک حاکم اور حلیۂ ابونعیم میں بھی درج ہے اور شبلی نے بھی لکھی ہے اور طبرانی نے کبیر میں عبداللہ بن مسعود سے نقل کیا ہے - اور یہی روایت حبۃ العرنی سے استیعاب میں درج ہے - صاحب روضۃ الاحباب لکھتے ہیں کہ ہمکو ثبوت کو پہنچا ہے کہ جناب علی نے فرمایا ہے کہ میں نے پیغمبر خدا کے ساتھ اوروں سے سات برس پہلے نماز پڑھی ہے + + +

راسخ الاعتقاد نہوتے کہ دین کی خاطر اپنی جانوں کو معرض خطر و ہلاکت میں ڈال دیتے۔ یہ لوگ برابر حضرت کے ساتھ رہتے تھے اُنکی حرکات و سکنات کے نگراں رہتے تھے۔ خصوصاً اُنکی زوجہ خدیجہ اور آپکا عمزاد پیارا بھائی حضرت کی رسالت کا اعتقاد کامل اور یقین واثق رکھتے تھے۔ اور سب سے زیادہ سچے اور وفادار یہ دو اُنکے تھے۔ اگر یہ لوگ ذراسی علامت بھی دنیاداری یا کمزوری و یا عدم ایمان کی اپنے پیغمبر میں پاتے تو آنحضرت کو جو تہذیب اخلاق اور اصلاح بنی آدم کی اُمیدیں تھیں وہ سب دم بھر میں خاک میں ملجاتیں۔ اُنہوں نے آپ کی خاطر کیا کیا مصائب و صدمات اُٹھائے +

(۳۳) اعلان رسالت سنہ ۴ بعثت آنحضرت پہلے علانیہ دعوت اسلام نہ کرتے تھے بلکہ از روے عقل و تدبیر مدارا و تانّی ابتداءً نصیحت میں فرمائی خاص خاص احباب اور اُنکے متوسلین میں دعوت اسلام محدود تھی کیونکہ اگر ذرا بھی عقل کو کام میں نہ لاتے تو معرض ہلاکت میں پڑتے اور مقصد حاصل نہ ہوتا چنانچہ بمفاد آیۂ کریمہ لا تلقوا بایدیکم الی التہلکۃ (اپنے ہاتھوں ہلاکت میں نہ پڑو) تین سال تک حضرت نے یہی طریقہ جاری رکھا۔ اور بیگانوں پر راز ظاہر نہ کیا۔ تین برس یونہیں گذرے اور اس عرصہ میں بروایت اکثر مورخین کل ۳۹ آدمی مسلمان ہوئے انمیں اکثر کم سن مسافر اور غریب تھے اور اس تعداد میں جوان لڑکے بوڑھے عورتیں سب شامل تھے[۱۱] یہ لوگ اپنے نماز اپنے گھروں یا پہاڑوں کے درّوں میں چھپکر پڑھتے تھے (طبری) وغیرہ میں ہے کہ ایکدن سعد بن ابی وقاص و بعض دیگر اصحاب آنحضرت ایک شعب میں نماز پڑھ رہے تھے کہ چند مشرک اُدھر آگئے وہ اُنکو نماز پڑھتا دیکھکر متعرض ہوئے اور بات بڑھی بھلا کہنے لگے پس سعد بن ابی وقاص نے ایک مشرک کا سر اونٹ کی ہڈی سے پھوڑ دیا یہ اول خون ہے جو اسلام میں بہایا گیا + بعثت کو چوتھے برس کے شروع میں جب آیہ وانذر عشیرتک الاقربین (اور ڈرا اپنے قریب رشتہ داروں کو پ ۱۹ ع ۱۵) نازل ہوئی تو آنحضرت نے حضرت علی کو حکم دیا کہ ایک صاع (ساڑھے تین سیر) گیہوں کی روٹی اور ایک ران گوشت تیار کروا اور ایک بڑا برتن دودھ کا لیکر آؤ اور فرزندان عبد المطلب کی ابو طالب کے گھر میں ضیافت کرو۔ غرض چالیس آدمی جمع ہوئے اور یہ سب چیزیں اُنکے آگے رکھی گئیں انمیں ابو طالب۔ حمزہ۔ عباس اور ابو لہب بھی تھے۔ حضور صلعم نے بسم اللہ کہکر ہاتھ بڑھایا اور سب نے کھانا شروع کیا یہانتک کہ سب سیر ہو گئے مگر وہ کھانا کم نہوا اور سب نے دودھ پیا اور پھر اُسی طرح باقی رہا۔ ابو لہب اپنے ساتھیوں سے کہنے لگا۔ تمہارے صاحب نے عجب سحر کیا ہے۔ حضرت یہ سنکر چپکے ہو رہے اور وہ چلے گئے۔ آنحضرت نے دوسرے دن اُسی سامان سے پھر اُنکی دعوت کی اور پھر وہی صورت پیش آئی۔ تب حضرت نے فرمایا اے فرزندان عبد المطلب میں اس بات کو خوب جانتا ہوں کہ کوئی شخص عرب سے اپنے قوم کے واسطے کوئی چیز اُس سے بہتر نہیں لایا ہے جو میں تم لوگوں کے واسطے لایا ہوں وہ چیز تمہارے واسطے دنیا اور آخرت دونوں میں بہتر ہے۔ یہ بتلاؤ کہ اگر میں تمکو خبر دوں کہ تمہارا دشمن صبح یا شام تمہارے فکر میں آیا چاہتا ہے تو تم یقین کروگے اُن سب نے کہا کہ البتہ ہم آپ کو سچا سمجھتے ہیں۔ حضرت نے فرمایا پس جانو کہ خدا نے مجھے پیغمبر کیا ہے اور تمام عالم کی ہدایت کے واسطے بھیجا ہے اور حکم کیا ہے کہ سب سے پہلے اپنے عزیزوں قریبوں کو اس امر کی دعوت کروں اور عذاب آخرت سے خوف دلاؤں تم لوگ ہمارے عزیز و قریب ہو تم لوگوں نے اس معجزہ کو دیکھا جو شخص اس کھانیکے بعد ایمان نہ لاویگا خدا اُسکو عذاب میں مبتلا کریگا۔ پس تم میں سے کون ایسا ہے جو پہلے میری بیعت کرے اور وہ میرا معین و مددگار ہو اور میں اُسکو اپنا بھائی وصی اور وزیر و خلیفہ قرار دوں[۱۲] یہ سنکر

---

[۱۱] اکسیر التواریخ میں اسوقت تک سوا سو کے قریب مسلمان ہونا لکھا ہے اور گبن نے صرف ۱۴ آدمی لکھے ہیں [۱۲] حیات القلوب میں اسکے بعد یہ لکھا ہے وہ اے فرزندان عبد المطلب خدا نے کسی پیغمبر کو نہیں بھیجا مگر یہ کہ اُسکے واسطے اُسکے اہل سے ایک بھائی اور وصی اور وارث مقرر کیا ہے پس جو کوئی تم میں سے پہلے مجھپر ایمان لائیگا وہ بھائی اور وزیر اور وارث اور وصی اور خلیفہ میرا ہوگا میری اُمت میں اور میرے ساتھ ایسا ہوگا جیسے ہارون موسی کے ساتھ تھے [۱۳] حیات القلوب میں اسکے آگے یہ عبارت اور زیادہ ہے کہ میری جانب سے تبلیغ رسالت کرے اور میرے بعد میرا قرض ادا کرے اور میرے وعدے پورے کرے +

سب چپ ہو رہے کیونکہ کچھہ جواب نہ دیا۔ پس حضرت علی جو اُسوقت چودہویں برس میں تھے تاب نہ لاسکے اُٹھکھڑے ہوئے اور نہایت جوانمردی سے بولے "یا رسول اللہ وہ شخص میں ہوں اگرچہ عمر میں ان سب سے کم ہوں۔ اور آنکھیں میری ان سب سے چھوٹی ہیں اور پیٹ میرا بڑا ہے اور پنڈلیاں سب سے پتلی ہیں۔ یا رسول اللہ میں آپ کا وزیر ہونگا جو حکم آپ کرینگے میں اُسکی تعمیل کرونگا۔ اس مشکل خدمت کو میں بجا لاؤں گا۔ حضرت نے فرمایا ٹھہر جاؤ جلدی مت کرو شاید جو لوگ تمسے بڑے ہیں وہ قبول کریں"۔ پھر حضرت نے مضمون سابق کا اعادہ کیا مگر کسی نے کچھہ جواب نہ دیا۔ پھر حضرت علی نے اُسی طرح سے کلمات اطاعت و فرمانبرداری کے عرض کئے۔ تیسری مرتبہ پھر ایسا ہی ہوا۔ اُسوقت حضور صلعم نے حضرت علی کو اپنے پاس بلایا اور بیعت لی پھر ہاتھ پھیلا کر علی کو گلے سے لگالیا اور فرمایا دیکھو میرے بھائی میرے وزیر میرے وصی میرے خلیفہ کو سب اسکی بات کو ماننا اور اسکی اطاعت کرنا۔ قریش قہقہہ مارکر ہنسنے لگے[۹۵]۔ اور ابوطالب سے یہ کہکر کہ علی کو سلام کرو اور اُسکا حکم مانا کرو سب چلے گئے (طبری ج ۲ ص ۲۱۷ ابن اثیر ج ۲ ص ۲۲ ابوالفداج ۱ ص ۱۱۶ حبیب السیر ج ۱ جزو ۳ ص ۱۶ گبن ج ۳ ص ۹۹ اوکلی ص ۱۵ کارلائل ص ۶۱ ایرونگ ص ۳۴ گلمن ص ۸۳ ڈیون پورٹ ص ۵ اور تفسیر لباب التاویل ج ۳ ص ۱۴۱ تفسیر معالم التنزیل و تفسیر ثعلبی وغیرہ)

اسکے بعد ہی جب آیہ فاصدع بما تؤمر واعرض عن المشرکین نازل ہوئی یعنے اللہ تعالیٰ کا حکم ہوا کہ ظاہر کر اُس کام کو جسکا تجھے حکم دیا گیا ہے اور پھیرلے اپنا منہ مشرکوں سے۔ تو حضور صلعم نے کوہ صفا پر چڑھ کر آواز دی "یا معشر قریش یا بنی فہر یا بنی غالب یا بنی لوے یا بنی عدی" مکہ کے لوگ چھوٹے بڑے آکر جمع ہو گئے کیونکہ دستور تھا کہ جب کوئی اہم کام در پیش ہوتا تھا تو پہاڑ پر چڑھکر آواز دیجاتی تھی۔ اور لوگ آواز سُنکر جمع ہو جاتے تھے۔ دوڑتے وقت لوگوں نے سمجھا تھا کہ کوئی قومی مرحلہ پیش آیا ہوگا وہاں پہنچکر آنحضرت کی زبان سے جو تقریر سنی گئی وہ یہ تھی "لوگو اگر میں تم سے کہوں۔ کہ پہاڑ کے دوسری طرف ایک بڑا لشکر اسلئے چھپا ہے کہ دفعتہً تم پر حملہ کرے اور تمکو تباہ کرے تو کیا تم باور کروگے؟" لوگوں نے جواب دیا "بیشک اے محمد تم امین ہو اور ہم لوگوں نے تمسے کبھی جھوٹ نہیں سنا تمہاری بات ہم کیوں جھوٹ سمجھنے لگے" آنحضرت نے فرمایا "تمہارے پیچھے عذاب سخت آنے والا ہے جو بغیر توحید کے کبھی دفع نہیں ہوسکتا" یہ سنکر وہ سب اپنے دلمیں آں حضرت کو خفیف الحرکت سمجھنے لگے۔ ابولہب سے رہا نہ گیا اور بولا "تمہاری اوقات خراب ہو اسلئے بلایا تھا" یہ کہکر سب چلے گئے (روضۃ الاحباب۔ ایرونگ ص ۳۵ و حیات القلوب)

(۳) قریش کی دشمنی ۳ھ۔ تا بعثت ۔ آنحضرت کے ساتھ جو برتاؤ اہل مکہ کا تھا اُسکی نوعیت برابر بدلتی رہی۔ وہی محمد جو پہلے تمام اہل مکہ کی آنکھوں کی ٹھنڈک تھے قوم نے اُنہیں امین کا خطاب دیا تھا اب اس مذہب پھیلانے کی وجہ سے کانٹے کی طرح دل میں کھٹکنے لگے۔ اور امین کی جگہ اُنہیں مجنوں خطاب دیا گیا۔ جب آپ راہ سے گذرتے قریش مذاق

---

[۹۵] اوکلی اور گبن کے موافق حضرت علی نے اسطرح فرمایا کہ یا رسول اللہ جو کوئی آپ کا مقابلہ کریگا اُسکے دانت توڑ ڈالونگا۔ آنکھیں نکال ڈالونگا پیٹ پھاڑ ڈالونگا اور ٹانگیں توڑ ڈالونگا یا رسول اللہ میں آپکا وزیر ہونگا [۹۶] مسٹر کارلائل لکھتے ہیں کہ بعد میں ثابت ہو گیا کہ یہ ہنسی کے لائق بات نہ تھی بلکہ بہت ٹھیک اور درست تھی۔ یہ نوجوان علی ایسا شخص تھا کہ ضرور ہے کہ ہر شخص اسکو پسند کرے اور اس امر سے جو اوپر بیان کیا گیا ہے اور نیز اور باتوں سے جو ہمیشہ اُسکے بعد اُس سے ظہور میں آئیں یہ معلوم ہوتا ہے کہ وہ ایک صاحب اخلاق فاضلہ اور محبت سے بھرپور اور ایسا بہادر شخص تھا کہ جسکی آگ جیسی تیز و تند جرأت کے سامنے کوئی چیز نہیں ٹھیر سکتی تھی۔ اس شخص کی طبیعت میں کچھہ عجیب طور کی جوانمردی تھی شیر سا تو بہادر تھا مگر باوجود اسکے مزاج میں ایسی نرمی رحم اور سچائی اور محبت تھی جیسی کہ ایک عیسائی و نیز جوانمرد کے شایان ہے اور گبن لکھتا ہے کہ یہ نامور خلیفہ بلحاظ اپنی ہمت و جرأت اور طبیعت و خصلت اور پاکدامنی و عفت اور فہم و فراست کے نہایت عظیم المرتبت لوگوں میں سے تھا جو اُمت اسلامیہ میں کبھی پیدا ہوا تھا [۹۷] ایرونگ لکھتا ہے کہ ابولہب نے ایک پتھر بھی اُٹھا کر حضرت کو مارا تھا ÷

کرتے آپس میں کہتے "یہ شخص بھلا چنگا تھا دفعتہً دماغ پھر گیا کہتا ہے کہ مجھ سے اہل آسمان باتیں کرتے ہیں اور آسمان کی خبر لاکر ہمکو سناتا ہے" یہانتک بھی خیریت تھی۔ لیکن جب ہادی نے بتوں کا باطل کہنا اور قریش کے آبا و اجداد کو جو جہالت کفر میں مرے تھے دوزخی بتانا شروع کیا۔ اُسوقت قریش کو ایسا صدمہ پہنچا کہ وہ آنحضرت کی دشمنی پر تل گئے۔ تمام بنی امیہ اور بعض بنی ہاشم حضرت کے دشمن جانی ہوگئے ؀

بنی اُمیہ کا سردار اسوقت ابوسفیان بن حرب تھا۔ یہ شخص نہایت مالدار ذی اقتدار اور شجاع تھا۔ عرصہ دراز تک آنحضرت کا دشمن جانی رہا۔ بنی ہاشم میں سے حضرت کا چچا ابولہب آپکا بڑا مخالف تھا۔ یہ شخص بڑا مالدار اور مغرور اور بدمزاج تھا۔ اسکے بیٹوں عُتبہ اور عُتیبہ سے آپ کی بیٹیوں ام کلثوم اور رقیہ[1] کی شادی کم سنی میں ہوئی تھی۔ ابولہب کی بیوی ابوسفیان کی بہن ام جمیل حضرت کی سخت دشمن تھی۔ ابولہب کی مخالفت زیادہ تر اپنے زوجہ ہی کی مخالفت کے سبب سے تھی کہ وہ اُسکا نہایت فرمانبردار تھا۔ ہادی کو اس مخالفت سے ام کلثوم اور رقیہ پر نہایت تاسف اور تردد ہوا۔ آخر ابولہب اور اُسکی زوجہ ام جمیل نے عتبہ اور عتیبہ سے آنحضرت کی صاحبزادیوں کو طلاق دلادی۔ اور اُن صاحبزادیوں کا نکاح کچھ عرصہ بعد یکے بعد دیگرے حضرت عثمان بن عفانؓ سے کر دیا گیا۔ ابوسفیان کا خسر عتبہ بن ربیعہ اور عقبہ بن ابی معیط اور ابوجہل بن ہشام بن مغیرہ بھی آنحضرت کے سخت مخالفوں اور دشمنوں میں سے تھے ؀

کفار ہر طرح سے حضرت کی ایذا دہی میں کوشش کرتے تھے کبھی ابولہب اور عقبہ بن ابی معیط آنحضرتؐ کی گذرگاہ میں گھر کے قریب گندگی ڈالدیتے کبھی کانٹے بچھا دیتے آنحضرت تحمل سے کام لیتے اور اتنا ہی فرماتے "کیا حق ہمسائگی یہی ہے!" رفتہ رفتہ آہستہ آہستہ قریش کی طبیعتیں فساد اور عناد کی طرف بڑھتی گئیں۔ اُنکا یہ حال ہوگیا کہ جو شخص مکہ میں آتا اُس سے کہتے محمدؐ کی بات نہ ماننا۔ کبھی مجنون کہتے۔ کبھی شاعر کبھی ساحر اور کبھی کاہن۔ ایک مرتبہ اکابر قریش جمع ہوئے اور مشورہ کرنے لگے کہ موسم حج قریب ہے باہر کے لوگ آئیں گے تو محمدؐ اپنی سحر بیانی سے کام لیں گے۔ یہ سیدھے سادھے لوگ انکے دام فریب میں آتے جاتے ہیں اسکی روک تھام ضرور ہے۔ اس شریف خاندان حسین و وجیہ و فصیح البیان سے لوگوں کو کیونکر نفرت دلائیں۔ مجنون۔ شاعر۔ ساحر۔ کاہن کے لقب تو اسپر کھپ نہ سکیں گے۔ آخر ولید بن مغیرہ جو اُن سب میں قابل اور مسن سمجھا جاتا تھا بولا کہ اصل حقیقت یہ ہے کہ یہ سحر بابل ہے ناگزیر کچھ کہا چاہتے ہو تو ساحر ہی کہو۔ اگرچہ یہ بھی مفید نہ ہوگا۔ پس موسم حج میں جو کوئی شخص آتا اُس سے یہی کہتے کہ یہ شخص ساحر ہے اسکی بات نہ سننا (روضۃ الاحباب تاریخ الخمیس و طبری میں ہے ایک دفعہ کفار مکہ خانہ کعبہ میں بیٹھے آنحضرت کا ذکر کر رہے تھے کہ یہ شخص کھلے خزانے ہمکو اور ہمارے بزرگوں کو برا کہتا ہے۔ کوئی بندوبست ضرور کرنا چاہیئے اتنے میں آنحضرت آپہنچے اور طواف کعبہ میں مشغول ہوئے۔ کفار آوازے کسنے لگے اور تعرض کے ساتھ پیش آئے۔ دو مرتبہ حضرت کچھ نہ بولے۔ تیسری مرتبہ آنحضرت کو جلال آیا فرمایا "قریش تم سنتے نہیں۔ قسم ہے اُس ذات کی جس کے قبضہ قدرت میں محمدؐ کی جان ہے میں تمکو ذبح کرنے آیا ہوں" حضرت کی اس گفتگو سے دلوں میں کچھ ایسی ہیبت چھاگئی کہ وہ لوگ خوشامد کرنے لگے۔ اور معافی کی درخواست کی۔ دوسرے دن کفار نے اپنی اس ہزیمت پر تاسف کیا اور پھر ایک دل ہوکر خانہ کعبہ میں آنحضرت سے بے ادبی کی۔ عقبہ بن ابی معیط گوشہ چادر گلے میں ڈالکر گلا گھونٹنے لگا۔ بروایت تاریخ الخمیس و روضۃ الاحباب حضرت ابوبکر رونے لگے اور آگے بڑھکر کھینچنے لگے آیا اس شخص کو قتل کرتے ہو جو کہتا ہے کہ میرا رب اللہ ہے اور تمہارے پاس تمہارے رب کی نشانیاں

[1] زینب ام کلثوم اور رقیہ کی نسبت علماء امیہ کا یہ قول ہے کہ وہ رسول اللہ کی صلبی بیٹیاں نہ تھیں بلکہ خدیجہ کے پہلے شوہر سے تھیں۔ وہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلعم کی سوائے فاطمہ علیہا السلام کے اور کوئی بیٹی نہیں ہوئی ؀

لایا ہے۔ اسپر مشرکین نے آنحضرت کو چھوڑ دیا اور حضرت ابوبکر کی ڈاڑھی پکڑ کر اتنا مارا کہ اُنکا سر پھوٹ گیا۔

ایک روز عتبہ بن ربیعہ آنحضرت کے پاس آیا اور کہنے لگا کہ "اے محمدؐ تم جو مانگو میں دینے کو تیار ہوں بشرطیکہ تم اپنے ادعا سے باز آؤ۔ اگر تم کوئی حسین عورت چاہتے ہو تو میں اُسکا انتظام کر دوں اور اگر دولت اور مال کی طمع ہو تو میں چندہ کرکے اتنا مال دوں کہ تم قوم میں سب سے زیادہ مالدار ہو جاؤ۔ اگر بادشاہت کی طمع ہو تو میں تمہیں قوم کا بادشاہ بھی بنا سکتا ہوں۔ اگر تمہارا واہمہ تمہارے اختیار سے باہر ہے تو کہو کہ طبیب سے تمہارا معالجہ کراؤں۔ تمہیں صحت ہو جائے۔ ہمیں مال خرچ کرنے میں دریغ نہیں ہے"، جب عتبہ گفتگو ختم کر چکا تو حضرت نے پڑھا بسم اللہ الرحمن الرحیم حٰمٓ۔ تنزیل من الرحمن الرحیم کتاب فصلت آیاتہ قرآنا عربیا لقوم یعقلون الخ جب آنحضرت فان اعرضوا فقل انذرتکم صاعقۃ مثل صاعقۃ عاد وثمود تک پہنچے تو عتبہ نے کہا بس بس۔ اور پھر اپنی قوم کے پاس آکر کہا واللہ میں نے ایسا کلام سُنا ہے کہ اُسکا مثل کبھی نہ سنا تھا۔ شاعری۔ سحر یا کہانت کو اُس سے کوئی نسبت نہیں میری تو یہ رائے ہے کہ تم محمدؐ کو اُسکے حال پر چھوڑ دو بخدا یہ کلام کچھ کر دکھائیگا۔ اگر دوسروں سے یہ مغلوب ہوا تو تمہارا مطلب بے دردسر حاصل ہوا اور اگر یہ غالب رہا تو اُسکی عزت کے ساتھ تمام مکہ والوں کی عزت بڑھیگی میری تو یہی رائے ہے آیندہ جو تم مناسب سمجھو۔ مگر ایک عتبہ کی رائے کیا کرتی ہر کام کا ایک وقت ہوتا ہے جبتک وہ وقت نہیں آیا کافروں کی حالت نہیں بدلی (روضۃ الاحباب۔ ابن ہشام)

غرض قریش ہر طرح حضرت کو ستاتے تھے۔ جب بازار میں جاتے چھیڑتے طعنہ زنی کرتے۔ جب وعظ فرماتے شور و شغب مچاتے۔ تالیاں پیٹتے۔ بیہودہ گیت گانے لگتے۔ کوئی درجہ بُرائی کا آنحضرت کے ساتھ اُٹھا نہیں رکھا۔ لیکن آنحضرت ہمیشہ صبر و استقلال سے کام لیتے اور کہتے تو صرف یہ کہتے "خدایا تو اس قوم جاہل کو ہدایت دے" (نوشا) کبھی حضرت سے معجزے طلب کرتے اور جب حضرت معجزے کر بھی دکھاتے تو سحر اور جادو بتاتے۔

ایک دفعہ آنحضرت خانہ کعبہ میں سربسجود تھے عقبہ بن ابی معیط نے ابوجہل کے اشارہ سے ایک گوسفند کا مشیمہ (اوجھ) آنحضرت کے شانوں پر رکھدیا اور کفار نے ہنسنا شروع کیا۔ حضرت ثابت ہی رہے جنبش نہ کی اور سر سجدہ سے نہ اُٹھایا [1] جب حضرت نماز سے فارغ ہوئے تو تین مرتبہ فرمایا کہ اے پروردگار تو قریش سے سمجھ لے۔ اور پھر نام بنام ابوجہل بن ہشام عتبہ بن ربیعہ۔ شیبہ بن ربیعہ۔ ولید بن عتبہ۔ عقبہ بن ابی معیط۔ ابی بن خلف۔ اُمیہ بن خلف اور عمارہ بن ولید کے حق میں دعائے بد کی۔ تھوڑے دنوں کے بعد یہ سب جنگ بدر میں مسلمانوں کے ہاتھ سے مارے گئے (خمیس تحفۃ الاحباب)

(۵) کفار کا ظلم مسلمانوں پر عبدالمطلب کے بعد ابوطالب سردار مکہ سمجھے جاتے تھے اُنکے لحاظ اور خوف سے کفار مکہ آنحضرت کو زیادہ اذیت نہ پہنچا سکتے تھے اور اسی طرح اُن مسلمانوں کا بھی کچھ نہ کر سکتے تھے جنکا کنبہ خوش حال تھا۔ لیکن غریب مسلمانوں کے ساتھ کفار بڑی سختیاں کرتے تھے۔ گرم ریت پر دھوپ میں سلاتے۔ گرم پتھر جسم پر باندھتے۔ دھوپ میں لوہے کی زرہ پہناتے۔ دُرّے سے مارتے۔ دانہ پانی بند کر دیتے۔ سب ہی کچھ کرتے لیکن مسلمان توحید و رسالت کا اقرار کئے جاتے منحرف نہ ہوتے تھے منجملہ اُن مفلس مسلمانوں کے جنکو کفار نے بہت ستایا تھا عمار ابن یاسر اور اُنکے والدین اور ہمشیر ہیں اُنکو ایک دن گرم ریت پر لٹائے ہوئے مار رہے تھے حضور صلعم نے دیکھا اور فرمایا کہ اے آل یاسر صبر کرو کہ

[1] صاحب تاریخ الخمیس وغیرہ مورخین اہلسنت اور صاحب حیاۃ القلوب وغیرہ محدثین شیعہ نے لکھا ہے کہ اس مشیمہ کو جناب فاطمہؑ نے آکر اُٹھا کر پھینکا۔ مگر یہ روایت صاف روایت کے مقابلہ میں جسمیں جناب فاطمہ کی پیدائش ۵ھ بعثت میں لکھی ہے صحیح نہیں ہو سکتی کیونکہ یہ واقعہ ۲ھ بعثت میں لکھا ہے ہاں اگر وہ روایت لیجائے جسمیں جناب فاطمہ کی پیدائش ۵ قبل بعثت میں لکھی ہے تو صحیح ہو سکتا ہے یا یہ واقعہ ۱۰ بعثت کا ہے جیسا کہ بعض مورخین نے لکھا ہے کہ بعد وفات ابوطالب ایسا ہوا اور ہماری تحقیق میں یہی درست ہے ۵ بعثت خالی پہلے۔

تمہاری وعدہ گاہ جنت ہے - آخر الامر ابوجہل مردود نے سمیہ مادر عمار کے قلب پر اور بروایتے اندام نہانی پر نیزہ
مار کر ہلاک کر دیا اور یاسر پدر عمار کو اتنا مارا کہ وہ ہلاک ہو گئے اسلام میں یہ دونو شہداے اول ہیں مگر عمار نے مجبور ہو کر وہی
لفظ کہدیے جو کفار چاہتے تھے لوگوں نے رسول اللہ صلعم سے آکر کہا کہ عمار کافر ہو گیا فرمایا ہرگز نہیں وہ تو سر سے پاؤں
تک ایمان سے بھرا ہوا ہے ایمان اُسکے گوشت و خون میں ملا ہوا ہے - اور جب عمار آپکی خدمت میں روتے ہوئے
آئے تو آپ نے فرمایا کہ اگر وہ دوبارہ ایسا ہی کہوائیں تو کہدینا کوئی حرج نہیں ہے - اسیطرح صہیب اور خباب وغیرہ
نے مشرکوں کے ہاتھ سے تکلیفیں اُٹھائیں (روضۃ الاحباب) مسلمان عورتیں بھی کفار کے عذاب سے مستثنی نہ تھیں
عمر فاروق اپنی کنیز لبینہ کو اسلام قبول کرنے کی جرم میں اتنا مارتے تھے کہ تھک جاتے تھے اور دم لیکر مارنے لگتے تھے
ابوجہل نے اپنی کنیز زنیرہ کو اتنا مارا کہ وہ اندھی ہو گئی اور کہا کہ لات و عزی نے تجھے اندھا کر دیا اُس نے کہا لات و عزی کو
تو خود ہی نہیں سوجھتا دوسروں کو کیا اندھا کرینگے یہ ایک آسمانی امر ہے میرا خدا پھر میری آنکھوں میں روشنی دے سکتا
ہے - نہدیہ بنی عبد الدار میں ایک عورت کی لونڈی تھی وہ کمبخت اسے سخت تکلیفیں دیتی تھی - اسیطرح ام عبیس
اسود بن عبد یغوث کی ملوکہ تھی اور ایمان کی خاطر سب تکلیفیں جھیلتی تھی (ابن ہشام ابن اثیر)
یہ سب مہاجرین اولین کے ساتھ حبش تشریف لیگئی تھیں - جب وہاں سے مراجعت کی تو ابوجہل نے [illegible]
[illegible] کفار حضرت بلال کو ایسی ایسی تکلیفیں دیتے تھے کہ بیان نہیں ہو سکتا - حضرت بلال امیہ بن خلف کے
غلام تھے - اور پوشیدہ طور پر ایمان سے آراستہ ہو چکے تھے - [illegible]
جب یہ خبر امیہ بن خلف کو پہنچی اُس نے غلاموں کو حکم دیا کہ صبح کو دن چڑھے بھوکے بلال کو [illegible] میں
چھوڑ دیا کرو اور جب آفتاب خوب گرم ہو تو انکو دھوپ میں چت لٹا کر انکے سر پر گرم پتھر رکھا کرو تاکہ [illegible]
آگ جلا دیا کرو کہ خوب جلیں اور جب شام ہو ہاتھ پیر باندھ اندھیری کوٹھری میں قید رکھو - اور باری باری
تازیانے مارا کرو اور صبح تک یہی کام کیا کرو اسیطرح ایک مدت گذری مگر حضرت بلال [illegible] احد احد (خدا
ایک ہے ایک ہی) کہا کیے - آنحضرت صلعم کو انکے اس حال کی خبر ہوئی تو عباس سے [illegible] خرید والیا

(۲) ہجرت حبشہ سنہ ۵ بعثت جب کفار قریش کا ظلم مسلمانوں پر حد کو پہنچ گیا - اور وہ جانوں کے لالے ہو گئے تو حضور
صلعم نے اپنے اصحاب کو ہجرت کا حکم دیا - حبش جسکو ابیسینیا کہتے ہیں [illegible] اسکے لئے تجویز کیا گیا [illegible]
فرقہ کے عیسائی تھے اور اُن کا بادشاہ جسکا لقب نجاشی اور نام اصحمہ بن ابجر یا مکحول [illegible] تھا [illegible]

لہ ہجرت حبشہ کا حال آگے بیان ہوگا [illegible] علامہ عبد البر نے استیعاب میں اور مولوی عبد الحق محدث دہلوی نے مدارج النبوۃ میں لکھا ہے
کہ جب رسول اللہ صلعم کو بلال پر [illegible] کی اذیت کا حال معلوم ہوا تو حضرت ابوبکر سے [illegible] پاس مال ہوتا تو بلال کو
خرید لیتے - اسکے بعد ہی حضرت ابوبکر کی ملاقات حضرت عباس سے ہوئی تو کہا کہ میرے لیے بلال کو خرید [illegible]
پاس گئے اور کہا یہ غلام [illegible] قیمت بھی [illegible]
یہ غلام حبشی [illegible] کسی کام کا نہیں [illegible] اسوقت عباس [illegible] اور بلال کو خرید کر
حضرت ابوبکر کے پاس بھیجدیا حضرت ابوبکر نے بلال کو آزاد کر دیا - بلال نے آنحضرت صلعم کی ملازمت اختیار کی) حضرت کے مؤذن
مقرر ہوئے یہی مؤذن اول ہیں اسلام میں - آنحضرت کی وفات کے بعد بلال نے شام چلے جانیکا ارادہ کیا حضرت ابوبکر نے کہا تم تو ہمارے ہی
پاس رہو - بلال نے کہا اگر تم نے مجھے اپنے نفس کے لیے آزاد کیا ہے تو قید رکھو اور اگر خدا کے لیے آزاد کیا ہے تو چھوڑدو کہ خدا کی طرف جاؤں [illegible]
نے کہا چلے جاؤ - بس بلال شام کی طرف چلے گئے اور وہیں [illegible]
[illegible] مولی رسول اللہ (رسول اللہ کے غلام) لکھا ہوتا ہے

اور عادل تھا۔ پس ماہ رجب سال پنجم بعثت میں گیارہ مرد اور چار عورتیں تھیں سب سے پہلے حضرت عثمان اور انکی زوجہ رقیہ بنت رسول باہر نکلے یہ لوگ مکہ سے چھپکر نکلے۔ جدہ تک پاپیادہ آئے اور وہاں سے جہاز میں بیٹھکر ساحل حبشہ پر جا اترے۔ ان لوگوں کو حبشہ میں رہتے ہوئے شعبان اور رمضان کے مہینے گذرے تھے کہ انہوں نے سُنا قریش مسلمان ہوگئے۔ یہ سنکر ماہ شوال میں حبشہ سے واپس آئے مگر مکہ کے قریب آکر انکو معلوم ہوا کہ قریش تو پہلے سے زیادہ دشمنی پر تلے ہوئے ہیں۔ ناچار انہوں نے اپنے دشمنوں سے مخفی طور پر ایسے لوگوں کے جوار میں سکونت اختیار کی جہاں انکو پناہ مل سکے سوائے عبداللہ ابن مسعود کے جو یہ خبر سنکر حبشہ کو واپس چلے گئے۔ (روضۃ الاحباب طبری۔ تاریخ الخمیس) ۔ کفار کی طرف سے مسلمانوں پر ظلم و ستم کا بازار روز بروز زیادہ ہی گرم ہوتا چلا جاتا تھا۔ اسواسطے تھوڑے دنوں بعد آنحضرت صلعم نے مسلمانوں کو دوبارہ حبشہ کی طرف مہاجرت کر جانیکی اجازت دیدی۔ اس مرتبہ علاوہ بچوں کے ۸۳ مرد اور ۱۸ عورتیں متفرق طور پر حبشہ کو چلے گئے۔ اور آخر میں جعفر ابن ابیطالب پچاس آدمی کیساتھ حبشہ کو ہجرت کر گئے۔ ان مہاجرین حبشہ کی تعداد بچوں کے علاوہ بروایتے ۸۳ مرد اور ۱۸ عورتیں اور بروایتے ۸۰ مرد اور ۱۱ عورتیں۔ قبیلہ ایک سو یا اوپر بتائی گئی ہے۔ حبشہ میں ان لوگوں کے ساتھ مہربانی اور نرمی کا سلوک کیا گیا۔ یہ لوگ عرصہ تک وہیں رہے جب انہوں نے آنحضرت کے مدینہ کی طرف ہجرت کرنیکا حال سُنا تو ان میں سے ۳۳ مرد اور ۸ عورتیں مکہ میں واپس آ گئے۔ جعفر اور انکے ساتھ والے پچاس آدمی ۷ سنہ ہجری تک حبشہ ہی میں رہے۔ یہانتک کہ جنگ خیبر کی فتح کے وقت مدینہ واپس آئے اسوقت رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ آیا میں فتح خیبر کی خوشی مناؤں یا جعفر کے واپس آنیکی۔ (روضۃ الاحباب وغیرہ)

کفار مکہ کو جب معلوم ہوا کہ اہل مکہ مسلمان ہوتے ہیں اور مکہ سے حبشہ چلے جاتے ہیں جہاں وہ امن و آرام سے بسر کرتے ہیں تو انکی کدورت بڑھی اور بروایت ابن اسحق و ابوالفدا اور صاحب تاریخ الخمیس و طبری براہ حسد عمارہ بن ولید یا عبداللہ بن ابی ربیعہ کو اور بروایت ابن اثیر عبداللہ بن امیہ کو عمرو بن عاص کے ساتھ نجاشی اور ارکین سلطنت کیواسطے ہدایا و تحائف دیکر روانہ کیا۔ ان دونوں نے حبشہ میں جاکر وزیروں اور مشیروں کو رشوت دیکر اپنے سے ملا لیا۔ پھر نجاشی کے دربار

۵۱ یعنی عثمان بن عفان اور انکی زوجہ رقیہ بنت رسول۔ زبیر بن العوام۔ عبداللہ بن مسعود۔ عبدالرحمن بن عوف۔ مصعب بن عمیر۔ ابوسلمہ بن عبدالاسد اور انکی زوجہ ام سلمہ۔ عثمان ابن مظعون۔ عامر بن ربیعہ اور انکی زوجہ لیلی۔ حاطب ابن عمرو۔ سہیل ابن بیضا۔ ابو حذیفہ بن عتبہ بن ربیعہ اور انکی بیوی سہلہ بن سہیل (تفریح الاذکیاء) طبری نے ان گیارہ کے علاوہ ابوسبرہ بن ابی رہم کو بھی لکھا ہے۔

۵۲ صاحب حبیب السیر لکھتے ہیں کہ تفریح الاذکیاء اور بعض کتب سیر میں لکھا ہے کہ مہاجرین حبشہ کچھ اوپر ۸۰ مرد اور ۱۱ عورتیں قریش سے تھیں اور ۷ نفر غیر قریش تمام قبائل سے۔ جب آنحضرت نے مدینہ کو ہجرت کی تو ۳۳ مرد اور ۸ عورتیں حبشہ سے واپس آگئے۔ ان میں سے دو مرد مکہ میں مر گئے اور سات نفر قید ہوگئے اور بقیہ ۲۴ نفر واقعہ بدر میں آنحضرت سے آملے۔ اور جعفر مع تمام مہاجرین کے ۷ سنہ میں فتح خیبر کے وقت آنحضرت کی خدمت میں حاضر ہوئے یہ روایت ابوالفدا کی تاریخ الخمیس میں بھی ہے۔ ۵۳ ابن خلدون و صاحب سیرۃ محمدیہ اور صاحب انسان العیون نے لکھا ہے کہ یہ دوسری ہجرت حبشہ آنحضرت کے شعب ابی طالب میں داخل ہونیکے بعد سنہ ۷ بعثت میں ہوئی ہے۔ اور انکی تعداد ۸۳ آدمی ستانہ بعثت میں آئے تھے۔ [illegible] جب آنحضرت [illegible] ابوطالب نکل آئے ہیں۔

لیکن جو مہاجرین حبشہ کو یہ خبر غلط پہنچی تھی کہ کفار قریش نے ان حضرت سے صلح کرلی ہے (یہ شعر و حضرت کے خوف سے دشمن ان [illegible] تھا کہ کوئی ایک کسی کا اتنا [illegible] عقلا کو یہ باتیں [illegible] ہوتا تھا [illegible] [illegible] [illegible]

[illegible] [illegible] [illegible]

کرتا ہے یہ شعر کہا [illegible] [illegible] [illegible] [illegible]

میں جاکر اول اسکو سجدہ کیا پھر تحائف و تحفے پیش کرکے منت و سماجت عرض کیا ہمارے بنی اعمام انہوں نے دین چھوڑ کر اور
ایک نیا مذہب اختیار کرکے یہاں آئے ہیں اور ان کا عقیدہ یہ ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام خدا کے بندے اور غلام [illegible] ہیں
اور یہ عقیدہ بادشاہ کے بھی خلاف ہے سو انکو ہمارے ساتھ کر دیجئے۔ نجاشی اگرچہ عیسائی تھا۔ مگر انکی اس بات پر غصہ
ہوکر بولا یہ میری شان کے خلاف ہے کہ جو میری پناہ میں آویں میں انکو [illegible] کے سپرد کر دوں۔ پھر مسلمانوں کو
طلب کیا وہ سب حاضر ہوئے جعفر طیار آگے پیشوا تھے۔ وہ سلام علیک کہکر مجلس بادشاہ میں داخل ہوئے [illegible]
نے لفظ سلام علیک سنکر کہا تم لوگوں نے خلاف آداب کیا بادشاہ کو سجدہ کیوں نہیں کیا۔ جعفر ابن ابی طالب نے فرمایا ہم لوگ
اپنے پروردگار حقیقی کے سوا اور کسی کو سجدہ نہیں کیا کرتے اور ہم آپکو اس لائق نہیں جانتے ہیں ہمارے پیغمبر علیہ السلام نے
ہم کو یہی تعلیم دی ہے۔ اس گفتگو سے نجاشی کے دل میں مسلمانوں کی [illegible] قائم ہوئی اور پوچھا کہ تم نے جو نیا دین اختیار
کیا ہے وہ کیا ہے؟ جعفر نے کہا کہ اللہ نے ہمارے پاس [illegible] بھیجا [illegible]
ترک کر دیا۔ وہ ہمکو اچھے کاموں کی ترغیب دیتا ہے اور برے کاموں سے منع کرتا ہے۔ نماز، زکوٰۃ، صدقہ، صلہ رحم
وغیرہ وغیرہ اخلاق حسنہ کی تعلیم دیتا ہے [illegible] ہم ایمان لائے [illegible] بھائی [illegible]
لگے۔ ہم میں لڑنے کی طاقت نہ تھی یہاں کر آپکی قلمرو میں چلے آئے ہیں [illegible]
جو کلام نازل ہوا ہے [illegible] نجاشی [illegible]
بڑی رقت طاری ہوئی [illegible] حضرت موسیٰ [illegible]
لفافے بادشاہ کو [illegible] کہا یہ مسلمان حضرت عیسیٰ ابن مریم کی نہایت مخالفت کرتے ہیں [illegible] کہا
ہرگز نہیں اور پھر [illegible] عبد اللہ ورسولہ وکلمۃ اللہ [illegible] نجاشی [illegible]
انجیل کا بھی [illegible] ابن ہشام اور علامہ ابن اثیر وغیرہ [illegible] حضرت جعفر کی
نقل کی ہے اسکا ترجمہ یہ ہے۔ اے بادشاہ ہم جاہل اور گمراہ لوگ تھے بتوں کی پرستش کرتے تھے اور [illegible]
تھے بدکاریاں کرتے تھے قطع رحم کرتے ہمسایوں سے [illegible] زبردست کمزور کا مال کھا جاتا
مدت سے ہمارا یہی حال تھا تاآنکہ خدا نے ہم میں سے ہماری ہی قوم کا ایک پیغمبر [illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]

میں گواہی دیتا ہوں کہ محمدؐ وہی رسول ہے جسکی تعریف انجیل میں میں نے پڑھی ہے اور جسکی بشارت عیسےٰ بن مریم نے انجیل میں دی ہے بخدا اگر میں بادشاہ نہ ہوتا اور انتظام مملکت دامنگیر نہ ہوتا تو میں تم لوگوں کے ساتھ چلکر اُس رسول برحق کی جوتیاں اُٹھاتا۔ اور آفتابہ میں پانی لیکر وضو کراتا۔ بعد اسکے ہدایائے قریش واپس کر دیئے اور عمرو عاص اور عمارہ کو صاف جواب دیدیا کہ واللہ میں مسلمانوں کو تمہارے سپرد نکرونگا۔ اور مسلمانوں سے کہا کہ تم نجاشی یہاں ہو کوئی تمہارا ضرر نہ ہوگا۔

نوٹ (۱) حبشہ ہی میں اسماء بنت عمیس سے جعفر کے بیٹے عبداللہ پیدا ہوئے۔ (حیات القلوب وغیرہ) (۲) صاحب حیات القلوب نے علی بن ابراہیم سے روایت نقل کی ہے کہ ابوسفیان کی بیٹی معاویہ کی بہن ام حبیبہ عبیداللہ بن جحش کی بیوی تھی یہ عبیداللہ حبشہ میں عیسائی ہوکر مر گیا۔ رسول اللہ صلعم نے نجاشی کے پاس پیغام بھیجا کہ ام حبیبہ کا خطبہ آنحضرت کے ساتھ کردے نجاشی نے ایسا ہی کیا اور چار سو اشرفی اُنکا مہر اپنے پاس سے ادا کر دیا۔ اور بہت سے کپڑے اور خوشبو ام حبیبہ کے پاس بھیجی اور سنہ ھ میں آنحضرت کے پاس روانہ کر دیا۔ حیات القلوب میں نجاشی کا نام اصحمہ بن ابجر لکھا ہے۔

(۷) رسول دار الارقم میں سنہ بعثت

جب مسلمان حبشہ کی طرف ہجرت کر گئے تو بھی رسول اللہ صلعم برابر وعظ فرماتے رہے اور نئے نئے لوگ دین اسلام میں داخل ہوتے رہے۔ کفار نے یہ دیکھکر آنحضرت کو اور زیادہ ستانا شروع کیا۔ ناچار آنحضرت صلعم اپنے بقیہ اصحاب کو ساتھ لیکر ارقم بن ابی ارقم عبد مناف بن اسد کے مکان میں جا چھپے اور اس مکان میں ایک مہینہ تک رہے۔ یہ مکان کوہ صفا کے اوپر واقع تھا۔ آپ وہاں لوگوں کو اسلام کی طرف دعوت کرتے تھے۔

حضرت اسی مکان میں مقیم تھے کہ حمزہ نے اور حمزہ کے تین دن بعد حضرت عمر نے اسلام قبول کیا (ابن ہشام)

(۸) حضرت حمزہ کا اسلام لانا سنہ بعثت

ایک دن آنحضرت صلعم کوہ صفا کے قریب بیٹھے ہوئے تھے ابوجہل اُدھر سے گذرا حضرت کو گالیاں دیں اور ایذا پہنچائی۔ رسول اللہ صلعم کچھ نہ بولے۔ عبداللہ بن جدعان کی لونڈی جس کا مکان وہیں تھا اپنے مکان میں ابوجہل کی زیادتی سن رہی تھی۔ رسول اللہ صلعم تو اپنے گھر چلے آئے اور ابوجہل کعبہ کے قریب قریش کی چوپال میں آکر بیٹھ گیا اور باتیں کرنے لگا۔ اس موقعہ پر رسول اللہ صلعم کے چچا حمزہ جو شکار کو گئے ہوئے تھے واپس آرہے تھے اور اُنکی عادت تھی کہ شکار سے واپس آکر پہلے خانہ کعبہ کا طواف کرتے تھے پھر گھر جاتے تھے۔ راستہ میں عبداللہ بن جدعان کی لونڈی سے ملاقات ہوئی تو اُس نے کہا کہ اے ابو عمارہ (حمزہ) آج تو ابوجہل نے تمہارے بھتیجے کو بہت گالیاں دیں اور بہت ایذا پہنچائی۔ حمزہ یہ سنکر کمال غضبناک ہوئے اور سیدھے کمان کندھے پر رکھے ہوئے ابوجہل کی تلاش میں آئے۔ چوپال میں دیکھا کہ ابوجہل بیٹھا ہے حمزہ نے قریب آکر اُسکے سر پر ایسی کمان ماری کہ اُسکے سر پر سخت زخم آیا۔ اور کہا تو اُسکو گالیاں دیتا ہے حالانکہ میں اُسکے دین پر ہوں اور میں بھی وہی کہتا ہوں جو وہ کہتا ہے۔ اسکے قوم کے لوگ جو وہاں تھے ابوجہل کی حمایت کو کھڑے ہو گئے۔ ابوجہل نے انہیں یہ کہکر روکدیا کہ ابو عمارہ کو کچھ نہ کہو میں نے اسکے بھتیجے کو بڑی سخت اور فحش گالیاں دی تھیں اور حمزہ کا غصہ دم کرنے کے واسطے کہا کہ میں نے اس سبب سے محمد کی گستاخی کی تھی کہ وہ ہمارے تمہارے آباؤ اجداد کے مذہب سے منحرف ہو گیا ہے مگر حضرت حمزہ دبنے والے نہیں ہوئے بلکہ غصہ اور تفاخر کی آواز سے بولے "تو میں بھی تمہارے پتھر کے خداؤں کو نہیں مانتا کیا تم مجھے مجبور کر سکتے ہو"

(۱) اکثر مسلمان مورخوں نے نجاشی کے مسلمان ہونے اور مرتے دم تک مسلمان رہنے پر اتفاق کیا ہے۔ (۲) ارقم کا اسلام مورخین نے چھٹے یا ساتویں نمبر پر لکھا ہے۔ (۳) حضرت حمزہ اپنی شجاعت کے سبب عرب میں مشہور تھے۔

یہ کہکر حمزہ نے علانیہ کہدیا کہ میں مسلمان ہوں اشہد ان لا الہ الا اللہ و اشہد ان محمد رسول اللہ اور قسم کہائی کہ میں آنحضرت کا ساتھ دونگا - اور اُسوقت سے علانیہ اسلام کے نہایت سرگرم اور بہادر مددگار ہوگئے - قریش آنحضرت سے بہت بے تکلف ہوچلے تھے - مگر حمزہ کے اسلام ظاہر کرنے نے اُنکو با ادب کر دیا سمجھے حمزہ جیسے بہادر پہلوان سے لڑنا آسان نہیں تھا ہے (طبری - خمیس - روضۃ الاحباب - ابن ہشام)

(۹) حضرت عمر کا مشرف با سلام ہونا ۶ سنہ بعثت حمزہ کے ہاتھ سے زک پاکر ابو جہل آنحضرت کی جان کا دشمن ہوگیا اور اپنے مجمع میں بولا کہ جو کوئی محمدؐ کا سر کاٹ کر لاوے اُسکو سو اونٹ یا چالیس ہزار درہم انعام ملیگا حضرت عمرؓ نے جو ابو جہل کے بہانجے تھے اور اپنے ماموں کی طرح آنحضرت کے سخت دشمن تھے کہا کہ یہ کام میں کرونگا اسوقت حضرت عمر کی عمر ۳۳ سال کی تہی پس اپنی سیف لیکر ارقم کے گھر کیطرف روانہ ہوئے - جہاں حضرت اسوقت مقیم تھے راستہ میں سعد بن ابی وقاص (اور بروایتے نعیم بن عبد اللہ عدوی) جو اپنے اسلام کو مخفی رکھتے تھے مل گئے - اُنہوں نے پوچھا کہ اے عمر کہاں جاتے ہو؟ جواب دیا کہ محمدؐ کو قتل کرنے اُنہوں نے کہا کہ پھر تمہیں بنی عبد مناف جیتا بھی چھوڑ دینگے - عمر نے کہا معلوم ہوتا ہے کہ تم بہی دین سے نکل گئے - سعد نے کہا میں تو محمدؐ پر ایمان لے آیا اشہد ان لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ یہ سنکر عمر نے تلوار کھینچ لی سعد نے بہی تلوار نکالی - پس دونوں میں تلوار چلنے ہی کو تہی جو سعد نے کہا کہ پہلے اپنی بہن آمنہ (و بروایتے فاطمہ) اور اُسکے شوہر سعید بن زید کی تو خبر لے کہ مسلمان ہوگئے ہیں - (اور درحقیقت یہ دونو حضرت عمر سے اپنا اسلام چھپائے تھے اور خباب بن الارت آمنہ کو قرآن پڑہانے آتے تہے) - یہ سنکر حضرت عمرؓ اُنکے دروازہ پر پہنچے اُسوقت خباب دونوں میاں بیوی کو سورۂ طٰہٰ پڑہا رہے تھے - عمرؓ کی آہٹ پاکر خباب تو چھپ گئے اور آمنہ نے اُس پرچہ کو چھپا لیا - عمرؓ پڑہنے کی آواز سن چکے تھے اندر گئے تو سعید کو چمٹ گئے دونو میں خوب مار پیٹ ہوئی آخر عمر اُسکی پچھاڑ کر چھاتی پر چڑہ بیٹھے اور خنجر نکال لیا - اگر آمنہ بیچ میں نہ آجاتی تو سعید کا کام ہی تمام تھا - بہن مانع ہوئی تو اُسکے منہ پر ایسا گھونسا مارا کہ خون بہنے لگا - اب تو آمنہ نے صاف کہدیا کہ او دشمن خدا ہم تو مسلمان ہوگئے -

ف۵۱ ابن خلدون نے لکہا ہے کہ حمزہ کے اسلام لانیکے بعد قریش نے دو آدمی مہاجرین حبشہ کی طلب میں نجاشی کے پاس روانہ کئے تہے

ف۵۲ تاریخ الخمیس میں صفوۃ الصفوہ میں لکہا ہے کہ حمزہ کا اسلام قبول کرنا ۶ سنہ بعثت کا واقعہ ہے اور ابو جہل کی بے ادبی اور اُسکو مارنا اسلام آنکا اظہار کرنا ۲ سنہ بعثت کا ف۵۳ ابرونگ نے واقدی سے نقل کیا ہے کہ حضرت عمر کی ہیبت ناک صورت سے بڑے بڑے بہادر ڈرتے تھے اور دوسروں کی تلوار سے لوگوں کو ایسی دہشت نہ ہوتی تہی جیسے حضرت عمر کے ہاتھ میں رکھنے کی لکڑی سے - نیز ابرونگ لکہتا ہے کہ جب حضرت عمر مسلمان ہوئے تو اُن لوگوں کو جو اُنکے ساتھ تہے بڑی تقویت ہوئی - حضرت عمر جوان تھے بڑے قد آور اور طاقتور جوان تھے - ابن ابی الحدید نے شرح نہج البلاغہ میں لکہا ہے کہ ابن عباس کہتے ہیں ایک دفعہ میں حضرت عمر سے ملنے گیا بورئے پر بیٹھے تھے سرہانے تین سیر کے قریب کھجوریں اور ایک ٹھلیا پانی کی آگئی - کبھی کبھی حضرت نے دو سب کھجوریں نوش کرلیں اور ٹھلیا کا پانی پیکر لیٹ رہے ف۵۴ بعض مورخین لکہتے ہیں کہ اسوقت حضرت کوہ صفا کے قریب رہتے تہے یعنی وہ صفا کے نیچے ہی دامن میں تہا (خمیس) اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ابو جہل کی آنحضرت کے ساتھ بے ادبی کرنے اور حمزہ کے اسلام ظاہر کرنیکے بعد حمزہ آنحضرت کو اپنے گھر لے آئے تھے - صاحب تاریخ الخمیس نے حمزہ کے مکان کو ہی دار الارقم لکہا ہے - شاید ارقم کے دو مکان ہوں ایک صفا کے اوپر جہاں وہ خود رہتے تھے دوسرا صفا کے نیچے جہاں حمزہ رہتے تہے - اسی سبب سے مورخین کو دہوکا ہوا ہے کوئی لکہتا ہے ارقم کا مکان صفا کے اوپر تہا کوئی کہتا ہے صفا کے نیچے - غرض علی - حمزہ اور باقی سب مسلمان حضرت کے ساتھ ہی تہے اور کل تعداد میں ۳۹ تھے - اسمیں کسیطرح کا شک نہیں کہ حضرت عمر حضرت ابوبکر کے بعد مسلمان ہوئے ہیں - پھر اگر طبری کی وہ روایت صحیح مانی جائے جسمیں حضرت ابوبکر کا پچاس سے زیادہ آدمیوں کے بعد مسلمان ہونا لکہا ہے تو اسوقت

خدائے وحدہ لاشریک پر ایمان لانیکے جرم میں تو نہیں اسطرح مارتا ہے کہ میں لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کہ کیا کرتا ہے حضرت عمرؓ ڈھیلے پڑے اور اپنی سختی پر نادم ہوئے سعید کی چھاتی پر سے اُترے۔ اور بہن سے بولے وہ پرچہ تو دکھاؤ جو تم پڑھ رہے تھے میں بھی تو دیکھوں کہ محمد پر کیا نازل ہوتا ہے۔ آمنہ نے کہا پہلے ہاتھ دھو لو اسوقت تیرے ہاتھ ہیں وہ نجس ہیں۔ نہ لیا ہاتھ دھلوا کر وہ پرچہ دیا حضرت عمرؓ نے پڑھا۔ جوں جوں پڑھتے جاتے زیادہ اثر ہوتا جاتا۔ جب سب پڑھ لیا تو کہا کیا اچھا کلام ہے مجھے محمدؐ کے پاس لے چلو خباب کو یہ سنکر اطمینان ہوا باہر نکل آئے اور حضرت عمرؓ کو دار ارقم میں حضورؐ کے پاس لے گئے۔ دروازہ پر حمزہ طلحہ اور بعض اصحاب کھڑے تھے رسول اللہ نے اندر بلایا اور صحن میں حضرت عمرؓ کی کلائی پکڑ کر فشار دیا جس سے عمرؓ گھٹنے کے بل بیٹھ گئے اور ایسی ہیبت طاری ہوئی کہ کانپنے لگے۔ حضرت نے فرمایا کہ اے عمر کیا تو باز نہ آئیگا جبتک تیرے حق میں بھی نازل نہ ہو جو ولید بن مغیرہ کے حق میں نازل ہوئی تھی۔ عمرؓ نے کہا کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ اللہ کے رسول ہیں اور اسلام قبول کیا۔ (خمیس ابن ہشام)

حضرت عمرؓ کا اسلام لانا حمزہ کے اسلام کے ۳ دن بعد ہوا۔ اور جبکہ مسلمان حبشہ کی طرف ہجرت کر گئے تھے۔ مورخین نے لکھا ہے کہ اب تک ۴۵ مرد اور ۱۱ عورتیں اور بروایت مشہور ۳۹ مرد و ۲۳ عورتیں مسلمان ہو چکے تھے۔ اسکے علاوہ ۸۳ مرد اور ۱۸ عورتیں وہ مسلمان بھی تھے جو حضرت عمرؓ کے اسلام لانے سے پیشتر حبشہ کی طرف ہجرت کر گئے تھے۔

(۱۰) حضرت ابو بکرؓ سے بے ادبی۔ صاحب تاریخ الخمیس نے ذخائر العقبی سے نقل کیا ہے کہ حافظ ابو القاسم دمشقی نے ذکر کیا ہے کہ حضرت عمرؓ کا اسلام لانا اُسی دن کی بات ہے جسدن حضرت عمرؓ کے اسلام لانے سے پہلے حضرت رسولؐ نے دار ارقم سے ظہور کیا ہے اور حضرت ابو بکرؓ کفار قریش کے ہاتھ سے پٹے ہیں۔ یا اسکے تین دن بعد اور منتقی میں ہے جسدن حضرت ابو بکرؓ پٹے ہیں اُسدن حمزہ اسلام لائے ہیں۔ اور کیفیت حضرت ابو بکرؓ کے پٹنے کی تاریخ الخمیس و معارج النبوۃ و ازالۃ الخفا و تاریخ الخلفاء میں اس طرح پر لکھی ہے کہ جب رسول اللہ صلعم کے اصحاب تعداد میں ۳۹ مرد ہو گئے تو حضرت ابو بکرؓ نے اصرار کیا کہ یا رسول اللہ اب آپ کو ظہور کرنا چاہیئے۔ حضرت نے فرمایا اے ابو بکر ہم تھوڑے ہیں۔ جب حضرت ابو بکرؓ نے بہت ہی اصرار کیا تو حضور صلعم نے نواحی مسجد میں ظہور کیا۔ اور ابو بکرؓ کھڑے ہو کر لوگوں میں خطبہ پڑھنے لگے۔ اور رسول اللہ صلعم بیٹھے ہوئے تھے۔ پس مشرکین حضرت ابو بکرؓ اور دیگر مسلمانوں پر ٹوٹ پڑے اور نواحی مسجد میں خوب مارا حضرت ابو بکرؓ کے لاتیں ماریں اور ضرب شدید پہنچائی اور عتبہ بن ربیعہ نے آکر اپنی پرانی گنٹھی ہوئی جوتیاں اُتار کر حضرت ابو بکرؓ کے موتھہ ہی موتھہ پر ایسی ماریں کہ منہ سوجھکر ناک چہرہ میں نظر نہ آتی تھی۔ حضرت کے قبیلہ بنی تیم کو خبر پہنچی تو اُنہوں نے آکر چھڑایا۔ اور ایک کپڑے کی جھولی میں ڈالکر اُنکے گھر پہنچایا۔ سب کو یقین تھا کہ ابو بکرؓ نہیں بچینگے۔ ماں باپ کنبہ کے لوگ بیٹھے ہوئے باتیں کرتے مگر حضرت ابو بکرؓ بیہوش پڑے ہوئے تھے کچھ جواب نہ دیتے۔ آخر دن رہے کہیں حضرت کو ہوش آیا۔

(۱۱) کعبہ میں اول نماز۔ مورخین لکھتے ہیں کہ حضرت حمزہؓ اور حضرت عمرؓ کے اسلام لانیکے بعد مسلمان ارکان اسلام مسجد حرام میں علانیہ ادا کرنے لگے صاحب تاریخ الخمیس لکھتے ہیں کہ عمرؓ مسلمان ہوتے ہی رسول اللہ سے عرض کیا ہمیں لائق نہیں کہ اپنے دین کو چھپائیں اور چھپتے پھریں۔ حالانکہ ہم حق پر ہیں اور وہ باطل پر منظور

۱؎ حضرت عمرؓ جمعرات کے دن مسلمان ہوئے اور اس سے ایک دن پہلے آنحضرت نے بروایت دارقطنی یہ دعا فرمائی تھی کہ بار الہا ابوجہل کو یا عمرؓ کو اسلام سے عزت دے دارقطنی نے حضرت عائشہ سے روایت کی ہے کہ یہ جو مشہور ہے کہ حضرت نے فرمایا اسلام کو حضرت عمرؓ یا ابوجہل سے عزت دے یہ غلط ہے اسلام عزت دیتا ہے اسلام کسی سے عزت نہیں پاتا (۱) اکبر التواریخ در روضۃ الاحباب وغیرہ۔

فرمایا کہ ہم تھوڑے ہیں اور جو کچھ ہم پر گذر چکی ہے وہ تو دیکھ چکا ہے مگر وہ اصرار کر کے آنحضرت کو خانہ کعبہ کی طرف اسطرح لیلئے کہ عمرؓ تلوار لیکر آگے ہوئے اُنکے پیچھے علیؓ پھر رسول اللہ صلعم اور ابوبکرؓ اور حمزہؓ آنحضرت کے دائیں بائیں اور باقی اصحاب آنحضرت کے پیچھے۔ دوران کعبہ میں آئے تو لوگ مخل ہوئے۔ حمزہؓ۔ علیؓ اور عمرؓ نے اُس گروہ کو ہٹا دیا اور آنحضرت نے دو رکعت نماز علانیہ کعبہ میں پڑھی۔ اور دارالارقم کی طرف مراجعت کی۔ مگر حضرت ابوبکر اور حضرت عمر کے اصرار پر جو آنحضرت نے کعبہ میں دو دفعہ اعلان کیا اس سے قریش کی آتش عداوت اور بھی بھڑکی اور اسکا خمیازہ تین برس تک بھگتنا پڑا۔ چنانچہ آنحضرت مع تمام بنی ہاشم کے تین سال تک شعب ابیطالب میں محصور رہے جیسا کہ بیان کیا جاتا ہے ✣

(۱۲) [illegible] سنہ نبوت۔ جب کفار قریش نے دیکھا کہ اسلام روز بروز بڑھتا چلا جاتا ہے اور ادھر عمرو بن عاص اور عبداللہ بن اُمیہ نجاشی کے پاس سے خائب خاسر واپس آئے اُدھر خاص خانہ کعبہ میں دو مرتبہ اعلان نبوت وقوع میں آیا تو بہت مضطرب ہوئے۔ اب تک دس بیس مفسد آنحضرت کی مخالفت کرتے تھے اب کل قریش ایک دل ہو کر آنحضرت کی مخالفت پر کمربستہ ہو گئے اور نبوت کا ساتواں سال شروع ہونے پر بروایت ابن ہشام و ابن اثیر و طبری ابوجہل بن ہشام اور شیبہ اور عتبہ بن ربیعہ اور نضر بن الحارث اور عاص بن وائل اور عقبہ بن ابی معیط وغیرہ کٹر مشرکین کے ایک گروہ کے ساتھ رسول اللہ صلعم کے قتل پر کمر باندھ کر ابوطالب کے پاس آئے اور صاف صاف لفظوں میں کہا کہ محمدؐ نے ایک نیا مذہب نکالا ہے اور ہمیشہ ہمارے خداؤں کو بُرا کہتا ہے اُسے ہمارے حوالہ کر دو کہ ہم اُسے قتل کریں یا ہم سے جنگ کرنے پر آمادہ ہو جاؤ اُسوقت ابوطالب نے اُنکو ٹال دیا اور وہ لوگ چلے گئے اور رسول اللہ اپنا کام کرتے رہے قریش نے پھر ابوطالب سے شکایت کی اور پہلے سے زیادہ اصرار کیا اُسوقت ابوطالب نے آنحضرت کو اپنے پاس بلایا اور جو کچھ اُن لوگوں نے کہا تھا بیان کیا اور فرمایا مناسب یہ ہے کہ اس گروہ شریر کے معبودوں کے عیوب بیان کرنے چھوڑ دو کہ نوبت جدال و قتال کی نہ پہنچے آنحضرت صلعم یہ کلام سنکر سمجھے کہ ابوطالب میری حمایت سے دست بردار ہوتے ہیں فرمایا کہ اے چچا جو کچھ میں کہتا اور کرتا ہوں خدا کے حکم سے کرتا ہوں اپنے پرائے کے دھمکانے سے میں اس سے باز نہیں آسکتا۔ اگر آپ میری حمایت کریں تو آپ کے واسطے بہتر ہے ورنہ نصرت آسمانی میرے لئے کافی ہے۔ پھر اُٹھکر چلنے لگے۔ آنحضرت کو افسردہ خاطر دیکھکر ابوطالب کا دل بھر آیا۔ اور کہا اے محمدؐ ادھر آؤ۔ جس کام پر تم مامور ہوئے ہو کئے جاؤ جبتک میں زندہ ہوں دشمنوں میں سے کوئی تمہاری طرف نظر اُٹھا کر بھی نہ دیکھ سکیگا اور اس بارہ میں چند اشعار پڑھے کہ دو بیتیں اُنمیں سے یہ ہیں۔ ۵

واللہ لن یصلوا الیک بجمعھم	حتی اُوسد فی التراب دفینا
فاصدع بامرک ما علیک غضاضۃ	وابشر بذاک وقر منک عیونا ۵

ترجمہ۔ قسم ہے خدا کی تیرے پاس وہ سب اکٹھے ہو کر بھی تیرا کچھ نہیں کر سکتے۔ جبتک کہ نہ گاڑا جاؤں میں زمین میں۔ پس تو اپنے امر کو علانیہ بیان کئے جا تیرے لئے کوئی تنگی نہیں ہے اور اس سے خوش ہو اور آنکھیں ٹھنڈی کر۔ اسکے بعد بروایت ابن ہشام و ابن اثیر و مدارج النبوۃ الطاہرہ قریش نے پھر کوشش کی کہ ابوطالب کو سمجھا کر اُنکے بھتیجے کو لیلیں اور اُنکے مبادلہ میں ایک نوجوان کو بھی مخزوم میں سے جسکا نام عمارہ بن ولید تھا ۵

۵ حبیب السیر و سواطع الاشراف و الیواقیت و المواہب اللدنیہ ✣

بن ولید بن مغیرہ لکھا ہے) بیٹے کو کہا مگر کچھ پذیرا نہ ہوا - آپنے فرمایا کہ تم تو اپنے لڑکے کو اسلئے دیتے ہو کہ میں اسکی پرورش کروں اور میں اپنا لڑکا اسلئے دیدوں کہ تم اُسے قتل کر ڈالو - اور پھر صاف صاف کہدیا کہ ہرچہ بادا باد میں اپنے بھتیجے کی نصرت ضرور کرونگا - اس سے قریش کی آتش غضب اور زیادہ افروختہ ہوئی اور زیادہ ستانے کی دہمکی دی - اسپر ابو طالب نے بنی ہاشم اور بنی مطلب کو بلا کر آنحضرت صلعم کو شر اصحاب ضلالت سے بچانے کے واسطے مدد کی خواستگاری کی[1] - اور سوائے ابولہب کے ان دونوں قبیلوں کے تمام آدمیوں نے اس بات کو قبول کیا - مومنوں نے مثوبت اُخروی خیر اُنکی غرض ہے اور کافروں نے حمیت خاندانی کا لحاظ کر کے - اور ابو طالب محرم سنہ ۷ بعثت میں[2] آنحضرت کو اور اُن سب آدمیوں کو جو بروایت حیات القلوب تعداد میں چالیس تھے اپنی گڈھی میں جسے شعب ابو طالب کہتے تھے لیگئے[3] اور اُسکے اطراف کو مضبوط کر کے آنحضرت کی حفاظت کرنے لگے -

جب کفار قریش نے دیکھا کہ ابو طالب آنحضرت صلعم کی حمایت و حفاظت میں نہایت سرگرم ہیں تو آپس میں عہد کر لیا کہ بنی ہاشم اور بنی مطلب سے نکاح اور بیع و بیوپار کبھی نہ کرینگے - جبتک وہ محمد ص کو حوالہ نہ کر دینگے - اور اس امر کا عہد نامہ لکھکر خانہ کعبہ میں رکھ آئے - اس عہد نامہ کے لکھوانے میں ابو جہل سب سے زیادہ ساعی اور سرگرم تھا - بنی ہاشم میں سے صرف ابولہب مع اپنی زوجہ ام جمیل[5] کے کفار قریش کے ساتھ تھا -

صاحب تاریخ الخمیس - صاحب حیات القلوب - اور واشنگٹن ارونگ نے لکھا ہے کہ سال میں دو دفعہ موسم کے وقت یعنی رجب میں موسم عمرہ میں اور ذی الحجہ میں موسم حج میں بنی ہاشم شعب سے باہر آتے اور خرید و فروخت کر کے پھر شعب میں چلے جاتے تھے اور دوسرے موسم آنے تک ہر چند گرسنگی اور احتیاج اُنپر غالب آتی تھی قریش سے باہر نہ آسکتے - کیونکہ قریش نے اُنکا محاصرہ کر رکھا تھا - بغیر موسم کوئی شخص باہر نکلتا تو لوگ اُسکو مارتے یا ایذا دیتے کوئی چیز خرید یا فروخت نہ کرنے دیتے - بلکہ موسم حج میں اگرچہ اُسمیں لڑائی منع تھی باہر آتے تو بدقت تمام اُن کو تہوڑی قوت بہم پہنچتی کیونکہ کفار نے دوکانداروں کو اُنکے ہاتھ خرید و فروخت کرنے سے منع کیا ہوا تھا -

اس قید نے اہل شعب پر بڑی مصیبت ڈالی - جسمانی اور روحانی تکلیف کے علاوہ رزق کی تنگی کی یہ نوبت پہنچگئی کہ درختوں کے پتے کھانے لگے - ناتے رشتے والے جو چوری چھپے اُن کو کوئی چیز بھیجتے اور لوگوں کو خبر ہو جاتی تو وہ اپنے ہمچشموں میں رسوا کیئے جاتے اور بدعہد قرار پاتے تھے - تین برس اسی حالت میں گذرے - اہل شعب کی حالت روز بروز زبوں ہوتی گئی - اُنکے بچے بھوک سے شور مچاتے تو رات کو پڑوسیوں کی نیند حرام ہو جاتی اس ہنگام میں بھی وحی نازل ہوتی رہی اور حضرت کار رسالت سرانجام دیتے رہے + اب بعض رحم دلوں کو تنبہ آیا سب سے پہلے ہشام بن عمر بن حرث کے دل میں یہ خیال گذرا کہ ہم اور ہمارے بچے کھاتے پیتے ہیں اور بنی ہاشم فاقہ کرتے ہیں یہ ٹھیک نہیں ہے - پس ام سلمہ کے بھائی زہیر بن ابی امیہ بن مغیرہ مخزومی اور مطعم بن عدی بن نوفل

---

[1] اور بروایت حیات القلوب اُن سے یہ بھی کہا کہ کعبہ اور حرم کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ اگر دشمن نے محمد کو ایک کانٹا بھی چبھایا تو میں تم سب کو ہلاک کر دونگا [2] اسوقت آنحضرت صلعم کی عمر ۴۶ برس کی ہو چکی تھی اور خدیجۃ الکبرٰی بھی حضرت کے ساتھ ہی شعب میں گئی تھیں [3] بعض مورخین نے شعب میں پناہ لینے کا سال ششم بعثت لکھا ہے مگر دہم بعثت میں شعب سے باہر آنے پر سب کا اتفاق ہے یہی وجہ ہے کہ بعض نے دو سال اور بعض نے تین سال آنحضرت کا قیام شعب میں لکھا ہے [4] سیرۃ الحلبیہ میں لکھا ہے کہ اس موقعہ پر آنحضرت نے مکہ کے مسلمانوں کو حبشہ کیطرف دوسری ہجرت کا حکم دیا ہے - اور قریش نے [illegible] عمرو بن العاص [illegible] کو نجاشی کے پاس مسلمانوں کے [illegible] بلانیکے واسطے بھیجا ہے [5] ام جمیل ابو سفیان بن حرب کی بہن تھی اسکو قرآن میں حمالۃ الحطب [illegible] کہا گیا ہے کیونکہ وہ بسبب عداوت آنحضرت کی راہ میں کانٹے بچھا دیتی تھی +

بن عبد مناف اور ابوالبختری بن ہشام اور زمعہ بن الاسود بن المطلب بن اسد کو بھی اپنا ہم خیال بنایا۔ آج یہ ہوا دوسرے دن یہ لوگ اکٹھے ہو کر قریش کے مجمع میں جا کر بیٹھے۔ زہیر کہنے لگا اے گروہ قریش کیا یہ مناسب ہے کہ ہم لوگ اپنے بال بچوں میں عیش سے بسر کریں اور بنی ہاشم ہمارے عزیز ہو کر فاقہ کشی میں تنگی گزاریں۔ ابوجہل نے کہا تم جانتے ہو تم ہرگز عہدنامہ سے نہ پھروگے۔ زمعہ نے بھی عہدنامہ کے نامناسب ہونے پر گفتگو کی اور کہا کہ ہم لوگ تو اچھی طرح راضی بھی نہ ہوئے تھے کہ وہ جھٹ پٹ تکمل کر لیا گیا۔ ہشام مطعم اور ابوالبختری نے بھی یکے بعد دیگرے اسی تحریک کی تائید کی۔ ابوجہل بولا یہ کہی بدی باتیں قابل لحاظ نہیں ہو سکتیں یہ گفتگو ہو ہی رہی تھی کہ ابوطالب آ پہنچے اور کہنے لگے کہ جو عہدنامہ تم نے لکھا ہے اُسے کیڑا کھا گیا ہے نام خدا کے سوا کوئی نام پڑھا نہیں جاتا۔ محمدؐ نے مجھ سے ایسا بیان کیا ہے۔ اُس پرچہ کو منگا کر دیکھو اگر جو بات میرے بھتیجے نے کہی ہے راست ہو تو ہم لوگوں کو زحمت سے نکالو اور قطع رحم سے باز آؤ اور اگر جھوٹ نکلے تو بیشک اُسے تمہارے سپرد کر دونگا کہ ہلاک کرو[۵۱]۔ پرچہ منگایا گیا۔ آنحضرت کا فرمانا سچ نکلا۔ یہ دیکھکر ابوطالب کے جان آگئی آواز کراری ہو گئی بولے کہ کچھ تم پر ظاہر ہوا تم لوگ ظلم کے لئے زیادہ اولی ہو۔ قریش نے اپنے سر جھکا لئے اور بولے سحر کیا ہے۔ جب اُن پانچ شخصوں نے جنہوں نے اس عہدنامہ کے توڑنے کی تحریک کی تھی اس کرم خوردہ کاغذ کو دیکھا تو بولے کہ ہم اس ردی کاغذ کے پابند نہیں ہو سکتے۔ اور مطعم نے وہ کاغذ لیکر پھاڑ ڈالا[۵۲] اکثر قریش اُس کاغذ کے پھٹنے پر راضی معلوم ہوئے۔ بس وہ پانچوں آدمی در شعب پر مسلح آئے اور ہر ایک کو اُسکے گھر بھجوا دیا اور بنی ہاشم جس طرح پہلے رہتے تھے اُسیطرح رہنے لگے۔ یہ واقعہ دسویں سال نبوت کا ہے۔ اسوقت آنحضرت ۴۹ سال کے تھے۔ اور پچاسواں شروع تھا۔ اسی شعب میں عبداللہ بن عباس ہجرت سے تین سال پہلے پیدا ہوئے تھے (روضۃ الاحباب۔ طبری۔ ابن اثیر)

(۱۳) **شق القمر** اہل سیر لکھتے ہیں کہ سنہ ۹ بعثت میں معجزہ شق القمر کوہ ابوقبیس پر آنحضرت سے واقع ہوا چونکہ ان دنوں میں آنحضرت صلعم شعب میں محصور تھے اسوجہ سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ معجزہ اُسوقت ہوا ہوگا جب آنحضرت کو موسم میں شعب سے باہر آنیکا موقع ملا ہوگا ۔

(۱۴) **بعض مہاجرین حبشہ کی واپسی** ابن خلدون اور صاحب کبیر التواریخ وغیرہ نے لکھا ہے کہ جب کفار قریش بنی ہاشم کے شعب سے نکلکر اپنے گھروں میں آنے کے مزاحم نہوئے تو مہاجرین حبشہ کو یہ غلط خبر پہنچی کہ قریش مسلمان ہو گئے ہیں اور اس وجہ سے عثمان بن عفان اور اُنکی بیوی رقیہ۔ ابوحذیفہ اور اُن کی بیوی سہلہ بنت سہیل۔ عبداللہ بن جحش۔ عتبہ بن غزوان۔ زبیر بن العوام۔ عبدالرحمن بن عوف۔ مصعب بن عمیر۔ اور اُنکے بھائی۔ مقداد بن عمرو۔ عبداللہ بن مسعود۔ ابوسلمہ بن الاسد اور اُنکی بیوی ام سلمہ۔ سلمہ بن ہشام بن مغیرہ۔ عمار یاسر۔ عبداللہ وقدامہ وعثمان پسران مظعون اور عثمان بن مظعون کا لڑکا سائب۔ خنیس بن حذافہ۔ ہشام بن العاصی۔ عامر بن ربیعہ اور اُسکی بیوی۔ عبداللہ بن مخرمہ۔ عبداللہ بن سہیل بن سکران بن عمرو۔ سعد بن خولہ۔ ابوعبیدہ بن جراح۔ سہیل بن بیضاء۔ عمرو بن ابوسرح یہ ۲۹ آدمی سنہ ۱۰ بعثت میں مکہ میں واپس آئے بعض چھپکر مکہ میں داخل ہوئے اور بعض کسی کی حمایت میں جا کر مقیم ہوئے تا آنکہ ہجرت مدینہ کا وقت آیا۔ بعد اسکے کہ بعض بزرگ انہیں سے مکہ ہی میں فوت ہو چکے تھے

---

۵۱ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ حضرت ابوطالب رسول اللہ صلعم کے ارشادات پر کمال یقین و ایمان رکھتے تھے ۔ مولف

۵۲ طبری وغیرہ اہل سیر نے لکھا ہے کہ یہ عہدنامہ منصور بن عکرمہ بن ہاشم نے لکھا تھا اُسکا ہاتھ شل ہو گیا تھا ۔

لیکن جب یہ ۹۲ آدمی مکہ میں آئے تو اُنہوں نے مسلمانوں کو اُسی حالت میں پایا جس میں اُنکو چھوڑ کر گئے تھے یعنے قریش اُنکو ستاتے اور وہ تحمل کرتے تھے ٭

(۲۵) مختلف واقعات (۱) ۵ سنہ بعثت میں اوس و خزرج میں مدینہ میں بہت سخت لڑائی ہوئی جو یوم بعاث کے نام سے مشہور ہے۔ (۲) ۵ سنہ بعثت میں ایرانیوں نے رومیوں کو شکست دی۔ اور چونکہ ایرانی آتش پرست تھے اور رومی عیسائی اہل کتاب۔ اس سبب سے کفار مکہ کو خوشی اور مسلمانوں کو رنج ہوا مگر حضرت نے مسلمانوں کی تسلی کی کہ ۳ اور ۹ سال کے درمیان رومی ایرانیوں کو شکست دینگے۔ اور بعد میں ایسا ہی ہوا کہ نو برس گزرنے سے پہلے رومی ایرانیوں پر غالب آگئے۔ یہ پیشین گوئی حقیت قرآن اور آنحضرت کی حقیت رسالت پر کافی دلیل ہے۔
(۳) ۵ سنہ بعثت میں حضرت ابو بکر بقصد ہجرت حبشہ گھر سے نکلے مگر ابن الدغنہ اُنکو واپس پھیر لایا اور اُنکو اپنی حمایت میں لے لیا صاحب روضۃ الاحباب نے یہ واقعہ ۱۳ سنہ بعثت میں لکھا ہے ٭

(۲۶) وفات ابو طالب و خدیجۃ الکبریٰ ۱۰ سنہ بعثت شعب سے نکلے ہوئے بروایت یعمری ۸ مہینے ۲۱ دن اور بروایت صاحب حیوۃ الحیوان ۸ مہینے ۱۱ دن ہوئے تھے کہ ماہ شوال یا اول ذیقعد ۱۰ سنہ بعثت میں حضرت ابو طالب نے انتقال کیا۔ اور اسکے تین دن بعد حضرت خدیجہ بھی راہی ملک بقا ہوئیں[۲]۔ حضرت ابو طالب اور حضرت خدیجہ کے انتقال سے آنحضرت کو اسقدر رنج و قلق ہوا کہ آنحضرت نے اس سال کا نام عام الحزن (سال غم) رکھا۔ کیونکہ دونو حضرت کے وزیر و مشیر اور اول درجہ کے حامی و مددگار تھے[۳] ٭

(۲۷) ابو طالب ابو طالب نے آنحضرت اور دین اسلام کی حمایت میں جسقدر کوشش کی حد توصیف سے باہر ہے۔ عبد الحمید بن ابی الحدید معتزلی نے شرح نہج البلاغۃ میں مدح حضرت ابو طالب اور مدح حضرت علی میں ایک قصیدہ لکھا ہے اُس میں لکھتا ہے۔ ع
وَلَوْلَا اَبُوْطَالِبٍ وَابْنُہٗ ٭ لَمَا مَثُلَ الدِّیْنُ شَخْصًا وَقَامَا ٭
فَذَاکَ بِمَکَّۃَ آوٰی وَحَامٰی ٭ وَھٰذَا بِیَثْرِبَ خَاضَ الْحِمَامَا ٭
یعنے اگر ابو طالب و اُنکے فرزند دلبند علی نہ ہوتے تو دین اسلام کبھی صورت پذیر و قایم نہ ہو سکتا تھا۔ کیونکہ اُس نے یعنے ابو طالب نے مکہ میں اُسکو پناہ دی اور اُسکی حمایت کی اور اسنے یعنے علی نے مدینہ میں اپنے تئیں خوفناک مہلکوں میں ڈالا۔

---

[۱] گبن اور دیگر عیسائی مورخین نے لکھا ہے کہ وہ لڑائی جس میں ایرانیوں نے فتح پائی ۶۱۱ء سے ۶۲۲ء تک ہوئی اور جسمیں رومیوں نے فتح پائی ۶۲۲ء سے ۶۲۸ء تک رہی۔ ایرانیوں نے ۶۱۶ء تک تمام ایشیا کوچک اور مصر فتح کر لیا اور قسطنطنیہ سے ایک میل کے فاصلہ پر پڑاؤ ڈالدیا صرف آبنائے باسفرس حد فاصل تھی مگر ۶۲۲ء میں رومیوں نے ایرانیوں کو بھاری شکست دیکر اپنے علاقے واپس لینے شروع کر دیے۔

[۲] صاحب مواہب اللدنیہ لکھتے ہیں کہ ابو طالب نے نصف شوال ۱۰ سنہ بعثت میں ۸۷ سال کی عمر میں انتقال کیا۔ حیات القلوب میں لکھا ہے کہ وفات ابو طالب ۲۶ رجب کو یا آخر ۱۰ سنہ بعثت میں ہوئی اور اُسکے تین دن بعد خدیجہ کی وفات ہوئی۔ ابن اثیر نے لکھا ہے کہ وفات پائی ابو طالب نے شوال یا ذیقعد میں اور خدیجہ مر چکی تھیں اُن سے ۳۵ دن پہلے اور بعض نے دونو کی وفات میں ۵۵ دن کا فاصلہ لکھا ہے۔ مورخین کو ان دونوں کی وفات کی تقدیم و تاخیر میں بھی اختلاف ہے۔ صاحب حبیب السیر لکھتے ہیں کہ ابو طالب کی وفات کے تین دن یا ۳۵ دن بعد جناب خدیجہ کا انتقال ہوا۔ زیادہ مشہور و صحیح یہی ہے کہ حضرت ابو طالب کے ۳ دن بعد حضرت خدیجہ کا انتقال ہوا

[۳] قبرہائے مبارک حضرت ابو طالب۔ اور جناب خدیجۃ الکبریٰ مکہ کے قبرستان حجون میں کہ ایک پہاڑ ہے اب تک موجود ہیں یہ بے گنبد کے تھیں اور وسط تیرھویں صدی ہجری میں جب مرزا جعفر علی فصیح لکھنوی نے آخر ایام حیات میں مکہ کی طرف ہجرت کی تو بکمال جانفشانی مومنین کو ترغیب و تحریص دیکر ان دونوں قبروں کے گنبد تعمیر کرائے ٭

اور اصل بھی یہی ہے کہ وقت وفات عبد المطلب سے آں سرور کو ابو طالب نے ایسی شفقت و محبت سے پرورش کیا کہ اپنی اولاد کی بھی ایسی غور و پرداخت نہ کی۔ جیسا کہ پہلے لکھا جا چکا ہے۔ ابو طالب ہی کے گھر میں اور ابو طالب ہی کی حمایت میں قریش کو جمع کرکے اظہار نبوت کیا گیا۔ جب کبھی کفار اُن حضرت سے بے ادبی کرتے ابو طالب پسینہ کی جگہ خون بہانے کو موجود ہو جاتے۔ علاوہ ازیں بحیثیت متولی خانہ کعبہ اور سردار قریش ہونے کے ابو طالب کی عظمت و وقعت بھی ایسی تھی کہ قریش کی ہمت آنحضرت کی ضرر رسانی کی طرف بہت کم پڑتی تھی۔ ورنہ کبھی کا حضرت کو ہلاک کر ڈالتے۔[1]

بروایت حیاۃ القلوب و معارج النبوۃ جب شعب میں تھے قریش نے محاصرہ کیا ہوا تھا۔ ابو طالب شب و روز آنحضرت کی پاسبانی کیا کرتے۔ رات ہوتی تو آنحضرت آرام فرماتے ابو طالب تلوار لیکر آنحضرت کے گرد پھرا دیتے۔ اول شب کو ایک جگہ سلاتے کچھ رات گذر جانیکے بعد دوسری جگہ لیجا کر سلا دیتے اور پہلے مقام پر حضرت کی جگہ حضرت علی کو لٹا دیتے۔ دن کو اپنے فرزندوں بھتیجوں کو مقرر کر رکھا تھا۔ کہ حضرت کی حفاظت اور حراست کرتے تھے۔ ایک دفعہ شعب میں قریش نے پیغام بھیجا کہ اگر محمدؐ کو ہمارے حوالہ کر دو کہ ہم اُسے ہلاک کریں تو ہم تم کو اپنا بادشاہ بناتے ہیں۔ ابو طالب نے اُنکے جواب میں قصیدہ لامیہ لکھکر بھیجا۔ اس قصیدہ میں حضرت کی بہت تعریف کی۔ اور نبوت آنحضرت پر اپنا اعتقاد ظاہر کیا اور کہا کہ جبتک میں زندہ ہوں اسکی مدد و حمایت سے ہاتھ نہ اُٹھاؤنگا۔

شروع اسلام میں جب حضرت علی کو آنحضرتؐ کے ساتھ نماز پڑھتے دیکھا اپنے بیٹے جعفر کو بھی ہدایت کی کہ حضرت کے ساتھ نماز پڑھے۔ صاحب روضۃ الاحباب اور علامہ ابن اثیر لکھتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلعم نے کہ جبتک ابو طالب جیتے رہے قریش میرا کچھ نہ کر سکے۔ تاریخ الخمیس میں مواہب اللدنیہ سے لکھا ہے کہ جب وقت وفات ابو طالب کا قریب آیا تو سرداران قریش کو بلایا (اپنے اولاد بھائی بھتیجوں کو جمع کیا) اور وصیت کی کہ محمدؐ کے ساتھ بہ نیکی پیش آنا کیونکہ وہ امین ہے قریش میں اور صدیق ہے عرب میں۔ اور اُسمیں وہ سب باتیں ہیں جن کی بابت میں تمکو وصیت کرتا ہوں اور وہ (خدا کی طرف سے) ایسی بات لایا ہے جسکو دل مانتے ہیں گو کہ زبان انکار کرتی ہے بخوف بدنامی کے۔ اگر میں کچھ اور زندہ رہتا تو میں اُس سے خطروں اور مہلکوں کو روکتا رہتا۔ اور بلاؤں کو دفع کرتا رہتا۔ اے گروہ قریش تم اسکے معین و مددگار رہنا۔ اور بروایت روضۃ الاحباب یہ بھی کہا کہ اگر محمدؐ کی بات سنوگے اُسکی اطاعت اور اعانت کروگے تو خیر و نیکی پیدا ہوگے اور فلاح و رشد سے بہرہ ور ہوگے۔ تہذیب المتین میں لکھا ہے کہ بعد اسکے جناب سرور کائنات اور حضرت علی کو بلایا اور اپنے سینہ سے لگا کر کہا قسم بخدا کہ مجھے تمہاری جدائی بہت شاق ہے میرے بعد کون تمہاری پرستاری کریگا۔ پھر سب سے کہا کہ میں تمکو حمایت و حفاظت خدا میں دیتا ہوں اس سے بہتر کوئی بندوں کا محافظ نہیں ہے۔ بعد اسکے بروایت عباس کلمہ شہادت پڑھکر راہی ملک بقا ہوئے۔ کلمہ شہادت پڑھنے اور ابو طالب کے مسلمان ہونے میں مورخین و اہل سیر میں اختلاف ہے۔ مگر زیادہ تر اُنکے اسلام کے قائل ہوئے ہیں۔ متاخرین میں بھی سید احمد زینی دحلان مفتی مکہ نے ایک کتاب اسنی المطالب فی نجات ابی طالب ثبوت ایمان ابو طالب میں نہایت مدلل لکھی ہے۔ ابو الفدا بھی ابو طالب کے اسلام و ایمان کا قائل ہے۔

وہ لکھتا ہے کہ جب ابو طالب کے مرض نے شدت پکڑی تو رسول خدا نے اُنسے فرمایا کہ اے چچا کلمہ شہادت پڑھ لو کہ قیامت میں تمہارے لئے شفاعت حلال ہو جائے ابو طالب نے کہا کہ اے بھتیجے اگر اپنی قوم کے برا کہنے اور قریش کے

---

[1] چنانچہ بروایت روضۃ الاحباب رسول اللہ ابو طالب کے ایام مرض میں اُنکے بالین پر آکر بیٹھے اور فرمایا اے چچا خداوند کریم آپ کو جزائے خیر دے کہ حالت صغر میں آپنے میری پرورش کی اور جب بڑا ہوا تو آپنے میری حفاظت کی آپ کا حق مجھ پر کل آدمیوں سے ہے کہ میرے باپ سے بھی زیادہ ہے۔

اس گمان کا خوف نہ ہوتا کہ بیٹے موت سے ڈر کر کلمہ پڑھا ہے تو میں ضرور پڑھ لیتا۔ پس جب ابوطالب کا وقت وفات قریب آیا تو وہ اپنے ہونٹوں کو حرکت دینے لگے۔ عباس نے کان لگا کر سُنا اور کہا قسم خدا کی اے بھتیجے جس کلمہ کا تمنے حکم دیا تھا وہ ابوطالب نے پڑھ لیا۔ رسول اللہ نے فرمایا اے چچا خدا کا شکر ہے جس نے آپ کو ہدایت کی۔ صاحب تاریخ الخمیس صاحب مواہب اللدنیہ و محمد بن اسحق نے بھی یہ روایت لکھی ہے (ایرونگ ص ۶۴) بھی ایسا ہی لکھتا ہے اور پھر کہتا ہے کہ یہ جو مشہور ہے کہ ابوطالب نے وقت وفات یہ کہا کہ میں عبد المطلب کے مذہب و اعتقاد پر مرتا ہوں اس سے بھی ابوطالب کا مسلمان مرنا ثابت ہے کیونکہ شارحین نے لکھا ہے کہ آخر عمر میں عبد المطلب نے بت پرستی ترک کر دی تھی اور توحید کے قائل ہوگئے تھے۔ مؤلف کہتا ہے کہ فرقہ شیعہ کا یہ اعتقاد ہے کہ انبیاء اور اوصیاء کے والدین مشرک ہوتے ہی نہیں +

ائمہ اہلبیت اور امامیہ کو اُن کے اسلام و ایمان میں کسی طرح کا کلام نہیں۔ صاحب حبیب السیر لکھتے ہیں کہ ثقۃ الحفاظ ابوالکرام عبد السلام بن محمد بن احسن نے کتاب مستقصیٰ میں ثقہ عالموں سے نقل کیا ہے کہ ائمہ اہلبیت کا اسپر اتفاق ہے کہ ابوطالب مسلم مرے اور خلاف اہلبیت بہ تحقیق اسلام میں خلاف غیر معتبر ہے" پھر صاحب حبیب السیر و تاریخ الخمیس ابن عباس سے نقل کرتے ہیں کہ حضرت رسالت حضرت ابوطالب کے جنازہ کے آگے آگے چلتے تھے اور فرماتے تھے کہ اے چچا تم صلہ رحم بجا لائے اور تمنے نیکیاں کیں۔ خداوند کریم تمکو جزای خیر دے +

صاحب کشف الغمہ نے مناقب ابوالمؤید موفق بن احمد خوارزمی سے نقل کیا ہے کہ ابوطالب کے چار بیٹے تھے اور ایک لڑکی۔ طالب۔ عقیل۔ جعفر۔ علی۔ ان چاروں میں سے ترتیب وار ایک دوسرے سے دس سال چھوٹا تھا۔ لڑکی کا نام فاختہ تھا جن کی کنیت ام ہانی تھی[1] +

بعض اشعار جو ابوطالب نے آنحضرت صلعم کی مدح اور اسلام کی تعریف میں ارشاد کئے ہیں اُن حضرت کے اسلام کا ثبوت دیتے ہیں

(۱) وَلَقَدْ عَلِمْتُ بِاَنَّ دِیْنَ مُحَمَّدٍ - مِنْ خَیْرِ اَدْیَانِ الْبَرِیَّۃِ دِیْنَا + لَوْلَا الْمَلَامَۃُ اَوْ حِذَارُ مَسَبَّۃٍ - لَوَجَدْتَنِیْ سَمْحًا بِذَاکَ مُبِیْنَا + وَدَعَوْتَنِیْ وَزَعَمْتَ اَنَّکَ نَاصِحِیْ - وَلَقَدْ صَدَقْتَ وَکُنْتَ فِیْہِ اَمِیْنَا[2] + (ترجمہ) اور میں نے جان لیا کہ دین محمد کا دنیا کے تمام دینوں سے بہتر ہے۔ اور اگر ملامت اور برا بھلا کہنے کا خوف نہ ہوتا۔ تو تو مجھ کو دیکھ لیتا کہ میں کھلم کھلا اُسے قبول کرتا۔ تو نے مجھکو ہدایت کی اور میں نے جان لیا کہ تو میرا ناصح ہے اور تو سچا ہے اور اسمیں امین ہے (تاریخ الخمیس ابوالفدا و روضۃ الاحباب)

(۲) اَلَمْ تَعْلَمُوْا اَنَّا وَجَدْنَا مُحَمَّدًا - نَبِیًّا کَمُوْسٰی خُطَّ فِیْ اَوَّلِ الْکُتُبِ + (ترجمہ) آیا تم نہیں جانتے کہ ہمنے محمد کو نبی پایا مثل موسیٰ کے کہ اُنکا ذکر کتب سابقہ میں لکھا ہوا ہے (مواہب اللدنیہ۔ تہذیب المتین)

وَاِنَّ عَلَیْہِ فِی الْعِبَادِ مَوَدَّۃً - وَلَا خَیْرَ مِمَّنْ خَصَّہُ اللّٰہُ بِالْحُبِّ + (ترجمہ) اور بندوں پر اُسکی محبت لازم ہے کیونکہ جسے خدا نے اپنا محبوب بنایا اُس سے بہتر اور کون ہوگا؟ فَلَسْنَا وَرَبِّ الْبَیْتِ نُسْلِمُ اَحْمَدًا - لِعَزَّاءٍ مِنْ عَضِّ الزَّمَانِ وَلَا کَرْبٍ (ترجمہ) قسم ہے ہمیں خدائے کعبہ کی کہ زمانہ کی کسی مصیبت و تکلیف سے گھبرا کر احمدؐ کو ہم حوالہ نہ کرینگے (اسنی المطالب) صاحب مواہب نے روایت کی ہے کہ ایک سال مکہ میں خشکی و قحط سالی تھی ابوطالب حضرت رسول خدا کو لیکر باہر آئے حالانکہ وہ حضرت اُسوقت طفل صغیر السن تھے اور روئے انور مثل آفتاب روشن تھا آنحضرت کو گود میں اُٹھا لیا اور اپنی پشت مبارک کو خانہ کعبہ سے لگا کر کھڑے ہوئے اور پناہ چاہی آنحضرت سے

(حاشیہ: ودعوتنی وزعمت انک صادق (ابوالفدا، اسنی المطالب))

(حاشیہ: خط ذکر کتب اسنی المطالب ۱۲)

---

[1] ام ہانی ہبیرہ بن عمرو مخزومی کے نکاح میں تھیں مگر۔۔۔ (اصابہ) + [2] ودعوتنی وزعمت انک ناصح - ولقد صدقت وکنت ثم امینا + وعرفت دینا لا محالۃ انہ - من خیر ادیان البریۃ دینا + لولا الملامۃ او حذاری سبۃ - لوجدتنی سمحا بذاک مبینا (شواہد الکشاف)

اور اشارہ کیا اپنی انگشت سے آسمان کی طرف آسمان میں اُسوقت ابر کا پتہ بھی نہ تھا پس بادل ہر طرف سے اُٹھے ہوئے اور ایسا زور کا مینہ برسا کہ ندی نالے پُر ہوگئے۔ چنانچہ اپنے قصیدہ لامیہ میں اُسی طرف اشارہ کرتے ہیں ؎

وَاَبْیَضُ یُسْتَسْقَی الْغَمَامُ بِوَجْہِہٖ ⁂ ثِمَالُ الْیَتَامٰی عِصْمَۃٌ لِلْاَرَامِلِ (ترجمہ) وہ سفید و نورانی شکل ہیں کہ طلب بارش کیجاتی ہے انکی وجہ سے۔ وہ بہار ہیں یتیموں کے اور حفاظت ہیں بیواؤں کی (اسنی المطالب)

(۴) وَشَقَّ لَہٗ مِنْ اِسْمِہٖ لِیُجِلَّہٗ ۔ فَذُو الْعَرْشِ مَحْمُوْدٌ وَھٰذَا مُحَمَّدٌ (ترجمہ) اُسکا نام اپنے نام سے مشتق کیا تاکہ اُسکی بزرگی زیادہ ہو۔ پس صاحب عرش محمود ہے اور یہ محمد ہے ⁂

(۵) اِذَا اجْتَمَعَتْ یَوْمًا قُرَیْشٌ لِمَفْخَرٍ ۔ فَعَبْدُ مَنَافٍ سِرُّھَا وَصَمِیْمُھَا ⁂ فَاِنْ حُصِّلَتْ اَنْسَابُ عَبْدِ مَنَافِھَا فَفِیْ ھَاشِمٍ اَشْرَافُھَا وَقَدِیْمُھَا ⁂ وَاِنْ فَخَرَتْ یَوْمًا فَاِنَّ مُحَمَّدًا ۔ ھُوَ الْمُصْطَفٰی مِنْ سِرِّھَا وَکَرِیْمِھَا (ترجمہ) جسدن قریش فخر خاندان کی تلاش کے لئے جمع ہونگی تو اُنہیں معلوم ہوگا کہ عبد مناف سارے خاندان کی ناک ہے اور جب عبد مناف کی اولاد میں سے دیکھیں گے تو آل ہاشم میں شریف تر اور بزرگ تر پائیں گے اور جس دن آل ہاشم فخر کریں گے تو فقط محمد کے باعث جسے خدا نے اُنکے برگزیدگان سے برگزیدہ کر لیا ہے ⁂

(۶) لَعَمْرِیْ لَقَدْ کَلِفْتُ وَجْدًا بِاَحْمَدَ ۔ وَاَحْبَبْتُہٗ حُبَّ الْمُحِبِّ الْمُوَاصِلِ (ترجمہ) قسم ہے مجھے اپنی جان کی میں نے بسبب احمد کے رنج و تکلیف اُٹھائی۔ اور اُس سے سچے دوستوں کا سا برتاؤ کیا جو جدائی گوارا نہیں کرتے۔

وَقَدْ عَلِمُوْا اَنَّ ابْنَنَا لَا مُکَذَّبٌ ۔ لَدَیْنَا وَلَا یَعْنِیْ بِقَوْلِ الْاَبَاطِلِ (ترجمہ) اُنہیں یہ بھی معلوم ہے کہ ہمارے بچے کی آجتک تکذیب نہیں ہوئی اور نہ کسی نے اُسے جھوٹ بولتے سُنا۔ فَمَنْ مِثْلُہٗ فِی النَّاسِ اَیُّ مُؤَمَّلٍ ۔ اِذَا قَاسَہُ الْحُکَّامُ عِنْدَ التَّفَاضُلِ (ترجمہ) جب جانچنے والوں نے فضیلت میں جانچا تو بنی آدم میں سے ایک بھی اُسکا مثل اور ویسا دور اندیش نہیں نکلا۔ حَلِیْمٌ رَشِیْدٌ عَاقِلٌ غَیْرُ طَائِشٍ ۔ یُوَالِیْ اِلٰھًا لَیْسَ عَنْہُ بِغَافِلِ (ترجمہ) وہ بردبار نیک دانا اور فہیم ہے اور جس ذات سے محبت رکھتا ہے وہ ہر وقت اُسکا حامی اور حافظ ہے

وَاَصْبَحَ فِیْنَا اَحْمَدُ فِیْ اَرُوْمَۃٍ ۔ تُقَصِّرُ عَنْھَا سَوْرَۃُ الْمُتَطَاوِلِ (ترجمہ) احمد ہم میں سے ایسا نکلا ہے جسکے باعث قبائل و سرداران عرب کے جاہ و حشم میں فرق آگیا ہے۔ حَدَبْتُ بِنَفْسِیْ دُوْنَہٗ وَحَمَیْتُہٗ ۔ وَدَافَعْتُ عَنْہُ بِالذُّرٰی وَالْکَلَاکِلِ (ترجمہ) میں اپنی جان اُسکی حمایت میں دیدینے کو مستعد ہوں۔ اور اُس سے آلام و مصائب دفع کرنے کو تیار ہوں ⁂ صاحب اسنی المطالب لکھتے ہیں کہ ابن کثیر کا یہ بیان ہے کہ یہ بڑا قصیدہ ہے اور نہایت بلیغ ہے کسی شاعر کی مجال نہیں معلوم ہوتی کہ ایسا اور کہدے یہ سبع معلقہ سے بلیغ و فصیح تر ہے۔

ابن اسحق صاحب مغازی لکھتا ہے کہ علی بن حمزہ بصری نے اشعار ابوطالب جمع کیے ہیں اور گمان کیا ہے کہ وہ مسلمان تھے اور اسلام پر فوت ہوئے (تہذیب المتین)، صاحب ام الائمہ لکھتے ہیں کہ جناب ابوطالب نے حضرت حمزہ کے مسلمان ہونے کی خبر سنی تو فی البدیہہ یہ شعر پڑھے ؎ فَقَدْ سَرَّنِیْ اِذْ قُلْتَ اَنَّکَ مُؤْمِنٌ ۔ فَکُنْ لِرَسُوْلِ اللّٰہِ فِی اللّٰہِ نَاصِرًا ⁂

وَنَادِ قُرَیْشًا بِالَّذِیْ قَدْ اَتَیْتَہٗ ۔ جِھَارًا وَقُلْ مَا کَانَ اَحْمَدُ سَاحِرًا (ترجمہ) اے حمزہ تو نے اپنے ایمان کی خوشخبری دیکر مجھے مسرور کیا۔ اب تو خدا کی راہ میں رسول اللہ کا ناصر و مددگار ہو اور جو دولت تجھے حاصل ہوئی ہے قریش میں اُس کا اعلان کردے اور کہدے کہ احمد ہرگز ہرگز ساحر نہیں ہے (جیسا کہ تمہارا گمان ہے)

(۱۸) [illegible] حضرت اللہ کی [illegible] ! [illegible] (اہل مصر) کی اسی طرف ہے کہ ابوطالب کے

لہ سیرۃ الملائکہ ۔ [illegible] ۔ حیاۃ الحیوان ۔ سبط ابن الجوزی ۔ حیاۃ القلوب ۔ روضۃ الاحباب ۔ ابو الفداء ⁂

۳ روز بعد ہوئی بروایت صاحب سمط السمین و طبری[۱] اسوقت خدیجہ کی عمر ۶۴ سال ۶ ماہ تھی اور عمر آنحضرت صلعم کی ۴۹ سال ۸ ماہ ۱۴ یوم کی تھی۔ مواہب میں ہے کہ ۲۵ سال آنحضرت کی زوجیت میں رہیں تاریخ الخمیس میں کتاب الغرزی سے لکھا ہے کہ خدیجہ نے اپنے گھر میں انتقال کیا جسکا نام دار خزیمہ تھا اور فی زمانہ مولد فاطمہ کہلاتا ہے اور مسجد الحرام کے بعد مکہ میں سب سے زیادہ متبرک مقام سمجھا جاتا ہے۔ اسی مکان میں آنحضرت سے انکی تمام اولاد پیدا ہوئی۔ اور ہجرت تک حضرت اسی مکان میں رہے۔ حضرت خدیجہ آنحضرت کو کمال عزیز تھیں انکی حیات میں حضرت نے کوئی دوسرا نکاح نہیں کیا۔ باقی حال حضرت خدیجہ کا ازواج مطہرات کے احوال میں درج کیا جائیگا

(۱۹) سفر طائف سنہ ۱۰ بعثت ابو طالب کے مرجانے سے قریش نے یہ دیکھکر کہ اب آنحضرت اپنے بڑے اور زبردست حامی اور مددگار سے محروم ہوگئے ہیں آنحضرت پر سخت ظلم و تعدی اور بھی زیادہ دراز کردیا[۲] اور بنی ہاشم اپنے رئیس کے مرجانے سے آپ کی حفاظت کما حقہ نکرسکے اور جو اذیتیں اور ذلتیں مشرکین قریش آپ کو پہنچارہے تھے انمیں اور زیادہ شدت ہوگئی تھی[۳]۔ ابو جہل[۴] اور ابو سفیان جو سب سے بڑے اور زبردست سردار کفار قریش کے تھے انکی دشمنی سے بچانے والا کوئی نتھا۔ انہوں نے قریش کو برانگیختہ کیا خصوصاً اشراف قریش مثل ابو لہب بن عبد المطلب اور حکم بن عاص اور عقبہ بن ابی معیط جو قرب و جوار رسول کریم میں سکونت رکھتے تھے حضرت کو انواع و اقسام کی تکلیف اور رنج پہنچاتے رہتے مثلاً بروقت نماز پڑھنے کے حضرت پر اشیائے ناپاک ڈالدیتے اور طعام سرور کائنات میں غیر طاہرہ چیزیں ملادیتے تھے۔ نوبت یہاں تک پہنچی کہ آنحضرت کو یاس ہوگئی کہ اب قریش بت پرستی سے باز نہ آئیں گے۔

جب قریش نے اسقدر تنگ کیا کہ مکہ میں مجال اقامت باقی نرہی تو ابو طالب اور خدیجۃ الکبریٰ کی وفات کے ۳ مہینے بعد حضرت طائف[۵] کو جہاں بنی ثقیف رہتے تھے اور جہاں انکے چچا عباس کی بہت کچھہ جائداد تھی باین ارادہ لیگئے کہ شاید وہ لوگ خدا ترسی کرکے میری مدد اور حمایت کریں اور خدا انکو ہدایت نصیب کرے پس حضرت اپنے آزاد کردہ غلام زید بن حارث کو ساتھ لیکر روانہ ہوگئے۔ راستہ میں قبیلہ بنی بکر اور قوم قحطان کے پاس تشریف لیگئے لیکن کہیں ٹھیرنے کی صورت نظر نہ آئی آخر طائف میں پہنچے وعظ و پند کا جو حق ہے وہ حضرت نے ادا کیا مگر کچھہ اثر نہ ہوا۔ اسلام کیطرف مائل ہونا تو درکنار اہل مکہ کی طرح وہ لوگ بھی آنحضرت کی ایذا رسانی کے درپے ہوگئے۔ قرآن سنانے اور وعظ کرنے میں شور مچاتے تالیاں بجاتے۔ بناتے۔ آوازے کستے کئی دفعہ پتھر سے حضرت کو زخمی بھی کیا۔ آنحضرت نے دس یوم اور بروایتے ایک مہینہ بدقت تمام طائف میں گذارا آخر ان لوگوں کا جوش ایسا بڑھا کہ حضرت کو شہر سے باہر نکالدیا۔ اور غلاموں اور کمینوں نے برا بھلا کہتے ہوئے اور پتھراؤ کرتے ہوئے فصیل کے باہر تک آنحضرت کا

---

[۱] صفوہ میں ابو عمر سے روایت ہے کہ خدیجہ نے ۶۵ سال ۶ ماہ کی عمر میں رمضان میں وفات پائی حجون میں دفن ہوئیں۔ اسد الغابہ میں لکھا ہے کہ رمضان سنہ ۱۰ بعثت میں خدیجہ کا انتقال ہوا۔ [۲] ابو طالب اور خدیجہ کی وفات کے بعد آنحضرت نے گھر سے نکلنا چھوڑ دیا۔ بہت کم نکلتے تھے اور قریش پہلے سے زیادہ درپے آزار ہوگئے۔ ابو لہب کو خبر پہنچی تو آنحضرت کے پاس آیا اور کہا کہ اے محمد اپنے ارادہ پر چلو اور جو کچھہ ابو طالب کے حیات میں کرتے تھے کرو۔ اور آنحضرت کی حمایت اور معونت پر کھڑا ہوگیا۔ اور ابو لہب کے خوف سے آنحضرت سے کوئی بھی تعرض نکرسکا لیکن عقبہ بن ابی معیط اور ابو جہل نے ابو لہب کو بہکاکر آنحضرت کی طرف سے برگشتہ کردیا۔ پس ابو لہب اور قریش آنحضرت پر پہلے سے زیادہ شدید ہوگئے (خمیس و روضۃ الاحباب) [۳] ابن اثیر [۴] اسکا اصل نام عمرو بن ہشام تھا۔ [۵] چھوٹا سا قصبہ ہے جس کے گرد شہر پناہ بھی ہے مکہ سے ستر میل کے فاصلہ پر واقع ہے۔ عرب کے نہایت پسندیدہ مقاموں میں سے ہے انگورستان اور باغوں کے درمیان واقع ہے بادام۔ بیر۔ خربزہ۔ تربوز۔ انار۔ انجیر اور طرح طرح کے میوے پیدا ہوتے ہیں بڑا سرسبز علاقہ ہے (ایرونگ)

تعاقب کیا۔ حضرت کے پانوٗ زخمی ہوگئے۔ اور زید بن حارثہ کا سر پھوٹ گیا۔ جب وہ لوگ تعاقب چھوڑکر چلے گئے تو حضرت نے ایک درخت خرما کے نیچے قیام کیا۔ نماز میں مصروف ہوئے اور دست دعا بسوے آسمان بلند کرکے بچشم گریاں آپ نے یہ استغاثہ کیا کہ "خداوندا یہ عبد ضعیف اور بندۂ ذلیل تیری جناب میں شکایت لایا ہے۔ میں انسان کی نظر میں ذلیل وخوار ہوں۔ اے غفور رحیم تو ہی غریبوں کا والی اور ضعیفوں کا پشت وپناہ ہے اور تو ہی میرا پروردگار ہے۔ پس مجھکو چھوڑ نہ دے اور غیروں کا اور دشمنوں کا شکار مجھکو نہ بنا۔ اگر تو مجھہ سے راضی ہے تو پھر مجھکو کیا پروا ہے۔ میں تیری وجہ قدرت کے نور میں پناہ لیتا ہوں جس نے تاریکی کو پراگندہ کر دیا ہے۔ اور دنیا وآخرت میں سلامتی بخشی ہے۔ خداوندا اپنا غضب مجھپر نازل نہ کر اور میری مصیبتوں کو اسطرح دفع کر جیسا تیری مشیت کا مقتضیٰ ہو۔ لاحول ولاقوۃ الا باللہ[1]" ؛ نہایت شکستہ دلی کی حالت میں آپ مکہ ہی کی طرف واپس روانہ ہوئے جب بطن نخلہ میں پہنچے جو مکہ سے ایک شب کی مسافت پر ہے شب کو قیام کیا اور قرآن پڑھنے لگے سات اور بروایتے ۹ جنوں نے جو نصیبین سے یمن کو جاتے تھے اسلام قبول کیا اور اپنی قوم میں واپس جاکر دعوت اسلام کی۔ اور اُن کو مسلمان کیا (روضۃ الاحباب۔ ایرونگ) صبح ہوتے آنحضرت مکہ کی طرف روانہ ہوئے قریش کے خوف سے کوہ حرا پر قیام کیا۔ اور زید کو روسار مکہ کے پاس بھیجا کہ اگر کوئی بھی اپنی جوار وحمایت میں رکھنے کی حامی بھرے تو مکہ کے اندر تشریف لیچلیں۔ کسی نے منظور نہ کیا۔ آخر مطعم بن عدی نے قبول کیا اور اپنے رشتہ داروں اور قبیلہ والوں کے ساتھ مسلح ہوکر آنحضرت کو مکہ میں لے آیا[2]۔ ابوجہل کو معلوم ہوا تو مطعم سے پوچھا کہ اسکا تابع ہے یا مجیر اُسنے کہا مجیر۔ ابوجہل نے کہا جسے تونے امان دی اُسے ہمنے بھی امان دی۔ اور مطعم نے سوار ہوکر منادی کرائی کہ اے گروہ قریش مینے محمد صلعم کو امان دی ہے کوئی اُسے ایذا نہ دینا اور کوئی اُسکی ہجو نہ کرنا۔ اور پھر حضرت کو اپنے گھر لایا اور خود اور اسکی اولاد آنحضرت کی محافظت کرتے رہے۔ چند مدت آنحضرت مطعم کے گھر میں رہے (روضۃ الاحباب) اور یہاں طفیل بن عمر الدوسی حضرت کے پاس آکر مسلمان ہوگئے۔ مطعم کے گھر میں آنحضرت کو پناہ تو مل گئی مگر اشاعت اسلام کا موقع نہ ملتا تہا تاہم موسم حج وعمرہ میں یعنی رجب وذیحجہ میں جب کفار کشت وخون کو ناجائز سمجھتے تھے ظاہر ہوتے۔ اور تمام قبائل عرب کے ہر قبیلہ کو بنام ونشان پکار کر ارشاد کیا کرتے کہ اے اولاد فلاں میں رسول ہوں اللہ کا کہ بھیجا ہے اُس نے تمہارے پاس۔ کہتا ہوں کہ عبادت کرو خدا کی۔ اور اُسکو وحدہ لاشریک سمجھو۔ اور اُسکے سوا جسکو پوجتے ہو اُسکی پرستش سے دست کش ہو۔ مجھپر ایمان لاؤ میری تصدیق کرو۔ اسکے مقابلہ میں حضرت کا چچا ابولہب[3] یہ منادی کرتا کہ لوگو! یہ محمد تمکو نئی راہ سکھلاتا ہے اور بدعت اور گمراہی کی طرف چلاتا ہے۔ یہ چاہتا ہے کہ پرستش لات عزیٰ کو چھوڑوا دے۔ کوئی اسکا کہنا نہ مانو ؛

(۲۰) **سودہ اور عایشہ سے آنحضرت کا نکاح** اسی سنہ بعثت میں خدیجہ کی وفات کے ایک ماہ بعد آنحضرت نے سودہ بنت زمعہ سے نکاح کیا جنہوں نے بروایت ایرونگ جناب فاطمہ کو دودہ پلایا تہا اور اُسی سال عایشہ بنت ابی بکر سے حضرت کا نکاح ہوا۔ اُسوقت حضرت عایشہ کی عمر ۶ سال کی تہی اس سبب سے زفاف اُسکے تین برس بعد سنہ ہجری میں واقع ہوا جبکہ حضرت عایشہ کی عمر ۹ برس کی ہوگئی (روضۃ الاحباب۔ ایرونگ)

[1] ابن ہشام۔ تاریخ ابن اثیر اور روضۃ الاحباب [2] تاریخ الخمیس میں لکھا ہے کہ ۲۷ شوال سنہ ۱۰ بعثت کو حضرت طائف کو روانہ ہوئے تہے۔ اور ۲۳ ذیقعد کو مکہ میں واپس آئے یعنے آمد ورفت اور قیام کی کل مدت مہینہ بھر سے کم۔ جس سے دس دن طائف میں رہنے کی روایت صحیح معلوم ہوتی ہے۔ ایرونگ [3] ابولہب آنکھہ سے بہینگا تھا اور اُسکے سر پر بالوں کی مینڈھیاں گندہی ہوئی تہیں۔ ابو الفداء۔

(۲۱) ابتدائے حال انصار ۔ ۱۱ بعثت ایک روز موسم عمرۂ رجب میں آنحضرت عقبہ منا میں کھڑے تھے ناگاہ ایک گروہ اہل یثرب[۱] کا قبیلہ خزرج سے حضرت کے پاس پہنچا یہ چھ آدمی[۲] تھے ۔ حضرت نے اُنکے سامنے حقیقت اسلام بیان کی اور قرآن شریف پڑھکر سنایا وہ مسلمان ہوئے اور ایمان لائے ۔ جب وہ یثرب میں پہنچے اپنے بھائی بندوں سے رسول اللہ صلعم کا ذکر کیا اور اپنا مسلمان ہونا بیان کیا ۔ پھر تمام گھروں میں آنحضرت کا چرچا ہوگیا ۔ یثرب کے مسلمان چونکہ آنحضرت کے ناصر ہوئے (جیساکہ آگے معلوم ہوگا) اس سبب سے انصار کے نام سے مشہور ہوئے

(۲۲) معراج ۔ ۱۲ بعثت ۲۷ رجب ۱۲ بعثت کی رات کو جب آنحضرت ام ہانی بنت ابیطالب کے گھر میں مصلے پر تھے اور سونے کا انتظام کر رہے تھے اور سب لوگ خواب میں تھے جبرئیل آنحضرت کے پاس آئے اور اُٹھاکر آپ کو حرم کعبہ میں لیگئے اور ایک بہشتی جانور پر جس کا نام براق ہے سوار کرکے مسجد اقصےٰ میں لیگئے جو بیت المقدس میں ہے وہاں سب انبیاء کی روحوں سے ملاقات ہوئی اور آپ نے سب کے ساتھ نماز میں امامت کی اور وہاں سے روانہ ہوکر سدرہ تک پہنچے جو ایک درخت ساتویں آسمان پر ہے ۔ یہاں پر حضرت جبرئیل رہ گئے اور اُنہوں نے کہا کہ اگر ہم بال بھر آگے بڑھیں تو ہمارے بال و پر تجلی کی روشنی سے جلجائیں ۔ یہاں براق بھی رہ گیا اور آپ ایک تخت پر جسکو رفرف کہتے ہیں روانہ ہوئے اور قرب الٰہی سے فائز ہوئے ۔ یہاں جو دیکھا سو دیکھا اور جو سُنا سو سُنا ۔ اسی اثناء میں بہشت و دوزخ کی بھی سیر کی اور ہر اُمت کا مقام ملاحظہ فرمایا اور آنکی آن میں واپس اپنے گھر آپہنچے (روضۃ الاحباب و حیات القلوب وغیرہ) +

ہمنے مشہور روایت پر اکتفا کیا ہے ورنہ اسمیں مورخین کو اختلاف ہے کہ معراج قبل وفات ابوطالب ہوئی یا بعد اسمیں بھی اختلاف ہے کہ ہفتہ کی رات سترہویں رمضان کو یا رجب میں یا ربیع الاول میں ۱۲ بعثت میں یا ۱۳ بعثت میں ۔ ایک دفعہ معراج ہوئی یا کئی مرتبہ +

اسمیں بھی اختلاف ہے کہ رسول خدا صلعم جسم سمیت گئے تھے یا آپ کو خواب صادق ہوا تھا یعنی جسمانی ہوئی یا روحانی عائشہ اور معاویہ اور حسن بصری صرف روحانی معراج کے قائل ہیں ۔ مگر عام اعتقاد مسلمانوں کا یہی ہے کہ حضرت مع جسم کے آسمان پر تشریف لے گئے ۔ (روضۃ الاحباب)

اسوقت تک صرف دو نمازیں فرض تھیں صبح کی اور شام کی ۔ ۱۲ بعثت سے معراج کے بعد سے پانچوقت کی نماز مقرر ہوئی (روضۃ الاحباب)

(۲۳) بیعت عقبہ اولی ۱۲ ہجری کے موسم حج میں اُن چھ آدمیوں میں سے جو سال گذشتہ میں مسلمان ہوکر مدینہ واپس ہوئے تھے پانچ آدمیوں کے ساتھ ۷ آدمی[۳] مدینہ والوں میں سے اور آکر مشرف با سلام ہوئے ۔ اور

[۱] یثرب یعنی مدینہ میں اَوس و خزرج دو قبیلے خالص عربوں کے رہتے تھے دونوں قبیلے ایک باپ کی اولاد تھے مسکن قدیم انکا یمن تھا ۔ ان دونوں قبیلوں میں اسوقت لڑائی برپا ہورہی تھی اور یہ دونوں قبیلے دو فرقہ یہود یعنی بنی قریظہ اور بنی النضیر سے جو مدینہ میں رہتے تھے عقد موافقت رکھتے تھے جبتک رسول مقبول مدینہ میں نہیں پہنچے یہ شہر یثرب کے نام سے مشہور تھا ۔ جبسے رسول اللہ صلعم وہاں تشریف لیگئے ۔ مدینۃ الرسول اور بعد میں مدینہ کہلانے لگا ۔ یہ شہر مکہ کے شمال کیطرف ۲۷۰ میل کے فاصلہ پر واقع ہے اسمیں یہودی اور عیسائی بہت رہتے تھے ۔ [۲] ابن خلدون نے انکے نام یہ لکھے ہیں (۱) ابو امامہ اسعد بن زرارہ بنی نجار سے (۲) عوف بن حرث بنی عفرا سے (۳) رافع بن مالک خزرجی (۴) قطبہ بن عامر بنی جشم سے (۵) عقبہ بن عامر بنی سلمہ سے (۶) جابر بن عبداللہ بنی سلمہ سے ۔ مگر روضۃ الاحباب و حبیب السیر میں یہ نام ہیں اسعد بن زرارہ ۔ عوف بن حارث یا عوف بن حارث ۔ عقبہ بن عامر ۔ قطبہ بن عامر ۔ جابر بن عبداللہ اور رافع بن مالک ۔ ان چھ آدمیوں نے چونکہ انکے دوست یہودیوں سے نبی آخر الزماں کی خبر پرانی کتابوں سے سنی تھی قرآن شریف سنکر یقین کرلیا کہ یہی نبی موعود ہیں [۳] معاذ بن حرث ۔ ذکوان بن عبدقیس ۔ خالد بن مخلد ۔ عبادہ بن صامت ۔ عباس بن عبادہ بن نضلہ یہ تو بنی خزرج سے اور ابوالہیثم مالک بن التیہان بنی اوس سے ہیں اور عویم بن ساعدہ بنی عوف بن مالک سے +

اگر مشرف باسلام ہوئے اور حضرت کی حمایت کا معاہدہ کیا - یہ بیعت بھی اُسی مکان عقبہ پر ہوئی جو مکہ سے تھوڑے فاصلہ پر شمال کو واقع ہے - جب یہ لوگ واپس جانے لگے تو آپ نے مصعب بن عمیر عبدری کو کہ فقیہ اور قاری تھے قرآن و فقہ سکھانے اور طریقہ اسلام بتانیکے واسطے انکے ساتھ روانہ کیا اور عبداللہ بن اُم مکتوم کو بھی ہمراہ کر دیا - جب مصعب بن عمیر اور عبداللہ بن اُم مکتوم ہمراہ اسعد بن زرارہ کے (جو اُن چھ شخصوں میں سے تھے جو سب سے پہلے اہل مدینہ سے مسلمان ہوئے تھے) داخل مدینہ ہوئے تو مصعب بن عمیر مسلمانان مدینہ کی امامت کرتے تھے اور ابن اُم مکتوم قرآن پڑھاتے تھے - اولاً دو سردار قبیلہ بنی اشہل کے اسید بن حضیر اور سعد بن معاذ قرآن سُنکر مسلمان ہوئے - بعد اسکے مصعب اور سعد بن معاذ اور اسعد بن زرارہ کی کوشش سے اُسی روز شام تک تمام بنی اشہل مسلمان ہو گئے - اور بعد میں تمام انصار سوائے بنی اُمیہ بن زید اور بنی وائل حطمہ اور واقف کے جن سب کا سردار ابو قیس تھا مسلمان ہو گئے - یہ بقیہ لوگ بھی سب کے سب غزوہ خندق کے وقت مشرف باسلام ہوئے (خمیس - ابو الفدا - روضۃ الاحباب - ابن خلدون - ابن ہشام - ابن اثیر)

(۲۴) بیعت عقبہ ثانیہ ۱۳ سنہ بعثت کے ماہ ذیحجہ میں مصعب بن عمیر ۷۳ مرد اور دو عورتیں مسلمان اپنے ہمراہ لیکر تین سو یا پانچسو کفار اوس وخزرج کے قافلہ کے ساتھ اپنے تئیں اُن سے چھپائے ہوئے مدینہ سے مکہ میں تشریف لائے اس ارادہ سے کہ آنحضرت کو اپنے ساتھ مکہ سے مدینہ لیجائیں - اُنکے ساتھ جو مسلمان تھے وہ کچھ قبیلہ اوس کے اور کچھ قبیلہ خزرج کے تھے - جب درمیان مکہ کے پہنچے تو اُنہوں نے پیغمبر خدا سے یہ وعدہ کیا کہ تیسری رات کو ایام تشریق کی بیچ عقبہ کے ہم آپ کی خدمت میں حاضر ہونگے - یہ سُنکر حضرت مع اپنے چچا عباسؓ کے جو ابتک مشرف باسلام نہ ہوئے تھے - مگر بسبب محبت آپکی محافظت کی کوشش میں رہتے تھے تشریف لائے - حضرت عباس نے مخاطب ہو کر کہا کہ اے قبیلہ خزرج کے لوگو تم محمد سے وفاداری کرو اور اُسکی پیچ سرہانے میں کھڑے رہو اور اُسکی دشمنوں سے اُسکی حفاظت کرو تب تکو اور اُسکا [illegible] اگر تم اُسکی حفاظت کر سکو اور اُسکے دشمن کے حوالہ کر دو تو ابھی سے اُسکو جواب دیدو - انہوں نے کہا کہ ہمکو پیغمبر خدا کی محافظت وحمایت منظور ہے - اور ہماری جانیں اُسپر سے لڑی ہوئی ہیں - بعد اسکے رسول خدا صلعم نے اُنکو قرآن کی آیتیں سنائیں اور پھر ارشاد کیا کہ بیعت کرو میری اس بات پر کہ میرے ساتھ بالکل ایسا ہی سلوک کرو جیسا اپنی اہل وعیال کے ساتھ انہوں نے منظور کیا اور کہا کہ یا حضرت اگر ہم کافروں کو قتل کرینگے تو ہمکو کیا اُجرت ملیگی حضرت نے ارشاد کیا کہ جنت حور اور غلمان اللہ تعالیٰ عطا کریگا - یہ سُنکر سب نے کہا کہ یا حضرت ہمکو ہاتھ دیجئے سب سے پہلے براء بن معرور نے اور پھر اُن سب نے حضرت کی بیعت کر لی[۱]

ابن ہشام اور ابن خلدون نے لکھا ہے کہ اس بیعت کی خبر جب قریش کو ہوئی اور لوگ مقام منا سے متفرق ہوگئے تو چند قریش انصار کے گرفتار کرنے کو روانہ ہوئے مگر کسیکو نہ پایا البتہ سعد ابن عبادہ کو راستہ سے گرفتار کر لائے اور [illegible] کی تو تین پہنچانے لگے تا آنکہ اُنکے دوست ذلّ جبیر ابن مطعم اور حرث بن اُمیہ نے اُنکو چھوڑ دیا ❊

اسکے بعد کافروں نے مسلمانوں کی ایذارسانی کا عہد واثق کر لیا - اور آنحضرت کی جان لینے کے خواہاں ہو گئے -

---

[۱] اُحد کی لڑائی میں ۴۰ برس کی عمر میں شہید ہوئے سنہ [illegible] آنحضرت نے ان [illegible] اپنی خوشی [illegible] اور [illegible] شخص اپنی طرف سے نقیب مقرر کئے اور فرمایا تم لوگ اپنی قوم میں کفیل ہو مثل کفالت حواریان حضرت عیسیٰ [illegible] اُنکے اسم یہ ہیں: سعد بن زرارہ - رافع بن مالک - عبادہ بن صامت - سعد بن ابی ربیع - عبداللہ بن [illegible] - [illegible] براء بن [illegible] - سعد بن عبادہ - منذر بن عمرو یہ ۹ بنی خزرج سے اور سعید بن خیثمہ - اور رفاعہ بن منذر [illegible] - [illegible] رفاعہ کے ابو الہیثم بن تیہان کو شمار کیا ہے) ابن خلدون - تاریخ الخمیس - ابن ہشام [illegible]

ایروِنگ لکھتا ہے کہ اسوقت محمدؐ کی بالکل اُس شخص کی حالت تھی جسکا خون قانون نے ہدر کر دیا ہو جس کا جی چاہے مار ڈالے۔ اگر محمد کو دنیاوی فائدہ مدنظر ہوتا تو وہ کیونکر حاصل ہو سکتا تھا۔ اُنکو اپنی نبوت کا اظہار کئے دس برس سے اوپر ہو چکے تھے اور یہ طولانی دس برس لوگوں کی عداوت مصیبت اور سخت تکلیف میں گذرے تھے پھر بھی اُنہوں نے استقلال سے کام لیا اور اب اخیر زندگی کے اُس زمانہ میں جبکہ لوگ اپنی گزشتہ محنت اور کاموں کے ثمرہ میں آرام ڈھونڈھتے ہیں اور آیندہ کے لئے نئی تجویزیں کرنے کی جوکھوں میں نہیں پڑتے ہم دیکھتے ہیں کہ اُنہوں نے اپنا آرام اپنا مال اپنے دوست سب کو (دین کی خاطر) قربان کر دیا اور بجائے اسکے کہ دین سے دست بردار ہو جاتے وہ اپنا وطن چھوڑنے کو تیار ہو گئے۔ پس پیغمبر خدا نے مکہ میں تشریف لاکر تمام اصحاب کو ارشاد کیا کہ تم سب لوگ مدینہ کو ہجرت کر جاؤ۔ اور وہ قافلہ بھی مدینہ کو مراجعت کر گیا۔ مکہ میں یہ لوگ زندگی سے بیزار تھے حکم ہوتے ہی اُنہوں نے روانگی شروع کر دی ابن خلدون کے موافق پہلا شخص جو مکہ سے گیا وہ ابوسلمہ بن عبدالاسد تھے۔ اور پھر کل بڑے بڑے اصحاب مخفی طور پر ایک ایک دو دو کرکے مدینہ کو ہجرت کر گئے مگر عمر ابن الخطاب اپنے بیس یاروں کے ساتھ مسلح ہو کر ڈنکے کی چوٹ علانیہ نکل گئے۔ پیغمبر خدا حکم الٰہی کے منتظر رہے۔ نفس رسول (علی) بھی جو کسی حالت میں رسول اللہ سے جدا نہ ہوتے تھے ساتھ رہے۔ اور حضرت ابوبکر نے بھی جنکو یار غار ہونا تھا ابھی ہجرت نہیں کی۔ (دیکھو سیرۃ المحمدیہ وغیرہ)

فصل سوم۔ ہجرت سے وفات تک

سنہ ۱۴ بعثت یعنی سنہ ۱ھ ۱۶۔ جولائی سنہ ۶۲۲ء سے ۵ رجولائی سنہ ۶۲۳ء تک

(۱) ہجرت ابوسفیان جو مثل ابوجہل کے آپ کا جانی دشمن تھا اسوقت کفار مکہ کا سردار سمجھا جاتا تھا۔ اس نے جب دیکھا کہ مسلمان ہجرت کرکے مدینہ چلے جاتے ہیں (کیونکہ حضرت عمر کے علانیہ چلے جانے سے یہ راز بالکل فاش ہو گیا تھا) تو جلا بھی اور خائف بھی ہوا کہ مسلمان زور پکڑکے بدلہ نہ لیں۔ پس سرداران قریش کو دارالندوہ میں جمع کرکے مشورہ کیا کہ اب کیا کرنا چاہیئے۔ کسی نے کہا محمد کو قید کر دو۔ کسی نے کہا جلاوطن کر دو۔ ابوجہل نے یہ رائے دی کہ محمد کو قتل کر ڈالنا چاہیئے مگر اس طرح کہ قریش کے پانچ قبیلوں میں سے ایک ایک شخص یکبارگی محمد کے جسم پر ضربیں لگائے تاکہ خون محمد کا چند افراد میں منقسم ہو جائے اور بنی عبدالمطلب و بنی ہاشم کسی ایک شخص یا کسی ایک خاندان سے بدلہ لینے کے مجاز نہ ہوں اور سب سے بدلہ لینے کی جرات نہ کرسکیں۔ سب نے اس رائے کو پسند کیا۔ (خمیس روضۃ الاحباب۔ حبیب السیر۔ طبری۔ ابن ہشام) جب پیغمبر خدا کو یہ خبر معلوم ہوئی تو آپ نے حضرت علی کو ارشاد کیا کہ یا علی تم میرے بستر پر میری سبز چادر اوڑھ کر سو رہو۔ اور میں چلا جاتا ہوں۔ لوگوں نے جو امانتیں میرے سپرد کی ہوئی ہیں ہر شخص کی وہ ودیعت اُسکے حوالہ کر دینا۔

سلہ غالباً اسکا سبب یہ معلوم ہوتا ہے کہ آپ کو اپنے ماموں ابوجہل پر بڑا بھروسہ تھا جو سرداران قریش میں ایک خاص وجاہت رکھتا تھا۔ سنہ ہجری ۱۷ برس بعد ہجرت مقدسہ کے خلیفہ ثانی نے حضرت علی کے مشورہ سے جاری کیا تھا۔ مگر یہ سنہ اُسوقت سے نہیں لیا گیا ہے جسوقت آنحضرت نے مکہ سے ہجرت فرمائی تھی یعنی ۸ ربیع الاول سے بلکہ سال کے پہلے قمری مہینے یعنی محرم کی پہلی تاریخ سے یعنے ہجرت سے ۲ ماہ پیشتر سے۔ اور اس سال یکم محرم ۱۶ جولائی سنہ ۶۲۲ء کو پڑی تھی سلہ بروایت حیات القلوب حضرت علی نے یہ حکم پاکر سجدۂ شکر کیا اور یہ اسلام میں اول سجدہ شکر ہے سلہ باوجودیکہ کفار تھے۔ بے ندہب آنحضرت کی جان کے دشمن تھے مگر یہ جانتے تھے کہ آپ ایسے امین اور دیانتدار ہیں کہ آپکے پاس اپنی امانتیں رکھوا دیا کرتے تھے (ابن ہشام وطبری)

پھر تم بھی میرے پاس مدینہ چلے آنا"۔ اسوقت حضرت ہجرت کے لئے ماذون ہو چکے تھے اور مخالفین آپکے دروازہ پر گھر میں کود نے کی غرض سے جمع ہو رہے تھے اور وقت کے منتظر تھے کہ سو رہیں یا باہر نکلیں تو قتل کر ڈالیں۔ آپ نے ایک مٹھی خاک اپنے دست مبارک میں لیکر اور یسین فھم لایبصرون تک پڑھ کر اُن کافروں کے سروں پر پھینکی اور مجمع میں سے صاف نکل گئے کسی نے حضرت کو نہ پہچانا۔ آخر وہ دروازہ توڑ کر گھر میں گھسے اور آپکی چارپائی کے پاس آئے۔ حضرت علی فوراً چارپائی سے کود کر اُنکے سامنے ہوئے اُنہوں نے پوچھا محمدؐ کہاں ہیں۔ حضرت علی نے گرجکر جواب دیا "خدا بہتر جانتا ہے۔ جہاں ہیں خدا کی پناہ میں ہیں" یہ کہکر اُن کے سامنے سے چلدیئے کسیکو جرأت نہ ہوئی کہ آپ کو روکتا یا آزار پہنچاتا (ایرونگ) اور بروایت حیات القلوب و ابن ابی الحدید آپ تلوار لیکر مقابل میں آئے کوئی مقابلہ کی جرأت نہ کرسکا سب بھاگ گئے (ایرونگ۔ روضۃ الاحباب۔ طبری۔ خمیس)

حضرت علی اسکے تین دن بعد تک مکہ میں لوگوں کی امانتیں واپس دینے کے لئے ٹھیرے رہے اور پھر پاپیادہ رسول اللہ صلعم کی طرف روانہ ہوئے۔ کافروں کے اندیشہ سے رات کو چلتے اور دن کو کہیں چھپ رہتے۔ یہانتک کہ مقام قبا میں جہاں رسول خدا فروکش تھے آپ سے جاملے (ابن ہشام۔ طبری)

پیغمبر خدا نے روانگی سے پہلے دن ہی سے تہیہ سفر درست کر لیا تھا۔ چار مہینے پیشتر حضرت ابوبکر نے دو اونٹ چار سو درہم کے خرید رکھے تھے اُنمیں سے آپنے ایک اونٹ اس سفر کے لئے خریدنا چاہا حضرت ابوبکر نے آپکے ہاتھ ایک اونٹ نوسو درہم کو فروخت کر دیا۔ عبداللہ بن اُریقط دُئلی ایک راز دار رہبر بھی حضرت علی کی معرفت اُجرت پر مقرر کر لیا تھا کہ تین دن بعد غار ثور پر اونٹ لیجا کر آنحضرت کو مدینہ پہنچا دے۔ (مروج الذہب و حیات القلوب)

بروایت طبری و سیرۃ محمدیہ غار میں طعام پہنچانے اور سواری اور راہ بر مہیا کرنیکا کام رسول اللہ نے علی کے سپرد کیا تھا بروایت حیات القلوب علی رات کو سب چیزوں کا تہیہ کرتے اور راتوں رات غار میں پہنچا آتے۔ صاحب حبیب السیر لکھتے ہیں کہ ابولہب کی صلاح سے ان مشرکین نے یہ ارادہ کیا تھا کہ رات کو آنحضرت کو گھیرے رکھیں اور صبح صادق کے وقت قتل کر ڈالیں تاکہ روز روشن میں بنی ہاشم اور بنی عبدالمطلب کو معلوم ہو جائے کہ قبائل عرب نے بہیئت اجتماعی اس امر کا اقدام کیا ہے غرض

۱؎ اس شب کو جن اشخاص نے آپکے قتل کا بیڑا اُٹھایا تھا وہ یہ تھے ابوجہل۔ حکم بن ابوالعاص۔ عقبہ بن ابی معیط۔ نضر بن الحارث۔ امیہ بن خلف۔ معتب مطعم۔ طعیمہ بن عدی۔ ابولہب اور حجاج کے بیٹے منبہ اور نبیہ وغیرہ (حبیب السیر۔ ابن خلدون) حیات القلوب کے موافق خالد بن ولید بھی اور وہ سب کے آگے تھا

۲؎ جس رات کو حضرت علی رسول اللہ صلعم کے بستر پر سوئے ہیں حقتعالی نے وحی کی جبرئیل اور میکائیل کی طرف کہ میں نے تم دونوں میں عقد مواخات باندھا ہے اور ایک کی عمر کو دوسرے کی عمر سے دراز کیا ہے۔ تم دونوں میں کون ہے جو اپنی جان کو دوسرے کی جان پر نثار کرے۔ دونوں نے کہا کہ ہم اپنی جان کو کسیکی جان پر نثار نہیں کرتے اپنی زندگی کو دوست رکھتے ہیں۔ اللہ تعالی نے وحی کی اُنکو کہ کیوں مثل علی ابن ابیطالب کے نہیں ہوتے کہ میں نے اُس میں اور محمد میں بھائی چارہ قایم کیا۔ اور اُس نے اپنی جان کو محمد پر فدا کیا اور اُس کی زندگی کو اپنی زندگی پر مقدم سمجھا جاؤ زمین پر اور اُسکو دشمنوں کی شر سے بچاؤ۔ پس جبرئیل علی کے سرہانے اور میکائیل پائنتی آکر بیٹھ گئے۔ اور جبرئیل نے کہا بخ بخ مبارک ہو مبارک ہو کون ہے مثل تیرے اے علی ابن ابی طالب کہ حق جل جلالہ مباہات کرتا ہے ساتھ تیرے ملائکہ پر۔ اور اس باب میں آیہ من یشری نفسہ ابتغاء الخ نازل ہوئی۔ (روضۃ الاحباب۔ حبیب السیر۔ مدارج النبوۃ) ۳؎ مدارج النبوۃ۔ ۴؎ عبداللہ بن اُریقط بڑا راز دار دیانت دار رہبر تھا۔ غار پر کبوتر اور درخت اور بیابان کے بیچ میں سے کو دیکھکر مسلمان ہوا (حیات القلوب) ۵؎ اس سبب سے جو روایت بعض مورخین ابن خلدون وغیرہ نے لکھی ہے کہ یہ بھی قرار پایا کہ حضرت ابوبکر کا آزاد غلام عامر بن فہیرہ رات کو دودھ اور اسماء بنت ابی بکر کھانا پہنچایا کرے اور عبداللہ بن ابی بکر دن کو کفار کے ارادے معلوم کر کے رات کو غار میں خبر دیا کرے۔ صحیح نہیں معلوم ہوتی (مؤلف)

پیغمبر خدا گھر سے نکلکر روانہ ہوئے راستہ میں ابوبکر مل گئے انکو ساتھ لیتے ہوئے غار ثور کی طرف روانہ ہوئے جو مکہ سے ایک گھنٹہ کی راہ ڈہائی میل جنوب کو واقع ہے۔ آپ اس خوف سے کہ کفار سراغ نہ پاسکیں انگوٹھے کے بل غار تک پہنچے حضرت ابوبکر کا آنحضرت کو کاندہے پر غار تک پہنچانا کسی معتبر تاریخ سے ثابت نہیں ہے۔ خوش اعتقادوں کی بندش ہے۔ روضۃ الاحباب۔ اور مدارج النبوۃ۔ حبیب السیر۔ سیرۃ محمدیہ وغیرہ میں لکھا ہے کہ پہلے ابوبکرؓ غار میں گھسے اُسے صاف کیا اور اُسکے سوراخوں کو اپنے کپڑے پھاڑ کر دھجیوں سے بند کیا ایک سوراخ رہگیا تہا جسکے لئے کپڑا نہ بچا وہاں اپنا پاؤں لگا دیا۔ وہاں سانپ تھا ابوبکرؓ کے پاؤں میں کاٹ کہایا۔ رسول خدا نے اپنا لعاب دہن لگا دیا اچھا ہوگیا۔ صبح ہوئی تو آپ نے ابوبکرؓ کو ننگا دیکھکر پوچھا تمہارے کپڑے کیا ہوئے۔ ابوبکرؓ نے کہا پھاڑ کر سوراخوں میں لگا دیے مگر یہ روایت تعجب سے خالی نہیں اُس اندہیری رات اور اندہیرے غار میں ابوبکرؓ کو سارے سوراخ نظر کیونکر آگئے اور رسول اللہ نے کپڑا پھاڑنے کی آواز کیوں نہیں سُنی جو صبح کو دریافت کیا کہ تمہاری قبا کیا ہوئی اور ابوبکرؓ کو یہ بیان کرنے کی ضرورت پڑی کہ یا حضرت سوراخوں میں پھاڑ کر لگا دیئے۔ صبح ہوئی تو متعاقبین پاؤں کے نشان پہچانتے ہوئے آن پہنچے مگر اللہ کی قدرت غار کے موہنہ پر مکڑی کے جالے پیدا ہوگئے ایک کیکر کا درخت اُگ آیا اور کبوتر نے اسمیں گھونسلا بناکر انڈے دے دیئے تھے۔ کفار یہ حالت دیکھکر سمجھے کہ بھلا اسمیں کوئی کیا چھپا ہوگا۔ وہاں سے واپس ہوکر دوسری جگہ تلاش کرنے لگے۔ ابوبکر متعاقبین کی آواز سُنکر مضطرب ہوگئے اور کانپنے لگے اور فرمانے لگے کہ ہمارے تعقب کرنے والے تو بہت سے ہیں اور ہم دو ہی ہیں۔ پیغمبر خدا نے فرمایا ڈرتے کیوں ہو اللہ ہمارے ساتھ ہے۔ صاحب روضۃ الاحباب و صاحب سیرۃ محمدیہ نے لکھا ہے کہ ابوبکر سانپ کے کاٹنے کی تکلیف سے رو رہے تھے (ایروینگ۔ روضۃ الاحباب۔ خمیس۔ سیرۃ محمدیہ)

غرض رسول اللہ اور ابوبکرؓ تین دن غار ثور میں رہے۔ پنجشنبہ کا دن گزر کر رات کو یکم ربیع الاول ہی قریش نے آنحضرت کے گھر کا محاصرہ کیا تھا صبح سے کچھ پہلے ۲ ربیع الاول کو جمعہ کے دن غار میں پہنچے۔ یکشنبہ چوتھی ربیع الاول تک غار میں رہے

لہ ازالۃ الخفا میں ابن عباس سے روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ علی نے جان بیچکر رسول اللہ کا کپڑا اوڑھ لیا اور انکی جگہ سو گئے مشرک علی کو رسول اللہ سمجھکر کنکریاں پھینکتے تھے اتنے میں ابوبکر آئے اور یہی سمجھکر کہ رسول اللہ سوتے ہیں کہا یا رسول اللہ اُسوقت علی نے کہا کہ وہ چاہ میمون کی طرف گئے ہیں ملنا ہو تو وہاں جاکر ملو پس ابوبکر چلے گئے اور حضرت کے ہمراہ داخل غار ہوئے۔ طبری نے اپنی تاریخ میں اس موقع کو اس طرح لکھا ہے کہ ابوبکر علی کے پاس آئے اور پوچھا رسول اللہ کہاں ہیں علی نے کہا غار ثور کیطرف گئے ہیں اگر تمکو اُن سے کوئی حاجت ہو تو اُن سے جا ملو پس ابوبکر دوڑتے ہوئے گئے اور رستہ میں حضرت کے قریب جا پہنچے۔ رسول اللہ نے اُس اندہیری رات میں ابوبکر کی آہٹ سنی تو سمجھے کہ مشرکین میں سے کوئی آرہا ہے یہ سمجھکر آپ جلدی جلدی چلنے لگے یہانتک کہ بند نعل ٹوٹ گیا اور پاؤں کے انگوٹھے میں ایک پتھر کی ٹھوکر سے خون بکثرت جاری ہوا پھر اور زور سے دوڑنے لگے ابوبکر کو خیال ہوا کہ اسطرح حضرت کو بہت مشقت ہوگی پس آواز بلند آپ سے کلام کیا حضرت آواز پہچانکر کھڑے ہوگئے یہانتک کہ ابوبکر آپہنچے۔ اب دونو ساتھ چلنا اور رسول اللہ پیدل چلتے تھے اور آپکے پاؤں سے خون جاری تھا یہانتک کہ غار میں پہنچگئے۔ صبح ہوتے علی اپنے بستر سے اُٹھے کفار قریب گئے تو پہچانا کہ علی ہیں پوچھا تیرا صاحب کہاں ہے فرمایا میں کیا جانوں کیا میں اسکا پہرا دے رہا تھا تم نے انہیں نکلجانیکو کہا وہ نکلگئے۔ پھر کفار نے علی کو برا بھلا کہا دھکایا مارا اور نکالکر مسجد میں لائے اور ایک ساعت قید کرکے چھوڑ دیا۔ ان روایتوں پر یہ اعتراض پیدا ہوتا ہے کہ جب کفار گھر کو گھیرے ہوئے کنکریاں مار رہے تھے تو ابوبکر علی تک کیونکر پہنچے اور اس سے ثابت ہوتا ہے کہ ابوبکر آنحضرت کو کہیں راستہ ہی میں ملگئے تھے۔ تیز دیکھو سیرۃ محمدیہ حیات القلوب میں ہے کہ رسول اللہ رات کو ہانی کے گھر رہے ہیں۔ پچھلی رات کو غار کیطرف روانہ ہوئے راستہ میں ابوبکر ملگئے وہ ساتھ ہو گئے ملہ عائشہ اور اسماء بنت ابی بکر کہتی ہیں کہ رسول اللہ ہمارے گھر آگئے تھے اور وہاں سے ابوبکرؓ کو ساتھ لیکر غار کی طرف گئے تھے اُسوقت ابوبکرؓ پاس پانچ ہزار یا ۶ ہزار درہم جو اُنکے پاس بچے ہوئے تھے ساتھ لیتے گئے تھے۔ تماریخ روضۃ میں ہے کہ پہلے اسماء بنت ابی بکرؓ نے پیغمبر خدا کے توشہ کا دستر خوان تیار کیا تھا جب کوئی چیز نہ ملی تو اپنا کمربند پھاڑ کر دو ٹکڑے کر دیا ایک کو کمر بند رکھا دوسرے کو لٹکانے کے کام میں

چوتھے روز جب تعاقب کرنے والوں کا جوش دہیما ہوا تو ۵ ربیع الاول روز دوشنبہ کو عبداللہ بن اریقط آنحضرت کا اور عامر بن فہیرہ ابوبکر کا اونٹ لیکر حاضر ہوئے آپ عبداللہ بن اریقط کے اور ابوبکر عامر بن فہیرہ کے ردیف[۱] ہوکر معمولی راستہ کو چھوڑکر بحیرۂ قلزم کے کنارہ کنارہ مدینہ کیطرف روانہ ہوئے۔ اول شب[۲] دوسرے دن کی ظہر تک سفر کرتے رہے مقام قدید پر آرام کرکے ذرا آگے بڑھے تھے کہ سراقہ بن مالک مدلجی کھوج لگاتا ہوا آپہنچا۔ کیونکہ کفار مکہ نے جب دیکھا کہ شکار ہاتھ سے نکل گیا تو اُنہوں نے انعام مقرر کردیا کہ جو آپ کو زندہ پکڑکر یا آپ کا سر لیکر آئیگا اُسے سو اونٹ ملینگے۔ سراقہ کو دیکھکر حضرت ابوبکر پھر رونے لگے آپنے فرمایا کہ ڈرتا کیوں ہے اللہ ہمارے ساتھ ہے۔ اور سراقہ کے حق میں بددعا کی اُسکا گھوڑا تا بزانو زمین میں دہنس گیا حالانکہ وہانکی زمین بہت سخت تھی۔ اس سے اُسپر ایسی ہیبت چھائی کہ معافی کا خواستگار ہوا اور اقرار کیا کہ کسیکو آپ کا بہید نہ دونگا۔ اسکا گھوڑا نکل آیا۔ واپس آکر اُس نے کافروں سے کہدیا کہ مجھے محمد کا پتہ کہیں نہیں لگا۔ یہ سراقہ بعد فتح مکہ مسلمان ہوگیا تہا (ابوالفدا۔ ابن اثیر۔ ابن خلدون خمیس۔ روضۃ الاحباب) +

الغرض عبداللہ بن اریقط اسفل مکہ سے نکلکر ساحل کی طرف جہکا اور اسفل عسفان سے گذرتا ہوا امج میں پہنچا وہاں سے اُس کے اسفل کو طے کرتا ہوا قدید[۳] میں آیا جہاں سے ذرا آگے بڑھکر سراقہ کا واقعہ پیش آیا۔ قدید سے نکلکر عرج ہوتا ہوا عوالی مدینہ سے قبا میں داخل ہوا (ابن خلدون۔ طبری۔ ابن اثیر وغیرہ)

(۲) پیغمبر قبا میں | پیغمبر خدا قریب وقت زوال آفتاب پیر کے دن ۱۲ ربیع الاول کو مقام قبا میں پہنچے جو مدینہ سے دو میل کے فاصلہ پر ایک پہاڑی ہے یہ مقام مثل طائف کے زرخیز اور شاداب تہا۔ اور ہوا بڑی صحت بخش تہی۔ یہاں ایک مقام پر جسے القصوی کہتے ہیں آپ کا اونٹ خود بخود بیٹھ گیا اور آگے نہ چلا۔ آپ اُتر پڑے اور بنی اوس کے ایک شخص کلثوم بن ہدم کے گھر جو بروایت تاریخ الخمیس ابہی مشرک ہی تھا یا سعد بن خثیمہ کے مکان پر فروکش ہوئے۔ اور ابوبکر مدینہ[۴] میں محلہ سنخ میں خبیب بن اِساف یا زید بن خارجہ کے مکان میں اقامت اختیار کی۔ قبا میں آپنے پیر منگل بدہ جمعرات ۴[۵] دن قیام کیا (ابن خلدون خمیس ابن ہشام - طبری)

(بقیہ صفحہ ۷۸) لائیں اُسوقت سے انکا نام ذات النطاقین مشہور ہوگیا (خمیس۔ ابن خلدون۔ روضۃ الاحباب) مگر معتبر روایتوں سے اسکا پتہ نہیں چلتا کہ رسول اللہ حضرت ابوبکر کے گھر جاکر اُنکو ساتھ لیتے ہوئے غار کیطرف روانہ ہوئے۔ [۱] ابن خلدون اور صاحب تاریخ الخمیس نے لکھا ہے کہ رسول اللہ جس اونٹ پر سوار تھے عبداللہ بن اریقط دوسرے اونٹ پر اور ابوبکر اور عامر ابن فہیرہ تیسرے اونٹ پر سوار تھے۔ [۲] زمخشری نے ربیع الابرار میں ہند بنت الجون سے روایت کیا ہے وہ کہتی ہے کہ قدید میں میری خالہ ام معبد کے خیمہ میں اسی سفر ہجرت میں آنحضرت آکر اُترے۔ میری خالہ بڑی مہمان نواز تہی۔ حضرت نے آرام کیا۔ سوتے اُٹھے تو پانی مانگا اور خیمہ کے پہلو میں ایک پہاڑی پر ہاتھ دہوئے اور کلی کی۔ جب صبح ہوئی تو ہمنے دیکھا کہ وہ بڑا درخت ہوگیا ہے اور اُسمیں لون الورس کے پہل سے بڑے پہل لگے ہوئے ہیں۔ خوشبو میں عنبر۔ مزہ میں شہد۔ بہوکا کہاتا پیٹ بھر جاتا۔ پیاسا کہاتا پیاس نہ لگتی۔ بیمار کہاتا شفا پاتا۔ جو جانور اُسکے پتے کہاتا اُسکا دودہ بہتا پہرتا۔ ہم اُسے شجرہ مبارکہ کہا کرتے تھے۔ دور دور سے بیمار آتے اُسکے پہل کہاتے شفا پاتے۔ ایک دن صبح کو کیا دیکھتے ہیں کہ اُسکے پہل گرپڑے ہیں اور پتے چہوٹے ہوگئے ہیں۔ ہمیں بڑا رنج ہوا۔ بعد میں خبر آئی کہ رسول اللہ نے اُسی روز انتقال کیا ہے۔ اسکے تیس برس بعد ایک دن صبح کو دیکھا کہ اُسمیں نیچے سے اوپر تک کانٹے ہوگئے ہیں۔ اور اُسکے پہل گرپڑے ہیں اور اُس کی نضرت (ہریاول) جاتی رہی ہے۔ ہمنے سنا کہ اُسی دن علی مارے گئے۔ اسکے بعد اُس میں کبہی پہل نہ لگا۔ ہم اُسکے پتوں ہی سے فائدہ اُٹھاتے رہے۔ پہر کچھ دنوں کے بعد دیکھا کہ اُسکی ساق سے تازہ خون بہ رہا ہے اور پتے اُسکے گرپڑے اور بعد میں سنا کہ حسین اُسی روز شہید ہوئے۔ پس وہ درخت خشک ہوگیا اور جاتا رہا (تاریخ الخمیس۔ سیرۃ الحلبیہ نورالابصار) [۳] بعض نے مثل ابن ہشام کے قبا میں آپ کا قیام ۴ دن بعض نے ۱۴ دن اور بعض نے ۲۲ دن لکھا ہے بخاری اور ابن حجر صاحب فتح الباری نے ۱۴ دن کو اور ابن حبان نے ۴ دن کو ترجیح دی ہے ہمارے خیال میں ۴ ہی دن صحیح ہیں کیونکہ ۱۴ یا ۲۲ دن کی روایت سے آپ کا قبا سے جمعہ کو روانہ ہونا نہیں نکلتا۔ حالانکہ تمام روایتوں سے ثابت ہوتا ہے کہ آپنے قبا سے مدینہ میں جاتے ہوئے بطن وادی وانوتار میں نماز جمعہ پڑہی ہے جیسا کہ آگے بیان کیا جاتا ہے۔

مقام قبا میں اسی چار دن کے قیام میں (۱) آنحضرت نے مسجد قبا کی بنیاد ڈالی (۲) بریدہ بن الحصیب اسلمی مع ستر نفر بنی سہم کے مثل سراقہ کے انعام کی اُمید میں حضرت کی تلاش میں آیا مگر یہ سب مسلمان ہوگئے لیکن تاریخ الخمیس میں لکھا ہے کہ بریدہ رستہ میں قبا پہنچنے سے پہلے ملے ہیں (۳) سلمان فارسی اسی مقام پر حضرت کی خدمت میں آکر مشرف باسلام ہوئے (۴) آنحضرت کو قبا میں آئے ہوئے تین دن ہوئے تھے کہ جناب علی بھی پاپیادہ مکہ سے آکر حاضر خدمت ہوئے۔ آنحضرت اپنے بھائی کو دیکھکر بہت خوش ہوئے بغلگیر ہوئے۔ مگر پانو پر ورم اور حالت تباہ دیکھکر بہت روئے۔ ابن خلدون صاحب حبیب السیر اور ایرونگ نے لکھا ہے کہ حضرت علی کے پانوں سے لہو بہتا تھا۔ مگر آنحضرت کے ہاتھ پھیرنے یا پھونکنے سے وہ زخم بالکل اچھے ہوگئے۔

(۳) پیغمبر مدینہ میں جب مہاجرین مکہ نے جو حضرت سے پہلے مدینہ میں آئے ہوئے تھے سُنا کہ حضرت مدینہ کے قریب قبا میں آگئے ہیں۔ حضرت کے استقبال کو آئے اور ۱۶ ربیع الاول یوم جمعہ کو جب کچھ دن چڑھا تو حضرت قبا سے مدینہ کیطرف روانہ ہوئے بریدہ بن الحصیب مع اپنے ستر سواروں کے آگے ہوا بعض مسلمانوں نے تاڑ یا کھجور کے چھتر سے آپ کے سر پر سایہ کیا۔ حضرت ابوبکر اور بروایت حیات القلوب جناب علی حضرت کے پہلو میں سوار چلے جاتے تھے۔ اسوقت بریدہ نے کہا کہ یا حضرت مدینہ میں بغیر علم کے داخل نہ ہوں یہ کہکر اپنی پگڑی اُتاری اور اپنی برچھی کی نوک پر ایک سرا باندہ کر بلند کیا۔ اور حضرت کے آگے آگے چلا (روضۃ الاحباب۔ تاریخ الخمیس)۔

ایرونگ لکھتا ہے کہ آب و ہوا خوشگوار۔ زمین زرخیز۔ کھجوروں کی کثرت۔ خوشبودار جھاڑیاں اور پھول افراط سے۔ شہر مدینہ حضرت کی ہجرت کے لئے نہایت موقع کا مقام تھا۔ اسکی جای وقوع بہت ہی پسندیدہ اور خوشنما ہے۔

چلتے چلتے راستہ میں بطن وادی رانونا میں قبیلہ بنی سالم میں پہنچے تو اول زوال کا وقت تھا حضرت اُتر پڑے اور اُن مسلمانوں کے ساتھ جو ہمراہ تھے اور جو اسوقت تعداد میں سو تھے۔ آپ نے نماز جمعہ اور خطبہ پڑھا۔ اور یہ اسلام میں اول نماز جمعہ اور اول خطبہ ہے۔ بعد میں اسی مقام پر مسجد نبوی تعمیر کی گئی (خمیس روضۃ الاحباب۔ طبری وغیرہ)

جب مدینہ تھوڑی دور رہا تو اُسی خاک اور دھوپ میں انصار کا ایک گروہ استقبال کو آیا اور وہ نہایت جوش اور تپاک سے ملے حالانکہ اُنہیں سے اکثر نے پہلے کبھی آنحضرت کو دیکھا بھی نہ تھا۔

اب وہی محمدؐ جن کو ذرا پہلے زمین پر پانو رکھنے کو جگہ نہ تھی اور جلاوطن پھر رہے تھے اور جن کے سر کے لئے انعام مقرر تھا مدینہ میں اسطرح داخل ہوئے جسطرح کوئی شہنشاہ کسی فتح نمایاں کے بعد اپنے دارالسلطنت میں داخل ہوتا ہے۔ باشندوں کا یہ حال تھا کہ جو حضرت کو دیکھتا تھا۔ اور جس گھر پر انصار کے حضرت گزرتے تھے بہت تعظیم و تکریم سے پیش آتے تھے۔ اور کہتے تھے کہ حضرت یہیں قدم رنجہ فرمائیں اور آرام کریں۔ جب اس امر میں لوگوں میں بحث ہونے لگی تو حضرت نے فرمایا کہ میرے ناقہ کو نہ روکو جہاں وہ خود بیٹھ جائیگا وہاں ٹھیرونگا۔ کیونکہ وہ من جانب اللہ اس امر پر مامور ہے۔ ہر متنفس اُمید کی نگاہوں سے ناقہ کو دیکھ رہا تھا تاآنکہ ناقہ بنو بیاضہ کے محلہ میں پہنچا اور بنو ساعدہ اور بنو حارثہ اور بنو عدی سے نکلکر بنو نجار میں پہنچا اور وہاں اُسجگہ ٹھیر گیا جہاں اسوقت مسجد نبوی کا دروازہ ہے یہاں سے خالد بن زید بن کلیب بن ثعلبہ جو قبیلہ مالک بن نجار سے تھے اور ابو ایوبؓ انصاری کے نام سے مشہور ہیں اور جن کا مکان سب سے زیادہ قریب تھا حضرت کو اپنے گھر لیگئے اور آپ تاتیاری مسجد نبوی و مسکن شریف عرصہ سات ماہ تک اور بروایت مسعودی ایک ماہ تک انہیں کے

سلہ یہ وہی بزرگوار ہیں کہ جب ۵۲ھ میں معاویہ کے عہد میں قسطنطنیہ پر فوجکشی ہوئی تو محاصرہ کے ایام میں بیماری سے اُنکا انتقال ہوگیا اور شہر کی فصیل کے قریب دفن کیے گئے اور سلطان محمد ملقب بہ فاتح نے جب ۸۵۵ھ میں شہر مذکور کو فتح کیا تو بڑی تلاش کے بعد انکی قبر کا پتہ ملا جو قبو بنیہ کے کندہ سے پہچانی گئی۔ جسپر سلطان نے مقبرہ بنوایا اور ایک بڑی عالیشان مسجد تعمیر کرادی جو اجتک جامع ابو ایوب کے نام سے مشہور ہے (تاریخ منتظم ناصری و اعجاز التنزیل)

گھر پر مقیم رہے - ابو ایوب بنی خزرج سے تھے اور قبیلہ بنی نجار کے سردار تھے +

(۴) مسجد نبوی مسجد نبوی جسجگہ بنی ہے وہ بنی نجار کے دو یتیم لڑکوں سہل اور سہیل کی ملک تھی سو یران پڑی تھی صرف چند کھجوروں کے درخت تھے وہاں مشرکین کا قبرستان بھی تہا - اور چوپایے بھی بند کئے جاتے تھے - مالکوں نے ہبہ کرنا چاہا حضرت نے منظور نہ کیا بلکہ دس مثقال زر سرخ دیکر خرید ی - مشرکین کی قبریں دور کر دی گئیں - اور کھجور کے درخت کاٹ ڈالے گئے - نہایت سیدھی سادی مسجد بنائی گئی - دیواریں مٹی اور کچی اینٹوں کی - پہلے ایک چبوترہ بناکر قناتی دیوار کھڑی کی گئی بعد میں وہی کھجور کے درخت جو کاٹے گئے تھے - اُنکے ستون بنائے گئے اور کھجور ہی کے پتوں اور شاخوں کی چھت بنائی گئی - جسمیں سے مینہ ٹپکتا تہا اور مٹی جھڑتی تھی عرض ۶۰ گز طول ۷۰ گز تھا (مگر سنہ ۷ھ میں فتح خیبر کے بعد حضرت نے اُسکی کچھہ ترمیم اور توسیع کی تھی) تین دروازے تھے ایک جنوب کی طرف جہاں بعد میں قبلہ مقرر ہوا (کیونکہ اسوقت تک قبلہ بیت المقدس ہی تھا ہجرت کے ڈیڑھ سال بعد کعبہ قبلہ مقرر ہوا) دوسرا باب جبرئیل تیسرا باب الرحمہ - اِس عمارت کا ایک حصہ جسکا نام صفہ تھا ایسے مسلمانوں کے رہنے کے لئے مقرر کیا گیا جن کا گھر نہ تھا انکی تعداد ۷۰ سے چار سو تک ہو جاتی تہی - اِس مسجد کے بنانیمیں حضرت اپنے ہاتھ سے بھی مدد دیتے تھے - آنحضرت کے ساتھ مہاجر و انصار بھی شریک تھے صاحب روضۃ الاحباب لکھتے ہیں کہ آنحضرت کے بدلہ عمار یاسر سب سے دگنا کام کرتے تھے اور آنحضرت اُنکی گرد جھاڑتے جاتے تھے - اور اُنکے حق میں افسوس سے فرماتے تھے کہ عمار کو گروہ باغیہ قتل کریگا کہ وہ اُنکو جنت کیطرف بلاتا ہوگا اور وہ اُسکو دوزخ کی طرف بلاتے ہونگے جیسی مسجد سادی تہی ویسی ہی اُسکی کارروائی بھی سادی تہی (روضۃ الاحباب خمیس) شروع میں کچھہ عرصہ تک رات کو تیل بتی کے بدلہ کھجور کی چھپٹیوں سے روشنی کا کام لیا جاتا تھا - زمین پر بیٹھکر کھجور کے ستون سے پشت لگاکر حضرت وعظ فرمایا کرتے تھے بہت عرصہ بعد تین سیڑھیوں کا منبر بنایا گیا تہی منبر پر آنحضرت کبھی بیٹھکر کبھی کھڑے ہوکر عصا پر سہارا دیکر وعظ فرماتے - اس وعظ میں اکثر صرف خدا کی عبادت اور نسل انسان کے ساتھ بھلائی کرنیکا مضمون ہوا کرتا تھا - فرماتے تھے جو مخلوق خدا اور اپنے بچوں پر رحم نہیں کرتا خدا اسپر رحم نہیں کریگا - ہر مسلمان جو کسی ننگے مسلمان کا تن ڈہانکیگا خدا اُسے بہشت کے سبز کپڑے پہنائیگا - خیرات کے بارہ میں فرماتے تھے جب خدا نے زمین کو پیدا کیا تو وہ ہلتی اور تھرتھراتی تہی اُسکے ثبات کے لئے خدا نے اُسپر پہاڑ بنائے تب فرشتوں نے پوچھا کہ بار خدایا تیرے مخلوق میں کوئی چیز پہاڑوں سے بھی زیادہ زبردست ہے فرمایا لوہا پہاڑوں سے زیادہ زبردست ہے کیونکہ وہ پہاڑوں کو توڑ دیتا ہے - پھر پوچھا لوہے سے بھی کوئی زبردست چیز ہے جواب آیا آگ لوہے سے زبردست ہے کیونکہ وہ اُسے پگھلا دیتی ہے پھر پوچھا کہ تیری مخلوق میں کوئی چیز آگ سے بھی زیادہ زبردست ہے جواب آیا پانی کہ وہ آگ کو بجھا دیتا ہے - پھر پوچھا کہ کوئی چیز پانی سے بھی زبردست ہے جواب ہوا ہوا کیونکہ وہ پانی پر غالب آتی ہے اور اُسے حرکت دیتی ہے پھر فرشتوں نے پوچھا کہ اے رب العالمین کوئی چیز ہوا سے بھی زبردست ہے ارشاد ہوا نیک آدمی جو خیرات دیتا ہے اگر اسطرح دیکر دہنے ہاتھ سے دے اور بائیں کو خبر نہ ہو - وہ سب چیزوں سے زبردست ہے - مہربانی اور رحم کے ہر کام کو حضرت نے خیرات میں داخل کیا ہے - فرماتے ہیں ہر نیک کام خیرات ہے اپنے بھائی کو دیکھکر مسکرانا خیرات ہے - اپنے ہی نوع کو

لہ یہ امر متنازعہ فیہ ہے کہ شروع اسلام سے بیت المقدس قبلہ تھا یا نہیں مگر اکثر تاریخوں سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ شروع سے کوئی قبلہ نہ تھا اول سنہ ۱ ہجری میں بیت المقدس اور اُسکے ۱۶ مہینے بعد کعبہ قبلہ قرار پایا ہے - اکثروں کا یہ قول ہے کہ مکہ میں بیت المقدس ہی کی طرف منہ کرکے نماز پڑھتے تھے مگر اس طرح کہ کعبہ بیچ میں رہے (خمیس - روضۃ الاحباب)

نیک کام کی رغبت دلانا خیرات ہے بہولے کو راستہ بتانا خیرات ہے۔ اندہے کی مدد کرنا خیرات ہے۔ راستے سے پتھر کانٹے یا کسی اور راستہ روکنے والی چیز کا ہٹانا خیرات ہے۔ پیاسے کو پانی پلانا خیرات ہے۔ پھر فرماتے ہیں کہ عاقبت کے واسطے انسان کی اصل دولت نیکی ہے جو اُس نے اِس دنیا میں اپنے بنی انسان کے ساتھ کی ہے۔ مرنے کے بعد یہاں لوگ پوچھتے ہیں کہ وہ کیا مال و متاع چھوڑ مرا مگر قبر میں فرشتے پوچھتے ہیں کہ کیا کیا نیکیاں لایا ہے۔ کسی نے پوچھا یا حضرت میری ماں ام سعد مرگئی ہے سب سے بڑی کونسی خیرات ہے جس سے اُسکی روح کو ثواب پہنچاؤں فرمایا کنواں کہود اور پیاسوں کو پانی پلا۔ اُس نے ایسا ہی کیا ✦ زبان کی خیرات پر بہی حضرت نے بہت زور دیا ایک بصرہ کا باشندہ ابوجاریہ نامی حضرت کے پاس آیا اور درخواست کی کہ مجھے اپنا چال وچلن اور اخلاق درست کرنے کے واسطے سب سے عمدہ ایک قاعدہ بتادیجئے۔ فرمایا کسیکی بابت بُرا لفظ منہ سے نہ نکال ابوجاریہ کہتا ہے کہ اُسوقت سے میں نے کسی آزاد یا غلام کو بُرا نہیں کہا۔ اور نہ گالی زبان سے نکالی۔ اخلاق کی درستی میں حضرت نے کمال کوشش کی فرماتے ہیں جب کسی گھر میں داخل ہو یا اُس سے نکلو تو وہاں کے لوگوں کو سلام کرو دوست آشناؤں اور راہ گیروں کے سلام کا جواب دو جو سوار ہو وہ پہلے سلام کرے پیدل کو۔ جو چلتا ہو وہ بیٹھے کو پہلے سلام کرے۔ گھٹیا بڑھیا کو اور چھوٹا بڑے کو ✦

مسجد کے دروازوں میں سے ایک دروازہ اُن مکانوں کی طرف تھا جو آنحضرت نے مسجد کے دیوار سے لگے ہوئے اپنی ازواج اور کنبہ کے واسطے بنائے تھے۔ مسجد اور ان مکانات کی تعمیر تک جو ۷ مہینہ اور بروایت مسعودی ایک ماہ کی مدت تہی حضرت ابوایوب انصاری کے مکان پر مقیم رہے ✦

جب مکان بن گئے تو حضرت نے بروایت طبری و حبیب السیر زید بن حارثہ اور ابورافع کو ۵ سو درہم اور دو اونٹ دیکر مکہ کی طرف روانہ کیا کہ حضرت فاطمہ اور حضرت ام کلثوم اور سودہ بنت زمعہ اور اسامہ بن زید اور اُنکی والدہ ام ایمن کو مدینہ کو لے آئیں۔ انہیں کے ساتھ عبداللہ بن ابی بکر بہی اپنے گھر والوں سمیت چلے آئے طلحہ بن عبیداللہ بہی اُنکے ساتھ آئے ان سب کے آنے پر حضرت اپنے گھر میں رہنے لگے۔ تاریخ الخمیس میں طبری سے روایت ہے کہ حضرت کی قیام قبا ہی کے زمانہ میں آنحضرت کا کنبہ اور حضرت ابوبکر کے قبائل مکہ سے قبا میں آگئے تھے اور اسماء بنت ابی بکر جو حاملہ تہی اُن سے وہیں عبداللہ بن زبیر دخول مدینہ سے پہلے پیدا ہوئے[۵۲] ✦

ابن خلدون لکہتا ہے کہ جب عبداللہ بن اریقط آنحضرت اور حضرت ابوبکر کو مدینہ پہنچا کر مکہ واپس گیا اور اُس نے عبداللہ بن ابوبکر کو دونوں کے بخیریت مدینہ پہنچ جانے کی اطلاع دی اُسوقت عبداللہ بن ابی بکر مع اپنی بہنوں عائشہ اور اسماء اور والدہ ام رومان اور طلحہ بن عبیداللہ کے مکہ سے ہجرت کر کے مدینہ پہنچے[۵۳] بعد اسکے ابورافع مکہ جاکر آنحضرت کے عیال و اطفال کو مدینہ میں لے آئے۔ اور حیات القلوب میں لکہا ہے کہ آنحضرت کے کنبہ کو حضرت علی اپنے ساتھ اونٹوں پر لائے تھے۔ الغرض مسجد نبوی شروع میں چھوٹی تہی۔ حضرت کے بعد جب نمازیوں کی کثرت ہوئی تو خلیفۂ دوم حضرت عمر نے اس مسجد کو وسیع کیا لیکن ساخت نہ بدلی حضرت عثمان بن عفان نے اپنے زمانہ میں اسے متغیر کیا پتھر اور گچ سے اسے منقش اور مستحکم کیا۔ ولید بن عبدالملک کے زمانہ میں اور بہی زیادہ وسیع کی گئی۔ اور جا بجا سے ازواج پیغمبر

۵۱ اول صرف سودہ اور عائشہ کے واسطے مکان بنے تھے بعد میں رفتہ رفتہ حضرت کے اعزہ و اقارب کے مکانات مسجد کے قرب وجوار میں تعمیر ہوئے

۵۲ طبری نے واقدی سے نقل کیا ہے کہ عبداللہ بن زبیر ہجرت کے بیس مہینہ بعد مدینہ میں پیدا ہوئے تھے۔ زیاد بن سمیہ اور مختار بن عبید ثقفی سلہ ہجری میں پیدا ہوئے ✦

۵۳ اور مدینہ میں پہنچنے کے ۸ ماہ بعد ذیقعد ۱ھ میں محلہ سنح میں حضرت ابوبکر کے مکان پر حضرت عائشہ سے زفاف واقع ہوا ✦

اُسمیں داخل کرلئے گئے۔ مامون رشید نے اسے اور بھی رونق دی۔ اور مسجد نبوی کی وہ حیثیت ہوگئی کہ گویا کوئی دوسری مسجد ہے۔ چنانچہ جب ذوالنون مصری مدینہ میں آئے تو بیتابی کی حالت میں اُنہوں نے سارے مدینہ کی خاک چھان ڈالی مگر اُنکو مسجد نبوی نہ ملی وہ سمجھتے تھے کہ مسجد نبوی اپنی حالت اصلی پر ہوگی۔ لوگوں نے جب پتا بتایا تب وہ کہنے لگے کہ یہ تو کسی بادشاہ کی محلسرا ہے میں وہ کچی اینٹ والی مسجد ڈھونڈھتا ہوں جو درخت خرما کی لکڑیوں سے آراستہ تھی۔ جس پر کنکریوں کا فرش تھا۔ اور جسپر آنحضرت رسول اللہ اور اُنکے ساتھی جانباز مسلمانوں کے جسم اطہر کو مس ہوا تھا۔ ذوالنون مصری جو محبت الٰہی اور اُلفت رسالت پناہی میں مجذوب تھے یہ کہکر رونے لگے۔ اور اپنی راہ لی +

(۵) نماز و زکوٰۃ آنحضرت کے ورود مدینہ کے ایک ماہ بعد مثل حال کے نماز پنجگانہ کی ۱۷ رکعتیں قرار پائیں اس سے پہلے ہر وقت کی دو دو رکعتیں تھیں سوائے مغرب کے جس کی اسوقت بھی تین ہی رکعتیں مقرر تھیں۔ ابن خلدون کے موافق اسی سال زکوٰۃ فرض ہوئی جسکو صدقہ بھی کہتے ہیں۔ اسی سال جمعہ یوم السبت قرار پایا (طبری - تاریخ الخمیس - ابن خلدون)

(۶) اذان و اقامت اسی سنہ ایک ہجری میں اذان و اقامت مقرر ہوئی[۱]۔ حضرت بلال اسلام میں سب سے پہلے مؤذن ہوئے ہیں۔ اذان کی نسبت ابوالفدا اور بعض اور مورخین نے یہ روایت لکھی ہے کہ اول عبداللہ بن زید بن ثعلبہ بن عبدربہ انصاری نے خواب میں دیکھا تھا کہ اذان اس طور پر دینی چاہیئے۔ جس سے مسلمانوں کو اطلاع وقت نماز کی ہوجایا کرے اور پھر اُسکے خواب ہی کے موافق وحی بھی نازل ہوئی اور اسی طرح اذان دیجانے لگی۔

علامہ سہیلی لکھتے ہیں کہ احکام شرعی کی بنیاد فقط ایسے شخص کے خواب پر جو پیغمبر نہیں ہے نہیں ہوسکتی بلکہ جب آنحضرت معراج میں تشریف لیگئے تھے تو آسمان پر ایک فرشتہ کو اس طرح اذان دیتے ہوئے سُنا تھا اور اس سبب سے عبداللہ بن زید کا خواب رویائے صادقہ ثابت ہوا اور اُسکے موافق آنحضرت نے اذان جاری فرمائی۔ ابن حجر نے فتح الباری میں لکھا ہے کہ پیغمبر کے خواب کے سوا اور کسی کے خواب سے حکم شرعی ثابت نہیں ہوسکتا مگر اس خواب کے ساتھ رسول اللہ صلعم پر وحی بھی نازل ہوئی تھی۔ کافی میں امام محمد باقرؑ سے روایت ہے کہ شب معراج جب آنحضرت بیت المعمور میں پہنچے تو وقت نماز آچکا تھا حضرت جبرئیل نے اذان و اقامت کہی اور رسول اللہؐ نے نماز جماعت پڑھائی ملائکہ اور انبیاء نے اقتدا کی کافی میں حضرت امام جعفر صادق سے روایت ہے کہ جب حضرت جبرئیل حکم اذان لیکر رسول اللہ پر نازل ہوئے تو اُسوقت حضرت کا سر مبارک آغوش جناب امیر میں تھا۔ حضرت جبرئیل نے اذان و اقامت کہی جب رسول اللہ بیدار ہوئے تو پوچھا یا علی تمنے بھی سُنا۔ عرض کیا ہاں۔ پوچھا یاد بھی کرلیا ہے۔ عرض کیا ہاں۔ فرمایا بلال کو بلاکر تعلیم کرو۔ پس حضرت نے بلال کو تعلیم فرمایا +

مسٹر چیمبرز نے اپنے سائکلوپیڈیا میں لکھا ہے کہ موذن کی آواز جو سادہ مگر نہایت متین اور دلکش ہوتی ہے اگرچہ شہر کے دن کے شور و غل میں بھی مسجد کی بلندی سے دلچسپ اور خوش آیندہ معلوم ہوتی ہے لیکن رات کو سناٹے میں اسکا اثر اور بھی عجیب طور سے شاعرانہ معلوم ہوتا ہے یہانتک کہ بہت سے اہل یورپ بھی پیغمبر کو اس امر پر مبارکباد دیے بغیر نہیں رہ سکتے کہ اُس نے انسانکی آواز کو سائیوں کی ترہی اور عیسائیوں کی گرجا کی گھنٹی پر ترجیح دی۔

روضۃ الاحباب اور موطا امام مالک۔ ازالۃ الخفا اور موطائے امام محمد میں لکھا ہے کہ ایک دن حضرت عمر اپنے عہد خلافت میں سوتے تھے موذن نماز صبح کے لئے جگانے آیا اور کہا الصلوۃ خیر من النوم۔ عمرؓ بیدار ہوئے اور موذن کو حکم دیا کہ صبح کی اذان میں اس کلمہ کو داخل کرے +

---

[۱] اس سے پہلے لوگ خود اوقات نماز پر جمع ہوجاتے تھے یا بلال الصلوۃ الجامعہ کہکر آواز لگاتے تھے (خمیس)

(۷) سلمان فارسی کا مشرف باسلام ہونا حضرت سلمان فارسی اصفہان کے ایک دہقان کے بیٹے مجوسی تاجر تھے اپنے ملک میں کسی عیسائی کی صحبت میں عیسائی ہوگئے تھے۔ مذہب حق کی تلاش میں شام میں گئے وہاں عرصہ تک ۱۰ راہبوں کی صحبت میں یکے بعد دیگرے رہے ہر ایک پیر بعد دوسرے کا حوالہ دیجاتا تھا۔ چھٹے راہب نے مرتے وقت موصل کے راہب کا حوالہ دیا موصل کے راہب نے وفات کے وقت کہا کہ اب تم عرب میں جانا وہاں نبی آخرالزمان پیدا ہوا ہے اسکی پشت پر مہر نبوت ہوگی۔ پس سلمان ایک قافلہ کے ہمراہ کسی امیر کے ساتھ وادی القریٰ میں آئے وہاں اُس نے بدمعاشی سے سلمان کو ایک یہودی کے ہاتھ بیچ ڈالا اور اُس نے اپنے ایک رشتہ کے بھائی کے ہاتھ فروخت کر دیا۔ اور وہ انہیں مدینہ میں لے آیا +

جب آنحضرت صلعم ہجرت کر کے مدینہ میں تشریف لائے تو اسی سال ماہ جمادی الاول میں کسیطرح مہر نبوت کو پشت پر دیکھکر فوراً ایمان لے آئے اور ۵ہ ہجری میں آنحضرت نے ایک وقیہ سونا بہم پہنچا کر سلمان کو آزاد کرا لیا ایمان لانے کے وقت سلمان کی عمر ساڑھے تین سو یا ڈہائی سو برس کی تہی۔ کہتے ہیں کہ آنحضرت کے پاس پہنچنے تک حضرت سلمان دس جگہ بکے تھے۔ جنگ خندق میں خندق کھود کر لڑنے کا طریقہ سلمان ہی نے بتایا تھا۔ اور اور خندق کھودنے میں سب سے دُگنا کام کرتے تھے۔ بعد میں حضرت عمر خطاب نے سلمان کو مداین کا حاکم بنادیا تہا۔ مگر وہ اپنی قوت مزدوری کر کے حاصل کرتے رہے۔ فقیر دوست۔ محتاج نواز اور اہل صفہ سے تھے ۳۲؁ھ میں خلافت حضرت عثمان میں مداین میں وفات پائی[1]۔ یہ منوچہر کی اولاد سے تھے اور ان کا اصل نام ماہویہ یا بہبود بن بدخشان تھا (حبیب السیر۔ تاریخ الخمیس)

(۸) عقد مواخات ہجرت کے ۵ یا ۸ ماہ بعد جب مدینہ کے لوگ مسلمان ہوئے تھے تو مکہ کے مہاجرین میں افسردگی بدبالا پھیلی وہ اس آب و ہوا کے عادی نہ تھے بہت سوں کو بخار آنے لگا۔ اور بیماری اور کمزوری کی حالت میں اُنہیں اپنے گھر یاد آتے۔ حضرت نے اُنکی تسلی اور آرام کے لئے ایک ایک مہاجر کا ایک ایک انصار کے ساتھ بھائی چارہ مقرر کر دیا چنانچہ ۴۵ یا ۵۰ مہاجرین کا ۴۵ یا ۵۰ انصار کے ساتھ عقد مواخات مقرر کر دیا مثلاً (۱) حضرت ابوبکر کا خارجہ بن زید سے (۲) ابوعبیدہ بن جراح کا سعد ابن معاذ سے (۳) عمر ابن خطاب کا عتبان بن مالک سے (۴) عبدالرحمن بن عوف کا سعد ابن ربیع سے (۵) عثمان بن عفان کا اوس بن ثابت سے (۶) طلحہ بن عبیداللہ کا کعب بن مالک سے (۷) سعید بن زید کا ابی بن کعب سے (۸) زبیر بن العوام کا سلمہ بن سلام سے (۹) سلمان فارسی کا ابو الدرداء عویمر بن ثعلبہ سے (۱۰) مصعب بن عمیر کا ابو ایوب خالد بن زید سے (۱۱) ابو حذیفہ بن عتبہ کا عباد بن بشر سے (۱۲) بلال کا ابو رویحہ عبداللہ بن عبدالرحمن خثعمی سے +

جب مہاجرین و انصار میں بھائی چارہ قایم ہوچکا تو حضرت علی نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ میں تو یوں ہی رہ گیا حضرت نے ارشاد کیا کہ اے علی تیرا تو بھائی میں ہوں۔ تو میرا بھائی ہے دنیا اور آخرت میں۔ ابوالفدا لکھتا ہے کہ جب ہی تو حضرت علی کوفہ میں منبر پر اپنے ایام خلافت میں (فخریہ) فرماتے تھے کہ اے مسلمانوں میں پیغمبر خدا کا بھائی ہوں اور اللہ کا بندہ ہوں۔ ایرونگ لکھتا ہے کہ اِس دانائی اور سادگی کے طریقہ سے اُس سلطنت کی بنیاد پڑی جو تھوڑے سے عرصہ میں بہت عظیم الشان طاقت حاصل کرنے والی اور دنیا کی زبردست سے زبردست سلطنتوں کی ہلادینے والی تھی۔

واضح ہو کہ ایک دفعہ ہجرت سے پہلے مکہ میں بھی عقد مواخات قایم ہوا تھا۔ اور اُسمیں (۱) ابوبکر و عمر (۲) طلحہ و زبیر (۳) عثمان و عبدالرحمن بن عوف اور (۴) حمزہ بن عبدالمطلب و زید بن حارثہ کے درمیان بھائی چارہ قرار پایا تھا

[1] حضرت علی نے براہ اعجاز ایکہی شب میں مدینہ سے جا کر انکی تجہیز و تکفین کی اور واپس آئے (مجالس المومنین صفحہ ۹۹) مجالس المومنین میں سلمان کی وفات ۳۶؁ ہجری میں

اُسوقت بہی آنحضرت نے حضرت علیؓ کے بارہ میں فرمایا تھا کہ اے علی تیرا بہائی میں ہوں انت اخی فی الدنیا والآخرۃ - تاریخ الخمیس - فتح الباری - حبیب السیر

(۹) **آنحضرت کے کنبہ کی حالت** حضرت کے اقارب بہت متفرق تھے - صاحبزادی رقیہ اپنے شوہر عثمان بن عفان کے ساتھ ابتک حبش سے واپس نہ آئی تہیں - دوسری صاحبزادی زینب کو اُنکے شوہر ابو العاص نے جو بڑا الفراور اسلام کا مخالف تھا مکہ سے آنے نہ دیا تھا - پس اُسوقت مدینہ میں صرف حضرت کی زوجہ سودہ اور عایشہ اور دو صاحبزادیاں فاطمہ اور ام کلثوم تہیں یا جناب علی ✤

(۱۰) **انصار و مہاجر** اُسوقت مدینہ میں دو قسم کے مسلمان تھے ایک وہ جو مکہ سے ہجرت کر گئے تہے اور مہاجر کہلاتے تہے اور دوسرے مدینہ کے باشندے جو مسلمان ہوئے تھے اور انصار کہلاتے تھے - انصار اکثر دو زبردست قبیلوں اوس اور خزرج سے تھے جو اسلام سے پہلے بت پرست تھے یہ دونو اگرچہ دو بہائیوں اوس اور خزرج کی اولاد سے تھے مگر ایک سو بیس برس سے انہیں فتنہ وفساد برپا تھا - آخر اسلام نے اُنکو سلامت روی کے طریقہ پر ڈالدیا تہا - ان فرقوں میں سے ایسے لوگوں کے ساتھ جنہوں نے فوراً اسلام قبول نہیں کیا - حضرت نے صلح کا عہد قایم کیا ✤

(۱۱) **عبداللہ بن ابی سلول منافق** قبیلہ خزرج کا ایک سردار عبداللہ بن ابی سلول نامی بڑا اختیار رکھتا تھا جسکو بنی خزرج اپنا بادشاہ بنانیوالے تھے - مگر آنحضرت کے مدینہ میں تشریف لانیسے اُن لوگوں کے خیالات بدل گئے - یہ عبداللہ ایک شاندار باوضع مستعد اور فصیح آدمی تھا ظاہر میں آنحضرت سے بڑا دوستانہ برتاؤ رکھتا اچھی طرح پیش آتا اور اپنی ہی وضع اور خصلت کے چند آدمیوں کے ساتھ مسلمانوں کی مجلسوں میں آتا - آنحضرت اول اُنکی وضع داری قابل تعریف گفتگو اور اُن آداب سے جو وہ آنحضرت کا کرتے تھے بہت خوش ہوئے مگر جب آپ کو معلوم ہوا کہ عبداللہ آنحضرت کی ہر عزیزی سے حسد کرتا ہے اور پوشیدہ حضرت سے دشمنی رکہتا ہے اور اُسکے ساتہی بہی جہوٹی دوستی کا دم بہرتے ہیں تو ان لوگوں کا نام منافق رکہا گیا - عبداللہ مدینہ میں مدت تک آنحضرت کی مخالفت کرتا رہا - ابن خلدون لکہتا ہے کہ علاوہ انکے منافقوں کے سردار خزرج سے جد بن قیس اور اوس سے حرث بن سہیل اور عباد بن حنیف اور مربع ابن قیظی اور اُسکا بہائی اوس تھے - اور یہودیوں میں سے جو بظاہر اسلام کی پناہ اور خفیہ طور سے کفر و کفریات میں ڈوبے ہوتے تھے سعد بن خنیس اور زید بن لصیت اور رافع بن خزیمہ اور رفاعہ بن زید اور کنانہ بن خبورا وغیرہ تھے ✤

(۱۲) **مہاجرین کی حالت** جبتک متمول مہاجرین کے پاس سرمایہ تھا غریب مہاجرین کی خبرگیری کرتے رہے - تہوڑے دنوں میں امیر غریب سب برابر ہو گئے - انصار نے بہی حتی الامکان تجبر کیا اور اُنکے پرسان حال رہے مگر تاہم ایسے مسلمانوں پر یہ زمانہ کمال عسرت و امتحان کا تہا - اصحاب صفہ کے پاس سوائے ایک کمل یا چادر کے کوئی اور کپڑا نہ تھا - رسول اللہ صلعم پر اکثر فاقہ گذر جاتا تھا ✤

(۱۳) **مدینہ کے یہود و نصاری** حضرت کے مدینہ میں تشریف لانے کے بعد شہر کے بعض عیسائی بہی فوراً مسلمان ہو گئے اور جو مسلمان نہیں ہوئے اُنہوں نے بہی اسلام کی کچہہ ایسی مخالفت نہیں کی - کیونکہ بت پرستی سے وہ اسلام کو بدرجہا بہتر سمجہتے تھے - مگر یہودیوں نے جنکے قبیلے مدینہ اور اُسکے نواح میں بڑے زبردست اور مالدار تھے مخالفت کی اُنمیں سے بعض سے حضرت نے صلح کر لی[۱] اور عہد لکہوا لئے - اس خیال سے کہ رفتہ رفتہ یہ بہی راہ راست پر آجائینگے ✤

---

[۱] مولوی سید امیر علی تنقید الکلام میں لکہتے ہیں کہ مدینہ اور اُسکے قرب جوار کے یہودیوں سے اس نئی سلطنت اسلامیہ کو بڑا خوف رہتا تہا - اسلئے مدینہ میں داخل ہونے کے تہوڑے ہی دنوں بعد آنحضرت نے ایک فرمان یہود کے نام جاری کیا جسمیں اُنکے تمام ملکی حقوق کو قایم رکہا اور اپنی رسوم و اعمال مذہبی کو بجالانے کی پوری آزادی اُنکو بخشی ابتک آنحضرت صرف ایک واعظ یا ناصح کی حیثیت رکہتے تہے مگر اپنے حقوق و فرائض عہا

(۴۷) سنہ ۱ھ کے مختلف واقعات (۱) عبداللہ بن سلام یہودیوں کا بڑا عالم مسلمان ہوا (۲) مدینہ میں آنیکے آٹھ نو مہینے بعد شوال یا ذیقعدہ میں حضرت عائشہ[۵۰] سے زفاف واقع ہوا (۳) موالید اسی سال سنہ ۱ھ میں مہاجرین میں اول لڑکا عبداللہ بن زبیر اور انصار میں نعمان بن بشیر پیدا ہوا۔ اور مختار بن عبید اور زیاد بن ابیہ بھی اسی سال پیدا ہوئے (طبری وخمیس) (۴) وفیات۔ براء[۵۱] بن معرور نقیب۔ اسعد[۵۲] بن زرارہ نقیب۔ کلثوم بن ہدم مسلمانوں سے اور عمرو کا باپ عاص بن وائل اور خالد کا باپ ولید بن مغیرہ مشرکوں سے فوت ہوئے۔ (خمیس)

سنہ ۲ھ (۵ جولائی سنہ ۶۲۳ء سے ۲۴ جون سنہ ۶۲۴ء تک)

(۵۱) نکاح جناب فاطمہ صاحب کشف الغمہ اور صاحب تاریخ الخمیس نے لکھا ہے کہ رمضان سنہ ۲ھ میں آنحضرت نے جناب فاطمہ کا نکاح حضرت علی سے کردیا اور ماہ ذیحجہ میں زفاف واقع ہوا[۵۴]۔

(بقایا صفحہ ۷۵) کو خواہ وہ شخصی ہوں خواہ نوعی ایسی حذاقت کے ساتھ مقرر فرمایا جس سے ثابت ہوگیا کہ آپ کی عقل اکمل عقول تھی اور نہ صرف اپنے زمانہ میں آپ خیر البشر تھے جیسا سر ولیم میور صاحب نے تسلیم کیا ہے بلکہ سب زمانوں میں۔ اس فرمان سے کچھ قواعد عامہ درج کئے جاتے ہیں۔ بسم اللہ الرحمن الرحیم ہ یہ فرمان محمد رسول اللہ نے تمام مسلمین کو خواہ وہ قریش ہوں خواہ اہل یثرب اور سب لوگوں کو جا سے ہے کسی قوم اور مذہب کے ہوں جنہوں نے مسلمانوں سے صلح و آشتی رکھی ہے لکھدیا ہے۔ بعد اسکے خونبہا کے شرائط بیان کرکے اور چند حکیمانہ قواعد اس باب میں مقرر فرما کر کہ مسلمانوں کو ایک دوسرے کی نسبت کیا فرائض ادا کرنے چاہئیں۔ فرمایا ہے کہ "صلح اور جنگ کی حالت سب مسلمانوں کے لئے عام ہوگی اور کسی مسلمان کو یہ اختیار نہ ہوگا کہ اپنے برادران ایمانی کے دشمنوں سے صلح یا جنگ کرے۔ یہود جو ہماری حکومت اسلامیہ سے تعلق رکھتے ہیں تمام ذلتوں اور اذیتوں سے بچائے جائیں گے اور ہماری امت کے ساتھ مساوی استحقاق انکو ہماری نصرت و حمایت اور حسن سلوک کا حاصل رہیگا۔ یہودان بنی عوف و بنی نجار و بنی حارث و بنی جشم و بنی غالب و بنی اوس اور سب ساکنان یثرب مسلمانوں کے ساتھ ملکر ایک قوم سمجھی جائینگی۔ اور وہ اپنے اعمال مذہبی کو ویسی آزادی کے ساتھ بجا لائیں گے جیسے مسلمان اپنی رسوم دینی کو ادا کرتے ہیں۔ اور یہود کی حفاظت اور حمایت میں جو لوگ ہیں یا جو ان سے دوستی رکھتے ہیں انکو بھی تحفظ اور آزادی حاصل رہے گی۔ مجرموں کا تعاقب کیا جائیگا اور انکو سزا دیجائیگی یہود مسلمانوں کے شرکت یثرب کو سب دشمنوں سے بچانے میں کرینگے اور وہ سب لوگ جو اس فرمان کو قبول کرینگے۔ یثرب میں محفوظ و مامون رہیں گے۔ مسلمین و یہود کے دوست آشنا کا بھی ویسا ہی اعزاز کیا جائیگا جیسا خود انکا کیا جائیگا۔ سب سچے مسلمان اس شخص سے بیزار رہیں گے جو کسی گناہ یا ظلم یا نا اتفاقی یا بغاوت کا مرتکب ہوگا۔ کوئی شخص۔ کسی مجرم کی حمایت نہ کریگا۔ گو وہ اسکا کیسا ہی عزیز و قریب ہو" اسکے بعد کچھ احکام حکومت جدید اسلامیہ کے اندرونی انتظام کی نسبت لکھکر اس عجیب و غریب فرمان کے آخر میں یہ فقرہ لکھا ہے "آیندہ جو تنازعات درمیان ان لوگوں کے ہونگے جو اس فرمان کو قبول کرینگے انکا فیصلہ خداوند عالم کے حکم کے موافق رسول اللہ فرمائیں گے" اس فرمان سے وہ قبیح رسم دفع ہوگئی جو اب تک عرب میں جاری تھی کہ مظلوم ظالم سے انتقام لینے میں اپنی ذاتی قوت یا اپنے اعزہ کی طاقت پر بھروسہ کرتا تھا اور دادرسی اور عدل گستری جنگ جہل پر موقوف تھی اس فرمان کی وجہ سے آپ حاکم اعلے اپنی قوم کے بنگئے اور یہ منصب حکومت آپ کو بحیثیت نبوت و رسالت بھی حاصل ہوا۔ اور اس عہد و پیمان کی رو سے بھی حاصل ہوا جو آپ کی امت نے آپ سے کیا تھا۔

[۵۰] چونکہ حضرت عائشہ کے رخسار سرخ تھے اس سبب سے آنحضرت انکو حمیرا کہا کرتے تھے۔ حضرت کے نکاح میں سوا انکے کوئی کواری نہ تھی و سلطنی ۹ ماہ حضرت کی زوجیت میں رہیں [۵۱] براء آنحضرت کے مدینہ میں داخل ہونے سے ایک ماہ پیشتر فوت ہوچکے تھے۔ حضرت جب مدینہ میں داخل ہوئے تو انپر نماز پڑھی یہ اسلام میں اول نماز جنازہ ہے [۵۲] اسعد بن زرارہ ہجرت کے ۷ ماہ بعد فوت ہوئے یہ اول شخص ہے جو قبرستان بقیع میں دفن ہوا [۵۴] صاحب حبیب السیر لکھتے ہیں کہ بہت سی معتبر کتابوں میں ثقہ لوگوں سے مروی ہے کہ اس نکاح سے پہلے ایک دن ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلعم کی خدمت میں جناب سیدہ کی خواستگاری کی۔ حضرت نے فرمایا کہ فاطمہ کے معاملہ میں وحی کا منتظر ہوں۔ صدیق اکبر نے

عسہ ان کے کوئی اولاد نہ ہوئی)

صاحب روضۃ الاحباب نے لکھا ہے کہ آنحضرت عقد فاطمہ کے بارہ میں منتظر وحی تھے یہانتک کہ جبرئیل نے آکر کہا اے محمدؐ اللہ تعالیٰ نے

(بقیہ صفحہ ۷۶) یہ بات حضرت عمر سے بیان کی فاروق نے کہا حضرت رسالت آب نے تمہارا التماس قبول نہیں کیا۔ اور خود فاروق اعظم اسی امر کی خاطر دربار نبوی میں حاضر ہوئی مگر وہی جواب سنا جو امیرالمومنین ابوبکر نے سنا تھا۔ اور بموجب روایت اعلام الوری کے شیخین کی خواستگاری کے بعد بعض صحابہ نے امیرالمومنین رضی اللہ عنہ سے کہا کہ تم کسواسطے جناب زہرا کی خواستگاری نہیں کرتے۔ حضرت نے فرمایا کہ میرے پاس کچھ بھی نہیں ہے۔ اصحاب نے کہا کہ حضرت رسالت تم سے کچھ طلب نہ کرینگے اُسوقت علی مرتضےٰ آنحضرت کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اور غایت حیا سے بغیر کچھ کہے واپس چلے آئے دوسرے دن بھی ایسا ہی ہوا۔ جب تیسرے دن حاضر ہوئے تو جناب سرور کائنات نے پوچھا اے علی کچھ حاجت رکھتے ہو۔ جواب دیا البتہ۔ آنحضرت نے فرمایا فاطمہ کی درخواست کرنے آئے ہوگے۔ عرض کی بلی یا رسول اللہ۔ اور آنحضرت نے اس التماس کو قبول فرمالیا۔ پس جبرئیل نازل ہوئے اور کہا کہ یا محمد حق سبحانہ و تعالیٰ نے حکم دیا ہے آپ کو کہ فاطمہ کا علی سے نکاح کر دیجیے۔ پس نبیؐ نے فاطمہ سے کہا کہ علی ابن ابیطالب کی قرابت اور اُسکی فضیلت جو اسلام میں ہے اُس سے تم واقف ہو اور میں نے اپنے رب سے سوال کیا تھا کہ فاطمہ کا نکاح ایسے شخص سے کرے جو اُسکی خلقت میں اُسکے نزدیک سب سے افضل اور محبوب تر ہو۔ اور اُسنے تیرے معاملہ میں کچھ کہا ہے پس تیری کیا رائے ہے۔ فاطمہ خاموش ہو رہیں۔ پس رسول اللہ صلعم فاطمہ کے پاس سے باہر آئے اور فرمایا اللہ اکبر فاطمہ کا سکوت اُسکا اقرار ہے۔ اور مناقب خوارزمی میں لکھا ہے کہ رسول صلعم ام سلمہ* کے گھر میں تشریف رکھتے تھے کہ شاہ ولایت پناہ خواستگاری فاطمہ کیلئے حاضر ہوئے۔ اور مدعا بیان کیا۔ جناب بشیر و نذیر نے فرمایا کہ اے علی تجھکو بشارت ہو کہ خدا تعالیٰ نے آسمان پر تیرا نکاح فاطمہ سے کیا ہے تیرے آنے سے پہلے جبرئیل میرے پاس آئے اور حریر بہشت کا ایک پارہ سپید میرے آگے رکھا۔ یا کہ جس میں دو سطریں قلم نور سے لکھی ہوئی تھیں۔ میں نے اپنے حبیب جبرئیل سے پوچھا کہ یہ حریر کیسا ہے اور اسپر کیا لکھا ہوا ہے جواب دیا بدرستیکہ حق تعالیٰ نے نظر کی طرف اہل زمین کے اور آپ کو تمام مخلوق میں برگزیدہ کیا اور آپ کی رسالت کے ساتھ مبعوث کیا دوبارہ پھر خطہ زمین پر نظر ڈالی اور آپکے واسطے ایک بھائی اور وزیر اور مصاحب اور داماد اختیار کیا اور آپکی دختر فاطمہ کا اُس سے نکاح کیا۔ میں نے پوچھا یہ کون شخص ہے کہا جبرئیل نے کہ یا محمد تمہارا بھائی دنیا اور آخرت میں اور تمہارا ابن عم نسب میں یعنی علی ابن ابیطالب علیہ السلام۔ اُسوقت جبرئیل نے کہا یا رسول اللہ اشجار بہشت اور درخت طوبی میں حکم الٰہی سے پھل لگے ہیں۔ اور مزین اور آراستہ ہوئے ہیں اور حوروں نے اپنی کو زیور سے آراستہ کیا ہے اور ملائکہ چوالی بیت المعمور میں جمع ہوئے ہیں۔ اور رضوان نے منبر نور نصب کیا ہے اور راحیل فرشتے نے جو طاقت لسان اور حسن بیان سے متصف ہے اُس منبر پر آکر حمد و ثنا و باری تعالیٰ بیان کرکے ساکنان سموات کو مسرور کیا ہے پھر باری تعالیٰ نے مجھپر وحی کی کہ میں نے اپنی کنیز اپنے حبیب محمدؐ کی بیٹی فاطمہ کی اپنے بندے علی ابن ابیطالب سے تزویج کی تو نکاح پڑھا دے۔ پس میں نے نکاح پڑھا دیا۔ اور گواہی کرائی اُسپر تمام ملائکہ کی۔ اُنکی گواہی اس حریر میں لکھی ہوئی ہے اور میرے رب نے مجھے حکم دیا کہ اس حریر کو آپکے سامنے پیش کروں۔ اور اُسپر مشک کی مہر لگا کر رضوان کے حوالہ کردوں۔ اور جب خدا تعالیٰ ملائکہ کو علی و فاطمہؑ کے نکاح پر گواہ کر چکا تو شجر طوبی کو حکم دیا کہ اپنے پھلوں کو نچھاور کر دے۔ ملائکہ اور حوروں نے اُن پھلوں کو چن لیا۔ اور وہ قیامت تک اُسپر فخر کرینگے۔ یا محمدؐ مجھکو خداوند تعالیٰ نے یہ حکم دیکر بھیجا ہے کہ زمین پر بھی آپ علیؑ اور فاطمہؑ کا عقد زوجیت منعقد کر دیجیے۔ پس حضرت نے عقد پڑھا دیا۔ اس روایت کو علامہ صفوری نے بھی اپنی کتاب نزہۃ المجالس جلد دوم میں لکھا ہے پھر صاحب حبیب السیر لکھتے ہیں کہ جس شب کو علی و فاطمہ کو ایک دوسرے کے سپرد کیا گیا تو نماز عشا پڑھکر سرور کائنات ایک مشکیزہ آپ لیکر داماد و دختر کے حجلہ میں تشریف لائے اور اپنا لعاب دہن بائیں ڈالکر اور معوذتین اور ادعیہ پڑھکر اُسمیں سے تھوڑا پانی فاطمہؑ کے سر پر اور پستان کے درمیان چھڑک دیا اور تھوڑا سا اور لیکر علی کے سر پر اور اُنکے دونوں شانوں کے درمیان ڈالا اور فرمایا اللھم انھما منی وانا منھما اللھم کما اذھبت منی الرجس وطھرتنی تطھیرا۔ بار الہا یہ دونو مجھ سے ہیں اور میں ان سے ہوں۔ بار الہا جس طرح تو نے مجھ سے ناپاکی اور پلیدگی کو دور کیا ہے اور مجھکو پاک کیا ہے اُسیطرح ان دونوں کو بھی پاک کر دے *

* اسوقت ام سلمہ (آنحضرت کی پھوپھی عاتکہ کی بیٹی) ابو سلمہ عبداللہ کی زوجیت میں تھیں جو برہ بن عبدالمطلب کے بیٹے تھے۔ سنہ ہجری میں ابو سلمہ کی شہادت کے [illegible]

حکم کرتا ہے کہ فاطمہؑ کی علیؑ سے شادی کر دو ۔ نکاح کے وقت جناب فاطمہ کی عمر دس[۱] سال کے قریب اور جناب علی کی قریب ۲۴ سال کے تہی ۔ اکثر مورخین نے لکہا ہے کہ جب جناب علی نے جناب فاطمہ کی خواستگاری کی تو سرور کائنات صلعم نے پوچہا کہ تمہاری پاس کچہہ سرمایہ بہی ہے حضرت علی نے کہا صرف ایک تلوار ایک زرہ اور ایک گھوڑا ہے ۔ آنحضرت نے فرمایا کہ تلوار اور گھوڑے کو تو رہنے دو تم کو لڑائی میں کام دینگے اور زرہ کی تمکو ضرورت نہیں ہے ۔ پس حضرت علی سے زرہ لیکر فروخت کرائی وہ چار سو درہم کو بکی اور اس قیمت سے جہیز فاطمہ مہیا کیا گیا اس جہیز میں صرف دو کُرتے ۔ بہیڑ کی کہال کا ایک بستر ایک قصابہ ۔ دو چاندی کے کنگن یا بازوبند ۔ ایک چمڑے کا تکیہ کہجور کے پتے بہرا ہوا ۔ ایک پانی پینے کا پیالہ ۔ ایک چکی ۔ دو پانی کے مٹکے اور ایک مشک ۔ یہ جہیز ان دونوں کی سادہ زندگی کے لئے کافی سمجہا گیا ۔ کیونکہ خود رسول مقبول ہی کی طرز معاشرت از حد سادہ تہی حضرت عایشہ فرماتی ہیں کہ مہینہ مہینہ بہر گذر جاتا تہا کہ پکانے کے لئے ہماری گھر میں آگ نہیں سُلگتی تہی ۔ صرف کہجوروں اور پانی پر گذارہ ہوتا تہا سوا اُس کہانیکے جو کبہی کوئی بہیجدیتا تہا ۔ اور ایسا تو کبہی اتفاق نہیں ہوا کہ گھر والوں کو اکٹھے دو دن گیہوں کی روٹی ملی ہو عموماً آنحضرت کی خوراک کہجوریں جو کی روٹی ۔ دودہ اور شہد ہوا کرتا تہا ۔ اپنے کمرہ میں آپ جہاڑو دیتے آپ آگ روشن کرتے آپ اپنے کپڑوں میں پیوند لگاتے غرض رسول اللہؐ اپنے خادم آپ ہی تھے اگرچہ حضرت کے خادم بہی تھے جن میں انس بن مالک سب سے پہلے خادم ہیں ۔ اسوقت تک آنحضرت صلعم کی صرف دو ہی بیویاں تہیں سودہ اور عایشہ ۔ ان کے مکان مسجد کے پہلو ہی میں بنائے گئے تہے ۔ بیاہ کے بعد حضرت علی جناب فاطمہ کو لیکر ایک جدا مکان میں رہنے لگے ۔ کیونکہ عرب میں دستور تھا کہ بیاہی بیٹیاں باپ کے ساتھ نہیں رہتی تہیں ۔ حضرت علی کے مکان کا دروازہ مسجد نبوی میں تہا اور اُسکی ایک کھڑکی حضرت عایشہ کے گھر میں تہی مگر تاریخ الخمیس جلد اول اور جذب القلوب میں لکہا ہے کہ اس راہ سے رسول اللہ صلعم خیر و عافیت جناب فاطمہ اور حسنین کی دریافت کرنے آیا کرتے تھے ۔ ایک دنؐ آدہی رات کو حضرت عایشہ آکر جناب فاطمہ سے لڑنے لگیں حضرت فاطمہ نے پیغمبر خدا سے کہکر وہ کھڑکی بند کرا دی ۔

(۱۷) **حکم جہاد** اسی سال آنحضرت کو جہاد کا حکم ہوا ۔ حضرت کے سب سے بڑے دشمن قریش تھے خصوصاً بنی عبد شمس جنکا سردار ابوسفیان اب گویا مکہ کا حاکم تھا ۔ قریش کی زہریلی دشمنی سے حضرت کا مال و متاع برباد ہوا ۔ حضرت کا کنبہ ذلیل حقیر ۔ مفلس ۔ متفرق اور منتشر ہوا اور خود حضرت جلاوطن ہوئے ۔ ابتک مسلمانوں نے جسقدر صبر کیا وہ قوت بشری سے باہر تہا ۔ وہ بہی انسان تھے اور انسان بہی عرب کے جن میں بات بات پر لڑ پڑنا اور جان دیدینا کوئی بڑی بات نہ تہی ۔ تھوڑے ضرور تھے مگر کیا بلی دبکر کتے کو جھپٹ نہیں جاتی ۔ لیکن وہ آنحضرت کے حکم بغیر اور آنحضرت بغیر وحی الہی کچہہ نکر سکتے تھے چودہ برس ظلم جھیلتے ہوئے گذر گئے ۔ آخر جب آنحضرت مدینہ میں تشریف لائے تو اول مسبب الاسباب نے اسباب بہم پہنچائے یعنے مسلمانوں کی جمعیت کو بڑہایا ۔ اور قوت دی اور پہر اذن جہاد عطا فرمایا حکم ہوا کہ ایک قطرۂ خون جو حمایت اسلام میں گریگا اور ہر خطرہ اور مصیبت جو دین کی خاطر جھیلے گا خدا کے نزدیک صوم و صلوٰۃ سے زیادہ بزرگ سمجہا جائیگا ۔ اگر مارے جائینگے شہید کہلائینگے اور اُنکے تمام گناہ محو ہو جائینگے اور جنت میں جائینگے اور اُسمیں ہمیشہ حوروں میں بعیش و عشرت بسر کرینگے ۔ اگر فتح پائینگے غازی کہلائینگے اور ثواب پائینگے اور موت کے واسطے تو ایک وقت مقرر ہے اُسمیں تقدیم و تاخیر نہیں ہو سکتی خواہ میدان جنگ میں ہوں خواہ بروج مشیدہ میں ۔ غرض سنہ ۲ بسال دوم بہترین عباد ۔ برافراخت رایات غزو و جہاد ۔

[۱] جناب فاطمہ کی پیدائش اور عمر کے اختلاف میں اس باب کے آخر میں آنحضرت کی اولاد امجاد کے بیان میں بحث کیجائیگی ۔

کمربست بر قتل اعدائے دین ۔۔ چو گفتش خدا اقتلوا المشرکین + حکم جہاد ہوتے ہی مسلمان اسطرح بپھر گئے جسطرح بھوکا شیر پنجرے سے باہر کر دیا جائے +

(۶) مقصد جہاد مکہ کے رہنے والے شام کو برابر تجارت کی غرض سے آتے جاتے تھے راستہ میں مدینہ پڑتا تھا۔ نواحی مدینہ سے جب کفار گذرتے تھے تو مدینہ کے مسلمانوں کو خبر ملتی تھی مکہ والوں نے جو جو زیادتیاں مسلمانوں کے ساتھ کی تھیں وہ بیان ہو چکی ہیں۔ مکہ کا کوئی کافر ایسا نہ تھا کہ مسلمانوں کا اُس سے بدلہ لینا بیجا سمجھا جائے۔ اسلئے بلا خصوصیت قریش کے مکہ کے ہر کافر پر مسلمان حملہ کرتے تھے اور کبھی کبھی کامیاب بھی ہوتے تھے ۔ ان حملوں کو لوٹ مار سے تعبیر کرنا غلطی ہے ان حملوں کی ایک اور وجہ یہ بھی تھی کہ پیغمبر خدا کو یہ اندیشہ تھا کہ کہیں کفار مکہ مدینہ پر حملہ نکریں اسلئے تفحص حال کے واسطے لوگ بھیجے جاتے تھے بعض مورخوں نے ان موقعوں کو سریات کے نام سے نامزد کیا ہے اس صورت میں بعض اوقات کفار سے مٹ بھیڑ بھی ہو جاتی تھی۔ مسلمانوں کے بعض حملے نواحی مدینہ کے باشندوں پر بھی ہوئے مگر صرف اس غرض سے کہ وہ مسلمانوں پر زیادتی نکرنے پائیں +

ان لڑائیوں کی وجوہات المرتضی کے لایق مولف نے بڑی خوبی سے اور نہایت صحیح صحیح لکھی ہیں۔ وہ لکھتے ہیں "کوئی ہوس ملک گیری ان لڑائیوں کا باعث نہ تھی اور نہ مذہب اسلام کا بزور شمشیر پھیلانا ان سے مقصود تھا بلکہ ہر طرح اپنی حفاظت کرنا اور امن کا قایم رکھنا مد نظر تھا۔ مطالعہ کنندگان تاریخ کو بخوبی معلوم ہو سکتا ہے کہ کفار مکہ کو رسول کریم اور اُنکے اصحاب سے کسقدر بغض و عداوت تھی اور اس عداوت کے باعث کیا کیا تکلیفیں اور اذیتیں اُنہوں نے رسول خدا اور صحابہ کو پہنچائی تھیں ۔ ہر چند ایک مرتبہ صحابہ کی جماعت کثیر نے حبشہ کو ہجرت کی اور پھر دوسری مرتبہ باقیماندہ لوگ مدینہ کو ہجرت کر کے چلے آئے مگر کفار کا غصہ فرو نہ ہوا اور آخر کار وہ رسول کریم کی قتل کے درپے ہوئے اور مکہ سے نکل آنے پر بھی تلاش کی کوشش جاری رہی۔ ان حالات میں رسول کریم کا اُنکے ہاتھ سے بچکر مدینہ میں معہ رفقا کے آجانا اور یہاں کے لوگوں کا آپکی مدد کرنا اُنکی سخت ناگواری کا باعث ہوا۔ اور جو عداوت مہاجرین مکہ سے اُنکو تھی وہ مدینہ کے انصار کے ساتھ بھی ہو گئی۔ اور سب سے بڑا خوف کفار مکہ کو یہ تھا کہ اگر مسلمان زیادہ قوی ہو جائینگے۔ تو مکہ پر حملہ کرینگے اسکے علاوہ مدینہ کے جو لوگ ایمان نہیں لائے تھے وہ بھی انصار سے ناراض ہو گئے۔ چنانچہ چند معزز لوگ مدینہ کو چھوڑ کر مکہ کو چلے گئے اور قریش سے جا ملے۔ ایسی حالت میں رسول کریم اور مہاجرین و انصار کو اپنی اور مدینہ کی حفاظت اور امن و امان قایم رکھنے کے واسطے اسکے سوا کوئی چارہ نہ تھا کہ اُمور ذیل کو اختیار کرتے (۱) اس بات کی خبر رکھنا کہ قریش مکہ کیا کرتے ہیں اور کس منصوبہ میں ہیں (۲) جو قومیں کہ مدینہ میں یا مدینہ کے ارد گرد رہتی ہیں اُن سے امن کا اور قریش کی مدد نہ کرنیکا معاہدہ کرنا اور عہد شکنی کی حالت میں اُن سے مقابلہ کرنا۔ (۳) جو مسلمان مکہ میں بہ مجبوری رہ گئے تھے اور موقعہ پاکر وہاں سے بھاگ آنا چاہتے تھے اُنکے بھاگ آنے پر جسقدر ہو سکے اُنکی اعانت کرنا (۴) جو گروہ قریش کا مکہ سے مدینہ پر حملہ کرنیکو نکلے یا کسی طرح یہ احتمال ہو کہ وہ مدینہ پر آنیوالا ہے تو ہتھیاروں سے اُسکا مقابلہ کرنا + غزوات و سریات مابعد میں معلوم ہو گا کہ ہر لڑائی کے واسطے کوئی نہ کوئی وجہ ان اُمور چارگانہ سے ضرور تھی +

(۷) اقسام جہاد جہاد دو طرح کے ہوتے تھے ایک تو وہ جس میں آنحضرت خود شریک ہوتے تھے اسکو مسلمان مورخوں کی اصطلاح میں غزوہ کہتے ہیں۔ دوسرا وہ جس میں آنحضرت خود نہ جاتے تھے۔ بلکہ کسی دوسرے کو اپنا قایم مقام کر کے بھیجتے تھے اسکو اصطلاح میں سریہ کہتے ہیں۔ آنحضرت کے غزوات کی تعداد ۱۹ سے ۲۷ تک اور سریوں کی

۵۶ بتائی جاتی ہے۔ ان غزوات میں سے ۹ غزوے بہت مشہور ہیں جن میں قتال واقع ہوا۔ جنگ بدر۔ جنگ احزاب جنگ بنی قریظہ۔ جنگ مریسیع۔ جنگ خیبر۔ جنگ وادی القری۔ فتح مکہ۔ جنگ حنین۔ جنمیں مسلمان فتحمند ہوئے اور جنگ احد جس میں مسلمانوں نے شکست کھائی ✤

(۱۸) **طریق جہاد رسول اللہ صلعم و ہدایت آنجناب بابت جہاد** جب حضرت کا ارادہ جہاد کا ہوتا تو اول اپنے صحابہ سے مشورہ فرماتے پھر لشکر کو آراستہ کرکے روانہ فرماتے خود سب کے پیچھے تشریف لیجاتے تاکہ کوئی تھکا ہارا بھولا بھٹکا تکلیف نہ اٹھاوے تلوار حمایل کرتے نیزہ ہاتھ میں لیتے کمان بازو پر لٹکاتے کبھی ایک زرہ پہنتے۔ کبھی دو۔ خود سر پر رکھتے اور کبھی سپر بھی لیتے تھے۔ جاسوس واسطے خبر لینے لشکر عدو کے مقرر کر دیتے۔ مقدمات و طلایہ پیش پیش بھیجتے۔ لشکر کے گرد پاسبان مقرر فرما دیتے۔ ہمیشہ اپنے لشکر کو ملا ہوا اُتارتے خود بنفس نفیس صفیں آراستہ کرتے اور جب نوبت قتال و جدال کی پہنچتی تو اپنے لشکر کے شجاعوں کو ایک ایک موقعہ پر اپنے ہاتھ سے معین فرماتے اور سب لوگوں سے زیادہ خود براے تاک دشمن سے قریب رہتے۔ اپنے اصحاب کو بولیاں سکھاتے تاکہ پہچان رہے کبھی اُمت اُمت کبھی یا منصور۔ لڑائی میں چلتے پھرتے تھے۔ جنگ شروع ہو جاتی تو اللہ سے نصرت کی دعا مانگتے۔ پکار کر فرما دیتے تھے کہ عورتوں اور بچوں کو قتل نہ کیجو اور کسی کی ناک اور کان نہ کاٹیو۔ جب کسی قوم پر غالب آتے تو وہاں عموماً تین روز ٹھیرتے اور غنیمت کو جمع کر لیتے مقتولوں کا جامہ اور رخت قاتلوں کو عنایت فرماتے اور باقیماندہ میں اول پانچواں حصۂ حق تعالی نکالتے اور اُسکو مصالح اسلام میں صرف کرتے۔ بعد اسکا تھوڑا عورتوں اور بچوں اور غلاموں کو لطف فرماتے بقیہ لشکر میں تقسیم کر دیتے سوار کو تین حصہ پیادہ کو ایک عنایت کرتے۔ کذا فی اسفار المعتبرہ۔ یہ اُس صورت میں تھا جب آنحضرت خود لڑائی میں شریک ہوتے لیکن جب خود نہ جاتے اور کسیکو سریہ پر بھیجتے تو سردار لشکر کو نصیحت فرما دیتے کہ بسم اللہ لڑو خدا کی راہ میں اور مارو اُسے جو خدا کو نہ مانے اور لوٹو تو غنیمت میں چوری نہ کریو اور قول و قرار نہ توڑیو۔ اور ناک کان نہ کاٹیو اور عورت اور بچہ کو نہ ماریو اور جب دشمن سے ملاقات ہو تو اُس سے تین باتوں کی درخواست کرنا اُنمیں سے جس بات کو مان لے قبول کرنا اور قتال سے باز رہنا ایک تو یہ کہ اُن سے اسلام کی درخواست کرنا اگر وہ مانیں تو قبول کرنا۔ اور اُنکے قتال سے ہاتھ اُٹھانا۔ پھر درخواست کرنا کہ اپنے وطن کو چھوڑ کر مہاجرین کے مقام یعنے مدینہ میں آرہیں اور جتا دینا کہ اگر وہ ایسا کرینگے تو اُنکو وہ ملیگا جو مہاجرین کو ملتا ہے یعنے ثواب اور غنیمت اور اُنپر واجب ہوگا جو مہاجرین پر ہے یعنے جہاد۔ پس اگر قبول نکریں تو اُن سے کہدینا کہ وہ جنگلی مسلمانوں کی طرح ہونگے اُنپر حکم خدا جاری ہوگا جس طرح مومنوں پر جاری ہوتا ہے اور غنیمت و صلح کے مال سے اُنہیں کچھ نہ ملیگا۔ مگر اُس صورت میں کہ مسلمانوں کے ساتھ ہو کر جہاد کریں۔ اور جو وہ لوگ مسلمان ہونے سے انکار کریں تو (اظہار مغلوبیت کی غرض سے) اُن سے جزیہ[۵۱] مانگنا اگر مانیں تو قبول کرنا اور اُنکے قتال سے باز رہنا۔ اگر وہ جزیہ دینا بھی قبول نہ کریں تو خدا سے مدد مانگ کر اُنکو قتل کرنا[۵۲]۔ اور جب کہ قلعہ والے دشمنوں کا محاصرہ کرو اور وہ چاہیں کہ تم اُن سے خدا اور رسول کا عہد کرو تو یہ نکرنا مگر اپنا قول اور اپنے لشکریوں کا قول کر لینا کیونکہ اگر اپنی اور اپنے ساتھیوں کی عہد شکنی ہو جائیگی تو خدا اور رسول خدا کی عہد شکنی سے گناہ میں کمتر اور آسان تر ہے۔ اور جو وہ لوگ تم سے چاہیں کہ اُنکو خدا کے حکم پر اُتار دو تو

۵۱ جزیہ حسب استطاعت ٹیکس چند روپیہ سالانہ ہوتا تھا کسی صورت میں تیرہ روپیہ کچھ آنے سے زیادہ نہیں ہوتا اور جو کسب عمل کی طاقت نہ رکھتا ہو اُس سے کچھ بھی نہیں۔ ۵۲ یعنے اگر وہ لوگ اپنی مغلوبیت گوارا نہ کریں تو اُن سے کہا جائے کہ آمادۂ جنگ ہو جاؤ ہم تم سے لڑینگے اور تمہیں لوٹیں گے تمہارے جورو بچے چھین لیں گے۔ پھر اُنکو قتل کرو اور لڑائی کرو۔ یہانتک کہ حکومت اسلامیہ اُن پر جم جائے۔ اور فتنہ اُن کے استقلال حکومت کا فرو ہو جائے ✤ ✤ ✤

خدا کے حکم پر نہ اُتارنا لیکن اپنے حکم پر اُتارنا۔ اسواسطے کہ تم اُنکے تعدد میں خدا کی مرضی نا مرضی جان نہ سکو گے (یہ بالکل حدیث صحیح مسلم کا ترجمہ ہے) ۔ اس سے واضح ہوا کہ جہاد سے غرض یہ نہیں تھی کہ زبردستی مار مار کر مسلمان ہی کریں۔ کیونکہ اگر یہ ہوتا تو یہود وغیرہ کفار کو جو بلاد عرب میں بطور رعایا جزیہ قبول کر کے مسلمانوں کے زیر قنات رہتے تھے مسلمان کر لیتے اور جو تیاں مار مار کر سیدھا کر لیتے اور اوروں سے مقابلہ کرتے حالانکہ ایسا نہیں ہوا۔ بلکہ اُن لوگوں سے کبھی کسیطرحکا جبر و اکراہ بھی عمل میں نہیں آیا پس مطلب یہ معلوم ہوا کہ جو لوگ رواج دین اسلام میں رخنہ انداز ہیں اور شوکت و جمعیت رکھتے ہیں اُن سے مقابلہ کرو تاکہ اُنکی شوکت ٹوٹ جائے اور مسلمانوں کو ستانے کی طاقت نہ رہے ۔ اور یہ بھی فائدہ نکلے کہ خود گمراہی سے باز رہیں اور دین حق کی طرف رجوع کریں۔ آگے چلکر یہ بھی ظاہر ہو جائیگا کہ صرف چند مقام میں نوبت قتال وجدال کی پہنچی ہے نہیں تو لاکھوں کافر اپنے دلی شوق سے مسلمان ہوئے۔ اور اپنے خویش و اقارب و مال و دولت چھوڑ کر حاضر ہوئے اور ایسی دنیاوی بلاؤں میں پڑے کہ بیان سے باہر ہے۔ مگر اسلام سے موںھہ نہ موڑا۔ ہرچند کافروں نے طرح طرح کی طمع دی اور خلعت اور پوشاکیں بھیجیں پر اُنکو مطابعت اسلام میں حظ روحانی حاصل تھا کہ بلا طمع بھوکے پیاسے پیٹ پر پتھر باندھے راہ خدا میں کافروں سے مقابلہ فرماتے تھے ۔

(١٩) جزیہ کیا ہے؟ جزیہ معرب ہے فارسی لفظ گزیہ کا۔ جزیہ نوشیروان عادل کے زمانہ میں بھی جاری تھا ۔ آنحضرت نے عام طور پر یہ ارادہ کر لیا تھا کہ ہر جگہ قرآن کے مطابق انصاف کیا جائے۔ اسی غرض سے دعوت اسلام شروع کی ۔ دعوت اسلام کا یہ مطلب تھا کہ تم لوگ اللہ کے واحد اور قادر مطلق ہونے سے انکار مت کرو۔ اللہ اور اُس کے رسول پر ایمان لاؤ اور قرآن کے موافق جو سب سے اچھا قانون ہے اپنے حقوق کا تصفیہ کیا کرو۔ اگر تم اللہ اور اُس کے رسول پر ایمان نہیں لاتے تو اتنا تو ضرور کرو کہ مسلمانوں کو اپنے ملک کا نگراں قرار دو اور اُنکی حفاظت میں رہو۔ تاکہ وہ تمہارے افعال کی نگرانی کرتے رہیں اور تمہاری طرف سے اُنکو کسیطرح کا خدشہ اور اندیشہ نہ رہے اور تمکو یہ فائدہ ہو کہ تم اُنکی حفاظت میں امن سے رہو نگرانی کے لئے فوج رکھنی پڑیگی اُسکے خرچ کے لئے جزیہ دو (چونکہ اُس زمانہ میں مسلمان اپنے افعال اور خیالات کی وجہ سے تمام دنیا کے باشندوں سے افضل تھے جیسا کہ تاریخوں کے مطالعہ سے ظاہر ہے اس سبب سے اُن کو ایسا کہنا نامناسب بھی نہ تھا) مسلمانوں نے اپنے اس قول کو عملی طور پر ثابت بھی کر دیا کیونکہ جو لوگ اس طرح جزیہ دیکر مسلمانوں کی حفاظت میں آتے تھے اُنکے جان و مال کی حفاظت مسلمانوں پر فرض ہوتی تھی چونکہ مسلمانوں کا ہر فرد و بشر فوج کا ایک سپاہی تھا اور ہر ایک پر مسلح ہو کر میدان جنگ میں آنا فرض تھا اسلئے وہ جزیہ سے عام طور پر مستثنیٰ تھے ۔ پس جزیہ سے مسلمانوں کی کوئی خاص رعایت اور دیگر مذاہب کے ساتھ کوئی تشدد و نظر تھا ۔

مسٹر آرنلڈ نے پریچنگ آف اسلام میں لکھا ہے ۔ کہ "عیسائیوں کو اسلام کی ابتدائی فتوحات کے زمانہ میں مذہبی معاملات میں کسی قسم کی شکایت نہ تھی۔ یہ سچ ہے کہ اُنکو اپنے مذہب پر قایم رہنے کی وجہ سے جزیہ دینا پڑتا تھا مگر یہ ایسا خفیف تھا کہ کچھ بار نہ ہوتا تھا۔ جب یہ دیکھا جاتا کہ اُنکو فوجی خدمت معاف ہوتی تھی جو ہر مسلمان پر لازمی تھی اور مسلمانوں کو ہر سال زکوۃ بھی دینی پڑتی تھی۔ جزیہ کی شرح عموماً امیر سے ٤٨ درہم[له] متوسط سے ٢٤ درہم اور کاشتکار اور اہل حرفہ سے بارہ درہم سالانہ تھے[له]۔ جزیہ میں اگر کوئی نقد نہ دے سکتا تھا تو اُس سے جنس ہی منظور کر لی جاتی تھی مویشی۔ مال تجارت بلکہ سوئیاں تک منظور ہو جاتی تھیں۔ جزیہ صرف توانا مردوں سے لیا جاتا تھا۔ عورتوں بچوں

له ٤٨ درہم کا سکہ ٧ روپیہ اور اُنکی جائیداد خواہ کتنی ہی کثیر ہو اُس سے کچھ تعرض نہ ہوتا تھا - حالانکہ ہر مسلمان کو اپنے مال کا چالیسواں حصہ (بطور زکوۃ) ادا کرنا واجب تھا۔ اسطرح ذمی مسلمانوں کی نسبت فائدہ میں تھے (کتاب الخراج) ۔

مفلسوں[1] بوڑہوں - اندہوں - لنگڑوں - اپاہجوں - دیوانوں اور ایسوں سے نہیں لیاجاتا تہا جوکام نہ کرسکیں - بشرطیکہ وہ مالدار نہ ہوں - اسی طرح پادری اور راہب جن کی روزی صرف دوسروں پہ منحصر ہوتی تہی اور اُنکا اپنا کوئی اثاثہ نہ ہوتا تہا - جزیہ سے بری ہوتے تہے - محصلین جزیہ کو تاکیدی حکم تہا کہ نرمی سے وصول کریں اور اگر وصول نہ ہو تو کسیطرحکی سختی یا تشدد یا مارپیٹ کام میں نہ لائیں - جزیہ صرف عیسائیوں سے ہی نہیں لیاجاتا تہا بلکہ تمام لوگوں سے جو مسلمان نہ تہے جو فوج میں شریک نہ ہوسکتے تہے اور مسلمان اُنکی تمام لوگوں سے محافظت کرتے خواہ وہ مسلمان ہوں خواہ غیر مسلمان ✣ نواح حیرہ میں خالد بن ولید نے ایک قوم کے صلحنامہ میں لکہا کہ اگر ہم تمہاری حفاظت کریں تو جزیہ ہمارا حق ہے اور اگر ہم حفاظت نہ کریں تو جزیہ ہمارا حق نہیں ہے ✣

خلیفہ عمرؓ کے زمانہ میں شہنشاہ ہرقل نے مسلمانوں کی حملہ آور فوج کے پسپا کرنیکے لئے بے انتہا فوج جمع کی اور اس لئے مسلمانوں کو اس موقعہ پہ ہر طرحکا زور لگانا پڑا - عربی جرنیل ابوعبیدہ نے شام کے مفتوحہ شہروں کے حاکموں کو لکہا کہ جو جزیہ ان شہروں سے وصول کیاگیا ہے واپس کردو - اور باشندوں کو لکہا کہ ہمنے جو تمسے روپیہ لیا تہا وہ واپس کرتے ہیں کیونکہ ہم نے خبر سنی ہے کہ ایک بڑی فوج ہمارے مقابلہ کو آرہی ہے - ہمارے تمہارے درمیان اقرار یہ تہا کہ ہم تمہاری حفاظت کرینگے اور چونکہ یہ اب ہمارے احاطۂ اقتدار سے باہر ہے جو کچہ ہمنے لیا ہے واپس کئے دیتے ہیں - لیکن اگر ہم فتحیاب ہوئے تو ہمارا فرض ہوگا کہ ہم اپنے پرانے معاہدہ پہ قایم رہیں جو ہم تم سے کرچکے ہیں - پس اس حکم کے بموجب بیت المال سے بے انتہا رقم واپس دی گئی - اور عیسائیوں نے مسلمان سرداروں کو دعائیں دیں اور کہا خدا پہر آپ کو ہمارا سردار کرے اور رومیوں پر فتح دے - اگر رومی ہوتے تو کوڑی بہی واپس نہ کرتے - بلکہ جو کچہ ہمارے پاس ہوتا وہ بہی لے لیتے ✣ نواح انطاکیہ میں عیسائیوں کی قوم جراجمہ رہتی تہی اُنہوں نے مسلمانوں سے اس طرح صلح کی تہی کہ ہم تمہارے معاون رہینگے اور تمہارے ساتھ ہوکر میدان جنگ میں لڑینگے بشرطیکہ تم ہمسے جزیہ نہ لو اور مال غنیمت میں سے ہمکو مناسب حصہ ملے" امام ابو یوسف کتاب الخراج میں لکہتے ہیں کہ صدقہ (زکوٰۃ) کی آمدنی فقرا مساکین - عاملان صدقہ - مولفۃ القلوب غلاموں کی آزادی - قرضوں کی ادائیگی - مجاہدین اور مسافروں کی مدد میں صرف ہوتی تہی - اور جزیہ کا روپیہ لشکر کی آراستگی سرحد کی حفاظت اور قلعوں کی تعمیر میں صرف ہوتا تہا جو بچتا وہ سڑکوں اور پلوں کی تیاری اور سرشتۂ تعلیم کے کاموں میں آتا تہا اور اس طرح غیر مسلم بہی فائدہ اُٹہاتے تہے ✣

ذیل میں ہم مسٹر ڈیون پورٹ کی کتاب اپالوجی فور محمد سے اُس فرمان کی نقل کرتے ہیں جو آپنے کوہ سیناء کے راہبوں اور تمام عیسائیوں کو عنایت فرمایا - جو مورخ مذکور نے بشپ پوکوک کی کتاب موسومہ بہ ذکر مشرقی مطبوعہ سنہ ۱۷۴۳ء سے نقل کیا ہے - وہ فرمان یہ ہے - خدا تعالی بزرگ ہے اور حاکم اُس نے تمام نبی بہیجے ہیں اور کبہی اُس نے ناانصافی نہیں کی وہ نعمتیں جو اللہ تعالی نے آدمیوں کو عطا کی ہیں محمد ابن عبداللہ رسول خدا و حامی دین نے اُنکے ذریعہ سے یہ سند اپنی ہم قوموں اور اُمت کے نام لکہدی ہے یہ قوم عیسائی اور نصاری کے ساتھ پختہ اقرار ہے اور ہم میں سے ہر فرد بشر کے ساتھ وفا کیا جائیگا - خواہ عیسائی شریف ہو خواہ رذیل خواہ معزز ہو خواہ حقیر (۱) میری قوم میں سے جو کوئی میرے اقرار اور قسم کو جو اس عہدنامہ میں لکہی ہے توڑیگا اُس نے خدا کا اقرار توڑا - اور قسم کے خلاف کیا اور مذہب سے پہر گیا کیونکہ وہ لعنت کا مستحق ہوا یہ حکم سب کے واسطے عام ہے خواہ بادشاہ ہو خواہ غریب خواہ کوئی ہو (۲) جب کبہی کوئی راہب سفر کرتے ہوئے کسی پہاڑ یا پہاڑی یا گاؤں یا اور آباد جگہ یا سمندر یا صحرا یا کسی عبادت خانے گرجا یا مہمانسرے میں آکر

---

[1] مفلس اُس شخص کو کہتے ہیں جس کے پاس دوسو درہم سے کم ہو ✣ ✣ ✣ ✣

ٹھیرے گا تو میں جان و دل سے اُسکی اور اُسکے اسباب کی حفاظت کرونگا - اور ہر طرح کی اُسکو مدد دونگا - اور میرے ہمقوم بھی اُسکی مدد کرینگے - کیونکہ وہ بھی میری ہی قوم سے ہوگا اور میری عزت کا باعث ہوگا (۳) علاوہ اسکے میں تمام عمال کو حکم دیتا ہوں کہ وہ راہبوں سے محصول نہ لیں اور اُنپر اس بات میں زبردستی نہ کریں (۴) کوئی راہبوں کے حکام وغیرہ کو تبدیلی کا حکم نہ دیگا بلکہ وہ اپنے عہدوں پر ہمیشہ قایم رہیں گے (۵) جب راہب سفر کرتے ہوں تو کوئی اُنکو راستہ میں تکلیف نہ دے (۶) جتنے گرجا اُنکے قبضہ میں ہیں کوئی اُنکو اُن سے نہ چھینے (۷) جو کوئی ان حکموں میں سے کسیکو بھی منسوخ کریگا اُسے خوب جان لینا چاہیئے کہ اُس نے خدا کے قانون کو منسوخ کیا (۸) راہبوں کے حاکموں اور معتقدوں اور نوکروں اور متعلقوں سے جزیہ نہ لیا جائیگا - کوئی اُنھیں اس بات میں نہ ستائے کیونکہ وہ کہیں کیوں نہوں - سمندر میں خواہ زمین میں خواہ مشرق میں خواہ مغرب میں خواہ شمال میں خواہ جنوب میں میں اُنکا محافظ ہوں کیونکہ وہ اور تمام اُنکا مال میری قسم و عہد و پیمان میں شامل ہیں (۹) مسلمانوں کو چاہیئے کہ جو راہب تنہا پہاڑ و بیر رہتے ہیں اُن سے نہ جزیہ لیں نہ عشر اور نہ اُنکے مال کا کوئی حصہ لیں کیونکہ یہ لوگ اپنی صرف بسر اوقات کے واسطے محنت کرتے ہیں (۱۰) جب ارزانی ہو اور فصل تیار ہو جائے تو وہاں کے باشندوں کو ضرور ہے کہ وہ ہر ایک شبل میں سے ان لوگونکو کسیقدر دیں (۱۱) مسلمان لڑائی کے زمانہ میں بھی اُن لوگوں کو اُنکے مکانوں میں سے باہر نہ نکالیں - نہ اُنھیں زبردستی لڑائیں - نہ اُن سے جزیہ طلب کریں - یہ گیارہ فقرے صرف راہبوں سے متعلق ہیں اور آیندہ کے سات فقرے عام عیسائیوں کے واسطے لکھے گئے ہیں - (۱۲) جو عیسائی کہ اہل اسلام کی عملداری میں رہتے ہیں اور اپنی تجارت و دولت کے سبب سے جزیہ دینے کے لایق ہیں اُنھیں فی آدمی بارہ درہم سے زیادہ نہیں دینا پڑیگا (۱۳) اُن سے خدا کے حکم کے موافق اس جزیہ کے سوا اور کچھ نہیں لیا جائیگا اور وہ حکم یہ ہے جو لوگ خدا کی کتابوں کی عظمت کرتے ہیں اُنکو تکلیف نہ دو - بلکہ بہت نرمی سے اُنھیں اپنے تحفے دو اور گفتگو کرو اور اگر اُنھیں کوئی ستائے تو اُسے منع کرو - (۱۴) اگر کوئی عیسائی عورت کسی مسلمان سے نکاح کرے تو مسلمان کو چاہیئے کہ اُسکے امور مذہب میں دست انداز نہ ہو اور اُسے گرجا جانے اور نماز پڑھنے سے باز نہ رکھے (۱۵) کوئی مسلمان عیسائیوں کو اُنکے گرجوں کی مرمت کرنے کی ممانعت نہ کرے (۱۶) جو کوئی اس فرمان کے خلاف کریگا یا اسکے کسی برخلاف بات کو یقین کریگا وہ گویا حقیقت میں خدا اور اُسکے نبی سے پھر گیا - کیونکہ یہ میرا عہد اُنکی حفاظت پر مبنی ہے (۱۷) کوئی مسلمان اُن عیسائیوں سے جنگ نکرے بلکہ برخلاف اسکے اگر کوئی اُن سے لڑے تو اُنکی حمایت کریں (۱۸) اس فرمان میں میں حکم دیتا ہوں کہ میری قوم میں سے کوئی قیامت تک اس وعدہ کے خلاف کوئی کام نہ کرے + فہرست گواہان - علی ابن ابیطالب - عمر بن عدی - زبیر بن العوام - سعید بن معاذ - ابو بکر بن ابو قحافہ - عثمان بن عفان - فضل بن عباس وغیرہ - بقلم سردار قایم مقام علی ابن ابیطالب - مزین بدستخط و نشانی رسول کریم سلام اللہ علیہ در مسجد نبوی مورخہ ۳ محرم سنہ ۲ھ +

یہی مورخ حاشیہ میں لکھتا ہے کہ اس حکم نامہ کو خلیفہ دوم حضرت عمر نے بھی منظور کیا اور حضرت عثمان اور حضرت علی کے زمانہ میں بھی اسکی تعمیل ہوتی رہی اُس زمانہ میں چونکہ تاریخ لکھنے کا رواج نہ تھا اس سبب سے معلوم ہوتا ہے کہ ۳ محرم سنہ ۲ھ کسی نے بعد میں اُس فرمان پر لکھدیا ہے +

(۳۰) غزوہ ابواء سفر سنہ ۲ھ | اذن جہاد کا سب سے پہلے عملدرآمد مقام ابوا پر ہوا - وجہ یہ ہوئی کہ یہاں کا قبیلہ

۵ ابوا مکہ اور مدینہ کے درمیان مدینہ سے تین میل کے فاصلہ پر واقع ہے + ۱۰ ۱۰ + عہ ۱ نار ناپنے کا پیمانہ -

بنی ضمر مسلمانوں کو ایذا دینے کی غرض سے قریش کے ساتھ جمع ہوا تھا۔ آنحضرت سعد بن عبادہ کو مدینہ میں اپنا خلیفہ چھوڑ کر حفظاً ماتقدم پر نظر کر کے دو سو آدمی کے ساتھ قریش کے حمایتی قبیلہ بن ضمر کے مقابلہ کے لئے روانہ ہو گئے۔ مگر ابوار کے لوگ بصلح پیش آئے لڑائی کی نوبت نہیں آئی۔ اور اقرار کیا کہ نہ قریش کا ساتھ دینگے نہ مسلمانوں کا۔ چونکہ مقام ودان بھی ابوار کے پاس ہی واقع ہے اس سبب سے اسے غزوہ ودان بھی کہتے ہیں۔ ابن خلدون لکھتا ہے کہ اس غزوہ میں حمزہ بن عبدالمطلب علمدار تھے۔ حمزہ کا لواء اول لواء ہے جو اسلام میں تیار کیا گیا +

(۲۱) سریۂ رابغ[۱] | مکہ سے کچھ قریش مسلح ہو کر نکلے تھے انکے مقابلہ میں ۶۰ مہاجرین ابو عبیدہ بن حارث کے ماتحت روانہ کئے گئے۔ مقام بطن رابغ پر صرف تیروں سے مقابلہ ہوا۔ کفار بھاگ گئے۔ اس لڑائی میں سب سے پہلے سعد بن ابی وقاص نے دشمنوں پر تیر چلائے تھے۔ سعد کا اول تیر تھا جو مسلمانوں کی طرف سے راہ خدا میں چلایا گیا۔ اس سریہ میں بروایت حبیب السیر مسطح بن اثاثہ علمدار تھے۔ قریشیوں کا سردار ابوسفیان بن حرب یا عکرمہ بن ابوجہل یا مکرز بن حفص تھا +

(۲۲) سریہ سیف البحر[۲] | مدینہ میں خبر آئی کہ کچھ قریش شام سے مکہ جاتے ہیں ان کفار میں ابوجہل بھی تھا حضرت حمزہ ۳۰ مہاجرین کے ساتھ انکے مقابلہ میں بھیجے گئے۔ سمندر کے کنارہ سیف البحر پہ دشمنوں سے مٹھ بھیڑ ہوئی۔ مگر مجدی بن عمرو جہنی نے جو مسلمانوں اور قریش دونوں کا حلیف تھا بیچ میں پڑ کر لڑائی نہ ہونے دی۔ ابو مرثد غنوی مسلمانوں کا علمدار تھا +

(۲۳) سریہ خرار[۳] | سعد بن ابی وقاص ۲۰ مہاجرین کے ساتھ ایک کارواں کی خبر لینے کو مامور ہوئے۔ میدان خرار تک گئے قافلہ نہ ملا واپس آئے +

(۲۴) غزوۂ بواط[۴] ربیع الثانی سنہ ۲ھ | بروایت ابن خلدون سائب بن عثمان بن مظعون یا سعد بن معاذ کو مدینہ میں اپنا نائب چھوڑ کر خود آنحضرت دو سو اصحاب کے ساتھ ایک قافلہ کی تلاش میں نکلے۔ سعد بن ابی وقاص علمدار تھے۔ مگر بواط تک جا کر واپس آئے +

(۲۵) غزوہ ذوالعشیرہ[۵] جمادی الاول سنہ ۲ھ | آنحضرت کو خبر پہنچی کہ ابوسفیان بہت سے قریش ساتھ لیکر بغرض تجارت شام کو جاتا ہے دو ڈیڑھ سو آدمی لیکر حضرت اسکی تلاش میں نکلے حمزہ بن عبدالمطلب علمدار تھے حضرت علی بھی ہمراہ تھے۔ ذوالعشیرہ پر پہنچکر معلوم ہوا کہ قافلہ پہلے نکل گیا۔ مراجعت کی اور اسی سفر میں بنی مدلج اور بنی حمزہ کے ساتھ معاہدہ فرمایا۔ بقیہ جمادی الاول اور ایک روز جمادی الثانی کا وہیں قیام کیا۔ تاریخ الخمیس جلد اول صفحہ ۴۰۹ اور دیگر کتب تواریخ میں لکھا ہے کہ راستہ میں حضرت علی کسی درخت کے نیچے سو گئے تھے آنحضرت نے آکر دیکھا کہ بدن میں مٹی لگ گئی ہے آپ نے پیار سے ابو تراب کہکر پکارا۔ اسوقت سے حضرت علی کی یہی کنیت پڑ گئی۔ جناب علی اس نام سے بہت ہی خوش ہوتے تھے۔ اگرچہ بنی امیہ ہمیشہ حقارت کے طور پر بجائے علی کے ابو تراب ہی کہتے رہے۔ اس غزوہ میں ابو سلمہ بن عبدالاسد کو مدینہ میں نائب چھوڑا تھا

(۲۶) غزوہ بدر الاولی[۶] جمادی الثانی سنہ ۲ھ | ذوالعشیرہ سے واپس آکر دس رات قیام کیا ہوگا کہ کرز بن جابر فہری نواح مدینہ سے حضرت کے اونٹ ہنکا لیگیا۔ اور بروایت ابن خلدون اس نے شب خون مارا تھا آنحضرت

[۱] رابغ ابوا کے قریب واقع ہے [۲] نواح عیص میں [۳] جحفہ کے قریب ایک وادی ہے [۴] مدینہ سے تین منزل پر ینبع کے قریب ناحیہ جہینہ میں ایک پہاڑی مقام ہے [۵] مدینہ سے ۱۸ فرسخ پر مکہ اور مدینہ کے درمیان ینبع کی طرف واقع ہے [۶] مکہ اور مدینہ کے درمیان ذوالحلیفہ

(ودان) صفرا کے (قریب) واقع ہے +

خود اسکا تعاقب کیا علی علمدار تھے اور کچھ اصحاب بھی ساتھ تھے چشمۂ بدر تک کہیں پتہ نہ لگا واپس آئے۔ اس کو غزوہ بدر صغرا بھی کہتے ہیں۔ اس غزوہ میں بروایت ابن ہشام زید بن حارثہ کو مدینہ میں نائب چھوڑ گئے تھے۔ اسکے بعد بقیہ جمادی الآخر اور رجب و شعبان تک آنحضرت مدینہ ہی میں مقیم رہے ✦

(۲۷) سریہ بطن نخلہ جمادی الثانی سنہ ۲ ھ

حضرت نے اپنے پھوپی زاد بھائی عبد اللہ بن جحش کو ۱۲ یا ۸ اصحاب کے ساتھ مکہ کی طرف روانہ کیا۔ ایک تحریر اُن کے ہاتھ میں دی اور فرمایا کہ دو دن تک برابر چلے جاؤ پھر اس تحریر کو پڑھکر جو اسمیں لکھا ہو اُسپر عمل کرنا عبد اللہ روانہ ہوئے اور دو دن بعد اُس تحریر کو پڑھا اُسمیں لکھا تھا کہ بطن نخلہ میں جاکر اُترنا اور منتظر کاروان قریش رہنا اور اُنکی خبر معلوم کرنا اور ہمیں اطلاع دینا اور اپنے ساتھیوں کو آگے چلنے پر مجبور نہ کرنا۔ (جس سے ظاہر ہے کہ صرف خبر لانیکو بھیجا تھا) غرض عبد اللہ نے وہ تحریر ساتھیوں کو پڑھکر سنائی اور کہا کہ مجھکو بطن نخلہ کی طرف جانیکا حکم ہے تم میں سے جس کا جی چاہے ساتھ چلے۔ جس کا جی چاہے اُلٹا چلا جائے۔ یہ کہکر چلے اور اُنکے ساتھی بھی اُنکے ہمراہ ہوئے اور یہ بطن نخلہ تک پہنچکر اُتر گئے۔ یہاں طائف کی راہ سے آتے ہوئے مکہ کے چار کفار منقی وغیرہ لادے ہوئے اُنکو ملے۔ مسلمانوں نے اپنی وضع عمرہ کرنیوالوں کی سی بنائی۔ جب کفار غافل ہوئے تو مسلمانوں نے چھاپا مارا اور مسلمانوں کے ہاتھ سے عمر بن عبد اللہ حضرمی مارا گیا اور دو کافر عثمان بن عبد اللہ مخزومی اور حکم بن کیسان گرفتار ہوئے اور نوفل بن عبد اللہ مخزومی بھاگ گیا اور بہت سا مال مسلمانوں کے ہاتھ آیا۔ عبد اللہ نے واپس آکر خمس [۲] (پانچواں حصہ) مال غنیمت کا آنحضرت کی خدمت میں پیش کیا اور ۴ خمس آپس میں تقسیم کیا۔ بروایت ابن خلدون جس روز مسلمانوں نے کفار بطن نخلہ پر حملہ کیا تہا وہ ماہ رجب کا آخری دن تہا۔ مسلمانوں نے غلطی سے شعبان کا اول دن سمجھا تہا۔ صاحب حبیب السیر لکھتے ہیں کہ رجب کا اول دن تہا اور مسلمانوں نے جمادی الثانی کا آخری دن سمجھا تہا طبری اور ابن اثیر نے دونوں روایتیں لکھی ہیں۔ چونکہ ماہ رجب میں لڑائی حرام تھی مدینہ کے یہودیوں نے قریش اور مکہ کے مسلمانوں پر اعتراض کیا۔ آنحضرت کو اعتراض درست معلوم ہوا عبد اللہ سے ناخوش ہوئے اور فرمایا کہ میں نے ماہ حرام میں لڑنے کو نہیں کہا تہا۔ اور قیدیوں کو بانتظار وحی روک رکھا۔ اور اس غرض سے کہ مکہ والوں کو اشتعال نہ ہو مقتول کا خون بہا اپنے پاس سے ادا کر دیا۔ اسپر غازیوں کو اسلئے ملال ہوا کہ اُنکی تمام کارگذاری پر پانی پھر گیا بلکہ مورد عتاب ہوئے۔ اس موقع پر جو آیت نازل ہوئی اُسکا مطلب یہ ہے "ماہ حرام میں لڑنا بیشک برا ہے لیکن مسلمانوں کو جو کفار مکہ نے مسجد حرام یعنے کعبہ سے نکال دیا وہ اس سے بھی زیادہ بڑا تھا۔ اس لئے برائی کے بدلہ میں جو برائی کی گئی تو کچھ ہرج نہیں" اس آیت کے نازل ہونے پر تمام مسلمان خوش ہوئے خمس حضرت نے منظور کر لیا اور بقیہ چار خمس غازیوں میں تقسیم ہو گیا۔ عثمان اور حکم جو گرفتار ہوئے تھے اُنمیں سے حکم تو مسلمان ہو کر وہیں رہ گیا اور غزوہ بیر معونہ میں شہید ہوا اور عثمان کو قریش نے فدیہ دیکر چھوڑا لیا اور وہ مکہ کو واپس گیا اور کافر ہی مرا ✦ یہ اول قتل اور اول غنیمت اور اول گرفتاری مشرکین کی ہے مسلمانوں کے ہاتھ سے۔ اور اول خمس ہے خدا و رسول کا

(۲۸) غزوہ بدر الکبریٰ رمضان سنہ ۲ ھ

سریہ بطن نخلہ میں جو ایک قریشی مارا گیا تہا گو کہ اُسکا خون بہا بھی دیدیا گیا

---

[۱] مکہ اور طائف کے بیچ میں ایک مقام کا نام ہے (ابن اثیر) [۲] ابتک خمس واجب نہیں ہوا تہا (ابن اثیر) خمس کو سرمایۂ بیت المال یا حال کی اصطلاح میں گورنمنٹ کی مالگذاری سمجھنا چاہیئے جو عام مسلمانوں کے نفع یا زمانہ حال کی اصطلاح کے مطابق رعایا کی بہبودی میں خرچ کیا جاتا تہا۔ سریہ عبد اللہ بن جحش میں تو خمس رسول کا عبد اللہ نے اپنی خوشی سے الگ کر دیا تہا لیکن قبل تقسیم غنیمت بدر کے اس مضمون کی نص صریح نازل ہوئی تہی اور اُسکے مطابق برابر آنحضرت کے زمانہ میں اور پھر بعد کو بھی عملدرآمد ہوتا رہا مقتول کے سامان جنگ تو قاتل کو ملتے تھے رہا مال غنیمت اُسکی تقسیم ایک خمس اور چار خمس ہو کی جاتی تہی (عباسی)

مگر قریش کے طبایع میں جو اشتعال پیدا ہوا تھا وہ اُس سے رُک نہ سکا بلکہ مدینہ پر حملہ کرنے کے ارادہ کو سخت تحریک ہوئی اسی اثنا میں اُنکو یہ خبر پہنچی کہ قریش کا قافلہ جو ابوسفیان بن حرب کے ساتھ شام سے مکہ کو آرہا تھا اور جس میں بہت سا مال و اسباب تھا مسلمان اُسپر حملہ کرنا چاہتے ہیں۔ اگرچہ خبر فی الواقع صحیح نہ تھی مگر اُس نے تیل پر آگ کا کام کیا اور قافلہ بچانے اور مدینہ پر حملہ کرنے کے ارادہ سے جنگ کی تیاری شروع کی۔ ادہر مدینہ میں یہ خبر پہنچ چکی تھی کہ قریش بڑی آمادگی کے ساتھ مدینہ پر حملہ کرنے والے ہیں اسواسطے رسول صلعم بھی حفظ ماتقدم کے لحاظ سے جنگ کی فکر میں ہوئے مگر مشکل یہ تھی کہ مدینہ میں رہکر دشمنوں کا مقابلہ نہیں ہوسکتا تھا کیونکہ آپ اُس شہر میں ابھی تازہ وارد مسافروں اور مہاجروں کی طرح پناہ گزین تھے۔ اور گو بعض قبائل مسلمان بھی ہوگئے تھے مگر شہر کے مالک کفار تھے جن کو قریش مکہ سے اگرچہ کسی قسم کی ہمدردی نہو مگر کم از کم بیرونی حملہ سے شہر کی امن و آسایش میں خلل واقع ہونیکا خیال تو ضرور ہوگا اسواسطے رسول صلعم کو مناسب معلوم ہوا کہ مدینہ سے باہر جاکر قریش سے لڑائی کریں ٭

پس جب آنحضرت کو خبر پہنچی کہ ابوسفیان تیس سواروں کے ساتھ ہزار اونٹوں کا قافلہ جس پر شام کا مال تجارت لدا ہوا ہے مکہ کو لئے جاتا ہے اور اس قافلہ کو حسب معمول نواح مدینہ سے اُس راستہ سے گذرنا ہوگا جو پہاڑوں اور سمندر کے درمیان واقع ہے تو ۸ ماہ رمضان کو عمرو بن ام مکتوم کو نماز پڑھانے کے لئے اور ابولبابہ کو مدینہ کی حکومت کے واسطے چھوڑکر ۳۱۳ یا ۳۱۴ آدمیوں کے ہمراہ جنمیں ۸۳ مہاجر ۶۱ انصار بنی اوس اور ۱۷۰ انصار بنی خزرج تھے[1] مدینہ سے روانہ ہوگئے[2]۔ انمیں سے تینوں ترپوں کا علم جدا جدا تھا۔ علی ابن ابیطالب۔ مصعب بن عمیر اور سعد بن معاذ تین علمبردار تھے۔ اس چھوٹی سی فوج میں صرف دو گھوڑے تھے۔ ایک مقداد بن عمر کندی کے پاس اور دوسرا زبیر بن العوام یا کسی دوسرے کے پاس۔ اور ستر تیز رفتار ناقے جنپر یہ لوگ باری باری سوار ہوتے تھے ٭

اسوقت حضرت عثمان بن عفان مع اپنی زوجہ رقیہ کے ہجرت حبشہ سے واپس آچکے تھے۔ چونکہ رقیہ بہت بیمار تھیں اس سبب سے حضرت عثمان کو اُنکی تیمارداری کے لئے مدینہ ہی میں رہنا پڑا اس غزوہ میں مہاجرین میں سے طلحہ اور سعید بھی شریک نہ تھے کیونکہ یہ آنحضرت کے حکم سے کفار کی خبر لانیکو تعینات تھے۔ اسی طرح ۵ شخص انصار کے بھی آنحضرت کے کسی کام کی وجہ سے شریک نہ تھے مگر یہ سب قسمت غنیمت اور حصول ثواب میں شریک سمجھے گئے ٭

آنحضرت پہلے مکہ کی شاہراہ پر چلے پھر اُس راستہ کو بائیں کو چھوڑکر بحیرۂ قلزم کی طرف بڑھے اور بدر میں ایک چشمہ خورد پر قیام کرکے جہاں سے قافلوں کے گذرنے کا معمول تھا قافلہ کے انتظار میں رہے ٭

[1] انصار کو جنگ کی شرکت کا یہ پہلا موقع ملا ہے (روضۃ الاحباب)

[2] حضرت روانہ ہوئے مگر نہ کوئی خبر ملتی تھی نہ کوئی حال معلوم ہوتا تھا کہ قریش روانہ ہوئے یا نہیں۔ پس حضرت نے فرمایا تم لوگ مشورہ دو اسامر جنگ و داس غزوہ جنگ کے بارہ میں ابوبکرؓ نے کہا کہ حضرت ہم سب سے زیادہ عالم ہیں مسافت ارض سے۔ عدی بن ابی الزغبا رضی نے ہمکو خبر دی ہے کہ قافلہ قریش فلاں وادی میں تھا۔ تو مقام بدر تک ہمارے اُنکے درمیان دو منزل کا فرق رہیگا۔ پھر حضرت نے فرمایا کہ اب کیا مشورہ ہے۔ عمرؓ نے کہا کہ یا حضرت یہ قریش ہیں اور اُنکی عزت۔ قسم بخدا جب سے اُنکو عزت ملی ہے کبھی ذلیل نہ ہوئے اور جب سے کافر ہوئے کبھی ایمان نہ لائے قسم خدا کی وہ آپ سے پورا مقابلہ کرینگے۔ پس آپ اُن کے واسطے پورا پورا سامان کیجئے اور پوری پوری تیاری پس کہا حضرت نے مشورہ دو ہمکو۔ درحالیکہ حضرت کا چہرہ غصہ سے سرخ ہوگیا تھا۔ پس کہا مقدادؓ بن عمر نے کہ ہم تو وہ بات نہ کہیں گے جو کبھی تھی بنی اسرائیل نے موسیٰ سے کہ جاؤ تم اور تمہارا خدا اور تم دونوں لڑو ہم لوگ تو یہیں بیٹھنے والے ہیں بلکہ قسم اُس خدا کی جس نے آپ کو مبعوث کیا ہے بحق۔ ہم آپکے سامنے رہینگے اور پیچھے آپکے رہینگے اور آپکے داہنی طرف اور بائیں طرف رہینگے۔ یہانتک کہ خدا آپکو فتح دیگا (درالمنثور سورۂ انفال۔ سیرۃ محمدیہ۔ تاریخ طبری) پس مسکرائے آنحضرت اور مقدادؓ کو دعائے خیر دی (مدارج النبوۃ) [3] روضۃ الاحباب میں ہے کہ مہاجرین کا علم جو اعظم تھا مصعب بن عمیر کو اور خزرج کا حباب بن منذر کو اور اوس کا سعد بن معاذ کو دیا گیا تھا طبری میں ہے کہ رسول اللہ کا علم جناب علی کے پاس اور انصار کا سعد بن عبادہ کے پاس تھا ٭٭

ابوسفیان کو بھی خبر لگ گئی کہ حضرت فوج لیکر راستہ میں آکھڑے ہوئے ہیں پس اُس نے ایک قاصد عمیر نامی کو اور بروایت ابن خلدون وحبیب السیر وروضۃ الاحباب ضمضم بن عمرو غفاری کو ایک تیز رفتار ناقہ پہ مکہ روانہ کرکے کمک منگائی۔ قاصد کعبہ کے قریب ہانپتا ہوا بدحواس پہنچا۔ ابوجہل نے کعبہ کی چھت پہ چڑھ کر لوگوں کو آواز دی تمام مکہ میں ہلچل مچگئی۔

ابوسفیان کی بیوی ہندہ نے جو بڑی دل چلی اور تند مزاج تھی اپنے باپ عتبہ اور بھائی ولید اور چچا شیبہ اور اپنے کنبہ کے تمام جنگ آوروں کو بلایا اور کہا کہ ہتیار باندہو اور میرے خاوند کو بچانے جاؤ۔ قریش مسلمانوں کے دشمن تو تھے ہی اکثروں کا اُس قافلہ میں مال بھی تھا غرض مکہ کے تمام جنگجو نکل پڑے انمیں سے مشہور یہ تھے عتبہ بن ربیعہ۔ شیبہ بن ربیعہ۔ ابوالبختری بن ہشام۔ حکیم بن حزام۔ نوفل بن خویلد برادر خدیجہ۔ حارث بن عامر بن نوفل۔ طعیمہ بن عدی بن نوفل۔ نضر بن حارث۔ زمعہ بن اسود۔ ابوجہل بن ہشام۔ اُمیہ بن خلف۔ منبہ بن حجاج۔ نبیہ بن حجاج۔ سہیل بن عمر۔ اور عمرو بن عبدود۔ ابن خلدون نے ابولہب کا نام بھی لکھا ہے۔ مگر دیگر مورخین طبری وابن اثیر وغیرہ لکھتے ہیں کہ ابولہب بسبب ضعف پیری مکہ ہی میں رہ گیا تھا اور اُسکی جگہ عاص بن ہشام آیا تھا۔ غرض بروایت ابوالفدا یہ تو سو پچاس آدمیوں کی جمیعت مکہ سے ابوسفیان کی کمک کو روانہ ہوئی۔ اسمیں سو سوار اور باقی پیادہ تھے۔ مگر بروایت صاحب تاریخ الخمیس وایرونگ سات سو اونٹ بھی تھے۔ قومی معاملہ تھا۔ بنی ہاشم کو بھی طوعاً وکرہاً ساتھ آنا پڑا ورنہ قریش اُنکو تنگ کرتے اور اذیت پہنچاتے۔ چنانچہ عقیل بن ابوطالب اور عباس بن عبدالمطلب بھی اُنکے ہمراہ تھے۔ ابوجہل جسکی عمر قریب ستر سال کی تھی اس فوج کا سردار تھا۔ اور طلحہ بن ابی طلحہ اور ابوعزیز بن عمیر اور نضر بن حارث تین علمبردار تھے۔

پس ابوجہل مکہ سے یہ اژدہام لیکر چلا اور اُدہر شام کی طرف سے ابوسفیان چلا آتا تھا۔ راستہ میں کہجور کی گھٹلیاں پڑی دیکھ کر ابوسفیان چوکنا ہوا۔ چونکہ مدینہ کی کہجور چھوٹی گھٹلی ہونے میں ممتاز ہے تاڑ گیا کہ دال میں کچھ کالا ہے ضرور محمدؐ اور اُن کے ساتھی کہیں اسیطرف ہیں فوراً راستہ کاٹکر ساحل بحیرۂ قلزم کی طرف دبکر نکل گیا۔ اور ابوجہل کو کہلا بھیجا کہ اُلٹے پھر جاؤ جب قافلہ اور مال بچا لیا گیا تو اب لڑائی سے کیا مطلب مگر ابوجہل نہ مانا۔ گو کہ کچھ آدمی مکہ کو واپس چلے بھی گئے +

جب حضرت کو قریش کی اس فوج کے آنے کی خبر پہنچی تو حضرت کے بعض ساتھیوں کے دل چھوٹ گئے وہ اس خیال سے آئے تھے کہ صرف ابوسفیان کے تھوڑے سے آدمیوں سے لڑنا ہوگا۔ اور غنیمت خوب ہاتھ لگے گی۔ یہاں سُنا کہ قریش کے کل جنگ آوروں سے مقابلہ کرنا ہوگا۔ مگر آنحضرت نے فرمایا کہ خوشی مناؤ کیونکہ خدا نے مجھسے وعدہ کیا ہے کہ آسانی سے فتح دیگا +

القصہ ابوسفیان کی جماعت ابوجہل کے ساتھیوں سے آملی۔ جب بھی یہی بحث ہوتی رہی کہ لڑنا مصلحت ہے یا واپس جانا۔ کثرت رائے واپس جانے پر تھی۔ لیکن ابوجہل کو لڑائی کی زیادہ تمنا تھی (اُسکے سر پر تو موت سوار تھی) اُس نے آخر میں عامر کو گانٹھا جسکا بھائی عمر سریہ عبداللہ میں بمقام نخلہ مارا گیا تھا وہ ننگے سر وا عمراہ کہتا ہوا لشکر میں شور مچانے لگا۔ اس آخری تدبیر میں ابوجہل کامیاب ہوا اور لڑائی چھڑ گئی +

مسلمانوں نے ایک عمدہ کنواں دیکھکر اُسکے قریب حوض بنایا اور اُسمیں پانی بھر دیا کہ پانی پی پی کر لڑیں اور ایک بلند زمین پر اپنا پرا جمایا قریب قریب ملکر باقاعدہ کھڑے ہوئے اور جبتک کفار بالکل قریب نہیں آگئے یہ لوگ جگہ سے نہیں ہٹے آفتاب مسلمانوں کے پس پشت تھا۔ اور کفار کے سامنے۔ وقت جنگ آندھیاں آئیں اور وہ بھی کچھ اسطرح کہ کفار ہی کو نقصان پہنچا۔ رات کو پانی برسا تھا مسلمانوں کی طرف ریتلی زمین تھی وہ سخت ہوگئی۔ کفار کی طرف چکنی تھی

سلہ عباس خفیہ مسلمان ہو چکے تھے مگر اپنے کنبہ کی حفاظت کی غرض سے مکہ میں رہتے تھے (طبری ۱۹۸) اور یہ جاسوس کے قریش کی خبریں آنحضرت کو پہنچایا کرتے تھے

تھی پانی برس جانیسے وہ کیچڑ ہوگئی۔ مکہ میں بہت سی بدشگونیاں ایسی ہوئی تہیں اور کفار نے ایسے خواب پریشان دیکھے تھے جن سے اُنکے دل پہلے ہی سہمے ہوئے تھے غرض کہ سب سامان مسلمانوں کی فتح اور کافروں کی شکست کے موجود تھے۔ آنحضرت کو دہوپ سے بچانیکے واسطے سعد ابن معاذ نے ایک عریشہ (چھپر) درخت کی شاخوں سے بنا دیا تہا۔ اُسمیں آنحضرت مع حضرت ابو بکر کے بیٹھے بچہ لوگ سعد ابن معاذ کے ماتحت آنحضرت کی محافظت کے لئے قریب کھڑے ہوئے۔ باقی محاربہ میں سپاہی ہوئے۔ لڑنے والے آخر میں دو حصے ہو گئے۔ بعض جنگ میں شریک تھے اور بعض مال لینے اور قیدیوں کے گرفتار کرنے میں مشغول تھے۔ آنحضرت برابر عریشہ سے باہر آتے اور دیکھبھال کر اندر چلے جاتے تھے۔ اور مشغول بدُعا تھے۔ کہ یکایک آثار وحی سے غنود گی طاری ہوئی اور آپنے فتح کی خوشخبری سنائی۔ ابتدائی جنگ اسطرح ہوئی کہ اول غنیم کا ہراول پیاسا ہانپتا ہوا وادی میں داخل ہوا اور بہ تعجیل تمام چشمہ پہ پانی پینے آیا۔ حضرت حمزہ نے اپنے چند آدمیوں کے ساتھ حملہ کیا اور اُنکے سردار کو اپنی تلوار سے قتل کیا۔ غرض ہراول میں سے صرف ایک بچا وہ بہی بعد میں مسلمان ہوا۔ اب دشمن کی اصل فوج قرنا بجاتی ہوئی آگے بڑہی کفار قریش میں سے اول تین شخص عتبہ بن ربیعہ ابو سفیان کا خسر اور شیبہ بن ربیعہ برادر عتبہ اور ولید بن عتبہ ابو سفیان کا سالہ صف سے باہر نکلے اور مبارز طلب کیا۔ تین انصار مقابلہ کو نکلے مگر تینوں کافروں نے کہا کہ ہمیں انسے لڑنا عار ہے یہ ہمارے کفو نہیں ہیں۔ یہ سُنکر مہاجرین میں سے عبیدہ بن حارث بن عبد المطلب کو عتبہ کے مقابلہ میں اور حمزہ کو شیبہ کے مقابلہ میں اور علی کو ولید بن عتبہ کے مقابلہ میں بہیجا گیا سخت اور طولانی لڑائی کے بعد حمزہ اور علی نے اپنے اپنے حریف کو مار لیا۔ عتبہ اور عبیدہ آپس میں زخمی ہوئے علی اور حمزہ مدد کو پہنچے اور عتبہ کو مار کر عبیدہ کو اُٹھا لائے۔ مگر لڑائی میں ان کے پاؤں کٹ گئے تھے جانبر نہ ہوسکے بدر سے واپسی کے وقت بروایتے ۶۳ سال کی عمر میں اور بروایت حبیب السیر ۸۰ سال کی عمر میں منزل صفرا یا روحا میں انتقال کیا اور وہیں دفن کر دیے گئے ۰۱

اب جنگ مغلوبہ ہونے لگی مسلمان جو اپنی تعداد کی کمی سے واقف تھے بلندی پر اپنی جگہ کھڑے ہوگئے ہوئے اور دشمن کو تیروں سے دفع کرتے رہے۔ آنحضرت ٹیلہ پہ عریشہ میں مصروف دعا تھے نوبت یہانتک پہنچی کہ کفار عریشہ کے قریب آگئے حضرت نے عریشہ سے اُترکر ایک مٹھی کنکروں کی ہاتھ میں لیکر قوم قریش پہ پھینک کر بددعا کی اور اپنے اصحاب کو حکم دیا کہ اب سخت اور شدید حملہ کرو۔ بڑے گھمسان کی لڑائی ہوئی اور ابو جہل کی ران میں زخم آیا۔ گرا اور عبد اللہ بن مسعود نے دیکھکر اُسکا سر کاٹ لیا۔ ابو جہل کا اصل نام عمرو بن ہشام ہے۔ قریش نے اُسکی عقل و دانائی کے سبب اُسے ابو الحکم (عقل کا باپ) خطاب دیا تہا۔ مسلمان اسے بدلکر ابو جہل کہا کرتے تھے۔ اور اسی نام سے یہ تاریخ میں مشہور ہے۔ اول اسے معاذ اور معوذ انصار کے دو لڑکوں نے زخمی کیا تہا۔ عبد اللہ بن مسعود نے دم توڑتے دیکھکر اسکا سر کاٹا تہا۔ عبد اللہ بن مسعود اُسکا سر لیکر آئے تو آنحضرت نے سجدۂ شکر کیا اور فرمایا کہ یہ شخص ہماری قوم کا فرعون تہا ۰۱

ابو جہل کا بہائی عاص بن ہشام بہی مارا گیا۔ قریش پسپا ہوکر بہاگے۔ مسلمانوں نے تعاقب کیا۔ اس لڑائی میں ستر کفار قتل اور اتنے ہی گرفتار ہوئے۔ مسلمان صرف ۶ مہاجر اور ۸ انصار کل ۱۴ شہید ہوئے بہت سامال غنیمت

ملہ انہیں سے مشہور یہ ہیں حنظلہ بن ابو سفیان بن حرب۔ عاص بن سعید بن عاص طعیمہ بن عدی۔ عمر بن عثمان بن کعب۔ عثمان و مالک برادران طلحہ منبہ بن حجاج عبیدہ بن سعید بن عاص بن اُمیہ۔ نوفل بن خویلد عمیر بن عثمان بن عمر التیمی۔ عبد اللہ بن منذر مخزومی۔ عاص بن منبہ۔ ابو العاص بن قیس سہمی بروایت حبیب السیر علی کے ہاتھ سے مارے گئے اور زمعہ بن اسود کو علی اور حمزہ دونوں نے ملکر قتل کیا۔ حمزہ نے مسعود بن ابی اُمیہ مخزومی کو اور ابو البختری بن ہشام کو المجذر بن زیاد نے اور منبہ بن الحجاج کو ابو الیسر انصاری نے اور نبیہ بن الحجاج کو حمزہ اور سعد بن ابی وقاص دونوں نے ملکر قتل کیا۔ (ابو الفدا) ہجرت کے وقت پانچ شخص پنجگنبہ والونکے کہنے میں آکر مرتد ہوگئے تہے وہ بہی اس جنگ میں مارے گئے وہ یہ ہیں۔ حرث بن زمعہ

مسلمانوں کے ہاتھ آیا۔ یہ ۱۷ رمضان یوم جمعہ کا واقعہ ہے + اس معرکہ میں فقط حضرت علی ہی نے ۱۶ یا ۱۷ اور بروایت حبیب السیر ۲۲ کفار کو واصل جہنم کیا۔ آپ کی لڑائی پر لوگ عش عش کرتے تھے۔ حمزہ بن عبد المطلب نے بھی پانچ چھ کافروں کو فی النار کیا انکا طرز جنگ بھی بہت اچھا تھا اور بڑے بہادر تھے۔ لیکن حضرت علی کی تیزی صفائی استقلال چستی اور چالاکی اور وہ بھی نو آموزی کی حالت میں قابل داد تھی حالانکہ شاید حضرت علی کو یہ پہلا موقعہ جنگ کرنے کا پیش آیا تھا +

اس لڑائی میں اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کو بروایت ابو الفدا ایکہزار اور بروایت روضۃ الاحباب ایرونگ ۳ ہزار فرشتوں سے کمک دی تہی۔ اس لڑائی میں اسلام کے تمام پرانے دشمن مارے گئے اسلام کی بنیاد میں ایک استحکام پیدا ہوگیا مہاجرین کی افلاس بھی کچھ کچھ دفع ہو چلی۔ ایرونگ لکھتا ہے کہ یہ مسلمانوں کی پہلی فتح نمایاں ہے۔ اگرچہ جنگ کچھ ایسی بڑی نہ تہی مگر نتیجے اسکے بڑے عظیم الشان ہوئے کیونکہ یہ اُن فتوحات کی ابتدا ہے۔ جنہوں نے دنیا کی قسمت کو بدلدیا۔ اور اسلئے یہ لڑائی بہت مشہور ہے۔ جنگ بدر میں اسلام کے جوش میں باپ بیٹے کو اور بیٹا باپ کو قتل کرتا تھا ایک بوڑھیا کا لڑکا شہید ہوا اُس نے سنکر کہا مجھے غم نہیں اگر محمد کہدیں کہ شہید ہونے پر جنت میں پہنچ گیا۔ یہ تھا اعتقاد اُس زمانہ میں +۔ ۱۰ مسلمان جو شہید ہوئے تھے وہ عزت کے ساتھ دفن کئے گئے اور ۲۴ صنادید قریش کی لاشیں بدر کے ایک کنوئیں میں ڈال دی گئیں[1] +

(۲۸) اسیران بدر

بدر کے قیدیوں میں حضرت کے چچا عباس بن عبد المطلب اور عقیل بن ابیطالب اور نوفل بن حارث اور آنحضرت کا داماد ابو العاص بھی تھا۔ عباس کے ہاتھ بہت سخت بندھے ہوئے تھے بیچینی سے کراہ رہے تھے انکی آواز سے آنحضرت بھی رات کو بیچین رہے ایک صحابی نے آنحضرت کی بیچینی دیکھکر عباس کے ہاتھ ڈھیلے کر دیے عباس کو سکون ہوا جب آنحضرت کو معلوم ہوا کہ عباس کے ساتھ رعایت کی گئی ہے تو حکم دیا کہ سب قیدیوں کے ہاتھ ڈھیلے کردو۔

اب یہ بحث پیدا ہوئی کہ قیدیوں کے ساتھ سلوک کیا کیا جائے۔ حضرت ابو بکر کی رائے فدیہ لیکر چھوڑ دینے کی تہی اور حضرت عمر نے کہا کہ گردن مار دیے جائیں۔ اور کہا کہ میرے عزیز میرے حوالہ ہوں عقیل اپنے بہائی علی کے اور عباس حمزہ کے حوالہ ہوں وہ اُنکو قتل کریں۔ تاکہ معلوم ہو جائے۔ کہ کفار کے ساتھ مسلمانوں کو کوئی ہمدردی نہیں ہے[2]۔ اُسوقت جبرئیل

---

[1] جس کا نام قلیب تہا۔ حضرت نے وہاں جاکر اُن کفار کو نام بنام پکارا اور فرمایا کہ آیا تم خوش ہوتے ہو کہ فرمانبرداری کرتے خدا و رسول کی اب کہ پردہ پڑ گیا اور تمنے عذاب کو دیکھا۔ اسپر عمرؓ نے کہا رسول اللہ کیسی باتیں کرتے ہو ایسے لوگوں سے کہ جنمیں جان نہیں ہے۔ فرمایا قسم خدا کی کہ تم انسے زیادہ سننے والے نہیں ہو اس بات کو جو میں کہہ رہا ہوں وہ سنتے ہیں مگر جواب نہیں دیتے (مدارج و روضۃ الاحباب) نیز صاحب مدارج لکھتے ہیں کہ حضرت جسوقت صفیں درست کر رہے تھے حضرت کے ہاتھ میں ایک تیر تھا سواد بن عزیہ صحابی صف سے کچھ باہر نکلے ہوئے تھے حضرت نے تیر سے اُنکے سینہ کی طرف اشارہ کرکے کہا اے سواد برابر ہو جا سواد نے صف کو درست کرکے عرض کیا حضرت آپکے تیر سے مجھے صدمہ پہنچا اسکا انتقام چاہتا ہوں فوراً آپنے سینہ کھولدیا۔ اور فرمایا انتقام لیلے اُس نے دوڑکر بوسہ لیلیا حضرت نے وجہ پوچھی اُس نے کہا میں ابھی شہید ہوتا ہوں آپکے تیر کے اشارہ سے معلوم ہوا اسلئے چاہا کہ آپکے جسم مبارک کو مس کرلوں [2] روضۃ الاحباب وغیرہ مگر طبری میں ہے کھولدیا۔ [3] علامہ عباسی اپنی تاریخ اسلام میں لکھتے ہیں کہ مسلمانوں کا وہ فرقہ جو حضرت عمر کی خوبیاں سُننی پسند نہیں کرتا وہ اس امر کو تسلیم نہیں کرتا کہ آنحضرت کے وقت میں حضرت عمر صائب الرائے سمجھے جاتے تہے وہ کہتا ہے کہ عمر جنگ کے کام کے نہ تہے اُنہوں نے لڑائی میں کبھی ہتیار نہیں اُٹھایا۔ ہاں قید یا مجبوری کی حالت میں کوئی اُنکے سامنے پیش ہوا تو اُسکی گردن اُڑا دینے میں بڑے مرد تھے ۶ ہر کسے را بہر کارے ساختند۔ یہ ضرور نہیں کہ ایک شخص میں قوت انتظامی اور قوت بازو دونوں باتیں ہوں۔ اسمیں کلام نہیں کہ غزوات نبی کے رستم حضرت علی بن ابیطالب تہے فتوحات میں جو کارہائے نمایاں اُنہوں نے دکھائے صفحہ روزگار سے مٹ نہیں سکتے۔ لیکن اسکے ساتھ ہی اس سے بھی انکار نہیں ہوسکتا کہ حضرت عمر نے رسول اللہ اور ابو بکر کے زمانہ میں وزیر ہوکر اور خود اپنے وقت میں حکمران ہوکر اسلام کے ساتھ جو سلوک کئے وہ زبانوں سے نہ کہے جائیں لیکن کتابوں کے صفحوں سے تو

نازل ہوئے اور کہا کہ فدیہ لینے اور قتل کرنے دونوں میں اختیار دیا گیا ہے لیکن اگر فدیہ لوگے تو دوسرے سال اتنے ہی تمہارے آدمی قتل اور اسیر ہونگے اصحاب نے کہا کہ ہمیں دوسرے سال قتل ہونا اور اسیر ہونا قبول ہے آپ فدیہ ہی لے لیجئے۔ اسیر رسول اللہ نے اسیروں کو فدیہ پر چھوڑنا منظور کر لیا (خمیس روضۃ الاحباب - ترمذی - حیات القلوب)

جب اسیران بدر کی خبر اہل مکہ کو پہنچی تو اُنہوں نے اپنے اپنے رشتہ داروں کو روپیہ بھیجکر چھوڑا لیا۔ کچھ لوگ ایسے بھی تھے جو زر فدیہ دے نہ سکتے تھے اُن سے صرف یہ اقرار لیکر چھوڑ دیا گیا کہ پھر کبھی مسلمانوں کے مقابلہ میں نہ آئیں کچھ خواندہ قیدی اس شرط پر رہا ہوئے کہ ہر ایک انصار کے دس دس لڑکوں کو فن کتابت تعلیم کرے مگر نضر بن حارث اور عقبہ بن ابی معیط رہا نہیں کئے گئے کیونکہ جب پیغمبر خدا مکہ میں تھے تو جسوقت حضرت قرآن پڑھتے تھے نضر کہا کرتا تہا کہ محمدؐ اگلوں ہی کے قصے بیان کیا کرتا ہے کوئی نئی بات نہیں بوتا - اور عقبہ بن ابی معیط وہی شخص تھا جو آنحضرت کی جان کا لاگو ہوا تھا - اور جس نے آنحضرت پر نماز پڑھتے ہوئے نشیمہ ڈالا تہا - پس بدر سے مراجعت کے وقت جب مقام صفرا میں پہنچے تو آنحضرت نے حضرت علی سے اِن دونوں کو قتل کرا دیا - (روضۃ الاحباب)

اسیران بدر میں سے عباس بھی تھے اِنکو ابو الیسر نے جو ایک منحنی سا چھوٹے قد کا آدمی تہا گرفتار کیا تھا حالانکہ حضرت عباس بڑے جسیم و شحیم اور قد آور جوان تھے جب اُن سے طنزاً کہا گیا کہ آپ ایسے چھوٹے سے شخص کے ہاتھ گرفتار ہوگئے بولے وہ مجھے اسوقت مثل پہاڑ کے معلوم ہوتا تھا - جب عباس سے زر فدیہ مانگا گیا تو اُنہوں نے کہا میں مسلمان تھا مجھے بلا فدیہ چھوڑنا چاہیئے مجبوراً کفار کے ساتھ آیا تھا - اُن کی طرف سے جنگ میں شریک نہ تھا - حضرت نے فرمایا کہ یہ فیصلہ کرنا مشکل ہے کہ کفار کے ساتھ ہتیار کرنے والے کون کون تھے اور بروایت روضۃ الاحباب طبری حضرت نے فرمایا کہ تمہارے اسلام کا حال تو خدا ہی کو معلوم ہے اگر تم مسلمان تھے تو اسکی جزا خدا سے پاؤگے ظاہر تو تم ہمارے دشمنوں کے ساتھ ہمسے لڑنے ہی آئے تھے تمکو چار فدیے دینے چاہئیں اپنا اپنے بھتیجوں عقیلؑ اور نوفل کا اور اپنے حلیف عتبہ بن عمرو بن جحدم کا - عباس نے کہا میرے پاس کیا رکھا ہے کہاں سے دوں کیا تیرا چچا بھیک مانگے - حضرت نے فرمایا وہ سونا جو مکہ سے نکلتے وقت اپنی زوجہ ام الفضل کے پاس رکھوا آئے ہو وہ کیا ہوا - عباس نے کہا تمنے کیونکر جانا - فرمایا خدا نے مجھے خبر دی - کہا سچ کہتے ہو اور اس سونے کے سپرد کرنیکا حال تو سوائے خدا کے کسیکو معلوم ہی نہیں اشہد ان لا الہ الا اللہ و اشہد انک رسول اللہ اور چاروں کے فدیہ ادا کر دیئے بعض مورخین کا قول ہے اور ایرونگ نے بہی لکھا ہے کہ عباس آنحضرت سے مخفی طور پر ملے ہوئے تھے اور بطور جاسوس کے قریش مکہ کے حالات اور خبریں مخفی طور پر لکھ لکھ کر آنحضرت کو بھیجتے تھے اُسوقت عباس اور عقیل علانیہ مسلمان ہو گئے (حبیب السیر)

ابو العاص کے چھڑانے کے واسطے زینب بنت رسول نے علاوہ اور مال کے اپنی ہیکل بھی فدیہ میں بھیجی تہی - یہ ہیکل وہ تہی جو حضرت خدیجہ نے جہیز میں دی تہی ہیکل کو دیکھکر حضرت کو خدیجہ یاد آئیں اور آپ کسیقدر متاثر ہوئے مسلمانوں سے پوچھکر حضرت نے ہیکل واپس کر دی - اور ابو العاص کو اس وعدہ پر رہا کیا کہ مکہ جاتے ہی زینب کو مدینہ روانہ کر دے زید بن حارثہ اُسکے ساتھ کر دیئے گئے کہ وہ بطن یاجج میں ٹھہرے رہیں اور ابو العاص نے اپنے بھائی کنانہ بن الربیع کے اونٹ پر زینب کو زید کے پاس بھیجدیا زید وہاں سے زینب کو مدینہ میں لے آئے - پس زینب آنحضرت کے پاس اور ابو العاص مکہ میں رہنے لگے

ملہ کسیکا فدیہ ہزار درہم سے کم اور چار ہزار سے زیادہ نہ تہا روضۃ الاحباب ملہ طبری نے کلبی سے لکہا ہے کہ عقیل کے بڑے بھائی طالب مجبور قریش کے ساتھ بدر میں آئے تہے مگر بعد میں نہ کشتہ میں اُنکا پتہ لگا نہ اسیروں میں نہ گھر واپس گئے اسوقت سے غائب ہو گئے ملہ الکمال ابن طبری اور استیعاب میں ہے کہ عباس قدیم الاسلام تہے اپنے اسلام کو چھپاتے تہے فتح مکہ کے دن اپنا اسلام ظاہر کیا - اور عقیل صلح حدیبیہ سے پہلے اسلام قبول کرکے آنحضرت کی خدمت میں حاضر ہوئے ملہ کفار کو جب زینب کی روانگی کی خبر ہوئی تو تعاقب کیا اور ہبار بن اسود نے آگے بڑھکر نیزہ سے ڈرایا دختر رسول حاملہ تہی اُسکا حمل اسی خوف کے ساقط ہو گیا - غرض بدقت تمام زید بن حارثہ تک پہنچایا گیا اور وہ مدینہ لے آئے (تاریخ الخمیس و طبری)

یہانتک کہ قبل فتح مکہ ابوالعاص شام سے مال تجارت لئے ہوئے مکہ آتا تھا راستہ میں حضرت کا سریہ ملگیا اسباب لوٹ لیا کچھ لوگ گرفتار ہیں آگئے ان میں ابوالعاص بہی تھا اس موقع پر اُس نے اسلام قبول کر لیا اور اُسکی بیوی اُسکے حوالہ کر دی گئی۔

(۲۹) قیدیوں سے سلوک صدر اسلام میں قیدیوں کے ساتھ بہت اچھا اور نرمی کا سلوک کیا جاتا تہا۔ ابوعزیز بن عمرو بن ہاشم کا بیان ہے کہ جب ہم لوگ قید ہو کر بدر سے آئے تو میں انصار کے ایک گروہ کی حفاظت میں رکھا گیا دو نو وقت مجھے کھجوریں اور روٹیاں کہانے کو ملتی تہیں۔ علاوہ اسکے جو شخص اُدہر سے گزرتا تہا اور اُسکے ہاتھ میں کوئی چیز کہانیکی ہوتی تہی تو وہ ضرور اُس میں سے کچھ حصہ مجھکو دیدیتا تہا۔

(۳۰) غنیمت بدر حضرت نے تین رات میدان بدر میں اقامت فرما کر مال غنیمت لیتے ہوئے مدینہ کی طرف مراجعت کی راستہ میں مقام الصفراء پر پہنچکر بدر کی غنیمت میں سے ایک خمس خدا و رسول کا علیحدہ کر کے باقی چار خمس مسلمانوں میں برابر تقسیم کر دیا۔ صاحب روضۃ الاحباب طبری ایرونگ اور بعض دیگر مورخین نے لکھا ہے کہ مال غنیمت میں سے ایک تلوار جسے ذوالفقار کہتے تھے اور جو منبہ بن حجاج کی ملکیت تہی آنحضرت کے حصہ میں آئی۔ اور وہ آنحضرت نے علی ابن ابیطالب کو عطا فرمائی[۵] غنیمت کی مساوی تقسیم سے اسلامی فوج میں ناراضی پیدا ہوئی۔ وہ جو لڑائی میں زیادہ جانبازی کر چکے تھے اور جنہوں نے لوٹنے میں زیادہ مستعدی اور چستی کی تہی معترض ہوئے کہ ہمکو اُن بڈہوں کی مانند جو صرف کیمپ کی نگہبانی میں رہے اور جو صف جنگ سے علیحدہ رہے برابر کیوں دیا گیا۔ مگر سیل اپنے قرآن کے ترجمہ میں لکھتا ہے کہ تقسیم بالکل صحیح اور درست تہی حضرت داؤد نے جب قوم عمالقہ سے غنیمت ہاتھ آئی تہی تو اسیطرح تقسیم کی تہی۔

(۳۱) مراجعت غنیمت تقسیم کر کے حضرت نے مدینہ کی طرف مراجعت کی اور ۱۹ دن اور بروایتے ۱۵ دن کی غیر حاضری کے بعد مدینہ میں داخل ہوئے۔ اس دوران میں رقیہ بنت رسول زوجہ عثمان جو بیمار تہیں انتقال کر گئی تہیں۔

(۳۲) کفار مکہ کو شکست بدر کی خبر پہنچی کفار مکہ کو جب اس شکست کی خبر پہنچی اور ساتھ ہی فراریوں کا گروہ آیا سب سناٹے میں رہ گئے کیونکہ کتنے ہی گہر ویران اور کتنے ہی بچے یتیم ہو گئے تھے کتنے ہی عورتیں رانڈ ہو گئی تہیں۔ اسباب جاتا رہا رازقہ پر اثر پڑا۔ ابولہب تو اس خبر وحشت اثر سننے کے بعد ۷ دن یا ۹ دن تک بیمار رہ کر داخل دارالبوار ہوا مگر وہ لوگ خاموش نہیں ہو رہے بلکہ اپنی خجالت مٹانے کے فکر میں ہوئے اور صلاح کی کہ ایک دفعہ اور تیاری سے لڑیں۔ اب بجائے ابوجہل کے ابوسفیان کو مفسدین کا سردار سمجھنا چاہیئے۔ شکست کہانیوالوں میں وہ ایک طرح سردار تھا ہی۔ اسلئے اُس مجلس کا بہی سردار ہوا جسمیں رسول اللہ سے دوبارہ لڑنے کی تیاریاں ہو رہی تہیں۔ کفار قریش نے حکم دے رکھا تھا۔ کہ کسی کے گھر ماتم نہ ہو کیونکہ مسلمانوں کو خبر پہنچے گی تو وہ اور خوش ہوں گے۔ چنانچہ اسود قریشی کے تین بیٹے مارے گئے تھے یہ بڈہا اپنے قوم کے خوف سے رو نہ سکتا تھا۔ جب لڑکوں کا غم مجبور کرتا تو جنگل میں تنہائی میں جا کر رو آتا۔

(۳۳) سریہ سالم بن عمیر ۲۵ رمضان ۲ھ مدینہ میں بہی مسلمانوں کے دشمن موجود تھے گو مثل مکہ والوں کے سخت نہ تھے مگر مضرت پہنچا سکتے تھے لوگوں کو بہکاتے اور اسلام کی ہجو کرتے تھے اور اہل مدینہ کو مسلمان ہونے سے روکتے تھے۔ منجملہ اُنکے عصماء بنت عمران ایک عورت تہی کہ مسلمانوں کو بہت برا کہتی تہی جب مسلمان بدر کو روانہ ہوئے تھے تو اُسکی

---

[۵] ذوالفقار کی نسبت امامیہ میں امام رضا علیہ السلام سے حدیث میں وارد ہوا ہے کہ یہ تلوار آسمان سے جبرئیل ؑ آنحضرت کے پاس لیکر نازل ہوئے تہے اور اسکا حلقہ چاندی کا تہا فرماتے ہیں "اب وہ میرے پاس ہے"۔ آنحضرت نے حضرت علی کو دیدی تہی اور اس سے وہ پہلے پہل احد میں لڑے تہے (مجمع البحرین)، حکیم سنائی نے حدیقہ میں اور صاحب مناقب مرتضوی نے بہی آسمان ہی سے نازل ہونا لکھا ہے۔

زبان اور بھی بے لگام ہو گئی تھی۔ عمیر بن عدی ایک نابینا انصاری تھا جو شریک بدر نہ ہوا تھا۔ جب مسلمان بدر سے واپس آئے تو رات کو اُسکے گھر پہنچا اور خنجر سے اُس عورت کو ہلاک کیا۔ اسیطرح ابوعفک ایک اور دشمن حضرت صلعم کا مدینہ میں تھا اُسکو سالم بن عمیر نے رات کو مار ڈالا۔ ابوعفک کی عمر ۱۲۰ برس کی تھی +

علامہ عباسی اپنی تاریخ اسلام میں لکھتے ہیں کہ ابتدا میں اسلام کی حالت ایسی ہی تھی کہ بغیر فوجی قانون جاری کئے کام نہ چلتا اگر دو چار شخص ابوجہل جیسے یہاں بھی پیدا ہو جاتے تو مسلمانوں کا رہنا دشوار ہو جاتا۔ اسلئے اہل مدینہ اور اُس کے اطراف کے یہودیوں سے جب کوئی زیادتی ہوتی تو پھر بدلہ لینے میں مسلمان تامل نہ کرتے تھے۔ لیکن وہ کسی حالت میں انصاف تہذیب و اعتدال سے تجاوز نکرتے تھے۔ ایک بات یہ بھی تھی کہ مدینہ میں آنحضرت کی حالت سلطان وقت کی سی تھی اور سلطان وقت کے خلاف سازش کرنے والے باغیوں کو سزا دینا ہر حالت میں ضرور ہوتا ہے +

(۳۴) غزوہ قرقرۃ الکدر شوال سنہ ۲ھ | عراق اور مکہ کی راہ میں مدینہ سے تین منزل کے فاصلہ پر یہ مقام واقع ہے۔ مسلمانوں کو خبر پہنچی کہ وہاں بنوسلیم اور بنوغطفان فساد کے لئے جمع ہوئے ہیں۔ آنحضرت نے اُنپر چڑھائی کی۔ لواء اسلام علی کے ہاتھ میں تھا وہ لوگ تو بھاگ گئے مگر اُن کے چرواہے ۵۰۰ اونٹ سمیت گرفتار ہوئے حضرت مدینہ واپس آئے۔ مال غنیمت مسلمانوں میں تقسیم کر دیا گیا ان چرواہوں میں سے یسار نام ایک غلام تھا وہ مسلمان ہوا حضرت نے اُسے آزاد کر دیا +

(۳۵) غزوہ بنی قینقاع ذیقعدہ سنہ ۲ھ | عرب میں نہ کوئی بادشاہ تھا نہ کوئی بادشاہی قانون اپنے اپنے قبیلہ کا ہر سردار اُسکا حکمراں ہوتا تھا۔ قبیلوں میں آپس میں معاہدے ہوتے تھے جنکے موافق آپس میں برتاو ہوتا تھا جب مسلمان مدینہ میں آئے تو اُنہوں نے بھی قبائل قرب و جوار سے دستور کے موافق معاہدے کئے کہ ایک دوسرے کا برا نچاہیں اور باہم مراسم احترام قایم رکھیں۔ مدینہ میں بنی خزرج کے یہودیوں کا ایک قبیلہ بنی قینقاع تھا جو مسلمانوں کے عروج سے بہت حسد کرتا تھا۔ یہ اول یہود ہیں جنہوں نے پیغمبر خدا کا عہد توڑا مسلمانوں سے بے ادبیاں شروع کر دیں ایک مسلمان عورت کے چھیڑنے پر فریقین کا ایک ایک آدمی مارا گیا۔ پیغمبر خدا نے اُنکو بلا بھیجا۔ اور اُن سے بآشتی گفتگو کی۔ مگر اُنھوں نے کچھ خیال نہ کیا اور بگستاخی کلام کئے۔ آخر لڑائی کی ٹھہر گئی۔ جب مسلمان پہنچے وہ اپنے قلعہ میں متحصن ہو گئے۔ ۱۵ دن محصور رہ کر باہر نکلے اسیر ہوئے۔ حضرت اُنکو قتل کرانا چاہتے تھے کہ عبداللہ بن ابی بن سلول خزرجی منافق نے حضرت کو بگستاخی مجبور کیا اور اُنکی جاں بخشی کرائی۔ مگر ایرونگ لکھتا ہے کہ ۷۰۰ سو آدمی شام کی طرف جلاوطن کر دیے گئے۔ اور اُنکا سب اسباب لوٹ لیا گیا۔ جو مسلمانوں کو بعد کی لڑائیوں میں بہت کام آیا۔ اس غزوہ میں حمزہ علمدار تھے +

(۳۶) غزوہ سویق ذیحجہ سنہ ۲ھ | بدر کی شکست اور مقتولوں کا ابوسفیان کو اسقدر رنج ہوا تھا کہ اُس نے قسم کھائی تھی کہ جبتک محمدؐ سے نہ لڑونگا اُسوقت تک خوشبو سونگھوں گا اور نہ عورت کو ہاتھ لگاؤنگا۔ پس ماہ ذیحجہ میں دو سو سوار لیکر لڑنے نکلا۔ مقام عریض پر جو مدینہ سے ۳ میل کے فاصلہ پر واقع ہے ایک انصار اور اُسکے مزدور کو مار کر اور چند خوشے کے درختوں اور گھروں میں آگ لگا کر اُسنے اپنی قسم اُتاری۔ آنحضرت کو خبر ہوئی تو ابولبابہ بن عبدالمنذر کو مدینہ میں نائب چھوڑ کر ابوسفیان کے تعاقب میں روانہ ہوئے۔ ابوسفیان بھاگا اور بھاگتے ہوئے بار ہلکا کرنیکی غرض سے سویق (ستو) کے بورے گراتا گیا اس غزوہ میں مسلمانوں کو ستو کے سوا کچھ اور ہاتھ نہ آیا۔ اسی لئے یہ غزوہ غزوہ سویق کے نام سے مشہور ہوا +

(۳۷) تحویل قبلہ نصف شعبان سنہ ۲ھ | اسی سال نصف رجب روز دوشنبہ یا نصف شعبان کو پیغمبر خدا ظہر کی نماز پڑھا رہے تھے

دوسری رکعت کے رکوع میں تھے کہ دفعتہً حضرت کعبہ کی طرف پھر گئے وہ لوگ جو حضرت کے مقتدی تھے فوراً حضرت کے ہمراہ ہی وہ بھی پھر گئے۔ اور نماز ہی میں رہے۔ اسکے بعد مسجد قبا اور مسجد نبوی کے قبلوں میں ترمیم کی گئی جن کا رخ بیت المقدس کی طرف تھا ... مگر ابن خلدون لکھتا ہے کہ آنحضرت نے منبر پر چڑھکر خطبہ پڑھا اور دو رکعت نماز کعبہ کی طرف رخ کرکے پڑھی۔ ہمکو ابن خلدون کی یہ روایت صحیح معلوم نہیں ہوتی کیونکہ اسوقت تک منبر کی تیاری کسی تاریخ سے ثابت نہیں ہوتی + مکہ میں قبلہ کے رخ کا اختلاف ہے بعض کہتے ہیں کوئی قبلہ نہ تھا مگر اکثر نے لکھا ہے کہ بیت المقدس کی طرف منہ کرکے اسطرح نماز پڑھتے تھے کہ کعبہ بیچ میں ہوتا تہا +

(۳۸) سنہ ۲ھ کے مختلف واقعات (۱) اسی سال ماہ شعبان میں رمضان کے روزے فرض ہوئے اور فطرہ اور عید الفطر کا حکم ہوا (۲) غزوہ بنو قینقاع سے واپس آنے پر نماز عید الضحےٰ اور قربانی کا حکم ہوا اور عید الضحےٰ کی نماز واجب ہوئی۔ خمس (اور بروایتے زکوٰۃ بھی) اسی سال فرض ہوئی (۳) صوم یوم عاشورہ جو محرم سنہ ۲ھ میں فرض ہوا تھا وہ اسی سال ماہ شعبان میں فرض رمضان نازل ہونیسے اختیاری رہ گیا + (۴) جس روز رسول صلعم نے مشرکین بدر پر فتح حاصل کی۔ اُسی روز رومیوں نے ایرانیوں کو شکست دی اس فتح سے رومیونکی اہل کتاب ہونیکی وجہ سے مسلمان خوش ہوئے (۵) اسی سال درمیان بکر بن وائل اور لشکر کسریٰ پرویز کے جسکا سپہ سالار ہامرز تھا ذیقار پر لڑائی ہوئی۔ ایرانیوں کو شکست فاحش ہوئی ہامرز اور بہت سے ایرانی مارے گئے (۶) وفیات۔ ماہ ذیحجہ میں۔ عثمان بن مظعون فوت ہوئے یہ اول مہاجر ہیں جو مدینہ میں مرے حضرت کے حکم سے بقیع میں دفن کیئے گئے۔ اسی سال اُمیۃ بن ابی صلت نے جسکا اصلی نام عبد اللہ بن ربیعہ تھا اور سرداران کفار سے تھا وفات پائی۔ کتب انبیا اُس نے سب پڑہی تہیں اور جانتا تہا کہ ایک نبی مبعوث ہوگا مگر چاہتا تہا کہ میں خود نبی ہوتا۔ اس حسد سے آنحضرت کی نبوت کا انکار کیا وہ ملک شام تک گیا تہا۔ جب وہاں سے پھر کے آیا لوگوں نے اُس سے کہا کہ اس کنوئیں میں جنگ بدر کے مقتولوں کی لاشیں پڑی ہیں۔ اُنہیں اُمیہ کے ماموں زاد بھائی شیبہ اور عتبہ بھی تھے اُنکی لاشیں دیکھکر اُس نے بہت ماتم کیا +

سنہ ۳ھ (۲۴ جون ۶۲۴ء سے ۱۱ جون ۶۲۵ء تک)

(۳۹) قتل کعب بن اشرف ۱۴ ربیع الاول (؟) — (۳۹) قتل کعب بن اشرف ۱۴ صفر سنہ ۳ھ کعب بن اشرف ایک یہودی شاعر بڑا ہی بدذات اور مالدار آدمی تہا۔ مدینہ کے قریب ہی ایک بلند مقام پر قلعہ میں رہتا تھا۔ اپنی قوم کا سردار تھا۔ جنگ بدر کے بعد مکہ میں گیا اور اپنی سحر بیانی سے مقتولین بدر کے اوصاف اور اُنکے غم میں اشعار پڑھکر قریش کو مسلمانوں سے بدلہ لینے پر برانگیختہ کرتا تہا۔ یہانتک کہ مدینہ میں بھی آکر سر راہ اُن مسلمانوں کے سامنے پڑہتا جو مقتولین بدر کے رشتہ دار تھے۔ رسول اللہ کی ہجو کرتا مسلمان عورتوں کے بارے میں عشقیہ شعر کہتا تہا آخر ایک دن حضرت نے تنگ آکر فرمایا کہ کون ہے جو مجھے ابن اشرف سے چھٹکارا دلائے۔ چند ہی روز بعد ۱۴ صفر کو بنی اوس میں سے ایک انصار نے اُسے قتل کر ڈالا۔ اُسکا سر توبڑہ میں مدینہ میں لایا۔ یہ اول سر اسلام میں لایا گیا ہے (خمیس) + +

(۴۰) قتل ابو رافع بن ابو حقیق جمادی الثانی سنہ ۳ھ ابو رافع سلام بن ابو حقیق یہودی جو کعب بن اشرف کی طرح اسلام اور اسلامیوں کا مخالف اور آنحضرت کا جانی دشمن تھا نواحی خیبر میں رہتا تھا اور مشرکوں کو مال سے مدد دیتا تھا آنحضرت کے حکم سے عبد اللہ بن عتیک نے تین اور آدمیوں کے ساتھ جاکر رات کے وقت اُسکے دروازہ پر آواز دی اُسنے دروازہ کھولا یہ مارکر واپس آئے بعض نے یہ واقعہ رمضان سنہ ۶ھ میں اور بعض نے سنہ ۴ھ میں لکھا ہے +

(۴۱) غزوہ غطفان ۱۲ ربیع الاول سنہ ۳ھ ۱۲ ربیع الاول کو ہجرت کا پچیسواں مہینہ شروع ہوا تھا کہ غزوہ غطفان جسکو

غزوہ ذی امر بھی کہتے ہیں واقع ہوا ذی امر مدینہ سے تھوڑے فاصلہ پر نجد کیطرف واقع ہے۔ جب حضرت کو معلوم ہوا کہ یہاں کچھ یہود اسلئے جمع ہوئے ہیں کہ مسلمانوں پر اچانک حملہ کریں آنحضرت نے خود پیشقدمی کی ساڑھے چارسو آدمی کی جمعیت ساتھ لیکر موقع پر جا پہنچے یہود پہاڑوں میں جا چھپے اور سامان مخلد بالطبع ہوکر ادہر ادہر منتشر ہوگئے چوتھے دن آنحضرت ایک درخت کے نیچے تنہا سوتے تھے کہ ایک یہودی دعثور تیغ بکف پہاڑ سے اترا اور کہنے لگا کہ اب بتاؤ تمہیں کون بچائیگا۔ آنحضرت نے کہا اللہ تعالی۔ یہ سنتے ہی اسپر کچھ ایسی ہیبت چھائی کہ تلوار اسکے ہاتھ سے گر پڑی۔ آنحضرت نے اسکی تلوار ہاتھ میں لیکر پوچھا کہ اب بتاؤ تمہیں کون بچائیگا۔ اس یہود کے منہ سے نکلا اشہد ان لا الہ اللہ و اشہد ان محمد رسول اللہ۔ یعنی وہی اللہ جس نے اپنے رسول کو بچایا وہی مجھے بچائیگا۔ اس غزوہ میں نہ کوئی لڑائی ہوئی نہ کچھ مال ہاتھ آیا۔ حضرت عثمان کو مدینہ میں نائب چھوڑا تھا۔ حضرت ۱۱ دن کی غیر حاضری کے بعد مدینہ میں داخل ہوئے۔ (خمیس و اِرونگ غزوہ)

(۴۲) غزوہ بنی سلیم جمادی الاول ۳ھ | اسی کو غزوہ بحران[1] بھی کہتے ہیں۔ سبب اسکا یہ ہوا تھا کہ بہت سے بنی سلیم مسلمانوں پر حملہ کرنے کی غرض سے جمع ہوئے تھے۔ حضرت کو معلوم ہوا تو تین سو اصحاب کے ساتھ چڑھ گئے مگر وہ لوگ متفرق ہوگئے اور لڑائی نہیں ہوئی۔ ابن ام مکتوم کو مدینہ میں نائب چھوڑا تھا۔ دس دن کی غیر حاضری کے بعد واپس آئے۔

(۴۳) سریہ قردہ ہلال جمادی الآخر ۳ھ | قردہ[2] نواح نجد میں واقع ہے۔ جب مکہ والوں کو معلوم ہوا کہ مدینہ کے مسلمان ہماری تاک میں رہتے ہیں تو انہوں نے نواحی مدینہ کا راستہ چھوڑکر مدینہ کے مشرق یعنے نواح نجد سے عراق کی طرف سے شام جانیکا راستہ مقرر کیا۔ چنانچہ اسی راستہ سے قافلہ جارہا تھا ابوسفیان اور صفوان بن امیہ بھی انہیں تھے۔ مسلمانوں کو بھی اس قافلہ کا پتہ لگ گیا۔ آنحضرت نے زید بن حارثہ کو روانہ کیا۔ قریش بھاگ گئے اتنا نقد و جنس مسلمانوں کے ہاتھ آیا کہ خمس اسکا ۲۰ یا ۲۵ ہزار درہم تھا۔ (خمیس)

(۴۴) غزوہ احد[3] ۱۵ شوال ۳ھ یوم شنبہ | جوں جوں مدینہ میں آنحضرت کا اقتدار بڑھتا جاتا تھا مکہ والوں کی دشمنی زیادہ ہوتی جاتی تھی۔ ابوسفیان اس متبرک شہر کا سردار تھا اور اسکی بیوی ہندہ کی بیچین طبیعت ہمیشہ اسکو لڑنے پر اکساتی رہتی تھی۔ خصوصا اس سبب سے کہ اسکے باپ بھائی اور چچا جنگ بدر میں مارے جاچکے تھے اور وہ انکے خون کا بدلہ لینا چاہتی تھی۔ ادہر عکرمہ بن ابوجہل اپنے باپ کے انتقام پر تلا ہوا تھا۔ غرض یہ کہ قریش نے جو بدر میں شکست کھائی تھی اس کا بدلہ لینے کی آگ انکے سینوں میں بھڑک رہی تھی۔ پس ابوسفیان نے ۳ ہزار فوج لیکر مدینہ پر چڑھائی کی۔ اس فوج میں زیادہ تر قریش تو تھے ہی عرب کے دیگر قبائل بنی کنانہ اور بنی تہامہ بھی شریک تھے انمیں سات سو زرہ پوش اور دو سو گھوڑے اور ۳ ہزار اونٹ تھے۔ ایک حصہ کا عکرمہ بن ابوجہل اور ایک حصہ کا خالد بن ولید سردار تھا۔ علم بنی عبد الدار آگے آگے لئے جاتے تھے یہ بھی قریش ہی کی نسل کے تھے۔ جنکو موروثی طور پر مشورہ میں سب سے اول موقع اور لڑائی میں سب سے اول صف اور فوج کے آگے جھنڈا لیجانے کا حق حاصل تھا۔ فوج کے پیچھے پیچھے غضبناک ہندہ مکہ کی ۱۵ اشراف زادیوں کے ساتھ چلی آتی تھی۔ جنکے رشتہ دار جنگ بدر میں مارے گئے تھے۔ یہ عورتیں دف ہاتھوں میں لئے مقتولین جنگ بدر پر روتی اور مسلمانوں سے لڑنیکے واسطے مشرکوں کو برانگیختہ کرتی جاتی تھیں۔ جب قصبہ ابوا[4] کی طرف سے انکا گذر ہوا جہاں کہ آنحضرت کی والدہ آمنہ مدفون ہیں تو ہندہ نے قبر سے حضرت آمنہ کی ہڈیاں نکالنی چاہیں مگر بدشواری اس فعل زشت سے باز رکھی گئی۔ یہ لوگ بدھ کے روز ۴ ماہ شوال کو مقام ذوالحلیفہ میں جو مدینہ کے مقابل ۵ میل کے فاصلہ پر احد کے قریب واقع ہے

[1] یہ مقام نواح فرع میں واقع ہے جو ربذہ کے قریب مدینہ سے ۸ منزل پر مکہ کے راستہ پر واقع ہے (معجم البلدان)۔ [2] مواہب میں قردہ اور خلاصۃ الوفا میں قرود لکھا ہے (خمیس)۔ یاقوت نے معجم البلدان میں دونوں طرح لکھا ہے اور کہتا ہے کہ یہ ایک چشمہ ہے۔ لا قو نجد میں۔ [3] مدینہ سے چھ میل یا ایک فرسخ کے فاصلہ پر پہاڑ

اگر اُترے + بروایت روضۃ الاحباب آنحضرت کے چچا عباس نے جو ابتک مکہ ہی میں رہتے تھے اور قریش اُنکو ابتک اسلام کا مخالف ہی سمجھتے تھے یہ خیال کرکے کہ اگر اتنی بڑی فوج یک بیک بیخبری میں جا پڑیگی تو مسلمانوں کی تباہی کا باعث ہوگی مخفی طور پر ایک تیز رو راز دار قاصد بھیجکر آنحضرت کو اس خطرہ سے مطلع کر دیا۔ جب عباس کا قاصد پہنچا ہے تو آنحضرت قبا میں تشریف رکھتے تھے فوراً مدینہ میں تشریف لائے اور اصحاب خاص سے مشورہ کیا کہ آیا مدینہ سے نکلکر اُنکا مقابلہ کریں یا مدینہ ہی میں رہیں حضرت کی اپنی رائے یہ تہی۔ اور عبد اللہ بن اُبے بن سلول نے بہی یہی رائے دی کہ مدینہ میں بیٹھے ہوئے قریش کے حملہ کا انتظار کریں شہر کے اندر اُنکو لڑنا مشکل ہوگا کیونکہ ہماری فوج بہت کم ہے۔ یہاں عورتیں بہی پتہروں وغیرہ سے دشمن پر حملہ کرنے میں مدد دینگی بہت سے دیگر صحابہ نے چونکہ جنگ بدر کی فتح سے اُنکے دل بڑہے ہوئے تہے عرض کی کہ یا حضرت میدان میں نکلکر لڑنا اور کافروں کو شکست دینا مناسب ہے۔ آنحضرت نے اسی رائے کو منظور کر لیا۔ مدینہ سے روانہ ہونے لگے تو بعض اشخاص نے سوچا کہ پیغمبر خدا کی رائے سے اختلاف کرنا مناسب نہ تھا۔ آنحضرت نے سُنکر کہا کہ ہتیار باندہ کر کہولڈالنا پیغمبروں کی شان کے خلاف ہے۔ اب جو ہونا تہا سو ہو چکا یہ کہکر حضرت روانہ ہوئے۔ ابن ام مکتوم کو نماز پڑہانیکے لئے مدینہ میں چھوڑا +

حضرت کے ساتھ پورے ہزار آدمی بہی نہ تہے انمیں بہی صرف سو زرہ پوش اور دو سوار تھے ایک خود آنحضرت دوسرے ابو بردہ۔ اِس فوج میں کچھ یہودی[1] اور خزرجی بہی تہے۔ جن کا سردار عبد اللہ بن اُبے بن سلول منافق تہا۔ آنحضرت نے یہودیوں سے مدد لینے سے اِنکار کیا جبتک وہ مسلمان نہو جائیں۔ اور جب اُنہوں نے مسلمان ہونے سے انکار کیا تو حضرت نے فرمایا کہ تم اُلٹے مدینہ چلے جاؤ۔ اسپر عبد اللہ بن ابی ناراض ہوکر اپنے خزرجیوں کو بہی ساتھ لیکر اُلٹا مدینہ چلا آیا اور اسطرح فوج کی تعداد گھٹکر صرف ۷ سو رہ گئی۔ اور حضرت ہفتہ کو صبح کے وقت مقام اُحد پر پہنچے۔ اس چہوٹی سی فوج کو لیکر آنحضرت کوہ احد کی ایک گھاٹی میں جاکر اُترے۔ اُحد کو پس پشت رکہا کوہ عینین کو دست چپ کیطرف اور رُوکو مدینہ کی طرف رکہا کوہ عینین میں ایک تیلا سا درہ تہا وہ محل خطر تھا کہ دشمن وہاں کمین سے حملہ کر سکتا تھا آنحضرت نے عبد اللہ بن جبیر کو پچاس تیراندازوں کے ساتھ مقرر فرمایا کہ اُس درہ کی حفاظت کریں۔ اور وہاں سے ہرگز نہ ٹلیں جبتک آنحضرت کسی آدمی کی معرفت نہ بلائیں خواہ لشکر اسلام بالکل مغلوب ہو جائے خواہ غالب ہو اور دیگر مسلمان لوٹ میں مصروف ہوں مگر تم اس درہ کو ہرگز نہ چھوڑنا۔ بعد اسکے عکاشہ بن محصن اسدی کو میمنہ پر اور ابو سلمہ بن عبد الاسد مخزومی کو میسرہ پر اور ابو عبیدہ بن جراح اور سعد بن ابی وقاص کو مقدمہ یعنی ہراول پر مقداد بن عمرو کو ساقہ پر مقرر فرمایا۔ مصعب بن عمیر جو بنی عبد الدار سے تہے موروثی طور پر علمبردار تھے یعنے لوا اُنکے پاس تہا مگر روایت یعنے آنحضرت کا بڑا علم حسب معمول جناب علی ہی کے پاس تہا[2] (حبیب السیر) روضۃ الاحباب میں ہے مہاجرین کا لوا علی کے پاس یا مصعب بن عمیر کے پاس تھا۔ لشکر کفار بدھ جمعرات اور جمعہ کو ذوالحلیفہ میں رہا ہفتہ کی صبح سے مقام احد پر اسطرح صف آرائی شروع کر دی کہ خالد بن ولید کو میمنہ پر عکرمہ بن ابو جہل کو میسرہ پر اور ابو سفیان کو قلب پر مقرر کیا۔ اور صفوان بن امیہ کو اہد پر و اپنے عمرو بن عاص کو چند آدمیوں کے ساتھ اُسی درہ کے پر جہاں حضرت نے عبد اللہ بن جبیر کو مقرر کیا تہا متعین کیا۔ عبد اللہ بن ربیعہ کو تیراندازوں پہ سردار کیا اور علم طلحہ بن

[1] یہ یہودی عبد اللہ بن اُبے کے حلیف تہے کہ ان سے بوقت خطرہ ایک دوسرے کی مدد کا معاہدہ تہا۔ ابوالفدا وغیرہ نے عبد اللہ کی ناراضی کا یہ باعث لکہا ہے کہ آنحضرت نے اُسکی اس رائے پر عمل نہ کیا تہا کہ مدینہ ہی کے اندر قریش سے لڑا جائے یا باہر نکلیں پس وہ یہ کہکر چلدیا کہ جب حضرت ہماری سنتے ہی نہیں تو ہم بہی حضرت کے ساتھ ہوکر نہیں لڑتے۔ ہمارے خیال میں دونوں باتیں اُسکی واپسی کا باعث ہوئیں (مولف) [2] تمام غزوہ میں رایت علی کو اور لوا یعنے چہوٹا علم کسی دوسرے کو ملا کرتا تہا۔ چنانچہ اس غزوہ میں لواء مہاجرین مصعب کو لواء اوس اسید بن حضیر کو اور لواء خزرج خباب بن منذر یا سعد بن عبادہ کو عطا ہوا تہا (خمیس)

ابی طلحہ کے حوالہ کیا - خود آنجناب ایک خود اور دوہری زرہ پہنے ہوئے تھے - حضرت کی ایک تلوار پر کندہ تھا کہ خوف سے بیعزتی اور ندامت حاصل ہوتی ہے بہادری سے عزت حاصل ہوتی ہے بزدلی سے آدمی اُس آفت سے نہیں بچ سکتا جو اُسکی تقدیر میں لکھی ہے - حضرت نے فرمایا کہ کون ہے جو اس تلوار کو لیوے اور حق اسکا ادا کرے کئی مرد اُسکے واسطے کھڑے ہوئے مگر حضرت نے کسیکو نہ دی یہاں تک کہ ابودجانہ کھڑے ہوئے اور بولے کہ یا حضرت میں اسکا حق ادا کرونگا جبتک اسکی آب اور دھار قایم رہےگی میں اسے برابر چلائے جاؤنگا[۱] پس وہ تلوار حضرت نے ابودجانہ کو عطا فرمائی ۔

ابتداء جنگ اسطرح ہوئی کہ ابوعامر فاسق نے ۵۰ آدمی کی جماعت سے باہر نکلکر مسلمانوں پر تیر برسانے شروع کر دیئے مسلمانوں نے بھی تیروں سے ایسا جواب دیا کہ ابوعامر اور اُسکے ساتھیوں کے پاؤں اُکھڑ گئے - عورتوں نے بڑا شور و غل مچایا مگر بھاگنے والوں نے ایک نہ سنی - یہ دیکھکر طلحہ بن ابی طلحہ علمدار لشکر کفار نے صف سے نکلکر مبارز طلب کیا علی مرتضیٰ مقابلہ کو نکلے اور اُسے مار کر اپنی صف میں آ کھڑے ہوئے بعد اسکے مسلمانوں نے پے در پے حملہ کر کے کفار کی صفوں کو درہم برہم کر دیا - اور حمزہ بن عبدالمطلب نے عثمان بن ابی طلحہ علمدار لشکر کفار کو قتل کر دیا - ابوسعید بن ابی طلحہ نے علم اُٹھایا علی نے قتل کیا پھر کلاب نے یہ بھی قتل ہوا پھر مسافع بن ابی طلحہ پھر اُسکے بھائی جلاس اور حارث پھر ارطاۃ بن شرجبیل پھر شریح بن فارض پھر صواب غلام نے علم اُٹھایا جب اسطرح دس علمدار لشکر کفار کے مارے گئے تو ایک عورت مسماۃ عمرہ بنت علقمہ حارثیہ نے کفار کا علم ہاتھ میں لیا - حضرت حمزہ نے فوج لیکر قلب لشکر پر حملہ کیا ابودجانہ اُنکے دائیں ہاتھ پر تھے - حمزہ سباع بن عبدالعزیٰ سے لڑنے میں مصروف تھے کہ ایک حبشی مسمی وحشی نے جو جبیر ابن مطعم کا غلام تھا اور تاک میں بیٹھا ہوا تھا برچھی میں حملہ کر کے حضرت حمزہ رضی کو شہید کر دیا[۲] اسکے بعد مسلمانوں نے منتشر ہو کر ایسے زبردست حملے کئے کہ کفار میدان سے بھاگے[۳] - گانے والی عورتیں بجائے گانے کے نوحہ وزاری کرنے لگیں اپنے دف ہاتھوں سے پھینکدیئے - اور پائینچے سنبھالتی ہوئی پہاڑ کی طرف بھاگیں - خالد بن ولید نے درہ کی طرف حملہ کرنا چاہا مگر عبداللہ بن جبیر کے تیراندازوں نے روکا - کئی دفعہ ایسا ہی ہوا آخر ناچار ہو کر کمین میں بیٹھ گیا اور موقع کا منتظر رہا - جب کفار بھاگنے لگے اور مسلمانوں کی فتح ہونے ہی کو تھی کہ مسلمان لوٹ میں مصروف ہو گئے یہ دیکھکر درہ کے محافظ بھی آنحضرت کے حکم کو بالائے طاق رکھکر لوٹ میں مشغول ہو گئے - اور عبداللہ کو مع چند مسلمانوں کے شہید ہونے کے واسطے اکیلا چھوڑ دیا - عبداللہ نے بہت روکا حضرت کا حکم یاد دلایا ایک نہ سُنی اور عبداللہ کے پاس پورے دس آدمی نہ ٹھیرے - خالد نے موقعہ پا کر حملہ کر دیا اور عبداللہ اور اُنکے ساتھیوں کو شہید کر ڈالا - اور پیچھے سے مسلمانوں پر آ پڑا - اب بھاگے ہوئے قریش بھی جمع ہو گئے اور مسلمان بالکل دشمن کے ہاتھ میں آ گئے - اور ایسے حواس باختہ ہوئے کہ آپس میں ایک دوسرے کو زخمی اور قتل کرنے لگے - فتح کی شکست ہو گئی - کفار نے مسلمانوں کو قتل کرنا شروع کیا - مصعب بن عمیر بھی عبداللہ بن قمیئہ لیثی کے ہاتھ سے شہید ہو گئے[۴] - رسول صلعم نے اُنکا لوا بھی علی کے سپرد کر دیا - (خمیس و ابن اثیر) حضرت نے

---

[۱] ابودجانہ حقیقت ہی میں بڑے مرد شجاع تھے وہ اپنے عہد پر قایم رہے اور دشمنوں کو مارتے ہوئے اُس جگہ جا پہنچے جہاں ہندہ زوجہ ابوسفیان مع ۱۵ عورتوں کے دف بجاتی اور رجز پڑھ رہی تھی - اور مقتولین بدر پر رو رو کر مردان جنگی کو لڑائی کی ہمت بندھا رہی تھی ابودجانہ نے ہندہ پر تلوار اُٹھائی مگر عورت سمجھکر چھوڑ دیا (مدارج) گھمسان کے وقت ابودجانہ رسول اللہ کی سپر بنے ہوئے تھے تیر آتے رسول اللہ پر جھکے ہوئے اپنے اوپر لیتے (ابن اثیر)

[۲] اس حبشی کو ہندہ زوجہ ابوسفیان نے بہت روپے کا لالچ دیکر اس امر پر تعینات کیا تھا کہ محمد - حمزہ یا علی کا سر لائے چنانچہ یہ ایک پتھر کی آڑ میں ہو بیٹھا - اور موقع پا کر نیزہ سے حضرت حمزہ کا کام تمام کیا - لڑائی کے بعد ہندہ نے حضرت حمزہ کا کلیجہ دانتوں سے چبایا - ناک کان اور عضو تناسل کاٹ لیا - حضرت حمزہ کی عمر اُسوقت صاحب عمار الاعیان کے موافق ۵۹ سال کی تھی - بقول رسول صلعم سے ۲ سال بڑے تھے (حبیب السیر)

[۳] ابودجانہ نے دشمن کی فوج میں گھسکر ایسی تلواریں ماریں کہ قلب فوج میں ہلچل پڑ گئی - صاحب حبیب السیر لکھتے ہیں کہ تمام اہل سیر کا اسپر اتفاق ہے کہ علی نے اُس روز سب صحابہ سے زیادہ شجاعت دکھائی اور لشکر کو بھگا دیا مگر لوگ اُسوقت لوٹ میں مصروف ہو گئے جس سے مسلمانوں کو شکست ہو گئی

[۴] آپنے سمجھا تھا کہ یہ رسول اللہ ہیں بعض نے لکھا ہے کہ رسول اللہ پر حملہ کیا تھا مصعب بچاتے ہوئے شہید ہو گئے عمر ۴۰ سال (خمیس)

وہ علم بھی لیلیا اور دشمن کی فوج میں گھسکر تیغزنی اور مردانگی کی داد دی چنانچہ مرقوم ہے کہ ۹ یا ۱۰ علمدار لشکر کفار کے حضرت علی کے ہاتھ سے مارے گئے۔ (ابن اثیر و طبری)

کہتے ہیں کہ اس سراسیمگی کے وقت اصحاب رسول میں سے ایک گروہ تو لڑا اور شہید ہوگیا۔[1] ایک گروہ بھاگ کر گوشوں اور پہاڑ کے دامنوں میں جا چھپا۔ بعض نے مدینہ اور نواح مدینہ میں جا کر دم لیا (خمیس)

پیغمبر خدا خود بھی ہتھیار چلا رہے تھے یہانتک کہ ترکش خالی ہوگیا اور کمان کا چلہ ٹوٹ گیا (ابن اثیر و تاریخ الخمیس) یکایک ابی بن خلف اس بھیڑ میں یہ غل مچاتا ہوا آیا کہ محمدؐ کہاں ہے اور نیزہ کا وار کیا حضرت نے اسیکا نیزہ چھینکر اور بروایت ابن خلدون حرث بن صمہ کے ہاتھ سے نیزہ لیکر اُسے ہلاک کیا۔ یہی شخص ہے جو عمر بھر میں آنحضرت کے ہاتھ سے ہلاک ہوا ہے۔

اسی طوفان بے تمیزی میں ایک گوپیے کا پتھر آنحضرت کے منہ پر آکر لگا حضرت کا ہونٹ کٹ گیا اور دو اگلے دندان مبارک شہید ہوگئے یہ پتھر عتبہ بن ابی وقاص نے مارا تھا۔ ایک پتھر سے پیشانی اقدس بھی مجروح ہوئی۔ بعض زخم تلوار کے بھی آنحضرت کو لگے۔ کہتے ہیں کہ طلحہ بن عبید اللہ کے ہاتھ میں ایک تیر اُسے جنگ میں حمایت رسول میں لگا تھا جس سے اُنکا ہاتھ شل ہوگیا ۔ ایرونگ لکھتا ہے کہ چونکہ مصعب بن عمیر آنحضرت سے شکل میں بہت مشابہ تھے اُنکے مارے جانے پر شور مچگیا کہ آنحضرت شہید ہوگئے اور مدارج و روضۃ الاحباب و حبیب السیر وغیرہ میں لکھا ہے کہ جب مسلمانوں میں ہلچل پڑگئی تو ابن سراقہ ملعون نے یہ آواز دی کہ محمد مارا گیا اس آواز پر قریش کے دل بڑھ گئے اور مسلمانوں کے دل بالکل ہی شکستہ ہوگئے اور وہ نیم جان ہوکر بھاگ گئے بڑے بڑے صحابہ کا پائے ثبات متزلزل ہوگیا۔ چنانچہ تفسیر کبیر میں ہے کہ من انہزم عمرؓ و عثمانؓ یعنے بھاگنے والوں میں سے حضرت عمر اور حضرت عثمان بھی تھے اور تاریخ الخمیس میں ہے جناب ابو بکر فرماتے ہیں کہ جب سب لوگ بھاگ گئے رسول کے پاس سے تو سب سے پہلے ہم پلٹ کر آئے۔ بروایت طبری و صاحب مدارج النبوۃ وغیرہ جناب عثمان اپنے دو رفیقوں کے ساتھ بھاگ کر مقام اعوص میں جو مدینہ کے متصل واقع ہے پناہ گزین ہوگئے تھے اور جب اچھی طرح سن لیا کہ خطرہ بالکل جاتا رہا تو تین دن بعد آنحضرت کی خدمت میں حاضر ہوئے جس پر حضرت نے فرمایا تم بڑی دور چلے گئے تھے اے عثمان۔ (تفسیر کبیر جلد ۳ صفحہ ۷۴ تاریخ الخمیس جلد اول صفحہ ۴۸۲ و ۴۸۵ طبری جلد ۳ صفحہ ۲۱ منہاج النبوۃ جلد ۲ صفحہ ۲۶۲) جب سب مسلمان رسول کو تنہا چھوڑکر اسطرح اپنی جان بچانیکے فکر میں گوشہ عافیت کی تلاش میں چلے گئے رسول صلعم ستر زخم کھا کر جن میں سے عبد اللہ بن قمیہ کی تلوار بڑی زبردست پڑی تھی ایک گڑھے میں گر پڑے زرہ کی دو کڑیاں حضرت کے رخسارہ میں گڑ گئیں۔ اور آخرکار حضرت علی اور طلحہ کی مدد سے گڑھے سے باہر نکلے اور متوجہ شعب احد ہوئے (روضۃ الاحباب) حضرت علی جو ابتدا سے برابر دشمنوں سے مقابلہ میں مصروف تھے۔ فرماتے ہیں کہ "میں لڑتا بھی تھا

[1] تاریخ الخمیس جلد اول صفحہ ۴۸۱ اور طبری جلد ۳ صفحہ ۱۹ اور حبیب السیر کامل میں ہے کہ انس بن مالک کے چچا انس بن نضر ایک مقام سے گذرے کہ وہاں عمر بن خطاب اور طلحہ بن عبید اللہ بعض دیگر مہاجرین و انصار کے ساتھ ہاتھ پر ہاتھ رکھے بیٹھے تھے۔ پس کہا کہ تم لوگ کیوں بیٹھے ہو بولے کیا کریں رسول تو شہید ہوگئے۔ کہا پھر تم جی کر کیا کروگے اُنکے بعد۔ اُٹھو جس طرح وہ دین کی حمایت میں شہید ہوئے ہیں تم بھی مرو۔ یہ کہکر دشمن پر حملہ کیا یہانتک کہ شہید ہوگئے بروایت ابن ہشام اُنکے ستر زخم لگے تھے اکہتر ویں زخم میں شہید ہوگئے خمیس میں ہے ۸۰ اور تلوار نیزہ اور تیر کے زخم لکھے ہیں کامل اور طبری جلد ۳ صفحہ ۲۰ اور تاریخ الخمیس جلد اول صفحہ ۴۸۱ میں ہے کہ جب حضرت کے قتل کی خبر مشہور ہوئی تو بعض مسلمانوں نے کہا کاش ہمارا کوئی قاصد عبد اللہ بن ابی کے پاس جاتا کہ ہمیں ابوسفیان سے پناہ دلوا دیتا۔ اور بعض ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر ہو بیٹھے۔ اور بعض منافقوں نے کہا کہ اگر محمد نبی ہوتا تو قتل نہ ہوتا۔ پھر چلو اپنے بھائیوں کی طرف اور پھر جاؤ اپنے پہلے دین پر انس بن نضر نے کہا کہ اے لوگو اگر محمدؐ مارے گئے تو محمدؐ کا خدا تو زندہ ہے وہ تو نہیں مرتا۔ رسول اللہ کے بعد زندہ رہ کر کیا کروگے جس طرح وہ دین پر لڑکر شہید ہوگئے اسی طرح لڑکر مرجاؤ پھر کہا بار الہا جو کچھ یہ مسلمان اور منافق کہتے ہیں اس سے میں تجھ سے عذر کرتا اور برأت ظاہر کرتا ہوں پھر ہتھیار لیکر حملہ کیا اور شہید ہوگئے

اور حضرت کے پاس آکر آنحضرت کو دیکھ ہی جاتا تھا ایک دفعہ جو میں لڑتے لڑتے حضرت کو دیکھنے آیا اور حضرت کو نہ پایا تو میں نے اپنے دلمیں خیال کیا کہ اصحاب کے فرار ہونے سے خدا نے غضبناک ہوکر اپنے پیغمبر کو آسمان پر اُٹھا لیا اور اپنے دلمیں ٹھان لیا کہ بہتر یہی ہے کہ میں قتال کئے جاؤں یہانتک کہ شہید ہو جاؤں۔ مینے پھر اعدا پر حملہ کیا اور ایسا قتال کیا کہ کفار درہم و برہم ہو گئے اور مینے حضرت کو زندہ پالیا (مدارج و معارج) +

طبری و ابن اثیر و مدارج و معارج و حبیب السیر و روضۃ الاحباب وغیرہ میں لکھا ہے کہ جب لشکر اسلام فراری ہوا اور حضرت کو اکیلا چھوڑ دیا اور کئی دفعہ حضرت نے آواز دی کہ اے مسلمانو! میری طرف آؤ مگر ایک نے سُنی تو حضرت غضبناک آئے اور پسینہ پیشانی ا... سے ٹپکا اس حالت میں دیکھا کہ حضرت علی پہلو میں کھڑے ہیں حضرت نے فرمایا کہ یا علی تم یاروں کے ساتھ کیوں نہ بھاگ گئے علی مرتضی نے کہا کہ یا رسول اللہ کیا میں ایمان لانیکے بعد کافر ہو جاتا۔ بتحقیق کہ مجھے آپ سے اقتدا ہے اور کسی سے کیا غرض۔ اُسوقت ایک گروہ کفار کا آنحضرت کی طرف متوجہ ہوا حضرت نے فرمایا کہ اے علی مجھے اس گروہ سے بچا حق خدمت بجا لا کہ وقت یاری ہے حضرت علی نے حملہ کرکے اُنہیں منتشر کر دیا۔ اور ایک جماعت کثیر کو قتل کیا۔ علی کی تلوار لوٹ گئی تو حضرت نے ذوالفقار عطا کی تین دفعہ ایسا ہی ہوا۔ جسوقت حضرت علی نے یہ مردانگی دکھائی اور اُن جناب کی سطرح نصرت کی تو حضرت نے فرمایا اے علی اپنی تعریف سنتے ہو کہ رضوان فرشتہ کہہ رہا ہے آسمان پر لافتی الاعلی لاسیف الاذوالفقار[1] اور اسکے بعد جبرئیل نے حضرت سے آکر کہا یا محمدؐ یہ کمال مواسات و جوانمردی ہے جو علی مرتضی تمسے کرتے ہیں حضرت نے فرمایا کہ (کیوں نہو) علی مجھ سے ہے اور میں علی سے ہوں[؟] یعنی ہم دونوں تو ایک ہی ہیں اُسپر جبرئیل بولے اور میں تم دونوں سے ہوں گا۔ صاحب مدارج و صاحب حیات القلوب لکھتے ہیں کہ اگرچہ ناد علیًا مظہر العجائب۔ تجدہ عونا لک فی النوائب۔ کل ہم و غم سینجلی۔ بنبوتک یا محمدؐ بولایتک یا علیؑ[2] بھی اسی معرکہ میں نازل ہوئی ہی مگر مشہور یہ ہے کہ جنگ خیبر میں نازل ہوئی ہے کہ آنکھیں حضرت علی کی آئی ہوئی تھیں اور مدینہ میں تھے اور ناد علی کے پڑھتے ہی حاضر ہوئے جب حضرت نے پڑھی۔ پھر مولوی عبدالحق لکھتے ہیں کہ علی نے حق مبارزت و محاربت و جلادت و شجاعت ایسا ادا کیا کہ فوق اُس سے متصور نہیں ہو سکتا۔ اور حضرت علی سے روایت ہے کہ فرمایا جنگ احد میں سولہ ضرب تلوار کی مجھے پہنچی کہ چار اُن ضربوں سے میں زمین پر گر پڑا اور ہر بار جب میں زمین پر گرتا تھا ایک مرد خوبصورت نیاک خو میرا بازو پکڑتا اور کہتا تھا کہ متوجہ کافروں کا ہو۔ کہ تو اطاعت میں خدا کی اور اسکے رسول کی ہے اور یہ دونو تجھ سے راضی ہیں۔ عقیب بعد جنگ حضرت علی نے آنحضرت سے یہ حال بیان کیا تو حضرت نے فرمایا کہ اے علی خدا تیری آنکھو نکو روشن کرے وہ جبرئیل تھا۔ یہ روایت معارج میں بھی ہے +

اکثر مورخین نے لکھا ہے کہ اس لڑائی میں اگرچہ اہل اسلام متزلزل ہوئے لیکن آنحضرت اپنی جگہ پر ثابت اور قائم رہے اور سوائے سات انصار اور سات مہاجرین ۱۴ (اور بروایت بخاری ۱۲) اشخاص کے کوئی حضرت کے ساتھ ثابت قدم نہ رہا۔ مہاجرین سے ابوبکر صدیق۔ عبدالرحمن بن عوف۔ علی مرتضی۔ سعد بن ابی وقاص۔ زبیر بن العوام۔ طلحہ بن عبیداللہ۔ ابوعبیدہ بن جراح۔ اور انصار سے خباب بن منذر۔ ابو دجانہ۔ عاصم بن ثابت۔ سہیل بن حنیف۔ اسید بن حضیر۔ سعد بن معاذ۔ حارث بن صمہ + لیکن حضرت کا زخمی ہوکر گڑھے میں گرنا۔ حضرت علی کا برابر کارزار میں مصروف

---

[1] صاحب حبیب السیر لکھتے ہیں کہ یہ روایت صحیح ہے اور یہ آواز جبرئیل یا رضوان خازن بہشت کی تھی در روضۃ الاحباب میں بھی یہی لکھا ہے[؟]

[2] پکار تو اے محمدؐ علی کو کہ وہ مظہر العجائب ہی۔ پاویگا تو اُس سے اپنے لئے مدد بیچ سختیوں اور تشویشوں کے۔ نزدیک ہے کہ تمام تفکرات اور غم دور ہو جائیں۔ بسبب تیری نبوت کے اے محمد اور بسبب تیری ولایت کے اے علی۔ بعض اُسمیں تین مرتبہ یا محمد اور تین مرتبہ یا علی کہتے ہیں لیکن کتب حدیث میں اسکا ذکر نہیں ہی (مدارج) اور بعض نے آخری مصرع کو صرف بعلی بعلی بعلی لکھا ہے +

رہنا۔ اور لڑتے لڑتے جناب رسولخدا کو ڈھونڈھنے آنا اور نہ پانا یہ وہ واقعات ہیں کہ اُنسے کسی مورخ نے اختلاف نہیں کیا۔ پس سمجھ میں نہیں آتا کہ اگر یہ ۱۲ یا ۱۴ آدمی حضرت کے ساتھ تھے تو حضرت کا زخمی ہونا کیسا اور اگر زخمی بھی ہوئے تھے تو حضرت علی کو آنحضرت کا نشان کیوں نہیں ملا۔ یہ صرف اُسی صورت میں ہو سکتا ہے کہ یا تو یہ لوگ رسول اللہ صلعم کے ساتھ نہ ہوں یا حضرت کو زخمی گرتا دیکھکر سب کے سب اُس جگہ سے ہٹ گئے ہوں[1]۔ حضرت ابو بکر کا یہ فرمانا کہ جب رسول کے پاس سے سب لوگ بھاگ گئے تو سب سے پہلے ہم پلٹ کر آئے ہمارے اس خیال کی تائید کرتا ہے کہ پہلے جب موقع خطرناک تھا تو سوائے حضرت علی کے جو کارزار میں مصروف تھے کسی مسلمان نے میدان جنگ میں آنحضرت کا ساتھ نہیں دیا۔ جب کسیقدر خطرہ کم ہوا ہے تو مفرورین میں سے سب سے پہلے حضرت ابوبکر اور بعد میں بقیہ ۱۳ آدمی اوروں سے پہلے آنحضرت کے پاس پہنچے ہیں۔ صاحب حبیب السیر بھی ہمارے اس خیال کی تصدیق کرتے ہیں چنانچہ لکھتے ہیں[2]۔ "کہ اوائل حال میں کہ سپاہ اسلام بھاگی تھی سوائے مرتضٰے کے مصطفٰے کے ساتھ کوئی نہ رہا۔ بی۔ ایک ساعت کے عاصم بن ثابت اور ابو دجانہ اور سہل بن حنیف اور طلحہ بن عبیداللہ اُن حضرت کی خدمت میں پہنچے۔ حضرت ابو بکر اور عمر ایک گوشہ میں چھپ گئے تھے اور حضرت عثمان کسی طرف نکل گئے تھے اور بعد تین دن کے واپس آئے تھے صاحب روضۃ الاحباب[3] لکھتے ہیں اور حبیب السیر میں بھی ہے کہ زید بن اُسید بن وہب نے عبداللہ بن مسعود سے پوچھا میں نے ایسا سُنا ہے کہ روز احد سوائے علی اور ابو دجانہ اور سہل بن حنیف کے کوئی پیغمبر کے پاس نہ رہا تھا۔ اور بعد ایک ساعت کے عاصم بن ثابت اور طلحہ بن ثابت خدمت خیر البشر میں حاضر ہوئے تھے۔ آیا یہ خبر صحیح ہے کہا عبداللہ نے کہ ہاں صحیح ہے۔ میں نے پوچھا کہ ابو بکر اور عمر کہاں گئے تھے کہا وہ بھی ایک گوشہ میں چلے گئے تھے اور جنگ سے بستر روز اُن حضرت کی خدمت میں حاضر ہوئے تھے حضرت نے فرمایا کہ واقعی اس واقعہ میں دور گئے تھے۔ اور بعض اخبار میں آیا ہے کہ عثمان بن عفان دو آدمیوں کے ساتھ جنگ گاہ سے باہر چلے گئے تھے اور راستہ بھول گئے تھے تین روز بعد آنحضرت کی خدمت میں مدینہ میں حاضر ہوئے۔ حضرت نے فرمایا تم جنگ احد میں بہت دور چلے گئے"۔

جنگ احد میں نسیبہ بنت کعب ایک عورت نے بھی بڑی مردانگی دکھائی تھی یہ عورت اصل میں لشکر اسلام کو پانی پلانے کی غرض سے آئی تھی جب اہل اسلام فراری ہوئے تو یہ عورت آنحضرت کی حفاظت میں مصروف ہوئی حضرت کے گرداگرد مشرکوں کے حملہ کو روکتی تھی اور اپنے بیٹوں عمارہ اور عبداللہ کو اپنے سامنے لڑائی پر بھیجتی تھی۔ نسیبہ نے کئی کافروں کو قتل بھی کیا اور بہت سے زخم کھائے۔ جن میں سے ایک زخم ایک سال میں اچھا ہوا۔ نسیبہ مسیلمہ کذاب کے جنگ میں (مقام یمامہ) بھی شریک تھی۔ اور وہاں اسکا ایک ہاتھ شہید ہوا۔ (منہاج النبوۃ ج ۲ ص ۲۷۶)

علاوہ مسلمانوں کے ایک یہودی مخیریق نامی بھی مسلمانوں کی طرف سے لڑتا ہوا مارا گیا۔ اسکا ماجرا اسطرح ہے کہ جب اسے آنحضرت کی مدینہ سے خروج کی خبر پہنچی تو اُس نے اپنی قوم سے کہا کہ اے گروہ یہود تم جانتے ہو کہ محمدؐ کی مدد تم پر فرض ہے یہود نے کہا آج شنبہ کا دن ہے۔ مخیریق نے یہ کہکر کہ شنبہ اسکو مانع نہیں ہو سکتا نبی اور کفار کا مقابلہ ہے اپنی تلوار اُٹھائی اور میدان میں جا کر مقتول ہوا۔ چونکہ اُس نے روانگی کے وقت کہدیا تھا کہ اگر میں مارا جاؤں تو محمد سے کچھ تعرض نکرنا اسوجہ سے یہود خاموش ہو رہے۔ آنحضرت صلعم نے اُسکا واقعہ سُنکر مخیریق کو بہترین یہود فرمایا (ابن اثیر تاریخ الخمیس ج ۱ ص ۴۲۹) -

---

[1] درالمنثور جلد ۲ ص ۸۸ اور تفسیر طبری ج ۴ ص ۹۰ میں ہے حضرت عمر فرماتے ہیں کہ احد کی لڑائی کے دن ہم نے شکست کھائی اور میں بھاگ کر پہاڑ پر چڑھ گیا اور میں اسطرح اچکتا تھا جیسے پہاڑی بکری اچکتی ہے [2] ج ۱ جزو سوم ص ۳۴ [3] جلد دوم صفحہ ۱۰۸ -

جنگ احد میں ۳ یا ۶ مہاجر اور ۶۶ یا ۶۴ انصار مارے گئے۔ اور ستر مسلمان زخمی ہوئے اور کفار صرف ۳۰ یا ۲۳ یا ۲۲ کام آئے (خمیس) اس جنگ میں ۱۲ کفار حضرت علی کے ہاتھ سے مارے گئے۔ اُنہیں سے مشہور یہ ہیں۔ طلحہ بن ابی طلحہ اور ابوسعید بن ابی طلحہ۔ عبداللہ بن جمیل بن زہیرہ بن ابو الحکم۔ ولید بن ابی حذیفہ بن مغیرہ اور اُسکا بھائی اُمیّہ۔ ارطاۃ بن شرجبیل اور ہشام بن اُمیّہ۔ عمرو بن عبداللہ جمحی۔ بشر بن مالک۔ صواب غلام بنی عبدالدار اور عبداللہ بن حمید۔ (روضۃ الصفا وغیرہ)

حضرت علی آنحضرت کو گڑھے سے نکالکر پہاڑی پر لے گئے ایک شعب میں جا کر بیٹھے۔ علی مرتضیٰ اپنی سپر میں ایک جھیل سے پانی لیکر حضرت کے زخموں پر ڈالتے تھے اور جناب فاطمہ جو آپ کی شہادت کی خبر سُنکر مدینہ سے آگئی تھیں اُنکو دھوتی تھیں جب حضرت فاطمہ نے دیکھا کہ پانی سے خون نہیں بھتا تو بوریے کا ٹکڑا جلا کر اُسکی راکھ زخموں میں بھری اور خون بند ہو گیا۔ ابو ونگ لکھتا ہے کہ قریش یہ سمجھکر کہ آنحضرت مارے گئے مسلمانوں کے تعاقب سے باز رہے اور لوٹنے اور مقتولوں کے پکڑنے پر قناعت کی۔ مگر ہندہ اور اُسکے ساتھ کی عورتوں نے خوب وحشی پنے سے بدلہ لیا۔ ہندہ نے حمزہ کا کلیجہ چیر کر نکالا اور چبا گئی۔ اور کان ناک اور عضو تناسل کاٹ کر ہار بنا کر گلے میں ڈال لیا۔ (روضۃ الاحباب) ابوالفدا لکھتا ہے کہ ابوسفیان نے حمزہ کی لاش کیطرف برچھی میں نیزہ گھسیٹ کر بلند کی اور غل مچا کر کہا کہ آج کا دن بدر کا ہے اور لڑائی ہے۔ آئے لڑائی ظاہر کرا ہمارا دین وغیرہ سب یہ دن روز بدر کے بعد آیا ہے۔ یہ کہکر ابوسفیان نے مع اپنے ہمراہیوں کے مراجعت کی۔

جب قریش چلے گئے حضرت پہاڑ سے اُترے اور میدان جنگ کا ملاحظہ کیا حمزہ کی لاش کو دیکھا کہ کان ناک کٹے ہوئے کلیجہ چبا ہوا پڑی ہے کمال رنج ہوا حکم دیا کہ حمزہ کی لاش پر چادر ڈالدو کہ اُنکی بہن صفیہ (زبیر بن العوام کی والدہ) اس حال سے نہ دیکھیں۔ (ابن اثیر، خمیس) مقتولین میں سے حمزہ کو ایک قبر میں اور باقی اصحاب کو ایک ایک قبر میں دو دو تین تین کرکے دفن کر دیا۔ مدینہ کی تاریخ میں امام تاج الدین سبکی نے شفاء السقام سے نقل کیا ہے کہ جب معاویہ نے نہر نکالی اور شہیدوں کو اُنکی قبروں سے نکالنے کا حکم دیا تو ایک پھاوڑا حضرت حمزہ کے قدم میں لگا اور خون اُس سے جاری ہوا (مدارج)۔ تاریخ الخمیس جلد ا صفحہ ۴۹۸ میں صفوہ اور منتقی سے نقل کیا ہے اور منہاج النبوۃ جلد ۲ صفحہ ۴۹۶ میں ہے کہ جب معاویہ نے احد میں نہر نکالنے کا حکم اپنے عامل مدینہ کے پاس بھیجا ہے تو معاویہ کو لکھا گیا کہ یہ نہر کسی طرح جاری نہیں ہو سکتی جبتک شہدائے احد کی قبروں پر سے نہ گذرے۔ معاویہ نے لکھا کہ قبریں کھدوا ڈالو پس قبریں کھود کر اُنہیں جلدی ہو نہر اُٹھا کر دوسری جگہ لیگئے۔ تو ایسا معلوم ہوتا تھا کہ وہ سوتے ہیں اور ایک پھاوڑا حمزہ بن عبدالمطلب کے پاؤں میں لگ گیا تھا اُس سے خون جاری ہو گیا تھا یہ واقعہ جنگ احد سے ۴۶ برس بعد کا ہے لڑائی کے بعد کی رات بڑی بیچینی میں گذری۔ اندیشہ تھا کہ غنیم پھر نہ آپڑے۔ اور کہیں مدینہ پر حملہ آور نہو۔ غرض دوسرے دن صبح کو مدینہ روانہ ہوئے ابوسفیان کو خبر پہنچی کہ آنحضرت زندہ ہیں تو اس اندیشہ سے کہ مبادا آنحضرت اور مدینہ کے باشندے ملکر اُس سے لڑنے کو تیار ہو جائیں اوسنے مدینہ پر حملہ نہیں کیا۔ اور حضرت کو کہلا بھیجا کہ اب لڑائی دوسرے سال ہوگی اور مکہ کو چلا آیا۔ جب آنحضرت مدینہ میں تشریف لائے تو مسلمانوں کے گھر ماتم برپا تھا۔ حضرت نے پوچھا سب گھروں سے رونے کی صدا آتی ہے حمزہ کے گھر کوئی رونیوالا بھی نہیں ہے۔ انصار نے یہ سُنکر اپنی عورتیں اُنکے گھر رونے کے واسطے بھیجدیں کہ پہلے وہاں رو لو پھر اپنوں کو رونا۔ (ابن اثیر و طبری و روضۃ الاحباب)

(۴۵) غزوہ حمراء الاسد ۱۶ شوال یوم یکشنبہ سنہ ۳ھ — احد کی لڑائی کے بعد آنحضرت مدینہ میں آئے تو معلوم ہوا کہ

۱؎ شہدائے احد کی فضیلت میں بہت سی حدیثیں وارد ہوئی ہیں۔ عبدالحق محدث دہلوی جذب القلوب میں لکھتے ہیں کہ آنحضرت صلعم شہدائے احد کو سلام کیا اور فرمایا کہ یہ لوگ ہیں جنکی صحابیت پر میں قیامت تک گواہی دونگا۔ اسپر حضرت ابوبکر نے فرمایا یا رسول اللہ کیا ہم صحابی نہیں ہیں حضرت نے فرمایا ہو۔ لیکن مجھے معلوم نہیں کہ تم میرے بعد کیا احداث کروگے ۲؎ مدینہ سے ۸ میل کے فاصلہ پر واقع ہے ذوالحلیفہ کے

کفار کی رائے بدل گئی ہے اور مدینہ پر حملہ کرنا چاہتے ہیں پس جنگ احد کے دوسرے ہی دن پھر آپ نے مجروح جسم پر ہتھیار لگائے علی مرتضیٰ کو علم دیا اور صرف اُنہی اصحاب کو ہمراہ لیکر جو جنگ احد میں ناکام رہے تھے ابن ام مکتوم کو مدینہ میں نائب چھوڑ کر مدینہ سے روانہ ہوئے۔ اور بمقام حمراء الاسد ۳ دن قیام کیا۔ ابوسفیان اور اُسکے ساتھیوں نے جو معبد بن ابی معبد خزاعی سے جو اُس طرف سے ہو کر مکہ جا رہا تھا مقام روحا میں جو مدینہ سے ۴۰ میل کے فاصلہ پر ہے یہ خبر سُنکے کہ مسلمان تعاقب میں آ رہے ہیں اور اب اُنکی تعداد پہلے سے بہت زیادہ ہے اسوقت گو کہ یہ لوگ استیصال اسلام کی غرض سے روحا سے مدینہ پر حملہ کرنے کی تدبیریں کر رہے تھے اُنکے دل بالکل چھوٹ گئے مکہ کو واپس چلے گئے۔ اور عبد القیس کے سواروں سے جو مدینہ آ رہے تھے یہ کہلا بھیجا کہ اسوقت ہم ہمقوم ہونیکی وجہ سے درگزر کرتے ہیں ورنہ ہمارا قصد تمہارے استیصال کا تھا۔ آنحضرت کو یہ پیغام حمراء الاسد میں پہنچا۔ آپ نے سنکر فرمایا حسبنا اللہ ونعم الوکیل اور مدینہ کو واپس ہوئے۔ مشرکوں میں سے ابوعزہ شاعر اور معاویہ بن مغیرہ جو پیچھے رہ گئے تھے گرفتار ہوئے اور قتل کئے گئے ابوعزہ نے جو اسیران بدر میں سے تھا اس عہد پر رہائی پائی تھی کہ پھر مسلمانوں کے مقابلہ میں نہ آئیگا۔ وہ اپنی بدعہدی کے سبب سے اور معاویہ بن مغیرہ نے حمزہ کی لاش کو پامال کیا تھا اور اُنکی ناک توڑی تھی وہ اس سبب سے قتل ہوا (ابن اثیر و ابن خلدون) حضرت پانچویں یا چھٹے جمعہ کو مدینہ میں داخل ہوئے

(۴۶) **مختلف واقعات** (۱) ربیع الاول ۳ھ میں آنحضرت نے اپنی صاحبزادی ام کلثوم کا نکاح حضرت عثمان سے کر دیا۔[۱] (۲) ماہ شعبان میں آنحضرت نے حفصہ بنت عمر سے نکاح کیا۔[۲] پہلے حفصہ کا نکاح خنیس بن حذافہ سہمی سے ہوا تھا جو بدر میں آنحضرت کے ساتھ تھا اور بعد میں مدینہ میں انتقال کر گیا تھا۔ نکاح کے کچھ عرصہ بعد ایک راز کہدینے کی وجہ سے آنحضرت نے حفصہ کو طلاق دیدی تھی۔ مگر حضرت عمر خاک سر پر ڈالے ہوئے آئے اور اُنکے منت کرنے پر حضرت نے پھر رجوع کی (خمیس) حفصہ شعبان ۴۵ھ میں ۶۰ برس کی ہو کر مریں۔ ایرونگ لکھتا ہے کہ قرآن شریف کی جو آیتیں نازل ہوئی تھیں وہ کسی چیز پر لکھکر اُنہیں کے گھر میں جمع ہوتی تھیں۔ (۳) ماہ رمضان میں آنحضرت نے ام المساکین زینب بنت خزیمہ سے شادی کی جو اس سے پہلے بقول ابن شہاب عبداللہ بن جحش کے نکاح میں تھیں اور بقول قتادہ وابوالحسن نسابہ جرجانی طفیل بن حارث بن عبدالمطلب کی بیوی تھی۔ جب اُس نے طلاق دیدی تو اُسکے بھائی عبیدہ بن حارث سے نکاح کیا۔ جب وہ جنگ بدر میں شہید ہوا تو بعد میں حضرت کے نکاح میں آئی۔ پس بقولے دو تین ماہ بعد اور بقولے ۸ ماہ بعد انتقال کیا اور بقیع میں دفن ہوئیں۔ (خمیس) (۴) ماہ رمضان کے وسط میں حضرت امام حسن پیدا ہوئے۔ ساتویں دن حضرت نے سر منڈوا کر عقیقہ کیا اور بالوں کے وزن کی چاندی تصدق کی اور ختنہ کئے اور ساتویں ہی دن نام رکھا۔ تاریخ خمیس میں لکھا ہے کہ حسن اور حسین خدا کے حکم سے نام رکھے گئے ہیں۔ امام حسن کی پیدائش کے ۵۰ دن بعد جناب فاطمہ کو ماہ ذیقعدہ میں حضرت حسین کا حمل رہا ۵ شعبان ۴ھ کو پیدا ہوئے۔ (ابن اثیر و ابن خلدون)

(۴ھ مطابق ۶۲۵ عیسوی)

(۴۷) **سریہ ابوسلمہ محرم ۴ھ** حضرت کو معلوم ہوا کہ قطن کے بنی اسد مدینہ پر حملہ کرنا چاہتے ہیں۔ پس حضرت نے ابوسلمہ کو ساڑھے پانسو آدمیوں کے ساتھ روانہ کیا۔ ابوسلمہ بنی اسد کے مقام پر حملہ آور ہوئے اور اُنکو بھگا کر مال غنیمت

---

[۱] چونکہ رقیہ اور ام کلثوم سے حضرت عثمان کا نکاح ہوا جو آنحضرت کی صاحبزادیاں کہلاتی ہیں اس سبب سے ذوالنورین کے خطاب سے مشہور ہوئے۔ ام کلثوم نے ۹ھ میں انتقال کیا [۲] حفصہ کے رانڈ ہونے پر عمر نے ابوبکر اور پھر عثمان سے درخواست کی کہ حفصہ سے نکاح کرو دونوں نے منظور نہ کیا عمر نے آنحضرت سے شکایت کی۔ حضرت نے فرمایا اُس سے میں نکاح کئے لیتا ہوں (خمیس) [۳] ایک پہاڑ ہے فید کی طرف [۴] ابوسلمہ رسول اللہ صلعم کے دار ارقم میں جانے سے پہلے مسلمان ہوچکے تھے اور اپنی بیوی ام سلمہ کے ساتھ مہاجرین حبشہ سے تھے ۴ھ کے شروع میں وفات پائی

لیکن صحیح سلامت مدینہ واپس آئے ۔

(۴۸) سریہ عبد اللہ بن انیس سنہ ۴ھ مقام عرنہ[1] میں سفیان بن خالد ہذلی مسلمانوں کا بڑا دشمن تھا کئی مسلمانوں کی ہلاکت کا باعث ہوا تھا اور مدینہ پر حملہ کرنے کی تیاری کر رہا تھا۔ مدینہ سے عبد اللہ بن انیس اسکی طرف چلے اور کسی ترکیب سے اسکا سر کاٹکر آنحضرت تک اسطرح پہنچایا کہ دن کو چھپتے اور رات کو چلتے۔ اکثر تواریخ سے ایسا پایا جاتا ہے کہ سفیان بن خالد کا قتل قصہ رجیع کے بعد ہوا تھا کیونکہ سفیان ہی باعث ہوا تھا قصہ رجیع اور قتل عاصم اور اسکے اصحاب کا ۔

(۴۹) قصہ رجیع صفر سنہ ۴ھ پیغمبر خدا کے پاس ایک گروہ قبیلہ عضل اور القارہ سے آئے تھے۔ انہوں نے عرض کیا کہ یا حضرت کوئی شخص دیندار جو مسائل اسلام سے خوب واقف ہو ہمارے ساتھ ہماری قوم کی ہدایت کے واسطے روانہ فرما دیجئے۔ حضرت نے عاصم بن ثابت کی ماتحتی میں چھہ شخص[2] روانہ کر دیئے۔ یہ لوگ جب مقام رجیع پر پہنچے تو کفار نے ان سے فریب کیا اور بدسلوکی کی۔ ناچار انکو لڑنا پڑا۔ چار مارے گئے اور تین مقید ہوئے انکو کفار بیچنے کے واسطے مکہ لے چلے۔ انمیں سے ایک لڑا اور وہ مارا گیا۔ بچے دو انکو مکہ میں لاکر قریش کے ہاتھ بیچ ڈالا۔ قریش نے انکو شہید کیا۔ ایک عرصہ کے بعد اس واقعہ کی خبر مدینہ میں پہنچی ۔

(۵۰) قصہ بیر معونہ[3] صفر سنہ ۴ھ ابو براء عامر بن مالک بن جعفر نیزہ باز نے پیغمبر خدا کی خدمت میں بحالت نفاق حاضر ہو کر عرض کی کہ چند صحابہ کو میرے ہمراہ نجد روانہ فرما دیجئے تاکہ یہ لوگ وحدانیت و راہ خدا ان لوگوں کو تعلیم کریں یقین کامل ہے کہ وہ سب لوگ آپ پر ایمان لے آئیں گے۔ حضرت نے ابو عامر کی حفاظت اور حمایت کے اقرار پر بھروسہ کر کے منذر بن عمر انصاری کے ہمراہ چالیس اور بروایت حبیب السیر ستر مسلمان منتخب کر کے روانہ فرمائے جب مدینہ سے چار منزل پر بمقام بیر معونہ پہنچے تو مقام کیا اور وہاں سے نامہ رسول مقبول عامر بن طفیل کے پاس بھیجا۔ اس نے قاصد کو مار ڈالا۔ اور بہت سی جمعیت سے آنحضرت کے صحابہ پر چڑھائی کی سب صحابہ شہید ہوئے ان ہی میں حضرت ابو بکر کا غلام عامر بن فہیرہ بھی تھا۔ صرف کعب بن زید نیم جان ہو کر لاشوں میں چھپ گیا تھا وہ بچکر آیا[4] عمرو بن امیہ ضمری گرفتار ہوا تھا اسکو عامر بن طفیل نے بسبب قبیلہ ضمر سے ہونیکے رہائی دی۔ اور اس نے واپس آکر سارا واقعہ آنحضرت صلعم سے بیان کیا آنحضرت کو کمال رنج ہوا۔ ایک قول یہ ہے کہ ابو براء کے بیٹے ربیعہ نے عامر بن طفیل کو کسی موقعہ پر نیزہ مار کر ہلاک کر دیا اور اس سے ثابت ہوتا ہے کہ اس واقعہ میں ابو براء پر کوئی الزام مسلمانوں کے نزدیک ثابت نہ تھا۔ حبیب السیر میں لکھا ہے کہ ابو براء کو مسلمانوں کے مارے جانیکا افسوس ہوا۔ اور وہ اس صدمہ میں بیمار ہو کر مر گیا ۔

(۵۱) غزوہ بنی نضیر صفر سنہ ۴ھ عمرو بن امیہ جب عامر کے ہاتھ سے چھوٹ کر مدینہ آتا تھا تو راستہ میں بنی عامر کے دو نہتے یہودی اسے ملے اس نے انکو دشمن سمجھکر قتل کر ڈالا۔ یہودیوں کی ان قوموں نے جو آنحضرت سے معاہدہ صلح کیئے ہوئی تھیں اس معاملہ کی بازپرس کی اور اصلاح چاہی۔ حضرت نے یہودیوں کے قبیلہ بنی نضیر کو جو مالدار تھے بیچ میں ڈالا انکا قلعہ زہرہ مدینہ سے تین میل کے فاصلہ پر تھا۔ جب حضرت ہجرت کر کے مدینہ تشریف لائے تھے تو ان سے یہ معاہدہ ہوا تھا کہ وہ آنحضرت اور انکے دشمنوں کے معاملات میں بالکل دخیل نہ ہونگے۔ اس قوم کے سردار نے آنحضرت کو بلایا کہ ملاقات کر جائیے۔ آنحضرت ابو بکر رض عمر رض علی رض اسید بن حضیر اور چند دیگر اصحاب کے ساتھ تشریف لیگئے اس سردار

[1] وادی عرفات کے پاس ہے ۔ [2] ابو الفدا نے صرف چھہ شخص لکھے ہیں جن میں سے مرثد بن ابی مرثد کو سردار لکھا ہے۔ صاحب تاریخ الخمیس نے کل دس آدمی لکھے ہیں ۔ [3] یہ ایک چشمہ ہذیل کا ہے عسفان سے ۱۴ میل کے فاصلہ پر ہے ۔ [4] آخر جنگ خندق میں مارا گیا ۔

کے مکان کے آگے دعوت کا سامان ہوا مگر حضرت کو خبر ملی کہ اُنہوں نے قتل کی یہ ترکیب کی ہے کہ جب کھانے بیٹھیں تو مکان کی پھلواں چھت سے چکی کا پاٹ لڑھکا کر حضرت کو ہلاک کریں بغیر اسکے کہ حضرت اپنی واقفیت سے اُنکو آگاہ کرتے اس طرح اُٹھے کہ جیسے کوئی حاجت بشری کو اُٹھتا ہے اور مدینہ کی راہ لی اور تھوڑی دیر بعد تمام اصحاب بھی واپس چلے آئے اس حرکت پر حضرت بنی نضیر سے کمال برانگیختہ ہوئے اور اُنکی سزا جلاوطنی تجویز کی گئی۔ حکم بھیجا کہ دس دن میں اس مقام سے جلاوطن ہو جاؤ ورنہ قتل کر دیے جاؤ گے۔ وہ چلدیے ہوتے مگر عبداللہ بن ابی خزرجی رئیس المنافقین نے پوشیدہ طور پر اُن سے مدد کا اقرار کر لیا اور اُنہیں روکدیا۔ لیکن وہ مدد نہ دیسکا۔ آنحضرت نے ابن ام مکتوم کو مدینہ میں نائب چھوڑا (ابن اثیر) اور کچھ آدمیوں کے ساتھ جن کے علمدار حضرت علیؓ تھے اُنکے قلعہ زہرہ کا جسمیں وہ متحصن ہوئے تھے محاصرہ کر لیا۔ اور اُنکے کھجور کے درخت جلادیئے اور کاٹ ڈالے جنپر اُنکا آذوقہ منحصر تھا۔ چھہ دن اور بروایتے ۱۵ دن کے محاصرہ کے بعد اُنہوں نے قلعہ سپرد کر دیا۔ اُنکو اجازت دیگئی کہ ہر شخص ایک اونٹ اسباب لیجائے۔ مگر ہتھیار کوئی نہ لیجانے پائے۔ پس اُنہیں سے بعض شام کو جلاوطن ہو گئے اور بعض خیبر کو جو یہودیوں کا بڑا مضبوط قلعہ اور شہر تھا۔ اور مدینہ سے کئی دن کی راہ پر واقع تھا۔ قوم مالدار تھی اس سبب سے مال غنیمت بہت سا مسلمانوں کے ہاتھ آیا۔ چونکہ لڑائی کی نوبت نہیں پہنچی تھی۔ اسلئے فوج والوں کا وہ حق نہ تھا خاص آنحضرت کا حق یا بیت المال کا سرمایہ سمجھا گیا۔ آنحضرت کو جو چیزیں ملتی تھیں وہ بھی آنحضرت اپنے کنبہ کا خرچ نکالکر غریب مسلمانوں ہی میں تقسیم کر دیتے تھے۔ جب سے مسلمان مکہ سے آئے تھے ابتک تمام مہاجر انصار ہی کے گھر مہمان تھے ایک ایک مہاجر کو انصار نے لے لیا تھا۔ آنحضرت نے انصار کی مرضی لیکر یہ مال صرف مہاجرین کو اور چند مفلس انصار کو تقسیم کر دیا۔ اُور اُسوقت سے مہاجرین نے اپنا اپنا گھر جدا جدا بنا لیا۔ اور انصار اُنکے خرچ سے ہلکے ہو گئے ✣

(۵۲) غزوۂ ذات الرقاع جمادی الاول سنہ ۴ھ یہ مقام غطفان علاقہ نجد میں واقع ہے۔ یہاں بنی انمار، ثعلبہ اور غطفان مسلمانوں پر حملہ کرنے کے واسطے جمع ہوئے تھے۔ حضرت کو خبر ہوئی تو چار سو یا سات سو آدمیوں کے ساتھ کوہ ذات الرقاع پر چڑھائی کی۔ مگر وہ لوگ بھاگ گئے لڑائی نہیں ہوئی۔ بعض نے اس غزوہ کو بعد فتح خیبر سنہ ۷ھ میں لکھا ہے صاحب روضۃ الاحباب نے سنہ ۵ھ میں لکھا ہے ۱۵ دن کی غیر حاضری کے بعد حضرت نے مدینہ کو مراجعت کی ✣

(۵۳) غزوۂ بدر شعبان سنہ ۴ھ جنگ احد سے پھرتے وقت ابو سفیان کہتا گیا تھا کہ سال آیندہ ہم لوگ پھر آئینگے۔ چونکہ ملک میں قحط پڑا تھا مکہ والے آنا پسند تو نہ کرتے تھے مگر مسلمانوں کے مقابلہ میں خفت اُٹھانا بھی گوارہ نہ تھا۔ پس ابوسفیان نے ایک شخص کو اس غرض سے مدینہ بھیجا کہ اجنبی بنکر کفار قریش کے سامان سے مسلمانوں کو ڈراوے۔ اُس نے مدینہ آکر

ك ابن اثیر ص ۵۲ کشف الغمہ میں لکھا ہے کہ ایام محاصرہ میں عزورا نامی یہودی نے آنحضرت کے خیمہ پر تیر مارا تھا۔ رات ہوئی تو علی مرتضیٰ لشکر سے غائب ہو گئے بعض اصحاب نے حضرت کو اطلاع کی حضرت نے فرمایا مجھے معلوم ہوتا ہے کہ تمہاری کسی مہم کی کفایت کے واسطے گئے ہونگے۔ یہ باتیں ہو ہی رہی تھیں کہ حضرت علی نے عزورا کا سر لاکر آنحضرت کے پاؤں میں ڈالدیا۔ اور عرض کی کہ حضور اسی ملعون نے آپکے خیمہ پر تیر مارا تھا۔ حضرت نے جب واقعہ دریافت کیا تو عرض کیا کہ میں نے اس ملعون کو بڑا بہادر پایا تھا خیال کیا کہ کہیں جرأت کے سبب سے قلعہ سے نکلکر کسیکو غافل پاکر لیجائے۔ میں اسی لوٹہ میں تھا کہ وہ ملعون تلوار ہاتھ میں لئے نو آدمیوں کے ساتھ نکلا۔ مینے حملہ کرکے اُسکا سر کاٹ لیا۔ اور اُسکے موافقین ایسے قریب ہیں کہ اگر کچھہ لوگ میرے ساتھ کر دیجیئے تو اُمیدوار کہتا ہوں کہ اُنپر فتح پاؤں۔ حضرت نے ابو دجانہ اور سہل بن حنیف کو مع آٹھ آدمیوں کے ساتھ کر دیا حضرت علی نے جاکر اُن سب کو قتل کیا۔ اُنکے سر لائے اور وہ سر سرائے بنی خطمہ کے دروازہ پر لٹکائے گئے ص ۳۵ طبری نے جمادی الاول سنہ ۴ھ اور واقدی نے محرم سنہ ۵ ہجری میں لکھا ہے ✣

اس شد و مد سے قریش کی تیاریاں بیان کیں کہ مسلمانوں کی رائے پلٹ چلی - مگر آنحضرت نے فرمایا کہ کوئی نجائے میں تنہا لڑائی پر جاؤنگا - یہ فرمانا تھا کہ سب مسلمان لڑائی پر آمادہ ہو گئے - اور تیاریاں ہونے لگیں - وہ شخص مایوس ہوکر مکہ گیا قریش کے دل چھوٹ گئے - اور تھوڑی دور مکہ سے باہر آکر یہ کہتے ہوئے واپس چلے گئے کہ آیندہ دیکھا جائیگا - مسلمان ڈیڑھ ہزار کی جمعیت سے بدر تک آئے علی علمدار تھے - بدر میں لوگوں کے جمع ہونے کا موسم تھا - یا بازار یا میلہ کا دن تھا - بیچنے کے واسطے مسلمان تجارتی مال بھی لیتے آئے تھے کسی قسم کی جنگ تو نہیں ہوئی - اور نہ مال غنیمت حاصل ہوا لیکن تجارت میں نفع اسقدر ہوا کہ محنت وصول ہو گئی - آٹھ روز یہاں قیام رہا +

(۵۴) حرمت خمر اسی سال محاصرۂ بنی نضیر کے ایام میں اور بروایات دیگر ۸ھ یا ۶ھ میں شراب حرام ہوئی - ابتدائے اسلام میں لوگ برملا شراب پیتے تھے (مگر آنحضرت اور حضرت علی نے کبھی نہیں پی) ایک مرتبہ اصحاب رسول کسی موقعہ پر شراب پی کر آپس میں لڑ پڑے - سعد بن ابی وقاص کا سر پھوٹ گیا - پس شراب کے حرمت کی آیت نازل ہوئی - پیغمبر خدا نے تمام مدینہ میں منادی کرادی کہ شراب حرام ہو گئی - اب سے کوئی نہ پئے - حکم ہونا تھا کہ مدینہ میں لوگوں نے خم کے خم لنڈھا دیئے اُس روز سے آجتک اسلام میں شراب پینا بڑا گناہ سمجھا جاتا ہے - اور ہر قسم کے مسکرات سے پرہیز کرنا شعار اسلام میں داخل ہے

(۵۵) صلوۃ خوف - اور صلوۃ قصر کا آغاز ایام غزوہ ذات الرقاع میں صلوۃ خوف و صلوۃ قصر کا آغاز ہوا - مگر مسلم اور نووی اور صاحب اسد الغابہ نے صلوۃ خوف کا آغاز غزوہ بنی نضیر میں لکھا ہے +

---

[1] کشاف اور بیضاوی میں صرف ۷ آدمی علی کے ساتھ لکھے ہیں [2] شیخ ابن حجر نے ۸ھ کو ترجیح دی ہے معلوم ہوتا ہے کہ پہلی آیت ۳ھ میں دوسری ۴ھ ہجری میں اور تیسری آخری حکم ممانعت کی ۸ھ ہجری میں نازل ہوئی - (مؤلف) [3] امام علامہ شیخ شہاب الدین احمد الشبہی اپنی کتاب مستطرف کے باب ۷۴ میں لکھتے ہیں کہ اللہ تعالی نے خمر کے بارے میں تین آیتیں نازل کی ہیں - اول یسئلونک عن الخمر والمیسر الخ (لوگ تجھ سے شراب اور میسر کی بابت پوچھتے ہیں پس کہدے اے محمد کہ ان دونوں میں گناہ بڑا ہے اور منافع ہیں واسطے آدمیوں کے) پس اس آیت کے بعد بعض نے شراب ترک کردی اور بعض پیتے رہے یہانتک کہ ایک شخص نے شراب پیکر نماز پڑھی تو ہذیان بکا - پس یہ آیت نازل ہوئی یا ایہا الذین اٰمنوا لا تقربوا الصلوۃ و انتم سکارٰی الخ (اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو نشے کی حالت میں نماز نہ پڑھو جبتک تم کو یہ معلوم نہ ہو کہ کیا کہہ رہے ہو) پس بعض مسلمان پھر بھی پیتے رہے اور بعض نے ترک کردی - یہانتک کہ عمرؓ نے شراب پیکر ایک اونٹ کے جبڑے کی ہڈی لیکر عبد الرحمن بن عوف کا سر پھوڑ ڈالا - پھر بیٹھکر مقتولین بدر کے نوحہ میں اسود بن یعفر کے یہ شعر پڑھ کر رونے لگے ؎ وکان بالقلیب قلیب بدر + من الفتیان والعرب الکرام + ایوعدنی ابن کبشۃ ان سنحیا - وکیف حیاۃ اصداء وھام + ایعجز ان یرد الموت عنی - وینشرنی اذا بلیت عظامی + الا من مبلغ الرحمن عنی - بانی تارک شہر الصیام + فقل للہ یمنعنی شرابی - وقل للہ یمنعنی طعامی + (ترجمہ) قلیب بدر میں جوکہ بدر میں قلیب نامی کنواں ہے عزت والے جوانان عرب پڑے ہیں - ابن کبشہ (محمد) ہمکو کیا وعدہ کرتا ہے کہ دوبارہ زندہ کئے جاینگے - بھلا جب آدمی اُلّو ہو گیا تو پھر زندہ ہوتا کیسا (یہ کفار کا عقیدہ تھا کہ بعد موت انسان اُلّو ہو جاتا ہے) کیا وہ اس سے عاجز ہے کہ ہماری موت کو ہم سے روکے اور اس پر قادر ہے کہ جب ہڈیاں گل جائیں تو زندہ کرے - ہے کوئی ایسا جو خدا کو ہمارا پیغام پہنچادے کہ ہم ماہ صیام کے روزے نہیں رکھتے اور کہدے اللہ سے کہ وہ ہماری شراب روکدے اور کہدے خدا سے کہ وہ ہمارا کھانا بند کردے +
یہ خبر رسول اللہ صلعم کو پہنچی تو غصہ میں بھرے ہوئے باہر نکلے اور حضرت کی ردا گھسٹتی جاتی تھی - پس ایک چیز اُٹھا کر جو حضرتؐ کے ہاتھ میں تھی اُس سے حضرت عمرؓ کو مارا - پس کہا عمرؓ نے کہ میں پناہ مانگتا ہوں غضب خدا اور غضب رسول خدا سے پس اللہ تعالی نے یہ آیت نازل کی - انما یرید الشیطان ان یوقع بینکم العداوۃ والبغضاء فی الخمر والمیسر الخ (شیطان تو بس یہی چاہتا ہے کہ شراب اور جوئے کی وجہ سے تمہارے آپس میں دشمنی اور بغض ڈلوادے اور تمکو یاد الہی سے اور نماز سے باز رکھے تو کیا اس اطلاع پانے پر بھی تم باز نہ آؤگے) پس کہا عمرؓ نے ہم باز آئے ہم باز آئے +

(۵۶) رجم زانی وزانیہ سنہ ۴ھ میں بے تکلف آنحضرت صلعم کی حیثیت پوری پوری سردار قوم کی سی ہو گئی تھی اور احکام شاہی جاری کرنے کے آپ مجاز ہو گئے تھے ۔ زنا پر سنگساری کا حکم توریت میں تھا مگر یہود اُس پر کار بند نہ تھے ۔ اسی سال کسی مالدار یہودی کے لڑکے نے کسی یہودی عورت سے زنا کیا ۔ یہودیوں نے رسوا کر کے چھوڑ دینا چاہا ۔ اور آنحضرت سے بیان کیا کہ توریت میں یہی حکم ہے ۔ اور ہیر پھیر کر اپنا مطلب توریت سے نکالنا چاہا ۔ لیکن عبد اللہ بن سلام کی موجودگی میں کامیاب نہ ہو سکے توریت نے بھی رجم ہی کا حکم دیا ۔ اور وہ دو تو سنگسار کئے گئے ۔ اسکے بعد آنحضرت نے زید بن ثابت کو حکم دیا کہ وہ لوگوں کو توریت پڑھائیں تاکہ یہود اُسمیں تحریف نہ کر سکیں ۔ چنانچہ زید ۱۵ دن توریت پڑہاتے رہے (روضۃ الاحباب ۔ خمیس)

(۵۰) سنہ ۴ھ کے مختلف واقعات (۱) حضرت کے نواسے عبد اللہ بن عثمان نے ۶ سال کی عمر میں ماہ جمادی الاول میں انتقال کیا وجہ یہ ہوئی کہ مرغ نے آنکھ میں چونچ مار دی تھی اُس سے بیمار ہو کر انتقال کیا (۲) ربیع الآخر میں ام المومنین زینب بنت خزیمہ کا انتقال ہوا ۔ مدفن جنت البقیع (۳) فاطمہ بنت اسد مادر جناب علیؓ نے رحلت کی (۴) ۳ یا ۴ یا ۵ شعبان کو حضرت امام حسینؑ پیدا ہوئے (۵) شروع سنہ ۴ھ میں ابو سلمہ عبد السلام مخزومی نے انتقال کیا اور آنکی زوجہ مشہور یہ اُم سلمہ اسی سال ماہ شوال میں بعد انقضائے ایام عدت آنحضرت کی زوجیت سے مشرف ہوئیں ۔ نہایت حسین تھیں بروایت حبیب السیر آنحضرت کی پھوپھی کی بیٹی تھیں ۔ رمضان یا شوال سنہ ۶۲ھ میں وفات پائی بقیع میں دفن ہوئیں

سنہ ۵ھ مطابق سنہ ۶۲۶ عیسوی

(۵۸) غزوہ دُومۃ الجندل[۱] ۔ ربیع الاول سنہ ۵ھ آنحضرت نے سنا کہ دومۃ الجندل کے سردار اکیدر بن عبد الملک نصرانی نے جو قیصر کا ماتحت تھا اعراب جمع کئے ہیں وہ آتے جاتے پر ظلم کرتے ہیں بلکہ مدینہ پر حملہ کرنے کا ارادہ رکھتے ہیں پس ۲۵ ربیع الاول کو ایکہزار اصحاب کے ساتھ مدینہ سے روانہ ہوئے ۔ رات کو چلتے اور دن کو چھپ رہتے ۔ جب وہاں پہنچے تو وہ لوگ اپنی بھیڑ بکریاں چھوڑ کر بھاگ گئے وہ مسلمانوں نے منگوا لیں ۔ اور حضرت واپس ہو کر ۲۰ ربیع الثانی کو مدینہ میں داخل ہوئے ۔

(۵۹) غزوہ مُریسیع[۲] یا غزوہ بنی مُصطلق ۲ شعبان سنہ ۵ھ مورخین واہل سیر کا اختلاف ہے کہ سنہ ۵ھ میں ہوا یا سنہ ۶ھ میں ۔ صاحب تاریخ الخمیس نے مختلف روایتیں لکھکر سنہ ۵ھ کو اصح لکھا ہے ۔ وجہ اسکی یہ ہوئی کہ آنحضرت کو خبر پہنچی کہ بنی مُصطلق کا سردار حارث بن ابی ضرار مسلمانوں پر لشکر کشی کا ارادہ رکھتا ہے ۔ بریدہ بن الحصیب تحقیق خبر کو روانہ کئے گئے اُنہوں نے آکر تصدیق کی پس حضرت نے پیشدستی کی اور زید بن حارثہ کو مدینہ میں نائب چھوڑ کر منتخب آدمیوں کے ساتھ ۲ شعبان کو روانہ ہو گئے ۔ جن میں بہت سے بنی خزرج اور انکا سردار عبد اللہ بن ابی منافق بھی تھا ۔ لڑائی ہوئی یہود کی طرف سے دس آدمی مارے گئے ۔ مسلمان ایک شہید ہوا ۔ حارث کے مارے جانے پر یہود بھاگے ۔ مسلمان مال غنیمت لیکر واپس آئے ۔ اس آسان لڑائی میں دو سو قیدی پانچہزار بھیڑیں اور ایک ہزار اونٹ مسلمانوں کے ہاتھ آئے ۔ حارث کی بیٹی جویریہ مسلمان ہوئیں اور آنحضرت کی زوجیت میں داخل ہوئیں صحابہ نے جویریہ کو آنحضرت کے نکاح میں دیکھکر کہا کہ حرم رسول اللہ کے اقربا قید نہیں رہ سکتے اور سب کو رہا کر دیا اس غزوہ میں بھی علیؑ علمدار تھے (حبیب السیر) ۔

اس غزوہ سے واپس آتے ہوئے مہاجرین اور خزرجی انصار میں کچھ بے لطفی ہو گئی اور ایک خزرجی کے ایک ضرب لگ گئی

---

[۱] ایک مقام ہے مدینہ سے ۱۵ یا ۱۶ رات کے راستہ پر اور کوفہ سے دس منزل اور دمشق سے دس منزل کے برابر فاصلہ پر اور دمشق سے ۱۵ رات کے فاصلہ پر ۔ [۲] ساحل بحیرۂ قلزم سے پانچ میل پر علاقہ قدید میں ایک چشمہ ہے [illegible] [۳] عائشہ اور ام سلمہ بھی ساتھ تھیں ۔

اُسکے ساتھی بدلہ لینے دوڑے اور اگر آنحضرت بیچ میں نہ آجاتے تو بڑا کشت و خون ہوتا - مگر خزرجی غصہ میں بھرے رہے اور مدینہ کے اور لوگ بھی اُنکے ساتھ ہو گئے - عبداللہ بن اُبی جو مدینہ میں اپنی سرداری کا آرزومند رہتا تھا اور آنحضرت کے اقتدار سے بہت جلتا تھا اس قسم کے ہر موقع سے فائدہ اُٹھانا چاہتا تھا اُس نے اس فساد کو اور بھڑکایا - اور اپنی قوم قبیلہ کے لوگوں کو الگ کر لیا - اور کہا کہ تم نے ان مہاجر قریشیوں کو اپنے شہر میں پناہ دیکر کچھ مزا دیکھا - انکو اپنے گھروں میں لیگئے انکو اپنا مال دیا اور یہ لوگ جس ہنڈیا میں کھاتے ہیں اُسی میں سوراخ کرتے ہیں - یہ لوگ تمہارے ہی گھروں میں تمہارے مالک بن بیٹھے مگر قسم خدا کی مدینہ جا کر ہم دیکھ لیں گے کہ کون زبردست ہے - عبداللہ بن اُبی ظاہر میں مسلمان ہوا تھا اور لڑائی میں صرف مال غنیمت کے لالچ سے شریک ہوتا تھا - اسی طرح اور بھی کئی منافق صرف لالچ سے ظاہر میں مسلمان ہوکر آنحضرت کے ساتھ رہتے تھے - لیکن دل سے جنگ نہیں کرتے تھے +

عبداللہ کی اس گفتگو کی خبر آنحضرت کو بھی پہنچی حضرت کے تو تحمل کی انتہا نہ تھی - لیکن عمرؓ بن خطاب نے کہا کہ اگر حکم ہو تو اس منافق کی گردن اُڑا دیں - آنحضرت نے فرمایا کہ لوگ کہیں گے کہ محمد اپنے ساتھیوں کو بھی مارتے ہیں ایسا کرنا مناسب نہیں ہے + عبداللہ بن اُبی منافق کا بیٹا جس کا نام بھی عبداللہ تھا - بڑا مومن دیندار تھا اُس نے کہا کہ اگر میرا باپ گردن زدنی ہو تو یہ کام میرے متعلق کیجئے میں اُسے قتل کروں - حضرت نے فرمایا میں اُسکا ہلاک ہونا نہیں چاہتا - مگر پھر بھی یہ ہوا کہ جب عبداللہ بن اُبی مدینہ کے قریب پہنچا تو اُسکے بیٹے عبداللہ نے اُسے یہ کہکر روکدیا کہ تم مدینہ میں داخل ہونے کے قابل نہیں ہو - آنحضرت کو خبر پہنچی تو آپ نے کہا جانے دو اُسوقت بیٹے نے باپ کو چھوڑ دیا - غرض ۲۸ دن کی غیر حاضری کے بعد ہلال رمضان کو آنحضرت مدینہ میں داخل ہوئے +

(۶۰) قصہ افک عائشہ | غزوہ بنی مصطلق سے واپس ہوتے ہوئے ایک واقعہ یہ ہوا کہ آپ کی زوجہ عائشہ سفر میں ساتھ تھیں مدینہ کے قریب راستہ میں اُنکی ہیکل گر گئی (جو بروایت مدارج ظفار کے مہروں کی بنی ہوئی تھی) اُنکی تلاش میں عائشہ کو دیر ہوئی اونٹ والے نے کچھ خیال نہ کیا اور قافلہ چل کھڑا ہوا - ہیکل ملگئی اور عائشہ اس انتظار میں کہ کوئی لینے آئیگا سو گئیں - قافلہ کے پیچھے ایک شخص چیزوں کی دیکھ بھال کے لئے رہتا تھا اسکا نام صفوان بن معطل تھا جوان آدمی تھا وہ کسی ضرورت سے قافلہ کے پیچھے رہ گیا تھا - اُس نے حضرت عائشہ کو دیکھا اور اپنے ساتھ لے آیا - منافق مار آستین کب چوکنے والے تھے حضرت عائشہ کے پیچھے رہجانے کو بدنیتی پر محمول کیا - ابوبکر کی خالہ زاد بہن کا بیٹا مسطح بن اثاثہ - عبداللہ بن اُبی منافق اور حسان بن ثابت - زید بن رفاعہ - حمنہ بنت جحش نے تہمت اُٹھائی - یہ منہ سے نکلی اور کوٹھوں چڑھی - تمام لشکر میں شہرہ ہو گیا - آنحضرت کو اسکا بہت خیال اور سخت ملال ہوا - لیکن چند روز کے بعد جب اسکی پوری تکذیب ہوئی اور آیۂ بریت نازل ہوئی تو اتہام کنندوں کو اسّی اسّی کوڑے لگائے گئے - لیکن ایرونگ نے لکھا ہے کہ عبداللہ بن اُبی کے کوڑے نہیں لگائے گئے کیونکہ وہ ایسا صاحب اقتدار تھا کہ بس میں آنیوالا نہ تھا +

عائشہ کی بریت ثابت ہونے سے پہلے اپنے رنج والم کے عالم میں آنحضرت نے حضرت علی سے عائشہ کے بارے میں مشورہ لیا حضرت علی نے کہا آپ رنجیدہ کیوں ہوتے ہیں عورتیں بہت ہیں (ابن اثیر و طبری)

غرض آنحضرت ایک ماہ تک عائشہ سے علیحدہ رہے اور عائشہ کو جب اس اتہام کی خبر ہوئی تو کھانے پینے سے انکار کیا اور روتی رہیں - جب عائشہ کی بریت کی آیت نازل ہوئی تو حضرت علی کا بھی اطمینان ہو گیا - اور شک جاتا رہا

لہ اصلی نام حباب تھا اور آنحضرت نے کہا حباب شیطان کا نام ہے اور بدلکر حباب کا نام عبداللہ رکھا لہ صفوان نامرد تھا عورتوں کے کام کا

لیکن عایشہ نے اس شک ہی کی بابت جناب علی کو کبھی معاف نہیں کیا - اور ہمیشہ علی سے نفرت کرتی رہیں اور اس نفرت اور دشمنی کے سبب سے حضرت علی کی عمر میں بڑی بڑی دقتیں اور مصیبتیں پیش آئیں (ایرونگ)

(۶۱) نزول آیۂ تیمم شعبان ۵ھ | بعض کہتے ہیں آیہ تیمم بھی اسی غزوہ بنی مصطلق میں نازل ہوئی تھی[1]

(۶۲) غزوہ خندق یا غزوہ احزاب شوال ۵ھ | سبب اس غزوہ کا یہ ہوا کہ یہود بنی نضیر جلاوطن ہو کر خیبر کے قلعوں میں آکر سکونت پذیر ہو گئے تھے اور اُنکے بعض سردار مثل حی بن اخطب اور سلام بن ابی الحقیق اور کنانہ بن الربیع شب و روز مسلمانوں سے انتقام لینے کی فکر میں رہتے تھے - آخر الامر ۲۰ نفر اُنمیں سے مکہ گئے اور ابوسفیان اور اُسکے ساتھیوں سے مخالفت رسول اللہ صلعم پر معاہدہ کر لیا اور پھر بنی غطفان اور بنی قیس کے پاس جاکر اُنکو بھی گانٹھ لیا - اسی طرح اور بہت سے قبیلوں کو اپنے سے ملا لیا - ابوسفیان ۴ ہزار قریشیوں کے ساتھ جن میں ڈیڑھ ہزار اونٹ اور تین سو گھوڑے تھے مکہ سے نکلا - راستہ میں ۶ ہزار یہود اور اطراف مکہ کے لوگ اُس کے ساتھ ہو لئے اسطرح دس ہزار آدمی کی جمعیت سے مسلمانان مدینہ پر چڑھائی کی گئی -

آنحضرت کو اس حملہ کی پہلے ہی خبر لگ گئی تہی - ایک تو مسلمان جنگ اُحد میں زک پا چکے تھے دوسرے اندیشہ تہا کہ قریش کے پوشیدہ معاون مدینہ میں بھی ہونگے - یہاں کے یہودیوں اور منافقوں پر بالکل بھروسہ نہ تہا - منافق تعداد میں کثرت سے اور طاقتور تھے عبداللہ بن اُبے اُنکا سردار تہا - اب شہر مدینہ کے بچانے میں بہت کچھہ کوشش کیگئی - رسول کریم نے شہر کے باہر جاکر لڑنا خلاف احتیاط سمجہا - مدینہ کے دیگر اطراف مضبوط عمارت و شہر پناہ سے محفوظ تھے صرف کوہ سلع کی طرف سے فضا بے کشادہ تھا - اُسی طرف سے غنیم کے حملہ کا اندیشہ تہا پس اُسکے سامنے سلمان فارسی کی رائے سے پانچ گز چوڑی پانچ گز گہری خندق کھودنے کا حکم دیا -

عرب کے لوگ ابتک خندق کھود کر لڑنیکے فن سے جو ایران میں رائج تہا واقف نہ تھے - عرب میں اس فن کے موجد حضرت سلمان ہی تھے اور یہ اول موقعہ ہے کہ سلمان لڑائی میں آنحضرت کے شریک ہوئے ہیں - حکم کا ہونا تہا کہ مسلمان خندق کھودنے میں مصروف ہو گئے - سلمان سب سے دگنا کام کرتے تھے اور کبھی آنحضرت خود بھی خندق کھودنے میں شریک ہوتے تھے[2]

---

[1] آیہ تیمم کا سبب نزول مفسرین و محدثین نے اس طرح لکھا ہے - عایشہ روایت کرتی ہیں کہ ہم رسول اللہ صلعم کے ایک سفر میں ساتھ تھے واپس آتی دفعہ (غزوہ بنی مصطلق یا غزوہ فتح سے) جب مدینہ کے قریب بیدا یا ذات الجیش میں پہنچے میرا گلوبند ٹوٹ کر گر پڑا - پس آنحضرت اور اصحاب اُسکے ڈھونڈنے کیواسطے ٹہر گئے اور اس منزل میں پانی نہ تہا اور ساتھ بھی پانی نہ تہا - پس لوگوں نے آکر ابوبکر کو خبر دی کہ عایشہ نے گلوبند کھو کر رسول اللہ اور لوگوں کو روانگی سے روک رکھا ہے - پس ابوبکر آئے اور رسول اللہ میرے زانو پر سر رکھے ہوئے سوتے تھے - پس ابوبکر مجھپر خفا ہوئے کہ پانی تو ہے نہیں اور تو نے لوگوں کو روک رکھا ہے اور میری کوکھ میں خوب لاتیں ماریں اور بڑبڑاتے ہاتھ سے مارا اور میں ہل نہ سکتی تھی کیونکہ رسول اللہ میرے زانو پر سوتے تھے - صبح کو حضرت اُٹھے تو پانی نہ تہا اُسوقت آیہ تیمم نازل ہوئی (بخاری و نفیس وغیرہ) صاحب روضۃ الاحباب نے گلوبند کھوے جانیکے مقام کا نام صلصل لکھا ہے - آخر وہ گلوبند صبح کو عایشہ کے اونٹ کے نیچے سے نکلا - جب بہار دی کھڑا ہوا [illegible]

[2] ابن خلدون لکھتا ہے کہ غزوہ خندق و غزوہ بنو قریظہ ۵ھ و غزوہ ۵ھ اُکے بعد ۵ھ پہلے ۶ھ میں ہوئے تھے - نیز صحیح بخاری میں جو یہ ذکر ہے کہ غزوہ بنی مصطلق سے واپسی کے وقت سعد بن عبادہ اور سعد بن معاذ میں کچھہ گفتگو ہوئی یہ غلطی ہے کیونکہ سعد بن معاذ بعد فتح بنی قریظہ ۵ھ میں انتقال کر چکے تھے [3] روضۃ الاحباب و کامل ابن اثیر و طبری وغیرہ میں لکھا ہوا ہے کہ خندق کا کام آنحضرت نے مہاجرین اور انصار میں تقسیم کر دیا تہا - سلمان کے بارہ میں مہاجرین اور انصار میں جھگڑا ہوا انصار کہتے تھے ہم میں سے ہے اور مہاجرین کہتے تھے ہم میں سے ہے - آنحضرت صلعم نے فرمایا سلمان منا اہل البیت [4] اور بروایت [illegible]

چنانچہ ۶ دن میں خندق تیار ہو گئی - خندق کا تمام ہونا تھا کہ دشمن بھی قریب کی پہاڑیوں پر آموجود ہوا - آنحضرت ابن ام مکتوم کو مدینہ کی حکومت پر چھوڑ کر ۳ ہزار آدمی ساتھ لیکر میدان میں تشریف لائے اور اسطرح صف باندھی کہ خندق سامنے رہے اور کوہ سلع پشت پر ایک طرف پہاڑ ایک طرف خندق تھی بیچ میں کمان کی صورت ایک محفوظ جگہ بنائی گئی جسمیں آنحضرت کے لئے سرخ چمڑہ کا خیمہ نصب کیا گیا - غرض مورچے باندہ کر مسلمان پناہ گزین ہوئے - غنیم اول تو انگشت بدندان ہوا کیونکہ پہلے کبھی خندق دیکھی نہ تھی پھر مسلمانوں کو محصور کر لیا - اسوقت کی مسلمانوں کی حالت اللہ تعالی نے اپنے فرقان حمید میں اسطرح بیان فرمائی ہے - اذ جاؤکم من فوقکم ومن اسفل منکم واذ زاغت الابصار وبلغت القلوب الحناجر وتظنون باللہ الظنونا (جسوقت دشمن تم پر تمہارے اوپر کی طرف سے بھی آ اترے اور تمہاری نیچے کیطرف سے بھی چلے اور مارے خوف کے تمہاری آنکھیں پھری کی پھری رہ گئی تھیں اور کلیجے منہوں کو آ گئے تھے اور خدا کی نسبت تم طرح طرح کے گمان کرنے لگے تھے) غرض مسلمانوں کا حال بہت تباہ تھا - خندق کھودنے کی تکان بھوک کی تکلیف[1] دشمنوں کا مقابلہ ادہر سردی شدت کی تھی دامن کوہ میں رہنا - رات کو سرد ہوا برچھی کی طرح لگتی تھی - دن کی دہوپ اور رات کی اوس پڑتی تھی - ۲۴ یا ۲۷ یا ۲۹ روز تک مسلمان اسی حالت میں محصور رہے ہاں ایک مصیبت اور تھی رات کو جاگنا بھی پڑتا تھا کہ کفار شب کو دہاوا نہ کر دیں - بلکہ دن کو بھی پتھر اور تیر لئے مسلمان مستعد رہتے تھے - کہ کفار نے یورش کی ٹھہرائی ادہر پتھروں اور تیروں سے خبر لی گئی - مگر بعض منافق مسلمانوں کو بہکاتے تھے کہ مدینہ میں پھر چلو اپنی جانیں کیوں دیتے ہو - انہیں راتوں میں سے آخری کی بابت معارج النبوۃ - روضۃ الصفا اور روضۃ الاحباب و مدارج اور تاریخ الخمیس میں حذیفۃ الیمانی کا یہ بیان لکھا ہے کہ بخدا اس رات کو بھوک اور سردی نے ہمیں ایسا ستایا تھا کہ خدا ہی جانتا ہے - کسیقدر رات گذرے حضرت خواب سے بیدار ہوئے اور چند رکعت نماز ادا کر کے بعض یاروں کیطرف متوجہ ہوئے اور کہا کون ہے کہ جاوے اور ان لوگوں کی خبر ہم تک لاوے تاکہ اسکو خدا تعالی بہشت میں میرا رفیق گردانے - حذیفہ کہتے ہیں کہ ہم میں سے کسی نے خوف اور بھوک اور سردی کے سبب سے جواب نہ دیا حضرت پھر نماز میں مشغول ہو گئے - اور فارغ ہو کر پھر فرمایا کہ کوئی ہے جو اس قوم کی خبر ہمیں پہنچاوے تاکہ خدا تعالی اُسے بہشت میں میرا رفیق کرے اس مرتبہ بھی کسی نے جواب نہ دیا - جب تین دفعہ اسی طرح آواز دیچکے اور کسی نے جواب نہ دیا تو صحابہ کرام میں سے تین یا چار کا نام لیکر کہا اُنہیں سے ہر ایک نے یہی جواب دیا کہ پناہ مانگتا ہوں میں خدا سے اور اُسکے رسول سے کہ مجھے اس مقام پر اس مشقت سے معاف رکھا جائے اور کہیں نہ بھیجا جائے[2] - اسکے بعد میرا نام لیا میں نے عرض کیا لبیک یا رسول اللہ - فرمایا تجھ سے ہو سکتا ہے کہ آج رات کو تو ہماری حراست کرے تاکہ قیامت کے دن تو ہمارے ساتھ ہو - میں نے عرض کی بیشک یا رسول اللہ - مگر بھوک اور سردی نے مجبور کر رکھا ہے - حضرت نے دعا کی میری بھوک اور سردی جاتی رہی اور میں حضرت کے حکم سے مخالفین کے لشکر کی خبر لایا - واپس آیا تو پھر ویسی ہی سردی معلوم ہونے لگی[3] +

[1] آنحضرت صلعم نے مارے بھوک کے پیٹ پر پتھر باندھ رکھا تھا تین دن سے کچھ نہ کھایا تھا اور اصحاب بھی تین دن کے فاقہ سے تھے (معارج النبوۃ - سیرۃ الحلبیہ - تاریخ الخمیس) [2] اور حضرت ابو بکر نے کہا کہ یا رسول اللہ حذیفہ کو بھیج دیجئے (سیرۃ محمدیہ - سیرۃ الحلبیہ) [3] تفسیر در المنثور جلد ۵ صفحہ ۱۸۵ میں لکھا ہے - ابراہیم تیمی راوی ہے کہ اُس کے باپ نے حضرت حذیفہ سے کہا کہ اگر ہم رسول اللہ کی خدمت میں ہوتے تو حضرت کی خدمت کرتے - حذیفہ نے کہا شب جنگ خندق ہم رسول اللہ کے ساتھ تھے حضرت نماز پڑہ رہے تھے اور میں نے ایسی سرد رات تھی کہ اس سے قبل یا بعد کبھی ایسی سرد رات میں نے نہیں دیکھی (دیکھو صفحہ ۱۰۹)

صاحب روضۃ الصفا و معارج النبوۃ نے ماہران فن سیر و تواریخ سے اسطرح نقل کیا ہے کہ جب مخالفوں کے لشکر نے مسلمانوں کا ہر طرف سے محاصرہ کر لیا۔ تو مسلمانوں کے ہوش جاتے رہے بہت ڈرے کیونکہ ایک تو لشکر کی کثرت دوسرے اُسمیں عمرو بن عبدود جیسا نامی پہلوان موجود تہا جسے اہل عرب ہزار بہادروں کی برابر سمجھتے تہے۔ جرات و شجاعت اور استعمال و استجال آلات حرب میں کمال رکھتا تہا۔ چنانچہ حضرت عمر نے اس موقعہ پر بیان کیا کہ ایک دن ہم طائفہ قریش کے ساتھ کہ جن میں عمرو بن عبدود بھی تہا بہت سا مال تجارت لیکر شام کی طرف جا رہے تھے کہ ناگاہ ہزار کے قریب رہزنوں نے ہمارا راستہ روک لیا اہل قافلہ نے جان و مال سے ہاتھ دہو لئے۔ اسی اثناء میں عمرو بن عبدود نے ایک شتر بچہ بجائے سپر ہاتھ میں لیکر شیر ژیاں اور پیل دماں کی طرح مخالفوں پر حملہ کیا۔ اُسکا اُنکی طرف منہ کرنا تہا کہ وہ سب کے سب بہڑی ہو گئے۔ اور قافلہ سلامتی سے گذر گیا یہ عمرو بن عبدود بدر کی لڑائی میں زخم عظیم کہا کر جنگ سے بہاگ گیا۔ احد میں کسی وجہ سے حاضر نہ ہو سکا تہا۔ اب تلافی مافات کے لئے آیا تہا۔ بعض نے لکہا ہے کہ یہ عمرو رشتہ میں حضرت خدیجہ کا چچا تہا۔

اسی اثناء میں جاسوس خبر لائے کہ ابوسفیان نے حی بن اخطب کو بنی قریظہ کے سردار کعب بن اسد کے پاس بہیجکر یہودان بنی قریظہ کو بھی جنکا مضبوط قلعہ شہر کے قریب تہا اور آنحضرت سے معاہدہ صلح کئے ہوئے تہے اپنے سے ملا لیا۔ فوج تہوڑی تہی اور تمام خندق کی حفاظت اُس سے دشوار تہی۔ بنی قریظہ کے بے ایمانی کے حملہ سے بچنا اور شہر میں امن قایم رکھنا جو اُن یہودیوں کے پوشیدہ ہمراز ضرور ہونگے بہت مشکل تہا۔ لہذا حضرت نے مشورہ کیا اور اُنکے حامیوں کو ہٹانا چاہا قوم غطفان اور فزارہ کے بہت سے لوگ قریش کے ہمراہ آئے تہے۔ آنحضرت نے اُنکے پاس کہلا بہیجا کہ اگر وہ قریش سے الگ ہو جائیں تو مدینہ میں ایک سال کے اندر جتنی کھجوریں پیدا ہونگی اُسکا ایک ثلث اُنکو دیا جاویگا۔ وہ راضی ہو گئے تہے لیکن انصار نے خصوصًا سعد بن معاذ نے کہا کہ ہماری میووں پر کبہی انکو جرات نہ ہوگی جب ہم مسلمان نہ تہے اور مثل انکے کافر تھے۔ جب تو بنی غطفان بغیر دام دیئے ہماری کھجوریں لے ہی نہ سکے اب تو ہم سچے دین پر ہیں اور آپ ہمارے

(بقیہ صفحہ ۱۰۰) حضرت ہم لوگوں کی طرف ملتفت ہوئے اور فرمایا ہے کوئی مرد جو اس قوم کی طرف جائے اور خبر لائے خدا اُسکو ہمارے ساتھ قیامت میں جگہ دیگا حضرت کے اس کلام پر کوئی نہ اُٹھا پہر حضرت نے اس کلام کا اعادہ کیا کسینے جواب نہ دیا آپنے فرمایا اے ابوبکر۔ ابوبکر نے کہا استغفر اللہ و رسولہ۔ حضرت نے فرمایا اگر چاہو تو جاؤ۔ پہر فرمایا۔ اے عمر وہ بھی استغفر اللہ کہکر رہ گئے۔ تب آپنے فرمایا کہ اے حذیفہ تو ہمنے کہا لبیک اور حاضر ہوئے حالانکہ سردی کی شدت سے کانپ رہے تہے حضرت نے اپنے دست مبارک سے ہمارے سر اور چہرے پر مسح کیا۔ اور فرمایا جا کر اس قوم کی خبر لا اور کوئی نئی بات نکرنا۔ جبتک ہمارے پاس نہ پہر آؤ۔ پہر آپنے دعا دی۔ کہ خدایا اسکی حفاظت کر آگے سے اور پیچھے سے اور دہنے بائیں فوق اور تحت سے جبتک یہ پہر آئے۔ حذیفہ کہتے ہیں ہم جب اُدہر روانہ ہوئے تو ایسی گرمی معلوم ہوتی تہی کہ گویا حمام میں جا رہے ہیں۔ وہاں جا کر کیا دیکھتے ہیں کہ خدا نے اُنپر ایسی ہوا کو مسلط کیا ہے کہ خیمہ کی طنابیں ٹوٹ گئیں۔ جانور اُنکے بہاگ گئے برتن اُنکے اُلٹے ہیں کوئی چیز اُنکے پاس نہیں ہے سب کو ہوا نے تباہ کر دیا ہے۔ ابوسفیان کو دیکہا کہ آگ سلگائے ہوئے تاپ رہا ہے ہمنے چاہا کہ ایک تیر سے قصہ طے کر دیں۔ مگر حضرت کا کلام یاد آیا جس سے تیر کو ہمنے پہر ترکش میں رکھ لیا۔ ایک شخص نے اُن کفار میں سے کہا کہیں کوئی جاسوس نہ ہو تو ہر شخص نے اپنے اپنے ساتھی کا ہاتھ پکڑ لیا ہمنے بھی اپنے پاس کے شخص کا ہاتھ پکڑا اور پوچہا کون ہے تو اُس نے کہا سبحان اللہ کیا نہیں پہچانتا کہ ہم فلاں شخص ہیں وہ قبیلہ ہوازن سے تہا بعد اسکے ہم وہاں سے واپس آئے اور رسول اللہ سے سارا قصہ بیان کیا حضرت اسقدر ہنسے کہ اُس اندہیری رات میں آپکے دندان مبارک چمکنے لگے۔ حضرت نے ہمکو اپنے قدم مبارک کے پاس سلایا اور اپنی ردائے مبارک ہم پر ڈالی ہم مارے سردی کے قدم مبارک سے اپنا شکم اور سینہ ملا رہے تھے صبح کو خدا نے اُس لشکر کو ہزیمت دی ÷ ÷ ÷ ÷

سردار ہیں اب کوئی ہم دبنے والے ہیں قسم خدا کی اگر وہ ہماری کھجوروں پر دانت رکھتے ہیں تو تلوار سے لیں حضرت نے بھی اس رائے کو مان لیا اور بات گئی گذری ہوئی (ابن اثیر و روضۃ الاحباب) +

خندق درمیان میں تھی کفار کو یہ قدرت نہوئی کہ ایک دم سے حملہ کر کے مسلمانوں کو کچل ڈالیں لیکن پھر بھی کوئی دن لڑائی سے خالی نہ جاتا تھا۔ جہاں کفار نے خندق پھلانگنے کا قصد کیا اور مسلمانوں نے پتھر مارنے شروع کئے۔ بیس دن سے زیادہ یہی حال رہا۔ ایک روز کفار نے خندق کا ایک تنگ حصہ دریافت کر لیا۔ اور عکرمہ بن ابو جہل اور عمرو بن عبدود اور نوفل بن عبد اللہ و ضرار بن الخطاب و ہبیرہ بن ابی وہب و مرداس وغیرہ چند نامی جنگجو خندق سے گھوڑے کودا کر اس پار آگئے اور مبارز طلب کئے۔ لڑائی کی کیفیت دیکھنے کو ابو سفیان مع خالد بن ولید بہت سے آدمیوں کا پرا جمائے ہوئے کھڑا تھا۔ عمرو بن عبدود بڑا ہی شجاع تھا ایک معرکہ میں اکیلے نے پچاس آدمیوں کو ہلاک کیا تھا۔ مسلمانوں میں سے کسی نے اُسکے مقابلہ کی ہمت نہ کی اور بروایت روضۃ الاحباب و حبیب السیر و تاریخ الخمیس و روضۃ الصفا وغیرہ اُن کی حالت کانما علیٰ رؤسہم الطیر[1] کی ہو گئی یعنی بالکل بے حس و حرکت ہو گئی۔ آنحضرت نے تین مرتبہ اپنے اصحاب سے کہا کہ کون اسکے مقابلہ کو جاتا ہے۔ تینوں مرتبہ صرف حضرت علی ابن ابیطالب ہی بولے کہ یا رسول اللہ اس سے میں لڑونگا دو دفعہ تو حضرت نے فرمایا کہ بیٹھ جاؤ مگر تیسری مرتبہ حضرت بولے کہ اے علی یہ عمرو بن عبدود ہے۔ حضرت علی نے عرض کی کہ کچھ پروا نہیں میں بھی تو علی ابن ابی طالب ہوں۔ پس حضرت نے اپنی تلوار یعنے ذوالفقار علی کی کمر سے باندھی اپنی زرہ پہنائی۔ عمامہ اپنا اُنکے سر پر رکھا اور دُعا کی کہ بارالہا عبیدہ جنگ بدر میں مجھ سے جدا ہوئے حمزہ احد میں مارے گئے صرف ایک علی رہ گئے ہیں ایسا نہو کہ آج میں ان سے بھی ہاتھ دھو بیٹھوں۔ الغرض علی پیدل میدان میں آئے عمرو بن عبدود سے مقابلہ ہوا عمرو کی تلوار علی کی سپر کاٹتی ہوئی سر تک پہنچی۔ علی نے جو سنبھل کر ہاتھ مارا تو عمرو کا سر کئی قدم پر جا کر پڑا۔ مسلمانوں کو اس لڑائی کی بڑی فکر تھی ہر ایک دست بدعا تھا دونوں میں سخت گتھم گتھا ہوئی دونوں گرد کے بادلوں میں چھپ گئے تھے۔ گرد میں ہاتھوں کی صفائی تو نظر نہ آئی لیکن حضرت علی کی تکبیر سنکر مسلمانوں نے کہا وہ مارا۔ عمرو مارا گیا اور بقیہ کفار سے لڑائی ہوئی طرفین سے چند آدمی مارے گئے۔ سعد ابن معاذ سخت زخمی ہوئے۔ آخر وہ کفار جو خندق پھلانگ کر آئے تھے بھاگے بھاگتے ہوئے نوفل کا گھوڑا خندق نہ پھلانگ سکا اور وہ خندق میں گرا۔ علی مرتضیٰ نے خندق میں کود کر ایک ہاتھ مار کر دو کر دیے۔ پھر دشمنوں کا تعاقب کیا گیا۔ عکرمہ علی کے ہاتھ سے زخمی ہوا۔ ضرار بن خطاب بن مرداس فہری حضرت علی کی صورت دیکھتے ہی بھاگا حضرت عمر خطاب نے بھاگتا دیکھکر سخت تعاقب کیا۔ ضرار پھر پڑا اور نیزہ کا وار کرنا چاہا پھر یہ کہکر کہ اگر میں نے یہ عہد نکیا ہوتا کہ کسی قریشی کو نہ مارونگا تو قتل کر ڈالتا رُک گیا اور سر پر چھوا کر کہا کہ نعمت مشکورہ ہے کہ میں نے تم پر ثابت کی جاؤ یاد رکھنا۔ احسان نہ بھولنا (روضۃ الاحباب ازالۃ الخفاء و خمیس وغیرہ) عمرو کو مار کر حضرت علی نے اُسکے زرہ جو نہایت قیمتی تھی نہ اُتاری اور اُسکا سر لاکر آنحضرت کے قدموں میں ڈال دیا۔ آنحضرت نے فرمایا لمبارزۃ علی الخ + ابن اثیر نے علی مرتضیٰ اور عمرو بن عبدود کی لڑائی کو اسطرح بیان کیا ہے۔ عمرو بن عبدود جنگ خندق کے دن علم لئے ہوئے اپنا رتبہ دکھانے کو تزک و احتشام کے ساتھ نکلا جب وہ اور اُسکے ہمراہی میدان میں آکھڑے ہوئے تو پکار کر کہنے لگا کون شخص میرے مقابلہ کو نکلے گا یہ سنکر علی مرتضیٰ میدان بیچ آئے[2]

---

[1] گویا اُنکے سر پر پرندہ بیٹھا تھا۔ اونٹ کے سر میں جب چیچڑیاں پیدا ہو جاتی ہیں اور کوا اُسکے سر پر بیٹھکر اُنہیں چنگ کھاتا ہے اُسے آرام آتا ہے اور وہ اس خوف سے سر نہیں ہلاتا کہ کہیں کوا اُڑ نہ جائے۔ وہ بالکل بے حس و حرکت ہو جاتا ہے پس عرب بالکل بے حس و حرکت رہنے کے موقع پر یہ محاورہ بولتے ہیں [2] عمرو نے دیکھکر کہا کہ تم ابھی حدیث السن ہو تم ابھی اس قابل نہیں کہ مردان مرد کے سامنے میدان میں آؤ اُلٹے پھر جاؤ۔ ابو بکر یا عمر کیوں نہیں آتے جو تم سے بڑے ہیں وہ آئیں (روضۃ الصفا)

اور کہا عمرو تونے خدا سے عہد کیا ہوا ہے کہ اگر قریش کا کوئی آدمی دو[1] باتوں میں سے کسی ایک کی درخواست کرے تو اُسکو ضرور مان لونگا۔ عمرو نے کہا ہاں بیشک میرا یہی عہد ہے علی مرتضی نے کہا کہ میں تمہیں خدا اور اُسکے پیغمبر اور اسلام کی طرف بلاتا ہوں عمرو نے کہا مجھے اسکی کچھہ ضرورت نہیں ہے۔ تب علی مرتضی نے کہا کہ میں تجھے میدان میں اُترنے کے واسطے بلاتا ہوں۔ تب عمرو نے کہا مجھے تمہارا قتل کرنا پسند نہیں ہے[2]۔ علی مرتضے نے کہا قسم بخدا میں تو تجھے قتل کرنا پسند کرتا ہوں۔ اسپر عمرو کو جوش آیا اور گھوڑے سے اُتر کر کھڑا ہوا اور اُسکی کونچیں کاٹ ڈالیں اور منہ زخمی کر دیا اور علی مرتضی کی طرف متوجہ ہوا دونوں میں خوب لڑائی ہوئی[3]۔ آخرکار علی مرتضی نے اُسے قتل کر ڈالا۔ اُسکے ہمراہی شکست کھا کر خندق سے بھاگتے ہوئے نکل گئے ✣ اسی طرح مسلمانوں اور کفار میں کئی مرتبہ مقابلہ ہوا۔ اور گو کہ مسلمانوں ہی کا بول بالا رہا مگر نتیجہ کچھہ نہ نکلا۔ کفار محاصرہ کئے رہے۔ اتنے میں خبر آئی کہ کفار مدینہ پر حملہ کرینگے اسلئے کچھہ لوگ میدان جنگ سے مدینہ کی حفاظت کو بہی گئے مسلمانوں کی عورتیں مدینہ کے قلعوں میں پناہ گیر تہیں۔ خندق کی لڑائی مسلمانوں کے لئے سخت مصیبت تہی ✣ جب لڑائی ہو رہی تہی ایک شخص قوم غطفان کا جس کا نام نعیم بن مسعود تہا مخفی طور پر مسلمان ہوگیا اور آنحضرت کے پاس آکر کہنے لگا کہ اگر اجازت ہو تو ہم کفار میں جنپر ہمارا اسلام ظاہر نہیں ہے پہوٹ ڈالدیں حضرت نے فرمایا الحرب خدعۃ[4] کچھہ مضایقہ نہیں۔ پس نعیم بنی قریظہ کے پاس آیا اور اُن سے دینی خیرخواہی ظاہر کرکے کہا کہ ہم تم یہود ہیں اور کفار قریش بت پرست ہیں ہمکو اُن سے کچھہ ہمدردی ہے تو صرف محمدؐ کی عداوت کی وجہ سے لیکن ایسا نہ ہو کہ قریش کل کو چلے جائیں اور پہر اُنکے مددگار بہی اپنے اپنے مقاموں پر منتشر ہو جائیں اور اصحاب محمدؐ اور باشندگان مدینہ تم لوگوں سے بدلہ لیں۔ اور مجھکو مستحکم ذریعوں سے معلوم ہوا ہے کہ قریش محمد سے ملگئے ہیں۔ بہتر ہے کہ تم کچھہ سردار قریش کے بطور ضمانت کے طلب کرو تا کہ کفار تمہاری حمایت سے کبہی دست بردار نہوں پہر قریش اور بنی غطفان کے پاس جا کر یوں کہا کہ بنی قریظہ محمد سے مل گئے ہیں اور تمہارے سرداروں کو گرفتار کرکے محمد کے پاس بہیجنا چاہتے ہیں ✣

پس ابو سفیان نے جمعہ کی شام کو بنی قریظہ کے پاس امتحاناً کہلا بہیجا کہ ہم لوگ کل شنبہ کو مسلمانوں پر دہاوا کرنیکا ارادہ رکہتے ہیں۔ تم بہی تیار رہو اُنہوں نے جواب دیا کہ شنبہ کو ہم لوگ تو کوئی کام نہیں کرتے۔ یوم السبت ہے۔ ہاں اسکے بعد ہم ضرور شریک ہیں۔ لیکن اس شرط سے کہ تم چند سرداروں کو ہمارے پاس بطور ضمانت کے بہیجدو۔ کہ وہ ہماری حراست میں رہیں۔ تا کہ تم ہماری حمایت سے کبہی دست کش نہ ہو سکو۔ اب قریش اور بنی غطفان کو نعیم کے قول کی تصدیق ہو گئی اور اس اندیشہ سے حملہ سے باز رہے کہ مبادا بنی قریظہ پیچھے سے آپڑیں ✣

اتفاقاً اُسی رات کو آندہی آئی اور وہ بہی صحرا کی طرف سے نہایت سخت سردی کے ساتھ۔ مینہ بہی برسا خیمے اُکھڑ گئے کمپ کی آگیں بجھہ گئیں۔ کفار میں شور مچگیا۔ کہ محمدؐ نے جادو سے یہ طوفان برپا کیا ہے اور اب فوج لیکر حملہ کرتا ہے۔ اُنمیں بڑا اضطراب اور ہلچل مچگئی۔ ابو سفیان کا جی چہوٹ گیا۔ اپنے اونٹ پر سوار ہوا اور بازگشت کا حکم دیدیا کچھہ رات رہے دشمن کی فوج میں سے قریشی مکہ کیطرف اور اُنکے مددگار اپنے اپنے علاقوں کی طرف روانہ ہو گئے مسلمان یہ خبر سنکر مسرور ہوئے اور ایک طور پر خود کو فتحیاب سمجھے اور پہر خوشی خوشی مدینہ واپس آئے۔

---

[1] حبیب السیر و روضۃ الصفا و روضۃ الاحباب میں تین باتیں لکھی ہیں تیسرے یہ کہ اُلٹا پہر جا اپنے شہر کو۔ کہا یہ عار اور بدنامی گوارا نہیں کر سکتا۔ قریش کی عورتیں بہی ایسا نہیں کر سکتیں [2] کیونکہ میری تیرے باپ سے دوستی اور محبت تہی (حبیب السیر۔ روضۃ الاحباب۔ روضۃ الصفا) [3] عمرو نے تلوار کا وار کیا علی نے سپر پر روکا۔ مگر تلوار سپر کو کاٹکر سر پر بیٹہی اُسوقت شاہ ولایت پناہ نے ضرب ذوالفقار سے اُسکو دو ٹکڑے کر ڈالا (حبیب السیر) [4] جنگ میں داؤں گہات جائز ہے ✣ ✣

حذیفہ اسی رات کو دشمن کی خبر لینے کے واسطے بھیجے گئے تھے +

ایرونگ لکھتا ہے کہ ابوسفیان نے غم و غصہ کی حالت میں آنحضرت صلعم کو لکھا اور ملامت کی کہ یہ کیا بزدلی ہے کہ کھائی کے پیچھے سے لڑے اور یہ وہ چیز ہے کہ عرب لوگ جنگ میں اس سے واقف نہیں۔ یہ بھی لکھا کہ آئندہ کبھی بدلہ لونگا۔ جب جنگ احد کی طرح کھلے میدان میں مقابلہ ہوگا۔ آنحضرت نے جواب میں لکھا میدان میں آجا۔ اور پیشین گوئی کی کہ عنقریب وہ دن آتا ہے کہ قریشیوں کے بتوں کو پارہ پارہ کرتا ہوں +

صاحب روضۃ الاحباب و صاحب مدارج النبوۃ لکھتے ہیں کہ اس غزوہ میں خاصکر حیدر کرار صاحب ذوالفقار علی مرتضیٰ سے وہ مبارزت اور مقاتلت واقع ہوئی کہ حد قیاس اور احاطہ عقل سے باہر ہے۔ جیساکہ اخبار میں وارد ہوا ہے کہ لمبارزۃ علی ابن ابیطالب یوم الخندق افضل من اعمال امتی الی یوم القیامۃ (تحقیق جنگ کرنا خندق کی لڑائی میں علی بن ابیطالب کا افضل ہے میری اُمت کے اعمال نیک سے روز قیامت تک)۔ مؤلف کہتا ہے ایک روایت میں بجائے اعمال اُمتی کے من عبادۃ الثقلین (جن و انس کی عبادت سے) واقع ہوا ہے۔ اور بعض روایت میں بجائے لمبارزۃ علی کے لضربۃ علی وارد ہوا ہے۔ اور صاحب سیرۃ المحمدیہ و حیوٰۃ الحیوان ناقل ہیں کہ جمہور اہل سیر روایت کرتے ہیں کہ جب جناب امیر عمرو بن عبدود کے مقابلہ کے لئے نکلے تو آنحضرت صلعم نے فرمایا برز الایمان کلہ الی الشرک کلہ یعنے پورا ایمان پوری کفر کے مقابلہ کو نکلا ہے (حیوٰۃ الحیوان لغت حیدر) +

صاحب حبیب السیر نے عمرو بن عبدود کے مارے جانیکا حال لکھکر یہ شعر لکھے ہیں ؎ ز تیغ علی عمرو چوں کشتہ گشت۔ فلک نامۂ دولتش در نوشت + رسول خدا گفت از یکدلی۔ کہ در روز خندق مصاف علی + بہ از ہر عمل کاندریں روزگار۔ کنند اہل دیں تا بروز شمار + اور کشف الغمہ سے نقل کیا ہے کہ ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما نے اُس مجلس میں اُٹھکر حضرت علی کے سر کو چوم لیا۔ مدارج النبوۃ اور روضۃ الصفا میں ہے کہ ابوبکرؓ اور عمرؓ نے اُٹھکر علیؓ کا سر چوم لیا اور عبداللہ بن مسعود نے پڑھا کفی اللہ المومنین القتال بعلی وکان اللہ عزیزاً حکیما۔ ثبوت کو پہنچا ہے کہ عمرو بن عبدود کے مارے جانیسے اہل اسلام کی کمر مضبوط ہوگئی اور ارباب ضلال کے دل چھوٹ گئے +

(۶۳) غزوہ بنی قریظہ ذیقعدہ ۵ھ

ابو الفدا لکھتا ہے اور صاحب حبیب السیر اور دیگر مورخین و اہل سیر نے بھی لکھا ہے کہ جس روز آپ جنگ خندق سے فارغ ہو کر مدینہ منورہ میں تشریف لائے مسلمان اپنے اپنے ہتھیار کھولکر بیٹھے یہانتک کہ ظہر کا وقت آیا۔ اُسیوقت حضرت جبرئیل پیغمبر خدا کے پاس آئے اور عرض کی کہ یارسول اللہ خدا تعالیٰ نے حکم دیا ہے کہ بنی قریظہ سے جاکر لڑو۔ پس حضرت نے مسلمانوں کو حکم دیا کہ جبتک بنی قریظہ کے پاس نجائیں نماز عصر نہ پڑھیں اور حضرت علی کو علم دیکر روانہ کیا اور وہ بنی قریظہ کے ایک کنوئیں پر جاکر اُترے پیچھے سے آنحضرت تین ہزار آدمی کے ساتھ جا پہنچے ۲۵ روز تک مسلمانوں نے بنی قریظہ کا محاصرہ رکھا آخر وہ ڈر کر قلعہ سے باہر نکل آئے اور گرفتار ہوئے۔ قبیلہ اوس بنی قریظہ کا دوست تھا لہذا بنی اوس نے آنحضرت سے درخواست کی کہ جس طرح بنی خزرج کی سفارش سے حضور نے بنی قینقاع کی جاں بخشی فرمائی تھی اسیطرح ہمارے کہنے سے اس قبیلہ کی جاں بخشی فرمائیے۔ پیغمبر خدا نے فرمایا کہ اگر تمہاری مرضی ہو تو سعد ابن معاذ کو حکم بنادیں جو وہ کہے اُسکی تعمیل ہم بھی کریں تم بھی کرو۔ یہ شخص چونکہ قبیلہ اوس کا سردار تھا اور اُس قبیلہ کے آدمی اس قبیلہ سے بہت محبت رکھتے تھے فوراً سب نے منظور کیا کیونکہ وہ جانتے تھے کہ سعد بن معاذ اُنکی مخلصی میں سعی کریگا۔ حکم ہوا کہ سعد بن معاذ کو بلاؤ۔ سعد کی رگ ہفت اندام میں ایک گہرا زخم جنگ خندق میں آیا تھا پیدل نہ آسکے اُنکو ایک دراز گوش پر سوار کر کے لائے۔ جب سعد حاضر دربار ہوئے حضرت نے اُنکی سبب تعظیم کی

سعد کی کنیت ابوعمر تھی۔ بنی قریظہ نے کہا کہ اے ابوعمر رسول اللہ نے آپ کو ہمارے اوپر حکم مقرر کیا ہے آپ ہمارے واسطے جو حکم دیں وہ عمل میں آئیگے۔ سعد نے کہا کہ میں یہ حکم دیتا ہوں کہ مردوں کو مار ڈالو اور بچوں عورتوں اور لونڈیوں کو انکی گرفتار کرلو اور مال انکا سب آپس میں بانٹ لو۔ آنحضرت نے اس فیصلہ کو پسند فرمایا پس انصار نے پہلے ان لوگوں سے گڑھے کھدوائے بعدازاں علی اور زبیر انکے قتل پر مامور ہوئے۔ انہوں نے سب کی گردنیں کاٹکر اُن گڑھوں میں لاشیں ڈالکر اوپر سے مٹی ڈالدی۔ یہ تخمیناً ۹۰۰ آدمی تھے جو مارے گئے۔ انہیں کعب بن اسد اور حی بن اخطب بھی تھا۔ بعدازاں اُنکی عورتوں بچوں لونڈیوں اور مالوں میں سے پانچواں حصہ خمس کا نکالکر باقی صحابہ میں تقسیم کردیا اور اُنکے مکان مہاجرین کے رہنے کو دیدیے گئے انصار نے بخوشی منظور کیا اُنہیں سے ریحانہ بنت عمر کو حضرت نے اپنے واسطے رکھا۔ اور جو تا وفات پیغمبر خدا آنحضرت کی ملکیت میں رہی۔ بنی قریظہ کے مقتول ہونیکے بعد سعد بن معاذ کا بھی زخم پھٹ گیا وہ بھی راہی دارالبقا ہوئے۔ اس غزوہ میں مسلمانوں کا صرف ایک آدمی شہید ہوا۔ جنگ خندق میں کل چھ آدمی شریک ہوئے تھے۔ جن میں یہ سعد بن معاذ بھی شامل ہیں اسوقت انکی عمر ۳۷ سال کی تھی جسیم بلند بالا تھے۔ مصعب بن عمیر کے ہاتھ پر مسلمان ہوئے تھے۔ اُنہوں نے اپنے تمام قبیلہ بنی عبدالاشہل کے مرد عورت بچوں سب کو ایک دن میں مسلمان کیا تھا +

(۶۴) سریہ سیف البحر[۱] ذیحجہ سنہ ۵ھ حبیب السیر میں مستقصیٰ اسے نقل کیا ہے کیا اسی سال پنجم میں آنحضرت نے ابوعبیدہ بن جراح کو تین سو آدمیوں کے ساتھ سیف البحر کیطرف بھیجا تھا۔ توشہ سفر صرف ایک انبان کھجوریں تھیں۔ اوائل سفر میں ہر شخص ایک کھجور روز کھاتا تھا پھر وہ بھی کم حصہ میں آنے لگی۔ اسی اثنا میں خدا نے ایک ایسی بڑی مچھلی کنارہ پر بہیجی کہ ایک ماہ تک اُسکا گوشت سب نے کھایا۔ کہتے ہیں کہ وہ اتنی بڑی تھی کہ جابر بن عبداللہ انصاری اونٹ پر سوار اُسکی ایک پسلی کے نیچے سے نکل گئے۔ واقدی سے روایت ہے کہ قیس بن سعد بن عبادہ نے کہا کہ کوئی ایسا ہے جو اونٹ ہماری ہاتھ خرما کے بدلے بیچے اور خرما مدینہ میں جا کر لے۔ حضرت عمر نے یہ سنکر کہا کہ دیکھتے ہو یہ مرد اپنے باپ کے مال پر ہاتھ دراز کرتا ہے اور اپنے پاس کچھ نہیں رکھتا۔ قیس نے متغیر ہوکر کہا میرا باپ پیادوں کو سوار اور بھوکوں کو سیر کرتا ہے کیا وہ اس قرض کو ادا نہ کریگا جو میں محتاجان راہ خدا کے لئے کرتا ہوں پس قبیلہ جہینہ کے ایک مرد نے دو وسق[۲] (بوجھ اونٹ کے) خرما کی عوض ۵ اونٹ قیس کے ہاتھ فروخت کئے۔ قیس ایک اونٹ روز ذبح کرکے اُن تین سو آدمیوں میں تقسیم کر دیتے تھے۔ دو اونٹ باقی رہ گئے تھے کہ وہ ماہی عظیم خدا نے بھیجی۔ پھر ابوعبیدہ نے اُن بقیہ اونٹوں کو ذبح نہ کرنے دیا۔ مدینہ پہنچے تو سعد بن عبادہ نے بیٹے کی بڑی تحسین کی اور ایک نخلستان اُسکو دیا جس سے ہر سال پچاس وسق خرما حاصل ہوتا تھا۔ اور اونٹوں کی قیمت جہینی کو پہنچائی اُسے کپڑے بھی پہنائے جب کیفیت واقعہ سے حضور صلعم کو اطلاع ہوئی قیس کی نسبت فرمایا کہ وہ فیاض خاندان سے ہے۔

(۶۵) مختلف واقعات (۱) جب حضرت غزوہ دومۃ الجندل پر تشریف لیگئے تھے پیچھے مدینہ میں سعد بن عبادہ کی والدہ عمرہ بنت مسعود نے وفات پائی (۲) ماہ جمادی الآخر میں چاند گرہن ہوا اور حضرت نے نماز گرہن پڑھی (۳) اسی سال قریش بہت تنگ ہوئے حضرت نے تالیف قلوب کی غرض سے چاندی سے مدد دی (۴) کئی قبیلے عرب کے حضرت کی خدمت میں آکر مشرف باسلام ہوئے (۵) اسی سال زید بن حارثہ نے اپنی بیوی زینب[۳] بنت جحش کو طلاق دیدی۔ اور ذیقعدہ میں آنحضرت نے اُن سے نکاح کرلیا (۶) جس شب زینب بنت جحش سے زفاف واقع ہوا اُسی شب کو آیہ حجاب نازل ہوئی (۷) صاحب تاریخ الخمیس لکھتے ہیں کہ اسی سال حج خداتعالیٰ نے فرض کیا تھا۔

[۱] تاریخ الخمیس اور کامل ابن اثیر میں اسکو غزوۃ الخبط لکھا ہے کیونکہ اسمیں صحابہ کی حالت پتے ہو کر پتے کھانے پر پہنچ گئی تھی یہ غزوہ رجب سنہ ۸ھ میں لکھا ہے پہلے ایک مٹھی کھجوریں ملتی تھیں پھر ایک ایک ملنے لگی۔ مچھلی وغیرہ کا سب حال اسی طرح لکھا ہے صاحب تاریخ الخمیس نے رجب سنہ ۸ھ یا سنہ ۷ھ یا سنہ ۶ھ قبل صلح حدیبیہ لکھا ہے [۲] وسق = ۶۰ صاع اور صاع = ۱۰۴۰ درہم اور درہم = تقریباً ساڑھے تین ماشہ۔ نیز صاع = ۴ مد = ۳۰ سیر بوزن انگریزی

[۳] آنحضرت کی پھوپھی امیمہ بنت عبدالمطلب کی بیٹی تھیں + +

آنحضرت نے سنہ ۹ھ تک حج نہیں کیا سنہ ۱۰ھ میں حج کیا۔ حالانکہ کوئی مانع نتہا۔ اہل سیر کو سال فرض حج میں اختلاف ہی بعض نے سنہ ۵ ہجری بعض نے سنہ ۶ بعض نے سنہ ۷ بعض نے سنہ ۸ اور بعض نے سنہ ۹ ہجری میں حج کا فرض ہونا لکہا ہے قاضی عیاض نے سنہ ۹ ہجری کو صحیح بتایا ہے +

سنہ ۶ھ مطابق سنہ ۶۲۷ عیسوی

(۶۶) غزوہ بنی لحیان ربیع الاول سنہ ۶ھ رجیع سے کچہہ لوگ مدینہ میں آکر بظاہر مسلمان ہوئے اور کچہہ مسلمان ارکان دین سکہانیکو اُنکے ہمراہ بہیجے گئے وہ گہر پہنچکر اُن سے لڑے اور اُنمیں سے اکثروں کو مار ڈالا۔ قصاص کے لئے آنحضرت نے رجیع کے باشندوں بنی لحیان پر چڑہائی کی مگر وہ لوگ مقابلہ میں نہ آئے بہاگ گئے اور حضرت نے ۱۴ دن کی غیر حاضری کے بعد مدینہ کو مراجعت کی

(۶۷) غزوہ غابہ یا غزوہ ذیقرد ربیع الاول سنہ ۶ھ عیینہ بن حصین فزاری نے آنحضرت کی دودہ دیتی ہوئی اونٹنیاں جنگل میں سے پکڑلی تہیں۔ رسول خدا صلعم نے بارادہ جہاد مدینہ سے کوچ کیا۔ ۲۰ ربیع الاول کو ذیقرد کے پاس پہنچے جو مدینہ سے خیبر کی راہ پر دو رات کے فاصلہ پر ایک مقام ہے۔ لیکن جب وہ اونٹنیاں واپس مل گئیں تو حضرت نے مراجعت کی۔

نوٹ بعض مورخین واہل سیر نے جنگ بنی مصطلق اور افک عائشہ کا قصہ بہی اسی سال میں لکہا ہے اور غزوہ ذات الرقاع بعض نے اسی سنہ میں لکہا ہے + اسی سال آنحضرت نے کئی اصحاب کو تہوڑی تہوڑی فوج دیکر جدا جدا مدینہ کے قرب وجوار میں جہاد پر روانہ کیا مگر کوئی مشہور یا عجیب واقعہ ظہور میں نہیں آیا +

(۶۸) سریہ عیص جمادی الاول سنہ ۶ ہجری حضرت نبی کو خبر ملی کہ قریش کچہہ مال لیکر شام کی طرف جاتے ہیں۔ حضرت نے زید بن حارثہ کو اُنپر روانہ کیا۔ مقام عیص[1] پر قافلہ قریش ملا۔ مسلمانوں نے مال لوٹ لیا اور اہل کاروان کو گرفتار کر لیا۔ اسیروں میں زینب بنت رسول کا شوہر ابو العاص بہی تہا۔ زینب نے اُسکو اپنے جوار میں لیلیا۔ حضرت نے منظور کیا اور اُسکا مال واپس کر دیا۔ طبری لکہتا ہے کہ ابو العاص نے مکہ میں آکر لوگونکا مال حوالہ کیا (اور سنہ ۸ھ میں) مسلمان ہوکر آنحضرت کی خدمت میں حاضر ہوا اور آنحضرت نے نکاح اول ہی پر زینب کو ابو العاص کے حوالہ کر دیا +

(۶۹) سریہ دومۃ الجندل۔ شعبان سنہ ۶ھ آنحضرت نے عبد الرحمن بن عوف کو دعوت اسلام کے لئے بنی کلب کے پاس دومۃ الجندل کی طرف روانہ کیا اُنکا سردار اصبغ بن عمر کلبی عیسائی مذہب چہوڑکر مسلمان ہوا۔ جنہوں نے اسلام قبول نہیں کیا وہ جزیہ دینے پر راضی ہوئے۔ تماضر بنت اصبغ سے عبد الرحمن نے نکاح کیا جس کے بطن سے ابو سلمہ فقیہ پیدا ہوا

(۷۰) علی فدک پر۔ شعبان سنہ ۶ھ خبر آئی کہ بنو بکر بن سعد خیبر کے یہودیوں کے ساتہ سازش کرکے مدینہ پر چڑہائی کا ارادہ رکہتے ہیں حضرت علی سو آدمیوں کے ساتہ اُنکی سرکوبی کو روانہ کئے گئے۔ فدک پر دشمنوں کو شکست ہوئی اور مسلمان مال غنیمت لیکر واپس آئے +

(۷۱) سریہ وادی القری۔ جمادی الآخر سنہ ۶ ہجری زید بن حارثہ نے بہت سا مال تجارت لیکر شام کا سفر کیا۔ وادی القری کے قریب پہنچے تو بنی فزارہ نے لوٹ لیا اور کچہہ ساتہی اُنکے شہید ہوئے۔ زید ہزیمت پاکر مدینہ آئے اور کافی مدد لیکر مقابلہ کو گئے فتحیاب واپس آئے اور دشمنوں کی عورتیں گرفتار کرتے لائے +

(۷۲) سریہ عرنیہ۔ جمادی الآخر یا شوال یا ذیقعدہ سنہ ۶ھ عرنیہ مدینہ کے پاس ایک میدان ہے وہاں ایک بلاغ میں کچہہ بدمعاش رہتے تہے اُنمیں سے ۸ مدینہ میں آکر مسلمان ہوئے۔ چونکہ مدینہ کی آب و ہوا اُنکو موافق نہیں آئی حضرت نے قبا کے پہاڑوں پر جہاں اونٹوں کی چراگاہ تہی اُنکو بہیجدیا۔ وہاں دودہ پی پیکر جب وہ تندرست اور توانا ہوگئے تو بدنیتی

[1] مدینہ سے ۱۲ میل شام کی طرف [2] مدینہ سے ۴ میل پر + +

نے زور کیا اور آنحضرت کے غلام یسار کو ہلاک کرکے اونٹوں کو ہنکا لے چلے مدینہ میں خبر آئی تو مسلمان دوڑ پڑے اور راستہ ہی میں اُن چوروں کو گرفتار کر لیا +

(۳۷) غزوہ حدیبیہ ذیقعدہ ۶ھ ہجری حضرت نے خواب میں دیکھا کہ اصحاب کے ساتھ حج کر رہا ہوں۔ صبح کو حج کا ارادہ کیا ذیقعدہ کا مہینہ تھا جسمیں علاقہ حرم میں دشمنوں کو بھی لڑنا منع ہے۔ کچھ تو زیارت کعبہ کا شوق کچھ وطن میں جانے کی خوشی اکثر مہاجر اور اُنکے ساتھ انصار بھی سامان سفر میں مشغول ہوئے۔ پہلی ذیقعدہ کو ۱۴۔۱۵ سو مسلمان آنحضرت کے ساتھ مدینہ سے روانہ ہوئے ۔۷۰ اونٹ قربانی کے واسطے ساتھ لئے گئے قریش کو خبر ہوئی۔ وہ مزاحمت کے لئے آمادہ ہوئے۔ آنحضرت کو قریش کی مزاحمت کا حال معلوم ہوا تو مکہ سے ایک منزل پر چاہ حدیبیہ کے پاس ٹھیر گئے۔ یہاں سے ایلچیوں کی آمد و رفت شروع ہوئی۔ ایک ایلچی قریش کا عروہ بن مسعود ثقفی جو اہل طائف کا سردار تھا آنحضرت کے پاس آکر کہنے لگا کہ اسکے سال قریش نے لڑائی کا بڑا سامان کیا ہے۔ آپ مکہ میں تشریف نہ لیجائیں اثنائے گفتگو میں عروہ کا ہاتھ حضرت کی ڈاڑھی کو لگ گیا ایک صحابی نے عروہ کے ہاتھ پر تلوار مار کر ہٹایا اور کہا یہ کیا گستاخی ہے۔ علاوہ اسکے عروہ کو بڑا تعجب ہوا جب اُس نے دیکھا کہ اصحاب آنحضرت کی اسقدر عزت کرتے ہیں کہ ایران کے کسریٰ اور روم کے قیصر کی بھی اتنی تعظیم اُنکی رعیت نہیں کرتی۔ بروایتہ ابن خلدون جب آپ وضو کرتے آب وضو اصحاب تبرک کر لیتے تھوکتے تھوک اُٹھا لیتے کوئی بال جھڑتا یا ناخن کترا جاتا تبرک کرکے اُٹھا لیتے۔ گبن نے ٹھیک لکھا ہے کہ جوش کی دلی حرارت درباروں کی رسمی اور بے دلی کی غلامی کی نسبت زیادہ زور اور سچائی کے ساتھ کام کرتی ہے۔ عروہ نے کمال حیرت کے ساتھ قریش میں واپس آکر یہ حال بیان کیا[1] +

بروایت ابن اثیر و روضۃ الاحباب و حبیب السیر عروہ کی واپسی کے بعد آنحضرت نے جناب عمر خطاب کو بلا کر کہا کہ تم قریش کے پاس جاکر کہو کہ رسول اللہ تم سے لڑنیکو نہیں بلکہ صرف حج کے ارادہ سے آئے ہیں۔ حضرت عمر نے کہا کہ یا رسول اللہ قریش میرے دشمن ہیں مجھکو اپنی جان کا خوف ہے کہیں میرا کوئی حامی نہیں ہے۔ اگر عثمان کو بھیجئے تو بہتر ہوگا کیونکہ قریش اُنکو عزیز رکھتے ہیں۔ پس حضرت نے عثمان بن عفان کو ابوسفیان اور شرفائے قریش کے پاس روانہ فرمایا اور کہلا بھیجا کہ رسول اللہ صرف حج کرنے آئے ہیں لڑنے نہیں آئے ہیں۔ قریش نے عثمانؓ کی بڑی خاطرداری کی۔ (کیونکہ آپ بھی ابوسفیان کے رشتہ کے بھتیجے بنی اُمیہ ہی سے تھے) اور کہا کہ اے عثمان اگر تیرا ارادہ حج کرنیکا ہے تو بیشک طواف کر جا۔ حضرت عثمان نے کہا کہ میں بغیر رسول اللہ کے کس طرح طواف کروں۔ قریش نے خفا ہوکر حضرت عثمان کو گرفتار کر لیا۔ اور بروایت مستقصی لشکر اسلام کے دس آدمی جو بن ہی جو مکہ گئے تھے قید ہوئے۔ عثمان کے واپس آنے میں دیر ہوئی تو مشہور ہو گیا کہ عثمان کو قریش نے شہید کر ڈالا اُسوقت پیغمبر خدا نے ارشاد کیا کہ اب بدون لڑائی اور قتل کفار کے ہم مراجعت نہیں کرینگے۔ یہ فرماکر حکم بیعت کا دیا (ابوالفدا و حبیب السیر) +

[1] ابن اثیر۔ صاحب ازالۃ الخفا و صاحب مدارج النبوۃ اور صاحب معارج وغیرہ نے لکھا ہے کہ عروہ نے اثنائے گفتگو میں کہا کہ آپ ان چند اوباشوں کے گھمنڈ پر ہیں جو کہ آپکے گرد و پیش ہیں اگر آپنے ایک دفعہ شکست کی تو میں اُن لوگوں کے منہ دیکھ رہا ہوں جو لڑائی کے وقت بھاگ جائینگے اور آپ کو تنہا چھوڑ دینگے۔ حضرت ابوبکر نے یہ کلام سنکر عروہ کو گالی دی اور آسکے بتوں کی اہانت کی اور کہا چل نامرد اپنا راستہ لے کیا تو یہ خیال کرتا ہے کہ ہم لڑائی کے وقت بھاگ جائینگے اور آپ کو تنہا چھوڑ جائینگے۔ عروہ نے پوچھا یہ کون ہیں کہا ابوبکر صدیق۔ عروہ نے کہا اگر آپ کا مجھپر کوئی احسان نہ ہوتا اور میں نے آپکو اُسکا بدلہ دیدیا ہوتا تو میں آپ کو اسکا ضرور جواب دیتا اور اسکی سزا دیتا۔ صاحب مدارج لکھتے ہیں کہ ایام جاہلیت میں حضرت ابوبکر نے عروہ کے ساتھ ایک احسان کیا تھا جسکا بدلہ اُسنے ابتک نہیں اُتارا تھا +

بروایت ابن اثیر وغیرہ یہ بیعت جسکو بیعت الرضوان کہتے ہیں ایک کیکر کے درخت کے نیچے اسبات پر ہوئی کہ تمام صحابہ نے اقرار کیا کہ ہم اپنی جان دینگے کفار کو ماریں گے خود مر جائیں گے مگر اس مقام سے ہرگز نہ ٹلیں گے[1]۔ جابر نے کہا ہے کہ ہمنے یہ بیعت صرف اسواسطے کی تہی کہ بہاگیں گے نہیں اور کبھی لڑائی سے منہ نہ موڑیں گے۔ بموجب ارشاد پیغمبر خدا کو سب لوگوں نے حضرت سے سوائے جد بن قیس کے کہ وہ اپنی اونٹنی کے نیچے چہپ رہا تہا سامنے نہیں ہوا تھا بیعت حضرت پیغمبر کی اور بیعت کرنیوالے اصحاب سمرہ کے نام سے مشہور ہیں انکی تعداد طبری نے ۱۴سو یا ۱۵۰۲ لکھی ہے اکثر نے ۱۴سو کی روایت لکھی ہے (حبیب السیر)

اس بیعت میں چونکہ حضرت عثمان حاضر نہ تہے اسلئے حضرت نے اپنے ایک ہاتھ کو دوسرے ہاتھ پر مار کر اُنکی طرف سے بہی بیعت کرلی تہی۔ جب صحابہ مرنے پر تیار ہو گئے۔ اُسوقت یہ خبر آئی کہ عثمانؓ مقتول نہیں ہوئے بلکہ قریش نے قید کر رکھا ہے (ابو الفدا) + اسی اثنا میں سہیل بن عمرو کو قریش نے صلح کے واسطے رسول صلعم کی خدمت میں بہیجا اور عثمان بہی سہیل کے ساتھ آئے۔ حضرت نے مان لیا اور صلح ہو گئی۔ اُسوقت حضرت عمر بن خطاب نے عرض کی کہ یا رسول اللہ یا تو آپ خدا کے رسول نہیں ہیں یا ہم لوگ مسلمان نہیں ہیں۔ حضرت نے فرمایا کہ کسطرح۔ حضرت عمر نے عرض کی کہ آپ دین اسلام کی کیوں عزت کہوتے ہیں ان لوگوں سے لڑنا ہی مناسب ہے۔ رسول اللہ صلعم نے ارشاد کیا کہ میں ایک بندہ خدا کا ہوں اور رسول اُسکا ہوں میں ہرگز اُسکے حکم کی مخالفت نہیں کرسکتا۔ مگر اتنا جانتا ہوں کہ وہ مجھکو تباہ اور ضایع نکریگا۔ بعد ازاں حضرت علی کو ارشاد کیا کہ اے علی ایک صلح نامہ تحریر کرو اس طور پر کہ اول میں اُسکے بسم اللہ الرحمن الرحیم لکھو۔ سہیل نے کہا کہ ہم نہیں جانتے بسمک اللہم لکھو جو قریش لکھتے ہیں۔ آپنے ارشاد کیا کہ اچہا یہی لکھو۔ جب یہ لکھہ چکے اُسوقت فرمایا کہ اے علی یہ لکھو کہ یہ صلحنامہ ہے جو محمد رسول اللہ نے قریش سے کیا۔ سہیل نے کہا کہ اگر ہم آپ کو رسول جانتے تو آپ سے لڑتے ہی کیوں۔ آپ اپنا اور اپنے باپ کا نام لکھیے[2] حضرت نے یہ بہی منظور کیا (ابو الفدا) اور بروایت صاحب تذکرۃ الکرام وحبیب السیر حضرت علی سے فرمایا کہ لفظ رسول اللہ کو محو کر کے محمد بن عبد اللہ لکھدو۔ حضرت علی نے (بفرط ادب) فرمایا کہ یہ کام مجھسے نہیں ہوسکتا کہ وصف رسالت کو محو کر دیں[3] اُسپر حضور صلعم نے خود محو کر دیا۔ اور اُسکی جگہ محمد بن عبد اللہ لکھوا دیا۔ معارج النبوۃ وشواہد النبوۃ ومدارج وتاریخ الخمیس وتاریخ الکامل حبیب السیر وروضۃ الاحباب میں لکھا ہے کہ اسکے بعد آنحضرت نے فرمایا کہ اے علی تمکو بہی ایک وقت ایسا ہی دن پیش آنیوالا ہے (چنانچہ جب جنگ صفین کے بعد صلحنامہ لکہنے لگے کہ یہ عہد نامہ ہے امیر المومنین علی کا معاویہ بن ابو سفیان کے ساتھ تو معاویہ کی طرف سے عمرو عاص نے کہا کہ لفظ امیر المومنین کو محو کرو اور اُسکے بدلہ علی ابن ابیطالب لکہو۔ حضرت علی نے فرمایا کہ سچ کہا تہا رسول اللہ صلعم نے اور عمرو عاص کے کہنے کے بموجب منظور کیا) بعد اسکے صلحنامہ حدیبیہ میں یہ شرایط لکہی گئیں +

(۱) دس برس صلح کی میعاد رہے گی۔ اس اثنا میں ایک فریق دوسرے کی جان یا مال سے تعرض نہ کریگا (۲) جو لوگ

---

[1] صاحب تذکرۃ الکرام لکہتے ہیں کہ آنحضرت صلعم نے سبکا ہاتھ ایک ایک کرکے پکڑا اور اسیطرح بیعت لی۔ حضرات صوفیہ میں اسی پر بیعت کی بنیاد ہے۔ حضرات صوفیہ کی اصل اصحاب صفہ ہیں جو ۸۰ آدمی مجرد محض تہے۔ سوائے یاد الٰہی اور جہاد اسلام کے اُنکو دوسرا کام نہ تھا۔ انکے اہل وعیال نہ تہے اور اُنکا کہانا کپڑا حضور صلعم کے متعلق تھا۔ اور ایک مکان میں رہتے تہے جسکو صفہ کہتے تہے۔ یہیں سے خانقاہ کی اصل ہے۔

[2] انسائکلوپیڈیا برٹینیکا میں لکہا ہے کہ سہیل بن عمرو وغیرہ وکلاء قریش جسوقت عہد نامہ میں رسول کو رسول لکہنے سے انکار کر رہے تہے سعد بن عبادہ اور اسید بن حضیر نے اُسکا ہاتھ پکڑ لیا اور کہا یا تو رسول لکہو ورنہ تلوار فیصلہ کریگی (الکرام) [3] عبد الحق محدث دہلوی مدارج النبوۃ میں لکہتے ہیں کہ یہ کہکر علی ہاتھ قبضہ شمشیر پر لیگئے اور اقتدا بقول اسد اللہ الغالب کا لفظ رسول اللہ کے محو کرنے سے ترک امتثال سے نہ تہا کہ یہ بات مستلزم ترک ادب سے ہو بلکہ عین امتثال [illegible] یہ دارم از ادب سے اور ناشی بغایت عشق و ادب سے۔

ہم عہد فریقین کے ہونگے وہ بہی اِس معاہدہ میں شامل سمجھے جاینگے (۳) اس سال اہل اسلام عمرہ نہیں کرنے پائیں گے (۴) مسلمان سال آیندہ سے عمرہ کرسکتے ہیں (۵) جب مسلمان عمرہ کے واسطے آویں کوئی ہتیار سوا تلوار کے نہ لاویں کہ وہ بہی میان میں ہو (۶) تین روز سے زیادہ حرم میں نہ ٹہیرا کریں (۷) اگر قریش کا کوئی مفرد مسلمان ہوکر اہل اسلام میں چلا جانے تو مسلمان اُسے واپس کردیں (۸) اگر مسلمانونکا کوئی فراری مرتد ہوکر قریش میں جاملے تو وہ واپس نہ کریں (تذکرۃ الکرام وکامل ابن اثیر) معاہدہ لکھا گیا اور اُسپر طرفین کی گواہیاں ہوگئیں + اصحاب رسول اللہ یہ جانتے تہے کہ اسی سال مکہ ضرور فتح ہوگا کیونکہ رسول مقبول نے حج کرنے کا خواب دیکہا تہا - جبکہ اُنہوں نے اسکے خلاف دیکہا کہ صلح ہوگئی اور رسول اللہ نے مراجعت فرمائی تو صحابہ کے دلمیں دغدغہ عظیم لاحق ہوا قریب تہا کہ وہ لوگ ہلاک ہوجائیں یعنی دین سے جاتے رہیں (ابو الفدا وابن اثیر) تذکرۃ الکرام وحبیب السیر میں ہے کہ حضرت عمر نے عرض کی کہ یا رسول اللہ آپ تو فرماتے تہے کہ ہم عمرہ بہی کرینگے حضرت نے فرمایا کہ ہمنے یہ تو نہیں کہا تہا کہ اسی سال کرینگے - روضۃ الصفا میں ہے کہ بعض اہل اسلام کے دل میں شیطان رجیم نے ایسے شبہے ڈالے جو اُنکے صدق ویقین کے مناسب تہے - اور بروایت صاحب روضۃ الاحباب حضرت عمر فرماتے ہیں کہ دغدغہ عظیم اُس روز میرے دل میں پیدا ہوا وما شککت فی نبوۃ محمد کشکی یوم الحدیبیہ جیسا شک مجہکو آنحضرت کی نبوت میں صلح حدیبیہ کے دن ہوا اتنا شک مجہے کبہی پہلے نہیں ہوا تہا - پہروہی سوال وجواب جو اوپر لکہے گئے آنحضرت سے کرکے حضرت عمر فرماتے ہیں میں محزون وملول حضرت کی مجلس سے اُٹھکر حضرت ابوبکر کے پاس آیا - اور اُن سے وہی باتیں کہیں اُنہوں نے بہی وہی جواب دیا - جو آنحضرت نے دیا تہا - اور ایک روایت یہ ہے کہ صدیق نے کہا کہ اے عمر جا اور آنحضرت کی پیروی اختیار کر اور کوئی اعتراض نہ کر کہ وہ فرستادہ خدا ہے جو کچہہ کرتا ہے وحی سے کرتا ہے اور وہی کرتا ہے جس میں مصلحت ہوتی ہے

غرض بعد انجام معاہدہ کے حضور صلعم نے حدیبیہ میں ھدی[1] کے ادا کرنیکا حکم دیا اور فرمایا کہ یہیں سے قربانی کرکے اور بال منڈواکر مدینہ واپس چلو تین مرتبہ حضرت نے ایسا ہی کہا لیکن کسی نے کچہہ جواب ندیا اور حکم کی تعمیل نہ کی (عباسی وحبیب السیر ابن اثیر وطبری وروضۃ الاحباب) حضرت کو کمال ملال ہوا - اور ام سلمہ سے اپنے اصحاب کی شکایت کی - ام سلمہ نے رائے دی کہ پہلے آپ اپنا اونٹ قربان کریں اور سر منڈائیں پہر آپ کو دیکہکر وہ بہی ایسا کریں گے - پس حضرت نے اپنا اونٹ قربان کیا تو تمام اصحاب نے بہی ایسا ہی کیا (حبیب السیر) لیکن کمال ملول ومحزون تہے اور نزدیک تہا کہ کثرت غم سے ہلاک ہوجائیں یا ایک دوسرے کو مارکر مرجائیں (روضۃ الاحباب) بعد اسکے حضرت نے مدینہ کی طرف مراجعت کی +

ایک شخص ابوجندل بن سہیل جو مسلمان ہوگیا تہا - حضرت کے ساتھ مدینہ آنا چاہتا تہا - مگر بسبب معاہدہ کے ساتھ نہ لاسکے بلکہ اُسکے باپ کے حوالہ کردیا گیا - بعد میں ایک شخص ابوبصیر عتبہ بن اُسید جو مکہ میں رہتا تہا خود بخود مسلمان ہوکر مدینہ میں چلا آیا - قریش نے حسب معاہدہ دو شخص اُسکے لانیکے واسطے مدینہ بہیجے - حضرت نے موافق معاہدہ کے اُسے واپس بہیجدیا مگر راستہ میں بمقام ذو الحلیفہ ابوبصیر نے موقعہ پاکر اُنمیں سے ایک کو قتل کرڈالا - اور دوسرا ڈرکر بہاگ گیا - اور ابوبصیر حضور صلعم کے پاس واپس آیا - حضرت نے ابوبصیر کو ڈانٹا اور فرمایا کہ عجب لڑائی لگانیوالا ہے - ابوبصیر سمجہا کہ اگر ٹہیرتا ہوں تو آنحضرت قریش کے حوالہ کردینگے چپکے سے روانہ ہوگیا - اور سیف البحر کے پاس نواح ذو المروہ میں بمقام عیص ایک جای امن ڈہونڈھکر رہنے لگا - جندل بن سہیل بہی مکہ سے آکر اُس سے ملگیا - اسی طرح مکہ میں جو کوئی مسلمان ہوتا اُن سے آملتا - یہانتک کہ اُن لوگوں کی تعداد بروایت ابن اثیر ۷۰ اور بروایت روضۃ الاحباب ۳۰۰ سو ہوگئی - اور وہاں سے گذرنے والے کفار قریش کو لوٹنے اور بہت تنگ کرنے لگے - تب کفار قریش نے تنگ ہوکر خود اس شرط کے توڑنے کی درخواست کی اور لکہا کہ آپ ان لوگوں کو

[1] ھدی یعنی قربانی کا جانور - [2] بروایت روضۃ الاحباب ابوسفیان کو آنحضرت ... یہ سن پہنچی + +

بلالیں۔ آنحضرت صلعم نے اُن لوگوں کو بلالیا۔ اور یہ سورۂ فتح اسی بارہ میں نازل ہوئی۔ (ابن اثیر و روضۃ الاحباب) لیکن اسوقت ابو بصیر کا انتقال ہوچکا تھا (روضۃ الاحباب)، علامہ عباسی لکھتے ہیں کہ گویا اس سے مسلمان ہونا قریش کے قومی قانون کا کوئی جرم باقی نہیں رہا۔ علامہ ابن خلدون و ابن اثیر لکھتے ہیں کہ بعد اسکے ام کلثوم بنت عقبہ بن ابی معیط ہجرت کرآئی اُسکے لینے کو اُسکا بھائی عمارہ اور ولید آئے مگر اللہ تعالی نے عورتوں کو واپس کرنے سے منع کردیا۔ پس وہ شرط جو عہدنامہ میں لکھی گئی تھی ٹوٹ گئی۔ پھر اللہ جل جلشانہ نے مسلمانوں پر مشرکین عورتیں حرام کردیں جس سے اُنکا نکاح ٹوٹ گیا از انجملہ عمر خطاب نے اپنی بیوی قریبہ بنت ابی اُمیہ اور ام کلثوم بنت عمرو بن جرول خزاعی کو جو مشرکہ تھیں طلاق دیدی پہلی نے معاویہ بن ابی سفیان سے اور دوسرے نے ابوجہم بن حذیفہ بن غانم سے نکاح کرلیا (ابن اثیر) ام کلثوم بنت عقبہ بن ابی معیط جو اپنے شوہر عمرو عاص کے پاس سے بھاگ کر مدینہ میں آئی تھی۔ مسلمان ہوکر حضرت عمر بن خطاب کے نکاح میں آئی (تفسیر کبیر ج ۸ ص ۱۳۵)

صاحب حبیب السیر لکھتے ہیں کہ منزل صہبا میں اور نیز علامہ عباسی لکھتے ہیں کہ حدیبیہ سے پھرتے ہوئے راہ میں سورۂ انا فتحنا لک فتحا مبینا نازل ہوئی۔ فتح مبین سے یا تو سال آیندہ میں جنگ خیبر وغیرہ میں کامیاب ہونا مراد ہے یا یہ کہ صلح حدیبیہ سے اسلام کو بہت زیادہ ترقی ہونی مقصود ہے کیونکہ اس صلح کے بعد قریش کے لوگ بے کھٹکے مسلمان ہونے لگے مکہ میں برابر قرآن خوانی ہونے لگی شرایط صلح کے بموجب کفار مزاحمت نہ کرسکتے تھے۔ ان دو سالوں میں مسلمانوں کی تعداد پہلے سے دوچند سے زیادہ ہوگئی صلح حدیبیہ کے بعد تمام حجاز میں مسلمانوں کی حکومت تو قایم نہیں ہوگئی لیکن اتنا ضرور ہوا کہ اللہ کا نام لینا اور محمدؐ کو رسول کہنا کوئی جرم نہ رہا۔ ہر شخص اطمینان کے ساتھ علانیہ ارکان اسلام ادا کرتا تھا اور دوسروں کو مسلمان ہونیکی ترغیب دیتا تھا" علامہ ابن خلدون زہری سے روایت کرتے ہیں کہ اس صلح سے پہلے کوئی مسلمان کفار قریش سے ملجل نہ سکتا تھا۔ اس صلح سے ایک دوسرے سے ملنے لگے۔ امن ہوگیا کوئی کسی کے اسلام سے معترض نہ ہوتا تھا نہ کوئی اسلام کی بُرائی کرتا تھا۔

(۷۴) سنہ ۶ ہجری کے مختلف واقعات (۱) بعض مورخوں نے لکھا ہے کہ شراب صلح حدیبیہ میں سنہ ۶ ہجری میں حرام ہوئی تھی لیکن اکثر نے سنہ ۴ ہجری میں واقعہ بنی نضیر میں حرام ہونا صحیح سمجھا ہے۔ اگرچہ آیۂ تحریم خمر سنہ ۸ھ میں فتح مکہ سے پہلے نازل ہوئی۔ تاریخ الخمیس (۲) ام رومان والدہ عایشہ نے وفات پائی (۳) رسول اللہ صلعم نے ام حبیبہ سے نکاح کیا اور زفاف سنہ ۷ ہجری میں واقع ہوا (۴) حکم ظہار اسی سال نازل ہوا۔

سنہ ۷ ہجری مطابق سنہ ۶۲۸ عیسوی

(۷۵) شاہان اطراف کے نام خطوط جب حجاز میں ایک گونہ اسلام کی بنیاد قایم ہوگئی۔ تو آنحضرت کو دوسرے ملکوں میں دعوت اسلام کی فکر ہوئی چنانچہ حدیبیہ سے واپس آکر سنہ ۷ھ کے آغاز تک آنحضرت مدینہ ہی میں مقیم رہے۔ اور آخر سنہ ۶ھ میں گرد و نواح کے بادشاہوں کے پاس آپ نے دعوت اسلام کے خطوط روانہ کرنیکا ارادہ کیا۔ لیکن جب معلوم ہوا کہ وہ لوگ بغیر مہر کے کسی خط کو قبول نہیں کرتے تو محرم سنہ ۷ھ میں آنحضرت نے ایک مہر تیار کرائی۔ جسپر محمد رسول اللہ کندہ تھا۔ اور نجاشی۔ قیصر اور کسری وغیرہ کے پاس دعوت اسلام کے خطوط قاصدوں کے ہاتھ سر بمہر روانہ فرمائے۔

(۱) نجاشی اصحمہ بادشاہ حبش کے پاس عمرو بن اُمیہ ضمری کو روانہ کیا گیا۔ دو خط بھیجے گئے ایک دعوت اسلام میں ایک جعفر اور اُن مسلمانوں کی طلبی میں جو بسبب بے سر و سامانی کے آنہ سکتے تھے۔ نجاشی آنحضرت کا نامہ دیکھکر تخت سے اُتر پڑا بوسہ دیکر آنکھوں سے لگایا اور پڑھتے ہی کلمہ طیبہ زبان پر جاری کیا اور جعفر اور دیگر مہاجرین کو مدینہ کی طرف روانہ کردیا اور وہ فتح خیبر کے وقت مدینہ پہنچے۔ انہیں میں ام حبیبہ بنت ابوسفیان بھی تھی جسکا شوہر عبیداللہ بن جحش یہیں

ملہ ابن خلدون و ابن اثیر۔

عیسائی ہوکر مرگیا تھا - رسول اللہ کی فرمایش سے نجاشی نے ام حبیبہ کا نکاح آنحضرت سے پڑھ دیا اسکے بعد نجاشی نے اپنے بیٹے کو آنحضرت کی خدمت میں روانہ کیا - لیکن کشتی ڈوبنے سے غرقاب ہوگیا (ابن خلدون) اصحمہ نے سنہ ۹ ہجری میں انتقال کیا آنحضرت کو خبر پہنچی تو اُسکی غائبانہ نماز جنازہ پڑہی - (۲) قیصر ہرقل بادشاہ روم وشام کے پاس دحیہ بن خلیفہ کلبی روانہ کیئے گئے ہرقل کے نام کا خط لیکر قاصد بصریٰ میں گیا کہ حاکم بصری کی وساطت سے قیصر کے پاس جائے - حاکم بصری یعنی حارث ملک غسان حمص گیا ہوا تھا جو قیصر کا پایہ تخت تھا مگر قیصر اُسوقت بیت المقدس کو روانہ ہوگیا تھا - غرض قاصد حمص میں آیا اور والی بصریٰ کی وساطت سے قیصر سے ملا - قیصر نے تعظیم کے ساتھ آنحضرت کے خط کا ترجمہ سُنا اور اُسکا دل اسلام کی طرف مائل ہوا - مگر ارکان دولت کے خوف سے جو نصرانی تھے اسلام ظاہر نہ کرسکا اور ایک روایت میں یہ ہے کہ ہرقل فارس پر فتح پانے کی خوشی میں قسطنطنیہ سے بیت المقدس میں آتا تھا - کہ راستہ میں بمقام حمص دحیہ نے نامۂ رسول پہنچایا - (۳) نوشیروان کے پوتے کسریٰ پرویز بادشاہ ایران کے پاس عبداللہ بن حذافہ بھی روانہ کیئے گئے - خسرو پرویز بن ہرمز بن نوشیروان اُس خط میں آنحضرت کا نام اپنے نام سے پہلے دیکھکر نہایت غصہ ہوا - اور نامہ مبارک کو پارہ پارہ کردیا - ایلچی واپس آیا - حضرت کو یہ خبر معلوم ہوئی تو فرمایا خدا اسیطرح اُسکی سلطنت کو پارہ پارہ کریگا اسکے بعد خسرو پرویز نے اپنے یمن کے گورنر باذان کو لکھا میں نے سنا ہے کہ عرب کی قوم قریش میں ایک دیوانہ پیدا ہوا ہے جو نبوت کا دعوی کرتا ہے اُسے گرفتار کرکے میرے پاس بھیجدے باذان نے دو شخص ایک نامہ دیکر آنحضرت کے پاس روانہ کئے ان دونوں نے مدینہ میں آکر نامہ دیا اُسمیں لکھا تھا کہ تم جلد ان دونوں کے ساتھ اپنے تئیں کسریٰ تک پہنچاؤ ورنہ تمکو وہ ہلاک کرڈالیگا - آنحضرت نے فرمایا آج ٹھیرو کل جواب ملیگا - دوسرے دن جب وہ آئے تو حضرت نے فرمایا کس کے پاس جاؤں - جس نے بلایا تھا وہ تو کل رات کو مارا گیا اُسکے بیٹے شیرویہ نے اُسکا پیٹ چاک کر ڈالا[2] - جاؤ باذان سے یہ حال کہو اور یہ بھی کہنا کہ ہمارا دین جلد ایران میں پھیلا چاہتا ہے - تو اگر مسلمان ہوجائیگا تو جو کچھ تیرے قبضہ میں ہے بحال رہیگا ادہر قاصد واپس آئے اُدہر مدائن سے شیرویہ نے باذان کو لکھا کہ خسرو کو میں نے مار ڈالا وہ ظالم تھا میں تخت پر بیٹھا ہوں - لوگوں سے میرے لئے بیعت لے اور جبتک ہمارا حکم نہ آئے اُس شخص سے کچھ نہ بولنا جس نے نبوت کا دعوی کیا ہے - یہ خبر سُنکر باذان اور بہت سے لوگ یمن اور ایران کے مسلمان ہوگئے - (۴) اسوقت مصر کا دارالحکومت اسکندریہ تھا - یہاں ہرقل قیصر روم کی طرف سے جریج بن مینا قبطی جسکا لقب مقوقس تھا گورنری کرتا تھا - مگر ایران اور روم کے درمیان لڑائی[1] سے جو ہلچل مچی تھی مقوقس آزادی سے مصر پر حکمرانی کرتا تھا مقوقس کے پاس حاطب بن ابی بلتعہ نامہ لیکر بھیجے گئے - مقوقس نے قاصد کے ساتھ بہت اچھا سلوک کیا - نامہ کو تعظیم اور احترام سے مطالعہ کیا - اسلام تو نہیں لایا مگر بہت سے تحفے آنحضرت کیواسطے بھیجے منجملہ اُنکے دو کنیزیں تھیں جن میں سے ایک ماریہ قبطیہ تھیں جو حضرت کے حرم محترم میں داخل ہوئیں اور جن سے ابراہیم پیدا ہوئے اور دوسرے ماریہ کی بہن سیرین جو حضرت نے حسان بن ثابت کو عطا کی - جس سے عبدالرحمن بن ثابت پیدا ہوا - اور ایک خچر سفید جسکا نام دلدل تھا جو آنحضرت کے بعد حضرت علی اور اُنکے بعد حضرت امام حسین کی سواری میں تا زمانہ معاویہ رہا[3] اور ایک تیز دراز گوش جسکا نام یعفور تھا - اور ایک خواجہ سرا تھا اور نام جو ماریہ کے چچا کا بیٹا تھا

---

[1] روم اور ایران میں کئی صدی سے ملک کی خاطر لڑائی ہورہی تھی جو وقتاً فوقتاً تازی ہوجاتی تھی - اسوقت بھی کئی سال سے اُنمیں جنگ ہورہی تھی اور دونوں کی لڑائی سے تمام ایشیا کوچک پامال ہورہا تھا - ایکدفعہ خسرو نے تیں فوجوں سے فلسطین قبضہ سیہ (کپادوشیہ) آرمینیہ اور کئی اور شہر اور زرخیز صوبے تباہ روم سے چھین لئے تھے اور بیت المقدس پر قابض ہوکر صلیب مقدس کو ایران لیگیا تھا اور افریقیہ پر حملہ کرکے مصر اور لیبیا کو فتح کرکے اپنی سلطنت کا قبضہ تک وسیع کرلی تھی

[2] یہ واقعہ جمادی الاول یا جمادی الآخر سنہ ۷ ہجری کی ۱۰ تاریخ کا ہے - پہر شیرویہ نے ۸ مہینے سلطنت کی اور ۲۲ سال کی عمر میں مرگیا[3] مگر صاحب حبیب السیر لکھتے ہیں کہ

[3] دلدل امام حسنؓ کی سواری میں رہا یہانتک کہ اُن حضرت کی سواری میں ہلاک ہوگیا - تاریخ الخمیس میں ہے کہ اسوقت تک کئی دلدل تھے اور کوئی خچر عرب میں نہ تھا

یہ ماریہ کے پاس آتا جاتا تھا اور لوگوں کو معلوم نہ تھا کہ یہ خصّی ہے لوگوں نے اس بات کا چرچا کیا آنحضرت کو بڑا معلوم ہوا اور علی سے کہا کہ اُسے جاکر قتل کر ڈالو۔ علیؑ نے کہا کہ قتل ہی کر ڈالوں یا اپنی رائے پر عمل کروں حضرت نے فرمایا اپنی رائے پر عمل کرنا۔ پس جب مابور نے علیؑ کو اور ننگی تلوار کو دیکھا تو دکھا دیا کہ اُسکا عضو تناسل نہیں ہے علیؑ نے چھوڑ دیا اور نبی صلعم سے کیفیت بیان کی حضرت نے فرمایا کہ شاہد وہ بات دیکھتا ہے جو غائب نہیں دیکھتا۔ ماریہ گوری اور خوبصورت تھیں اور حضرت اُنکو بہت پسند کرتے تھے۔ ورزگوش حجۃ الوداع سے واپسی کے وقت مرگیا اور مقوقس نے عہد خلافت جناب عمرؓ میں نصرانی حالت میں انتقال کیا (حبیب السیر) (۵) حارث بن ابی شمر غسانی والی دمشق کے پاس شجاع بن وہب نامہ لیکر پہنچے۔ حارث نے نامہ کو پڑھکر پھینکدیا اور قاصد ناکام واپس آیا۔ صرف حارث کے دربان کو اپنے فیضان صحبت سے مسلمان کرتا آیا۔ حارث کا سنہ ۸ھ میں انتقال ہوگیا اور اُسکی جگہ جبلہ بن الایہم جو بنی غسان کا آخر بادشاہ ہے حکمران ہوا جب شام فتح ہوا اور عمرؓ شام کو گئے تو بمقام جابیہ جبلہ سے ملاقات ہوئی اور اُسنے اسلام قبول کیا۔ ایک دن جبلہ نے بنی مزینہ کے ایک شخص کی آنکھ پر گھونسا مارا وہ شخص حضرت عمرؓ کے پاس فریاد لایا حضرت عمرؓ نے فرمایا تو بھی اُسکی آنکھ پر گھونسا مار۔ جبلہ نے کہا کیا میری اور اُسکی آنکھ برابر ہے حضرت عمرؓ نے فرمایا بیشک۔ پس جبلہ ناراض ہوکر عموریہ میں چلا گیا اور وہیں ارتداد کی حالت میں فوت ہوگیا (تاریخ الخمیس) اور مشہور روایت یہ ہے کہ رسول اللہ صلعم نے سنہ ۶ھ میں جبلہ بن ایہم آخری بادشاہ غسّان کے پاس دعوت اسلام کا خط بھیجا تھا اور اُس نے اسلام قبول کرلیا تھا اور وہ اسلام پر ثابت تھا یہانتک کہ حضرت عمرؓ کے عہد خلافت میں حج کو آیا جب طواف کر رہا تھا تو بنی فزارہ کے ایک شخص کے پانوں سے اُسکی ازار کھل گئی جبلہ نے اُسکے ایک گھونسہ مارا جس سے اُس فزاری کی ناک اور دو دانت ٹوٹ گئے وہ حضرت عمرؓ کے پاس فریاد لایا۔ حضرت عمرؓ نے جبلہ کو طلب کیا اور کہا یا تو اس سے معافی مانگ یا قصاص دے جبلہ نے کہا کہ میں بادشاہ ہوں اور وہ بازاری مجھ سے آپ قصاص دلواتے ہو حضرت عمرؓ نے فرمایا اسلام میں دونو برابر ہیں اور تمہیں اُس پر کوئی فضیلت نہیں ہے مگر تقوی سے۔ جبلہ نے کہا اگر اس دین میں میں اور یہ شخص دونوں برابر ہیں تو میں عیسائی ہوجاتا ہوں۔ فرمایا عیسائی ہو جائیگا تو تیری گردن ماردونگا۔ جبلہ نے کہا اچھا ایک رات کی مہلت دیجئے میں سوچ لوں۔ پس رات ہوئی تو سوار ہوکر اپنے بنی عم میں چلا گیا اور قسطنطنیہ کیطرف بھاگ گیا اور وہیں عیسائی ہوکر ارتداد کی حالت میں مرگیا (خمیس) (۶) یمامہ کے والی ہوذہ بن علی حنفی نصرانی کے پاس سلیط بن عمرو نامہ لیکر پہنچے۔ اُس نے نامہ پڑھا جواب میں لکھا کہ آپ کی ہدایت کا طریقہ بہت اچھا ہے میں آپکا ہمزبان ہونے کو تیار ہوں لیکن میں مرد شاعر اور فصیح و بلیغ ہوں مجھے آپ نبوت میں اپنا شریک کریں یا کچھ ملک مجھے دیدیں میں زبان سے آپ کو بہت مدد پہنچا سکونگا۔ حضرتؐ نے فرمایا کہ میں تو اُسکو ایک زمین پر گری ہوئی کھجور بھی نہ دونگا۔ غرض ہوذہ تو تھوڑے دنوں بعد اپنے نصرانی مذہب پر فوت ہوگیا۔ لیکن سنہ ۱۱ھ میں مسیلمہ کذاب نے یہیں سے دعوی نبوت پیش کیا۔ جسکا ذکر آگے آئیگا۔ **فوائد** (۱) علاوہ انکے فتح مکہ سے پہلے سنہ ۸ھ میں علاء بن الحضرمیؓ کو والی بحرین منذر بن ساوی عبدی کے پاس بھیجا گیا۔ انکے جانے سے بحرین کے سب عرب مسلمان ہوگئے۔

(۲) علامہ ابن خلدون لکھتے ہیں کہ سنہ ۸ھ میں جیفر بن جلندی والی عمان کے پاس عمرو بن العاصؓ کو روانہ کیا گیا تھا۔

فائدہ (۲) مکہ میں تو ۱۳ برس تک حضرت کا بعد بعثت قیام رہا۔ اس عرصہ میں اسلام کو کوئی رونق نہیں ہوئی لیکن مدینہ کی ہجرت کے بعد ہی سے اُسکی حالت بالکل دوسری ہوگئی اور چھ ہی سال میں ایران شام اور مصر تک ایک دھوم مچگئی۔ صلح حدیبیہ میں ایک مصلحت یہ بھی تہی کہ اسلام کو دور دور پھیلانیکی کوشش کرنی چاہیئے۔ آپسمیں لڑ جھگڑکر قوت زائل کردینا بے سود ہے۔

(۵) صاحب مدارج لکھتے ہیں کہ حارث کے بعد جبلہ بادشاہ ہوا ہے اور حارث کا سنہ ۸ھ میں انتقال ہوا تو جبلہ کو سنہ ۸ھ میں خط بھیجا گیا ہوگا

(۷۹) جنگ خیبر[1] صفر سنہ ۷ھ | اہل خیبر جنہیں وہ تمام یہودی ہی جاملے تھے جو مدینہ اور اُسکے نواح سے جلاوطن کئے گئے تھے ہمیشہ مسلمانوں سے لڑنیکی تیاریاں کرتے تھے اور اُنہوں نے بنی اسد اور بنی غطفان کو اپنا حلیف (ہم عہد) کرلیا تھا۔ خیبر کے یہودی اپنی بہادری اور شجاعت میں تو مشہور تھے ہی مگر زیادہ تر اُن قلعوں کی مضبوطی پر جو شمار میں پانچ یا سات یا دس تھے اُنکو بڑا گھمنڈ تھا جب اُن لوگوں کی آمادگی جنگ نے بہت شہرت پائی تو رسول اللہ صلعم نے اس فساد کے مٹانیکا ارادہ کیا اور ماہ محرم میں ۱۴ سو پیدل اور ۲ سو سوار کے ساتھ خیبر پر چڑھائی کی۔ مخالفین کی تعداد صاحب روضۃ الاحباب و مدارج نے دس ہزار زرہ پوش مرد جنگی لکھی ہے ٭ اس لڑائی میں جو ناموری علی مرتضی کو حاصل ہوئی وہ پہلے غزوات سے بہت بڑھ چڑھکر ہے کیفیت اسکی یہ ہے کہ جب لشکر اسلام خیبر میں پہنچا تو باشندگان خیبر اپنے قلعوں کی مضبوطی پر نازاں ہو کر اپنے اپنے قلعہ میں پناہ گیر ہوئے۔ ایک ماہ تک اُن سے برابر لڑائی ہوتی رہی اس عرصہ میں اور سب قلعے تو فتح ہو گئے مگر قلعہ قموص جسکو بعض مورخین نے غموص بھی لکھا ہے۔ فتح نہ ہوتا تھا۔ صاحب تاریخ الخمیس و مدارج و معارج و روضۃ الصفا و روضۃ الاحباب اور صاحب حبیب السیر وغیرہ لکھتے ہیں کہ اول آپ نے حضرت عمر کو اپنا علم دیکر سردار لشکر بنا کر اس قلعہ پر بھیجا۔ مگر باوجود سخت مقابلہ کے بغیر فتح کے واپس آئے پھر حضرت ابوبکر کو روانہ کیا بہت لڑائی ہوئی مگر بلا فتح واپس آئے تیسرے دن پھر حضرت عمر بھیجے گئے مگر ناکام پھرے۔ اُن دونوں آنحضرت درد شقیقہ میں مبتلا تھے جب قموص کسی طرح فتح نہوا۔ اور بروایت طبری و سیرۃ محمدیہ آنحضرت کے سامنے آکر حضرت عمر کی ہمراہی فوج حضرت عمر پر نامردی کا الزام لگانے لگی اور حضرت عمر اُنپر۔ تو آنحضرت نے فرمایا کہ کل ایسے شخص کو یہ علم دونگا کہ وہ خدا اور رسول کو دوست رکھتا ہے اور خدا اور رسول اُسکو دوست رکھتے ہیں وہ شخص بار بار دشمن پر حملہ کرنے والا اور نہ بھاگنے والا ہے اور خدا تعالی اُسکے ہاتھ پر اس قلعہ کو فتح کریگا۔ جن قریشیوں کے دلوں میں علی کی طرف سے کچھ خیال تھا اُنکا گمان تھا کہ اس سے علی تو ہرگز مراد نہیں ہو سکتے۔ کیونکہ اُنکی آنکھیں ایسی سخت دکھتی ہیں کہ اُنہیں کچھ دکھائی نہیں دیتا۔ یہ بھی تھا کہ علی اسوقت خیبر میں موجود بھی نہ تھے آشوب چشم کی وجہ سے مدینہ میں رہ گئے تھے۔ مگر اتفاق یہ ہوا کہ مفارقت رسول کی برداشت نکر کے اُسی رات کو اسی حالت میں کہ کچھ دکھائی نہ دیتا تھا خیبر میں پہنچ گئے (طبری۔ مدارج۔ خمیس۔ روضۃ الاحباب) ٭

تمام مورخین نے لکھا ہے کہ جب آنحضرت نے حدیث رایت ارشاد فرمائی تو صحابہ نے ساری رات اس فکر میں بسر کردی کہ دیکھئے یہ فضیلت کسکو نصیب ہوتی ہے اور یہ علم کسکو ملتا ہے۔ ہر شخص جو آنحضرت کے ساتھ کچھ بھی منزلت رکھتا تھا اس سعادت کا آرزومند تھا۔ تاریخ الخمیس و معارج النبوۃ میں حضرت عمر بن خطاب سے منقول ہے فرماتے ہیں کہ ہرگز امارت کو میں نے دوست نہیں رکھا مگر اُس روز۔ وہ رات صحابہ کو مارے اشتیاق کے کمال بیچینی میں گزری۔ مگر علی یہی کہتے تھے کہ بارالہا جس چیز کو تو منع کرے کوئی دے نہیں سکتا اور جس چیز کو تو دے اُس سے کوئی روک نہیں سکتا۔ (خمیس و مدارج و معارج وغیرہ) خدا خدا کرکے صبح ہوئی۔ بہت سویرے سے صحابہ آنحضرت کے سامنے آ کھڑے ہوئے ہر ایک اپنے کو دکھاتا اور جتاتا تھا۔ سعد بن ابی وقاص نے تو غضب ہی کیا۔ رسول اللہ صلعم کی خدمت میں پہنچکر دو زانو کے بل دھم سے

[1] خیبر مدینہ سے شام کی طرف ۴ یا ۵ دن کی راہ ہے۔ ۸۰ یا ۹۶ میل کے فاصلہ پر ایک پہاڑی پر واقع تھا۔ عربی مورخین نے مدینہ سے خیبر کا فاصلہ ۸ برید کا لکھا ہے ہر برید ۴ فرسخ کا ہوتا ہے فرسخ ۳ میل کا میل ۴ ہزار خطوہ کا خطوہ ۳ قدم کا۔ (تاریخ الخمیس بسند منتہی المنتخب) اکثر محققین نے میل دو ہزار گز کا لکھا ہے۔ کنانہ بن الربیع بن ابی الحقیق خیبر کا حاکم تھا جو حیی بن اخطب کا داماد اور صفیہ کا شوہر تھا جو بعد فتح خیبر آنحضرت کی زوجیت سے مشرف ہوئیں۔ اس غزوہ میں ام سلمہ حضرت کے ساتھ تھیں سیرۃ المحمدیہ۔ بخاری۔ مسلم۔ احمد بن حنبل۔ نسائی۔ ترمذی۔ طبری۔ ابن اثیر۔ ابوالفدا۔ فتوحات واقدی۔ روضۃ الصفا۔ حبیب السیر۔ مدارج۔ معارج۔ روضۃ الاحباب۔ مدارج و خمیس و حبیب السیر۔ اور بعض روایت میں ہے کہ آنحضرت نے بھیجکر بلایا تا علی بیٹھے ہی اور اسیوقت علی آموجود ہوئے

گر پڑے اور پھر کھڑے ہو گئے - کہ رسول کسیطرح بھی متوجہ ہوں اور اپنا بڑا وعدہ شاید ہمارے ساتھ پورا کریں - مگر اُنکا یہ خیال ٹھیک نہ تھا - کیونکہ رسول ہر شخص کی طبیعت اور قابلیتوں سے خوب واقف تھے اور کسیکو بھولنے والے نہ تھے ❊

اب حال یہ ہے کہ تمام صحابی صف باندھے ہوئے علم ملنے کی اُمید میں رسول اللہ صلعم کے سامنے کھڑے ہیں مگر رسول کسیکی طرف مخاطب نہیں ہوتے - اور پوچھتے ہیں علی کہاں ہیں؟ اس سوال پر ہر طرف سے شور ہوتا ہے کہ اُنکی تو ایسی آنکھیں دکھتی ہیں کہ کچھ بھی نہیں دکھائی دیتا - فرمایا بلاؤ تو - سلمہ بن اکوع گئے اور علی کا ہاتھ پکڑے ہوئے آنحضرت کی خدمت میں حاضر کیا - پوچھا کیا حال ہے عرض کی یا رسول اللہ آنکھیں بہت دکھتی ہیں - رسول اللہ صلعم نے علی کا سر گود میں رکھکر اپنا لعاب دہن آنکھوں میں لگا دیا فوراً اچھی ہو گئیں - گویا دکھی ہی نہ تھیں پھر اسکے بعد بھی حضرت علی کی آنکھیں کبھی نہ دکھیں [۵۱] - اسکے بعد علم جس پر سبکی نظر تھی علی کو عطا کیا - اور خود علی کو مسلح کرکے قلعہ پر روانہ کیا - علم لیکر علی نے پوچھا یا رسول اللہ کبتک لڑوں فرمایا جبتک وہ وحدانیت خدا کا اقرار نکریں - اے علی اگر تیری بدولت ایک شخص کی بھی ہدایت ہو تو تیرے سرخ اونٹوں کی خیرات سے بہتر ہے - مدارج و تاریخ الخمیس و روضۃ الصفا و حبیب السیر وغیرہ میں لکھا ہے کہ حضرت علی نے وہ علم حصار قموص کے نیچے ایک پتھر پر کہ تو دہ پر جو وہاں تھا قایم فرمایا - ایک شخص احبار یہود سے اُس حصار کے اوپر کھڑا تھا دیکھکر بولا اے صاحب علم تو کون ہے اور تیرا نام کیا ہے فرمایا حیدر [۵۲] میرا ہی نام ہے ❊ یہ سنکر وہ یہودی اپنی قوم سے بولا کہ قسم توریت کی اب تم مغلوب ہوگے اور یہ جوانمرد فتح کئے بغیر یہاں سے نہیں پھریگا - صاحب مدارج ظاہری سبب اسکا یہ لکھتے ہیں کہ وہ یہودی صفات علی مرتضٰے سے واقف تھا اور شجاعت اُس شجاع بے مثل کی اور اوصاف اُسکے توریت میں پڑھے تھے اور وصف سرور عالم اور اصحاب خاص کے کتب سلف میں مذکور اور مسطور تھے ❊

اُس روز اول جو شخص جنگ کے واسطے قلعہ سے باہر نکلا وہ مرحب کا بھائی حارث یہودی تھا کہ نیزہ اُسکا تین [۵۳] من کا تھا - اہل اسلام سے اُسنے کئی شخصوں کو شہید کیا - یہ دیکھکر حضرت علی اُسکے مقابلہ کو گئے اور اُسے قتل کیا - اسپر اُسکا بھائی مرحب غصہ میں آگ بگولا ہو کر آیا یہ شخص نہایت تنومند بلند بالا تھا اور شجاعت اور مبارزت میں اُس گروہ کے پہلوانوں میں کوئی اُسکا ثانی اور ہمتا نہ تھا - اُس روز دو زرہیں پہنے ہوئے تھا دو تلواریں حمائل کئے ہوئے تھا - دو پگڑیاں سر پر بنحکر ایک خود آہنی اور اُسکے اوپر ایک پتھر سوراخ کرکے رکھا تھا - اُسکا نیزہ تین من کا تھا - رجز پڑھتا ہوا میدان میں آیا - حضرت علی نے بھی اُسکے مقابلہ میں رجز پڑھا جسکا ایک شعر یہ ہے ؎ انا الذی سمتنی امی حیدرہ ❊ ضرغام آجام و لیث قسورہ ❊ (میں وہ ہوں کہ میری ماں نے میرا نام حیدر یعنے اسد رکھا ہے یعنے جنگل کا شیر اور زبردست شیر ببر) اس موقع پر صاحب تاریخ الخمیس لکھتے ہیں کہ شروع میں حضرت علی کی والدہ نے حضرت علی کا نام (اپنے باپ کے نام پر) اسد رکھا تھا - اور مرحب نے خواب میں دیکھا تھا کہ شیر اُسے پھاڑ رہا ہے - پس شاید اللہ تعالیٰ نے علی کو مرحب کے خواب سے اطلاع دیدی تھی [۵۴] - اور اس رجز میں علی نے مرحب کو اُسکا خواب یاد دلایا تھا تاکہ اُسکے دل میں خوف اور ہیبت بیٹھ جائے اور ہتیار چلانے کی ہمت نہ رہے - ایرونگ کے موافق مرحب نے آتے ہی اپنے تئیں بہال کے

---

[۵۱] بخاری و مسلم - ازالۃ الخفاء - کامل - خمیس - [۵۲] مدارج - المرتضیٰ [۵۲] ایرونگ لکھتا ہے (دیکھو سکسیسرز آف محمد) علی میانہ قد تھے - مگر قوی ہیکل اور مربع - طاقت بہت تھی - ہنس مکھ - نہایت خوش مزاج - گھنی ڈاڑھی - مزاج میں محبت بہت - نہایت عقلمند - مذہب میں سرگرم پاکل نہ ڈرنے والے بہادر اور اسد اللہ کے لقب سے مشہور تھے [۵۳] من مطلق سے ۴۰ تولہ مراد ہوتی ہے - من پکی ۸۰ تولہ کا اور من تبریزی دو سو تولہ کا ہوتا ہے - یہاں شاید من پکی سے مراد ہو ❊

[۵۴] صاحب سیرۃ المحمدیہ نے لکھا ہے علی کو کشف ہوا تھا ❊

نیزہ سے حملہ کیا مگر علی نے رد کر کے اُسکے سر پر تلوار کا ایسا ہاتھ مارا کہ ذوالفقار قربوس زین پر جا جھکی - صاحب مدارج لکھتے ہیں کہ جسپر ید اللہ کا غضب کا ہاتھ پڑے وہ دو ٹکڑے کیونکر نہو - مرحب کے مارے جانے سے یہودیوں کا دل ٹوٹ گیا - مگر لڑائی جاری رہی یہاں تک کہ چھ اور نامی سردار جن میں سے عنتر پہلوان - ربیع بن ابی الحقیق اور یاسر بہت ہی مشہور ہیں علی کے ہاتھ سے مارے گئے (فواتح میبذی) جب یہودیوں کے ایسے ایسے نامی کامی سردار اور پہلوان مارے جا چکے تو انکا حوصلہ بالکل پست ہوگیا قلعے کی طرف بھاگے - حضرت علی اُنکے پیچھے مارتے چلے جاتے تھے کہ ایک یہودی نے حضرت کے ہاتھ پر اس زور سے ضرب[1] لگائی کہ سپر دست مبارک سے چھٹکر زمین پر گر پڑی دوسرے یہودی نے دوڑ کر وہ سپر اُٹھالی اور بھاگ گیا - حضرت امیر کو غصہ آیا اور ایک حالت عالم قدرت ربانی سے بقوت روحانی وارد ہوئی کہ خندق سے ایک جست کر کے حصار کے دروازہ پر جا پہنچے اور اُس حصار کا دروازہ آہنی قدرت دست ولایت سے اُکھاڑ لیا - اور اُسے اپنی سپر گردانکر جنگ میں مشغول ہوئے[2] - اس موقعہ پر صاحب حبیب السیر لکھتے ہیں ؎ سپر در زمان قتال و جدال - بیفتاد از دست شاہ رجال ÷ بر آشفت زاں شاہ عالی اثر - در قلعہ را کند و کردش سپر ÷ روضۃ الصفا و مدارج میں ہے کہ دروازہ اُکھاڑنے سے قلعہ میں ایسا تزلزل پیدا ہوا کہ صفیہ بنت حی اخطب تخت پر سے گر پڑی اور مُنہ اُسکا مجروح ہوگیا - جابر انصاری کہتے ہیں کہ امیر المومنین نے در خیبر کو ہاتھ میں لیکر پا کندے پر رکھکر اور بروایت تاریخ الخمیس پشت پر رکھکر خندق کا پل بنا دیا کہ مسلمان اُسپر سے گذر کر داخل قلعہ ہوئے - اور جنگ سے فارغ ہو کر اُس پٹ کو دو بالشت کی مقدار پر تاخت کیا اور پیٹھ کے پیچھے پھینکا کہ اسی بالشت یعنے ۴۰ گز کے[3] فاصلہ پر جا کر پڑا - کہتے ہیں کہ آٹھ طاقتور آدمیوں نے ہر چند کوشش کی کہ اُس پٹ کو اس پہلو سے اُس پہلو پر پھیر دیں نہ پھیر سکے - اور چالیس شخصوں نے ارادہ کیا کہ ایک دوسرے کی کمک سے اُس پٹ کو اُٹھاویں نہ اُٹھا سکے - طبری فارسی - روضۃ الصفا - مدارج اور مواہب میں ہے کہ حرکت نہ دیسکے اس در کو ستر شخص مگر بہت ہی مشقت کے بعد - اس در کے وزن میں بھی مورخین کو اختلاف ہے - صاحب معارج نے آٹھ سو من اور صاحب روضۃ الصفا نے تین ہزار من تک لکھا ہے ÷

حضرت علی فرماتے ہیں کہ مینے وہ در قوت روحانی سے اُکھاڑا نہ قوت جسمانی سے - اور ظاہر ہے کہ یہ بات عالم قدرت سے تھی نہ عادت سے - اور عالم حقیقت سے تھی نہ مجاز سے - الغرض جب اہل حصن غموض نے اور خیبر کے تمام قلعہ والوں نے یہ قوت اور قدرت حضرت کی دیکھی فریاد الامان الامان اُن سے بلند ہوئی - اور جناب امیر نے رسول خدا سے اجازت لیکر اُنکو امان دی[4] (معارج و مدارج) عہد نامہ میں شرایط ذیل لکھی گئیں (۱) تمام اہل خیبر اور اُنکی اہل و عیال کو جان سے امان دیجائے (۲) تمام اہل خیبر اپنا مال و اسباب بطور تاوان جنگ کے حوالہ کر دیں - صرف ایک ایک اونٹ غلہ اپنے پاس رہنے دیں - لیکن اگر کوئی شخص اپنا مال چھپا رکھے تو اُس سے جان اور اہل عیال کے امن کا معاہدہ قایم نہ رہیگا (۳) تمام زمین خیبر کی اُنکی ملکیت میں نہ رہیگی بلکہ وہ صرف اپنے گھروں میں آباد رہیں گے - اور خیبر کی زمینوں پر زراعت کیا کرینگے اور اُنکی پیداوار کا نصف حصہ بطور خراج دیا کرینگے اور نصف اُجرت میں اپنے پاس رکھا کرینگے (۴) کسی بدعہدی پر آنحضرت کو اختیار ہوگا کہ اُنکو جلاوطن کر دیں (اعجاز التنزیل و ابو الفدا و حبیب السیر و مدارج وغیرہ) ÷

کنانہ بن الربیع نے کچھ مال دفن کر کے چھپا دیا تھا اور جھوٹی قسم کھائی تھی کہ نہیں چھپایا وہ مال برآمد کیا گیا اور کنانہ کو

---

[1] طبری فارسی میں ہے کہ کسی یہودی نے قلعہ پر سے پتھر زور سے حضرت کے ہاتھ پر مارا تھا - جس سے سپر چھوٹ گئی تھی - [2] مدارج حبیب تاریخ الخمیس - ابو الفدا - روضۃ الاحباب - معارج - [3] بعض نے لکھا ہے کہ چالیس گز کے فاصلہ پر جا کر پڑا (حیات القلوب) [4] کتاب سیرۃ المحمدیہ لکھتے ہیں کہ قموص کا ۲۰ دن محاصرہ رہا آخر علی کے ہاتھ پر فتح ہوا ÷

محمد بن مسلمہ کے ہاتھ سے جسکے بہائی محمود بن مسلمہ کو کنانہ نے چکی کا پاٹ لڑہکا کر شہید کیا تہا قتل کرا دیا گیا - اور اُسکی بیوی صفیہ اسیر ہو کر آئی جو آنحضرت کی زوجیت سے مشرف ہوئی - اور بوقت مراجعت منزل صہبا میں زفاف واقع ہوا مال غنیمت بہت سا آیا خمس نکالکر بقیہ اور مسلمانوں میں تقسیم کر دیا گیا - بروایت حبیب السیر و مدارج النبوۃ و روضۃ الصفا و سیرۃ المحمدیہ جنگ خیبر میں ۹۳ یہودی مارے گئے اور ۱۵ مسلمان شہید ہوئے ✤

مدارج و معارج النبوۃ حبیب السیر روضۃ الصفا اور روضۃ الاحباب میں ہے کہ جناب علی مرتضی قلعہ خیبر کو فتح کر کے رسول اللہ صلعم کی خدمت میں حاضر ہوئی تو آنحضرت اُن کو آتا دیکہکر اسقدر مسرور ہوئے کہ اپنے خیمہ سے باہر نکل آئے اُنکا استقبال فرمایا چہاتی سے لگایا آنکہوں کا بوسہ لیکر فرمانے لگے یا علی میں تمہارے سعی مشکور سے نہایت خوش ہوا - خدا بہی خوش ہے اور اُسکے تمام فرشتے بہی - یہ سنکر امیر المومنین کی آنکہوں سے آنسو جاری ہو گئے رسول اللہ صلعم نے پوچہا یا علی یہ گریہ شادی ہے یا گریہ غم - عرض کیا یا رسول اللہ گریہ شادی ہے اور کیونکر خوش نہ ہوں کہ خدا اور اُسکا رسول مجہہ سے خوش ہوا ✤

خیبر فتح ہونے کے بعد زینب بنت حارث یہودیہ نے ایک بکری بہونکر اور زہر آلودہ کر کے آنحضرت کے پاس ہدیہ بہیجی آپنے اُسکا ایک ٹکڑا لیکر چبایا اور تہوک دیا اور اصحاب سے فرمایا کہ اسے نہ کہاؤ - اور فرمایا یہ بکری مجہکو خبر دیتی ہے کہ میں زہر آلودہ ہوں - بشر بن براء جو ایک لقمہ نگل گئے تہے وہیں مر گئے - اور بروایتے ایک سال بعد انتقال کیا - آنحضرت اپنی وفات کے وقت فرماتے تہے کہ وہ نوالہ زہر کا جو میں نے خیبر میں چبایا تہا وہ ہمیشہ مجہے تکلیف دیا کرتا تہا آج وہ گہڑی ہے جس میں انقطاع رگ وجان قریب ہے ✤

(۷۷) فدک[ا] معارج النبوۃ اور حبیب السیر و روضۃ الصفا وغیرہ میں لکہا ہے کہ بعد فتح خیبر رسول اللہ صلعم نے علی

[ا] ینابیع المودۃ مطبوعہ بمبئی صفحہ ۱۱ میں اخطب خوارزم کے حوالہ سے لکہا ہے علی مرتضی فرماتے ہیں کہ جب میں خیبر خدا کی قدرت سے فتح ہوا رسول اللہ صلعم نے مجہسے فرمایا کہ اگر مجہے یہ خوف نہ ہوتا کہ میری اُمت کے لوگ تمہارے حق میں وہی کہنے لگینگے جو نصاری عیسی بن مریم کے حق میں کہتے ہیں - تو تمہارے حق میں وہ باتیں بیان کرتا کہ اگر تم مسلمانوں کے گروہ کے پاس سے گذرتے تو وہ تمہارے قدموں کی مٹی تک چہوڑتے اور بچا ہوا آب طہارت لیکر اُس سے شفا ڈہونڈہتے تاہم اسقدر کہنا کافی ہے کہ تم مجہسے ہو اور میں تم سے ہوں تم میرے وارث ہو اور میں تمہارا وارث ہوں - تمہاری منزلت میرے ساتہہ ہی ہے جو ہارون کی موسی کے ساتہ تہی فرق اتنا ہے کہ میرے بعد نبی نہ ہوگا - یا علی تم میرا قرض ادا کروگے میری سنت پر جہاد کروگے - آخرت میں سب سے زیادہ تم میرے قریب ہوگے - اور قیامت میں حوض پر تم میرے خلیفہ ہوگے اور حوض پر سب سے پہلے تم ہی میرے پاس پہنچوگے - اور تم ہی میرے حوض پر سے منافقوں کو ہنکاؤگے - اور میری اُمت میں سے سب سے پہلے تم ہی جنت میں داخل ہوگے - اور تحقیق تمہارے محب اور تابعین نور کے منبروں پر ہونگے - اُنکے چہرے سفید نورانی ہونگے - میرے گرد ہونگے اور میں اُنکی شفاعت کرونگا - پس قیامت میں وہ میرے ہمسایہ ہونگے - اور تمہارے دشمن قیامت میں پیاسے ہونگے اُنکے چہرے سیاہ ہونگے - آتش اگ کے تازیانے لگائے جائینگے - تجہسے لڑنا مجہسے لڑنا ہے تجہسے صلح رکہنا مجہسے صلح رکہنا ہے - تمہارا راز میرا راز تمہارا اعلان میرا اعلان ہے - تمہارے دلی خیالات میرے دلی خیالات ہیں - تم میرے علم کے دروازہ ہو تمہاری اولاد میری اولاد ہے - تمہارا گوشت میرا گوشت ہے - تمہارا خون میرا خون ہے - بیتحقیق حق تمہارے ساتہہ ہے اور حق تمہاری زبان پر ہے اور تمہارے دل میں ہے - اور تمہاری آنکہوں کے درمیان ہے اور ایمان تمہارے گوشت اور خون میں اسطرح مخلوط ہے جسطرح میرے گوشت و خون میں - اور اللہ نے مجہے حکم دیا ہے کہ میں تم کو اس امر کی خوشخبری دوں کہ تمہاری عترت اور تمہارے محب جنت میں ہیں اور تمہارے دشمن جہنم میں ہیں - تم [illegible] کہینچنے والا حوض پر وارد نہ ہوگا اور تمہارا محب اس سے محروم نہیں رہیگا - حضرت علی فرماتے ہیں کہ یہ سنکر میں سجدہ میں گر پڑا - اور شکر خدا بجا لایا - کہ اُس نے مجہے اسلام اور قرآن کی نعمت عطا کی اور جناب خاتم النبیین کا محبوب مجہکو قرار دیا - گبن لکہتا ہے کہ جنگ خیبر میں رسول نے علی کی مثال [illegible] اور حوارت میں بہت دلائی اور اُسے شیر خدا کا خطاب دیا - ... خیبر ... تاریخ الخمیس میں ہے کہ ... مدینہ سے ... منزل کے فاصلہ پر واقع ہے ✤

مرتضی کو فدک پر روانہ کیا وہاں کے لوگوں نے واقعہ خیبر سے خوفزدہ ہوکر جناب امیر سے اس شرط پر صلح کر لی کہ اُنکو جان کی امان دیجائے اور فدک کی جاگیر خاص رسول اللہ کی ملکیت قرار پائیں - اس مصالحہ کے بعد حضرت جبرئیل نازل ہوئے اور کہا کہ حقتعالی فرماتا ہے وآت ذی القربی حقہ (اے رسول قرابتدار کو اُسکا حق دیدے) آنحضرت نے فرمایا کہ قرابتدار سے کون مراد ہے اور اُسکا حق کیا ہے - جبرئیل نے کہا کہ فاطمہ ہے جو انکا فدک اُسکے حوالہ کرو اور جو کچھہ فدک میں خدا اور رسول کا ہے وہ بہی اُسکو دیدو - پس حضرت نے فاطمہ کو بلایا اور اُسکے واسطے ایک حجت لکہدی - اور وہی وثیقہ تہا جو رسول اللہ صلعم کے بعد جناب فاطمہ حضرت ابوبکر کے پاس لائی تہیں - اور فرمایا تہا کہ یہ نوشتہ رسول ہے کہ میرے اور حسنؑ اور حسینؑ کے واسطے لکہہ گئے ہیں نیز مدارج و معارج و تاریخ ابو الفدا میں لکہا ہے کہ اہل فدک پر چڑہائی ہوئی تو اُنہوں نے لڑائی منظور نہیں کی بلکہ نصف زمین قریہ فدک کی رسول اللہ کی نذر کرکے صلح کر لی اور بقیہ نصف پر حضرت عمر خطاب کے عہد تک خود قابض رہے مگر حضرت عمر نے بیت المال سے پچاس ہزار درہم دیکر اُنکا نصف حصہ بہی بیت المال کے لئے خرید لیا اور اُنکو شام کیطرف جلاوطن کردیا

(۷۸) مہاجرین حبشہ کی مراجعت | روضۃ الاحباب میں لکہا ہے کہ جس روز خیبر فتح ہوا - اُسی روز جعفر بن ابیطالب اور اُنکی بیوی اسماء بنت عمیس اور ابوموسیٰ اشعری اور پانچ اور شخص اُنکے خاندان کے حبشہ سے خیبر میں آنحضرت کی خدمت میں واپس آئے آنحضرت جعفر کو دیکہکر بہت خوش ہوئے اور فرمایا کہ میں نہیں جانتا کہ جعفر کے آنے سے زیادہ خوش ہوں یا خیبر کی فتح سے - اور جعفر اور اُنکے ہمراہیوں کو خیبر کے مال غنیمت میں سے حصہ[1] دیا ❊

(۷۹) نکاح بہ ام حبیبہ[2] | ابوسفیان کی بیٹی معاویہ کی بہن اپنے شوہر عبیداللہ بن جحش کے ساتھ حبشہ کی طرف ہجرت کر گئیں تہیں وہاں انکا شوہر عیسائی ہوکر مرگیا تہا یہ اسلام پر قایم رہی تہیں - آنحضرت نے نجاشی کو جب دعوت اسلام کا خط لکہا ہے تو اُسمیں یہ بہی لکہا تہا کہ ام حبیبہ کا نکاح آنحضرت کے ساتھ کردے - پس نجاشی نے چارسو دینار مہر اپنے پاس سے دیا اور اُسکے حکم سے ام حبیبہ کے چچا کے بیٹے خالد بن سعید بن عاص بن اُمیہ نے ام حبیبہ کا نکاح غائبانہ آنحضرت صلعم کے ساتھ کردیا تہا - اُسوقت بقول ایرونگ و صاحب تاریخ الخمیس ام حبیبہ کی عمر کچہہ اوپر تیس سال کی تہی - جعفر ہی کے ساتھ سنہ ھ میں شرجبیل بن حسنہ کے ساتھ نجاشی نے مدینہ میں آنحضرت کے پاس بہیجدیا - (خمیس) سنہ ھ میں انتقال ہوا (استیعاب) صاحب استیعاب لکہتے ہیں کہ ام حبیبہ کو عمرو عاص اور خالد بن سعید عام الہدنہ یعنی سال صلح حدیبیہ میں حبشہ سے آنحضرت کے پاس لائے تہے

(۸۰) رجعت شمس | صاحب حبیب السیر و روضۃ الصفا و روضۃ الاحباب و صاحب تاریخ الخمیس نے معتبر کتابوں سے لکہا ہے کہ خیبر سے واپس ہوتے ہوئے جب وادی القری کی طرف جاتے تہے آپ نے مقام صہبا میں قیام کیا وہاں ایک موقعہ پر حضرت پر وحی کا نزول شروع ہوا - حضرت کا سر علیؑ کی گود میں تہا اور نزول وحی میں اتنا عرصہ لگا کہ آفتاب غروب ہوگیا - نزول وحی سے فارغ ہوکر آنحضرت نے دریافت کیا کہ اے علی تمنے عصر کی نماز بہی پڑہی - عرض کی نہیں - رسول اللہ صلعم نے دعا کی کہ بارالہا علی تیری اور تیرے رسول کی طاعت میں تہا - سورج کو اُلٹا پہیردے تاکہ وہ عصر کی نماز پڑہہ لے -

[1] ابن خلدون لکہتا ہے کہ اُن مہاجرین میں سے جو نجاشی کے ملک میں قبل ہجرت چلے گئے تہے کچہہ لوگ تو قبل از ہجرت یہ سنکر کہ قریش نے اسلام قبول کرلیا ہے مکہ میں واپس آگئے تہے اور پہر مدینہ کو ہجرت کر گئے تہے اور کچہہ لوگ غزوہ خیبر سے دو برس پیشتر حبشہ سے مدینہ چلے آئے تہے - معدودے چند جو باقی رہ گئے تہے وہ فتح خیبر کے بعد آئے اُنکے نام یہ ہیں جعفر بن ابیطالب اُنکی زوجہ اسماء بنت عمیس اور اُنکے بیٹے عبداللہ محمد عون - خالد بن سعید بن عاص بن امیہ اور اُنکی بیوی امینہ اور بیٹا سعید - اور ام خالد اور عمرو بن سعید بن عاص - اور معیقب بن ابی فاطمہ اور ابوموسیٰ اشعری - اور اسود بن نوفل - اور زادہ خدیجہ - جہم بن قیس بن شرجبیل اور اُنکے لڑکے عمرو خزیمہ حارث بن خالد بن صخر - عثمان بن ربیعہ - قیس بن [illegible] - محمد بن عبداللہ ابوطالب - محمد بن عبد شمس - ابو عمرو مالک بن ربیعہ - [illegible] نے اُنکی واپسی کے وقت عمرو بن امیہ ضمری [illegible] نجاشی [illegible] اسلام [illegible] [2] طبری میں ہے (دیکہو صفحہ ۱۲۶)

اسماء بنت عمیس کہتی ہیں کہ آفتاب غائب ہونیکے بعد پھر نکل آیا اور میں نے دیکھا کہ پہاڑ اور جنگل پر چمکنے لگا - یہانتک کہ سب نے سورج اور روشنی کو آنکھوں سے دیکھہ لیا اور علی نے نماز عصر پڑھی ؏ +

(۸۱) غزوہ وادی القری جمادی الآخر ۷ھ | صہبا سے کوچ کرکے وادی القری میں پہنچے لڑائی ہوئی گیارہ یہودی مارے گئے آخر کو بھاگ نکلے اور بہت سا مال غنیمت مسلمانوں کے ہاتھ آیا - آخر جزیہ دینا قبول کیا اور صلح ہوگئی - اسیطرح تیما کے یہودیوں نے جزیہ قبول کرکے صلح کرلی - (حبیب السیر و ابوالفدا) +

اب آنحضرت صلعم فتح و ظفر کے ساتھہ مدینہ واپس تشریف لائے اور ماہ شوال کے آخر تک مدینہ میں قیام فرمایا - اور دیار عرب کے اطراف و جوانب میں سریے روانہ کئے - یہانتک کہ مکہ اور مدینہ کے درمیان اور نواح میں جتنے یہود تھے ۷ھ کے اختتام سے پہلے پہلے سب مسلمانوں کے زیر فرمان ہوگئے - اور ان سے کسی قسم کا کھٹکا باقی نہیں رہا +

(۸۲) عمرۂ قضا - ذیقعدہ ۷ھ | ماہ ذیقعدہ میں آنحضرت عمرہ ادا کرنیکے ارادہ سے مکہ کو تشریف لائے دو ہزار مہاجر و انصار اور ساٹھ ستر اونٹ ھدی کے واسطے ہمراہ تھے پچھلے سال جو لوگ حدیبیہ تک جاکر واپس آئے تھے اُنمیں سے کوئی بھی بلا وجہ معقول کے جانیسے باقی نہیں رہا کیونکہ یہ عمرۂ قضا تھا - حسب شرائط معاہدہ مسلمان تین روز مکہ میں رہ کر واپس آگئے اور اس تین دن میں بہت سے اہل مکہ مسلمان ہوئے +

(۸۳) نکاح بمیمونہ | اسی عمرہ کے ایام احرام میں آنحضرت نے میمونہ بنت حارث ہلالیہ سے نکاح کیا اور بعد عمرہ زفاف کیا یہ آنحضرت کا آخری نکاح ہے - اُسوقت میمونہ کی عمر ۵۱ سال کی تھی اُنکا ۵۱ھ میں انتقال ہوا[۵۲] +

(۸۴) اسلام ابو ہریرہ | ۷ھ میں جب رسول اللہ صلعم خیبر میں تھے ابو ہریرہ ہجرت کرکے مدینہ میں آئے اور وہاں سے خیبر میں آکر مشرف باسلام ہوئے اور حضرت کے ساتھ مدینہ واپس آئے - ۷۸ سال کی عمر میں ۵۷ھ یا ۵۸ھ یا ۵۹ھ میں بمقام مدینہ یا عقیق وفات پائی - مرویات ۵۳۷۴ حدیثیں - ۳ سال حضرت کی خدمت میں رہے[۵۳]

سنہ ۸ ہجری مطابق ۶۲۹ع

(۸۵) اسلام خالد و عمرو عاص | ایرونگ لکھتا ہے کہ میمونہ سے نکاح کرنیکی بدولت میمونہ کا بھانجہ خالد بن ولید اور اُسکا دوست عمرو عاص جو دونوں ابتک

(بقیہ صفحہ ۱۲۶) ام حبیبہ کہتی ہیں ہم مدینہ میں اُسوقت آئے کہ رسول اللہ خیبر میں تھے ہم میں سے جس کسی نے چاہا وہ حضرت کے پاس خیبر کو چلا گیا اور میں مدینہ میں رہی جب آنحضرت خیبر سے تشریف لائے تو میں خدمت سے مشرف ہوئی ابن خلدون لکھتا ہے کہ دو کشتیاں آدمی بھر کر نجاشی نے مہاجرین روانہ کردیئے اُنہیں میں جعفر اور ام حبیبہ بھی تھیں یہ لوگ خیبر میں آنحضرت کی خدمت میں حاضر ہوئے ۵۱ مولوی عبد الحق محدث دہلوی مدارج النبوۃ میں لکھتے ہیں کہ یہ حدیث رجعت شمس بعلی کی صحیح ہے (ثقہ راویوں سے ثابت ہے) ابن جوزی اور اُسکی مانند بعض علماء نے اسکی صحت میں کلام کیا ہے - حال یہ ہے کہ ابن جوزی بیہودائی اور جلدی میں جس حدیث کو چاہتا ہے موضوعی کہدیتا ہے - اور جیب طحاوی - احمد بن صالح - طبرانی اور قاضی عیاض قائل اسکی صحت کے اور اسکے حسن کے ہیں اور ذکر کیا ہے اُنہوں نے اپنی کتابوں میں - تو قول ابن جوزی کا درست نہیں ہوسکتا - پھر محدث دہلوی نے اُن دلائل کو رد کیا ہے جو حدیث رد شمس کے مقابلہ میں پیش کی گئی ہیں - ۵۲ اسوقت میمونہ بیوہ تھیں پہلے ابی رہم بن عبد العزی یا سبرہ بن ابی رہم کے نکاح میں تھیں ۵۳ بعد میں جب ابو ہریرہ پر اعتراض کیا گیا کہ رسول اللہ صلعم سے اتنی حدیثیں کوئی صحابی بھی بیان نہیں کرتا جتنے تم بیان کرتے ہو تو کہا کہ میرے بھائی مہاجر تو بازار میں لین دین کرتے کراتے پھرتے تھے اور انصار اپنے مالوں کے حساب کتاب اور زمینوں اور باغوں کے کاموں میں مصروف رہتے تھے - میں ایک غریب مسکین آدمی اصحاب صفہ کی طرح رسول اللہ صلعم کی ملازمت میں رہتا تھا - مجھکو سننے کا موقع ملتا تھا اُن کو نہیں ملتا تھا - ابو ہریرہ کہتے تھے کہ میں نے رسول اللہ صلعم سے پانچ جراب (تھیلے) علم کے حاصل کئے پس میں نے دو جرابیں نکالیں - اگر تیسری نکالتا تو مجھکو سنگسار کردیتے (تاریخ الخمیس) +

اسلام کے بڑے دشمن تھے مسلمان ہوگئے - اور تاریخ الخمیس میں ہے کہ جب یہ دونوں مدینہ کی طرف آرہے تھے عثمان بن طلحہ بن ابی طلحہ عبدری راستہ میں ملا اور تینوں آنحضرت کی خدمت میں حاضر ہوکر مشرف باسلام ہوئے ابن اثیر اور صاحب حبیب السیر نے لکھا ہے کہ یہ تینوں شخص ۸ھ کے شروع میں مدینہ میں آنحضرت کی خدمت میں حاضر ہوکر مسلمان ہوئے +

(۸۶) منبر کی ابتدا | اب تک آنحضرت مسجد کے ستون سے لگ کر کھڑے ہوکر خطبہ پڑھا کرتے تھے - بروایت اسد الغابہ اس سال آنحضرت نے تین درجہ کا منبر تیار کرایا - دو درجے خالی اور تیسرا بیٹھنے کیلئے - پس آنحضرت تیسرے درجہ پر بیٹھتے اور دوسرے پر پاؤں رکھتے ابوبکر خلیفہ ہوئے تو دوسرے درجہ پر بیٹھتے اور پہلے پر پاؤں رکھتے - عمر خلیفہ ہوئے تو پہلے پر بیٹھتے اور زمین پر پاؤں رکھتے - عثمان بھی چھ برس تک عمرؓ کی طرح بیٹھتے رہے مگر اسکے بعد آنحضرت کے درجے پر بیٹھنے لگے - معاویہ خلیفہ ہوا تو اس نے چھ درجے کا منبر تیار کرایا + منبر رسول عائشہ انصاریہ نے آنحضرت سے اجازت لیکر اپنے رومی غلام باقوم سے جو نجاری کا کام جانتا تھا تیار کرایا تھا (تاریخ الخمیس) +

(۸۷) سریہ موتہ[1] جمادی الاول ۸ھ | عمرۃ القضا سے واپس آکر آنحضرت نے چھ مہینہ مدینہ میں قیام کیا پھر سریہ موتہ کو روانہ کیا - وجہ اس جنگ کی یہ ہوئی کہ آنحضرت نے حارث بن عمیر کو حاکم بصریٰ کے پاس جو قیصر روم کی طرف سے گورنر تھا دعوت اسلام کی بابت ایک نامہ دیکر روانہ کیا تھا جب وہ مقام موتہ میں جاکر اترا تو شرحبیل بن عمرو غسانی نے جو قیصر کے امیروں میں سے تھا اُسے قتل کرادیا - اس سے پہلے رسول اللہ صلعم کا سفیر کسی نے نہیں مروایا تھا - حضرت کو نہایت شاق گذرا - اور اس غرض سے کہ آیندہ حضرت کے ایلچیوں کا لحاظ کیا جاوے - حضرت نے ۳ ہزار فوج بسرکردگی اپنے آزاد غلام زید بن حارثہ کے روانہ کردی اس فوج میں حضرت علی کے بڑے بھائی جعفر بن ابیطالب اور عبد اللہ بن رواحہ شاعر بھی تھے - روانگی کے وقت حکم دیا گیا تھا کہ اول زید بن حارثہ علم اُٹھائے وہ شہید ہوجائے تو جعفر اور جعفر کی شہادت کے بعد عبد اللہ بن رواحہ - جب وہ بھی شہید ہوجائے تو مسلمان جسے پسند کریں علمدار بنالیں - حکم تھا کہ زید بہت جلد جاکر موتہ پر اچانک حملہ کریں باشندوں کو دعوت اسلام کریں اُن سے نرمی سے پیش آئیں - عورتوں - بچوں - پادریوں - اندھوں اپاہجوں کو کسی حال میں کچھ نہ کہیں کوئی گھر مسمار کیا جائے نہ جلایا جائے نہ درخت کاٹے جائیں - اگرچہ مسلمانوں کی فوج کو پورا یقین تھا کہ اچانک موتہ پر جا پڑینگے - مگر جب مقام معان پر اُترے تو معلوم ہوا کہ ہرقل رومیوں کی ایک لاکھ فوج سے مقام مآب میں اُترا ہوا ہے اور نیز بنی لخم اور بنی جذام وغیرہ کی ایک لاکھ جمعیت مالک بن رافلہ کی ماتحتی میں اُنکے مقابلہ کو آرہی ہے - مسلمانوں میں مشورہ کیا گیا - بعضوں نے کہا توقف کرنا چاہیئے اور حضرت سے آیندہ احکام کا انتظار کرنا چاہیئے مگر عبد اللہ بن رواحہ نے کہا کہ بڑھے چلو اور کچھ مخالف کی تعداد کا خیال نہ کرو - ہم ایمان کے لئے لڑتے ہیں اگر مارے گئے تو بہشت ہماری ہے - فتح ہوئی یا شہید ہوئے ہمارا بگڑتا ہی کیا ہے - عبد اللہ کے اس جوش پر اوروں کی بھی ہمت بندھی - بڑھے - موتہ کے قریب مقابلہ ہوا - گھمسان کی لڑائی ہوئی - زید زخم کاری کھاکر ۵۵ سال کی عمر میں شہید ہوگئے - علم اسلام اُنکے ہاتھ سے گرنے نہ پایا تھا کہ جعفر نے جا سنبھالا - قاعدہ ہے کہ علم بردار ہی پر مخالف زیادہ زور سے حملہ کرتا ہے - مگر جعفر نے نہایت جانبازی اور بہادری سے علم کو بچائے رکھا - یہاں تک کہ وہ ہاتھ جس میں علم تھا قطع ہوگیا - جعفر نے علم دوسرے ہاتھ میں لیلیا - جب وہ بھی کٹ گیا تو لہو بہتے بازوؤں سے سنبھالا - جب تلوار کی ضرب سے سر شگافتہ ہوگیا تو جعفر زمین پر گرے مگر اس ڈگمگاتے حال میں

[1] موتہ شام کے علاقہ بلقاء کا ایک قریہ ہے کہ یہاں سے بیت المقدس دو یا تین منزل مغرب کو ہے - کرک کے قریب واقع ہے (حبیب السیر و تاریخ الخمیس) [2] ابن اثیر و تاریخ الخمیس - یہ رومیوں سے مسلمانوں کی پہلی لڑائی ہے [3] اور گھوڑے سے اتر کر اُسے پے کر ڈالا یہ اسلام میں پہلا

بھی علم سے چمٹے رہے - پس ایک رومی نے تلوار مارکر جعفرؓ کو دو ٹکڑے کرڈالا[۱] - اب عبداللہ بن رواحہ نے علم اُٹھایا[۲] - مگر وہ بھی شہید ہوئے تو مسلمانوں نے خالد بن ولید کو علمدار بنایا - خالد شام تک لڑتے رہے - خالد کا بیان ہے کہ اس لڑائی میں ۹ تلواریں میرے ہاتھ میں ٹوٹیں - شام نے مخاصمین میں جدائی ڈالی - لڑائی موقوف ہوئی - دوسرے دن خالد نے فوج کی آراستگی نئے طور سے کی آگے کی فوج پیچھے دائیں جانب کی بائیں جانب کرکے کچھ اس طرح صف آرائی کی کہ دشمنوں کو یقین ہوگیا کہ نئی کمک آگئی - پس پہلے ہی حملہ پر ہراس سے اُنکے پاؤں اُکھڑ گئے - بھاگے - مسلمانوں نے تعاقب کرکے بہت سے قتل کئے اور بہت سا مال غنیمت لیکر مدینہ کی طرف مراجعت کی - طبری - ابن اثیر - حبیب السیر - روضۃ الصفا وصاحب روضۃ الاحباب وغیرہ نے لکھا ہے کہ اسی جنگ موتہ کی کارروائی کے صلہ میں خالد بن ولید کو سیف اللہ کا خطاب آنحضرت صلعم نے عطا فرمایا تھا - مگر تعجب یہ ہے کہ جن مورخین نے اس واقعہ کو فتح کی صورت میں دکھایا ہے وہی یہ بھی لکھتے ہیں کہ مسلمان شکست کھاکر واپس آئے اور مدینہ کے لوگ اُن سے ملنے شہر کے باہر آئے تو وہ اُنکے منہ پر خاک ڈالتے تھے اور اُنہیں ملامت کرتے تھے کہ تم جہاد سے بھاگ کر آئے ہو - ام سلمہ زوجۂ رسولؐ فرماتی ہیں کہ میں نے سلمہ بن ہشام بن مغیرہ کی بیوی سے پوچھا کہ سلمہ رسول اللہ صلعم کے ساتھ نماز پڑھنے کیوں نہیں آتا جواب دیا کہ وہ گھر سے نہیں نکلتا جب کبھی نکلتا ہے لوگ اُسکے پیچھے غل مچاتے ہیں کہ یہ جہاد سے بھاگا ہوا ہے ناچار اُس نے خانہ نشینی اختیار کرلی ہے (دیکھو طبری - ابن اثیر و تاریخ الخمیس وغیرہ)

اہل فوج جعفرؓ کی لاش کو رسول اللہ صلعم کی رشتہ داری کے لحاظ سے دفن کرنے کیلئے مدینہ لیتے آئے تھے اور وہ مدینہ میں آنیکے تیسرے دن دفن کردی گئی - اہل مدینہ کو اسلام کے ان تین نامی بہادروں کے ضائع ہونیکا کمال صدمہ ہوا - خصوصاً جعفرؓ کی شہادت کا بہت ہی قلق ہوا - حضرت بھی جعفرؓ اور زید کے یتیم بچوں کو دیکھکر بکمال موثر ہوئے گلے لگاکر بہت روئے کسی دیکھنے والے نے کہا آپ کیوں روتے ہیں وہ بہشت میں گئے - حضرت نے فرمایا دوست کی جدائی پر روتا ہوں -

جب حضرت نے جعفرؓ کی وفات پر لوگوں کو بہت بیتاب دیکھا تو فرمایا کیوں روتے ہو علم اسلام کی حمایت میں جعفرؓ کے ہاتھ جدا ہونیکے صلہ میں باری تعالیٰ نے اُنکو دو پر زمرد کے عطا کئے ہیں جن سے وہ بہشت میں ملائکہ کے ساتھ جہاں چاہتے ہیں پرواز کرتے ہیں اور وہاں نعمتہائے بہشت سے متنعم ہوتے ہیں (اریخ طبری - خمیس و ابن اثیر وغیرہ)

ابن خلدون وغیرہ نے لکھا ہے کہ اُسی روز سے جعفر ذوالجناحین کے لقب سے مشہور ہوگئے ہیں - اسی اعتبار سے انکو جعفر طیار بھی کہا جاتا ہے - ابن اثیر اور صاحب حبیب السیر نے لکھا ہے کہ پھر رسول اللہ جعفرؓ کے گھر آئے اُنکے بچوں کو پیار کیا بیوی کو تسلی دی - اُدھر فاطمہ اپنے گھر میں رو رہی تھیں اُنکو تسلی دی اور اپنے گھر سے کھانا پکوا کر جعفرؓ کے گھر میں بھیجا اور یہ اسلام میں پہلی حاضری تھا ہے جو اہل مصیبت کے گھر بھیجی گئی -

ابن خلدون - تاریخ الخمیس - طبری - ابن اثیر - حبیب السیر - روضۃ الصفا وغیرہ میں لکھا ہے ابن اسحاق نے بھی تحریر کیا ہے کہ جس روز موتہ میں یہ حادثہ ہوا اُسی روز آنحضرت کو بالہام الٰہی[۳] ان واقعات کی اطلاع ہوگئی - اور منبر پر تمام واقعات ترتیب وار مسلمانوں سے ارشاد فرمائے گئے - اسیطرح خسرو پرویز کے مارے جانیکی خبر آپکو اُسیدن بالہام ہوئی تھی -

---

[۱] اسوقت جعفرؓ کی عمر ۴۱ سال کی تھی - اُنکے جسم پر نوے زخم نیزہ و شمشیر کے گنے گئے اور سب زخم آگے کیطرف تھے (تاریخ الخمیس و تفریح الاذکیا وغیرہ) [۲] جعفرؓ کے قتل ہونے پر لوگوں نے عبداللہ بن رواحہ کو آواز دی اور وہ لشکر کے ایک جانب اونٹ کی ایک پسلی چچوڑ رہے تھے کیونکہ تین دن سے کچھ کھایا نہ تھا - آواز سنتے ہی پسلی کو پھینک کر یا اللہ اپنے نفس کو اسطرح ملامت کرتے ہوئے آئے کہ جعفرؓ مارے گئے اور تو دنیا ہی میں پھنسا ہوا ہے [۳] اس روایت کے راوی حضرت ابوہریرہؓ ہیں (تاریخ الخمیس) [۴] جعفرؓ پر تین روز تک رونیکی اجازت دی اُسکے بعد منع کردیا کہ اب میرے بھائی پر مت رو (تاریخ الخمیس)

موتہ کی لڑائی میں بروایت صاحب تفریح الاذکیا ۸ اور بروایت ابن خلدون ۱۰ اور بروایت ابن اسحاق ۱۲ صحابی شہید ہوئے اور مخالفین بے انتہا مارے گئے ؀

(۸۸) سریہ ذات السلاسل جمادی الآخر ۸ھ — مدینہ میں خبر آئی کہ قبیلہ بلی اور قبیلہ قضاعہ اور بنی القین کے لوگ جمع ہو کر مدینہ پر چھاپا مارنا چاہتے ہیں پس آنحضرت نے عمرو عاص کو تین سو آدمی کے ساتھ انکی سرکوبی کے واسطے روانہ کیا یہ بھی خیال تھا کہ عمرو عاص قبیلہ بلی سے قرابت رکھتا ہے شاید اسکے ذریعہ سے باہمی مصالحت ہی سے معاملہ طے ہو جائے مگر وہاں معاملہ طے نہوا اور عمرو عاص نے مدینہ کمک طلب کی چنانچہ یہاں سے ابو عبیدہ ۲ سو فوج کے ساتھ عمرو عاص کی کمک کو بھیجے گئے اس فوج میں ابو بکر اور عمر بھی ابو عبیدہ کے ماتحتی میں روانہ کئے گئے تھے۔ چونکہ عمرو کے مزاج میں ذرا سختی تھی اور امارت فوج کا خیال تھا اہل فوج اور عمر اور ابو عبیدہ عمرو عاص سے ناراض ہوگئے[ثلہ] مخالفین کی تعداد مسلمانوں سے بہت زیادہ تھی تاہم وہ اندازہ نہ کرسکے اور ہیبت اسلام نے انکو بھاگنے پر مجبور کیا جنگ و جدال کی نوبت نہیں آئی اور فوج اسلام نے کچھ غنیمت اور مویشی لیکر مراجعت کی ؀

(۸۹) فتح مکہ رمضان ۸ھ — اسوقت تک آنحضرت بہت سے قبائل عرب کے سردار بن چکے تھے۔ حضور کے زیر حکم اب ہزاروں جنگجو موجود تھے جو بھوک پیاس اور دھوپ کے عادی تھے اور جنکو جنگ کرنا کچھ مشقت نہیں بلکہ کھیل معلوم ہوتا تھا حضرت کی تعلیم سے ان لوگوں نے شراب بھی چھوڑ دی تھی۔ باقاعدہ بہادر اور تعمیل حکم کے عادی ہوگئے تھے۔ متواتر فتوحات سے انکے دل اور بھی بڑھ گئے تھے اور اپنے پیشوا پر زیادہ بھروسہ ہوگیا تھا جسکے جھنڈے تلے وہ سپاہیانہ فرمانبرداری اور مریدانہ جوش کے ساتھ جاتے تھے[ثلہ] مکہ ابھی کافروں کے ہاتھ میں تھا دس برس کا صلحنامہ لکھا جا چکا تھا۔ مگر مشیت ایزدی اس امر کی مقتضی ہوئی کہ مکہ آنحضرت ہی کے حیات میں مسلمان فتح کرلیں۔ اور اللہ اکبر اور لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کا نعرہ وہاں بھی حضرت ہی کی حیات میں بلند ہو جائے۔ اور اسکے اسباب اسطرح پیدا کر دیئے کہ صلح نامہ[ثلہ] حدیبیہ کے وقت سے قبیلہ بنی بکر قریش کے ساتھ اور بنی خزاعہ آنحضرت کے ساتھ ہم عہد و حلیف تھے۔ یہ دونو مکہ کے قریب آباد تھے ۸ھ میں ایسا اتفاق ہوا کہ کسی بات پر ان دونوں قبیلوں میں لڑائی ہوگئی قریش مکہ نے ہتھیار بھیجکر بنی بکر کی مدد کی اور بعض سرداران قریش خود بھی تبدیل لباس انکے شریک ہوگئے اور ان سب نے ملکر بنی خزاعہ کے بہت سے لوگوں کو قتل کیا۔ بنی خزاعہ نے ناچار ہو کر رسول کریم سے مدد کی درخواست کی چونکہ اس طرح وہ عہد جو حدیبیہ میں قریش سے رسول اللہ صلعم نے کیا تھا فسخ ہوگیا آنحضرت صلعم دس ہزار فوج سے مکہ پر چڑھائی کرنے کے لئے تیار ہوگئے ؀ قریش کو بھی اپنی اس ناشایستہ حرکت سے ندامت ہوئی اور اسلئے ابوسفیان بن حرب سردار مکہ مدینہ میں آیا کہ اس عہدنامہ کی تجدید کرے۔ اول اپنی بیٹی ام حبیبہ زوجہ رسول کے گھر پہنچا چاہتا تھا کہ بچھونے پر بیٹھے ام حبیبہ نے بچھونا لپیٹ دیا ابوسفیان نے خفا ہو کر کہا ای بیٹی مجھے بیٹھنے نہ دیا اور بچھونا تونے اٹھا لیا۔ وہ بولی یہ بچھونا رسول اللہ کا ہے اور تو کافر مشرک ناپاک ہے۔ ابوسفیان خفا ہو کر بد دعا کرنے لگا۔ اور اٹھکر رسول خدا صلعم کے پاس آیا۔ آپ سے کلام کرتا رہا لیکن حضرت نے کچھ جواب نہ دیا۔ وہاں سے اٹھکر حضرت ابو بکر کے

ثلہ سلسل ایک چشمہ اور آبادی تھی مدینہ سے دس منزل وادی القری سے پرے شام کیطرف (تاریخ الخمیس) ثلہ صاحب حبیب السیر لکھتے ہیں کہ ایسی ہو رجب رسول اللہ صلعم نے فوج سے عمرو کا حال پوچھا تو فوج نے کہا کہ ایک دن صبح کو اس نے حالت جنابت میں بغیر غسل کئے نماز جماعت کی امامت کی آنحضرت نے عمرو سے سبب پوچھا جواب دیا سردی بہت تھی اور خدا تعالی فرماتا ہے لا تلقوا بایدیکم الی التہلکہ (اپنے کو ہلاکت میں نہ ڈالو) اپنی نفس کی ہلاکت کے اندیشہ سے میں نے غسل نکیا رسول صلعم نے مسکرا کر فرمایا دیکھو اسنے اپنی لئے کیسا بہانہ نکالا ہے ثلہ شیعی مفسرین و محدثین و اہل سیر کا اتفاق ہے کہ جنگ ذات السلاسل سے وہی جنگ مراد ہے جو ۸ھ میں وادی الرمل میں واقع ہوئی اور جسکا ذکر کشف الغمہ و حبیب السیر و روضۃ الصفا و مدارج النبوۃ میں ۸ھ کے واقعات میں لکھا ہے اور جسکا ذکر ہم بھی ۸ھ کے واقعات میں لکھیں گے ثلہ ابو الفدا ابن اثیر وغیرہ ؀

پاس آیا انہوں نے بھی کچھ جواب نہ دیا۔ پھر حضرت عمر کے پاس وہ بھی کچھ نہ بولے۔ اسکے بعد حضرت علی کے پاس آیا وہاں سے بھی ناکام پھرا۔ ناچار فاطمہ بنت رسول کے پاس آیا اور گذارش کی کہ آپ ہمیں اپنے بیٹے حسن کی حمایت میں لے لیجئے مگر فاطمہ نے بے رخی سے جواب دیا کہ میرا بیٹا کم سن ہے کسی کا حامی نہیں بن سکتا۔ اور بغیر رسول خدا کی مرضی کے کچھ نہیں ہو سکتا دوبارہ ابوسفیان پھر علی کے پاس آیا اور کہا کہ میں قریش کیطرف سے سفارت پر آیا ہوں آپ مجھے اس امر اہم میں کیا رائے دیتے ہیں۔ علی نے جواب دیا میں اس سے بہتر رائے نہیں دیسکتا کہ تو اپنی طرف سے بحیثیت سردار قریش ہونے کے انجمن میں کھڑا ہو کر باواز بلند کہدے کہ میں نے طرفین کے لوگوں کو اپنی پناہ میں لیا۔ میں عہد نامہ حدیبیہ کی تجدید کرنے کی غرض سے آیا ہوں اور اسکو مضبوط کرتا ہوں یہ کہکر گھر کو واپس چلا جا۔ ابوسفیان بولا مگر کیا آپکے خیال میں اس سے کچھ فائدہ ہوگا۔ حضرت علی نے بے پروائی سے جواب دیا کہ یہ تو خبر نہیں کہ فائدہ ہوگا یا نہیں الّا اسکے سوا کوئی چارہ نہیں دکھائی دیتا۔ پس ابوسفیان نے حضرت علی کی رائے پر عمل کیا مسجد میں آیا اور علانیہ سبکے سامنے کہدیا کہ ای قوم جانو اور آگاہ ہو کہ میں نے دونوں طرف سے لوگوں کو اپنی پناہ میں لیا اور میرا گمان یہ ہے کہ محمد میری پناہ کو رد نہ کرینگے۔ یہ کہکر مکہ واپس آیا مکہ والوں نے یہ واقعہ سنکر ابوسفیان سے کہا کہ تو نے کچھ نہ کیا علی نے تیرے ساتھ تمسخر کیا ہے (حبیب السیر۔ ابن اثیر)

ایرونگ لکھتا ہے کہ آنحضرت نے مخفی طور سے مکہ پر اچانک حملہ کرنیکا قصد کیا۔ تمام اطراف سے مددگار مدینہ میں بلائے گئے مگر یہ نہ بتایا کہ چڑھائی کس جگہ کیجائیگی۔ مکہ کی طرف کے تمام راستے بند کر دیے گئے کہ چڑھائی کی خبر قریش کو نہ پہنچے مگر مہاجرین میں ایک شخص حاطب بن بلتعہ تھا کہ اسکی بیوی بچے مکہ ہی میں رہ گئے تھے۔ اور انکا کوئی نگران حال نہ تھا۔ حاطب نے چاہا کہ قریش ہی میں سے لوگوں کو اپنے کنبہ کا خبرگیراں اور سرپرست بنائے کہ انکو قریش سے آزار نہ پہنچے اور اسلئے اس نے چڑھائی کا تمام حال لکھکر ایک عورت مسماۃ سارہ[۱] کے ہاتھ قریش مکہ کے پاس روانہ کیا۔ آنحضرت کو یہ راز کھل گیا اور حضرت علی اور مقداد اور زبیر بن العوام[۲] کو سارہ کے تعاقب میں روانہ کیا۔ انہوں نے اسے جالیا۔ مگر تلاشی پر کچھ نہ نکلا۔ اور لوگ تو چھوڑنے کو تھے مگر علی کو کامل یقین تھا کہ خط اسکے پاس سے ضرور نکلیگا۔ رسول اللہ غلط نہیں کہہ سکتے۔ پس تلوار کھینچکر سارہ سے کہا خط نکال نہیں تو تیرا سر قلم کرتا ہوں۔ اس نے فوراً اپنے بالوں میں سے وہ خط نکالکر حوالہ کر دیا۔ خط حضرت کی خدمت میں لایا گیا۔ حاطب کو بلا کر دکھایا گیا اس نے اقرار کیا اور کہا کہ میں نے یہ خط اپنے محتاج اہل و عیال کی خاطر لکھا تھا۔ اور یہ بھی جانتا تھا کہ اسمیں حضور کا کچھ نقصان بھی نہیں۔ حضرت عمر نے حاطب کے عذر کو نہ مانا اور اس کا سر قلم کرنے ہی کو تھے کہ رسولخدا نے اسکی جنگ بدر کی جانبازی کا خیال کر کے اسکا عذر قبول کیا اور معاف کر دیا۔

صاحب تفریح الاذکیاء لکھتے ہیں کہ حضور صلعم نے اپنی روانگی سے پیشتر بنا بر توریہ (یعنے ارادہ چھپانے کی غرض سے) یکم رمضان کو ابوقتادہ کو بمعیت ۸ سو غازیوں کے اضم پر روانہ فرمایا تھا جو مدینہ سے ۳ منزل پر مکہ اور یمامہ کے بیچ میں واقع ہے۔ بعد کچھ عرصہ کے ابوقتادہ منزل سقیا میں آنحضرت سے آملے۔

تمام مورخین کا اتفاق ہے کہ ۱۰ رمضان ۸ھ کو آنحضرت دس ہزار فوج کے ساتھ مکہ کیطرف روانہ ہوئے۔ فوج اسلام پہاڑوں کے سنسان دروں سے ایسے گراہ راستہ سے گئی کہ قریش کو خبر نہ ہوئی یہانتک کہ جحفہ یا ذوالحلیفہ تک پہنچ گئے یہاں عباس سے ملاقات ہوئی جو اپنے کنبہ کے ساتھ ہجرت کئے چلے آتے تھے[۳]۔ حضرت نے انکی عیال و اطفال کو مدینہ بھجوا دیا

---

۱ ابن اثیر نے اس عورت کو کنیز کسی بنی مطلب مسماۃ سارہ یا بنی قرینہ کی ایک عورت مسماۃ کنود لکھا ہے مگر ابن خلدون نے اسکا نام ظعینہ لکھا ہے ۲ ابوالفداء اور ابن اثیر نے علی اور زبیر دو شخص اور ابن خلدون نے مع مقداد تین شخص اور بعض مورخین نے کل ۵ شخص لکھے ہیں ۳ عباس جنگ بدر میں اظہار شہادتین کر چکے تھے۔ مگر قریش پر ظاہر نہ کرتے اور مکہ ہی میں سکونت رکھتے تھے فتح مکہ کے روز انہوں نے اپنا ایمان علانیہ ظاہر کر دیا۔ (استیعاب)

اور اُنکو اپنے ساتھ رکھا۔ نقب العقاب[۱] پر پہنچے تو ابوسفیان بن حارث بن عبدالمطلب و عبداللہ بن امیہ مخزومی سے ملاقات ہوئی جو ہجرت کئے ہوئے آرہے تھے اور اسوقت مشرف باسلام ہوئے۔ اسی طرح لشکر اسلام مرالظہران تک جا پہنچا جو مکہ سے ۸ فرسنگ پر واقع ہے۔ رات ہوگئی تھی ڈیرے ڈالے گئے اور اس ساری سفر میں لشکر کو اسوقت اول مرتبہ آگ روشن کرنے کی اجازت ملی (ابن اثیر۔ ابن خلدون۔ حبیب السیر وغیرہ)

عباس اگرچہ صدق دل سے آنحضرت کے ساتھ تھے لیکن قریش کی ہلاکت پر اُنکا جی بہت کڑھتا تھا۔ پس رات کو وہ سوار ہوکر چلے کہ اگر کوئی ملے تو اُس سے قریش کو خبر کرادوں کہ پیغمبر خدا دس بارہ ہزار فوج سے تشریف لائے ہیں تاکہ وہ لوگ خواہاں امن ہوکر حضور پر نور کی خدمت میں حاضر ہوں ورنہ سب مارے جائیں گے۔ ناگاہ ابوسفیان بن حرب اور حکیم بن حزام اور بدیل بن ورقا الخزاعی ملے اور عباس سے پوچھا یہ غل غپاڑہ کیسا ہے اور آگین کیسی روشن ہیں۔ عباس نے صورت حال بیان کی۔ ابوسفیان یہ سنکر بہت سٹ پٹایا۔ مگر عباس کے کہنے سے طالب امان ہوکر آنحضرت کی خدمت میں چلا۔ راستہ میں حضرت عمر کے خیمہ کے آگے سے گزرا تو دیکھکر وہیں قتل کرنے پر مستعد ہوگئے۔ عباس نے کہا کہ یہ میری امان میں ہے اور چونکہ عمر اسوقت پیدل تھے اور یہ دونو سوار اس سبب سے وہ آگے نکل گئے اور حضرت تک جا پہنچے پیچھے ہی عمر بھی تلوار کھینچے ہوئے آپہنچے اور عباس کے امان کی کچھ پروا نہ کرکے ابوسفیان کے قتل پر اصرار کرنے لگے۔ اور اُسکے قتل پر حضرت کے اشارہ کے منتظر تھے۔ کہ عباس نے جھلاکر کہا کہ اے عمر اگر یہ بنی عدی سے ہوتا تو تم اسکے قتل پر اتنا اصرار نہ کرتے چونکہ جانتے ہو کہ بنی عبد مناف سے ہے اس سبب سے اِس کے قتل پر تم زیادہ مچل رہے ہو۔ حضرت عمر نے کہا کہ عباس افسوس ہے کہ میری نسبت تمہارا ایسا خیال ہو۔ تم جو چاہو سو سمجھو مگر میں اسکو زندہ نہیں چھوڑونگا۔ عباس اس کلام کا جواب بھی دینے نہ پائے تھے کہ عمر خفا ہو ابوسفیان کی طرف جھپٹے۔ آنحضرت نے یہ دیکھکر ارشاد کیا کہ مینے اسے شب بھر کی مہلت دی۔ عمر یہ سنکر دم بخود ہوگئے۔ اور تلوار میان میں کرلی۔ غرض عباس ابوسفیان کو واپس لے آئے اور سمجھایا۔ دوسرے دن جب صبح کو حاضر ہوا۔ آنحضرت نے دعوت اسلام کی۔ ابوسفیان بولا کہ اس امر میں مجھے ابھی کلام ہے۔ عباس بولے کمبخت جلدی سے گواہی دے کہ خدا ایک ہے اور محمد اُسکا رسول ہے ورنہ ابھی گردن ماری جائیگی۔ ابوسفیان نے یہ سنتے ہی تلوار کے خوف سے گھبراکر کہدیا لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ اور مسلمانوں کے زمرہ میں شامل ہوگیا۔ مگر تمام مورخین نے اسکو اور اسکے بیٹے معاویہ کو مولفۃ القلوب میں شمار کیا ہے۔ ساتھ ہی حکیم بن حزام اور بدیل بن ورقا نے بھی اسلام قبول کیا (حیات القلوب۔ حبیب السیر۔ ابن خلدون۔ ابن اثیر وغیرہ)

اب مصالح وقت اور حرمت کعبہ پر نظر ڈالکر اور نیز عام اخلاق کے لحاظ سے بھی آنحضرت نے عام حکم دیا کہ کوئی ابوسفیان یا حکیم بن حزام کے گھر میں یا مسجد کعبہ میں چلا جائیگا یا اپنا دروازہ بند کرلیگا اُسکو پناہ ہوگی۔ اور جو بلا ہتھیار لگائے سامنے آئے اُسپر مسلمان ہاتھ نہ اٹھائیں۔ پھر عباس نے ابوسفیان کو آنحضرت کی فوج دکھائی مسلمانوں کی دس بارہ ہزار سپاہ کو دیکھکر اُسکے حواس جاتے رہے اور عباس سے کہا کہ اب تو تیرے بھتیجے کی بڑی سلطنت ہوگئی ہے۔ عباس نے کہا کہ کمبخت یہ رتبہ نبوت ہے نہ رتبہ بادشاہت۔ اُس نے کہا ہاں سچ ہے[۲]۔ یہ حال دیکھکر ابوسفیان فوج اسلام سے پہلے مکہ میں داخل ہوا اور آنحضرت کی طرف سے منادی کردی۔ اب وقت ہی نہ تھا کہ کفار جنگ کی تیاری کرتے اور اپنے حلیفوں اور حمایتیوں کو بلاتے ہر ایک اُنمیں سے بجائے خود ششدر تھا۔ پس اُن لوگوں نے یہی مناسب سمجھا کہ آنحضرت کو بلا مزاحمت مکہ میں

---

[۱] حیات القلوب میں ثنیۃ العقاب لکھا ہے [۲] جب فوج ابوسفیان کے پاس سے گذر رہی تھی سعد بن عبادہ جو انصار کے علمدار تھے یہ کہتے ہوئے گذرے کہ اب لڑائی کے وقت کسی متبرک مقام کا لحاظ نہیں کیا جائیگا۔ مقتولین اُحد کا خوب بدلہ لیں گے۔ ابوسفیان نے سن پایا اور رسول اللہ صلعم سے آکر عرض کیا کہ سعد قریش کے قتل کرنیکا ارادہ رکھتا ہے حضرت نے جناب علی کو بھیجا کہ سعد سے جاکر علم تم لیلو پس علیؑ نے سعد سے علم لیلیا (روضۃ الاحباب

(روضۃ الصفا وغیرہ)

داخل ہونے دیں۔ مگر آنحضرت کو چونکہ معلوم نہ تھا کہ کیا صورت پیش آئیگی، مکہ کے قریب منزل ذی طوی پہنچکر اپنی فوج کو ہوشیاری سے تقسیم کیا۔ حضرت علی سپہ سالار تھے ایک حصہ فوج کا زبیر بن العوام کو سپرد ہوا اور حکم ہوا کہ مکہ کے بالائی حصہ کی طرف جاؤ اور علم کو کوہ حجون[1] پر جاکر گاڑ دینا اور جبتک میں آؤں وہیں رہنا فوج کے ایک حصہ کو خالد بن ولید کے ماتحت مکہ کے زیرین حصہ کی طرف نامزد کیا اور ابو عبیدہ بن جراح کو ایک اور طرف سے روانہ کیا گیا۔ مگر سرداروں کو سخت تاکید تھی کہ تحمل اور نرمی سے کام لیں ہرگز اپنی طرف سے حملہ نکریں کیونکہ فتح مکہ نرمی اور رحم کے ساتھ منظور ہے شدت اور سختی مد نظر نہیں ہے۔ ابن اثیر لکھتا ہے کہ شہر میں داخل ہوتے وقت سعد بن عبادہ نے کہا کہ لڑائی کیوقت کسی متبرک مقام کا خیال نہیں کیا جاتا حضرت کو معلوم ہوا تو سعد سے علم لیکر علی کے حوالہ کر دیا ✽

بڑا حصہ فوج کا بلا مزاحمت مکہ میں داخل ہو گیا فوج کا مؤخر حصہ جو سرخ لباس پہنے ہوئے تھا آنحضرت کے ساتھ داخل ہوا اسوقت حضرت ناقہ قصوی پر سوار تھے لیکن چونکہ گرد اگرد ہجوم بہت ہو گیا تھا۔ حضرت آہستہ آہستہ چلتے تھے یہانتک کہ کوہ حجون تک پہنچے جہاں کہ زبیر نے اسلام کا جھنڈا گاڑ رکھا تھا۔ حضرت کے واسطے خیمہ نصب کیا گیا۔ حضرت اپنے نیچے میدان پر نظر ڈالی تو تلواریں اور برچھیاں چمکتی ہوئی اور خالد نظر پڑا جو میسرہ کا سردار تھا۔ اور جس نے کشت و خون کا بازار گرم کر رکھا تھا۔ حضرت کو بہت صدمہ ہوا اور غصہ آیا۔ بات یہ تھی کہ عکرمہ بن ابو جہل وصفوان بن امیہ اور سہیل بن عمرو وغیرہ کچھ آدمیوں کے ساتھ مقام خندمہ میں مسلمانوں کے مقابلہ کے واسطے آکھڑے ہوئے تھے خالد نے سبقت[3] کر کے اُنپر حملہ کر دیا خالد اور اُسکی فوج دشمن کو مارتی ہوئی مکہ میں گھس گئی اور اگر آنحضرت کا حکم فوری نہ ہوتا تو مکہ میں قتل عام ہو جاتا۔ خالد کے اس حملہ میں ۱۳ یا ۲۸ اور بروایتے ستر کفار اور دو یا تین مسلمان مارے گئے۔ (حبیب السیر و ابن اثیر وغیرہ) صاحب روضۃ الصفا نے ۷۰ کفار اور دس مسلمانوں کا مارا جانا لکھا ہے۔

اسکے بعد حضرت پہاڑ سے اُتر کر ناقہ پر سوار ہوئے سورج نکلے دروازہ مکہ کے قریب آئے ابوبکر اور اسامہ بن زید ساتھ تھے۔ اسوقت آپ کو مکہ سے اپنا بے سروسامانی سے نکلنا اور پھر اس شاہانہ شکوہ سے وہاں داخل ہونا خیال کر کے ایک خاص کیفیت سے متکیف ہوئے۔ حضرت نے اپنی گردن اظہار شکر گذاری کے لئے اونٹ کے کوہان کی طرف جھکائی اور سیدھے کعبہ کے قریب آکر قریش سے کہا اب بتاؤ تمہارے ساتھ کیا کروں۔ عرض کی کہ آپ کریم ابن کریم ہیں۔ فرمایا جاؤ تمہیں معاف کیا۔ پھر کعبہ کے گرد سات طواف کر کے اندر داخل[4] ہوئے اور نماز پڑھی ✽ جتنی تصویریں خانہ کعبہ کے اندر تھیں سب محو کر دی گئیں۔ اُنمیں حضرت ابراہیم اور حضرت اسمعیل کی بھی تصویر تھی اور فرشتوں کی تصویریں خوبصورت عورتوں کے بھیس میں بنی ہوئی تھیں۔ کعبہ کے گرد ۳۶۰ بت لگے ہوئے تھے جن میں ہبل کا بت بہت مشہور تھا۔ جو بت نیچے تھے اُنکو خود آنحضرت نے لکڑی سے توڑ ڈالا

---

[1] ابن اثیر۔ روضۃ الصفا۔ حبیب السیر وغیرہ۔ مگر ارونگ لکھتا ہے کہ آنحضرت کا علم اور بڑا حصہ فوج کا علی کو سپرد ہوا اور حکم ہوا کہ علم کو کوہ حجون پر پہنچکر گاڑ دینا اور جبتک میں نہ آؤں وہیں رہنا اور یہ حصہ بلا مزاحمت مکہ میں داخل ہو گیا اور کوہ حجون پر جاکر اسلام کا جھنڈا گاڑ دیا اور علی آنحضرت کی تشریف آوری کے منتظر رہے [2] مکہ کے قریب قبرستان ہے [3] بعض نے لکھا ہے کہ ان لوگوں نے مسلمانوں پر تیر باران کئے تھے مگر اکثر کتب سے یہی ثابت ہے کہ خالد ہی نے عجلت اور سبقت کی تھی۔ جیسا کہ تاریخ طبری سے ثابت ہوتا ہے [4] عثمان بن طلحہ بن ابی طلحہ نے جو کلید بردار تھا اور مرتد ہو گیا تھا۔ آنحضرت کو آتا دیکھکر خانہ کعبہ میں قفل لگا دیا۔ حضرت علی نے اُس سے کنجیاں چھین لیں مگر بعد میں آنحضرت نے واپس کرادیں اور اُس سے ایسا نرمی کا سلوک کیا کہ آخر کو وہ پھر مسلمان ہو گیا اور کلید برداری کا عہدہ اُسکے خاندان میں موروثی کر دیا گیا اب تک اُسکی نسل سے کلید بردار ہوتا چلا آتا ہے۔ اسیطرح سقایۃ حاج اور چاہ زمزم کی نگرانی کا عہدہ عباس کے خاندان میں موروثی کر دیا گیا ✽

اور جو اونچے تھے اُنکے توڑنے کے واسطے حضرت علی کو اپنے دوش مبارک پر چڑھایا اور وہ حضرت علی نے توڑ کر گرا دئیے[۱] - خالد بن ولید - سعد بن زید اور عمرو بن عاص وغیرہ گرد و نواح کے بت مسمار کرنے کے لئے مامور کئے گئے - ظہر کا وقت آیا بسقف کعبہ پر آنحضرت نے بلال سے اذان کہوائی - ظہر کی نماز با جماعت ہوئی حضرت نے خطبہ پڑھا اور کعبہ میں اللہ اکبر کی دہوم مچگئی + اسکے بعد حضرت کوہ صفا پر تشریف لیگئے - اور عمر نیچے حضرت سے کھڑے ہوئے اور مکہ کے پہلے مرد اور بعد میں عورتیں آگے سے گذرتے جاتے اور آنحضرت کے ہاتھ پر اسلام کی بیعت کرتے جاتے تھے عورتونکی بیعت اسطرح ہوئی کہ حضرت نے ایک کپڑا لٹکا دیا تہا یا ہاتھ پر لپیٹ لیا تہا کیونکہ آنحضرت غیر محرم کو ہاتھ نہیں لگاتے تھے +

اس فتحیابی اور کامیابی کی حالت میں بہی حضرت نے کوئی شاہانہ رعب داب لوگوں پر نہیں ڈالا - نہ کسی سے اُس اطاعت اور تعظیم کے خواہاں ہوئے جو بادشاہوں کی کیجاتی ہے - جس نے ایسا کیا اُسے منع کیا ایک شخص ڈرتا ڈرتا سامنے آیا حضرت نے فرمایا ڈرتا کیوں ہے میں کوئی بادشاہ نہیں ہوں ایک زن قرشیہ کا فرزند ہوں جو دہوپ میں سوکھا ہوا گوشت کھاتا ہوں - حضرت کا برتاو امیروں غریبوں سب کے ساتھ یکساں نرم تھا - بڑے بڑے سرکش اور مغرور قریش سردار جنہوں نے آنحضرت کو تنگ کرکے مکہ سے نکالا تہا اور طرحطرح کی اذیتیں پہنچائی تہیں سر جہکائے ہوئے آئے کیونکہ خدا نے اپنے رسول کو قریش کی گردنوں کا مالک بزور کر دیا تہا - آپنے ارشاد کیا تمکو میرے ہاتھ سے کیا توقع ہے اُنہوں نے عرض کی جو اچھے سخیوں کا کام ہوتا ہے وہ کرو - حضرت نے فرمایا چلے جاؤ تم کو ہمنے چھوڑ دیا +

ابن اثیر - روضۃ الاحباب - تاریخ الخمیس - روضۃ الصفا اور حبیب السیر وغیرہ میں ہے کہ صرف گیارہ مردوں اور چھہ عورتوں کی نسبت آنحضرت نے حکم دیا تہا کہ اُنکا خون مسلمانوں کو معاف ہے کیونکہ ان لوگوں سے مسلمانوں نے سخت اذیتیں اُٹھائی تہیں - لیکن اُنمیں سے بہت کم لوگ مارے گئے کچھہ بہاگ گئے کچھہ مسلمان ہو گئے اور کتنونکی خطا دوسرونکی سفارش پر آنحضرت نے معاف کر دی - اُنہیں سے بعض کا ذکر کیا جاتا ہے +

(۱) ابوسفیان کی بیوی ہندہ بنت عتبہ مادر معاویہ جس نے حضرت حمزہ کا کلیجہ چبایا تہا بہت متخوف تہی بہیس بدلکر اُن عورتوں کے ساتھ آئی جو بیعت کرنے حاضر ہوئی تہیں لیکن جب حضرت نے نظر غور سے اُسکی طرف دیکھا تو وہ پاؤں پر گر پڑی اور معافی کی ملتجی ہوئی حضرت نے اُسے معاف کر دیا +

---

[۱] صاحب حبیب السیر و مدارج النبوۃ لکھتے ہیں کہ کئی بڑے بڑے بت ایک بلند مکان پر رکھے ہوئے تھے کہ ہاتھ وہاں تک پہنچ نہیں سکتا تھا اُن میں سے بڑے بت کا نام ہبل تہا علی مرتضی نے عرض کی کہ اپنا پائے مبارک میرے شانہ پر رکھئے اور ان بتوں کو نیچے اُتار لیے فرمایا یا علی تمکو طاقت نبوت کا بوجھہ اُٹھانے کی نہیں - تم اپنا پاؤں میرے شانے پر رکھو - حضرت علی نے امتثالاً للامر پاؤں رسول خدا کے شانے پر رکھا اور اُن بتوں کو نیچے پٹکا اُسوقت سرور کائنات صلعم نے پوچھا یا علی اسوقت اپنے تئیں کیسا پاتے ہو کہا یا رسول اللہ ایسا دیکھتا ہوں کہ تمام حجاب کے پردے مکشوف ہو گئے ہیں اور گویا سر میرا ساق عرش کو پہنچا ہے - اور جس چیز پر ہاتھ دراز کروں وہ چیز میرے ہاتھ آتی ہو حضرت نے فرمایا یا علی خوش ہو جیسو حال تمہارا کہ خدا کے کام کرتے ہو اور خوش ہو جیسو حال میرا کہ بار حق اُٹھاتا ہوں - صاحب حبیب السیر و مدارج النبوۃ وغیرہ اکثر مورخین نے لکھا ہے کہ پہر جب حضرت علی اوپر سے کودے تو ہنسنے لگے رسول اللہ صلعم نے پوچھا کہ یا علی کیوں ہنسے - عرض کی اس لئے ہنسا کہ اتنے اونچے سے گرا اور کسیطرح کا الم مجھے نہیں پہنچا فرمایا کیونکر تم کو الم پہنچتا کہ محمد نے تم کو اُٹھایا اور جبرئیل نے تم کو اُتارا[۱] تاریخ الخمیس میں ہے کہ عمر بیٹھے کرتے جاتے تہے اور وہ رسول اللہ - اطاعت اور فرمانبرداری پر بیعت کرتے جاتے تہے جب یوم فتح مکہ کو مردوں کی بیعت سے فارغ ہوگئے تو وہاں عورتوں کی بیعت شروع ہوئی پس ہند بنت عتبہ زوجہ ابوسفیان آئی اور خوف زدہ و متفکر تہی - بسبب اُس سلوک کے جو اُس نے حمزہ سے کیا تہا - پس فرمایا رسول اللہ صلعم نے کہ میں تم عورتوں سے) دیکھو صفحہ ۱۴۴

(۲) وحشی قاتل حمزہ مکہ میں فوج کے داخل ہوتے وقت بھاگ گیا تہا بعد میں حضرت کے سامنے اس طرح آکر مسلمان ہوا کہ پہچانا نہ گیا۔ پہچانے جانیکے بعد اُسکا قصور معاف ہوا مگر حضرت نے حکم دیا کہ کبھی میرے سامنے نہ آئیو۔ بعد میں اسی وحشی نے خلافت اول میں مسیلمہ کذاب کو قتل کیا +

(۳) عبداللہ بن سعد بن ابی سرح ایک نوجوان قریشی کاتب وحی منافق تہا۔ وحی لکھتا تو الفاظ بدل ڈالتا تہا اور کہتا تھا کہ قرآن تو میرے اختیار میں ہے جو چاہوں لکھہ لوں۔ جب اُسکا بھید کھلا تو چھپکر مکہ سے مدینہ چلا آیا اور مرتد ہوگیا۔ چونکہ حضرت عثمان کا رضاعی بھائی تہا کئی دن تک حضرت عثمان نے اُسے چھپائے رکھا۔ بعد میں اپنے ساتھ حضرت کے پاس لائے اور اُسکا خون معاف کرانیکی سفارش کی دو دفعہ حضرت نے انکار کیا تیسری مرتبہ بڑے توقف کے بعد کمال کراہیت کے ساتھ معاف کیا۔ کیونکہ حضرت عثمان کے چلے جانے پر آنحضرت نے حاضرین جلسہ سے کہا کہ تم میں سے کسیکو یہ توفیق نہیں ہوئی کہ میری امان دینے سے پہلے اُس کتے کو قتل کر ڈالتا لوگوں نے کہا اگر حضور ذرا بھی آنکھہ کا اشارہ کرتے تو ہم لوگ فوراً اُسے مار ڈالتے آپ نے فرمایا کہ آنکھہ سے اشارہ کرنا پیغمبروں کی شان کے خلاف ہے۔ پس عبداللہ دوبارہ مسلمان ہوا۔ اور بعد میں حضرت عثمان نے اپنی خلافت میں اُسے مصر کا گورنر بنا دیا تہا +

(۴) عکرمہ بن ابوجہل جینے آنحضرت کی دشمنی اپنے باپ سے میراث میں پائی تہی۔ جس روز آنحضرت مکہ میں داخل ہوئے اپنی بیوی ام حکیم کو چھوڑ کر تیز گھوڑے پر سوار ہوکر بھاگ گیا تہا۔ ام حکیم مسلمان ہوکر آنحضرت کے قدموں پر گر پڑی اور درخواست کی کہ میرے شوہر کا بھی قصور معاف کر دیجئے آنحضرت نے اُسکی عاجزی دیکھکر عکرمہ کا قصور معاف کر دیا۔ پہر ام حکیم عکرمہ کو ڈہونڈھکر آنحضرت کی خدمت میں لائی۔ اور وہ مسلمان ہوگیا۔ حضرت نے اُسے ایک دستہ فوج کا سردار بنا دیا۔ آخر خلافت دوم میں جنگ اجنادین میں مارا گیا +

(۵) کعب بن زہیر شاعر آنحضرت کی ہجو کرتا اور اپنی زبان سے مسلمانوں کو بہت ایذا پہنچاتا تہا۔ فتح مکہ کے دن بھاگ گیا تہا۔ بعد میں آنحضرت کی خدمت میں حاضر ہوکر مسلمان ہوا اور آتے ہی قصیدہ بانت سعاد و قلبی الیوم متبول پیش کیا آنحضرت نے پسند کیا + (۶) صفوان جس نے عکرمہ کی فوج کے ساتھ خالد کا مقابلہ کیا تہا بھاگ گیا تہا بعد میں اُس نے حضرت سے ایمان لانیکے لئے مہلت لیلی تہی۔ یہانتک کہ جب جنگ حنین میں مال غنیمت بہت ہاتھ آیا اور حضرت نے اُسکو بہت سا عطا فرمایا تو مسلمان ہوگیا +

(۷) ہبار بن الاسود کا یہ قصور تھا کہ جب جنگ بدر کے بعد آنحضرت کی صاحبزادی زینب مکہ سے مدینہ کو روانہ ہوئی تہیں تو نیزہ اونٹ پر مارا تھا جس سے ڈر کر اُنکا حمل ساقط ہوگیا تہا یہ بھی مسلمان ہوگیا اور قصور معاف ہوا +

(۸) عبداللہ بن زبعری شاعر آنحضرت اور صحابہ کی ہجو کیا کرتا تہا اور مشرکوں کو مسلمانوں کی حرب پر ترغیب و تحریص دلاتا تھا۔ بہاگ گیا تھا۔ بعد میں حاضر ہوکر مسلمان ہوا +

(۹) مقیس بن صبابہ کا یہ جرم تہا کہ اُس نے ایک شخص انصاری کو جس نے اُسکے بھائی کو (غلطی) سے مار ڈالا تہا قتل کیا تہا حالانکہ اُس انصاری نے دیت ادا کر دی تہی۔ مقیس مرتد ہوکر مکہ کو بھاگ گیا تہا مکہ کی فتح کے روز مشرکوں کے ساتھ شراب

(بقیہ نوٹ صفحہ ۱۳۳) ان امور پر بیعت لیتا ہوں کہ کسیکو خدا کا شریک نکرنا۔ چوری نکرنا۔ زنا نہ کرنا۔ اپنی اولاد کو قتل نہ کرنا۔ کسی پر بہتان نہ لگانا۔ نیکی میں نافرمانی نکرنا۔ جب حضرت نے ہندہ سے کہا کہ چوری نکرنا تو ہندہ نے کہا کہ ابوسفیان مرد بخیل ہے کیا اُسکا مال بھی چوری سے نہ لوں پس ابوسفیان نے کہا کہ میرا مال جو تجھے ملجائے وہ تجھے حلال ہے۔ اسپر حضرت ہنسے اور اُسے پہچان کر کہا تو ہندہ ہے۔ ہندہ نے کہا ہاں یارسول اللہ میرے گذشتہ قصور کو معاف کیجئے۔ حضرت نے معاف کر دیا + +

پی رہا تھا نمیلہ بن عبداللہ کو خبر ہوئی اُس نے اُسے جا کر قتل کر دیا ✦

(۱۰) عبدالعزیٰ بن خطل مدینہ میں آکر مسلمان ہوا تہا حضرت نے اُسکا نام عبداللہ رکھا تھا بعد میں ایک مسلمان کو مار کر مرتد ہو گیا تہا اور مکہ کو چلا گیا تہا یہ بہی مارا گیا ✦

(۱۱) حویرث بن نقید شاعر آنحضرت کی ہجو کیا کرتا تہا۔ حضرت علی نے اُسے قتل کیا ✦

(۱۲) حارث بن طلاطلہ بہی حضرت کو ایذا پہنچایا کرتا تہا حضرت علی نے اُسے بہی قتل کیا ✦

عورتوں میں ہند کے علاوہ قرتنا کی جاں بخشی ہوئی اور قریبہ۔ ارنب۔ سارہ اور ام سعد چار قتل ہوئیں۔ ہند اور قرتنا اسلام لائیں ✦ مکہ ۲۰ رمضان کو فتح ہوا اور ۶ر شوال تک حضرت وہاں مقیم رہے۔ اسی اثنا میں ایک بڑی گھرانے کی عورت[۱] چوری میں گرفتار ہوئی آنحضرت نے اُسکے ہاتھ کاٹنے کا حکم دیا اُس قوم کے لوگوں نے اسامہ سے سفارش کرائی۔ آنحضرت نے ساعت فرمایا اور ارشاد کیا اللہ کے حدود امیر و غریب سب کے ساتھ مساوی ہیں پہلی اُمتوں میں اسی سبب سے خرابی واقع ہوئی کہ لوگوں نے تمام قاعدے غریبوں ہی کے لئے نافذ کئے اور اونچے لوگوں کے لئے کوئی قید نہ رہی۔ قسم ہے اُس خدا کی جسکے ید قدرت میں محمدؐ کی جان ہے اگر فاطمہ بنت محمد چوری کرے تو اُسکا ہاتھ بہی اسیطرح کاٹا جائیگا ✦

(۹۰) خالد اور بنی جذیمہ[۲] فتح مکہ کے بعد رسول اللہ صلعم نے تھوڑے تھوڑے آدمی اطراف مکہ میں اسواسطے روانہ فرمائے تھے کہ لوگوں کو دعوت اسلام کریں مگر یہ شرط تہی کہ کسی سے لڑائی نکریں (ابن اثیر۔ ابوالفدا) انہیں میں سے خالد بن ولید کو بنی جذیمہ کی طرف روانہ کیا تھا ✦

ایام جاہلیت میں بنی جذیمہ نے عبدالرحمن بن عوف کے باپ عوف کو اور خالد بن ولید کے چچا الفاکہ بن مغیرہ کو جبکہ وہ یمن سے آرہے تھے مار ڈالا تھا اور اُنکا اسباب لوٹ لیا تہا۔ وہ لوگ جو واسطے ہدایت خلق کے رسول اللہ صلعم نے روانہ کئے تہے اُنہیں خالد بن ولید بہی تھے۔ بروایت حبیب السیر و روضۃ الاحباب ساڑھے تین سو آدمی مہاجر و انصار و بنو سلیم سے اُنکے ساتھ تھے خالد بن ولید بنی جذیمہ کے ایک چشمہ پر جا کر اُترے جسکا نام یلملم تھا اور مقام غمیصاء اسکے قریب واقع تہا یہ دونو مقام مکہ سے دو منزل کے فاصلہ پر واقع تھے۔ یہاں کے لوگ رسول اللہ صلعم کے پاس حاضر ہو کر مسلمان ہو چکے تھے اسوقت آنحضرت کو صرف حالت دریافت کرنی منظور تہی کہ آیا اپنے عہد پر قایم ہیں یا نہیں[۳]۔ بنی جذیمہ مدافعت کی غرض سے مسلح ہو کر خالد کے مقابلہ میں آئے خالد کو دیکھکر اظہار اسلام کیا خالد نے چلا کر با آواز اُن سے پوچہا کہ تم مسلمان ہو یا کافر اُنہوں نے اُٹکر اُتکر زبان سے کہا کہ مسلمان ہیں ہمنے مسجدیں بنائی ہیں اُنمیں نمازیں پڑہتے ہیں (روضۃ الاحباب) خالد نے کہا پہر ہتیار بند کیوں آئے ہو۔ اُنہوں نے جواب دیا اس سبب سے کہ بعض قبیلوں سے ہماری دشمنی ہے اور اندیشہ ہے کہ بیخبری میں وہ حملہ کریں غبار دیکھکر ہم تمکو وہی سمجہے تھے۔ خالد نے اُنکا عذر نمانا اور درشتی سے حکمدیا کہ گھوڑوں سے اُتر جاؤ اور ہتیار رکہدو۔ اُنہوں نے ہتیار رکھدیے اور الگ کھڑے ہوگئے۔ خالد نے فوراً بہت سوں کو گرفتار کر لیا۔ بہت سے بہاگے خالد نے اُنکا تعاقب کر کے بہت سے قتل کئے۔ رہے قیدی ایک ایک آدمی کو ایک ایک اسیر سپرد تھا صبحکو خالد نے حکم دیا کہ ہر ایک نے اپنے اسیر کو قتل کر ڈالے۔ بنی سلیم نے جو خالد کے ہم قوم تھے اپنے اپنے قیدی کو قتل کر دیا مگر مہاجر و انصار نے اپنے اسیروں کو چھوڑ دیا۔ (ابوالفدا۔ ایرونگ۔ روضۃ الاحباب۔ معارج۔ حبیب السیر۔ ابن اثیر۔ طبری)

انہیں کے ایک اسیر نے آنحضرت کی خدمت میں آکر اس واقعہ کی خبر دی لیکن خالد کے اس فعل کی خبر جب رسول اللہ صلعم کو

---

[۱] اس عورت کا نام فاطمہ بنت الاسود بن عبدالاسد مخزومی تہا یہ اسود ام سلمہؓ کا برادر زادہ تہا (حبیب السیر و روضۃ الاحباب) [۲] صاحب حبیب السیر (ابوالفدا نے بنی خزیمہ اور طبری و ابن اثیر نے بنی جذیمہ لکھا ہے ✦ [۳] تہذیب المتین و حبیب السیر ✦

پہنچی تو اپنے دونوں ہاتھ آسمان کی طرف اتنے بڑہائے کہ حضرت کے بغلوں کی سپیدی ظاہر ہوگئی اور خدا سے دعا کی کہ بار خدایا میں بری الذمہ ہوں خالد کے فعل سے کیونکہ اُس نے ممانعت رسول کا کچھہ خیال نہ کیا دو یا تین بار یہی فرمایا اور حضرت علی کو ارشاد کیا کہ تم مال لیکر جاؤ اور سب کا خونبہا دیکر آؤ۔ حضرت علی بموجب ارشاد پیغمبرؐ وہاں تشریف لیگئے اور جتنے مارے گئے تھے اُنکا خون بہا دیکر آپنے پوچھا کہ کسیکی کوئی دیت رہ گئی ہو تو وہ یاد دلادے سبنے عرض کی کہ اب کوئی باقی نہیں رہا۔ تب حضرت علی نے وہ روپیہ جو اُنکے پاس بچ رہا تھا اُنہیں لوگوں پر تقسیم کر دیا کہ اُن لوگوں کے دل زیادہ خوش ہوں۔ آنحضرت صلعم کو جب یہ خبر پہنچی تو بہت خوش ہوئے۔ اس معاملہ کے سبب خالد کیطرف سے آنحضرت عرصہ تک قہر وغضب میں رہے۔ جب بنی جذیمہ کو راضی کر لیا تو بعض صحابہ کی سفارش سے آنحضرت نے خالد سے درگذر کی[1]۔

عبدالرحمن بن عوف نے بھی خالد کے اس فعل پر بہت ملامت کی اور کہا کہ تو نے بہت برا کیا۔ خالد نے کہا کہ میں نے تیرے باپ عوف کا بدلہ لیا ہے۔ عبدالرحمن نے جواب دیا کہ نہیں تو نے اپنے چچا الفاکہ بن مغیرہ کا عوض لیا ہے۔ اور یہ فعل تو نے زمانہ جاہلیت کا سا کیا مسلمان ہو کر تجھے ایسا نکرنا چاہیئے تھا۔ عبدالرحمن اور خالد کے اس جھگڑے کی خبر جب رسول اللہ صلعم کو پہنچی تو آپنے خالد کو ارشاد کیا کہ میرے اصحاب تو اپنے ساتھہ نہ رکھ اے خالد تو اُنکی قدر نہیں جانتا۔ قسم ہے خدا کی اگر تیرے پاس سونیکا پہاڑ ہوتا اور تو اُسکو اللہ کی راہ میں خرچ کرتا تب بھی ایسے شخصوں کی بو باس نہ پاتا (ابن اثیر و ابو الفدا)

روضۃ الاحباب میں لکھا ہے کہ عبداللہ بن ابی حدود اسلمی کہتا ہے کہ خالد کے اس سریہ میں میں خالد کے ساتھ تھا ایک جوان میری قید میں رسی میں بندھا تھا اُسکے ہاتھ گردن میں بندھے ہوئے تھے اُس نے کہا ای شخص ہو سکتا ہے کہ مجھکو ذرا کی ذرا اس سامنے کے خیمہ میں ان عورات کے پاس لیچلے کہ انسے کچھہ حاجت رکھتا ہوں پھر جو چاہنا میرے ساتھ کرنا میں اُسکو وہاں لیگیا وہ اُنہیں سے ایک عورت سے ملا اور آپس میں کچھہ باتیں کیں پھر میں واپس لے آیا۔ جب آپنے قتل کیا تو وہی عورت آکر بیتابانہ اُسکی لاش پر گر پڑی اور دو تین نعرے مار کر جان بحق تسلیم ہوئی۔ جب اہل سریہ نے یہ قصہ آنحضرت سے بیان کیا تو فرمایا کہ تم میں ایک مرد بھی ایسا نہ تھا جسے رحم آتا۔

(۹۱) جنگ حنین[2] ۱۰ شوال ۸ ھ جب فتح مکہ کی خبر اطراف عرب میں پہیلی بنی ہوازن۔ بنی ثقیف۔ بنی جشم بنی سعد اور دیگر پہاڑی اور صحرائی قوموں نے آنحضرت سے لڑنیکے واسطے آپسمیں اتحاد کیا۔ یہ بنی سعد وہی ہیں جنکے پاس آنحضرت کا بچپن حلیمہ سعدیہ کے ساتھ گذرا تھا اور بنی ثقیف وہی ہیں جنہوں نے طائف میں آنحضرت کے ساتھ بدسلوکی کی تہی۔ اور پتھراؤ کیا تہا۔ اور لات کی پرستش کرتے تھے۔ مالک بن عوف نضری جو بنی ثقیف کا سردار تھا اس تمام اتحاد کا سرگروہ اور ابو جرول علمبردار بنایا گیا پس مالک نے مقام اوطاس پر جو طائف اور حنین کے درمیان ہے چھاونی ڈالدی۔ بروایت روضۃ الاحباب چار ہزار اور بروایت منتسب اقصی تین ہزار مرد جرار تھے مگر بعض مورخین مثلاً صاحب روضۃ الصفا نے لکھا ہے کہ تیس ہزار مرد جرار کا جمگھٹا ہوگیا تہا۔ یہ لوگ اپنی عورتیں بچے اور ریوڑ بھی ساتھ لائے تہے درید بن صمہ نے جو ایکسو بیس یا ایکسو ساٹھہ برس کا بوڑہا اور بنی جشم کا سردار تھا عورتوں بچوں اور ریوڑ کا لانا پسند نہیں کیا جنکو مالک بن عوف اس خیال سے لایا تہا کہ انکی موجودگی میں اُسکی فوج بہاگے گی نہیں۔ درید چونکہ جہاں دیدہ اور تجربہ کار رہا اس سبب سے اُسے صرف صلاح مشورہ لینے کے واسطے ایک کجاوہ میں بٹھا لائے تہے۔ ورنہ بسبب پیری کے ڈہانچ ہی ڈہانچ رہ گیا تہا آنکھوں سے اچھی طرح دکھائی بھی نہ دیتا تہا۔ اس نے عورتوں بچوں کے واپس بھیجنے کی صلاح دی مگر اسپر عمل نہیں کیا گیا۔ تاریخ الخمیس میں ہے کہ اس اجتماع کا

[1] حبیب السیر۔ ابن اثیر۔ ابو الفدا۔ روضۃ الاحباب [2] حنین ایک جنگل ہے جو مکہ سے تین میل پر طائف کی طرف واقع ہے۔

حال سنکر آنحضرت بھی بارہ ہزار (اور بروایتے ۱۶ ہزار) فوج لیکر چل کھڑے ہوئے انمیں دس ہزار مہاجر و انصار تھے جو مدینہ سے ساتھ آئے تھے اور حسب معمول حضرت علی علمدار تھے - اور دو ہزار باشندگان مکہ تھے جن میں سے بعض ابھی تک مسلمان بھی نہیں ہوئے تھے چنانچہ صفوان بن اُمیّہ کافر بھی ہمراہ تھا - اس سے ایکسو زرہ حضرت نے اس جنگ میں عاریت لی تھی تاریخ الخمیس میں ہے کہ اسّی مشرکین آنحضرت کے ساتھ تھے انہیں میں صفوان تھا +

۱۰ شوال کو آنحضرت مکہ سے باہر آئے دلدل پر سوار تھے - مسلمان وادی حنین تک پہنچے تھے کہ غنیم کی فوج پہلے ہی آموجود ہوئی تھی - اور وہ لوگ جابجا پہاڑ کے دروں میں چھپ گئے تھے - مسلمان اس سے واقف نہ تھے صبح کو راستہ کی تنگی کی وجہ سے متفرق ہو کر آگے بڑھے - اس متفرق ہونیکی ایک وجہ یہ بھی تھی کہ فتح مکہ سے اور اپنی تعداد کی زیادتی کی وجہ سے مسلمانوں کے دلوں میں کچھ نخوت بھی آگئی تھی - چنانچہ روضۃ الصفا روضۃ الاحباب تاریخ الخمیس اور حبیب السیر وغیرہ اور کتب تفاسیر میں لکھا ہو کہ حضرت ابوبکر صدیق نے مسلمانوں کا یہ شاندار لشکر دیکھکر کہا تھا کہ آج ہم کمی لشکر کے سبب سے شکست نہ پائیں گے - اس نخوت کا نتیجہ یہ ہوا کہ مسلمانوں کے آگے بڑھتے ہی دشمن کمینگاہ سے نکل پڑے اور ایسے نکلے کہ مسلمان حیران رہ گئے ماری تیروں پتھروں اور نیزوں کے بولائے اور راہ فرار اختیار کی[1] بہت سے مسلمان مارے گئے - کئی زخمی ہوئے - حضرت نے بہت پکارا کہ اے اصحاب بیعت الرضوان تم اپنے رسول کو اکیلا چھوڑ کر کہاں جاتے ہو مگر ایک نے سنی پیچھے پھر کر بھی نہ دیکھا - نفسی نفسی کی پڑی ہوئی تھی - اسطرح مسلمانونکی شکست ہوگئی +

اس موقع پر کفار مکہ اور منافقین کے بغض و کینے خوب ظاہر ہوگئے - ابوسفیان بن حرب جو فتح مکہ کے موقع پر ظاہر میں مسلمان ہو چکا تہا اپنے ترکش کو تیروں سے بھرے ہوئے مستعد کھڑا تھا اور کہتا تہا کہ ابھی تو یہ مسلمان سمندر تک بھاگیں گے صفوان بن امیہ کے بھائی کلدہ نے بھی پکار کر کہا کہ اب محمد کے جادو کا اثر جاتا رہا[2] اور اگر بعض جانباز حضرت کے ساتھ نہوتے تو ایک شخص بھی آنحضرت کو شہید ہی کر دیا ہوتا - حبیب السیر میں ہے کہ مالک بن عوف نے آنحضرت پر حملہ کیا - ایمن ابن ام ایمن نے روکا یہانتک کہ لڑتے لڑتے شہید ہوگئے - اب ناچار ہو کر خود آنحضرت نے اپنا خچر لڑنیکے واسطے آگے بڑھایا - مگر عباس نے لگام تہام لی اور لڑنے سے روکا - عباس کی آواز بہت بلند تھی[3] - رات کو جب اپنے غلاموں کو آواز دیتے تو دو میل تک آواز پہنچتی تھی - انہوں نے آنحضرت کے حکم سے فراری مسلمانونکو کہا اے گروہ انصار - اے اصحاب السمرۃ اور اے اصحاب سورہ بقر

[1] حبیب السیر اور روضۃ الاحباب میں ہے کہ سب سے پہلے خالد بن ولید نے فرار کیا اسکے بعد کفار قریش نے کہ قریب العہد بجاہلیت تھے - بعدازاں باقی اصحاب مہاجر و انصار نے راہ فرار اختیار کی - حضرت ابوبکر اور عمر بھی قدم نہ جما سکے - تہذیب المتین میں لکھا ہے کہ جب حضرت عمر ایک عورت کے سامنے سے چلے جا رہے تھے (یہ وہی جنگ احد والی بہادر تھی) اُس نے پکار کر اے عمر یہ کیا کام کرتے ہو - عمر نے کہا خدا کا حکم یہی ہے - حضرت ابوبکر کے فرار کی نسبت ابن ابی الحدید اپنے قصیدۂ رائیہ میں لکھتا ہے ؎ وَلَیْسَ بِنُکْرٍ فِی حُنَیْنٍ فِرَارُہٗ - فَفِی اُحُدٍ قَدْ فَرَّ خَوْفًا وَخَیْبَرَا (جناب ابوبکر کا جنگ حنین میں فرار کرنا کوئی انوکھی بات نہیں ہے - وہ جناب اس سے پیشتر جنگ احد و جنگ خیبر میں بھی اسی خوف کے فرار کر چکے ہیں) - صحیح بخاری میں ہے کہ ایک شخص نے براء بن عازب سے پوچھا کہ کیا تم لوگ رسول خدا کے پاس سے بروز حنین بھاگ گئے تھے براء نے کہا مگر رسول خدا نے تو فرار نہیں کیا اور نیز صحیح بخاری میں ہے کہ ابوقتادہ نے کہا کہ بھاگے سب مسلمان اور ہم بھی بھاگے انہیں بھاگنے والوں میں عمر خطاب کو دیکھا پوچھا کہ یہ لوگ کیوں بھاگے تو عمرؓ نے کہا کہ حکم خدا یوں ہی جاری ہوا تہا - (دیکھو تاریخ الخمیس و زاد المعاد ابن قیم)

[2] صفوان بن اُمیہ باوجودیکہ اتبک مسلمان نہ ہوا تہا مغموم تہا اور اُن لوگوں کو ایسے بیہودہ الفاظ سے روکتا تہا (خمیس)

[3] خمیس میں ہے کہ جب عباس زور سے آواز دیتے حاملہ عورتوں کے حمل ساقط ہو جاتے تھے - اور چوپایوں پر خفا ہوتے تو اُن کا پتہ پھٹ جاتا (المرتضیٰ) + + +

اس زور سے کہکر پکارا کہ وہ تنگ وادی گونج اٹھا۔ عباس کی آواز سنکر مسلمان جمع ہونے لگے اور یہ دیکھکر کہ کوئی تعاقب نہیں کرتا ہنتو کے قریب کفار وغیرہ جمع ہوگئے اس اثنا میں دشمن بلندی سے اتر آئے تھے میدان میں خوب جنگ ہوئی صاحب حبیب السیر و صاحب روضۃ الصفا لکھتے ہیں کہ اس معرکہ میں کافروں کا علم دار ابو جرول رجز پڑھتا ہوا آیا اور مبارز طلب کیا۔ دلاوران فوج اسلام اسکے طول قامت اور عظیم جثہ کو دیکھکر اندیشہ مند ہوئے کوئی اس سے لڑنے کو نہیں نکلا ناگاہ علی مرتضیٰ نے مقابلہ میں آکر اس بدبخت کو فی النار کیا[1] اور یہ بات باعث ہمت بندھنے مسلمانوں کی اور کمر ٹوٹنے کفار کی ہوئی۔ اکثر مورخین نے لکھا ہے کہ جب ہنگامہ جنگ شدت سے برپا تھا آنحضرت صلعم نے ایک مٹھی خاک اٹھائی اور مشرکین پر پھینکی پھینکتے ہی کفار کی فوج کو شکست ہوگئی۔ بہت سے قتل اور بہت سے زن و مرد اسیر ہوئے بہت سے بھاگ گئے۔ مالک اور بنی ثقیف وہ طائف میں جاکر پناہ گزین ہوئے کچھہ نخلہ کی طرف اور بقیہ اپنی اوطاس کی چھاؤنی میں چلے گئے۔ مسلمانوں نے تعاقب کیا[2]۔ اس لڑائی میں ستر کافر اور چار مسلمان کام آئے۔ حبیب السیر ابن ہشام میں ہے کہ منجملہ ستر مقتولین کے چالیس صرف حضرت علی کے ہاتھ سے مارے گئے۔ تاریخ الخمیس میں ہے کہ فتح حنین کے وقت مسلمانوں کی کامیابی دیکھکر بہت سے مکہ اور نواح کے کافر مسلمان ہوگئے +

اسمیں مورخین کا اختلاف ہے کہ جنگ حنین میں کون کون سے صحابہ نے اپنے پائے ثبات کی حفاظت کی۔ مواہب لدنیہ تاریخ الخمیس اور فتح الباری میں ہے کہ صرف (۱) حضرت علی جو آنحضرت کے سامنے تیغزنی میں مصروف تھے (۲) عباس جو حضرت کے استر (خچر) کے آگے تھے (۳) ابو سفیان بن حارث جو داہنی طرف خچر کی تھامے ہوئے تھے اور (۴) عبد اللہ بن مسعود جو بائیں طرف تھے صرف یہی چار شخص دشمنوں کی زد سے آنحضرت کو بچاتے تھے۔ بعض نے دس اشخاص لکھے ہیں۔ علی۔ عباس اور عباس کے بیٹے فضل اور قثم اور حارث کے بیٹے ابو سفیان اور ربیعہ۔ عبد اللہ بن زبیر۔ عتبہ و معتب پسران ابو لہب۔ اور ایمن پسر ام ایمن۔ امام ابن قتیبہ نے صرف آٹھ آدمی لکھے ہیں۔ عبد اللہ بن زبیر عتبہ اور معتب کا نام نہیں لکھا ہے اسامہ بن زید کو شامل کیا ہے۔ ان روایات پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اول تو صرف تین ہی شخص علی۔ عباس۔ ابو سفیان بن حارث جو تینوں بنی ہاشم تھے آنحضرت کے ساتھ رہگئے تھے ان کے نام سب روایتوں میں موجود ہیں۔ انہوں نے فرار نہیں کیا۔ بعد میں رفتہ رفتہ اور آتے گئے یہانتک کہ تعداد سو تک پہنچ گئی۔ مگر تاریخ الخمیس و مدارج اور روضۃ الاحباب میں ہے کہ اس جنگ میں ایک موقع پر رسول اللہ اکیلے ہی رہ گئے تھے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ سوائے علی کے جو رسول اللہ صلعم کے سامنے جہاد میں مصروف تھے (ابو الفدا و مدارج) اور جنکا فرار کسی غزوہ سے کسی نے نہیں لکھا سب ہی فرار کر گئے تھے۔ تفسیر کبیر و خازن میں ہے کہ صرف عباس اور ابو سفیان بن حارث صرف دو شخص رسول اللہ کے پاس رہ گئے تھے +

(۹۲) جنگ اوطاس شوال ۸ھ حضرت نے حنین میں قیام کیا اور ابو عامر اشعری کو ایک زبردست فوج کے ساتھ اوطاس پر بھیجا جو حنین اور طائف کے درمیان واقع ہے۔ ہوازن نے بہادری سے مقابلہ کیا ۹ آدمیوں کو مارکر ابو عامر شہید ہوئے اور انکے بھتیجے ابو موسیٰ اشعری کمان کرنے لگے۔ بہت سے دشمن مارے گئے اور انکے ہاتھ فتح ہوئی اور ابو موسیٰ اشعری نے بہت سا مال غنیمت ریوڑ اور مرد عورتوں اور بچوں کو قید کئے ہوئے آنحضرت کے سامنے آئے۔ قیدیوں میں شیما بنت الحارث بھی جو حلیمہ سعدیہ کی بیٹی تھی آئی۔ اس نے پیغمبر خدا کے سامنے اپنا حال بیان کیا۔ حضرت نے اسکے لئے اپنی چادر بچھائی اور اسکی بڑی خاطر کی اور اسکو زاد راہ دیکر جہاں اسنے اپنی قوم کا پتہ بتایا۔ وہاں پہنچوا دیا +

[1] ابن اثیر۔ ابو جرول کا حضرت علی کے ہاتھ سے مارا جانا ابن ہشام نے بھی لکھا ہے [2] اس تعاقب میں درید بن صمہ ربیعہ بن رفیع کے ہاتھ سے بمقام نخلہ مارا گیا (ابن اثیر)

طبری۔ کامل۔ ابوالفدا۔ روضۃ الاحباب اور حبیب السیر میں لکھا ہے کہ حنین اور اوطاس سے یہ غنیمت ہاتھ آئی تھی چھ ہزار غلام چوبیس ہزار اونٹ چار ہزار اوقیہ[۵۱] چاندی چالیس ہزار سے زیادہ گوسفند ✦ حضرت نے حکم دیا کہ مال غنیمت مقام جعرانہ[۵۲] میں جمع رکھا جائے اور عباد بن بشر انصاری اُسکی محافظت کرے ✦

(۹۳) غزوہ طائف شوال سنہ ۸ھ مال غنیمت اور قیدیوں کو ایک محفوظ جگہ اچھی حفاظت کے ساتھ چھوڑ کر حضرت نے بنی ثقیف کے تعاقب میں طائف پر چڑھائی کی۔ علی علمدار تھے۔ طائف کی شہر پناہ بڑی مضبوط تھی۔ اُسمیں ایک مضبوط قلعہ بھی تھا۔ چونکہ بنی ثقیف نے شہر کا دروازہ بند کر لیا حضرت نے طائف کا محاصرہ کیا یہ محاصرہ بیس دن سے زیادہ اور بروایت حبیب السیر اٹھارہ روز رہا۔ اس عرصہ میں سلمان فارسی کی ہدایت سے منجنیق (گوپیون) اور دیگر قلعہ شکن آلات کا استعمال کیا گیا۔ ان آلات کا استعمال اسلام میں پہلی دفعہ جنگ طائف ہی میں ہوا ہے۔ محصورین مسلمانوں کے حملہ کو تیروں سے روکرتے رہے جو مسلمان دیوار کے قریب آتا اُسپر پگھلا ہوا لوہا ڈالدیتے۔ آخر آنحضرت کے حکم سے اُنکے تمام انگور کے درخت کاٹ ڈالے گئے۔ اور اُنکے تمام کھیت اور باغیچے برباد کر دیے گئے پھر منادی کیگئی کہ جو غلام شہر سے نکل آئیگا آزاد کر دیا جائیگا۔ تیرہ غلام جو نکلکر آئے مسلمان ہوکر آزاد ہوئے انہیں میں ابوبکرہ نفیع بن حارث تھا (خمیس) مگر بروایت روضۃ الاحباب بیس غلام باہر آئے تھے ✦ آخر جب کچھ نتیجہ نہ نکلا تو محاصرہ ترک کرنے کی رائے ٹھیری ✦ بے فتح واپس ہونے پر بعض اصحاب بڑبڑانے لگے۔ ناچار چلتے چلتے شہر کے ایک دروازہ پر حملہ کا حکم دیا گیا مگر محصورین نے خوب ہی حفاظت اور مدافعت کی۔ طرفین سے بہت سے آدمی مارے گئے۔ کہتے ہیں کہ عبداللہ بن اُمیہ برادر ام سلمہ۔ عبداللہ بن ابوبکر اور دس دیگر اصحاب اس موقعہ پر مارے گئے[۵۳] اور ابوسفیان جو یہاں بہت بہادری سے لڑا تھا ایک آنکھ کھو بیٹھا (ایروِنگ) آخر طائف سے محاصرہ اُٹھا لیا گیا اور ۵ ذیقعد کو آنحضرت مقام جعرانہ پر واپس تشریف لائے جہاں حنین اور اوطاس کا مال غنیمت چھوڑ گئے تھے ✦

روضۃ الاحباب۔ حبیب السیر اور مدارج النبوۃ وغیرہ میں لکھا ہے کہ طائف کے محاصرہ کے ایام میں علی مرتضی کے ساتھ ایک جماعت اصحاب نے آنحضرت کے حکم سے اُس علاقہ کے گرداگرد کے دشمنان دین سے محاربہ اور مقاتلہ کیا۔ اور وادی ثقیف اور ہوازن کے بتوں کو جو اُس نواح میں تھے سب کو توڑ ڈالا اور اُس علاقہ کو ویران کر دیا۔ اور بروایت حبیب السیر قبیلہ خثعم کا ایک نامی پہلوان شہاب نامی حضرت علی کے ہاتھ سے مارا گیا۔ جب حضرت علی اس کامیابی کے بعد آنحضرت کی خدمت میں حاضر ہوئے آنحضرت نے علی کو دیکھکر تکبیر کہی اور علی مرتضی کے ساتھ ایک خلوت کی جسمیں کسی غیر کو داخل ہونیکی مطلق اجازت نہ تھی اور بطریق راز خفیہ گفتگو آپس میں بہت ہوئی جب بہت ہی دیر ہوگئی تو صحابہ اور بروایت صاحب مدارج و حبیب السیر خاص حضرت عمر[۵۴] کہنے لگے کہ پیغمبر ایسے راز دور و دراز اپنے چچیرے بھائی سے کہتا ہے کسی دوسرے سے نہیں کہتا۔ حضرت نے فرمایا کہ میں راز نہیں کہتا کسی سے بلکہ مجھے خدا حکم کرتا ہے کہ اُس سے

راز کہوں ...	بزبان دانا سے راز نہان	گفتا دم ... راز ... یاں	

۵ ذیقعدہ کو حضرت جعرانہ میں پہنچے ۱۳ دن قیام کیا یہاں بنی ہوازن کیطرف سے اس مضمون کی سفارت آئی کہ ہم اطاعت قبول کرتے ہیں ہماری عورتیں اور مال واپس

۵۱ اوقیہ ۴۰ درہم کے برابر ہوتا ہے اور درہم ۳ ماشہ کچھ زیادہ سو پیسہ کا پانچواں حصہ سمجھو ۵۲ جعرانہ مکہ سے ۸ میل کے فاصلہ پر واقع ہے۔

۵۳ عبداللہ بن ابوبکر کا زخم تیر مندمل ہوگیا تھا مگر بعد میں پھر پھٹ گیا اور اپنے باپ کے عہد خلافت میں اُسی زخم سے انتقال کر گئے روضۃ الاحباب تاریخ الخمیس میں ہے کہ غزوہ طائف میں ۱۲ صحابی مارے گئے ۵۴ کنز العمال میں بجائے عمر کے ابوبکر کا نام لکھا ہے مگر ہر دو روایت کا قرینہ اس امر کا مقتضی ہے کہ شیخین رضی اللہ عنہما دونوں ہی نے یہ بات کہی تھی مدعا غالباً ان دونوں شبہ گمان لیے آپس میں یہ گفتگو کی تھی (مؤلف)

کر دیجیے۔ انکے ساتھ سفارش کو حلیمہ بہی آئی تہیں جنہوں نے حضرت کو دودھ پلایا تہا۔ حضرت نے انکے واسطے اپنی چادر بچھائی اور بڑی تعظیم کے ساتھ کھڑے ہو گئے تھے۔ آنحضرت نے ان لوگوں سے پوچھا تمہیں اپنا مال پیارا ہے یا اہل و عیال انہوں نے جواب دیا کہ بال بچے زیادہ پیارے ہیں اسپر آنحضرت نے اپنا اور اولاد مطلب کا قید یوں کا حصہ اُنکے سپرد کر دیا۔ یہ دیکھکر سب مسلمانوں نے سب لوگوں کو اُنکی عورتیں اور بچے واپس دیدیے پس وہ سب چھ ہزار قیدی رہا کر دیے گئے ۔

انہیں وفود کی معرفت حضرت نے مالک بن عوف کے پاس جو طائف میں قلعہ بند ہو گیا تہا کہلا بہیجا کہ اگر مسلمان ہو جاے اور اطاعت قبول کرے تو تیرا تمام مال جو حنین میں لیگیا ہے واپس کر دیا جائیگا بلکہ سو اونٹ اور بہی دیے جائیں گے مالک نے منظور کر لیا اور رسول اللہ نے اُسکے اہل و عیال اور مال کو واپس دیدیا اور سو اونٹ اس سے علاوہ دیے اور اُسکے قبیلہ کے جو لوگ مسلمان ہوے تہے اُنکا اُسے سردار بنا دیا (ابن اثیر وغیرہ)

صاحب ازالۃ الخفا نے نسائی سے نقل کیا ہے کہ اسی سفر طائف میں جناب امیر کے ساتھ آنحضرت نے وہ معاملہ کیا جو اُمیدوار خلافت سے کیا جاتا ہے۔ کچھ لوگ قریش سے آئے اور کہا یا حضرت ہم آپکے ہمسائے اور حلیف ہیں ہماری غلام جو آپکے پاس آکر مسلمان ہوئے ہیں در حقیقت اُنکو اسلام سے مطلب ہے نہ فقہ سے صرف ہمارے اموال اور ضیاع سے فرار کرکے آئے ہیں آپ اُنہیں واپس کر دیں۔ حضرت نے ابو بکر رضہ سے پوچھا اُنہوں نے کفار کی تصدیق کی جس سے حضرت کا چہرہ متغیر ہوا۔ پھر عمر رضہ سے پوچھا اُنہوں نے بہی ابو بکر رضہ کی موافقت کی جس سے حضرت کا چہرہ پہر متغیر ہوا اور فرمایا کہ اے گروہ قریش قسم خدا کی اللہ تعالی تمپر ایسے شخص کو مسلط کریگا جس کے قلب کا اُس نے امتحان لیا ہے ایمان کی نسبت۔ اور تم کو وہ دین پر مارے گا۔ یا تم میں سے بعض کو ماریگا۔ کہا ابو بکر رضہ نے کہ یا رسول اللہ کیا میں وہ شخص ہوں۔ فرمایا۔ نہیں۔ عمر رضہ نے کہا یا رسول اللہ میں ہوں۔ فرمایا۔ نہیں۔ بلکہ یہ صفت اُس شخص کی ہے جو جوتی میں پیوند لگا رہا ہے۔ اور رسول اللہ نے علی کو جوتی گانٹھنے کو دی ہوئی تہی ۔

(۴۹) غنیمت حنین

اب مسلمانوں کو یہ اندیشہ ہوا کہ ایسا نہو آنحضرت ہماری پچھلی لڑائیوں کا رد پہر لوٹا دیں۔ لہذا آنحضرت کے گرد ہجوم کیا اور مال غنیمت کی تقسیم کے واسطے غل مچانے لگے۔ حضرت نے نظر غضب سے دیکھا اور فرمایا کیا تمنے مجھے کبہی حریص یا جہوٹا یا بے ایمان یا بد دیانت پایا ہے۔ پہر ایک بال اونٹ کا اُکہیڑ کر بلند آواز سے ارشاد کیا قسم ہے خدا کی مینے کبہی مال غنیمت سے سوا خمس کے اس بال کے برابر بہی نہیں لیا اور وہ خمس بہی تمہارے ہی فائدہ میں صرف ہوا ہے۔ پہر حضرت نے حسب معمول مال غنیمت کو تقسیم کیا بلکہ اپنا خمس بہی اُن لوگوں میں تقسیم کر دیا جنکی تالیف قلوب منظور تہی۔ جو مولفۃ القلوب کے نام سے مشہور ہو گئے ۔

قریش کی حالت مشکوک تہی اُنکو حضرت حالت تذبذب میں سمجہتے تھے چنانچہ جنگ حنین کی شکست کے وقت اُنکی شماتت سن چکے تہے۔ پس ابو سفیان بن حرب اور ابو سفیان کے بیٹوں یزید اور معاویہ ان تینوں میں سے ہر ایک کو سو اونٹ اور چالیس اوقیہ چاندی عطا فرمائی۔ اور اتنا ہی عکرمہ بن ابو جہل کو دیا گیا۔ صفوان بن امیہ کو سو اونٹ اور پہر سو اونٹ اسیطرح حکیم بن حزام کو دو سو اونٹ ملے۔ حارث بن کلدہ۔ حارث بن ہشام برادر ابو جہل۔ عبد الرحمن بن یربوع۔ سہیل بن عمرو۔ حویطب بن عبد العزی (یہ سب اشراف قریش سے تہے) اقرع بن حابس تمیمی۔ عیینہ بن حصن الفزاری۔ مالک بن عوف النضری (جو غیر قریش سے تہے) انمیں سے ہر ایک کو سو اونٹ دیے۔ اور انکے علاوہ اور لوگ تہے مخرمہ بن نوفل۔ عمیر بن وہب۔ سعید بن یربوع۔ عدی بن قیس۔ علا بن حارثہ۔ عثمان بن نوفل

ش صاحب حبیب السیر لکہتے ہیں کہ یہ بیس آدمی اشراف بنی ہوازن کے تہے انہوں نے جعرانہ میں آکر اسلام قبول کر لیا ... حبیب السیر ۔

ہشام بن عمرو انہیں سے ہر ایک کو پچاس اونٹ دیے گئے۔ عباس بن مرداس شاعر کو سو سے کم[۱] اونٹ ملے وہ اس سے ناراض ہوا اور آنحضرت کی ہجو میں شعر لکھے۔ حضرت کو معلوم ہوا تو فرمایا اسے یہاں سے لیجاؤ اور اسکی زبان قطع کرو۔ ایرونگ لکھتا ہے کہ عمر جو ہمیشہ سختی کے کاموں کے واسطے تیار رہتے تھے وہیں اسکی زبان کاٹنے کو تیار ہو گئے۔ لیکن جو لوگ حضرت کے منشا کو سمجھنے والے تھے[۲] عباس کو جو کانپ رہا تھا شارع عام پر لیگئے جہاں لڑائی کے پکڑے ہوئے جانور کھڑے تھے اور اس سے کہا انہیں سے جون سے چاہے پسند کر لے عباس جو اپنے دل میں جانتا تھا کہ اب زبان کٹے گی خوش ہو کر بولا کیا اس طرح رسول اللہ نے میری زبان قطع کرنے اور موہنہ بند کرنے کو ارشاد کیا تھا بس میں اپنے ہی حصہ پر راضی ہوں پھر بھی بروایت ایرونگ حضرت اپنی فیاضی سے باز نہ رہے اور اسے ساٹھ اونٹ بھیجے۔ اسکے بعد یہ شاعر ہمیشہ آنحضرت کا مداح رہا۔ حبیب السیر میں ہے کہ عباس نے اپنے ہی حصہ پر قناعت کی زیادہ نہ لیا[۳] ابو الفدا لکھتا ہے کہ جب پیغمبر خدا مال غنیمت قبیلہ ہوازن کا تقسیم کر چکے اور عیینہ بن حصن اور ابو سفیان وغیرہ کو حصہ جات مذکورہ دیچکے تو ذو الخویصرہ جو بنی تمیم سے تھا آنحضرت سے کہنے لگا کہ ہمنے آپکا عدل و انصاف نہ دیکھا پیغمبر خدا کو غصہ آیا ارشاد کیا افسوس ہے تم لوگوں پر اگر میں عدل نہ کرونگا تو پھر عدل کون کریگا حضرت عمر بولے کہ رسول اللہ مجھکو ارشاد کیجیے میں اسکو قتل کر دوں۔ آپ نے فرمایا نہیں جانے دو قریب ہے کہ اس سے ایک گروہ ہوگا وہ دین میں بال کی کھال اُتارینگے یہاں تک کہ اسطرح دین سے نکل جائینگے جسطرح تیر کمان سے[۴]۔ یہ روایت محمد بن اسحق سے پہنچا دیا ہے۔ راوی کہتا ہے کہ ذو الخویصرہ نے بوقت فراغت پانے تقسیم مال مذکورہ کے یہ کہا تھا کہ یا محمد آپنے تقسیم برابر نہ کی اس مال کی۔ اور میں صرف خدا لگتی خالصۃ للہ کہتا ہوں۔ رسول اللہ نے ارشاد کیا قریب ہے کہ نکلے گی اس شخص کے خاندان سے ایک ایسی قوم کہ وہ خارج ہوگی دین سے مثل چھوٹ جانے تیر کے جب کمان سے علیحدہ ہوتا ہے اور پھر وہ ہاتھ نہیں آتا ہے۔ اُن لوگوں کی پہنچ گردن کے قریب ایمان نہ ہوگا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ ذو الخویصرہ میں سے ایک شخص حرقوص بن زہیر البجلی جسکو ذی الثدیہ بھی کہتے ہیں ظاہر ہوا۔ اس شخص سے سب سے اول بیعت خوارج کی ہوئی اسلام میں۔ اور اول اول وہی دین سے خارج ہوا۔ یہ نام ذو الخویصرہ پیغمبر خدا نے اُس کا رکھا تہا۔ ابن اثیر نے اس روایت کو لکھکر کہا ہے کہ ذو الخویصرہ کا یہ معاملہ آگے چلکر تقسیم مال یمن کے وقت ہوا تہا ؛

جب آنحضرت نے اپنے خمس میں سے مکہ والوں کی تالیف قلوب کی تو انصار شاکی ہوئے اور کہا دیکھو حضرت دغاباز قریشیوں کے ساتھ بے تحاشا فیاضانہ بخششیں کرتے ہیں۔ ہمیں دیکھو کہ تمام خطروں میں وفادار رہے۔ ہمیں ہمارے خالی حصہ کے سوا کچھہ نہ ملا۔ ہمیشہ کیا کیا جو اُن سے گھٹیا رہے۔ آنحضرت کو انکے بڑبڑانے کا حال معلوم ہوا تو انصار کے سرداروں کو ایک خیمہ میں بلایا اور ارشاد کیا کہ انکے سوا اور کوئی نہ آئے اور خود حضرت علی کے ساتھ اُس خیمہ میں تشریف لائے اور ارشاد کیا کہ اے اہل مدینہ کیا تم لوگوں میں آپس میں فتنہ و فساد نہیں رہتا تہا اور مینے تم سب کو ایک دل اور ایک جماعت نہیں بنا دیا کیا تم خطاکار نہیں تھے اور میں تمکو راہ راست پر نہیں لایا۔ کیا تم غریب نہیں تھے اور کیا مینے تمکو امیر نہیں کر دیا۔ انہوں نے اقرار کیا کہ بیشک آپ کا فرمانا درست ہے۔ پھر حضرت نے فرمایا میں تمہارے پاس اُس حالت میں آیا کہ لوگ مجھے جھٹلاتے تھے پھر بھی تم مجھپر ایمان لائے تمنے میری ایسے وقت میں حفاظت کی کہ میں نہایت تنگ تھا۔ میں بھاگ کر آیا تمنے مجھے پناہ دی۔ میں بیکس و ناچار تہا تمنے میری نصرت کی۔ کیا تم جانتے ہو

---

۱ بروایت حبیب السیر و روضۃ الاحباب چار اونٹ ملے تھے ۲ یہ منشا و سمجھنے والے علی تھے جیسا کہ حبیب السیر و روضۃ الاحباب میں لکھا ہے کہ آنحضرت کے حکم سے علی عباس شاعر کو اُس مقام پر لیگئے جہاں لڑائی کے پکڑے ہوئے جانور تھے (وہ سمجھ گئے کہ حضرت کا منشا یہ ہے کہ وہ بیگ بلکہ وو خستہ یا بالچہ سے اسکی زبان بند کر دیں ۳ تاریخ الخمیس میں بھی اسی طرح ہے ۴ حبیب السیر ؛

کہ مجھ میں ان باتوں کی معلوم کرنے کی حس نہیں ہے - کیا تم خیال کرتے ہو کہ میں ناشکرا یا احسان فراموش ہوں - تم شکایت کرتے ہو کہ میں ان لوگوں کو بہت کچھ بخشتا ہوں اور تمہیں کچھ نہیں دیتا - سچ ہے میں اُنکو دنیا کی خوشی دیتا ہوں مگر یہ بات اُنکی دنیاوی تالیف قلوب کی نظر سے ہے - تم جو میرے ساتھ سچے وفادار ہو میں اپنے تئیں دیتا اور وقف کرتا ہوں وہ (اہل مکہ) بھیڑیں اور اونٹ لیکر جائیں گے اور تم رسولخدا کو ساتھ لیکر جاؤگے - کیونکہ قسم ہے خدا کی کہ جس کے قبضہ قدرت میں محمدؐ کی جان ہے اگر تمام دنیا ایک راستہ پہ جائے اور تم دوسرے راستہ پہ میں تمہارے ساتھ رہونگا اب تمہیں بتاؤ کہ اہل مکہ اچھے رہے یا تم - میںنے تم کو اچھا انعام دیا یا اہل مکہ کو - حضرت کے اس ارشاد سے انصار ایسے متاثر ہوئے کہ رونے لگے - اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ ہم اپنے حصہ پر راضی ہوئے +

١٨ ذیقعدہ کو آنحضرت مکہ کو واپس آئے - فاتح بادشاہ کی طرح نہیں بلکہ عمرہ کرنیکی نظر سے لباس احرام باندھے ہوئے عمرہ بجالائے عتاب بن اُسید بن ابو العیص کو مکہ پر اپنا خلیفہ مقرر کیا جس کی عمر اسوقت ١٨ سال کی تھی اور اُسکے پاس معاذ ابن جبل اور ابو موسی اشعری کو واسطے تلقین اور وعظ مسائل کے چھوڑا - عتاب کی تنخواہ ایک درہم روز بیت المال سے مقرر ہوئی + ان کاموں سے فارغ ہوکر آنحضرت مدینہ کی طرف روانہ ہوئے - راستہ میں اپنی والدہ آمنہ کی قبر کی زیارت کی بہت روئے اور ۲۷ ذیحجہ کو مدینہ میں داخل ہوئے +

(٩٥) سنہ ٨ھ کے مختلف واقعات | (١) ماہ ذیحجہ میں رسول اللہ صلعم کے ہاں ماریہ قبطیہ سے ابراہیم پیدا ہوئے جو سنہ ١٠ھ میں (١٥) مہینہ کے ہوکر انتقال کر گئے - (٢) اشخاص ذیل نے اسلام قبول کیا - ابوسفیان - یزید بن ابوسفیان - عروہ بن مسعود ثقفی عکرمہ بن ابوجہل - شیبہ بن عثمان عبدری - ابو قحافہ عثمان پدر حضرت ابوبکر - حکیم بن حزام بن خویلد بن اسد - مالک بن عوف نصری (٣) زینب بنت رسول نے وفات پائی - جن کو جنگ بدر کے موقعپر انکے شوہر ابو العاص سے جدا کر لیا گیا تھا اور پھر ابو العاص کے اسلام قبول کرنے پر حوالہ کر دیا گیا تھا - (٤) سودہ کی عمر اتنی زیادہ ہوگئی تھی کہ مرد کی صحبت اُنکو درکار نہ تھی - اور آنحضرت پر بحیثیت عادل ہونے کے فرض تھا کہ اُنکے پاس بھی شب باش ہوتے - پس آنحضرت نے سودہ کو طلاق دینا چاہا - اسپر سودہ نے کہا کہ میری آرزو ہے کہ قیامت کے دن ازواج مطہرات میں میرا بھی شمار ہو مجھے آپ طلاق نہ دیں اور میری باری میں بھی آپ عایشہ کے گھر رہیں - آنحضرت نے منظور کیا اور طلاق نہ دی دیکھیں - مدارج و روضۃ الاحباب وغیرہ) (٥) سنہ ٨ھ کے آخر میں علا حضرمی کو حضرت نے منذر بن ساوی حاکم بحرین کے پاس روانہ کیا وہ مسلمان ہوا اور آنحضرت کی تحریر کے مطابق یہودیوں اور مجوسیوں سے جزیہ وصول کرنے لگا - (٦) مکہ اور حنین کی فتح کے بعد آنحضرت نے سریئے بھیجکر جا بجا بتوں کو مسمار کرایا +

سنہ ٩ ہجری مطابق سنہ ٦٣٠ عیسوی

(٩٦) بنی تمیم پر حملہ محرم سنہ ٩ھ | نویں سال ہجری میں آنحضرت کو شہنشاہ عرب کی پوری حیثیت حاصل تھی - مسلمانوں پر زکوٰۃ فرض تھی ہر متمول مسلمان اپنے سرمایہ کا چالیسواں حصہ بیت المال میں جمع ہونے کے واسطے ادا کرتا تھا - جو مسلمان نہ تھے وہ جزیہ دیتے تھے - پس یہی خراج تھا جو آنحضرت کے عہد میں رعایا سے وصول ہوتا تھا - شروع

ؔ ایرونگ لکھتا ہے کہ زکوٰۃ و صدقات کے نام سے مسلمانوں سے بطور ذیل وصول کیا جاتا تھا - ایسی زمین کی پیداوار سے جو مینہ اور ندیوں سے سیراب ہوتی تھی ایک دسواں - اور ایسی زمین کی پیداوار سے جہاں آبپاشی کرنی پڑتی تھی بیسواں حصہ - دس اونٹ والے سے دو بھیڑیں - بیس راس مویشی میں سے ایک گاے - تیس راس میں سے ایک دو سالہ بچھڑا - چالیس بھیڑوں میں سے ایک - اس سے زیادہ دینا ہر ایک کی مرضی پر منحصر تھا - اختیار تھا کہ بطور خود اب جسکا جتنا جی چاہے زیادہ دیوے - جزیہ کی شرح ہم پہلے لکھ چکے ہیں +

محرم سنہ ۹ھ میں مسلمان قبیلوں سے زکوٰۃ وصول کرنے کو عامل مقرر کیئے گئے +
بنی تمیم کے بہکانے سے بنی کعب باوجود مسلمان ہونے کے راہ حق سے منحرف ہوگئے اور یہانتک نوبت پہنچی کہ عامل رسول خوف زدہ ہوکر آنحضرت کے پاس بہاگ آیا یہاں سے عیینہ بن حصن الفزاری پچاس سوار کے ساتھ مخالفوں کی گوشمالی کے لیئے تعینات کیا گیا - مخالف مقابلہ کی تاب نہ لاکر بہاگ گئے - اور کچھہ لوگوں کو اسیر کرکے مسلمان واپس آئے - اسکے بعد چند سردار آئے اور خطائیں معاف کرکے قیدیوں کو چھڑا لیگئے +

(۹۷) اسلام کعب بن زہیر سنہ ۹ھ | کعب بن زہیر بہت بڑا شاعر تہا آنحضرت کی ہجو کیا کرتا تہا - فتح مکہ کے وقت مکہ سے بہاگ گیا تہا - اب ایک قصیدہ آنحضرت کی شان میں رکہکر مدینہ میں حاضر خدمت ہوا - اور مسجد نبوی میں حضرت کے سامنے پڑھا - آنحضرت اُسکے اشعار سے بہت محظوظ ہوئے اور اپنی چادر اُسپر ڈالدی - جو اُسے ایسی عزیز ہوئی کہ اشرفیوں کی عوض اُسے جدا نہ کرتا تہا معاویہ اُسکے دس ہزار مثقال دیتا تہا نہ دی - بعد میں اُسکی اولاد سے معاویہ نے بروایت ابن اثیر ۲۰ ہزار درہم کو اور بروایت ابوالفدا ۴۰ ہزار درہم کو خرید لیا خلفاء بنی اُمیہ اور بنی عباس بطور تبرک کے اُسی بعض موقعوں پر اوڑہتے رہے +

(۹۸) اسلام بنی ثقیف رمضان سنہ ۹ھ | جب شہر بہ شہر اور قلعہ بہ قلعہ قبائل عرب کا مسلمان ہو رہا تہا - اور رسول اللہ کی اطاعت قبول کر رہا تہا اہل طائف یعنی بنی ثقیف لات کی پرستش میں مصر رہے - اہل شہر کو اپنے پہاڑی مسکن مضبوط فصیل اور قلعہ پہ بڑا بہروسا تہا - مگر جب طائف کا گرد و نواح کل مسلمان ہوگیا تو اُنکو اپنے قلعہ اور شہر سے نکلنا محال ہوگیا اور مجبور ہوکر اُنہوں نے صلح کی غرض سے اپنے ایلچی ایک سردار عبد یالیل کے ساتھ آنحضرت کی خدمت میں بہیجے - حضرت نے فرمایا اسلام اور اطاعت قبول کرو - ایلچی تو وہیں مسلمان ہوگئے مگر اہل طائف کی نسبت کہاکہ وہ یکلخت لات کی پرستش نہیں چھوڑینگے - اُنکو لات کی پرستش کرنیکے لئے تین سال کی اور اجازت دیجائے حضرت نے نامنظور کیا پہر ایلچیوں نے کہاکہ کم سے کم ایک ماہ کی اجازت دیجئے کہ عوام کی طبیعتیں راہ راست پر لانیکے لیئے تیار کی جائیں - حضرت نے اسے بہی نامنظور کیا - پہر اُنہوں نے کہاکہ روز کی نماز انہیں معاف کردیجائے آنحضرت نے فرمایا بغیر نماز کے صحیح مذہب نہیں ہوسکتا - ناچاراُنہوں نے بغیر کسی شرط کے اطاعت منظور کی اور مسلمان ہوگئے - پس ابوسفیان بن حرب اور مغیرہ لات کے توڑنیکے واسطے جو پتہر کا بت تہا طائف بہیجے گئے اور مغیرہ بن شعبہ نے ہتوڑے سے بت کو توڑ دیا - اور اُسکا قیمتی لباس - چوڑیاں - کنٹھا - بالیاں اور تمام سونے اور جواہرات کا زیور اُتار لیا - طائف کی عورتیں اپنی اس دیوی کے لئے روتی پیٹتی رہ گئیں +

(۹۹) صنم فلس کے توڑنے کو علی بہیجے گئے - ربیع الآخر سنہ ۹ھ | فلس ایک بت تہا قبیلہ طے کا - حضرت علی اُسکے توڑنے کو قبیلہ طے کی طرف ڈیڑہ سو سواروں کے ساتھ بہیجے گئے - اُنہوں نے اس بتخانہ کو مسمار کیا - عدی بن حاتم[1] جو قبیلہ طے کا سردار تہا شام کی طرف بہاگ گیا - بہت سے قیدی اور مال مسلمانوں کے ہاتھ آیا - حضرت علی نے مال غنیمت اور قیدیوں کو تقسیم کردیا مگر قیدیوں میں عدی کی بہن سفانہ بہی تہی جو پیچھے رہ گئی تہی - اُسکو جناب علی نے قیدیوں میں شامل نہیں کیا - اپنے ساتھ مدینہ میں لائے - اُس نے حضرت صلعم سے عرض کیا کہ یا حضرت میرا باپ حاتم مرگیا اور میرا بہائی عدی جو میری حفاظت کرتا مجھے چھوڑکر بہاگ گیا مجھپر رحم کیجے خدا آپ پر رحم کریگا - حضرت نے اُسے آزاد کردیا اور لباس اور ناقہ دیکر فوراً قافلہ کے ساتھ شام میں اُسکے بہائی کے پاس بہجوادیا - سفانہ نے اپنے بہائی سے ملکر کہاکہ حضرت بیشک رسول اللہ ہیں اور اب تمام دنیا میں اُنکی حکومت ہونیوالی ہے تو بہی جلد جاکر حضرت کی اطاعت اور اسلام قبول کرلے - پس عدی سنہ ۱۰ھ میں مدینہ میں آیا اور مسلمان ہوا

[1] جو فیاضی میں ضرب المثل ہے عیسائی مذہب تہا - [2] حبیب السیر [3] حبیب السیر و خمیس وغیرہ) بعض مورخین نے لکہا ہے کہ عدی شعبان سنہ ۹ ہجری میں آکر مسلمان ہوا تھا (خمیس)

جب عدی مسجد میں آیا تو آپنے اُسکی کمال عزت کی اپنے ساتھ اپنے گھر لائے آپ زمین پر بیٹھے اُسے بچھونے پر بٹھایا راستہ میں ایک عورت ملگئی تہی جبتک وہ بات کرتی رہی آپ کھڑے رہے - عدی اس خلق سے متحیر ہو گیا یقین کرلیا کہ حضرت کو بادشاہی کا خیال نہیں بلکہ بیشک رسول اللہ ہیں (ابن خلدون)

(۱۰۰) رجم غامدیہ ۹ھ اس سے قریب تین سال پیشتر قبیلہ غامدیہ کی ایک عورت مسماۃ سبیعہ نے پیغمبر کے پاس حاضر ہوکر کہا کہ مینے زنا کیا ہے یا رسول اللہ مجھے گناہ سے پاک کیجیے یعنے مجھپر حد شرع جاری کیجیے حضرت نے فرمایا تو حمل سے ہے وضع حمل تک صبر کر - جب وضع حمل ہوا حاضر ہوئی فرمایا اسکے دودھ چھوٹنے تک انتظار کر - جب بچہ کا دودھ چھوٹ گیا پھر حاضر ہوئی - حضرت نے اُسکے بچہ کو ایک مسلمان کے سپرد کردیا اور اُسے آدھا زمین میں گڑوا کر اُسے سنگسار کرایا پھر نکلوا کر نماز پڑھکر دفن کرادیا (روضۃ الاحباب وغیرہ)

(۱۰۱) جنگ تبوک رجب ۹ھ عرب کے متفرق قبیلے جو ایک دوسرے کی ایذا رسانی میں کوشاں رہتے تھے - اور ایک دوسرے سے خطرناک حالت میں بسر کرتے تھے اور اس نااتفاقی کی وجہ سے باقی دنیا کے مقابلہ میں کمزور تھے اُنکو آنحضرت نے تعلیم اسلام سے متفق کرکے ایک زبردست قوم بنا دیا تہا اور اسطرح بیرونی اقوام سے مقابلہ اور بیرونی فتوحات کے لائق کردیا تہا اور چونکہ رسول اللہ تھے لوگوں کے دلوں پر حضرت اسقدر حاوی تھے کہ غیر ملکوں میں مذہب اسلام پھیلانے کی غرض سے اس خوفناک قوت کو لیجانا بالکل حضرت کے اختیار میں ہو گیا تھا +

حضرت کی بے انتہا فتوحات اور موتہ کے واقعہ نے شہنشاہ ہرقل کے کان کھڑے کردیے تھے اور وہ اب مدینہ پر حملہ کرنے اور اس دشمن کے کچلنے کیلئے عرب کی سرحد پر ایک فوج جمع کررہا تھا[1] آنحضرت نے اُس پر سبقت کی اور ارادہ کیا کہ ملک شام میں جاکر اسلام کا جھنڈا گاڑدیں + پس ماہ رجب ۹ھ میں آنحضرت نے رومیوں سے لڑائی کا حکم دیا - لوگوں کو بسبب دور ہونے راہ کے اور قوی ہونے دشمن کے اور بسبب اسکے کہ گرمی شدت سے پڑتی تہی اور شہروں میں قحط بھی ہو رہا تہا بیشتر کنوئیں میں پانی خشک پڑی تہیں یہ مہم گراں معلوم ہوتی تہی - اسیواسطے اس لشکر کا نام جیش العسرۃ رکہا گیا ہے اور ایک بات یہ بہی تہی کہ لوگوں کی کہجوریں پک رہی تہیں وہ چاہتے تھے کہ اسی مقام پر رہیں - تاکہ اپنی کہجوروں کی خبرداری کریں - چنانچہ عبداللہ بن ابی منافق نے یہ سب باتیں لوگوں کو خاصکر اپنی قوم بنی خزرج کو جتاکر اس مہم میں جانے سے روکنے کی کوشش کی تہی - مگر جب جانے سے انکار کرنیوالوں کی شان میں اس مضمون کی آیت نازل ہوئی کہ "آتش جہنم زیادہ گرم ہے اور دنیا کے اس گرمی کے خیال سے جو خدا کے کام میں پہلو تہی کرتے ہیں قیامت کے دن اپنی سزا پر بہت روئیں گے" تو سب لوگ مجبور سامان جنگ تیار کرنے اور جانے پر مستعد ہو گئے +

ابتک حضرت کی تمام مہمیں عموماً مخفی طور پر ہوتی تہیں سوائے خاص خاص معتبر صحابہ کے کسیکو آنحضرت کی تدبیر اور ارادہ کی

[1] تاریخ الخمیس - روضۃ الصفا اور حبیب السیر میں ہے کہ شام سے ایک قافلہ آیا تہا اُس نے یہ خبر مشہور کی تہی مگر جب تبوک میں پہنچکر چند روز قیام کیا تو معلوم ہوا کہ وہ خبر بالکل بے بنیاد تہی مگر طبرانی نے لکہا ہے کہ نصاری نے ہرقل سے ۴۰ ہزار فوج منگائی تہی (مواہب اللدنیہ) روضۃ الصفا اور روضۃ الاحباب میں ہے کہ ایک قافلہ تاجروں کا شام سے آیا اُس نے اہل مدینہ سے کہا کہ بادشاہ روم نے بہت سا لشکر جمع کیا ہے اور بہت سے قبیلے انہیں علاقہ کے عربوں کے بھی اپنے سے ملالئے ہیں اور یہ سب قصد مدینہ کا رکہتے ہیں اور اُسکا مقدمۃ لشکر ایلغار کرکے آپہنچا ہے اور ایک روایت یہ ہے کہ نصارائے عرب نے ہرقل کو لکہا کہ جس مرد نے نبوت کا دعوی کیا تہا قحط و تنگی اُسکے اصحاب میں نمودار ہوگئی ہے اور اُنکے مال ضایع ہو گئے ہیں - اُس کا ملک اب آسانی سے لے سکتے ہیں پس قیصر نے ایک رومی سردار قباد کے ماتحت ۴۰ ہزار آدمی مدینہ پر تاخت کرنیکے واسطے نامزد کئے +

خبر نہ ہوتی تہی۔ مگر چونکہ اس مہم عظیم کے واسطے بڑی تیاری کی ضرورت تہی دور دراز کا طولانی سفر تہا حضرت نے شروع ہی سے علانیہ صاف صاف اس مہم کا منشا کھولدیا تھا۔ اور مسلمانوں کو حکم دیا تہا کہ جو کچھہ جس سے ہو سکے اس مہم کے لئے سامان نقد یا رسد وغیرہ کا مہیا کرے بہت سے اصحاب نے معقول مالی امداد کی بعض عورتوں نے اپنا گہنا تاک اتار دیا (روضتہ الصفا وغیرہ) اسوقت آنحضرت کے پاس مدقت تمام دس ہزار سوار اور بیس یا تیس ہزار پیادے جمع ہوگئے تاریخ الخمیس کے موافق تیس یا چالیس یا ستر ہزار جن میں دس ہزار سوار تھے۔

تاریخ ابوالفدا اور حبیب السیر وغیرہ میں لکھا ہے کہ جب سب مجاہدین واسطے جنگ روم کے آمادہ ہو چکے تب عبد اللہ بن ابی منافق مع اپنے تابعین منافقین کے پیچھے رہ گیا اور تین شخص انصار میں سے بہی پیچھے رہ گئے تھے ایک کعب بن مالک دوسرا مرارہ بن ربیع تیسرا ہلال بن امیہ۔ بروایت حبیب السیر اُس روز پیغمبر خدا بجاے اپنے حضرت علی کو مدینہ میں اپنا خلیفہ مقرر فرما گئے تہے اور امہات المومنین سے کہہ گئے تہے کہ امام المسلمین کے کہنے سے ہرگز باہر نہ ہونا۔ پہر لکہتے ہیں کہ آنحضرت جناب علی کو اس غزوہ میں اسوجہ سے ساتھہ نہیں لیگئے تہے کہ روانہ ہونے کے وقت حضرت کے دل پر ظاہر ہوگیا تہا کہ اس سفر میں اعدائے دین سے مقاتلہ کی نوبت نہیں آئیگی۔ منافقین نے حضرت علی کے حال پر حسد کرکے علی سے کہا کہ رسول اللہ آپ کو بوجہہ ہلکا کرنے کے واسطے چہوڑ گئے ہیں ادہر حضرت علی کچہہ تو یہ خیال کرکے کہ جب تمام غزوات میں ساتھہ رہا ہوں تو اسمیں پیچھے کیوں رہوں اور کچہہ منافقین کو فضیحت کرنے کی نظر سے اپنے ہتہیار لیکر پیغمبر خدا سے مقام جرف میں جاملے۔ ایرونگ لکھتا ہے کہ علی کو فرمانبرداری سے چارہ نہ تہا مگر اُنکو اس بات کا افسوس تھا کہ میں تمام غزوات میں رسول اللہ کے ساتھہ رہا۔ اور اس غزوہ میں شریک نہ ہوا۔ غرض جناب علی آنحضرت کی خدمت میں حاضر ہوئے اور منافقین کی طعنہ زنی کا حال بیان کیا۔ حضرت نے ارشاد کیا کہ وہ لوگ جہوٹے ہیں میں تمکو اپنی جگہ اپنا خلیفہ بناکر آیا ہوں۔ تم جاؤ اور میری خلافت کرتے رہو کیا تم راضی نہیں ہو اس بات سے کہ تمہارا رتبہ میرے ساتھہ وہ ہے جو ہارون کا رتبہ تھا نزدیک حضرت موسی کے مگر اتنی بات ہے کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں ہے (انت منی بمنزلۃ ہارون من موسی الا انہ لا نبی بعدی) ایرونگ لکھتا ہے کہ اس حدیث کا مطلب یہی ہے اور اکثروں نے یہی نتیجہ نکالا ہے کہ آنحضرت نے حضرت علی کو اپنا خلیفہ اور جانشین بنانا ٹھانا ہوا تہا۔ صاحب حبیب السیر لکہتے ہیں۔

۵ علی را چنین گفت خیر الانام ۔ کہ اے کردہ در کار دین اہتمام ☆ ترا از من آن منزلت شد پدید ۔ کہ نسبت ز ہارون بموسی رسید مگر آنکہ نبود پس از من نبی ۔ نبوت نہ مردم شود اجنبی ☆ اور پہر صاحب کشف الغمہ سے نقل کیا ہے کہ پیغمبر خدا نے اس حدیث میں نبوت کو اس سبب سے مستثنی کیا ہے کہ لوگوں کو تحقیق ہو جائے کہ سوائے مرتبہ نبوت کے جو مرتبہ کہ ہارون کو موسے کے ساتھہ میسر تہا شاہ مرداں کو بہی اُن حضرت کے ساتھہ وہی منزلت مقرر اور مقدر ہے اور یہ خصلت ہی کہ کوئی بشر اسمیں شریک نہیں ہے۔ یہ سنکر حضرت علی کو اطمینان ہوا اور مدینہ میں واپس آکر حکومت کرنے لگے۔

جو لوگ آنحضرت کے ساتھہ آئے تھے اب اُنکو جلتے ہوئے میدانوں کا مقابلہ پیش آیا بہت سے تو دوسرے ہی دن واپس چلے آئے اور بعضے تیسرے دن اور چوتہے دن۔ جب کبہی لوگوں کے چلے جانے کی خبر آنحضرت کو ملتی فرماتے کہ اگر اُنکے ساتھہ رہنے میں فائدہ ہے تو خدا اُنکو واپس بہیجیگا اور اگر نہیں تو ہم بوجہہ سے ہلکے ہوئے۔ جب بعض واپس جا رہے تہے تو بعضوں کو جو مدینہ میں رہ گئے تہے اپنی ضعیف الایمانی اور پیچھے رہجانے پر پچھتاوا آیا۔ ایک شخص ابو خیثمہ تھا ایک دن گرمی کے وقت اپنے باغیں داخل ہوا جب اُسکی دو بی بیوں نے اُسکے واسطے ایک ٹھنڈے خیمہ میں کھانا اور ٹھنڈا پانی لاکر رکھا تو اُس نے ڈیوڑہی میں قدم رکھا ہی تہا کہ ٹہٹک گیا اور کہنے لگا کہ محمد تو گرم صحراؤں میں لوؤں میں چلیں اور

سلہ ابو الفدا ابن اثیر اور طبری میں یہ اور ہے کہ میری اور اپنے اہل میں میری نیابت کرو۔

خیثمہ اپنی خوبصورت بیویوں میں ٹھنڈی خیمہ میں عیش مناوے قسم ہے خدا کی میں خیمہ میں داخل نہیں ہونگا اور فوراً تلوار اور برچھا لیکر اور اونٹ پر سوار ہوکر اسلام کے جھنڈے سے آملا +

راستہ میں مسلمانوں کو بہوک اور پیاس کی تکلیف بہت اُٹھانی پڑی سات دن کے دشوار سفر کے بعد مقام حجر پہ پہنچے جہاں قدیم زمانہ میں قوم ثمود رہتی تہی جسپر عذاب الٰہی نازل ہوچکا تہا - یہاں چشمہ اور سبزہ زار دیکھکر مسلمانوں کو قیام کرنے کی رغبت ہوئی - ایروِنگ لکہتا ہے کہ فوج نے قیام کرنا شروع کردیا کیونکہ آنحضرت اپنے معمول کے موافق اب بہی فوج کے پیچھے تھے - حضرت کا دستور یہی تہا کہ کمزوروں کی مدد کرنے اور راہ گم کرنے والوں اور پیچھے رہے ہوئے لوگوں کو ساتھ لینے کے لئے فوج کے پیچھے ہی رہا کرتے تھے - جب پیغمبر خدا نے دیکھا کہ لوگ اُترنے لگے ہیں تو حضرت نے سبکو منع کردیا کہ اس چشمہ کا پانی نہ پینا اور اگر پیاس میں کسی نے پیلیا ہو توقے کرڈالے - اگر آٹا گوندہا ہو تو اونٹوں کو کھلا دو اور جسقدر جلد ہوسکے اس سرزمین معذب سے نکل چلو - پس آنحضرت نے چادر سے اپنا منہ ڈہانپ کر اپنے مرکب کو ایڑہ کی اور فوج بہی وہاں سے ایسی جلدی نکل گئی جیسے کوئی دشمن سے بہاگتا ہے - اسکے بعد کی رات کو فوج نے بڑی تکلیف اُٹھائی - مقام کیا مگر پانی نتہا - موسم از حد گرم تہا - صحرا کی لوہ بہونے ڈالتی تہی - اور پیاس الگ مارے ڈالتی تہی - دوسرے دن خوب مینہ برسا آدمی اور جانور سب میں جان آگئی اور اب بغیر کسی تکلیف کے فوج تبوک تک جا پہنچی جو سلطنت روم کی سرحد پہ ایک چھوٹی سی بستی ہے - اور مدینہ اور دمشق دونوں سے دس دس منزل پہ واقع ہے - یہاں ایک چشمہ کے قریب سبزہ زار میں حضرت نے چہاونی ڈالدی - مگر ہرقل کی کوئی فوج نہ آئی - گو حضرت نے بیس روز تک وہاں قیام کیا - اس اثناء میں یہاں سے حضرت نے اپنے کپتانوں کو گرد و نواح کے علاقوں میں اسواسطے روانہ کیا کہ لوگوں کو مسلمان کریں یا جزیہ لگائیں - بعض قرب جوار کے شاہزادوں نے ایلچی بہیجکر اسلام یا جزیہ قبول کیا - چنانچہ یوحنا بن رُبعہ حاکم ایلہ[1] حضرت کے پاس آکر بروایت ابوالفدا سو دینار اور بروایت ایرونگ ۳ ہزار دینار سالانہ جزیہ دینا قبول کرکے صلح کرگیا - اور اہل اذرح نے اقرار کیا کہ ہر رجب کے مہینہ سو دینار جزیہ دیا کرینگے - یہی اہل جربا نے کیا جو اذرح سے تین دن کی راہ پہ واقع ہے +

اسی قیام تبوک کے زمانہ میں آنحضرت نے خالد بن ولید کو چارسو بیس سواروں کے ساتھ دومۃ الجندل[2] کیطرف بہیجا یہاں کا بادشاہ اکیدر بن عبدالملک کندی نصرانی تہا - خالد کو دومۃ الجندل کی طرف روانہ کیا اور خود بیس دن تک تبوک میں قیام کرکے مدینہ کیطرف مراجعت کی - خالد پہنچا تو دیکہا کہ قلعہ ایسا زبردست ہے کہ فتح نہیں ہوسکے گا - خالد نے ایک چال کرکے اکیدر اور اُسکے بہائی مصاد کو گرفتار کرکے آنحضرت کے پاس مدینہ بہیجدیا - یہاں اُسکی قوم نے فدیہ بہیجکر اُسے چہڑالیا اور جزیہ دینا قبول کیا - اس طرح بحیرۂ قلزم کے شمالی سرے سے دریائے فرات کی حد تک تمام قبائل آنحضرت کے محکوم ہوگئے +

(۱۰۴) واقعہ عقبہ درالمنثور - روضۃ الاحباب - تاریخ الخمیس - معارج النبوۃ - شواہدالنبوۃ - بر تفسیر جلالین آیا ہے کہ تبوک سے مراجعت کرتے وقت ایک عقبہ (مسمی عقبہ ذی فتق) پیش آیا حضرت رسولخدا صلعم نے فرمایا کہ منادی ندا کرے کہ کوئی شخص اس شب کو اس عقبہ پہ نجائے جبتک کہ رسول خدا نہ گذر جائیں - پس حضرت اونٹ پر سوار ہوکر تشریف لیگئے حذیفہ بن الیمان مہار شتر کی پکڑے ہوئے تھے اور عمار یاسر پیچھے سے اُسکو ہنکاتے تھے - حذیفہ کہتے ہیں

---

[1] ایلہ بحیرہ قلزم کے قریب عیسائیونکا شہر تہا - یہی مقام ہے جہاں پہلے یہودی رہتے تہے اور یوم السبت کو مچھلیاں پکڑنے کے گناہ میں بندر ہوگئے تھے۔ [illegible]

کہ یکایک بجلی چمکی اور دیکھا جنہے کہ ۱۲ یا ۱۴ سوار حضرت کی طرف متوجہ ہوئے کہ اونٹ کو بھڑکا کر حضرت کو نیچے گرادیں۔ جنہے آپ کو آگاہ کیا آپ نے انکو ڈانٹا وہ بہاگے اور بروایتے عمار نے آگے بڑھکر انکے اونٹوں کے منہ پہ مارا۔ حضرت نے فرمایا تمنے پہچانا کہ یہ کون تہے کہا نہیں یا رسول اللہ وے منہ پوشیدہ تھے اور رات کا اندہیرا تہا فرمایا یہ وہ لوگ ہیں کہ قیامت تک منافق رہینگے۔ جانتے ہو کہ انکا کیا ارادہ تہا۔ چاہتے تہے کہ میرے اونٹ کو بھڑکائیں اور مجھکو گرا کر ہلاک کریں۔ حذیفہ نے کہا کہ یا رسول اللہ کیوں آپ حکم نہیں دیتے کہ انکے سر کاٹ ڈالیں۔ فرمایا میں نہیں چاہتا کہ عرب کہیں کہ محمدؐ نے کچھ لوگوں کی مدد سے اپنے دشمنوں سے جنگ کی۔ غالب ہوئی تو اب انکو قتل کرتے ہیں۔ بعد ازاں انکے اور ان کے باپوں کے نام حذیفہ کو بتلائے اور فرمایا کہ پوشیدہ رکھو اور انکو رسوا نکرو (۱)۔ اسیوجہ سے حذیفہ اصحاب رسول میں صاحب السر الذی لا یعلمہ غیرہ (ایسے بہید کے جاننے والے جسے سوا انکے کوئی اور نہیں جانتا) کے نام سے مشہور ہوگئے۔

(۱) چونکہ وہ منافق منہ ڈہانکے ہوئے تہے اس وجہ سے حضرت عمر کو خیال ہوا کہ کہیں رسول خدا نے مجھکو بہی ان لوگوں میں نہ سمجھ لیا ہو چنانچہ معارج النبوۃ میں ہے کہ امیر المومنین عمر کچھ عرصہ تک حذیفہ کے پاس جاتے اور قسمیں دیکر پوچھتے رہے کہ مجھکو رسول اللہ نے گروہ منافقین میں شامل نہیں کیا۔ حذیفہ کہتے تہے نہیں نہیں۔ اور کتاب سواد و بیاض میں ہے کہ چونکہ رسول اللہ نے فرمایا تہا کہ سب سے زیادہ منافقوں کے احوال سے حذیفہ واقف ہے اسلئے امیر المومنین عمر نے دو مرتبہ انکے پاس جاکر اور دو مرتبہ انکو اپنے نزدیک بلاکر کہا کہ تو منافقوں کو پہچانتا ہے بتلا کہ میں بہی ان میں شامل ہوں یا نہیں۔ حذیفہ ہر بار یہی کہتے تھے کہ میں رسول اللہ کا راز ظاہر نہ کرونگا۔ انپر حضرت عمر نے بروایت میزان الاعتدال فرمایا یا حذیفہ انا باللہ من المنافقین (اے حذیفہ قسم خدا کی میں منافقوں میں سے ہوں)۔

روضۃ الاحباب میں مسلم سے ایک روایت یہ بہی صحیح ہے کہ اہل عقبہ میں سے ایک شخص نے حذیفہ سے قسم دیکر پوچھا کہ اصحاب عقبہ کتنے آدمی تہے حضار مجلس نے کہا کہ اے حذیفہ جبکہ قسم دیکر پوچہا ہے تو بتادو حذیفہ نے کہا مجھے یہ خبر دی گئی ہے کہ وہ ۱۴ آدمی تہے اور تجھے سمیت ۱۵ ہوتے ہیں۔ قسم خدا کی ان میں سے ۱۲ دنیا اور دین میں دشمن خدا اور رسول کے ہیں اور انہیں سے ۳ نے عذر کیا کہ انکو آنحضرت کی منادی کی خبر نہ پہنچی تہی اور نہ منافقوں کے ارادہ کی خبر تہی۔ اور نیز مسلم میں عمار سے روایت ہے کہ حضرت نے فرمایا کہ میرے اصحاب میں ۱۲ منافق ہیں کہ بہشت کی صورت نہ دیکھیں گے اور اس کی بو نہ سونگھیں گے جبتک کہ اونٹ سوئی کے ناکے سے نکل جائے اور ان میں سے آٹھ مرض دبیلہ سے مرینگے۔ انسان العیون میں ہے کہ لیلۃ العقبہ کی صبح کو اسید بن حضیر کو رسول اللہ صلعم سے ان منافقین کا حال معلوم ہوا تو اسید نے عرض کی کہ یا حضرت آپ حکم دیجئے کہ جو منافق جس قبیلہ کا تہا اس کو قتل کریں اگر مناسب ہو تو انکے نام مجھے بتا دیجیے قسم خدا کی ابہی انکے سر لاتا ہوں۔ حضرت نے فرمایا میں اس سے کراہت کرتا ہوں کہ لوگ کہیں جن کی بدولت کفار سے جہاد کیا اور فتح و غلبہ پایا اب انہیں کو قتل کرتے ہیں۔ اسید نے کہا یا رسول اللہ وہ آپکے اصحاب نہیں ہوسکتے آپ نے فرمایا کیا وہ اظہار شہادتین نہیں کرتے۔

افسوس ہے کہ اصحاب عقبہ کے نام کسی مورخ نے نہیں لکھے اس سبب سے مسلمانوں کے ایک فریق کو بہت بڑی جرأت مل گئی ہے وہ کہتے ہیں کہ مورخین نے جانکر انکے ناموں کو نہیں لکھا۔ حالانکہ یہ لکھا ہے کہ حضرت کی دعا کے موافق انہیں سے آٹھ بمرض دبیلہ فوت ہوئے اور تین نے عذر کیا کہ ہمنے منادی نہیں سنی تہی اور منافقوں کے مشورہ سے آگاہ نہ تہے غلطی سے عقبہ پہ چلے گئے تہے جیسا کہ روضۃ الاحباب میں ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ نام نہ لینے کی یہی وجہ تہی کہ وہ اکابر صحابہ سے تھے کیونکہ عوام میں سے جو منافق گذرے ہیں انکی تشہیر و ملامت میں مورخین اہل سنت نے درگذر نہیں کی۔ اور انکی مدارہی اور قوم میں رسوخ ہی کی وجہ تہی کہ رسول اللہ نے حذیفہ اور عمار کو انکے نام ظاہر کرنیکی ممانعت فرمائی تہی۔ کبہی عام منافقین کی نسبت حضرت نے ایسا نہیں فرمایا۔ اسی بنا پر اس فریق کے عالم ابن بابویہ نے حذیفہ بن الیمان کی زبانی اہلسنت کے جلیل القدر صحابیوں کا نام لکہا ہے مگر ہم ترک ادب سمجھکر اعراض کرتے ہیں۔

غرض ماہ رمضان میں آنحضرت مدینہ میں داخل ہوئے مگر نہایت سادگی کے ساتھ۔ راستہ میں جو لوگ مدینہ سے استقبال کو آتے ایک ایک سے ملنے کو ٹھہر جاتے اُنکے بچوں کو اپنے پیچھے مرکب پر بٹھا لیتے۔ اس دور دراز کے سفر سے مال غنیمت کے ساتھ بخیریت واپس آنے پر تمام مسلمان کمال خوش ہوئے صرف وہ لوگ شرمندہ اور خجل تھے جو ساتھ نہ گئے تھے اُنہیں سے اکثروں کا حضرت نے عذر قبول کرکے معاف کر دیا مگر کعب ابن مالک۔ مرارہ ابن ربیعہ و ہلال ابن اُمیہ کی نسبت حضرت نے حکم دیا کہ ان سے کوئی شخص کلام نہ کرے۔ اُن سے سبنے بولنا چھوڑ دیا۔ اس امر سے وہ بہت تنگ ہوئے اور جان اُنکی ضیق میں آگئی چنانچہ اسی حال پر پچاس روز تک رہے۔ بعد ازاں جب ایک آیت قرآن شریف میں اُنکی توبہ کی بابت نازل ہوئی اُسوقت مسلمانوں نے اُن سے ملاپ کیا اور بول چال ہوئی +

(۱۰۳) وفات نجاشی — رجب ۹ھ ہجری میں نجاشی یعنے اصحمہ بادشاہ حبشہ کا انتقال ہو گیا آنحضرت کو خبر ہوئی تو اُسپر جماعت صحابہ کے ساتھ غائبانہ نماز پڑہی اور فرمایا کہ وہ مسلمان تہا +

(۱۰۴) ہدم مسجد ضرار رمضان — تبوک سے واپس آتے ہوئے آنحضرت نے مسجد ضرار کو مسمار کرا دیا + صاحب روضۃ الاحباب وغیرہ مورخین نے لکہا ہے کہ ہجرت سے پہلے ابو عامر راہب اشراف قبیلہ خزرج سے تہا اور دین نصرانیت اختیار کر چکا تہا اور توریت اور انجیل کے علم میں مہارت اور داعیہ ریاست کا رکہتا اور وصف و نعت پیغمبر آخر الزماں کے اہل مدینہ کو سنایا کرتا تہا۔ لیکن جب آنحضرت مدینہ میں تشریف لائے اور ابو عامر کی کوئی قدر نہ رہی تو اُس نے حسد کرکے کہنا شروع کر دیا کہ یہ وہ نبی نہیں ہے جس کا وصف میں بیان کیا کرتا تہا۔ اور لوگوں کو حضرت کی متابعت سے روکنے لگا جب اہل اسلام نے بدر کی لڑائی میں فتح پائی تو ابو عامر مدینہ سے مکہ کیطرف بہاگ گیا۔ اور کفار قریش کو آنحضرت کی جنگ پر برانگیختہ کیا۔ جنگ احد میں کفار کے ساتھ آیا اور اول تیر لشکر اسلام پر اُسی نے چلایا۔ آخر جنگ احد سے بہاگ کر ابو عامر روم میں چلا گیا[۱] اور ہرقل کا نوکر ہو گیا اور چاہا کہ اُس سے فوج لیکر حضرت پر حملہ کرے مگر اسکے لئے ایک مدت درکار تہی پس اُس نے یہ ترکیب کی کہ وہاں سے اپنی قوم کے منافقان مدینہ کو لکہا کہ تم مسجد قبا کے مقابلہ میں اپنے محلہ میں میرے لئے ایک مسجد بناؤ تاکہ جب میں مدینہ میں آؤں اُس مسجد میں افادہ علوم میں مشغول ہوؤں اور تاکہ ہم وہاں بیٹھکر اپنے تمام مہموں کو اطمینان کے ساتھ سوچا اور سرانجام دیا کریں۔ پس اُن لوگوں نے ایک نہایت مستحکم مسجد بنا لی۔ اور اُسکی تعمیر آنحضرت کی روانگی تبوک سے پہلے تمام ہو گئی۔ جب حضرت غزوہ تبوک کی روانگی کے ارادہ سے نکلے تو اُنہوں نے حضرت کی خدمت میں آکر عرض کی کہ یا رسول اللہ ہمنے اپنے محلہ میں بیماروں و ضعیفوں اور وقت سرما و بارندگی کے واسطے ایک مسجد بنائی ہے ہمارا جی چاہتا ہے کہ آپ تشریف لیجا کر اُس مسجد میں نماز پڑہکر مشرف فرمائیے اور مطلب یہ تہا کہ حضرت اُسمیں نماز پڑہینگے تو اُسے استحکام ہو جائیگا +

حضرت نے اُن منافقوں کے جواب میں فرمایا اب تو ہم جنگ پر جاتے ہیں آتے وقت دیکہا جائیگا۔ پس جب تبوک سے واپس ہوئے اور منزل ذی اوان پر پہنچے کہ وہاں سے مدینہ کا ایک گھنٹہ کا راستہ ہے تو اُس مسجد والے لوگ آئے اور درخواست کی کہ وعدہ پورا کیجئے اُسیوقت جبرئیل یہ آیت لائے۔ والذین اتخذوا مسجداً ضراراً الخ یعنے ایک قسم کے منافق وہ بہی ہیں جنہوں نے اس غرض سے ایک مسجد بنا کہڑی کی کہ مسلمانوں کو نقصان پہنچائیں اور خدا و رسول کے ساتھ کفر کریں اور مسلمانوں میں پہوٹ ڈالیں اور اُن لوگوں کو پناہ دیں جو اللہ اور اُسکے رسول کے ساتھ پہلے لڑ چکے ہیں اور پوچہا جائیگا تو قسمیں کہانے لگیں گے کہ ہمنے تو بہلائی کے سوا اور کسی قسم کا ارادہ نہیں کیا اور اللہ

[۱] ایک روایت یہ ہے کہ جنگ حنین میں بہی شریک تہا۔ جنگ حنین سے بہاگ کر روم کو گیا تہا (روضۃ الاحباب)

گواہی دیتا ہے کہ وہ ضرور جھوٹے ہیں" پس معن بن عدی بن العجلان اور اُسکے بھائی عامر نے آنحضرت کے حکم سے جاکر اُس مسجد کو گرا دیا اور اُسکے عملہ کو آگ لگا دی اور وہ جگہ آنحضرت کے حکم سے اہل مدینہ کا کوڑی خانہ مقرر ہو گیا ✦

(۱۰۵) عبداللہ بن ابی کی وفات ذیقعدہ ۹ھ تھوڑے ہی دنوں بعد ماہ شوال میں عبداللہ بن اُبی منافق ایسا بیمار ہوا کہ زندگی کی اُمید نہ رہی آنحضرت اُسکی عیادت کو جاتے رہے اور جب وہ [1] مر گیا۔ تو اُسکے جنازہ کے ساتھ گئے اور اُسکے بیٹے کے منت کرنے سے حضرت نے اُسکے جنازہ پر نماز پڑھی حضرت عمر نے اعتراض [2] کیا کہ آپنے منافق پر نماز کیوں پڑھی جوا میں اُسیوقت یہ آیت نازل ہوئی کہ "منافقوں پر خواہ نماز پڑھ خواہ نہ پڑھ جیسا تو چاہے لیکن اگر تو ستر مرتبہ بھی نماز پڑھیگا تو بھی اُنکو معاف نہیں کیا جائیگا" ✦ اُس نماز پڑھنے میں مصلحت یہ تھی کہ بنی خزرج اور عبداللہ بن اُبی کے زبردست رشتہ داروں کی تالیف قلوب منظور تھی۔ اور دراصل اسکا نتیجہ بھی حضرت کی مصلحت کیموافق ہوا تمام بنی خزرج اور عبداللہ کے بڑے بڑے رشتہ دار آنحضرت کے جاں نثار بنگئے۔ اور اب مدینہ میں کوئی خلل انداز نہ رہا۔ گویا آنحضرت امن سے مدینہ میں مسلمانوں کیساتھ حکومت کرنے لگے۔ اسکے تھوڑے عرصہ بعد ایک آیت اس مضمون کی نازل ہوئی کہ جو بے ایمانی کی حالت میں مر ہو اُسپر نماز نہ پڑھ ✦

(۱۰۶) آنحضرت کا اپنے ازواج سے ایکماہ تک علیحدہ رہنا تعدد ازواج سے جو بے نظمی کبھی کبھی پیدا ہو جاتی ہے آنحضرت بھی اُس سے خالی نہ رہے۔ آنحضرت کا برتاؤ اپنی بیویوں کے ساتھ بڑے عدل اور انصاف کے ساتھ تھا۔ ہر بی بی کے رہنے کے واسطے ایک جدا گھر تھا۔ اور باری باری ایکایک دن ایکایک بی بی کے گھر میں گذارتے تھے محبت میں تو فرق ضرور تھا مگر برتاؤ میں کوئی امتیاز نہ تھا۔ اور نہ نفقہ میں کوئی کمی بیشی تھی۔ جب کوئی وافر مال آتا تھا تو اکٹھا سال بھر کا یا ایک معتدبہ زمانہ کا نفقہ آپ سب کو دیدیتے تھے اور پھر اپنے پاس کچھ نہ رکھتے تھے۔ ہمیشہ اسطرح رات بسر کرتے تھے کہ صبح کے لئے کچھ نہ ہوتا تھا۔ فقر و توکل پر پوری طور سے عمل تھا آپ چاہتے تو شروع سے خدیجہ کے مال کی بدولت آپ کا شمار متمولوں میں ہوتا۔ اور شاہ عرب ہو جانے پر تو فقر پاس پھٹکنے نہ پاتا لیکن آپ دولت دنیا کو ہیچ سمجھتے تھے۔ اس شاہی حالت میں بھی آپ پر اور آپ کے لواحقین پر اکثر فاقہ گذر جاتا تھا (عباسی) ✦ آنحضرت کی ازواج کے دو فرقے تھے جیسا کہ صاحب روضۃ الاحباب لکھتے ہیں کہ جناب عائشہ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلعم کی بیویوں کے دو گروہ تھے میں اور سودہ اور حفصہ اور صفیہ ایک [3] طرف اور زینب بنت

---

[1] اُسکی وصیت یا اُسکی بیٹے کی درخواست پر اپنے پیراہن کا اُسکو آنحضرت نے کفن دیا۔ [2] روضۃ الاحباب میں ہے کہ حضرت عمر نے آنحضرت کا جامہ پکڑ لیا۔ حضرت نے مسکرا کر فرمایا کہ اے عمر چھوڑ دے گر عمر مبالغہ کرتے تھے۔ نیز لکھا ہے کہ دفن کرنیکے بعد آنحضرت عبداللہ بن اُبی کی قبر پر گئے اُسے باہر نکلوایا اُسکا سر اپنی گود میں رکھا اور اپنا لعاب دہن اُسکے منہ میں ڈالا [3] آنحضرت کی کثرت ازواج شہوت پرستی کی نظر سے نہ تھی اسکے ثبوت میں اتنا ہی کافی ہے کہ آپ کبھی زنا سے متہم نہیں ہوے۔ اور ۲۵ برس کی عمر تک کسی عورت سے قربت نہیں کی۔ اور عین شباب کو ستر اشی برس کے بڈھوں کی طرح کاٹا۔ اسکے بعد شادی بھی کی تو اپنے سے زیادہ سن والی عورت (خدیجہ) سے جو حضرت سے ۱۵ برس بڑی تھیں۔ اور جبتک خدیجہ جیتی رہیں دوسرا نکاح نہ کیا۔ اُنکے بعد بھی بمصلحت وقت اسلام کی قوت بڑھانے کی نظر سے حضرت نے متعدد نکاح کئے بھی تو بیوہ عورتوں سے۔ سوا عائشہ کے کوئی کنواری نہ تھی۔ اور گو کہ عائشہ زیادہ پیاری تھیں مگر اپنے عدل و انصاف کی وجہ سے ہر ایک بی بی کو برابر ایکایک دن دینا پڑتا تھا۔ اس سبب سے عائشہ کا نمبر زیادہ دنوں میں آتا تھا اور اس سبب سے یہ قیاس کہ یہ عورتیں لطف بڑھانے کی غرض سے نکاح میں لائی گئی تھیں بالکل قائم نہیں ہوتا۔ فقر و فاقہ میں بسر کرتے تھے زوجات کے گھر تک درست نہ تھے سامان عیش و نشاط کا تو ذکر ہی کیا ہے۔ کیا شہوت پرستی کی یہی نشانی ہے کہ مٹی کی دیواروں کے گھر میں بند کرکے اُنکے ساتھ چٹائی چمڑے کی فرش پر سویا جاوے اور فقر و فاقہ میں بسر کیجاوے؟ اچھا پھر اتنی بیویاں بڑھانیکی ضرورت کیا تھی؟ یہ ایک مصلحت ملکی تھی اور وہ یہ تھی کہ مختلف قبیلوں میں شادی کرنے سے آنحضرت سمجھتے تھے کہ مسلمانوں کے جاں نثاروں کا گروہ بڑھ جائیگا۔ اور ایک غرض یہ بھی تھی کہ لوگ بیوہ عورتوں سے عقد کرنے میں عیب نہ سمجھیں [4] خصوصاً حضرت عائشہ اور حضرت حفصہ میں بڑی گشت تھی دونو بھی دانت کاٹی روٹی تھی۔ جیسا کہ

مطالعہ کنندگان کتب تواریخ و تفاسیر پر پوشیدہ نہیں ہے ✦

جحش - اور ام سلمہ اور باقی بیویاں دوسری طرف - پس ایک پارٹی میں جو ایک کی رائے ہوتی تھی اُس پارٹی کی بقیہ اُس میں شریک ہو جاتی تھیں اور اسطرح کبھی باہمی مذاق اور شکر رنجی کی نوبت پہنچ جاتی تھی - علامہ عباسی لکھتے ہیں کہ عائشہ بنت ابو بکر اور حفصہ بنت عمر زیادہ گستاخ تھیں کیونکہ انکے باپ آنحضرت کے دربار میں اور لوگوں کی نظروں میں رسوخ زیادہ رکھتے تھے - یہ دونوں آنحضرت سے نفقہ اور لباس میں زیادتی کی اور ایسی ایسی فرمایشیں کرکے تنگ کرتی تھیں جو حضرت سے بہم نہ پہنچ سکتی تھیں چنانچہ اس حرکت پر حضرت ابو بکر نے حضرت عائشہ کو اور حضرت عمر نے حضرت حفصہ کو مارا اور اُنہوں نے توبہ کی کہ آیندہ ایسا نکرینگے (روضۃ الاحباب) - یہ بھی ہوا کہ زینب بنت جحش کے پاس کچھ شہد ہدیہ میں آیا تھا آنحضرت صلعم کو شہد بہت بھاتا تھا - زینب نے آنحضرت کے واسطے وہ شہد رکھ چھوڑا - جب حضرت زینب کے گھر جاتے وہ اُسکا شربت بناکر پلاتیں چونکہ شہد کے گھلنے میں دیر لگتی عائشہ اور حفصہ کو زینب کے گھر زیادہ ٹھیرنا ناگوار گزرتا دونوں نے مسکوٹ کی کہ اب جو رسول اللہ میرے تمہارے پاس آئیں تو یہ کہیں گے کہ آپکے منہ میں سے مغافیر[لہ] کی بدبو آتی آتی ہے - القصہ آنحضرت حفصہ کے پاس آئے اور اُنہوں نے وہی مقرر کردہ بات حضرت سے کہی حضرت نے فرمایا کہ میں نے ہرگز مغافیر نہیں کھایا بلکہ زینب بنت جحش کے پاس شہد کا شربت پیا ہے حفصہ نے کہا کہ پھر اُن مکھیوں نے جن کا شہد ہے مغافیر کا پھول چوسا ہوگا - حضرت نے فرمایا کہ اب ہرگز اُس شہد میں سے نہیں پیونگا اور یہ واسطے قسم بھی کھائی) مگر اس بات کو کسی سے بیان نہ کیجو - اُسوقت تو اقرار کرلیا اور بعد میں یہ بھید حضرت عائشہ سے کہدیا[سلہ] - اُنہیں دنوں میں یہ بھی ہوا کہ ایک دن آنحضرت حضرت حفصہ کے گھر میں تھے وہ اجازت لیکر اپنے باپ کے گھر ملنے گئیں حضرت نے حفصہ کے گھر میں اپنی کنیز ماریہ قبطیہ کو بلاکر اُس سے صحبت کی - اتنے میں حفصہ واپس آگئیں گھر کا دروازہ بند دیکھا - تھوڑی دیر توقف کیا حضرت نے دروازہ کھولا حفصہ رونے پیٹنے اور حضرت پر عتاب کرنے لگیں اور کہا یا رسول اللہ میرے ہی گھر میں میرے ہی بستر پر ایک کنیز سے آپنے صحبت کی - میرے ہی گھر میں اور میری ہی وار میں آپ کو ایسا کرنا ہی تھا - حضرت نے حفصہ سے فرمایا آیا تو اُسپر راضی نہ ہو جائیگی کہ ماریہ کو اپنے اوپر حرام کرلوں - حفصہ نے کہا اُسپر میں راضی ہوں - حضرت نے فرمایا میں نے اسکو اپنے اوپر حرام کرلیا - اُس سے صحبت نکرونگا - مگر یہ بھید کسی سے بیان نہ کیجو حفصہ نے اقرار کرلیا کہ کسی سے نہ کہونگی لیکن جب حضرت باہر گئے تو عائشہ رضی سے جو دیوار بیچ رہتی تھیں اس بھید کو کہدیا اور یہ بھی کہا کہ مبارک ہو حضرت نے ماریہ قبطیہ کو اپنے اوپر حرام کرلیا - جب حضرت عائشہ آنحضرت سے ملیں تو طعن سے کہا کہ یا رسول اللہ میری باری میں آپ ماریہ سے صحبت کرلیا کیجے تاکہ دوسری بیویوں کے دن سالم رہیں - رسول اللہ صلعم یہ بات سنکر کمال متغیر ہوئے - سورۂ تحریم کی ابتدائی آیتیں یا ایہا النبی لم تحرم ما احل اللہ سے ثیبات و ابکارا تک انہیں ایام میں اور اسی بارہ میں نازل ہوئی ہیں جنکا ترجمہ یہ ہے اے نبی کسواسطے حرام کرتا ہے تو اپنی ذات پر اُس چیز کو کہ حلال کیا ہے اللہ نے واسطے تیرے - طلب کرتا ہے تو (اُس حلال کو حرام کرنے میں) خوشنودی بیویوں کی اور خدا بخشنے والا ہے (تجھکو ترک کرنے پر امر اولے کے) مہربان ہے (رجوع کرنے میں طرف افضل اور اولی کے) تحقیق مقرر کیا ہے خدا نے واسطے تمہارے (اے بندو) کھولنا قسموں تمہاری کا (کفارہ سے)

[لہ] حضرت کو بدبو سے سخت نفرت تھی اور مغافیر ایک قسم کا بدبودار گوند ہوتا ہے [سلہ] عمدۃ البیان میں ہے کہ پہلے حضرت عائشہ کے گھر گئے تو عائشہ نے اپنی ناک پر ہاتھ رکھ کے ناک کو بند کیا حضرت نے پوچھا کہ تو نے ایسا کیوں کیا عائشہ نے کہا کہ تجھ میں سے مغافیر کی بدبو آتی ہے - حضرت نے فرمایا کہ مغافیر تو میں نے نہیں کھایا - زینب کے گھر شہد کا شربت پیا ہے - کہا اُسکی مکھی نے اُسکا پھول چوسا ہوگا اور جسوقت حفصہ کے گھر تشریف لائے اُنہوں نے بھی ناک پکڑلی اور کہا کہ بیگما ناخوش بو ہی جو تجھمیں سے آتی ہے اور جو کچھ عائشہ نے کہا تھا وہی اُنہوں نے بھی کہا - جسوقت حضرت نے دو مرتبہ دو عورتوں سے یہ خبر سنی تو فرمایا کہ اُس شہد کو میں نے اپنے اوپر حرام کرلیا - عمدۃ البیان میں اس موقعہ پر یہ نہیں لکھا کہ اس بھید کو کسی سے نہ کہنا *

اور خدا کارساز تمہارا ہے اور وہ جاننے والا ہے (بندوں کی مصلحتوں کا) حکمت والا ہے (اور یاد کرو تم ای مومنین) جسوقت
راز کے طور پر کہی نبی نے اپنی کسی بیوی سے (یعنے حفصہ سے) ایک بات (ماریہ کو اپنے اوپر حرام کرنا) پس جسوقت کہ خبر کی اُسنے (حفصہ
نے عایشہ کو) ساتھ اُس بات کے اور مطلع کیا اللہ نے پیغمبر کو (بواسطہ جبرئیل) اُس بات پر (کہ حفصہ نے عایشہ سے کہدی) اور
اُس میں سے بعض بات (حفصہ سے) کہی (پیغمبر نے کہ تو نے عایشہ سے ایسا ایسا کہا) اور منہ پھیر لیا بعض سے (یعنے بعضی نہ کہی
ہر چند خدا نے سب بتلا دی تھی) پس جسوقت خبر کی (پیغمبر نے) اُسکو (حفصہ کو) ساتھ اُس بات کے تو کہا اُس (حفصہ نے)
تجھے کسنے یہ خبر دی (کہ حفصہ نے راز فاش کر دیا ہے) کہا (پیغمبر نے) خبر دی ہے مجھکو خدا جاننے والے مہربان نے + اگر توبہ کرو
تم دونو (اے عایشہ اور حفصہ) طرف اللہ کے (اور پیغمبر کے آزار دینے میں ایک دوسرے کی مدد نکرو تو بہتر ہے واسطے
تمہارے - کیونکہ تمنے پیغمبر کا راز فاش کرنے میں بڑا جرم کیا ہے) پس بتحقیق کج ہوگئے ہیں دل تم دونوں کے - اور
اگر تم دونو ایک دوسرے کی کمک کروگے اوپر اُسکے (یعنے پیغمبر کے آزار پہنچانے پر تو کچھ اندیشہ نہیں ہے) پس تحقیق خدا
وہی اُسکا مددگار ہے اور جبرئیل اور مرد نیک تمام مومنین سے - اور فرشتے بعد اسکے اُسکے مددگار ہیں - قریب ہے
کہ خدا اُسکا (پیغمبر کا) اگر وہ (پیغمبر) تمکو طلاق دیدے تو بدلہ میں دیوے اُسکو عورتیں بہتر تمسے - فرمانبرداری کرنیوالیاں
ایمان لانیوالیاں - عاجزی کرنیوالیاں یا نماز پڑھنے والیاں - توبہ کرنیوالیاں - عبادت کرنے والیاں - روزہ رکھنے والیاں
شوہروں کے پاس گئی ہوئی اور کنواریاں[1] - الغرض جب آنحضرت کو اللہ تعالی نے حفصہ کے راز افشا کرنے کی خبر دی
تو حضرت نے حفصہ سے فرمایا کہ مینے منع کیا تھا اور تو نے راز میرا فاش کر دیا حفصہ نے کہا آپنے کیونکر جانا حضرت نے
فرمایا مجھے خدائے علیم و خبیر نے خبر دی ہے - اور بروایت تاریخ الخمیس و استیعاب حفصہ کو طلاق دیدی طلاق رجعی -
اور چونکہ مدت سے آنحضرت درگذر کر رہے تھے اب تنگ ہوکر ازواج کی تادیب کی غرض سے قسم کھالی کہ ایک ماہ تک
اُنسے تعلق نہ رکھونگا - اور حضرت نے مسجد کے ایک حجرہ میں عزلت اختیار کی - صاحب استیعاب لکھتے ہیں کہ جب
حضرت عمر کو حفصہ کی طلاق کا حال معلوم ہوا تو سر پہ خاک ڈالی اور کہا کہ دیکھئے اسکے بعد خدا عمر اور اُس کی بیٹی کے
ساتھ کیا کرتا ہے ۔ روضۃ الاحباب میں ہے کہ جب حضرت عمر کو حفصہ کے طلاق کی خبر پہنچی تو وہ مسجد میں آئے
اور رباح غلام حبشی سے جسے رسول اللہ نے حجرہ کے دروازہ پہ بٹھا رکھا تھا کہ کسیکو اندر نہ آنے دے اندر جانے کی
اجازت منگائی دو دفعہ حضرت نے کچھ جواب نہ دیا تیسری مرتبہ حضرت عمر نے حجرہ کے دروازہ کے پاس آکر آواز بلند
کہا کہ اے رباح رسول اللہ سے کہدے کہ میں حفصہ کی سفارش کو نہیں آیا ہوں اگر حضرت حکم دیں تو میں حفصہ کو گردن
ماروں میرے لئے اندر جانے کی اجازت مانگ یہ کہکر اُلٹے پھر آئے - حضرت نے یہ سنا تو رباح سے کہا عمر کو اندر بلالے
حضرت عمر اندر گئے تو دیکھا کہ حضرت تہ بند باندہے ہوئے بوریے پر بیٹھے ہیں اور بوریے کے نشان حضرت کے پہلوئے
مبارک میں پڑگئے ہیں - حضرت عمر کہتے ہیں کہ میں اندر گیا تو حضرت سے ایسی ہنسی کی باتیں کرنے لگا کہ حضرت نے
تین مرتبہ تبسم فرمایا اور آخر کو مینے حضرت کو ہنسا دیا اور آثار غضب کے حضرت کے چہرہ پر باقی نہ رہے - پھر میں حضرت
سے بہت سے عذر اور طلب آمرزش کر کے چلا آیا اور مسجد کے دروازہ پر بآواز بلند پکار دیا کہ حضرت نے اپنی بیویوں کو طلاق

---

[1] بخاری جلد ۴ صفحہ ۱۲۰ کتاب اللباس تاریخ الخمیس اور روضۃ الاحباب میں ہے کہ ابن عباس سے صحت کو پہنچا ہے کہ وہ کہتے ہیں کہ میں حضرت عمر سے
کچھ پوچھنا چاہتا تھا ایک سال تک اور ہیبت کے ہیاؤ نہ پڑا - یہاں تک کہ ایک سفر میں موقع دیکھکر میں نے پوچھا کہ مراد ان دو عورتوں سے جو ان تظاہرا
علیہ الخ (اگر تم دونو ایک دوسری کی کمک کرو) میں مذکور ہیں کونسی عورتیں ہیں حضرت عمر نے فرمایا کہ یہ دونو عایشہ اور حفصہ ہیں صحیح بخاری جلد ۳ صفحہ ۱۶۸
کتاب الطلاق اور فتح الباری جزو ۲۲ صفحہ ۱۲۷ میں اسیطرح شہد کے شربت کا واقعہ لکھکر تحریر کیا ہے کہ آیات یا ایہا النبی لم تحرم سے ان تتوبا الی اللہ تک عایشہ

نہیں دیتی ہے - پس آنحضرت ایک ماہ تک اپنی بیویوں سے علیحدہ اس حجرہ میں رہے اور وہ مہینہ ۲۹ دن میں تمام ہوگیا تو حضرت اول عائشہ کے پاس آئے عائشہ نے استقبال کیا اور کہا کہ یا حضرت آپ نے تو مہینہ بھر کی قسم کھائی تھی ابھی تو ۲۹ ہی دن ہوئے ہیں - حضرت نے فرمایا یہ چاند ۲۹ ہی دن کا ہے +

(۱۰۷) تبلیغ سورۂ برات تفسیر معالم التنزیل و تاریخ ابوالفدا وغیرہ میں لکھا ہے کہ رسول کریم نے اس سال حج کے موسم میں آخر ماہ ذیقعدہ میں ابوبکر صدیق کو حاجیوں کا امیر مقرر کرکے بھیجا - بروایت ابوالفدا و صاحب تاریخ الخمیس تین سو آدمی اور اپنی طرف سے بیس اونٹ واسطے قربانی کے ساتھ کئے - اور سورۂ برائت کی شروع کی چالیس آیتیں حاضرین حج کو سنانیکا حکمدیا مگر انکے پیچھے علی مرتضی کو خاص اپنی اونٹنی عضبا پر جو سب سے زیادہ تیز تھی سوار کرکے روانہ کیا اور فرمایا کہ سورۂ برات کی وہ آیتیں مکہ - منیٰ - اور عرفات کے مقام میں تم لوگوں کو سنادو - حضرت علی مرتضی کو حضرت صدیق کے بعد روانہ کرنے کی وجہ ترمذی میں یہ لکھی ہے کہ رسول کریم نے ابوبکر کو آیات سورۂ برات دیکر مکہ بھیجا اور پھر انکو واپس بلالیا اور فرمایا کہ کسی آدمی کو میری اہلبیت کے سوا مناسب نہیں کہ یہ پیغام پہنچائے - اور علی مرتضی کو بلاکر سورۂ برات کی آیتیں انکو دیں - اور امام احمد بن حنبل اور نسائی نے ابن عباس سے روایت کی ہے کہ حضرت نے فرمایا اس کو کوئی نہیں لیجا سکتا مگر وہ آدمی کہ میری اہل بیت سے ہو وہ میرا ہو اور میں اسکا ہوں - نیز لکھا ہے کہ جب ابوبکر واپس آئے عرض کرنے لگے کہ یا رسول اللہ کیا میرے حق میں کوئی بات نازل ہوئی ہے آپ نے فرمایا نہیں لیکن جبرئیل نے آکر مجھ سے کہا ہے کہ آپ کی جانب سے ہرگز کوئی دوسرا ادا نہیں کرسکتا مگر یا تو خود آپ یا وہ آدمی جو آپ کا ہو - پس ابوبکر نے لوگوں کو حج کرایا اور اسکے بعد جب قربانی کا وقت آیا تو علی مرتضی نے یہ تقریر کی (۱) کوئی شخص برہنہ ہوکر کعبۃ اللہ کا طواف نکرے (۲) جس شخص سے رسول کریم کا کچھ معاہدہ ہے وہ میعاد مقرر تک اسمیں رہ سکتا ہے - اور جس سے عہد و پیمان نہیں ہوا اُسکے واسطے چار مہینے تک مدت مقرر کی گئی ہے (۳) بہشت میں مومن کے سوا کوئی نہیں جائیگا (۴) کوئی مشرک آجکے بعد حج کو نہ آئے + اصطلاح میں یہ فرمان ابراء نامہ کہلاتا ہے +

روضۃ الاحباب میں ہے کہ آخر ذیقعدہ میں پیغمبر خدا نے چاہا کہ حج کریں مگر سنا کہ مشرک عادت جاہلیت کے موافق جمع ہوتے اور برہنہ طواف کرتے ہیں حضرت کو انکی مخالطت مکروہ معلوم ہوئی اُس سال ابوبکر کو ۳۰۰ سو آدمیوں کا امیر بناکر حج کو بھیجا اور فرمایا کہ لوگوں کو مراسم حج کرائیں اور مناسک حج تعلیم کریں - اور سورۂ برات کی شروع کی تیس چالیس آیتیں لوگوں کے سامنے پڑھیں - سعد بن ابی وقاص - عبدالرحمن بن عوف - جابر بن عبداللہ انصاری اور ابوہریرہ وغیرہ بھی ہمراہ ہوئے اور اپنی طرف سے بیس اونٹ قربانی کرنے کو حضرت نے ابوبکر کے ساتھ کئے جنکی حفاظت ناجیہ بن جندب کے سپرد کی - ۵ اونٹنیاں ابوبکر اپنے واسطے قربانی کرنے کو ساتھ لیگئے - اور مسجد ذوالحلیفہ سے احرام باندھا - اور روانہ ہوئے جبرئیل آں حضرت پر نازل ہوئے اور کہا ادائے رسالت و پیغام سوائے تمہارے یا ایسے شخص کے جو تم ہی سے ہو دوسرا کوئی اور نہیں کرسکتا - آنحضرت نے حضرت علی کو طلب کیا اور کیفیت واقعہ سے اطلاع دی - اور فرمایا جاؤ ابوبکر کے

---

۵ اور بروایت نسائی صحیح ہوتے حضرت علی حضرت ابوبکر سے مقام عرج پر جاملے - طبری نے بھی عرج پر ملاقات لکھی ہے اور نیز ذوالحلیفہ پر - ۵ اعلام الوری میں لکھا ہے کہ حضرت نے فرمایا "لیکن جبرئیل مجھ پر نازل ہوئے خدا کی طرف سے - اور کہا کہ تیری طرف سے نہیں ادا کر سکتا سوائے تیرے یا ایسے شخص کے جو تجھ سے ہو - اور علی مجھ سے ہے اور وہ بھائی ہے میرا اور وصی ہے میرا اور وارث ہے میرا اور خلیفہ ہے میرا میرے اہل بیت میں اور میری اُمت میں بعد میرے - ادا کرے گا میرا دین اور پورا کرے گا میرے وعدہ کو اور نہ ادا کرے گا میری طرف سے سوائے علی کے" +

پیچھے؎۱ اور اوائل سورہ برات کو اُن سے لیلو اور موسم حج میں لوگوں کو سناؤ۔ اور یہ چار کلمے لوگوں کو پہنچاؤ (۱) مومن کے سوا کوئی جنت میں نجاوے گا (۲) کوئی برہنہ طواف خانہ کعبہ کا نکرے (۳) اس سال کے بعد کوئی مشرک حج نہ کرے (۴) کافروں میں سے جس کسیکا رسول اللہ سے کسیقدر مدت کا عہد ہے تو وہ عہد قایم رہیگا اُس مدت تک اور جس کسیکا عہد نہیں ہے اُسے چار مہینہ تک امان ہے بعد اسکے اگر مسلمان نہوگا مال اور خون اُسکا ہدر ہو جائیگا۔ یہ فرما کر اپنا ناقہ خاص کہ عضبا اُسکا نام تھا علی کو دیا۔ تاکہ اُس پر سوار ہوکر امور مذکور کے نافذ کرنے کے واسطے ابوبکر کے پیچھے روانہ ہوں۔ حضرت علی روانہ ہو اور منزل ضجنان؎۲ یا منزل عرج پر راستہ ہی میں ابوبکر سے جا ملے۔ صدیق نے پوچھا امیر ہوکر آئے ہو یا مامور ہوکر۔ فرمایا مامور ہوکر؎۳۔ مگر سورہ برات مجھکو عنایت کیجیے کہ حکم یہی ہے۔ کہ میں لوگوں کو سناؤں اور ان چار کلموں کو پہنچاؤں۔ ابوبکر نے فوراً وہ آیات علی کے حوالہ کیں۔ اور جب مکہ میں پہنچے اور مناسک حج بجالائے ابوبکر نے وہ خطبے جو ایام حج کے لئے مقرر ہیں پڑھے اور مناسک حج تعلیم کئے اور علی سے کہا اُٹھئے اور رسول اللہ صلعم کی رسالت کو بجا لائیے۔ علی اُٹھے اور مجمع مردم میں سورہ برات پڑھی اور حضرت کے چاروں حکم سنا دیئے۔ خیموں اور مجمعوں کے پاس آتے اور سب کو سورہ اور احکام سناتے اس سے فارغ ہوکر مدینہ کی طرف مراجعت کی۔ اور حضرت صدیق نے حضرت رسول اللہ صلعم سے آکر پوچھا کہ یا حضرت مجھ سے کیا صورت واقع ہوئی کہ آپنے سورہ مجھسے چھین لیا اور ایک روایت یہ ہے کہ ابوبکر نے راستہ ہی سے واپس جاکر حضرت سے پوچھا تھا (جیسا کہ ابو الفدا۔ طبری اور ابن خلدون نے بھی لکھا ہے اور صاحب روضۃ الصفا نے بھی اعلام الوری سے نقل کیا ہے) حضرت نے فرمایا کہ اے ابوبکر تم سے کوئی صورت تو واقع نہیں ہوئی اور تم سے کوئی قصور بھی نہیں ہوا تم تو میرے ساتھی ہو غار کے اور حوض کوثر پر۔ لیکن جبرئیل آئے اور کہا کہ یا رسول اللہ اس امر کو سوائے آپکے یا ایسے شخص کے جو آپ ہی سے ہو دوسرا ادا نہیں کرسکتا۔ اس لئے میں نے ایسا کیا ⁂

(۱۰۸) سریہ وادی الرمل معارج النبوۃ۔ حبیب السیر اور روضۃ الصفا میں لکھا ہے کہ ایک اعرابی نے آکر رسول اللہ صلعم سے بیان کیا کہ وادی الرمل؎۴ میں عرب کی ایک قوم جمع ہوئی ہے اور یہ لوگ مدینہ پر شبخون کرنیکا ارادہ رکھتے ہیں۔ حضرت نے یہ سنکر اصحاب کو

؎۱ کنز العمال میں سورۂ توبہ کی تفسیر میں لکھا ہے کہ حضرت ابوبکر سورۂ برات کے ساتھ اہل مکہ کی طرف بھیجے گئے ابوبکر کی روانگی کے بعد آنحضرت نے حضرت علی کو بھیجا اور کہا کہ ابوبکر کے پاس جاؤ جہاں ملیں ان سے لیکر ابوبکر کو واپس بھیجدو اور تم اس سورہ کو پہنچاؤ پس علی نے ایسا ہی کیا پس ابوبکر واپس آئے اور روئے اور کہا یا رسول اللہ کیا میرے بارہ میں کچھ نازل ہوا ہے (جو آپنے مجھے واپس بلا لیا۔ اعلام الوری) فرمایا تیرے بارہ میں کچھ نازل نہیں ہوا مگر جو کچھ نازل ہوا اچھا نازل ہوا ہے مجھے حکم ہوا ہے کہ اسے یا تو میں پہنچا سکتا ہوں یا ایسا شخص جو مجھ سے ہے۔ یہی روایت حموی نے درر السمطین میں اور سیوطی نے جمع الجوامع میں ابن جریر سے لکھی ہے ؎۲ یا ذو الحلیفہ (ابن خلدون) ؎۳ اہل تسنن اس روایت میں امیر و مامور کے جملہ کو معتقدین کا ساختہ پرداختہ بتاتے ہیں۔ اور یہ دلیل قایم کرتے ہیں کہ جب حضرت ابوبکر راستہ ہی سے مدینہ واپس ہوئے اور علی مکہ کو جا رہے تھے تو ضرور وہ ۳ سو آدمی جو حج کرنے آئے تھے علی کے ساتھ ہو لئے ہونگے۔ حالانکہ کسی تاریخ میں اُن لوگوں کا حضرت ابوبکر کے ساتھ واپس جانا یا پھر حضرت ابوبکر کو انہیں ساتھ لیجاکر حج کرنا درج نہیں ہے۔ نہ یہ ثابت ہے کہ حضرت ابوبکر کی واپسی تک وہ لوگ مقام عرج یا ذو الحلیفہ ہی میں اُنکے انتظار میں ٹھیرے رہے یہ بھی سمجھ میں نہیں آتا کہ ایک کام سے حضرت ابوبکر معزول کئے جائیں اور دوسرے کام پر جو اُسی قسم کا ہے بحال رہیں اور کیا علی حج کرانے کی قابلیت نہ رکھتے تھے کہ ولی کے بعد پھر ابوبکر ہی حاجیوں کو حج کرانے کو بھیجے جاتے۔ وہ یہ بھی کہتے ہیں کہ اگر اس روایت کو تسلیم ہی کر لیا جائے تو معنے یہ ہونگے کہ خود امیر بنکر نہیں آیا ہوں بلکہ خدا و رسول کیطرف سے مامور ہوکر آیا ہوں ؎۴ یہ مقام مدینہ سے ۵ منزل کے فاصلہ پر ہے۔ بعض مورخین نے خصوصاً مورخین اہل تشیع نے جنگ وادی الرمل کو جنگ سلاسل ہی کے نام سے لکھا ہے۔ جنگ سلاسل کا جو حال واقعات سنہ ۸ھ میں بیان ہوا ہے وہ اس جنگ کا وہ حصہ سمجھنا چاہیئے جو عمرو عاص کے جانے سے متعلق ہے ⁂

جمع کیا اور فرمایا کہ کون ہے جو اُن لوگوں کی شر کو دفع کرے - اصحاب صفہ میں سے ایک گروہ اس امر پر آمادہ ہوا حضور پرنور نے علم جناب صدیق کو دیا اور اُس گروہ پر اُنکو سردار بناکر دشمنوں پر بھیجا - مخالفوں کا مقام ایک وادی میں تھا جس میں پتھر اور درخت کثرت سے تھے ایسا کہ وہاں سے گذرنا دشوار تھا - بعد قطع منازل صدیق نے اُنکی منزل کے قریب پہنچکر چاہا کہ وادی میں داخل ہوں - ناگاہ ارباب نفاق بہیئت اجتماعی وادی سے باہر آئے اور نیزہ و شمشیر ہاتھ میں لیکر جنگ میں مصروف ہوگئے - آخر مسلمانوں نے شکست کھائی بعض مسلمان مارے گئے اور بعض بھاگ کر مدینہ واپس آئے پھر آنحضرت نے جناب فاروق کو علم دیکر مسلمانوں کے ایک گروہ کے ساتھ روانہ کیا - اُنکے ساتھ بھی یہی پیش آیا کہ جب وادی میں قدم رکھنے کو تھے مشرکوں نے درختوں اور پتھروں کے پیچھے سے جہاں وہ گھات میں تھے باہر آکر مسلمانوں پر حملہ کیا اور بعد کشش و کوشش کے لشکر اسلام بھاگ کر مدینہ واپس آیا بعدازاں عمرو عاص نے جو مکر و حیلہ کے ساتھ مخصوص تھا درخواست کی کہ اب مجھے بھیجئے تاکہ بمقتضائے الحرب خدعۃ (لڑائی میں فریب جائز ہے اور اُسی سے کام چلتا ہے) عمل کرکے اعدا کو فریب دوں آنحضرت نے عمرو عاص کو بعض مسلمانوں کا سردار بناکر دشمنوں کی طرف روانہ کیا اور وہ بھی مقابلہ میں شکست پاکر منفعل واپس آیا - اسکے ساتھ بھی بعض مسلمان شہید ہوئے - عمرو عاص کے واپس آنیکے چند روز بعد آنحضرت نے علم حضرت علی کو عنایت کیا - اور ہاتھ آسمان کی طرف اُٹھاکر حضرت علی کے لئے دعا کی - اور مسجد احزاب تک حضرت علی کو پہنچانے تشریف لائے - اور حکم دیا کہ صدیق اور فاروق اور عمرو عاص علی کے ساتھ اس سفر میں موافقت کریں - اور اُن جناب کے حکم سے ہرگز تجاوز نکریں - اور مرتضیٰ علی طریق وادی الرمل کو چھوڑ کر عراق کی طرف متوجہ ہوئے چند منزل طے کرنے کے بعد مخالفوں سے لڑنے کا عزم کرکے اُس راہ سے کہ وہاں وادی پر منتہی ہوتی تھی مقصد کی جانب رخ کیا - رات کو چلتے اور دن کو راستہ سے ہٹ کر آسایش و آرام سے سوتے تھے - جب اہل خلاف کے مسکن کے قریب پہنچے حکم دیا کہ فوج آہستہ چلے اور خود لشکر کے آگے روانہ ہوئے - اور چونکہ امیرالمومنین کی حرکات و سکنات سے عمرو عاص کو یقین ہوگیا کہ ضرور فتح ہوگی چاہا کہ کام کو بگاڑ دے - اور اس ارادہ اور غرض کو مدنظر رکھکر صدیق اور فاروق سے کہا کہ اس راستہ میں درندوں اور وحشیوں سے خطرہ ہے - اب مصلحت وقت یہ ہے کہ وادی کی بلندی پر سے دشمنوں پر شبخون ماریں - اور شیخین نے اس بارہ میں حضرت علی سے گفتگو کی حضرت نے منظور نہ کیا - عمرو عاص نے کہا کہ اے مسلمانو ہم اپنی جانوں کو ضایع نہیں کرسکتے آؤ تاکہ وادی کی بلندیوں کی طرف سے چلیں - سپاہ اسلام نے جواب دیا کہ پیغمبر خدا نے ہمکو علی کی مخالفت سے منع کیا ہے اب تیری بات مانکر ہم کیونکر اُسکے خلاف کریں - علی عمرو عاص کی رائے کو غلط سمجھکر اُسی طرح چلے جاتے تھے یہانتک کہ صبح ہوتے دشمنوں کے سر پر جا پہنچے اور جس طرح کہ چاہتے تھے اُس قوم بیباک سے انتقام لیا - صاحب حبیب السیر نے لکھا ہے کہ وہ لوگ انوار ذوالفقار حیدر کرار کی تاب نہ لاکر ایسے بھاگے جیسے سورج سے چمگادڑ - مولف کشف الغمہ نے لکھا ہے کہ سورہ والعادیات اسی باب میں نازل ہوئی اور حضرت رسول نے اصحاب کو فتح کی بشارت دی - جب علی مراجعت کرکے مدینہ کے قریب پہنچے حضرت نے اصحاب کو امیرالمومنین کے استقبال کے واسطے حکم دیا اور خود اُنکے آگے آگے روانہ ہوئے - اور جب جناب ولایت مآب کی نظر آنحضرت کے چہرۂ مبارک پر پڑی گھوڑے سے اُتر پڑے حضور نے فرمایا کہ اے علی سوار ہو کہ خدا اور رسول خدا تجھ سے راضی ہیں - امیرالمومنین مارے زیادتی خوشی کے رونے لگے - رسول اللہ نے فرمایا اگر مجھے یہ اندیشہ نہوتا کہ طوائف اُمت تیری شان میں وہی بات کہنے لگیں گے جو کچھ نصاریٰ عیسیٰ بن مریم کے بارہ میں کہتے ہیں تو البتہ تیرے حق میں ایسی بات کہتا کہ کسی گروہ پر تو نہ گزرتا مگر یہ کہ خاک تیرے دونو قدموں کے نیچے سے اُٹھاتے اسکے آگے صاحب حبیب السیر یہ اشعار لکھتے ہیں ؎ چنین گفت آں روز خیرالانام - کہ اندیشہ دارم ز بعضے مہام +

وگرنہ حدیثے نہ قدر علی ہمی گفتم از غایت یکدلی ✤ کہ بر ہر کہ کرد سے ز اُمت گزرت نہاد سے بجائے قدمہاشش سر ✤
ز خاک قدمہاش بر داشتے - ازاں آبروے دگر داشتے ✤

(۱۰۹) سریہ علی ابن ابی طالب بطرف یمن

صاحب حبیب السیر نے کشف الغمہ سے نقل کیا ہے کہ غزوہ تبوک کے بعد عمرو بن معدیکرب زبیدی حضرت کی خدمت میں حاضر ہوکر مسلمان ہوا ایک دن ابیہ بن عشعث خشعمی کو جس نے اُسکے باپ کو مارا تھا مدینہ میں دیکھکر گھسیٹتا ہوا آنحضرت کے پاس لایا اور قصاص کا طالب ہوا حضرت نے فرمایا کہ معاف کر دیا اسلام نے اُسکو جو کچھہ جاہلیت میں ہوا اسبات پر عمرو بن معدیکرب مرتد ہو کر اپنے وطن زبید (یمن) کو چلا گیا اور بنی حارث کے ایک گروہ کو اپنے قبیلہ سے ملا لیا - حضرت کو جب خبر ہوئی تو علی مرتضی کو مہاجرین کے ایک گروہ پر امیر بنا کر عمرو اور اُسکی قوم پر بھیجا - اور خالد بن ولید کو ایک فوج کے ساتھ اعراب جعفی پر روانہ کیا - اور مقرر کیا کہ جب دونوں لشکر ملیں تو دونوں لشکروں کے سردار علی ہوں - علی نے خالد بن سعید بن عاص کو اپنی فوج کا ہراول بنایا اور خالد بن ولید نے ابو موسی اشعری کو - جب چند منزل پر پہنچ چکے تو وہ لوگ جنپر خالد کو بھیجا تھا دو فرقے ہو گئے ایک فرقہ یمن کو چلا گیا اور دوسرا بنی زبید سے جا ملا - یہ سنکر علی مرتضی نے خالد کو پیغام بھیجا جہانتک آیا ہے وہیں ٹھیرا رہ جبتک کہ میں نہ آؤں - خالد نے حکم نہ مانا تو علی نے خالد بن سعید کو حکم دیا کہ خالد کے پیچھے بشتابی روانہ ہو - اور جہاں اُس سے ملے وہیں ٹھیرا لے - خالد بن سعید نے ایسا ہی کیا - علی بھی آپہنچے اور خالد کو عدول حکمی پر ملامت کی اور پھر عمرو بن معدیکرب پر چڑھائی کی - عمرو مقابلہ کو آیا لیکن حضرت کے مقابلہ کی تاب نہ لا کر بھاگ نکلا - مسلمانوں نے حملہ کر کے اُسکے بھائی اور بھتیجے کو قتل کیا - اور اُسکی منکوحہ کو مع دیگر عورتوں کے قید کر لیا - پس علی نے خالد بن سعید کو صدقات وصول کرنے کے لیئے وہاں چھوڑا اور حکم دیا کہ جو کوئی بھاگے ہوؤں میں سے واپس آئے اور ایمان لائے تو اُسے امان دینا - اور علی کے واپس آنیکے بعد عمرو بن معدیکرب خالد بن سعید کے پاس آکر مسلمان ہوا اور اُسکے اہل وعیال کی خلاصی ہو گئی - روایت ہے کہ اسی سفر میں فتح وظفر کے بعد امیر المومنین علی نے خمس کی لونڈیوں میں سے ایک لونڈی کو اپنے واسطے اختیار کیا تھا خالد بن الولید نے اس امر کی اطلاع رسول خدا کو لکھی اور وہ مکتوب بریدہ بن الحصیب کے ہاتھ آنحضرت کی خدمت میں روانہ کیا ١؎ بریدہ کہتے ہیں کہ اُسوقت میں علی کو دشمن رکھتا تھا - میں نے وہ مکتوب آنحضرت کے ہاتھ میں دیا اور علی کی شکایت کی سنتے ہی آنحضرت کا چہرہ سرخ ہو گیا اور فرمایا علی کے بارہ میں گمان بد مت کر وہ مجھہ سے ہے اور میں اُس سے ہوں اور وہ ولی تمہارا ہے اور جس کسی کا میں ولی ہوں علی بھی اُسکا ولی ہے علی سے دشمنی نکر اُس سے دوستی رکھ اُسکا حصہ اِس خمس میں اِس کنیز سے زیادہ تھا ٢؎

١؎ اور بریدہ نے لشکر سے پہلے مدینہ میں پہنچکر خالد کے نوشتہ کو آنحضرت کے حوالہ کیا اور جب آنحضرت نے اُس مکتوب کے مضمون سے اطلاع پائی تو رنگ حضرت کا متغیر ہو گیا اور حضرت کا چہرہ مارے غصہ کے سرخ ہو گیا - بریدہ نے کہا کہ یا رسول اللہ اگر ایسے ایسے کام کرنے کی اجازت پائینگے تو مسلمانوں کا تمام مال غنیمت ضایع ہو گا - آنحضرت نے فرمایا افسوس ہے تجھہ پر اے بریدہ تو نے احداث نفاق کیا علی کے بارہ میں - بدرستیکہ مال غنیمت میں سے جو کچھہ مجھکو حلال ہے وہ علی کو بھی حلال ہے اور علی بن ابی طالب سب آدمیوں سے بہتر ہے تجھہ سے بھی اور تیری قوم سے بھی - اور تمام اُمت میں میرے بعد جتنی آدمی ہونگے - اُن سب سے بہتر ہے - اے بریدہ علی کے دشمن رکھنے سے پرہیز کر - ورنہ خدائے تعالی تجھے دشمن رکھے گا - بریدہ کہتے ہیں کہ اُسوقت مجھے یہ آرزو ہوئی کہ زمین پھٹ جائے اور میں سما جاؤں - اور میں نے کہا کہ میں پناہ مانگتا ہوں اللہ کے غصہ سے اور اُسکے رسول کے غصہ سے میرے لئے معافی کی دعا کیجے کہ ابسے ہرگز علی سے عداوت نکرونگا - اور سوای خیر وخوبی کے اُنکی شان میں نہ کہونگا - حضرت رسول اللہ نے میرے واسطے طلب معافی کی اور اسکے بعد سے میں شاہ مرداں کو تمام خلقت سے زیادہ محبوب رکھنے لگا (روضۃ الصفا وحبیب السیر) ٢؎ اکثر مورخین نے اس کنیز کے واقعہ کو بعد میں لکھا ہے حضرت علی دو بارہ یمن بھیجے گئے تھے روضۃ الاحباب میں حضرت علی کا دو دفعہ یمن میں بھیجا جانا لکھا ہے ایک سنہ ۸ھ میں اور ایک سنہ ۱۰ھ

غ

بریدہ کہتے ہیں کہ اُسوقت سے میں علی کو سب سے زیادہ دوست رکھنے لگا (روضۃ الاحباب - روضۃ الصفا حبیب السیر وغیرہ)

(۱۱۰) سنہ ۹ھ کے مختلف واقعات (۱) شعبان سنہ ۹ھ میں حضرت کلثوم بنت رسول زوجہ عثمان نے وفات پائی -
(۲) سنہ ۹ھ کے آخر میں پیغمبر خدا مدینہ ہی میں تشریف رکھتے تھے کہ ہر چہار اطراف سے عرب کے مختلف علاقوں سے وفد تحایف و ہدایا کے ساتھ آنحضرت کی خدمت میں حاضر ہوئے اور جگہ جگہ کے لوگ آ کر مسلمان ہوئے - اور پھر اپنے وطن میں واپس آ کر اسلام کے پھیلانے کی کوششیں کرنے لگے - اکثر باشندگان یمن اور شاہان حمیر نے دین اسلام قبول کیا - اس سنہ میں وفود[۱] کی وہ کثرت ہوئی کہ یہ سال سنۃ الوفود کے نام سے مشہور ہو گیا اور یہی کثرت وفود کی سنہ ۱۰ھ کے شروع تک رہی (۳) اسی سنہ میں صدقات فرض ہوئے - طبری نے ہی لکھا ہے کہ سنہ ۹ھ میں آیہ خذ من اموالہم صدقۃ تطہرہم وتزکیہم نازل ہوئی جس سے مسلمانوں پر صدقات واجب ہوئے[۲] ٭

سنہ ۱۰ھ مطابق سنہ ۶۳۱ء

(۱۱۱) ابو عامر ایک بدوی شاہزادہ قبیلہ عامر بن طفیل بن عامر کا سردار بڑا خوبصورت اور شاہانہ شان و شوکت کا بادشاہ تھا مگر بڑا پرنخوت اور آن طعن کا آدمی تھا - عکاظ کے میلہ میں جو طائف اور نخلہ کے درمیان واقع ہے جہاں سوداگر حاجی اور شاعر عرب کے تمام علاقوں سے آ کر جمع ہوا کرتے تھے اسکا منادی ڈھنڈورا پیٹا کرتا تھا کہ جس کسی کا بار برداری کا جانور درکار ہو یا جو کوئی بھوکا ہو یا جس کسی کو کسی ظالم کی طرف سے خطرہ ہو وہ عامر کے پاس آئے وہ اُسکو جانور دیگا کھانا کھلائیگا اور حفاظت کریگا یا پناہ دیگا - اپنی فیاضی اور عالی حوصلگی کی وجہ سے وہ ہر دل عزیز ہو گیا تھا - آنحضرت کے عروج کو اور خصوصاً مکہ وخیبرہ کی فتوحات کو دیکھکر عامر کو بہت حسد آیا - اور اپنے چچا کے بیٹے اربد کے ساتھ اس ارادہ سے آنحضرت کی خدمت میں حاضر ہوا کہ موقع بنے تو آنحضرت کو قتل کر ڈالے[۳] - مگر جب موقع نہ پایا تو حضرت سے کہا کہ آپ مجھ سے یارانہ اور دوستی کر لیجئے حضرت نے فرمایا کہ جبتک تو مسلمان نہ ہو ہرگز میں تجھ سے دوستی نہیں کر سکتا - عامر بولا کہ اگر میں مسلمان ہو جاؤں تو کیا تم اس بات پر قناعت کروگے کہ تم شہر کے عربوں پر حکومت کرو اور میں صحرائی عربوں[۴] پر - حضرت نے جوابدیا یہ نہیں ہو سکتا - عامر نے کہا پھر مجھے مسلمان ہونے سے کیا فائدہ - حضرت نے فرمایا تمام مسلمان تیرے بھائی ہو جائیں گے - عامر بولا میں ایسے بھائی بننے سے باز آیا اور منہ بنا کر اپنے شہر کی طرف روانہ ہوا مگر راستہ میں وہ طاعون سے اور اربد بجلی سے ہلاک ہو گیا - بعض مورخین نے اس واقعہ کو سنہ ۹ ہجری میں درج کیا ہے ٭

(۱۱۲) وفات ابراہیم اسی سال حضرت کے ۱۵ مہینہ کے صاحبزادے ابراہیم نے وفات پائی جس سے حضرت کو بہت قلق ہوا - عبدالرحمن نے حضرت کو روتا دیکھکر پوچھا کہ کیا آپ نے ہمکو مردوں پر رونے سے منع نہیں کیا ؟ حضرت نے فرمایا نہیں - میں نے تمہیں چیخنے اور چِلّا[ ]نے اور منہ پیٹنے اور کپڑے پھاڑنے کو منع کیا ہے - یہ شیطانی کام ہیں مگر مصیبت پر جو آنسو بہائے جائیں - وہ مرہم دل ہیں - جب ابراہیم کو قبر میں اُتارا تو اُسپر تلقین پڑھی (ایرونگ)

(۱۱۳) روانگی علی بطرف یمن سنہ ۱۰ھ ربیع الثانی یا جمادی الاول میں خالد بن ولید چار سو صحابیوں کے ساتھ اہل یمن یعنی نجران اور اُسکے اطراف و جوانب کی طرف بغرض دعوت اسلام روانہ کئے گئے تھے یہ چھ مہینہ تک وہاں کے لوگوں کو دعوت اسلام کرتے رہے مگر کوئی نتیجہ نہ نکلا بلکہ انکی شکایتیں آنحضرت کی خدمت میں وصول ہونے لگیں (صرف اتنا ہوا کہ اکثر اہل نجران نے اسلام قبول کیا)

---

[۱] وفود کے معنی سفارت - لوگوں کا ایمان لانے کے لئے آنا - [۲] طبری و ابن اسحق و روضۃ الصفا و ابن اثیر وغیرہ [۳] صاحب تاریخ الخمیس لکھا ہے کہ ابو عامر نے کہا کیا آپ مجھے اپنے بعد اپنا خلیفہ بنا جائینگے فرمایا خلیفہ بنانا میرے اختیار میں نہیں ہے بلکہ خدا تعالیٰ کے اختیار میں ہے جسے چاہتا ہے بناتا ہے - پھر ابو عامر نے کہا کہ اچھا آپ شہر کے عربوں پر حکومت کریں میں صحرائی عربوں پر فرمایا یہ بھی نہیں ہو سکتا [۴] ابن خلدون و طبری ٭

تب آنحضرت نے خالد کو معزول کیا اور علی کو ۳۰۰ سو سواروں کے ساتھ یمن کی طرف روانہ کیا اور فرمایا خالد بن ولید کو واپس بھیج دینا۔ اہل یمن سے لڑنا نہیں جبتک وہ نہ لڑیں۔ روانگی کے وقت علی نے کہا کہ یارسول اللہ آپ مجھے اہل کتاب کے ملک میں بھیجتے ہیں میں نو عمر ہوں اور علم قضایا سے بخوبی واقف نہیں ہوں حضرت نے علی کے سینے پر ہاتھ رکھا اور دعا کی بارالٰہا علی کی زبان کو ثبات دے اور اُسکے دل کی رہنمائی کر اور قضاے احکام کے واسطے ایک قاعدہ یہ بتا دیا کہ اے علی جب دو آدمی یا دو گروہ تمہارے پاس فیصلہ کرانے آئیں تو جبتک دونوں فریقوں کے بیان نہ سُن لو صرف ایک فریق کی گفتگو سُنکر فیصلہ نکرنا۔ پھر علم اسلام ہاتھ میں دیکر اور سر پر عمامہ اپنے ہاتھ سے باندہ کر حضرت علی کو رخصت کیا۔ علی نے مقامات یمن میں پہنچکر لوگوں کو جمع کیا بعد حمد و ثناے الٰہی کے آنحضرت کا فرمان پڑھکر سنایا۔ پس قبیلہ ہمدان کے سب لوگ ایک ہی دن میں مسلمان ہوگئے۔ اور علی نے آنحضرت کو اطلاع تحریر کی تو آنحضرت نے سجدۂ شکر ادا کیا اور تین بار "السلام علیٰ ہمدان" ارشاد فرمایا۔ اسکے بعد اہل یمن جوق جوق مسلمان ہوتے گئے اور اُنکے وفود آنحضرت کی خدمت میں حاضر ہونے لگے اور علی تمام اطلاعیں آنحضرت کو دیتے رہے۔ پھر آنحضرت نے جناب علی کو حکم بھیجا کہ قبیلہ نجران سے جزیہ اور مال وصول کرو اور واپس چلے آؤ پس حضرت علی نے اہل نجران سے مال و جزیہ وصول کرکے مراجعت کی اور رسولخدا سے حجۃ الوداع میں درمیان مکہ کے ملاقات کی۔ (ابن خلدون ابوالفدا ابن اثیر۔ روضۃ الاحباب۔ حبیب السیر روضۃ الصفا)

(۱۱۴) حجۃ الوداع سنہ ۱۰ھ ماہ ذیقعدہ کے پانچ دن باقی تھے کہ جناب رسولخدا حج کے واسطے روانہ ہوئے[1] اور ۴ ذی الحجہ کو اتوار کے دن مکہ میں پہنچے ہجرت کے بعد حضرت کا یہی پہلا اور یہی آخری حج ہے۔ اس سفر میں بروایت حبیب السیر و روضۃ الاحباب ایک لاکھ ۱۴ ہزار یا ایک لاکھ ۲۴ ہزار مسلمان حضرت کے ہمراہ تھے۔ تمام امہات المومنین اور جناب فاطمہ بھی ساتھ تہیں۔ اسی سفر میں محمد بن ابوبکر اسماء بنت عمیس سے پیدا ہوئے۔ مورخین میں اختلاف ہے کہ آیا حج اور عمرہ دونوں ساتھ تھے یا صرف تمتع تہا (یعنے بعد عمرہ کے سر منڈانا وغیرہ اور حلال ہو جانا اور بعد ازاں حج کرنا) یا فقط حج ہی تہا۔ کثرت اس بات پر ہے کہ حج اور عمرہ دونوں تھے[2] اور حضرت نے ہمراہ لوگوں کے حج کیا ۞

پس ادہر تو رسول اللہ مدینہ سے مکہ پہنچے اور اُدہر علی نے یمن سے اپنے لشکر سے آگے بڑھکر آنحضرت کو آ سلام کیا۔ اور جو کچھ یمن میں گذرا اور جو کچھ وہاں سے حاصل ہوا تہا آنحضرت سے بیان کیا۔ آنحضرت اُن حالات سے اور علی کی ملاقات سے بہت خوش ہوئے اور پوچھا اے علی تمنے کیا نیت باندہی ہے۔ عرض کی یارسول اللہ مجھے آپنے اپنی نیت تو لکھی ہی

---

[1] صاحب روضۃ الاحباب لکھتے ہیں کہ حضرت نے قبائل اطراف میں اسلام کے نہایت دور دور کے علاقوں میں خبر بھیجی کہ ہمنے حج کا پختہ ارادہ کر لیا ہے جس کسی کا حج کرنے کا ارادہ ہو اُسے چاہئے کہ ہمسے آملے پس بہت سے لوگ مدینہ میں آکر جمع ہوگئے۔ تاکہ اول ہی سے حضرت کے ساتھ چلیں اور مناسک و آداب حج سے واقفیت حاصل کریں۔ اور حضرت علی کو جو یمن میں تھے لکھا کہ ہم حج کو جاتے ہیں ہم سے راستہ میں آملو اور قسم حج سے مطلع نہیں کیا

[2] روضۃ الاحباب میں ہے کہ جب آنحضرت مقام عقیق پر پہنچے تو حج اور عمرہ دونوں کا احرام باندہا اور وقت احرام لوگوں سے فرمایا کہ جس کا جی چاہے حج اور عمرہ دونوں کا احرام باندہے اور جسکا جی چاہے صرف عمرہ کا احرام باندہے ۞ کشف الغمہ میں ہے کہ ذوالحلیفہ میں حضرت نے احرام باندہا تہا اور لوگوں نے بھی حضرت کے ساتھ احرام باندہا ۞ صاحب روضۃ الاحباب لکھتے ہیں کہ موضع سرف میں فرمایا کہ جس کسی کے پاس قربانی کا اونٹ نہ ہو وہ اور چاہے کہ حج کو عمرہ کرلے اُس سے کہو ایسا ہی کرے اور جس کسیکے پاس قربانی کا اونٹ ہو وہ حج کی نیت پر قایم رہے۔ پس جنکے پاس قربانی کے اونٹ نہ تھے بعض نے احرام عمرہ کا باندہ لیا اور حج کی نیت توڑ دی۔ اور بعض احرام حج پر قایم رہے اور جنکے پاس قربانی کے اونٹ تھے وہ احرام حج ہی پر قایم رہے۔ ابوموسیٰ اشعری یمن سے آکر مقام بطحا میں حضرت سے ملے اور کہا یارسول اللہ مینے اپنی نیت کو آپکی نیت سے متعلق کیا ہے۔ لیکن قربانی میرے پاس نہیں ہے فرمایا تو بہی وہی کر جو تیرے یاروں نے کیا ہے ۞ ۞

مینے یہ نیت باندہی ہی کہ بار آلہا جو رسول اللہ نے نیت باندہی ہے وہی میری نیت ہے - اور ۳۴ اونٹنیاں لایا ہوں حضرت نے فرمایا اللہ اکبر ۶۶ میں لایا ہوں اور تو حج اور مناسک اور قربانی میں میرا شریک ہی - پس تو اپنے احرام پہ قایم رہ - اور اپنے لشکر والوں میں واپس جا اور انہیں جلدی میرے پاس لاکر حاضر کر - یہانتک کہ ہم مکہ میں حج ہوں - پس علی اپنے لشکر سے ملے جو قریب آگیا تھا دیکھا کہ ان سب نے کپڑے بدل لئے ہیں جو انکے ساتھ علی کے توشہ خانہ میں تھے - علی نے اُس شخص سے پوچھا جسے نائب چھوڑ گئے تھے کہ ان لوگوں نے کپڑے کیوں بدلے ہیں - عرض کی مینے کپڑے اسواسطے بدلوا دیے ہیں کہ مکہ کے لوگوں میں عزت کے ساتھ جائیں حضرت علی نے فرمایا افسوس ہے - آنحضرت کی خدمت میں پہنچنے سے پہلے ان لوگوں سے کپڑے واپس کرکے توشہ خانہ میں رکھ لے اُس شخص نے ایسا ہی کیا فوج کے کچھ لوگوں نے آنحضرت کے سامنے اس بات کی شکایت کی - حضرت نے فرمایا کہ اے لوگو علی کا شکوہ نکرو وہ خدا کی بات اور خدا کی راہ میں سخت ہے ابہی حضرت یہ فرما رہے تہے کہ باقی لوگوں نے جو پیچھے رہ گئے تھے آنحضرت کے روبرو شکایتوں کے پل باندھ دیے - حضرت نے فرمایا کہ علی کو بُرا نہ کہو وہ خدا کی ذات میں دیوانہ ہے - اور اُسکے دین میں مداہنت کرنیوالا نہیں ہے - پس اُسکے رتبہ کو پہچانو (سوانح عمری حضرت علی مطبوعہ خادم التعلیم پریس لاہور و کشف الغمہ و طبری -)

(۱۱۵) **خم غدیر** الغرض حج و قربانی سے فارغ ہوکر آنحضرت نے ۱۴ ذیحجہ کو مکہ سے مدینہ کی طرف مراجعت کی - اثنائے مراجعت میں جب ۱۸ ذیحجہ کو منزل غدیر خم پر پہنچے جو نواحی جحفہ میں واقع ہے ایسے مقام پر جو بسبب پانی اور چارہ اور سایہ نہونیکے قابل نزول نہ تھا دو پہر کے قریب آنحضرت نے سب کو اُترنے اور مقام کو خس و خاشاک سے صاف کرنیکا حکم دیا - اور سبب نزول صاحب حبیب السیر و کشف الغمہ نے یہ لکھا ہے کہ اس سے پہلے جناب رسالت مآب حسب وحی سماوی مامور ہوئے تھے کہ جناب علی کو اپنی خلافت پر نصب کریں اور وہ حضرت اس معاملہ کے اظہار میں ایسے وقت کے انتظار میں تھے کہ جس میں اختلاف نہ ہو اور جب موضع غدیر خم پہنچے اور معلوم ہوا کہ اس مقام سے چلنے کے بعد گروہ گروہ کے لوگ جدا ہوکر اپنی اپنی منزلوں کو روانہ ہوجائینگے اور ارادۂ ازلی اس بات کا مقتضی تھا کہ وہ تمام لوگ اس بات سے باخبر ہوجائیں - یہ آیت نازل ہوئی یاایہا الرسول بلغ ما انزل الیک (اے رسول استخلاف علی اور نص امامت علی کی بابت جو کچھ تیرے رب کی طرف سے تجھپر نازل ہوا ہے[۱] وہ اُمت کو پہنچا دے اور اگر تو نے ایسا نہیں کیا تو تو نے اُسکی رسالت ہی نہیں پہنچائی - اور اللہ تجھکو لوگوں کی شر سے بچائیگا) پس اس آیت کی تعمیل ضروری ہوئی اور آنحضرت اُس مقام پر اُتر پڑے اور زمین کو صاف کراکے پالان ہائے شتر سے ایک منبر تیار کرایا - اور بلال نے حضرت کے حکم سے آواز لگائی الصلوۃ الجامعہ اور بروایتے حی علی خیر العمل - لوگ جمع ہوگئے رسول اللہ صلعم اُس منبر پر تشریف لیگئے حضرت کے حکم سے علی بہی اوپر چڑھے اور دائیں پہلو میں کھڑے ہوگئے اور آنحضرت نے بعد ادائے حمد و ثنائے باریتعالی اپنے انتقال کی لوگوں کو خبر دی اور فرمایا کہ میں تمہارے درمیان دو امر عظیم چھوڑتا ہوں اور وہ قرآن اور میرے اہلبیت ہیں

---

[۱] تفسیر کبیر - تفسیر در المنثور - تفسیر نیشاپوری - سیرۃ الحلبیہ - [۲] علامہ عباسی لکھتے ہیں کہ اس کا منشا ظاہر یہ تہا کہ قرآن تمہارے واسطے ایسا عمدہ قانون چھوڑتا ہوں جو ضروریات زندگی میں تمہارا سب سے بڑا رفیق ہے اور قرآن کے سمجھانیکے لئے میرے اہلبیت سب سے زیادہ قابل ہیں کہ فیض صحبت نے اُنہیں دوسرے اصحاب سے زیادہ تر فیضیاب بنا رکھا ہے .... زمانہ وفات قریب تہا اس سبب سے مسلمانوں کو آیندہ رہنمائی کے لئے یہ سب باتیں اس طرح کہی گئیں جسطرح مرنیوالے وقتاً فوقتاً وصیت کے طور پر اپنے خیالات ظاہر کرتے ہیں ... - اسمیں کلام نہیں کہ دس بارہ برس کے سن سے ہوش سنبہالنے کے بعد حضرت علی سے ایسے ایسے نمایاں کام ہوئے اور اشاعت اسلام میں ایسی کچھ مدد ملی کہ آنحضرت کے نزدیک یہ بہت زیادہ ممتاز اور پیارے تھے جو خونی تعلق آنحضرت کو اُن کے ساتھ تہا اُس سے قطع نظر کرکے دیکھئے جب بہی مسلمانوں کی جماعت میں حضرت علی سے زیادہ کوئی دوسرا ہمہ صفت موصوف نہ تہا - شجاعت - تہور - راستی - اتقا - دانشمندی - سخاوت - توکل - اسلام کے جان نثار محمد پر جان قربان کرنے والے - جس پہلو سے دیکھو یہ شخص اپنا ثانی نہیں رکھتا تہا - اسکو پیغمبر کا درجہ نہیں ملا ورنہ ہارون نے موسی کے ساتھ اتنا نہیں کیا جتنا علی نے محمد کے ساتھ کیا - انگریزی مورخ بہی اس مرد میدان کے مداح ہیں - بعض مسلمانوں نے علی کی محبت کو جزو ایمان سمجھ رکھا ہے

ہیں کہ اگر ان دونوں سے متمسک رہو گے تو کبھی گمراہ نہ ہو گے اُن میں ایک دوسرے سے بزرگ ہے۔ دیکھو احتیاط رکھنا کہ میرے بعد تم ان دونوں سے کس طرح پیش آتے ہو اور اُنکی رعایت حقوق کس کیفیت سے کرتے ہو اور یہ دونوں ایک دوسرے سے جدا نہ ہونگے یہانتک کہ حوض کوثر پر میرے پاس پہنچیں۔ (انی تارک فیکم الثقلین کتاب اللہ و عترتی (اہلبیتی) ما ان تمسکتم بہما لن تضلوا بعدی و انہما لن یفترقا حتی یردا علی الحوض) پھر فرمایا ایہا الناس کیا میں تمہارے نزدیک تمہارے نفسوں سے اولیٰ نہیں ہوں۔ ہر طرف سے آواز آئی بلا شک آپ ہمارے نفسوں سے اولیٰ ہیں۔ حضرت نے فرمایا کہ جس کے نفس سے میں اولیٰ ہوں علی بھی اُسکے نفس سے اولےٰ ہے اور علی کا ہاتھ پکڑکر اُٹھایا اور اسقدر بلند کیا کہ سفیدی زیر بغل کی نظر آنے لگی اور فرمایا

من کنت مولاہ فہذا علیؑ مولاہ اللہم وال من والاہ و عاد من عادہ و انصر من نصرہ و اخذل من خذلہ و ادر الحق معہ حیث کان (جسکا میں مولا ہوں اُسکا علی بھی مولی ہے۔ بارالہا جو اسکو دوست رکھے اُسکو تو بھی دوست رکھ اور جو اس سے دشمنی کرے تو اُس سے دشمنی کر اور جو اُس کی مدد کرے اُسکی تو مدد کر اور جو اُسے چھوڑ دے تو بھی اُسے چھوڑ دے اور پھر تو حق کو اُسکے ساتھ جہاں کہیں وہ ہو) تین مرتبہ کہکر ارشاد کیا کہ تم حاضرین کو چاہیئے کہ غائبین تک اس خبر کو پہنچاؤ۔ یہ فرماکر منبر سے اُتر آئے اور حضرت امیر المومنین آنحضرت صلعم کے حکم سے ایک خیمہ میں بیٹھے تاکہ گروہ گروہ کے لوگ اُن حضرت کی خدمت میں آکر مبارکباد دیں۔ چنانچہ عمر خطاب نے جناب علی سے کہا بخ بخ یا ابن ابیطالب اصبحت مولائی و مولا کل مومن و مومنۃ (یعنے خوشا حال آپکا اے علی ابن ابیطالب خوشا حال آپکا کہ آپ میرے اور تمام مومن مردوں اور مومن عورتوں کے مولا ہو گئے) مردوں کے بعد امہات المومنین اور دیگر عورتوں نے آنحضرت صلعم کے حکم سے علی کے خیمہ میں جاجاکر مبارکباد دی۔ اسکے بعد لوگ متفرق نہ ہونے پائے تھے کہ آیہ الیوم اکملت لکم دینکم و اتممت علیکم نعمتی و رضیت لکم الاسلام دینا (آج کے دن میں نے تمہارے لئے دین کو کامل کر دیا اور تمہارے اوپر نعمت کو تمام کر دیا اور تمہارے لئے دین اسلام کو پسند کیا) نازل ہوئی پس حضرت نے فرمایا اللہ اکبر دین کے کامل اور نعمت کے تمام ہونے پر اور میری رسالت اور علی کی ولایت سے خدا کے خوشنود ہونے پر (در المنثور سیوطی۔ حبیب السیر و کشف الغمہ) اسوقت زوال آفتاب شروع ہو گیا تھا حضرت منبر سے اُترے موذن نے اذان کہی اور حضرت نے نماز ظہر بہ جماعت ادا فرمائی[1] (کشف الغمہ۔ روضۃ الصفا۔ حبیب السیر۔ روضۃ الاحباب۔ اشعۃ اللمعات شرح مشکوٰۃ۔ خصائص نسائی۔ در المنثور۔ جامع الصغیر۔ نزل الابرار۔ اسنی المطالب فی مناقب علی ابن ابیطالب۔ بدیہۃ ارجح المطالب۔ مطالب السئول۔ ینابیع المودت) اسکے بعد آنحضرت مدینہ میں واپس تشریف لائے ✢

(١١٦) **الحاق یمن** حجۃ الوداع سے واپسی کے وقت آنحضرت کو خبر پہنچی کہ باذان حاکم یمن نے وفات پائی جو بوجہ مسلمان ہو جانے کے اپنی یمن کی حکومت پر بلا شرکت غیرے بحال رکھا گیا تھا۔ اُسکی وفات پر آنحضرت نے یمن کو مختلف صوبوں میں تقسیم کر دیا۔ (١) صنعاء میں باذان کے بیٹے شہر کو گورنر بنایا (٢) علاقہ ہمدان میں عامر بن شہر ہمدانی (٣) مارب میں ابو موسیٰ اشعری (٤) جند میں یعلی بن اُمیہ (٥) عک اشعر میں طاہر بن ابی ہالہ (٦) نجران و زمع و زبید کے درمیانی علاقہ میں سعید بن عاص (٧) نجران میں عمرو بن حزم (٨) حضرموت میں زیاد بن ولید (٩) سکاسک و سکون میں عکاشہ بن ثور

[1] انسان العیون۔ نور الابصار اور ارجح المطالب میں تفسیر ثعلبی سے لکھا ہے کہ اس موقع پر ایک شخص حارث بن نعمان فہری نے آنحضرت پر اعتراض کیا اور گمان کیا کہ من کنت مولاہ فعلیؑ مولاہ آنحضرت نے بغیر حکم خدا اپنی طرف سے خواہش نفسانی سے محبت علی میں فرمایا ہے اور خدا سے سوال کیا کہ اگر درحقیقت رسول اللہ نے تیرے حکم سے ایسا کیا ہے تو مجھ پر آسمان سے پتھر برسا اُسیوقت اُسکے سر پر ایک پتھر آکر پڑا کہ دُبر سے نکل گیا اور وہ ہلاک ہو گیا۔ اُسیوقت آیہ سأل سائل بعذاب واقع نازل ہوئی۔ نزہت المجالس میں بھی تفسیر قرطبی سے اس واقعہ کو لکھا ہے مگر نام نضر بن حارث لکھا ہے ✢ ✢

گورنر مقرر کئے گئے (ابن خلدون) ۰۰
ابن خلدون لکھتا ہے کہ اس واقعہ سے پہلے عدی بن حاتم بنی طے کے اور اسد اور مالک بن نویرہ بنی حنظلہ کے اور علی ابن ابیطالب بنی نجران کے اور علا حضرمی بحرین کے صدقات وجزیہ وصول کرنے کو بھیجے گئے تھے اور بنو سعد کا صدقہ انہیں میں سے دو شخصوں پر تقسیم کر دیا گیا تہا۔ انہیں سے علی بن ابیطالب نجران سے صدقات وصول کرکے حجۃ الوداع میں آکر شریک ہوگئے تھے

(۱۷) کثرت وفود

عرب دراصل عرب کے سب سے بڑے قبیلہ قریش کے اسلام ومخالفت کا انتظار کر رہا تہا اور بغور دیکھ رہا تہا کہ آنحضرت اور قریش میں کیا نبٹتی ہے۔ کیونکہ قریش تمام عرب کے سردار انکے ہادی انکے بیت اللہ اور معبد کے مجاور اور قومی اور ملکی روایت کے اعتبار سے حضرت اسمعیل کی اولاد سے تھے۔ عرب کا کوئی قبیلہ انکے سردار اور ہادی ہونے اور حضرت اسمعیل کی اولاد میں ہونے سے انکار نہیں کرسکتا تہا۔ چونکہ قریش آنحضرت کی مخالفت پر کمربستہ اور آپ سے لڑنے پر ستعد رہتے اور آپ کے دین کے صریحی دشمن ہوگئے تھے اسوجہ سے تمام عرب میں ایک شور مچا ہوا تھا۔ لیکن جب اللہ جل شانہ کی عنایت سے مکہ فتح ہوا اور قریش نے اسلام قبول کرلیا تو اسوقت عرب کو معلوم ہوگیا کہ اب نہ کسیکو آنحضرت سے لڑنے کی طاقت ہے اور نہ کوئی انکی مخالفت میں کامیاب ہوسکتا ہے۔ بایں لحاظ عرب گروہا گروہ بعد فتح مکہ آکر مشرف باسلام ہونے لگا۔ جیسا کہ اللہ تعالی نے فرمایا ہے اذا جاء نصر اللہ والفتح ورایت الناس یدخلون فی دین اللہ افواجا فسبح بحمد ربک واستغفره انه کان توابا[۱]۔ چنانچہ سنہ ۹ھ میں بعد غزوہ تبوک سب سے پہلے بنی تمیم کا وفد آیا اور یہ سب مسلمان ہوا (آنحضرت کا قاعدہ تہا کہ آپ وفود کی عزت کیا کرتے اور رخصت کے وقت صلہ مرحمت فرماتے تھے) پھر ملوک حمیر کا وفد آیا اور مسلمان ہوا۔ پھر بہرا کا وفد جسمیں تیرہ آدمی تھے سب مسلمان ہوئے۔ اسکے بعد بنو البکا۔ بنو فزارہ کے وفد اور عدی بن حاتم بنی طے کا وفد ہوکر یکے بعد دیگرے آکر مسلمان ہوئے۔ اسی سال بنو سعد اور بنو قضاعہ کے وفود آکر مسلمان ہوئے۔ اسی سال فیروز دیلمی خواہرزادہ نجاشی خدمت میں حاضر اور مشرف باسلام ہوا ۰۰

سنہ ۱۰ھ میں خالد بن ولید (جو نجران کی طرف بھیجے گئے تھے) آنحضرت کی تحریر کے موافق بنو حرث بن کعب کے وفد کے ساتھ مدینہ کو آئے اس وفد میں قیس بن الحصین اور یزید بن عبد المدان اور پانچ شخص اور تھے۔ ذیقعدہ سنہ ۱۰ھ کے شروع میں جب یہ لوگ مدینہ سے نجران کو واپس ہوئے تو آپ نے انپر قیس بن حصین کو سردار مقرر فرمایا اور ان کے پیچھے عمرو بن حزم نجاری کو بغرض تعلیم فرایض وسنن نجران کا عامل بناکر روانہ کیا۔ اور چلتے وقت یہ نصیحتیں فرمادیں (ہمیشہ حق پر چلنا جیسا اللہ جل شانہ نے حکم دیا ہے۔ لوگوں کو نیکی کرنے کا حکم دینا۔ قرآن کی تعلیم دینا اور اس کے معانی کے سمجھنے کا طریقہ بتانا۔ اور لوگوں کو منع کرنا کہ کوئی شخص قرآن کو ہاتھ نہ لگائے مگر یہ کہ وہ طاہر ہو۔ اور عام طور سے انکے منافع ومضرات سے مطلع کرتے رہنا۔ راہ راست پر چلنے میں لوگوں سے نرمی کرنا اور ظلم کرنے کی حالت میں انپر سختی کرنا کیونکہ اللہ جل شانہ نے ظلم کو حرام کیا ہے اور اسکے کرنے سے روکا ہے۔ آدمیوں کو جنت کی بشارت دینا اور اسکے ملنے کے اعمال بتانا۔ دوزخ سے ڈرانا اور اس سے بچنے کی تدبیر سکہانا۔ لوگوں کو ملائے رکھنا تاکہ اشاعت دین ہو اور لوگ برضا ورغبت دین اسلام قبول کریں۔ حج وعمرہ کے فرایض وسنن اور جسکا اللہ جل شانہ نے حج وعمرہ میں حکم دیا ہے اسکو بتلانا۔ نماز کی تعلیم کرنا اس طرحپر کہ کوئی شخص ایک کپڑا چھوٹا پشت پر ڈالکر نماز نہ پڑہے مگر یہ کہ وہ اسقدر بڑا ہو کہ اسکے دو کنارے دونوں مونڈہوں کو ڈہانک لیں۔ اور کوئی شخص آسمان کے نیچے اپنی شرمگاہ کو نہ کھولے رکھے اور بغیر اللہ جلشانہ سے دعا کی جاوے اور اسی سے مدد مانگی جاوے۔ کوئی شخص اپنی ہمجنس مخلوقات سے دعا نہ مانگے اور جو شخص اس سے باز نہ آئے

[۱] اے پیغمبر جبکہ خدا کی مدد اور فتح آپہنچی اور تم نے لوگوں کو دیکھ لیا کہ لوگ دین خدا میں جوق جوق داخل ہو رہے ہیں تو اپنے پروردگار کی حمد وثنا کیساتھ اسکی تسبیح وتقدیس میں مشغول ہوجاؤ اور اس سے معافی مانگو بیشک وہ بڑا توبہ قبول کرنیوالا ہے (اکثر مفسرین نے اس آیت میں فتح سے فتح مکہ مراد لی ہے) ۰۰

اور اللہ جل شانہٗ کی طرف رجوع نہ کریں تو چاہئے کہ اُسکی گردن تلوار سے اُڑا دی جائے۔ تاآنکہ اللہ جل و علا ذکرہٗ سے ڈرایا جائے۔ اور لوگوں کو وضو پورا کرنے اور وقت پر نماز پڑھنے رکوع و سجود کو پورے اطمینان سے کرنے کی تعلیم دینا۔ اور ہمیشہ نماز صبح شب کے آخری اندھیرے میں اور ظہر بعد زوال آفتاب اور نماز عصر جسوقت سایہ اصلی سے سایہ بڑھ جاوے اور مغرب رات کے آتے ہی ستارے نکلنے سے پہلے اور عشا اول ثلث شب میں پڑھنا اور تعلیم دینا اور جمعہ میں بعد اذان کل کاروبار چھوڑ کر مسجد جانے اور غسل کرنے کا حکم دینا۔ خمس و صدقہ و زکوۃ مؤمنین سے لینا۔ جو یہودی یا عیسائی سچے دل سے ایمان لائے اور دین اسلام قبول کرے تو اسکے حقوق وہی ہونگے جو اور مسلمانوں کے لئے ہیں اور جو یہودی یا نصرانی یا اور کسی مذہب کا پابند ہو مرد ہو یا عورت آزاد ہو یا غلام اُس سے جزیہ ایک دینار یا اُسکی عوض کپڑا وغیرہ لینا۔ پس جو شخص یہ جزیہ ادا کر دیگا وہ اللہ اور رسول کی ذمہ داری میں رہیگا۔ اور جو شخص اسکے دینے سے انکار کریگا۔ وہ اللہ اور اُسکے رسول اور کل مؤمنین کا دشمن ہے"۔

رمضان سنہ مذکور میں بنی غسان اور بنی عامر کی وفد آکر مسلمان ہوئے۔ شوال میں سلامان۔ ازد اور جرش کے وفد آکر مسلمان ہوئے اسی سال ہمدان کا قبیلہ سارا علی کے ہاتھ پر ایک دن میں مسلمان ہو گیا جیسا کہ لکھا گیا۔ اسی سال بنی مراد اور بنی [illegible] کے وفد آکر اسلام سے مشرف ہوا۔ اسی سنہ میں بنو حنیفہ کا وفد آیا جس میں مسیلمہ بن ثمامہ بن کبیر بن حبیب کذاب اور طلق بن علی بن قیس اور رجال بن عنفوہ اور سلمان بن حنظلہ اُسکا سردار تھا۔ یہ مدینہ میں پہنچکر مسلمان ہو گئے چند روز ٹھیرے رہے اور ابی بن کعب سے قرآن سیکھتے رہے رجال اور طلق وغیرہ اکثر آنحضرت کی خدمت میں آتے اور مسیلمہ اپنی جائے قیام پر باجازت آنحضرت بغرض حفاظت اسباب رہتا تھا۔ پھر جب یہ سب یمامہ میں واپس آئے تو مسیلمہ نے نبوت کا دعوی کیا اور طلق نے اس امر کی شہادت دی کہ رسول اللہ صلعم نے مسیلمہ کو اپنا شریک بنایا ہے۔ اکثر آدمی اس فتنہ میں پڑ گئے جیسا آگے بیان ہوگا۔ اسی سال کندہ کا وفد آیا جسکا سردار اشعث بن قیس تھا مسلمان ہوئے اسی سال کنانہ کے وفد کے ساتھ حضر موت کا وفد بھی آیا۔ اور وائل بن حجر حضرمی بھی انہیں ایام میں حاضر خدمت ہوا یہ سب مشرف باسلام ہوئے۔ اسی سال بنی محارب کا اور بنی رہا سے الرہا کا وفد آکر مسلمان ہوا۔ اسی سنہ میں حضرموت سے صدف کے وفد نے حجۃ الوداع میں آکر اسلام قبول کیا۔ طبری کہتا ہے کہ عدی بن حاتم کا وفد بھی اسی سنہ میں آیا تھا۔ اسی سنہ میں خولان اور طے کے وفد آکر مسلمان ہوئے۔ (ابن خلدون)

(۱۱۸) مباہلہ — رسول خدا نے نجران کے عیسائیوں کے پاس دعوت اسلام کا خط بھیجا۔ اُنہیں سے ستر یا تیس یا چودہ شخص آنحضرت کی خدمت میں حاضر ہوئے تاکہ حضرت کا حال تحقیق کریں۔ عبد المسیح جسکا لقب عاقب تھا اس وفد نجران کا سردار تھا اور اہل نجران کا امیر اور خداوند رائے اور صاحب مشورہ تھا۔ ایہم جسے سید کہتے تھے یہ صاحب الرجال اور متبع اس گروہ کا تھا۔ ابو الحارثہ بن علقمہ مدرس اور عالم اس جماعت کا تھا اور یہی اسقف تھا یہ لوگ مناظرہ کرنے لگے اور اسلام قبول کرنے سے انکار کیا اسپر رسول خدا نے کہا کہ اگر تم سچے ہو تو مجھ سے مباہلہ کرو (جسکا ذکر آیہ مباہلہ سورہ بقر میں خدا نے کیا ہے) پس ۲۴ ذیحجہ تاریخ مباہلہ قرار پائی۔ رسول خدا اس قرارداد کے موافق علی اور اُنکے دونو بیٹوں حسن اور حسین اور بی بی فاطمہ کو گھر سے لیکر

۱؎ ابن خلدون نے لکھا ہے کہ اسی سنہ میں نصارائے نجران کا وفد آیا جسمیں ۶۰ سوار اور اُنکا سردار عاقب عبد المسیح کندہ سے اور اُنکا اسقف ابو حارثہ بنی بکر بن وائل سے اور سید ایہم تھا۔ ان لوگوں نے مسجد نبوی میں داخل ہو کر دینی امور میں بحث و مباحثہ شروع کیا۔ اسی اثنا میں سورہ آل عمران کے شروع کی آیات اور آیہ مباہلہ نازل ہوئی۔ نصارائے نجران نے مباہلہ کرنے سے گریز کیا۔ اور آنحضرت نے اُنکی استدعا کے بموجب اُنسے صلح کر لی اُنہوں نے جزیہ دینا قبول کیا۔ ابو عبیدہ بن جراح اُنکے عامل مقرر کرکے اُنکے ہمراہ روانہ کئے گئے۔ اسکے بعد عاقب و سید نے آکر اسلام قبول کیا۔ ۲؎ مباہلہ یعنی

نکلے اور اُنکو سمجھانے لگے کہ جب میں دعا کروں تو تم آمین کہتے جانا - جب اسقف نے ان پانچوں تنو نکو دیکھا تو پوچھا کہ یہ محمدؐ کے ساتھ چار آدمی کون کون ہیں جب اُسے معلوم ہوا کہ حضرت کا داماد بیٹی اور نواسے - علی - فاطمہ اور حسنین ہیں تو بہت گھبرایا اور کہا کہ ہم آپ سے مباہلہ نہیں کرینگے اور اپنے لوگوں سے کہا کہ اگر ہم مباہلہ کرینگے تو ہم سب ہلاک ہونگے اور ایک نصرانی بھی روئے زمین پر باقی نہیں رہیگا - اور ابن اثیر کے موافق یہ کہا کہ یہ صورتیں تو وہ صورتیں ہیں کہ اگر خدا سے پہاڑوں کے اُکھڑ جانے کی دعا کریں تو خدا پہاڑوں کو اُنکی جگہ سے اُکھاڑ دے - پس وہ لوگ مباہلہ سے باز رہے اور چالیس چالیس درہم کے دو ہزار حلے دینے کر کے صلح کر لی اور حضرت نے اُنکو اپنی حمایت میں لیلیا - مگر جب حضرت عمرؓ نے اپنے عہد میں نصاریٰ کو حجاز سے جلاوطن کیا تو نصاریٰ نجران بھی کوفہ اور شام کی طرف جلاوطن کئے گئے ✣ صحیح مسلم میں لکھا ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی قل تعالوا ندع ابناءنا الخ تو آپ نے علی فاطمہ حسن اور حسین کو بلایا اور فرمایا یا اللہ یہ میرے اہل بیت ہیں[۵۴] - اس موقع پر صاحب حبیب السیر نے یہ اشعار رقم کئے ہیں[۵۵]

چو جستیم نصارا و اہل عناد	بر آں پنج عالی گہر او فتاد ✣	چنیں گفت اسقف کہ ایں پنج فرق	کہ مانا بشاں نیست در غرب و شرق
چو خواہش از کردگار جہاں	کہ ایں کوہ را بر کند از میاں	شود آں دعا در زماں مستجاب	ز نفرین ایشاں کنید اجتناب
شنیدم کہ در گرد آں پنج شمع	کہ در سایہ پروردہ بودند جمع	چو پروانہ میگشت روح الامین	کہ ای پادشاہان دنیا و دین
	دریں سایہ گر جائی باشد مرا	کنم سر فرازی بہر جہت سرا	

نصاریٰ نجران نے چلتے وقت حضرت سے امین مانگا حضرت نے ابو عبیدہ کو امین مقرر کیا - اور اسکے تھوڑی عرصہ بعد اہل نجران مسلمان ہوگئے - تفسیر کشاف میں لکھا ہے کہ یہ آیت ایسی دلیل ہے کہ اس سے قوی تر کوئی دلیل فضیلت آل عبا پر نہیں ہے

(۱۱۹) اسود عنسی اس کا نام عبہلہ بن کعب اور لقب ذو الخمار تھا شیریں کلامی شعبدہ بازی اور کہانت میں اپنا نظیر نہیں رکھتا تھا شیریں کلامی اور تالیف قلوب سے لوگ بہت جلد اُس سے مانوس ہو جاتے تھے کہف حناد میں پیدا ہوا اور وہیں نشو و نما پاکر بڑا ہوا تو نبوت کا دعوےٰ کیا - مذحج و نجران والوں نے سمعاً و طاعتاً اُسکی تحریر کو قبول کر لیا - چنانچہ نجران والوں نے مجتمع ہو کر مسلمان عاملوں عمرو بن حزم اور خالد بن سعید کو نکالدیا اور شہر اسود کے حوالہ کر دیا اور قیس بن عبد یغوث نے دفعتاً حملہ کر کے فروہ بن مسیک کو جلاوطن کر دیا جو بنی مراد پر آنحضرت کی طرف سے عامل تھے - اسکے بعد اسود عنسی نے سات سو سواروں کو لیکر صنعاء پر چڑھائی کی اور شہر بن باذان شکست کھا کر مارا گیا - اسود نے اُسکی بیوی سے شادی کر لی اور تمام علاقہ مابین صنعا و حضرموت پر اعمال طائف تک اور عدن کی طرف سے بحرین تک قابض ہوگیا - اس واقعہ سے اکثر اہل یمن مرتد ہوگئے - عمرو بن معدیکرب جو مسلمان ہو چکا تھا خالد بن سعید سے جدا ہو کر اسود سے جا ملا اور اسود نے اُسے مذحج کا سردار بنا دیا - اسود کے لشکر کا ایک سردار فالہ اور دوسرا قیس بن عبد یغوث مرادی تھا اور ابناء پر اُس کی طرف سے فیروز اور دادویہ حکمرانی کر رہے تھے غرض جب یمن میں بغاوت عام پھیل گئی تو آنحضرت کے عامل جابجا چھپے اور عمرو بن حزم اور خالد بن سعید نے مدینہ میں آکر آنحضرت سے بیان کیا آنحضرت نے سب کی گوشمالی کے واسطے جس طرح ممکن ہوا ایک خط لکھکر ایک قاصد کی معرفت ابو موسیٰ و معاذ اور طاہر کے پاس جو اس ہنگامہ میں چھپ گئے تھے بھیجا - اسمیں لکھا کہ جس طرح ممکن ہو قبیلۂ حمیر و ہمدان سے مدد لیکر اسود عنسی کو قتل کرو ✣

(بقیہ نوٹ ۱۶۱) یہ ہیں کہ دو شخص جو آپس میں کسی امر پر نزاع رکھتے ہوں اپنی اپنی اولاد اور عورتوں کو ہمراہ لیکر میدان میں جائیں اور ایک جا ہو کر بہ مبالغہ تمام خدا کی درگاہ میں دعا کریں کہ جھوٹے پر خدا کی لعنت نازل ہو اور خدا اُس کو تباہ کرے [۵۳] دیکھو حبیب السیر روضۃ الصفا تفسیر کشاف وغیرہ آیہ مباہلہ [۵۴] یہ عہدہ آجکل کے پولیٹکل ایجنٹ کے موافق تھا [۵۵] روضۃ الاحباب میں ہے کہ پہلے مسلمان ہوا تھا پھر مرتد ہو کر نبوت کا دعویٰ کیا ✣ ✣ ✣

فیروز جسکے چچا کی بیٹی شہر کی بیوی کو اسود نے اپنے گھر میں ڈالا تہا اور جو بعض مورخین کے نزدیک خواہرزادہ نجاشی تہا اور سنہ ۹ھ میں مسلمان ہوا تہا اسود کی حرکتوں سے جلتا تہا - ادہر قیس بن عبد یغوث اسود کی نخوت سے پیچ و تاب کھاتا تہا - رسول اللہ کے عاملوں نے ان دونوں کو اپنے سے ملالیا - اسود کو قیس اور فیروز کی بددلی کی خبر ہوئی تو اُنہیں چشم نمائی کی یہ لوگ روپوش ہو گئے اور پوشیدہ مراسلت اُسکی بیوی آزاد سے جو اسود کی جان کی دشمن تہی جاری رکھی ایک روز موقع پاکر رات کو فیروز اور قیس اسود کے گھر میں نقب لگا کر گھس گئے - اور اُسکو پکڑ کر ذبح کر ڈالا اسود نے زور سے خرخراہٹ کی آواز نکالی - دربانوں نے پوچھا کیا معاملہ ہے آزاد نے کہا حضرت نبی پر وحی نازل ہو رہی ہے - صبح ہوئی تو محمدی جھنڈا شہر پر لہرا رہا تہا منادی کی گئی کہ اسود عنسی مارا گیا - اور صنعاء و نجران مرتدین مبتدعین سے خالی ہو گیا - آنحضرت کے عمال جیسا کہ پہلے تہے اپنے اپنے علاقوں میں چلے آئے اور صنعاء کے عامل معاذ بن جبل مقرر ہوئے اس واقعہ سے فراغت پاکر ان لوگوں نے ایک قاصد آنحضرت صلعم کی خدمت میں روانہ کیا - لیکن اُسکے پہنچنے سے پہلے بذریعہ الہام آپ کو خبر ہو گئی اور آپنے یہ فرمایا کہ "شب گذشتہ کو اسود مارا گیا اُسکو ایک مرد مبارک فیروز نامی نے قتل کیا ہے" جب وہ قاصد مدینہ میں آیا تو حضرت کا انتقال ہو چکا تہا اسود مذکور آنحضرت کی وفات سے ایک رات اور ایک دن پہلے مقتول ہوا تھا - چار مہینہ کے اندر اس کی ابتدا ہوئی اور انتہا ہوئی - (ابن خلدون و ابوالفدا)

(۱۲۰) دیگر مدعیان نبوت | صاحب روضۃ الاحباب لکھتے ہیں کہ حجۃ الوداع سے واپس آکر حضرت علیل ہو گئے یہ علالت غیر مرض موت الیہ تہی - اور جب حضرت کی علالت کی خبر اطراف و جوانب میں پہنچی تو بعض لوگوں نے نبوت کا دعوی کیا مثلاً بنی حنیفہ میں مسیلمہ کذاب اور بنو اسد میں طلیحہ بن خویلد اور اسود عنسی اور سجاح بنت حارث تمیمیہ +

علامہ ابن خلدون لکھتے ہیں کہ حجۃ الوداع کے بعد اسود عنسی کے زمانہ خروج میں مسیلمہ کذاب یمامہ میں اور طلیحہ بن خویلد بنو اسد میں مدعی نبوت ہوئے آنحضرت نے نامہ و پیام سے اُنکا مقابلہ کیا اور اپنے اُن عمال کو جو اسلام پر ثابت قدم رہے مسیلمہ و طلیحہ پر جہاد کرنے کو لکھا اسود کے ساتھ جو کچھ واقعات پیش آئے وہ لکھے جا چکے - باقی رہے مسیلمہ اور طلیحہ - اُنکی سرکوبی کو ہر طرف سے عرب کا اسلامی لشکر نکل پڑا - مسیلمہ کا ایک خط آنحضرت کی خدمت میں آیا جس میں اُس نے لکھا کہ مسیلمہ رسول اللہ کیطرف سے محمد رسول اللہ کو بعد سلام علیک کے معلوم ہو کہ میں تمہارے کام میں تمہارا شریک ہوں پس آدہی زمین میری اور آدہی آپکی - جواب میں آنحضرت نے لکھا بسم اللہ الرحمن الرحیم محمد رسول اللہ کیطرف سے مسیلمہ کذاب کو - سلام اُس شخص پر ہو جو ہدایت کا تابع ہو - سمجھا یاد رکھ کہ زمین اللہ کی ہے جسکو اپنے بندوں میں سے چاہے اُسکا مالک بنائے اور بہلائی آخرت سے ڈرنیوالوں کے لئے ہے[۱] +

(۱۲۱) نزول سورۂ ہل اتیٰ | ۲۵ ذیحجہ سنہ ۱۰ھ کو صاحب شہید اسلام نے نزول سورۂ ہل اتیٰ[۲] لکھا ہے مگر مصنف انکا یہ لکھتے ہیں

[۱] طبری نے لکھا ہے کہ یہ واقعہ آنحضرت کی حجۃ الوداع سے واپسی کے بعد کا ہے طلیحہ نے صلح کا پیغام بہیجا پہر بعد انتقال جو کچھ واقعات مسیلمہ و طلیحہ پر گذرے وہ آیندہ بیان ہونگے [۲] کتب تفاسیر میں سورۂ ہل اتیٰ کی آیہ ویطعمون الطعام علی حبہ مسکیناً و یتیماً و اسیرا کی تفسیر میں لکھا ہے کہ ایک دفعہ حسن و حسین بیمار ہوئے علی فاطمہ اور اُنکی کنیز فضہ نے نذر مانی کہ اگر یہ اچھے ہو جائیں گے تو ہم تین روزے رکھیں گے - وہ اچھے ہو گئے تو روزے رکھنے شروع کئے مگر کھانے کو کچھ بھی نہ تہا - علی نے شمعون خیبری یہودی سے تین صاع جو قرض لئے فاطمہ نے ایک صاع پیسکر پانچ روٹیاں پکائیں اور شام کو روزہ کھولنے کے لئے وہ روٹیاں لیکر یہ پانچوں آدمی بیٹھے کہ اتنے میں ایک مسکین نے آواز دی اُنہوں نے وہ پانچوں روٹیاں اُسکے حوالہ کر دیں اور پانی سے افطار کر کے سو رہے دوسرے دن اسی طرح پہر جب کھانے بیٹھے تو ایک یتیم نے آواز دی اور اُسکو وہ روٹیاں دیدی گئیں اور تیسرے دن ایک اسیر افطار کے وقت آگیا پانچوں روٹیاں اُسے دیدیں - پس جبرئیل آنحضرت کے پاس سورہ دہر لیکر نازل ہوئے اور کہا اے محمد اللہ تعالی نے یہ آپکے اہل بیت کی شان میں نازل کی ہے - (بیضاوی) [۳] اسی طرح آنحضرت کے زمانہ حیات ہی میں طائف کے رئیس ذوالکلاع نے نمرود کی طرح خدائی کا دعوی کیا کہ لوگ

دیکھیے اس تاریخ کے قبول کرنے میں تردد ہے ۱۸ ذیحجہ تک حضرت رسول مع حضرت علی مقام خم میں تھے ۲۵ ذیحجہ تک حضرت کا مدینہ میں پہنچنا مشکل تھا۔ حسنین کا بیمار ہونا۔ نذر کا جانا۔ صحت پانا۔ اور ایفاء عہد سب کچھ ۱۸ سے ۲۵ تک ہو گیا ہو اس کتاب کا مؤلف کہتا ہے کہ ۲۵ ذیحجہ کی تاریخ تو صحیح ہے اکثر علماء نے لکھی ہے مگر سنہ ۱۰ھ سے پہلے کسی اور سنہ کا واقعہ ہے غالباً سنہ ۹ ہجری کا واقعہ ہوگا ◆

سنہ ۱۱ ہجری مطابق سنہ ۶۳۲ عیسوی

(۱۲۲) تجہیز جیش اسامہ روضۃ الاحباب اور مدارج النبوۃ میں لکھا ہے کہ ۲۶ صفر سنہ ۱۱ھ یوم دوشنبہ کو آنحضرت نے لوگوں کو حکم دیا کہ روم سے جنگ کرنے کے واسطے لشکر تیار ہو جائے اور دوسرے دن اسامہ بن زید بن حارثہ کو طلب کیا اور فرمایا میں تمہکو اس لشکر کا امیر بناتا ہوں نواحی اُبنیٰ میں جا کہ جہاں تیرا باپ مارا گیا ہے رومیوں پر تاخت کر اور اُنکے علاقہ کو پھونک دے۔ اور استعجال جلدی جا کہ تیرے پہنچنے سے پہلے اُنکو خبر نہ ہو۔ اسی فکر میں تھے کہ ۲۸ صفر کو چہارشنبہ کے روز آنحضرت کو وہی مرض لاحق ہوا جس سے انتقال فرمایا یعنے تپ اور دردِ سر۔ مگر باوجود مرض دوسرے دن جمعرات کو اپنے دست مبارک سے ایک لواء اُسکے واسطے ترتیب فرمایا۔ پس اسامہ لواء لیکر باہر گیا اور بریدہ بن الحصیب کو اپنا علمدار بنایا اور مقام جُرف پر جو مدینہ سے تین میل بجانب شام واقع ہے جا کر مقام کیا تاکہ لشکر وہاں آکر جمع ہو جائے۔ اور حکم عالی یوں صادر ہوا کہ اعیان مہاجر و انصار مثل صدیق اکبرؓ عمر فاروقؓ اور عثمان ذوالنورین اور سعد بن ابی وقاص، ابو عبیدہ بن جراح۔ سعید بن زید اور قتادہ بن النعمان اور سلمہ بن اسلم کے اُسامہ کی ماتحتی میں روانہ ہوں مگر علی مرتضیٰ کو ہمراہ نکیا اپنے پاس ٹہرا رکھا۔ یہ بات لوگوں کو ناگوار گذری کہ ایک غلام کو اکابرین مہاجرین و انصار پر امیر بنا گیا اور مجلسوں میں ان باتوں کا ذکر کرتے تھے جب یہ خبر پیغمبر خدا کو پہنچی کمال رنجیدہ اور غضبناک ہوئے۔ اور باوجود تپ اور دردِ سر کے عصابہ سرِ مبارک پہ باندھکے گھر سے باہر آئے۔ منبر پر تشریف لائے اور بعد حمد و ثنائے الٰہی ارشاد فرمایا[۱] اے لوگو میں نے اسامہ کو جو تمہارا امیر بنایا تم اُس سے انحراف کرتے ہو اور اُسکے باپ کی امارت میں بھی غزوہ موتہ کے موقع پر اعتراض کرتے تھے یہ کیا بات ہے۔ قسم خدا کی کہ وہ سزاوار ہے امارت کا اور اُسکا باپ بھی سزاوار امارت تھا زید محبوب ترین مردم سے تھا مجھکو۔ اور اسامہ بھی مجھکو دوست ترین مردم سے ہے اُسکے بعد۔ اور یہ دونو مظنہ جمیع خیرات ہیں۔ پس وصیت میری اُسکے بارہ میں نیکی کے ساتھ قبول کرو۔ اور اُسکے ساتھ نیکی بجالاؤ کہ وہ تمہارے اخیار میں سے ہے۔ اسکے بعد منبر سے اُترے اور دولتسرا میں تشریف لیگئے۔ کہتے ہیں کہ اسامہ کی عمر اسوقت ۱۸ یا ۱۹ سال کی تھی۔ یہ واقعہ شنبہ کے روز کا ہے[۱] الغرض جو مسلمان کہ اسامہ کے ساتھ جانیوالے تھے آتے تھے اور حضرت سے وداع ہوکر لشکرگاہ میں چلے جاتے تھے۔ اور اُس روز بیماری آنحضرت کی اور دنوں سے زیادہ تھی اور فرماتے تھے کہ اسامہ کے لشکر کو روانہ کرو۔ یکشنبہ کو آنحضرت کے مرض نے اور بھی شدت پکڑی اور اسامہ اپنے لشکرگاہ سے آنحضرت سے وداع ہونے آیا اور حضرت نے سر اور ہاتھوں پہ بوسہ دیا مگر مرض کی زیادتی اتنی تھی کہ حضرت بات نہیں کر سکتے تھے۔ اسامہ رخصت ہوکر لشکرگاہ میں آیا اور دوشنبہ کو صبح کے وقت پھر حاضر خدمت ہوا اُسوقت حضرت کو تھوڑی تخفیف حاصل ہوئی تھی۔ حضرت نے اسامہ کو رخصت کیا اور اُسکے واسطے دعا کی حضرت کے حکم سے اسامہ لشکرگاہ کو پھرا اور کوچ کا حکم دیا اور خود سوار ہونیکو تھا کہ اُسکی ماں ام ایمن نے کہلا بھیجا کہ حضرت حالت نزع میں ہیں۔ یہ سنکر اسامہ اور اکابر صحابہ جو باہر گئے تھے واپس پھر آئے۔ اور بریدہ بن الحصیب نے لواء آنحضرت کے دروازہ پر لاکر گاڑ دیا

---

۱ مدارج النبوۃ جلد ۲ اور بعد اسکے یہ بھی فرمایا کہ لعنت ہو اُسپر جو لشکر اسامہ سے پیچھے رہے۔ ملل و نحل صفحہ ۵ اسکے بعد جناب عمر [illegible] اسامہ کو

۲ سیر [illegible]

تا آنکہ اُسی دن آنحضرت کا انتقال ہوگیا اور اس طرح لشکر اسامہ کی روانگی اسوقت ملتوی ہوگئی - اور بعد میں اسامہ حضرت ابوبکر کے عہد خلافت میں روانہ کئے گئے) اور ابوبکر صدیق اور عمر فاروق اور امثال اُنکے جو مدینہ ہی میں تھے[۱] - (یعنے اسامہ کے ساتھ گئے ہی نہیں تھے)

ابن ابی الحدید نے شرح نہج البلاغہ کی چوتھی جلد میں ابوبکر جوہری سے اس واقعہ کو اس طرح نقل کیا ہے[۲] "رسول اللہ صلعم نے اپنے مرض موت میں اسامہ بن زید بن حارثہ کو ایک لشکر کا امیر بنایا جس میں بڑے بڑے مہاجر اور انصار تھے مثل ابوبکرؓ عمرؓ ابو عبیدہ بن جراح - عبدالرحمن بن عوف - طلحہ اور زبیر کے - اور اُسے حکم دیا کہ مقام موتہ پر جاکر لڑے جہاں اُسکا باپ قتل ہوا تہا اور وادی فلسطین میں غزوہ کرے پس اسامہ نے ڈہیل کی اور اُسکی ڈہیل سے لشکر نے بہی ڈہیل کی - اور رسول اللہ کے مرض کا یہ حال تہا کہ کبہی زیادہ ہوجاتا تہا اور کبہی تخفیف ہوجاتی تہی - اور اس لشکر کی روانگی میں بار بار تاکید کرتے تہے یہانتک کہ اسامہ نے آنحضرت سے کہا کہ میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں کیا حضور اجازت دیتے ہیں کہ میں چند روز ٹھیرا رہوں یہانتک کہ اللہ تعالی آپ کو شفا عطا فرمائے فرمایا نکل کھڑا ہو اور خدا کی برکت پر روانہ ہوجا - اسامہ نے کہا یا رسول اللہ اگر میں روانہ ہوگیا اور آپ کا یہ حال ہے تمام راستہ میرے دل میں آپ کی طرف سے کھٹکا لگا رہیگا - فرمایا تو نصر اور عافیت کے ساتھ روانہ ہوجا - اُسامہ نے عرض کی یا رسول اللہ مجھے کو وہ معلوم ہوتا ہے کہ آپ کا حال سواروں سے پوچھتا پہروں - حضرت نے فرمایا جو میں نے حکم دیا ہے اُسکی تعمیل کر - یہ فرماکر رسول اللہ صلعم بیہوش ہوگئے اور اُسامہ کھڑا ہوگیا - اور روانگی کی تیاری کی - جب رسول اللہ صلعم ہوش میں آئے تو اسامہ اور روانگی لشکر کا حال پوچھا پس خبر دی گئی کہ لوگ روانگی کی تیاری کر رہے ہیں - پس حضرت فرمانے لگے کہ اسامہ کے لشکر کو روانہ کرو - لعنت خدا اُسپر جو اُس (لشکر) سے پیچھے رہ جائے - اور بار بار یہی فرماتے تہے - پس اسامہ شہر سے نکل کھڑا ہوا اور لوا اُسکے سر پر تہا - اور صحابہ اُسکے آگے تہے - یہانتک کہ جرف میں پہنچکر قیام کیا اور اُسکے ساتھ ابوبکرؓ عمرؓ اور اکثر مہاجرین و انصار تھے مثل اسید بن حضیر اور بشیر بن سعد وغیرہ کے سرداروں میں سے - پس اسامہ کے پاس ام ایمن کا قاصد آیا اور کہا کہ شہر میں چلو رسول اللہ قریب بمرگ ہیں - اُسامہ فوراً کھڑا ہوگیا اور مدینہ میں داخل ہوا اور لوا اُسکے ہاتھ میں تہا پس اُسے لاکر رسول اللہ کے دولت خانہ پر گاڑ دیا - اُسوقت حضرت کا انتقال ہوچکا تہا - ابوبکر جوہری کہتا ہے کہ اسوقت سے ابوبکرؓ اور عمرؓ مرتے دم تک اسامہ کو امیر کہکر پکارا کرتے تہے" ٭

(۱۲۳) **ایام مرض و امامت نماز** صاحب مدارج النبوۃ لکہتے ہیں کہ حجۃ الوداع سے واپس آکر وفات سے ایک ماہ پیشتر سے آنحضرت اپنی وفات کی خبر دیتے تہے ایک دن حضرت نے اپنے اصحاب کو جمع کیا خطبہ پڑہا وعظ فرمایا علاوہ دیگر نصائح کے یہ بہی فرمایا کہ میں اسکا خوف نہیں کرتا تمسے کہ میرے بعد تم مشرک ہوجاؤگے لیکن خوف ہے اس بات کا کہ تم دنیا کی رغبت کروگے فتنے میں پڑوگے اور ہلاک ہوگے جیسے ہلاک ہوئے وہ لوگ جو تمسے پہلے تھے[۳] - (مدارج و روضۃ الاحباب) ٭

حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ اواخر ماہ صفر میں ایک دن رات کو میری باری میں میرے گھر سے آنحضرت اہل گورستان بقیع کیلئے استغفار کرنے تشریف لیگئے - اُسیوقت میری آنکھ کھل گئی - جانا کسی دوسری بیوی کے پاس چلے گئے اس [illegible]

---

[۱] مدارج ۵ نیز ملاحظہ ہو شرح مواقف تذئیل فی ذکر الفرق اور ملل و نحل شہرستانی در ضمن اختلافات صحابہ اور تاریخ ملا قاضی [illegible]

[۲] ابن ابی الحدید ۵۳ صاحب ازالۃ الخفا لکہتے ہیں کہ ایک موقع پر آنحضرت نے حضرت ابوبکر صدیق سے یہ بہی فرمایا کہ شرک تم میں چیونٹی کی چال سے بہی زیادہ " حضرت ابوبکر فرماتے ہیں میں نے عرض کیا یا رسول اللہ شرک یہی ہے نہ کہ غیر خدا کی عبادت کیجائے - آنحضرت نے فرمایا تجھے روئے اے صدیق میں کہتا ہوں کہ شرک تم میں خفی ہے چیونٹی کی چال سے بہی - وظیفہ شرک کے لئے ہر روز تین مرتبہ یہ دعا پڑہا کرو -

اللہم انی اعوذ بک من ان اشرک بک وانا اعلم واستغفرک لما اعلم (ازالۃ الخفا اردو جلد ۲ ص ۱۱۴) ٭

چپکے سے میں بھی پیچھے ہوئی یہانتک کہ حضرت اہل بقیع کے واسطے دعا کرکے واپس پھرے میں پہلے سے آکر لیٹ رہی۔ حضرت نے میری حالت سے حقیقت حال دریافت کرلی۔ مجھ سے پوچھا۔ میں نے اقرار کیا۔ میرے سینہ پر زور سے ہاتھ مار کر فرمایا اے عائشہ شیطان نے تیرے دل میں شک ڈالا کہ میں کسی دوسری بیوی کے پاس گیا ہوں حالانکہ خدا نے مجھے حکم کیا تھا کہ ویرانہ بقیع پر دعا کیجئیو۔ حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ ابتدائے مرض حضرت کو میمونہ کے گھر میں ہوا جب اُسکی باری تھی وہاں سے میرے گھر تشریف لائے اور مجھے دردسر عارض ہوا تھا اور میں کہہ رہی تھی ہائے دردسر حضرت نے فرمایا اے عائشہ بلکہ مجھے دردسر ہے اور حضرت نے میری تسلی کے لئے بطریق مزاح کے فرمایا۔ اے عائشہ اسمیں تیرا کیا نقصان ہے کہ تو مجھ سے پہلے انتقال کرجائے۔ اور میں تیری تجہیز و تکفین کروں اور تیرے جنازہ پر نماز پڑھکر دفن کردوں۔ پس میں نے بھی بطریق مزاح کے کہا گمان کرتی ہوں کہ تم میرا مرنا چاہتے ہو۔ اگر میں مرجاؤں تو تم اُسی روز میرے گھر میں دوسری بیوی کرلوگے پس حضرت نے تبسم ہوکر فرمایا کہ اے عائشہ تیرا درد اچھا ہوجائیگا۔ مگر میرا اس درد سے بچنا مشکل ہے۔ اور اسوقت بروایت روضۃ الاحباب اُسیطرح آنحضرت میمونہ کے گھر چلے گئے اور وہاں مرض شدید ہوگیا۔ اور ہر بی بی کے گھر پر اُسکی باری میں جانا دشوار ہوا تو سب بیویاں جمع ہوئیں اور بروایتے حضرت کی فرمایش سے اور بروایتے جناب فاطمہ کی رائے سے ایسا قرار پایا کہ حضرت کو عائشہ کے گھر میں لیجاکر وہاں سب حضرت کی تیمارداری کریں تاکہ بار بار ہر ایک کے گھر میں جانیکی دقت نہ اُٹھانی پڑے پس آنحضرت عائشہ کے گھر میں آگئے ۔ ابو سعید خدری کہتے ہیں کہ اس حالت میں میں آنحضرت کے پاس آیا حضرت مخمل کی چادر اوڑھے ہوئے تھے۔ بخار کی یہ شدت تھی کہ بدن پر ہاتھ نہیں رکھا جاسکتا تھا۔ فرمایا حضرت نے کہ انبیا کی بلا سب سے زیادہ سخت ہوتی ہے اس سبب سے انکا اجر بھی مضاعف ہے۔ حضرت فرماتے تھے کہ یہ اثر اُس گوشت کا ہے جو یہودیہ نے جنگ خیبر میں کھلایا تھا ۔

آنحضرت کی تاریخ ابتدائے مرض میں اختلاف ہے بعض نے لکھا ہے کہ ماہ صفر کے آٹھ یا دس دن باقی تھے جب حضرت بیمار ہوئے بعض کہتے ہیں کہ صرف دو دن باقی تھے مدت بیماری اکثر نے تیرہ دن اور بعض نے آٹھ بعض نے دس بعض نے بارہ اور بعض نے ۱۴ دن لکھی ہے ۔

شدت مرض میں جناب فاطمہ آپ سے ملنے آئیں آپ حضرت فاطمہ سے بڑی عزت و تعظیم سے پیش آتے تھے جب فاطمہ آتی تھیں تو کھڑے ہوجاتے تھے اور آگے بڑھکر ہاتھ پکڑکر بوسہ لیکر اپنی جگہ بٹھاتے تھے جب رسول اللہ تشریف لاتے تو فاطمہ بھی ایسا ہی کیا کرتی تھیں اب جو تشریف لائیں مرحبا یا بنتی کہکر پہلو میں بٹھالیا۔ اور چپکے سے کچھ کان میں کہا فاطمہ زہرا رونے لگیں پھر اُسی طرح کان میں کچھ کہا تو ہنسنے لگیں حضرت عائشہ نے رونے اور ہنسنے کا سبب پوچھا فاطمہ زہرا نے کہا میں رسول اللہ کا بھید نہیں کہہ سکتی حضرت کی وفات کے بعد جب عائشہ نے دوبارہ پوچھا تو فرمایا اول بار رسول خدا نے فرمایا تھا کہ اجل میری نزدیک پہنچی ہے میں رونے لگی دوسری بار فرمایا کہ تھوڑے دنوں میں تم میرے پاس آجاؤگی اور جنت کی تمام عورتوں کی سردار ہوگی۔ اسپر میں خوش ہوکر ہنسی تھی (ایہ روایت۔ روضۃ الاحباب) (بخاری و مسلم)

ملہ طبری۔ ابو الفدا اور ابن اثیر نے لکھا ہے کہ ابتدا مرض زینب بنت جحش کے گھر سے ہوئی اواخر صفر میں۔ اور رسول اللہ اپنی بیویوں کے گھروں میں باری باری جاتے رہے یہاں تک کہ مرض نے شدت پکڑی میمونہ کے گھر میں۔ اور وہاں سے سب کی رضامندی سے سب بیویوں کے سامنے عائشہ کے گھر میں آگئے کہ وہاں سب تیمارداری کریں۔ ان مورخوں نے دوسری روایت میں لکھا ہے کہ حضرت نے بقیع سے واپس آکر دیکھا کہ عائشہ دردسر کی شکایت کررہی ہیں۔ اسکے بعد حضرت ازواج کے گھروں میں باری باری جاتے رہے ۔ حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ فضل بن عباس اور ایک دوسرے شخص کے کندھے پر ہاتھ رکھکر اُٹھے۔ ابن عباس کہتے ہیں کہ وہ دوسرا شخص علی تھے (دیکھو صفحہ ۱۹)

جس دوشنبہ کو حضرت کا انتقال ہوگا اُس سے پہلے کی جمعرات کو جبکہ لوگ حضرت کے گھر میں جمع تھے حضرت نے فرمایا مجھے کاغذ قلم دوات لادو آؤ میں تمکو ایک ایسی وصیت لکھدوں جسکے بعد تم لوگ کبھی گمراہ نہ ہو پس کہا حضرت عمر نے کہ تحقیق اس مرد کی بیماری شدت پر ہے کیا اسے ہذیان ہوگیا ہے (بہک رہا ہے) اور بروایتے البتہ بہک رہا ہے تمہارے پاس قرآن موجود ہے۔ حسبنا کتاب اللہ (ہمیں کتاب خدا کافی ہے) پس جو لوگ گھر میں تھے اُن میں اختلاف واقع ہوا اور جھگڑنے لگے بعض تو کہتے تھے کہ سامان کتابت لادو کہ رسول اللہ وصیت تحریر کردیں اور بعض وہی کہتے تھے جو حضرت عمر نے کہا تھا۔ پس جب بانگ خروش اور اختلاف زیادہ ہوا تو حضرت نے فرمایا کہ نبی کے پاس تنازع اور آواز بلند کرنا مناسب نہیں ہوتا کھڑے ہوجاؤ میرے پاس سے دور ہو۔ کیونکہ وہ حال جس میں میں ہوں اُس سے بہتر ہے جسکی طرف تم مجھے متوجہ کرتے ہو۔ ساتھ ہی اسکے حضرت نے فرمایا کہ اچھا تین باتوں کا تو خیال رکھنا۔ اول مشرکوں کو جزیرہ عرب سے نکالدینا۔ دوسرے وفود جو آئیں اُنکو انعام اور صلے دینا اور تیسری بات کو راوی بھول گیا یا اُسکے ظاہر کرنے میں مصلحت نہ دیکھی۔ راوی کہتا ہے کہ ابن عباس اس جمعرات کے دن کو یاد کرکے اسقدر روتے تھے کہ سنگریزے اُنکے پاس تر ہوجاتے تھے۔ اور کہتے تھے ہائے وہ کیسا جمعرات کا دن تھا کہ لوگوں نے رسول اللہ کو وصیت نہ لکھنے دی۔ یہ کیسی سخت مصیبت ہے۔ اور کل مصیبتوں کی جڑ یہی ہے۔ (بخاری۔ مسلم۔ مشکوۃ۔ روضۃ الاحباب۔ روضۃ الصفا۔ حبیب السیر۔ ابن خلدون۔ ابن اثیر۔ ابوالفدا۔ طبری سرالعالمین غزالی) ✢ ✢ ✢

صاحب مدارج وابن حجر عسقلانی صاحب فتح الباری لکھتے ہیں کہ زیادہ تر لوگوں کی سمجھ میں یہ آتا ہے کہ آنحضرت اس وصیت نامہ میں

(بقیہ نوٹ صفحہ ۱۶۶) عایشہ حتی المقدور علی کا نام مجھ کے ساتھ لینا پسند نہیں کرتی تھیں (طبری در روضۃ الصفا) مدارج اور روضۃ الاحباب میں ہے کہ اسی موقع پر ابوبکر صدیق نے عرض کیا کہ یارسول اللہ میں چاہتا ہوں کہ آپکی تیمارداری کروں فرمایا کہ اے ابوبکر اگر میں تیمارداری بغیر اہلبیت کے کسی اور سے کراؤں تو مصیبت اُنکی زیادہ ہوگی۔ اور تحقیق کہ اجر تیرا خدا عزوجل پر جس نیت سے تو نے کہا ثابت ہوا لے وفات سے چار دن پہلے بروایت ابن خلدون آپ اپنے صحابہ کو جمع کرکے اُنکے حق میں دعائے خیر فرماتے جاتے تھے اور آنکھوں سے آنسو جاری تھے اسی سلسلہ کلام میں آپنے یہ بھی فرمایا میں تمکو اللہ سے ڈرنے کی وصیت کرتا ہوں اور اللہ نے تمکو وصیت کی ہے اور میں اُسی کو تمپر چھوڑتا ہوں اور تمہیں اُسکے سپرد کرتا ہوں بیشک میں تمکو دوزخ سے ڈرانیوالا اور جنت کی بشارت دینے والا ہوں۔ آگاہ ہو جاؤ کہ اللہ کے ملکوں اور بندوں میں برتری اختیار نہ کرو کیونکہ اُس نے کہا ہے ہمکو اور تمکو یہ مکان آخرت اُن لوگوں کے لئے ہے جو زمین پر نہ برتری کا قصد کرتے ہیں اور نہ فساد کا اور نکوئی آخرت کی متقین کے لئے ہے اور کہا کیا نہیں ہے جہنم ٹھکانا غرور کرنیوالوں کا۔ بعد اسکے لوگوں نے غسل کی بابت دریافت کیا آپ نے فرمایا جو قریب تر میرے اہل سے ہیں۔ پھر کفن کو دریافت کیا آپ نے ارشاد کیا میرے انہی کپڑوں میں کفنا دینا یا مصری کپڑا ہو یا حلہ یمانی ہو۔ پھر نماز کے بارہ میں پوچھا آپ نے کہا کہ مجھکو میرے سریر پر میری قبر کے کنارہ رکھ کر ایک ساعت کے لئے باہر چلے جانا تاکہ ملائکہ مجھپر نماز پڑھ لیں بعدازاں گروہ گروہ مجھپر نماز پڑھنا۔ پہلے میرے خاندان کے مرد نماز پڑھیں بعدازاں اُنکی عورتیں۔ قبر میں اُتارنے کی بابت فرمایا کہ میرے خاندان والے مجھے قبر میں رکھیں یہ کہکر آپ نے فرمایا کہ میرے پاس دوات اور کاغذ لاؤ میں تمکو کچھ لکھدوں تاکہ بعد اُسکے گمراہ نہو۔ (روضۃ الصفا وغیرہ میں اصحاب کو خانہ عایشہ میں جمع کرکے اس طرح وصیت کرنا وفات سے ایک ماہ قبل لکھا ہے) اور اصحاب کے حق میں فرمایا کہ میں نہیں ڈرتا ہوں تمپر کفر اور شرک کی بابت لیکن ڈرتا ہوں کہ دنیا کی رغبت کروگے اور آپس میں لڑوگے (مدارج) ۲ے ابوالفدا لکھتا ہے کہ جب اس واقعہ کے بعد عیادت کو آئے تو اُسوقت حضرت نے اس طرح فرمایا۔ اور ابن اثیر نے لکھا ہے کہ جب رسول اللہ نے دوات اور کاغذ مانگا اور فرمایا تاکہ میں تمکو ایسی وصیت لکھ جاؤں کہ جس کے بعد تم کبھی گمراہ نہو۔ تو اُنہیں تنازع ہونے لگا اور نبی کے پاس تنازع مناسب نہیں۔ پس کہا اُنہوں نے تحقیق کہ رسول اللہ بہک رہے ہیں پس وہ حضرت سے بیمار پرسی کرنے لگے پس فرمایا دور ہو جاؤ میں جس حال میں ہوں اُسی میں اچھا ہوں تمہارے خطاب سے۔ (اس سے جسکی طرف تم مجھے متوجہ کرتے ہو)

خلافت کے بارہ میں لکھتے کہ انکو یہ کیوں خلیفہ ہو۔ اسکے بعد ایک دن آنحضرت انصار کی بیتابی کی خبر سنکر جو ان ایام میں دولتسرا مبارک کے گرد پریشان پہرتے تھے علی اور فضل بن عباس کے شانوں پر بدقت تمام ہاتھ رکھکر مسجد میں تشریف لائے اور خطبہ ارشاد فرمایا تم میری وفات سے پریشان کیوں ہوتے ہو کوئی نبی ہمیشہ زندہ رہا ہے جو میں زندہ رہونگا مہاجرین کو انصار کے حق میں اور انصار کو مہاجرین کے حق میں مواسات اور نیکی کرنیکی وصیت کی اور سب لوگوں کو نیکی میں بسر کرنیکی ہدایت فرمائی اور جب مہاجرین کو آپس میں نیکی کرنے کی وصیت کی تو حضرت نے سورہ والعصر کو آخر تک پڑھا اور یہ آیت پڑھی فہل عسیتم ان تولیتم ان تفسدوا فی الارض و تقطعوا ارحامکم (روضۃ الاحباب مدارج)

آنحضرت فضل بن عباس اور علی کے سہارے مسجد میں تشریف لائے منبر پر بیٹھے اور بعد حمد و ثنائے الٰہی کے فرمایا کہ اے لوگو جس کسی کی پیٹھ میں مینے کوڑا مارا ہو اب میری پیٹھ حاضر ہے عوض لیلے جس کسی کو مینے برا کہا ہو وہ مجھے برا کہلے اور اپنا بدلہ لیلے جس کسی سے مینے کچھ مال لیا ہو یہ مال میرا موجود ہے اپنا مال لیلے اور کچھ حکومت اور سیاست کا میری طرف سے خیال نکرے۔ کیونکہ یہ میری شان سے بعید ہے۔ پھر آپ منبر سے اُترے اور ظہر کی نماز پڑھکر پھر منبر پر چڑھے اور جو اول فرمایا تھا وہی ارشاد کیا ایک شخص نے دعوی کیا کہ مجھکو آپسے تین درہم لینے ہیں حضرت نے اُسکو دلوا دیئے پھر ارشاد کیا یاد رکھو فضیحت ہونا دنیا کا آسان ہے آخرت کی فضیحت سے۔ پھر آپنے اصحاب احد کے واسطے دعا مغفرت جناب باری سے کی اور ارشاد کیا کہ ایک بندہ کو خدا تعالیٰ نے دین اور دنیا دونو چیز اختیار دیا ہے جو چاہے اختیار کرے اسکے بعد حضرت گھر تشریف لائے اور بروایت مدارج و حبیب السیر حضرت کی ازواج کو اور فرمایا کہ تمکو لازم ہے کہ اپنے گھر کے گوشہ میں رہنا اور اپنے کو نامحرموں سے چھپانا اور اُن سے پردہ کرنا۔

ایام مرض میں جب وقت نماز آتا بلال آنحضرت کو اطلاع دیتے اور حضرت باہر آکر نماز پڑھاتے مگر اکثر مورخین نے لکھا ہے کہ آخر سترہ نمازوں میں حاضر نہ ہو سکے۔ اس موقعہ پر طبری نے لکھا ہے کہ رسول اللہ نے فرمایا کہ علی کو بلاؤ پس علی کو بلانے گئے

---

(۱) صاحب حبیب السیر لکھتے ہیں کہ عقیدہ مذہب شیعہ کا یہ ہے کہ اصحاب نے وہ کتابت دوات قلم نہ لکھنے دی کہ رسول اللہ علی کو ولیعہد کرنیکا وصیت نامہ لکھنا چاہتے تھے جیسا کہ ابن الشحنہ کی ان دو بیتوں سے مفہوم ہوتا ہے ۵ اوصی النبی فقال قائلہم۔ قد ظل یہجر سید البشر۔ و اوصی ابابکر اصحابہم یہجر و قد اوصی الی عمر (نبی وصیت کرنے لگے تو اُنکے کہنے والے نے کہا کہ سید البشر کو ہذیان ہو گیا ہے اور ابوبکر نے وصیت کی تو انکو ہذیان نہیں ہوا وہ عمر کیلئے وصیت کر گئے۔ وہ ہذیان نہ سمجھا گیا) ۵۲ پھر کیا یہ قریب ہے کہ اگر تم حاکم ہو جاؤ تو تم زمین میں فساد کرو اور قطع رحم کرو۔

۳ روضۃ الصفا میں ہے کہ ابتداءً حکم دیا کہ اصحاب کے گھروں کے دروازے جو مسجد کی طرف کھلے ہوئے ہیں بند کر دیے جائیں سوائے دروازہ خانہ علی کے کہ مجھے اُسکی محبت ہے اور اُسے میری صحبت سے چارہ نہیں ہے۔ حضرت عمر نے کہا یا رسول اللہ مجھے اجازت دیجئے کہ اتنا سوکھا رکھوں کہ اُسمیں سے آپ کو گھر سے باہر آتا ہوا دیکھ لیا کروں حضرت نے منظور نہیں کیا اصحاب میں سے ایک نے کہا کہ یا رسول اللہ مراد فتح ابواب سے کیا تھی اور سبب اسکے مسدود کرنیکا کیا ہے۔ حضرت نے فرمایا کہ نہ کھولنا میرے حکم سے تھا اور نہ بند کرنا۔ حاکم نے مستدرک میں لکھا ہے رسول اللہ صلعم نے اپنے چچا عباس کو مع دیگر اصحاب کے مسجد سے خارج کر دیا۔ پس عباس عرض کرنے لگے یا رسول اللہ آپ ہمیں نکالتے ہیں اور ہم آپکے ساتھ رشتہ پدری میں نسبت رکھتے ہیں اور آپکے چچا ہیں اور آپنے علی کو مسجد میں رہنے کا حکم دیا ہے۔ حضرت نے ارشاد فرمایا نہ میں تمکو نکالا ہے نہ اسکو رکھا ہے بلکہ خدا نے تمکو نکالا اور اسکو رکھا ہے (ارجح المطالب) صاحب نزل الابرار نے احمد نسائی اور حاکم اور ضیاء سے بطریق صحیح نقل کیا ہے کہ بعض اصحاب کے مکانوں کے دروازے مسجد رسول میں تھے حضرت نے حکم دیا کہ یہ سب دروازے بند کیے جاویں سوائے دروازہ علی کے۔ پس کلام کیا لوگوں نے اس باب میں تو فرمایا رسول اللہ نے کہ واللہ نہ مینے کھولا نہ بند کیا بلکہ حکم دیا گیا مجھکو خدا کی طرف سے پس میں اُسے بجا لایا + + +

عائشہ نے کہا اگر ابو بکر کو بلاؤں تو کیا حرج ہے اور حفصہ نے کہا اگر عمر کو بلاؤں تو کیا حرج ہے ۔ پس یہ سب آں حضرت کے پاس آکر جمع ہوگئے پس فرمایا رسول اللہ صلعم نے کہ اب تو چلے جاؤ جب مجھے ضرورت ہوگی تو بلاؤں گا ۔ پس یہ لوگ چلے گئے اسکے بعد رسول اللہ صلعم نے فرمایا نماز کا وقت آگیا جواب ملا البتہ ۔ فرمایا بس تو ابو بکر کو حکم دیدو کہ لوگوں کو نماز پڑھاویں پس عائشہ رضی نے کہا کہ وہ مرد رقیق القلب ہیں عمر رضہ کو حکم دیجے ۔ فرمایا عمر رض ہی کو حکم کرو ۔ جب عمر رضہ سے کہا گیا تو عمر رض نے کہا مجھ سے نہیں ہوسکتا کہ میں تو تقدم کروں اور ابو بکر دیکھا کریں ۔ پس ابو بکر نماز پڑھانے کھڑے ہوئے ۔ اسوقت رسول اللہ کو مرض میں تخفیف معلوم ہوئی اور باہر تشریف لائے ۔ پس جب ابو بکر کو حضرت کے آنے کی آہٹ معلوم ہوئی تو پیچھے ہٹنے لگے رسول اللہ صلعم نے انکا کپڑا پکڑکر کہا کہ اپنے مقام پر کھڑے رہو ۔ اور بیٹھ گئے رسول اللہ پس پڑھایا رسول اللہ نے نماز کو اُس جگہ سے جہاں سے ابو بکر نے چھوڑا تھا ۔ ابن خلدون لکھتا ہے کہ پھر یہ ہوتا رہا کہ ابو بکر تو آنحضرت کی نماز سے پڑھتے تھے اور لوگ ابو بکر کی نماز سے ۔ کہتے ہیں اسطرح ۱۷ نمازیں پڑھی گئیں + ایک روایت یہ ہے کہ جب موذن نے آنحضرت کو وقت نماز کی اطلاع دی تو حضرت نے عبد اللہ بن زمعہ سے کہا کہ جاکر لوگوں سے کہدو کہ نماز ادا کرو ۔ پس دروازہ مسجد پر عبید اللہ بن زمعہ کو عمر خطاب ملگئے اُس نے عمر سے کہدیا کہ نماز پڑھادو ۔ عمر نے نماز پڑھانی شروع کی اور چونکہ وہ بلند آواز تھے رسول اللہ نے اپنے حجرہ میں سے عمر رض کی آواز سنی اور گھر کی کھڑکی سے سر نکالکر کہا نہیں نہیں نہیں ۔ چاہیئے کہ ابو بکر نماز پڑھائیں پس عمر ہٹ گئے اور عبد اللہ سے کہا کہ تو نے بڑا کام کیا میں تو جانتا تھا کہ رسول اللہ نے حکم دیا ہے عبد اللہ نے کہا لا و اللہ مجھے تو رسول اللہ نے کسیکے نام بھی حکم نہیں دیا تھا (مدارج و روضۃ الاحباب)

اور ایک روایت یہ ہے کہ اذان کے بعد بلال حسب معمول آنحضرت کو نماز کی اطلاع کرنے آئے ۔ حضرت تیار ہوئے مگر بیہوش ہوگئے ۔ ایسا ہی تین مرتبہ ہوا ۔ پس جب ہوش آیا فرمایا کہدو ابو بکر سے کہ لوگوں کے ساتھ نماز پڑھے ۔ عائشہ کہتی ہیں کہ پس کہا میں نے کہ یا رسول اللہ باپ میرا مرد اندوہناک نرم دل ہے جب آپکی جگہ کھڑا ہوگا نہیں سنا سکیگا قرآن لوگوں کو ۔ اگر عمر خطاب کو فرماؤ تو ہو سکتا ہے ۔ حضرت نے پھر فرمایا کہو ابو بکر کو کہ نماز پڑھے لوگوں کے ساتھ ۔ پھر میں نے وہی کہا ۔ حضرت نے پھر وہی فرمایا ۔ میں نے حفصہ سے کہا کہ تم کہو کہ یا رسول اللہ ابو بکر مرد نرم دل ہے جب کھڑا ہوگا آپ کی جگہ تو لوگوں کو قرآن نہیں سنا سکیگا ۔ حضرت حفصہ نے کہا تو فرمایا حضرت نے کہ تم لے عورتوں صواحب یوسف ہو کہ اپنی بات اڑ کرتی ہو اور دل میں کچھ رکھتی ہو اور ظاہر میں کچھ کہتی ہو ۔ امر کرو ابو بکر کو کہ نماز پڑھے لوگوں کے ساتھ پس حفصہ نے عائشہ سے کہا اے عائشہ مجھے تجھ سے کبھی کچھ فائدہ نہ پہنچا ایسے وقت میں تم نے مجھ سے رسول اللہ کو رنجیدہ کیا ۔ القصہ ایک شخص نے آکر بلال سے کہا کہ رسول اللہ نے ابو بکر کو نماز پڑھانے کا حکم دیا ہے ۔ بلال نے ابو بکر سے کہا ۔ پس جب ابو بکر نے نماز پڑھانی شروع کی ۔ آنحضرت کو مرض میں تخفیف معلوم ہوئی ۔ علی و عباس کے کندھوں پر سہارا دیکر اس طرح کہ پاؤں حضرت کے زمین پر خط کھینچتے جاتے تھے مسجد میں داخل ہوئے ۔ جب ابو بکر نے حضرت کے آنے کی آہٹ معلوم ہوئی چاہا کہ پیچھے ہٹ جائیں پس ارشارہ کیا حضرت نے کہ اپنے حال پر رہیں ۔ اور خود ابو بکر کے پہلو میں بیٹھ گئے ابو بکر نے کھڑے ہوئے اقتدا کی رسول خدا کی اور اقتدا کی لوگوں نے ابو بکر کی یعنے لوگوں کو ابو بکر کی تکبیر کے واسطے سے آنحضرت کے افعال اور انتقالات کی خبر پہنچتی تھی (مدارج و روضۃ الاحباب و بخاری و فتح الباری)

لہ تمام مورخین نے لکھا ہے کہ یہ جمعرات کا دن گزر کر شب جمعہ نماز عشاء کا واقعہ ہے لہ عائشہ کہتی ہیں کہ میں نے یہ اس سبب سے کہا تھا کہ میرا یہ خیال کرتی تھی کہ لوگ کسی شخص کو دوست نہیں رکھیں گے کہ آنحضرت کی قایم مقامی کرے نماز میں ۔ اور اسکے ساتھ ۔ مگر میں یہ چاہتی تھی کہ یہ امر ابو بکر سے ٹل جائے ۔ اور ایک روایت یہ ہے کہ ابو بکر نے عائشہ سے کہدیا تھا ۔ وہ حضرت سے کہدیں کہ عمر کو نماز پڑھانے کا حکم دیجئے (روضۃ الاحباب)

کہیں سے کچھ دینار حضرت کے پاس آئے تھے حضرت نے فقیروں پر تقسیم کرا دیے تھے صرف سات دینار بچے تھے عائشہ
پاس رکھوا دئے تھے ایام مرض میں رسول اللہ نے عائشہ سے کہا کہ وہ دینار بھی فقیروں میں تقسیم کرا دو اور بیہوش ہو گئے
عائشہ نے وہ تقسیم نہ کئے۔ حضرت نے ہوش میں آکر پھر کہا مگر عائشہ نے اختیار نہ کئے تین بار ایسا ہی ہوا کہ حضرت
کہکر بیہوش ہو گئے۔ اور عائشہ نے اختیار نہ کئے پس آنحضرت نے وہ دینار علی کے پاس بھجوا دیے اور علی مرتضی نے
وہ دینار تصدق کر دیے پس جب شب دوشنبہ آئی جسکی دوپہر کو حضرت کا انتقال ہوگا تو گھر میں تیل بھی نہ تھا
کہ عائشہ نے کسی انصار کی عورت سے چراغ بھیجکر تیل منگایا (مدارج ۔ روضۃ الصفا وغیرہ)

جس دوشنبہ کی دوپہر کو آنحضرت کا انتقال ہوا ہے ۔ رسول اللہ صلعم دو آدمیوں کے سہارے سے سر پر عصابہ
باندھے ہوئے مسجد میں تشریف لائے ۔ جبکہ ابو بکر صبح کی نماز پڑھا رہے تھے ۔ حضرت کی آہٹ معلوم کرکے ابو بکرؓ
اپنے مصلے سے ہٹنے لگے ۔ حضرت نے پیٹھ پر ہاتھ مارکر کہا کہ نماز پڑھاتے جاؤ ۔ اور رسول اللہ ابو بکر کے دائیں پہلو پر
بیٹھ گئے[1] ۔ پس جب نماز سے فارغ ہوئے تو حضرت نے ایک مختصر خطبہ ایسی بلند آواز سے پڑھا کہ مسجد کے دروازے
سے باہر آواز جاتی تھی اس میں حضرت نے یہ بھی فرمایا کہ اے لوگو آگ بھڑک اٹھی اور فتنے آن پہنچے جیسے کہ اندھیری
رات کا سب سے اندھیرا حصہ ہوتا ہے ۔ جب حضرت کلام سے فارغ ہوئے ابو بکر نے کہا کہ اے نبی اللہ اب تو آپ کو خدا کے فضل
سے بہت آرام ہے ۔ پس ابو بکر تو اپنے بال بچوں میں اپنے گھر محلہ سنخ میں چلے گئے اور رسول اللہ دولت سرا میں تشریف
لائے اور عائشہ کی گود میں سر رکھکر لیٹ رہے (طبری ج ۳ ص ۱۹۶ ابن خلدون)

اسکے بعد حضرت کا حال بگڑ گیا ۔ قریب وفات اپنی بیویوں کو پاس بلاکر وصیت کی انمیں سے ایک وصیت یہ بھی تھی
کہ اپنے گھروں میں رہنا اور نامحرموں کے سامنے نہ ہونا ۔ جب حالت بہت غیر ہوئی اور جناب فاطمہ رونے لگیں تو
حضرت نے انکے آنسو اپنے ہاتھ سے پاک کئے اور فرمایا کہ اے فاطمہ مت رو کہ تیرے رونے سے حاملان عرش روتے ہیں
اور بہت دلداری کی اور بہت سی بشارتیں دیں ۔ اور کہا بار خدایا اسے میری مفارقت میں صبر عطا فرما پھر فاطمہ سے کہا کہ حسن
حسین کو پاس بلاؤ حسن و حسین نے آکر سلام کیا اور پاس بیٹھ گئے اور حضرت کو اس حال میں دیکھکر رونے لگے! وہ اس قدر روئے کہ انکو دیکھکر گھر کے سب آدمی
رونے لگے حسن نے منہ حضرت کے منہ پر اور حسین نے اپنا سر حضرت کے سینہ پر رکھدیا حضرت نے آنکھیں کھولکر شفقت سے انکی طرف دیکھا انکو بوسے دیئے اور بو سونگھی اور انکی

[1] بخاری جلد ۱ ص ۱۱۹ میں ہے ۔ پیر کے دن دسکو لوگ نماز کی صفیں باندھے کھڑے تھے کہ رسول اللہ نے اپنے حجرہ کا پردہ اٹھایا حالانکہ کھڑے
ہوئے ہماری طرف دیکھ رہے تھے پھر مسکرائے اور ہنسے ۔ ابو بکر یہ سمجھکر کہ حضرت نماز پڑھانے آتے ہیں صف میں جا ملنے کے لئے پیچھے ہٹے ۔ آپ نے
اشارہ کیا کہ نماز کو تمام کرو اور پردہ ڈال دیا اور اسی دن انتقال فرمایا ۔ یہ امامت نماز حضرت ابو بکر کی روایتیں ایسی متضاد اور ایسی
ایک دوسرے کے خلاف ہیں کہ کوئی صاحب تحقیق انپر اعتماد نہیں کر سکتا ۔ بلکہ صاف سمجھا جاتا ہے کہ خوش اعتقادوں کی بندش
ہے یا ان لوگوں کے ساختہ پرداختہ ہیں جو معاویہ کے انعام کی امید پر اس قسم کی حدیثیں گھڑا کرتے تھے جیسا کہ ابن ابی الحدید اور
صاحب نصایح الکافیہ نے لکھا ہے کہ معاویہ احادیث فضائل ثلاثہ بنوایا کرتے اور بنانے والوں کو مالا مال کیا کرتے تھے ۔ [illegible]
ہم شیخین رضی اللہ عنہما کی بابت ایسا سوء ظن نہیں کرسکتے کہ رسول اللہ صلعم بار بار فرمائیں کہ جو شخص لشکر اسامہ کے پیچھے رہ جائیگا
اسپر خدا کی لعنت اور پھر شیخین لشکر اسامہ کے ساتھ نہ گئے ہوں ۔ پھر جب یہ دونوں بزرگ لشکر اسامہ کے ساتھ چلے گئے
ہونگے یہی اسامہ کی ماتحتی میں مامور ہوئے تھے) اور یہ مدینہ میں تھے ہی نہیں تو رسول اللہ نے حضرت ابو بکر کو نماز پڑھانے کا
[illegible] کیونکر ۔ حالانکہ یہ بھی ثابت ہے کہ ان آخری سترہ نمازوں کے پڑھانے کو بھی رسول اللہ مسجد میں تشریف لاتے رہے موافق
سنخ جو حضرت [illegible] کے مکان سے ایک میل کے فاصلہ پر واقع تھا ۔ (تاریخ الخمیس)

[illegible] ابن ابی الحدید کی حدیث اسامہ کی روایت سے ثابت ہے ۔ اور ملل و نحل میں بھی ہے ۔

تعظیم و احترام و محبت کے باب میں وصیت کی پھر فرمایا میرے بھائی علی کو بلاؤ۔ علی آئے اور سرہانے آکر بیٹھ گئے حضرت نے اپنا سر تکیے سے اٹھایا علی نے آنحضرت کے سر کو اپنی بازو پر رکھ لیا حضرت نے فرمایا اے علی فلاں یہودی کا مجھ پر اتنا قرضہ آتا ہے کہ تجہیز جیش اسامہ کے لئے اُس سے لیا تھا میری طرف سے اُسے ضرور ہی ادا کر دینا اے علی اول تم ہی مجھ سے حوض کوثر پہ ملاقات کروگے۔ اور میرے بعد تمہیں بہت بہت تکلیفیں پہنچیں گی چاہیئے کہ دلتنگ نہ ہونا تحمل اور صبر کا طریقہ اختیار کرنا اور جب دیکھو کہ لوگ دنیا کی طرف رغبت کرتے ہیں تم آخرت کو اختیار کرنا (روضۃ الاحباب۔ حبیب السیر۔ مدارج۔ معارج)

سوانح عمری حضرت علی مطبوعہ خادم التعلیم پریس لاہور میں لکھا ہے۔ کہ جب آنحضرت کی وفات کا وقت قریب آیا فرمایا میرے حبیب کو بلاؤ حضرت عائشہ کہتی ہیں میں نے حضرت ابوبکر کو بلا لیا۱؎۔ جب وہ حاضر ہوئے تو آپ نے سر اٹھا کر اُنکو دیکھا اور فرمایا میرے حبیب کو بلاؤ میں نے حفصہ سے کہا کہ تم اپنے باپ عمر کو بلا لو شاید آنحضرت اُن سے ملنا چاہتے ہیں بی بی حفصہ نے اُنکو بلایا جب وہ آئے تو آپ نے اُنکو دیکھکر پھر بالین پہ سر رکھدیا اور فرمایا میرے حبیب کو بلاؤ میں نے کہا حضرت علی کو بلاؤ آنحضرت سوا اُنکے اور کسیکو طلب نہیں کرتے۔ حضرت علی آئے تو حضرت نے سر اٹھا کر دیکھا اور وہ کپڑا جو آپ اوڑھے ہوئے تھے اُسکو اٹھایا اور علی کو اُس میں لے لیا اور علی آنحضرت سے بغلگیر رہے یہانتک کہ آنحضرت کا انتقال ہوگیا + حضرت عمر کے عہد خلافت میں کعب الاحبار نے مدینہ میں آکر جناب عمر سے پوچھا کہ آنحضرت کی زبان سے آخری کلام کیا نکلا تھا حضرت عمر نے کہا علی سے پوچھو۔ علی نے جواب دیا کہ جسوقت وہ جناب میرے سینے پر تکیہ کئے ہوئے تھے اور سر آپکا میری دوش پر تھا فرمایا الصلوٰۃ الصلوٰۃ کعب نے کہا کہ آخر عہد و وصیت انبیاء کی یہی ہوتی ہے۔ اور وہ اسی پر مامور اور مبعوث ہوئے ہیں۔ علی کہتے ہیں کہ حضرت مجھ سے باتیں کرتے جاتے تھے۔ اور آپ کا بدن حضرت کا مجھکو پہنچتا تھا۔ ناگاہ حال حضرت کا متغیر ہوا۔ عورتیں پس پردہ سے بے طاقتی کرتی تھیں اور میں بھی حضرت کو اس حال سے دیکھ نہ سکتا تھا پس آواز دی کہ اے عباس آنا۔ عباس آئے اور ہم دونوں نے حضرت کو بستر پر لٹا دیا اور حضرت نے الرفیق الاعلیٰ کہکر جان دیدی (روضۃ الاحباب۔ حبیب السیر۔ مدارج)

عبد الحق دہلوی لکھتے ہیں کہ عائشہ فخر کیا کرتی تھیں کہ قبض روح حضرت کا میرے آغوش میں ہوا ہے اور مشہور بھی یہی ہے اور اوپر کی روایتوں سے ثابت ہوتا ہے کہ آخر وقت سر مبارک علی کی گود میں تھا کہ حاکم اور ابن سعد نے متعدد طریقوں سے روایت کیا ہے پس ثابت ہوا کہ عائشہ کی مراد قرب وفات سے ہے کہ علی سے پہلے اُنکے سینہ پر تھا (مدارج)

(۱۴۷) **وفات رسول** ۱۲ ربیع الاول ۱۱ھ یوم دوشنبہ کو بوقت دوپہر آنحضرت کا انتقال ہوا (اسی روز ابوبکر رضی کی بیعت ہوئی) اور دوسرے دن منگل کا دن گذر کر شب چہارشنبہ کو آنحضرت آدھی رات کو دفن ہوئے۔ یہ وہ روایت ہے جسکو علمائے شیعہ صاحب کشف الغمہ وغیرہ نے اور نیز علماء اہل سنت مثل ابن حجر عسقلانی۔ صاحب تاریخ الخمیس طبری حلبی۔ ابن خلدون وغیرہ نے معتبر مانا ہے۔ اور ابن اثیر اور ابو الفداء نے یہی لکھا ہے۔ صاحب حیات القلوب نے ۲۸ صفر کو ترجیح دی اور مستند سمجھا ہے۔ دیگر روایات یہ بھی ہیں کہ (۱) بارہ ربیع الاول ۱۱ ہجری یوم دوشنبہ کو وقت دوپہر انتقال کیا اور دوسرے دن منگل کو بوقت دوپہر کہ آفتاب کا زوال شروع ہوگیا تھا حضرت دفن ہوئے۔ یہ روایت واقدی سے طبری نے نقل کی ہے اور نیز ابن خلدون و صاحب سیرۃ الحلبیہ نے لکھی ہے (۲) ایک روایت طبری نے یہ لکھی ہے کہ رسول اللہ کا انتقال ہوا تو ابوبکر رضی غائب تھے تین دن بعد آئے اس عرصہ میں کوئی حضرت کا منہ نہ

۱؎ نیز دیکھو سوانح عمری علی مرتضیٰ ص ۴۳۹ (از دار قطنی و الرازی) اور حیاۃ القلوب ص ۵۲ اس روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عائشہ نے حضرت ابوبکر کو آنحضرت کی وفات سے پہلے بلا لیا تھا۔ لیکن تمام مورخین نے لکھا ہے کہ عین وفات کے وقت۔ ابوبکر موجود نہ تھے اس سے

کہو لینے کی جرأت نکر سکا یہانتک کہ حضرت کا پیٹ پہولگیا۔ ابوبکر آئے انہوں نے منہ کہولکر پیشانی کا بوسہ لیا اور کہا کہ یا رسول اللہ آپ زندگی میں خوشبودار تھے اور بعد وفات بہی۔ اور وفات کے تین دن بعد جب ابوبکر کی بیعت سے فراغت ہوچکے تو لوگ حضرت کو دفن کرنے آئے۔ (ابو الفدا۔ طبری)۔ (۳) دفن کے بارہ میں اختلاف ہوا کسی نے کہا حضرت کی مسجد میں دفن کرتے ہیں اور کسی نے کہا کہ اپنے صحابیوں کے پاس دفن کئے جائیں۔ ابوبکر نے کہا میں نے رسول اللہ کو فرماتے سنا ہے کہ نبی اُس جگہ دفن کیا جاتا ہے جہاں اُسکی روح قبض ہوتی ہے۔ پس رسول اللہ کا فرش اُٹھایا گیا جسپر حضرت کا دم نکلا تھا اور وہاں قبر کہودی گئی۔ پھر لوگ تھوڑے تھوڑے آکر نماز پڑھتے گئے بغیر امام کے پہلے مرد پھر عورتیں تہے اور پھر بچوں نے نماز پڑھی اور پھر غلاموں نے۔ پھر شب چہارشنبہ آدہی رات کو دفن ہوئے (طبری) (۴) حیات القلوب میں ہے کہ دوشنبہ کے دن دوپہر کے وقت ۲۸ ر صفر کو انتقال ہوا دوشنبہ اور سہ شنبہ کا دن ختم ہوکر رات تک نماز حضرت پر دس دس آدمیوں نے حجرہ میں جاکر پڑھی یہانتک کہ مدینہ اور اطراف مدینہ کے مرد و زن خورد و بزرگ سب نے آنحضرت پر نماز پڑہی مگر جو لوگ بیعت کے فکر میں لگے ہوئے تھے وہ شریک نہ ہوئے۔ باوجودیکہ علی نے اطلاع دی وہ نماز پڑھنے نہ آئے اُنکی بیعت کا کام اسوقت ختم ہوا جب حضرت دفن ہوچکے تھے۔ (۵) کنز العمال جلد سوم صفحہ ۱۴۰ میں ابن ابی شیبہ سے بروایت عروہ لکہا ہے کہ ابوبکر و عمر دفن رسول میں شریک نہیں ہوئے وہ انصار میں گئے ہوئے تھے پس آنحضرت ان دونوں کے آنے سے پہلے دفن ہوچکے تھے۔ مولوی عبید اللہ امرتسری ارجح المطالب صفحہ [illegible] میں لکھتے ہیں۔ کہ حضرت ابوبکر سقیفہ سے لوٹے تو سرور عالم دفن ہوچکے تھے اسلئے شرکت جنازہ سے محروم رہے جسکا قلق اُنکو تا مدت العمر باقی رہا (۶) مولوی عبدالرحمن امرتسری المرتضیٰ میں لکھتے ہیں کہ آپکی وفات کی تھوڑی عرصہ بعد جبکہ تجہیز و تکفین ہو رہی تھی ابوبکر صدیق اور عمر فاروق انصار کی شورش کا حال سنکر سقیفہ بنی ساعدہ کو چلے گئے جہاں رسول اللہ کی جانشینی کی تجویز ہو رہی تہی۔ اور وہاں انکے تنازع میں ایسے مصروف ہوئے کہ ادہر کا خیال ہی نہ رہا اس حالت میں تجہیز و تکفین کا کام علی مرتضیٰ نے بنی ہاشم کی امداد سے انجام دیا (۷) تاریخ خمیس صفحہ [illegible] اور فتح الباری شرح صحیح بخاری میں لکہا ہے۔ حدیث فی کم کفنتم النبی کی شرح میں ہے کہ جب وقت وفات ابوبکر کا نزدیک آیا تو انہوں نے عائشہ سے پوچھا کہ تم نے رسول خدا کو کے پارچہ میں کفن دیا۔ جواب دیا کہ تین پارچہ میں پھر پوچھا کس روز آنحضرت نے وفات پائی کہا بروز دوشنبہ۔ پس صاحب فتح الباری لکھتے ہیں کہ بعید ہے باوصف قریب عہد کے ابوبکر کو تعداد پارچہ ہائے کفن حضرت رسالت پناہ یاد نہ رہی ہو لیکن اسکی وجہ شاید یہ ہو کہ وہ رسول اللہ کی تجہیز و تکفین کے وقت حاضر نہ تھے کیونکہ اُسوقت سقیفہ بنی ساعدہ میں اخذ بیعت میں مشغول تھے۔ لیکن تعیین روز وفات کی بابت اُنکا استفسار کرنا پس ہو سکتا ہے کہ چونکہ وہ حضرت شب چہارشنبہ کو دفن ہوئے تو انکو تردد ہوگیا کہ آیا انتقال دوشنبہ کو ہوا یا سہ شنبہ کو۔

(۸) بیعت سے فارغ ہوکر اصحاب دفن رسول کے واسطے آئے اور آنحضرت منگل کو دفن ہوئے۔ اگرچہ ایک روایت یہ بہی ہے کہ تین دن بے دفن رہے مگر روایت اول صحیح ہے (ابن اثیر)

(۹) ابو الفداء نے قاضی شہاب الدین ابن ابی الدم کی تاریخ سے لکہا ہے کہ بعد وفات پیغمبر خدا کے ایک گروہ رسول اللہ پر ہجوم کرکے جمع ہوا اور وہ مضطرب اور پریشان ہوکر کہڑے تہے کہ رسول اللہ فوت نہیں ہوئے بلکہ مثل عیسیٰ کے آسمان پر چلے گئے ہیں اور دروازہ پر منادی کردی کہ حضرت کو دفن نکرنا کیونکہ آپ فوت نہیں ہوئے ہیں چنانچہ اسی طرح پر آپ کا جنازہ رکہا [illegible]

له اگر دفن رسول کے وقت حضرت ابوبکر کی موجودگی ثابت نہیں اس سبب سے یہ روایت موضوع معلوم ہوتی ہے صحیح وہی ہے جو صاحب حیات نے لکہا ہے کہ حضرت علی تیار کر رہے تھے اور کہا گیا کہ سب سے پہلے اہلبیت رسول نے اور بنی ہاشم نے پہر اور مردوں نے (حیات القلوب)

دفن نہ کرنے دیا یہانتک کہ آپ کا شکم پھول گیا اُسوقت آپکے چچا عباس تشریف لائے اور کہا قسم خدا کی مجھکو شک نہیں ہے کہ رسول اللہ نے وفات پائی چنانچہ آنحضرت کو چوتھے دن وفات سے دفن کیا گیا۔ روضۃ الصفا میں لکھا ہے کہ لوگوں کو سکتہ کا شبہ ہوا تھا۔ (۱۰) طبری وغیرہ نے لکھا ہے کہ ابو عبیدہ بن الجراح مکہ والوں کے قبر کھودتے تھے اور ابو طلحہ زید بن سہل اہل مدینہ کی۔ جب آنحضرت کے واسطے قبر کھودنے کی ضرورت ہوئی تو عباس نے ایک آدمی ابو عبیدہ کے بلانے کے واسطے اور ایک ابو طلحہ کے واسطے بھیجا۔ اور کہا بار آلہا ان دونوں میں سے جسے تو چاہے اپنی نبی کے واسطے اختیار کر پس قاصد پہنچا تو ابو طلحہ موجود تھے اُنکو بلایا (مگر ابو عبیدہ موجود نہ تھے ورنہ وہ ضرور آتے) اس سے بھی ثابت ہوا کہ ابتک ابو عبیدہ شیخین ہی کے ساتھ سقیفہ میں سرانجام خلافت میں مصروف تھے[۱] ۔

بروایت صاحب سیرۃ الحلبیہ جسوقت رسول اللہ کا انتقال ہوا ہے تو حضرت عمر اور حضرت ابو بکر موجود نہ تھے[۲] اُنکے بیٹیوں عائشہ اور حفصہ نے آنحضرت کے انتقال کی خبر ان دونوں کو کہلا بھیجی ابو بکر کے بلانے کو سالم بن عبید بھیجا گیا تھا۔

ابن خلدون لکھتا ہے کہ آنحضرت کا انتقال ہوتے ہی صحابہ میں ایک عظیم پریشانی پھیل گئی جو شخص اس واقعہ کو سنتا تھا حیران اور ششدر ہو جاتا تھا نہ تو اُنکے ہوش و حواس باقی تھے جو اسوقت حجرہ شریفہ اور مسجد اقدس میں موجود تھے۔ اور نہ وہ حیرت و پریشانی سے بری تھے جو یہ خبر سنکر جوق جوق چلے آتے تھے۔ ابو بکر اسوقت اپنے گھر محلہ سنح میں گئے ہوئے تھے (جو ایک میل کے فاصلہ پر تھا) عمر خطاب اور اکثر اجلہ صحابہ موجود تھے عمر خطاب اس حادثہ ناگہانی سے متحیر سے ہوگئے کچھ ہوش و حواس نہیں رہے (بروایت حلبی سونہہ میں کف بھرے ہوئے) تلوار کھینچکر کھڑے ہوگئے (اور بروایت ابو ونگ تلوار کھینچے ہوئے گھوم رہے تھے) اور آواز بلند سے کہنے لگے بیشک منافقوں کے چند گروہ گمان کرتے ہیں کہ رسول اللہ انتقال کر گئے ہیں حالانکہ وہ نہیں مرے اور بیشک وہ اپنے رب کے پاس گئے ہیں جیسا کہ موسیٰ گئے تھے اور بیشک وہ واپس آئینگے (جو کوئی کہیگا کہ انتقال ہو گیا میں اس تلوار سے اُسکا سر قلم کر ڈالونگا۔ طبری) اتنے میں ابو بکر بھی آپہنچے اور عمر سے کہا چپ رہو اور لوگوں کے سامنے یہ خطبہ پڑھا۔ اے لوگو! جو شخص محمد کی پرستش کرتا رہا ہو پس بیشک محمد مر گئے اور جو شخص اللہ کی عبادت کرتا ہو پس بیشک اللہ زندہ ہے۔ نہیں مریگا۔ اور نہیں ہے محمد مگر اللہ کے بھیجے ہوئے اُن سے پہلے اور بھی رسول آئے ہیں پس کیا اگر یہ مر جائیں یا مارے جائیں تو تم لوگ اپنی پچھلی عادت کی طرف لوٹ جاؤگے اور جو شخص لوٹ جائیگا اپنی پچھلی عادت پر پس وہ ہرگز کچھ نقصان نہ پہنچائیگا اللہ کو اور عنقریب اللہ شاکرین کو جزا دیگا (وما محمد الا رسول قد خلت من قبلہ الرسل افان مات او قتل انقلبتم علی اعقابکم ومن ینقلب علی عقبیہ فلن یضر اللہ شیئاً وسیجزی اللہ الشاکرین) عمر کہتے ہیں کہ پہلے میں نے ابو بکر کے کہنے پر مطلق خیال نہیں کیا تھا لیکن جسوقت اُنہوں نے یہ آیت پڑھی تو مجھے یہ معلوم ہوا کہ یہ آیت ابھی نازل ہوئی ہے مارے خوف کے میرے پاؤں تھرا گئے اور میں زمین پر گر پڑا اور میں نے سمجھ لیا کہ آپ کا انتقال ہو گیا۔ یہی باتیں ہو رہی تھیں کہ ایک شخص نے آکر خبر دی کہ انصار سقیفہ بنی ساعدہ میں جمع ہیں اور وہ سب سعد بن عبادہ کی بیعت کیا چاہتے ہیں۔ اور اُنہیں سے اکثر یہی کہتے ہیں کہ ایک امیر ہم میں سے ہو اور ایک قریش سے۔ ابو بکر و عمر

[۱] تحقیقی نظر سے دیکھا جائے تو یہی ثابت ہوتا ہے کہ حضرات شیخین دفن رسول بلکہ تجہیز و تکفین میں بھی شریک نہ ہو سکے اور جن روایتوں سے ایسا پایا بھی جاتا ہے وہ بوجہ اختلاف قابل اعتماد نہیں حضرت عثمان کی شرکت کسی مورخ نے لکھی ہی نہیں احوال سقیفہ کی فصل میں معلوم ہوگا کہ وہ بھی خلافت کا رنگ الگ ہی جما رہے تھے۔ [۲] اور بروایت طبری و ابن اثیر روضۃ الصفا و ... عمر مسجد نبوی میں موجود تھے اور ابو بکر موجود تھے اپنے گھر محلہ سنح میں گئے ہوئے تھے [۳] مگر عمر بنا لے اور جب نہ ... پھر ابو بکر نے عمر سے ... مسجد میں ہو کر لوگوں ... سامنے

... آگئے ...

سے ایک گروہ مہاجرین صحابہ کے اس شور وغل کی روک تھام کو سقیفہ بنو ساعدہ کی طرف گئے اور علی اور عباس اور اُنکے دونو لڑکے فضل وقثم اور اسامہ بن زید آنحضرت کی تجہیز وتکفین پر متعین ہوئے۔ (ابن خلدون طبری۔ ابن اثیر۔ روضۃ الاحباب حبیب السیر۔ مدارج النبوۃ۔ معارج۔ ایرونگ وغیرہ)۔

ابن عبد البر نے استیعاب میں لکھا ہے "ابو ذویب کہتے ہیں کہ ہم جو مدینہ میں آئے تو تمام مدینہ میں شور ماتم قایم تھا اور پتہ سے معلوم ہوا کہ رسول اللہ صلعم نے انتقال کیا۔ مسجد میں گیا تو اُسکو خالی پایا۔ حجرۂ رسول کیطرف گیا تو وہاں رونے کی آواز بلند تھی اور حضرت لٹائے ہوئے تھے اور صرف آپکے اہل بیت وہاں تھے میں نے پوچھا کہ اور لوگ کہاں ہیں، کہا کہ سقیفہ میں وہاں گیا تو سب کو پایا۔ ابو بکر رض عمر رض ابو عبیدہ۔ سالم اور ایک گروہ قریش کا وہاں موجود تھے"۔

(۱۲۵) تجہیز وتکفین ابن خلدون لکھتا ہے کہ علی آپ کی پشت کو سہارا دیے ہوئے غسل دے رہے تھے اور عباس اور اُنکے دونوں لڑکے کروٹ پھراتے جاتے تھے اور اُسامہ اور شقران پانی ڈالتے تھے۔

صاحب حبیب السیر لکھتے ہیں کہ جب اکابر مہاجرین وانصار کو تحقیق ہو گیا کہ آنحضرت نے وفات پائی۔ ابو بکر صدیق عمر فاروق اور ابو عبیدہ بن جراح کو ساتھ لئے ہوئے مہم خلافت کا فیصلہ کرنے کے واسطے سقیفہ بنی ساعدہ کو چلے گئے۔ اور مردان اہل بیت نے حجرۂ مبارک کا دروازہ بند کر کے یمنی چادر کا ایک پردہ ڈالا اور علی مرتضی اور عباس اور عباس کے دونو بیٹے فضل وقثم اور اسامہ بن زید اور صالح آزاد کردۂ رسول جس کا لقب شقران تھا بسبب ستر کو آن حضرت کے اُٹھا کر پردہ کے اندر لیگئے اور غسل میں مشغول ہوئے۔ علی مرتضی حضرت کو غسل دینے کے متعہد تھے اور اُفضل پیراہن حضرت کا اونچا کرتے جاتے تھے اور عباس وقثم کروٹ دلاتے جاتے تھے اور اسامہ بن زید اور شقران پانی ڈالتے جاتے تھے۔ ان چھ آدمیوں کے سوا کوئی اور غسل میں شریک نہ تھا۔ اور بعد غسل جو پانی کے قطرے آنحضرت کے گوشہ چشم اور پلکوں میں جمع ہوئے تھے علی نے چاٹ لئے اور وہ علی کے ازدیاد علم کا باعث ہوئے۔ بعد غسل حضرت کو ایک سریر پر لٹا دیا اور آنحضرت کی عترت اور اصحاب عالیمقدار نے آنحضرت پر نماز پڑہی۔ اصحاب میں دفن کے بارہ میں اختلاف ہوا اور آخر کو مشاورات کی صلاح سے جسجگہ حضرت کی روح قبض ہوئی تھی فرش کو اُٹھا کر ابو طلحہ نے قبر کھودی۔ اور نیم شب چہار شنبہ یا صبح چہار شنبہ کو علی مرتضی اور عباس اور فضل وقثم اور عبد الرحمن بن عوف اور بقول بعض عقیل ابن ابیطالب اور اُسامہ اور شقران بھی قبر میں اُترے اور حضرت کو دفن کیا۔ کہتے ہیں آخر شخص جو حضرت کی قبر سے باہر آیا وہ علی مرتضی تھے الغرض مٹی دیکر اور پانی چھڑک کر یہ لوگ سب سے پہلے جناب سیدہ کے دروازہ پر آئے اور پرسا دیا۔

(۱۲۶) حلیہ شریف ابو الفدا لکھتا ہے حضرت علی فرماتے ہیں کہ رسول اللہ نہ لانبے تھے نہ ٹھگنے۔ میانہ قد تھا۔ سر مبارک بڑا تھا۔ ڈاڑھی بڑی اور گھندار۔ ہتیلیاں اور تلوے سخت۔ تمام اعضائے بدن فربہ۔ چہرۂ مبارک سرخ۔ چشم سیاہ۔ مُو کشادہ۔ رخسارے نرم۔ گردن لانبی مثل چاندی کی صراحی کے۔ انس کہتے ہیں کہ آپ کی ڈاڑھی میں صرف بیس بال سفید تھے اور چند بال سر میں سفید بال تھے۔ مہندی اور نیل سے خضاب کرتے تھے۔ دونوں مونڈھوں کے بیچوں بیچ مہر نبوت تھی یہ ایک پارۂ گوشت علیحدہ کبوتر کے انڈے کے برابر تھا رنگ اسکا سرخ تھا اور گرداگرد بال تھے (ترمذی)۔ مسلمان مورخوں نے لکھا ہے کہ حضرت کا انتقال ہوتے ہی مہر نبوت حضرت کے جسم پر سے غائب ہوگئی۔

(ایرونگ لکھتا ہے کہ سینہ بہت چکلا تھا۔ جسم مضبوط۔ ہاتھ اور پاؤں بڑے۔ بچپن میں غیر معمولی زبردست اور طاقتور آخر زمانہ میں فربہ زیادہ ہو گئے تھے۔ سر بہت بڑا اور خوشنما تھا۔ چہرہ بیضوی۔ پیشانی بڑی کنپٹیوں کے قریب

---

[1] بروایت روضۃ الاحباب یہ لوگ قبر کے قریب تھے۔

چوڑی - پیشانی پر رگیں ابروؤں تک آئی ہوئی تہیں جو غصہ کے وقت پھول جاتی تہیں - ناک اُبھری ہوئی نوکدار - آنکھیں سیاہ - بھویں محراب نما جو آپس میں پیوستہ تہیں چمکدار بڑا دہانہ جو فصاحت کا نشان تہا - سفید دانت جو کیقدر چھدرے اور غیر منتظم تھے - سیاہ بال جو گھونگروالے نہ تھے - اور شانہ تک آئے ہوئے تھے - لمبی اور گھنی داڑھی بڑے قایم مزاج تہے مگر کبھی کبھی مزاح بھی کرتے تہے - تاہم زیادہ تر سنجیدہ اور بھاری بھر کم رہتے تھے - مسکراتے تو گویا پھول جھڑتے تہے - چہرہ اس سے زیادہ سرخ تہا جیسا کہ عربوں کا ہوتا ہے اور بہت چمکدار +

(۱۲۷) اخلاق واوصاف ابو الفدا لکھتا ہے کہ پیغمبر خدا سب آدمیوں سے زیادہ تیز عقل - ذی ہوش اور صاحب الرائے تہے - ہمیشہ ذکر خدا کرتے - لغویات آنحضرت سے کبھی سرزد نہ ہوتے - بشاش - ہنس مکھ - چپ چاپ - نرم خو - خوش خلق رہتے تہے - آپ کے نزدیک قریب بعید - قوی وضعیف اپنے حق میں برابر تہے - مساکین اور غربا سے محبت رکھتے فقیر کو بسبب افلاس کے کبھی حقیر نہ سمجھتے - کسی بادشاہ سے بسبب اُسکی سلطنت اور حکومت کے کبھی نہ ڈرتے - اشراف کی تالیف قلوب فرماتے - اپنے اصحاب سے بہت گھلے ملے رہتے - کبھی اُن سے نفرت نہ فرماتے - جو کوئی شخص حضرت کے پاس آکر بیٹھتا تحمل فرماتے اور کبھی گھبرا کر اُس سے مونھہ نہ موڑتے جبتک وہ خود ہی نہ چلا جاتا - اور جس سے مصافحہ کرتے اول اُسکا ہاتھ نہ چھوڑتے جبتک وہی نہ چھوڑتا - اور جو کوئی اپنی غرض کے لئے حضرت کو کھڑا کر لیتا اُسکے ساتھ کھڑے رہتے جبتک وہی نہ چلا جاتا ہرگز وہاں سے نہ ہلتے - اور اپنے یاروں پر بڑی مہربانی فرماتے - زمین پر بیٹھ کر بھیڑوں کا دودھ دوہتے - اپنی جوتی آپ گانٹھہ لیتے - گٹھی ہوئی جوتی اور پیوند لگے ہوئے کپڑے پہنتے - ابوہریرہ کہتے ہیں کہ رسول خدا اپنے مرتے دم تک تمام عمر میں جو کی روٹی بھی پیٹ بھر کر نہیں کھائی - اور کبھی ایسا ہی ہوا ہے کہ ایک ایک دو دو مہینے متواتر اہلبیت پر ایسی سختی گذرتی تہی کہ چولہے میں آگ تک نہیں سلگتی تہی - کھجوریں کھا کر اور پانی پیکر بیٹھہ رہتے تہے - اور رسول اللہ بھوک کے سبب اپنے پیٹ پر پتھر باندہ لیتے تہے +

مسلمان مورخین واہل سیر نے لکھا ہے کہ حضرت نے کسی انسان سے لکھنا پڑھنا نہیں سیکھا تہا[لہ] - مگر حضرت لکھہ پڑھ سکتے تہے -

اب ہم یہ دکھانا چاہتے ہیں کہ محققین اہل فرنگ نے اپنی تصانیف میں آنحضرت کے اخلاق واوصاف کی بابت کیا رائے قایم کی ہے + ایروِنگ لکھتا ہے کہ حضرت کے دماغی اوصاف بلاشبہ غیر معمولی اور عجیب قسم کے تہے - بڑے تیز فہم تہے - حافظہ بہت تیز - قوت متخیلہ نہایت چونچال - طبیعت میں ایجاد - معمولی گفتگو سنجیدہ قلیل الالفاظ - کثیر المعانی ہوتی تہی جو فصاحت اور جوش الحانی سے دوبالا ہو جاتی تہی - بڑے پرہیزگار اور متقی تہے - روزے بہت رکھتے تہے لباس کی شان وشوکت کا کچھہ خیال نہ تہا جو چھوٹی طبیعت کی نمود ہوتا ہے - لباس کی سادگی بناوٹی نہ تہی - بلکہ ایسے خفیف اور بے حقیقت ذریعہ سے اپنے کو ممتاز کرنا درحقیقت بیفائدہ اور فضول سمجھتے تہے - اکثر بالوں کے کپڑے پہنتے - بعض اوقات یمن کے دہاری دار روئی کے کپڑے - اکثر اُنمیں پیوند ہوا کرتا تہا - عمامہ باندہتے تہے فرمایا کرتے تہے کہ عمامہ فرشتوں کا لباس ہے - شملہ چھوڑتے تہے اور فرماتے تہے کہ فرشتے ایسا ہی کرتے ہیں - صفائی کا بہت ہی خیال تہا اور اکثر غسل کیا کرتے تہے - خوشبو کے بہت شائق تھے - معاملہ میں بڑے منصف - اپنے پرائے امیر غریب قوی ضعیف سب کے ساتھہ یکساں انصاف برتتے - جس محبت سے عوام الناس سے پیش آتے تھے اور اُنکی شکایتیں سنتے تھے ہر دلعزیز ہوگئے تھے - اگرچہ پیدایشی زود رنج اور تنک مزاج تھے مگر طبیعت پر ایسے حاوی تہے اور مزاج پر ایسا قبضہ کر لیا

[لہ] اکثروں کے نزدیک اسی وجہ سے آنحضرت نبی اُمّی کے نام سے مشہور ہیں - مگر اصل میں حضرت کے اُمّی کہنے کی وجہ یہ ہے کہ آنحضرت مکہ ہی میں پیدا ہوئے اور ۵۳ برس کی عمر تک مکہ ہی میں رہے اور مکہ کا نام اُم القریٰ ہے - ام القریٰ سے منسوب کرکے حضرت اُمّی مشہور ہوئے +

کر خانگی زندگی میں بھی نہایت مہربان بردبار اور متحمل تھے۔ حضرت کے خادم انس کہتے ہیں کہ میں دس (۱۰ سے) آٹھ برس
کی عمر سے حضرت کی خدمت میں تھا کسی بات پر مجھے نہیں جھڑکا۔ اگرچہ مجھ سے نقصان بھی ہو جاتا تھا۔ خود غرض نہ تھے کیونکہ جنگی
فتوحات سے جو غرور و نخوت خود غرضوں میں پیدا ہو جاتی ہے حضرت میں مطلق نہ ہوئی۔ نہایت عروج اور اقتدار کے
زمانہ میں بھی حضرت ایسے ہی سادے رہے جیسا کہ افلاس اور ادبار کے زمانہ میں۔ بادشاہی شان و شوکت تو درکنار اگر
کسی کمرہ میں داخل ہوتے وقت کوئی غیر معمولی تعظیم کی جاتی تو حضرت بہت ناراض ہوتے۔ اگر دنیا کی سلطنت کا خیال
تھا تو اسلام پھیلانے کے خیال سے۔ دولت جو جزیہ اور خراج اور مال غنیمت سے حاصل ہوتی تھی مذہبی فتوحات
کی ترقی میں اور مفلس مسلمانوں کی پرورش میں صرف ہوتی تھی۔ بیت المال ہمیشہ خالی رہتا تھا۔ کبھی ایک درہم
نہ بچتا تھا۔ عمر بن حارث کہتا ہے کہ وقت انتقال حضرت نے نہ کوئی درہم چھوڑا نہ دینار۔ نہ کوئی لونڈی نہ غلام۔ سوائے
کھجور استر دلدل کے اور ہتھیاروں اور زمین کے۔ جو اپنی بیویوں اور بچوں اور غریبوں میں تقسیم کر دی۔ دنیا سے مطلق
غرض نہ تھی۔ ہمیشہ نماز میں مصروف رہتے جو اسلام کا رکن اعظم اور روح کی حکمی صاف کرنے والی چیز ہے۔ مصیبت
اور دل شکستگی کے وقت توکل پر پورا بھروسہ تھا۔ آخرت کی خوشیاں خدا کے رحم پر منحصر سمجھتے تھے فرماتے تھے کہ اگر خدا
رحم نہ کرے تو میں بھی بہشت میں داخل نہیں ہو سکتا۔ اپنے اکلوتے بیٹے ابراہیم کے بستر مرگ اور وفات پر رضا بقضا
ظاہر فرمائی۔ اور یہ کہہ کر تسلی دی کہ بہشت میں پھر دونوں ملیں گے۔ خود مرتے وقت جبکہ کوئی دنیوی تحریک یا ترغیب مکر
کرنے کے واسطے نہیں ہو سکتی حضرت کی مذہبی سرگرمی بدستور تھی۔ آخری لفظوں سے جو حضرت کے منہ سے نکلے ثابت ہوتا
ہے کہ انہیں اس بات کا بھروسہ تھا کہ جلد ان پیغمبروں سے جا کر ملتا ہوں جو مجھ سے پہلے گذر گئے ہیں۔ پس ایسے پرجوش
مستقل زہد والے شخص کو مکار یا کہنا ہی نہیں کہہ سکتے اور نہ ایسی بے کھوٹ عالی مرتبہ۔ بلند پایہ پُر اخلاق تعلیم کو جیسی
قرآن میں ہے ایسی طبیعت کی طرف منسوب کر سکتے ہیں جس میں کمینہ پن ہو اور ہوس لسیرایتی ہو اور صرف دنیا کی ذلیل اغراض
مدنظر رکھتی ہو۔ گبن لکھتا ہے "منصف یقین کرے گا کہ محمد کے اصل ارادے (خیالات) خالص اور اصلی خیر خواہی کے تھے"
شاہی شان و شوکت کو حقیر سمجھتے تھے۔ گھر کے ادنیٰ ادنیٰ کام کرتے تھے۔ آگ سلگاتے۔ جھاڑو دیتے۔ دودھ دوہتے۔ اپنی جوتیاں
گانٹھتے۔ کپڑوں میں اپنے ہاتھ سے پیوند لگاتے۔ جو کی روٹی کھاتے مہمانوں کو اچھا کھلاتے گو آپ کے گھر میں اکثر مہینوں
آگ نہ سلگتی۔ دودھ اور شہد بہت بھاتا تھا۔ معمولی خوراک کھجوریں اور پانی"۔ گلمن اپنی تاریخ اسلام میں لکھتا ہے کیا
ہم اس حالت کو تصور میں لا سکتے ہیں جو عربوں کی ہوئی جب انہوں نے سنا کہ رسول اللہ نے انتقال کیا۔ کیا ہم بتا سکتے ہیں
کہ نبی اور انکی رسالت کی بابت وہ دل سے کیا کچھ خیال کرتے تھے۔ دس برس تک مدینہ کے لوگوں کے سامنے چلتے پھرتے رہے
اور وہ انکی عزیب سلیم زندگی کے ہر پہلو سے واقف تھے۔ انکے سادہ لباس سے انکی سادہ خوراک سے۔ نمونہ کرنے کی
عادت سے انکی پرہیزگاری سے انکے تقوی سے انکے روزہ نماز سے انکے نیک مشورہ سے انکے حلم و تحمل سے۔ خوش صحبتی سے
بخوبی واقف تھے۔ انہیں یاد تھا کہ کس طرح اپنی دائی حلیمہ کے ساتھ جب وہ انکی جوانی میں آئی تھی بخششیں کی تھیں۔ اور
کس طرح اپنی والدہ آمنہ کی قبر پر روئے تھے جب مکہ سے آتے ہوئے انکی قبر کے قریب سے گذرے تھے انہیں محبت کی ہمدردی کے ساتھ
یہ بھی یاد تھا کہ جب انکی آسیہ اور انکی دولت ابراہیم انکے ہاتھ سے چھینا گیا تو انکو کیسا رنج ہوا تھا۔ کیا وہ انکا وعظ کرنا
بھول سکتے تھے کہ وہ لڑکوں کو سمجھاتے تھے کہ اپنے ماں باپ سے محبت کرو انکی عزت کرو اور انکے ساتھ نرمی سے پیش آؤ ماں کے
پاؤں کے نیچے بہشت ہے کیسا سمجھاتے تھے کہ زن و شوہر کے ایک دوسرے پر برابر حقوق ہیں محبت اور الفت میں کیسی
بیویوں کی عزت افزائی کی اس ذلیل حالت سے نکال کر جو ان سے پہلے تھی اور تعداد ازواج کی حد مقرر کر دی کیونکہ

آنحضرت سے پہلے عرب میں دستور تھا کہ جسکا جتنی بیویاں رکھنے کو جی چاہتا تھا کر لیتا تھا کوئی حد نہ تھی) بت پرستی کی حالت سے عربوں کو ایسی خدا پرست قوم بنا دیا اور اُنہیں بتا دیا کہ وہ ایک ہی کوئی اُسکا شریک نہیں کیا وہ اُنکی معزز اور عالیمرتبہ صورت کو بھول سکتے تھے جب وہ بازاروں میں سے گذرتے تھے یا مسجد میں آتے تھے اُنکی غمخوار سیاہ آنکھیں جو ایک ہی ملاقات میں مسخر کر لیتی تھیں۔ وضعدار مسکراہٹ یا مسکرانے کی ادا۔ بڑی ہلتی ہوئی ڈاڑھی۔ تیز اور غواص نظر سختی سے ابرو کا بل کیا یہ سب باتیں اُنکے دل پر نقش نہ تھیں۔ اُنکی دیانتداری ٹکسالی تھی۔ آج جو کچھ نقص اُنمیں نکالیں اور اُس سے بھی زیادہ نکتہ چینی یا تنقید کریں جتنی اُنکے مقلدین کر سکتے تھے وہ ایسے نقص تھے جو اہل عرب کی خصلت اور ساتویں صدی مسیحی میں ہونے بعید نہ تھے۔ اُنہوں نے ایک اخلاقی اور تمدنی ضابطہ تیار کیا جسکو وہ آخر دم تک سمجھاتے رہے۔ کہ خدا کی طرف سے تمام دنیا کو ترقی دیگا۔ اگرچہ اُس قانون میں تعدد ازدواج اور غلام بنانیکا نقص موجود ہے مگر پھر بھی ان سے پہلے ان دونوں باتوں میں جو زیادتی تھی اُس میں بہت کمی کر دی۔ اور اُنکی حالت میں بہت ترقی دی۔ دیکھا ہم محمد میں یہ نقص نکال سکتے ہیں کہ اُس نے اللہ کو کریم الرحیم بتایا اور بجائے اسکے کہ سینکڑوں بتوں کے عوض ایک خدا بتایا اور وہ لاشریک تھا کیا اس سے محمد کی بزرگی اور عظمت ظاہر نہیں ہوتی کہ اُس نے ... کیا اس سے اُسکی سچائی ثابت نہیں ہوتی کہ مرتے دم تک اپنی تمام زندگی بھر اس ... خیال پر مستقل طور سے جا رہا" سور میں اپنی کتاب مذاہب دنیا میں لکھتا ہے کہ محمد نے ایک بکھری ہوئی قوم کو جسکا صدیوں سے کوئی خاص معبد یا دار الحکومت نہ تھا جسکو تمام قومیں نفرت اور حقارت کی نظر سے دیکھتی تھیں اتحاد کی رسی میں باندھ کر ایک کر دیا تھا۔ اور انکو ایسا کمال جلایا تھا کہ وہ اپنا مال بلکہ جان تک اُسکی مدد میں قربان کرنے کو تیار تھے۔ کیونکہ اُن کو یقین ہو گیا تھا کہ خدا ہی نے ہمکو اس کام کا حکم دیا ہے ٭

ڈبلیو۔ ڈبلیو۔ آئی۔ لینڈ اپنی کتاب "بلوشٹ اون ... " میں لکھتا ہے "یہ پرانا خیال کہ محمد صرف ایک دغاباز آدمی تھا ایسا ناقابل یقین ہے کہ کوئی شخص بھی جو ذرا بھی تاریخی تحقیقات میں شعور رکھتا ہے اس خیال کو نہیں مان سکتا" ڈاکٹر اوگسٹ ویل لکھتا ہے "اعلیٰ مصلح قوم کے جو کہ اصل میں محمد تھا اور ہونا چاہتا تھا وہ ہماری تعریف و توصیف کا مستحق ہے وہ رسول کے نام کا شایاں ہے" اے۔ ملے فری مین اپنی تاریخ فتوحات اسلام میں لکھتا ہے "اسمیں کوئی شک نہیں کہ سوائے سچے راستبازی کے ارادوں کے جو اُسکے دل میں تھے محمد ہرگز ایسا مستقل استوار اور ثابت قدم نہیں رہ سکتا تھا بغیر اسکے کہ کبھی ڈگمگاتا یا لغزش کرتا" جان ڈیون پورٹ اپنی کتاب "اپالوجی فور محمد" میں لکھتا ہے "محمد کی صداقت اور خلوص کا پکا ثبوت ہے کہ سب سے اول جو ایمان لانے والے ہیں وہ اُسکے گھر والے اور اُسکے ہمدم دوست تھے۔ یہ سب اُسکے تمام طریق زندگانی سے بخوبی اور پورے پورے واقف تھے اگر اُس میں خلوص نہ ہوتا تو وہ ضرور اُن اختلافات کو بھانپتے جو ہمیشہ کم و بیش ریاکار فریبیوں کے دعووں اور اُن کے خانگی کاموں میں ہوا کرتے ہیں" "اعجاز التنزیل میں ہے سر ولیم میور لکھتے ہیں کہ "کتب مقدسہ سماویہ میں انبیائے بنی اسرائیل میں سے کوئی نبی بھی بجز ایک کے آپ سا عالیمرتبہ و جلیل الشان معلوم نہیں ہوتا" سیل مقدمہ ترجمہ قرآن میں کہتا "ہم نے کہیں بھی کسی کتاب میں نہیں پڑھا کہ خدیجہ کو محمد کی رسالت کے دعوی میں کبھی شبہ ہوا ہو یا اُسکو فریبی و مکار سمجھی ہو" ٹامس کارلائل لکھتا ہے کہ "صحرا کا غواص طبیعت والا باشندہ (محمد) اپنی چمکتی ہوئی کالی آنکھوں اور کھلی صاف ملنسار اور وسیع روح (عقل) کے ساتھ بلند نظری اور ہوا و ہوس کے نہیں بلکہ کچھ اور ہی خیالات رکھتا تھا۔ کم سخن گمبھیر بڑا اعلیٰ درجہ کی روح وہ ضرور نہایت سرگرم پرجوش لوگوں میں سے تھا۔ جنکو خدا ہی نے خلوص اور صداقت کے ساتھ

پیدا کیا ہے - اور لوگ تو قاعدوں اور سُنی سنائی باتوں پر چلتے ہیں اور اُسپر قناعت کرتے ہیں یہ شخص قانون اور قواعد پر قناعت نکرتا تھا بلکہ اپنی روح کو چیزونکی اصلی ماہیت پر متوجہ کرتا اور اُسپر خوض و فکر کرتا تھا ہستی کا بڑا بھید اپنے خوفوں اور شوکتوں کے ساتھ اُسپر کھل گیا تھا - اس قسم کا خلوص سچ مچ کوئی چیز خدا کی طرف سے ہے - ایسے شخص کا کلام خود خدا کی آواز ہے - انسان اسکو سنتا ہے اور ضرور ہے کہ سُنے اور سوا اسکے کچھہ نہ سنے اسکے مقابلہ میں اور سب ہوا ہے - اپنے سفروں اور حجوں کے زمانہ میں - مدتوں سے ہزارہا خیالات اس شخص کے دل میں تھے - میں کیا چیز ہوں؟ یہ تہا چیز کیا ہے جس میں میں رہتا ہوں جسکو لوگ عالم کہتے ہیں؟ زندگی کیا ہے؟ موت کیا ہے؟ میں کس چیز کا یقین کروں یا کس پر ایمان لاؤں؟ مجھے کیا کرنا چاہیئے؟ کوہ حرا اور کوہ طور کی چٹانوں نے اور ریتیلے بنجر ویرانوں نے اسکا جواب نہیں دیا اور بڑے آسمان نے جو سر پر تھا اور اُسکے ستاروں نے جواب نہیں دیا - کوئی جواب نہ ملا - اُس آدمی کی اپنی روح نے اور خدا کے الہام نے جواب دیا - محمدؐ نے جو صرف ایک سیدھا سادہ عرب تھا - اپنے ملک کی بکھری ہوئی چھدری بنگی ہوئی قوموں کو ایک مضبوط مستحکم اور زبردست جتھا بنا دیا - اور دنیا کی قوموں میں انکو نئے خطابوں اور نئی خصلتوں سے ممتاز کیا - تیس برس سے کم میں اس منصوبے اور نظام نے شہنشاہ قسطنطنیہ کو شکست دی - ایران کے بادشاہوں کو مغلوب کیا - شام - عراق - عربیا اور مصر کو فتح کر لیا اور [illegible] سے ظلمات تک فتوحات کو پھیلا دیا اور بارہ صدی سے ابتک سوائے سپین کے ان حدود میں برابر [illegible] چلی آتی ہے اور اسلام شمالی ایشیا - وسط افریقہ اور علاقہ کیسپین میں پھیل گیا - اور پھیلتا چلا جاتا ہے ٭

گسٹیولیبان فرانسیسی مورخ کی رائے - آنحضرت - قرآن اور اسلام کی بابت ٭ آنحضرت کو [illegible] انتہا [illegible] تھی آپ نہایت غور پسند کم سخن اور اپنے ارادوں میں نہایت مضبوط تھے - آپ کا سادہ پن [illegible] تھا - اور ساتھ ہی آپ اپنے جسم مبارک کو نہایت پاک و صاف رکھتے تھے - تمام عمر میں اور اسوقت میں بھی جبکہ آپ صاحب مال و متاع ہوگئے تھے حضرت نے کبھی اپنا ذاتی کام دوسرے سے نہیں لیا - حضرت میں محنت و مشقت اٹھانے کی بے انتہا صلاحیت تھی جس درجہ آپ متعد تھے اُسیقدر صابر و شاکر بھی تھے - جنگ میں نہایت جری تھے - خطرہ سے کبھی نہ بھاگتے ساتھ ہی بے سبب اپنے کو خطرہ میں نہ ڈالتے - آپ میں اس درجہ دور اندیشی تھی کہ [illegible] جو قوم عرب میں پائی جاتی تھی آپ میں نہ تھی آپ متحمل بھی انتہا درجہ کے تھے - گو کہ امی تھے مگر حضرت میں اعلیٰ درجہ کی عقلمندی تھی جو ہمیں حضرت سلیمان کے اُس فہم و ادراک کو یاد دلاتی ہے جسکا ذکر کتب یہود میں ہے - اگرچہ حضرت نے ۱۵ نکاح کیئے مگر یہ تعداد حضرت سلیمان کی تعداد ازواج سے بہت کم ہے - حضرت بے انتہا صاحب الرائے تھے ٭

حضرت نے چاند کے دو ٹکڑے کیئے - آفتاب کو غروب سے عود کرایا تاکہ حضرت علی کی نماز قضا نہ ہو جائے

یہ کہنا کہ حضرت دہوکہ باز شخص تھے میرے نزدیک ایسا قول ہے کہ ایک لمحہ کے لیئے بھی نہیں ٹھیر سکتا -

اس میں شک نہیں کہ حضور صلعم نے ملک عربستان میں وہ نتایج پیدا کیئے جو کوئی مذہب قبل اسلام جن میں مذہب یہود و نصاریٰ دونوں شامل ہیں پیدا نہ کرسکا تھا حضرت نے یہودیوں کے ساتھ بے انتہا سلوک کیا ٭

اگر اشخاص کی بزرگی اور وقعت کا اندازہ اُنکے کاموں سے کیا جاسکتا ہے تو ہم کہیں گے کہ آنحضرت رجال التاریخ میں ایک بہت بڑے شخص گذرے ہیں - قدیم مورخوں نے تعصب مذہبی کی وجہ سے اُنکے کاموں کی پوری وقعت نہیں کی - لیکن [illegible] خود مورخین نصاریٰ انصاف کرنے پر آمادہ ہوگئے ہیں - موسیو بارتھلمی سینٹ ہلیر جو اس زمانہ کے مشہور [illegible] مورخین میں سے ہیں حضرت کے بارہ میں یوں لکھتے ہیں یہ حضرت رسالت مآب اپنے زمانہ کے عربوں میں

سب سے زیادہ تیز فہم زیادہ باخدا اور سب سے زیادہ رحم دل شخص تھے آپ نے جو کچھ حکومت حاصل کی وہ محض اپنی ذاتی فضیلت کی وجہ سے تھی۔ جس مذہب کی آپ نے اشاعت کی وہ اُن اقوام کے لئے جنہوں نے اُسے قبول کیا ایک نعمت عظمیٰ بنگیا"

اگرچہ قرآن من جانب اللہ نازل ہوا لیکن اُسکے اجزا میں بہت کم تناسب ہے عبارت تو اُسکی حیرت انگیز ہے لیکن سلسلہ مضامین اور دلائل منطقی اسمیں اکثر مفقود ہیں۔ قرآن فی الحقیقت دن بدن اور وقتی ضرورتوں کے لحاظ سے نازل ہوتا رہا حضرت جبرئیل کی وساطت سے جب کوئی ضرورت پڑتی یا کسی مشکل کا سامنا ہوتا تو ایک نئی وحی نازل ہوتی۔ اور اشکال کو رفع کردیتی اور یہ وحی فوراً شریک قرآن ہو جاتی۔ قرآن شریف کی ترتیب بعد آنحضرت کے ہوئی اپنی حین حیات میں خود آپ ایک ہی آیت کا کئی طرح سے پڑھا جانا جائز رکھتے تھے لیکن خلیفہ ثالث نے مختلف روایتوں اور قرأتوں کا جو صحابہ میں جاری تھیں مقابلہ کرنے کے بعد ایک آخری نسخہ قرار دیدیا۔ قرآن میں یہود و نصاری کے ساتھ ہمدردی ظاہر کی ہے یہود و نصاری اور اسلام ایک ہی درخت کی تین ٹہنیاں ہیں۔ اسلام ایک قسم کا مذہب عیسائی ہے مشکلات اور پیچیدگیوں سے نکلا ہوا۔ تمام مذاہب عالم میں یہ فخر اسلام ہی کو حاصل ہے کہ اُسنے پہلے پہل وحدانیت خالص و محض کی دنیا میں اشاعت کی۔ اسی خالص وحدانیت کی وجہ سے اسلام کی ساری سادگی اور ساری شان ہے۔ اور یہی سادگی باعث ہوئی ہے اسلام کی قوت اور اسلام کی مضبوطی کی +

اسلام قلوب میں اس قسم کا زندہ اور پرزور جوش ایمان پیدا کردیتا ہے کہ پھر اُسمیں مطلقاً شک اور تذبذب کی گنجائش نہیں رہتی + اسلام کا ملکی اور تمدنی اثر فی الواقع بے حد و بے پایاں ہے۔ زمانۂ جاہلیت میں عربستان کا ملک چھوٹے چھوٹے خود مختار صوبوں اور قبیلوں میں منقسم تھا جو ہمیشہ ایک دوسرے سے لڑا کرتے تھے ظہور پیغمبر اسلام سے ایک صدی کے اندر عربوں کا ملک دریائے سندھ سے اندلس تک پہنچگیا تھا اور اُن تمام شہروں میں جہاں اسلامی پرچم جلوہ فگن تھا ایک حیرت انگیز ترقی نظر آتی ہے۔ اسکی وجہ یہ ہے کہ اسلام وہ مذہب ہے جسکے اعتقادات کو مسائل علوم طبیعی کے ساتھ پورا توافق ہے اور ان اعتقادات کا خاصہ یہ ہے کہ ہمارے اخلاق کو نرم کریں اور ہم میں نیکی اور انصاف اور دوسرے مذاہب کی رواداری پیدا کریں +

بعض مورخین کا یہ خیال کہ اشاعت قرآن اور دین اسلام کی حیرت انگیز سرعت اس سبب سے ہوئی کہ اس مذہب میں شہوات نفسانی کی باگ ڈھیلی کردی گئی ہے اور علاوہ اسکے یہ مذہب بزور شمشیر پھیلایا گیا ہے۔ نہایت آسانی سے ثابت ہوسکتا ہے کہ بالکل غلط ہے۔ ہاٹنگر نے ایک بڑی لمبی چوڑی فہرست اُن اخلاقی احکام کی دی ہے جو مسلمانوں میں بطور مقولوں کے رائج ہیں اور بلا خوشامد مذہب اسلام کہا جاسکتا ہے کہ ان مقولات سے بہتر کوئی دستور العمل انسان کو عملاً نیکی کی طرف راغب اور بدی سے محترز کرنے کے لئے نہیں ہوسکتا +

یہ امر تاریخ سے ثابت ہوچکا ہے کہ کوئی مذہب بزور شمشیر نہیں پھیلاسکتا جسوقت عیسائیوں نے اندلس کو عربوں سے فتح کرلیا اُسوقت اس مفتوح قوم نے جان دینا قبول کیا۔ لیکن مذہب کا بدلنا قبول نہیں کیا۔ چین میں اگرچہ عربوں نے ہرگز بھر زمین پر بھی قبضہ نہیں کیا تاہم اسوقت چینی مسلمانوں کی تعداد دو کروڑ نفوس[1] سے زیادہ ہے +

[1] چین کی مسلمانوں کی ایمانداری بالکل مسلم ہے اُنمیں حق پرستی اور دیانتداری کا نہایت درجہ خیال ہے اُنمیں سے جو سرکاری ملازم ہیں اُن سے رعیت خوش ہے اور اُنکی عزت بھی کرتی ہے۔ اور جنہوں نے تجارت کا پیشہ اختیار کیا ہے وہ نہایت نیکنام ہیں۔ اصول مذہبی نے اُنکے خمیر بنا دیا ہے دوسرے مذاہب کے مقابل میں پورا تحمل خیال کی آزادی ہر ایک رسم و رواج و قانون و اعتقادات کی پوری ہمدردی اور عزت کرنا یہ وہ چیزیں ہیں جنہوں نے چین کے مسلمانوں کے لئے بھی حقوق پیدا کردیئے ہیں جو اور چینیوں کو حاصل ہیں۔ وہ ملک میں عامل بھی ہوسکتے ہیں اور ہر قسم کی فوجی خدمات پانیکے بھی مجاز ہیں یہاں تک کہ وہ خود شاہنشاہ کی دربار کی خدمات سے بھی ممتاز ہوسکتی ہیں (تمدن عرب۔ گسٹیو لیبان)

فصل چہارم ازواج آنحضرت

حضور صلعم کی تمام بیویاں سوائے حضرت عایشہ کے ثیبہ تہیں یعنی سب کا پہلے کسی اور سے نکاح ہوچکا تہا۔ حضور کی بیویوں کی دو پارٹیاں تہیں ایک پارٹی کی سرگروہ عایشہ تہیں اور حفصہ بنت عمر اور سودہ و صفیہ اُنکے ساتھ تہیں اور دوسری پارٹی میں باقی ازواج جنکی سرگروہ ام سلمہ تہیں (روضۃ الاحباب)*

(۱) خدیجہ بنت خویلد (بن اسد بن عبد العزّیٰ بن قصی بن کلاب) کنیت اُمّ ہند۔ انکی والدہ فاطمہ بنت زایدہ بن اصم بن عامر بن لوے کی نسل سے۔ خدیجہ کے پہلے شوہر کا نام عتیق بن عایذ بن عبد اللہ مخزومی تہا اُس سے ایک لڑکا اور ایک لڑکی پیدا ہوئی۔ اُسکے بعد ابوہالہ مالک بن النباش بن زرارہ تمیمی کی زوجیت میں آئیں اُس سے دو لڑکیاں پیدا ہوئیں۔ ہالہ اور ہند۔ ابوہالہ کے مرنے کے بعد حضور کی زوجیت میں آئیں*

خدیجہ بڑی فاضلہ۔ عاقلہ اور حازمہ تہیں اور زمانہ جاہلیت میں اُنکو طاہرہ کہتے تہے۔ نسب عالی اور مال وافر رکہتی تہیں* حضرت کا اول نکاح خدیجہ ہی سے ہوا اسوقت خدیجہ کی عمر چالیس سال اور آنحضرت کی ۲۵ سال تہی ابوطالب نے نکاح کا خطبہ پڑہا* جتنی اولاد آنحضرت کی ہوئی خدیجہ سے ہوئی سوائے ابراہیم کے جو ماریہ قبطیہ سے پیدا ہوئے تہے۔ نکاح مکہ میں ہوا۔ انکی حیات میں حضرت نے دوسرا نکاح نہیں کیا*

دنیا بہر میں سب سے پہلے خدیجہ حضرت پر ایمان لائیں اور تصدیق کی۔ انہوں نے سب سے پہلے اپنے مال سے حضرت کی مدد کی۔ حضرت فرمایا کرتے تہے کہ چار عورتیں بہشت میں سب سے بزرگ ہیں۔ مریم بنت عمران مادر عیسیٰ۔ خدیجہ بنت خویلد فاطمہ بنت محمدؐ اور آسیہ بنت مزاحم زن فرعون*

حضرت عایشہ کہتی ہیں کہ مجہے کسی عورت پر ایسا حسد نہیں آیا جتنا خدیجہ پر۔ اگرچہ جب میں حضرت کے نکاح میں آئی خدیجہ زندہ نہتیں کیونکہ حضرت اُنکے مرنیکے بعد اُنکو اکثر یاد کیا کرتے تہے کبہی ایسا کیا کرتے تہے۔ کہ گوسفند ذبح کرکے اُسکے پارچے خدیجہ کی سہیلیوں کو بہیجا کرتے تہے اور میں مارے حسد کے حضرت سے کہتی تہی کہ گویا سوائے خدیجہ کے کوئی عورت دنیا میں ہے ہی نہیں۔ جواب میں آنحضرت فرماتے تہے اُس میں بہت سی عمدہ صفتیں تہیں اور میرے اولاد اُسی سے پیدا ہوئی۔ ایک دفعہ حضرت نے خدیجہ کو یاد کیا میں نے رشک سے کہا کہ اُس قریش کی بڑہیا کو یاد کئے جاؤ گے کہ بڑہاپے سے اُسکے دانت بہی منہ میں نہ رہے تہے۔ اور اپنی عمر گذار چکی تہی اور حقتعالی نے اُسکی عوض میں اُس سے بہتر آپکو عنایت کی ہے۔ حضرت ایسے غضبناک ہوئے کہ پیشانی کے بال ہلنے لگے اور فرمایا قسم خدا کی کہ اُس سے بہتر کوئی عورت خداوند تعالی نے مجہے نہیں دی۔ وہ مجہپر ایمان لائی جبکہ تمام لوگ کافر تہے اور میری تصدیق کی جب کہ سب مجہے جہٹلاتے تہے اور (اپنے مال سے) میری مواساۃ کی اسوقت جبکہ سب لوگ مجہے محروم رکہتے تہے اور خدا نے مجہے اُس سے فرزند عطا کئے۔ عایشہ کہتی ہیں اُسوقت سے مینے اپنے دل میں بچار لیا کہ آیندہ کبہی خدیجہ کو بدی سے یاد نکرونگی* خدیجہ نے ماہ رمضان سال دہم بعثت میں وفات پائی اور مقبرہ حجون میں دفن ہوئیں اسوقت انکی عمر ۶۵ سال کی تہی آنحضرت بکمال ملول و محزون ہوئے (روضۃ الاحباب)

(۲) سودہ بنت زمعہ (بن قیس بن عبد الشمس بن عبدود) از نسل عامر بن لوی۔ کنیت ام الاسود۔ انکی والدہ شموس بنت قیس از نسل لبید خداش* سودہ مکہ میں اوائل بعثت میں مسلمان ہوئی تہیں۔ پہلے اپنے چچا زاد سکران بن عمرو بن عبد شمس کے نکاح میں تہیں اور اُس سے ایک بیٹا مسمی عبد الرحمن جنی تہیں جو جنگ جلولا میں شہید ہوا۔ سودہ نے سکران کے ساتھ حبشہ میں ہجرت بہی کی تہی۔ بعد مدت مکہ میں آکر رہنے لگیں جب اُنکا شوہر مرگیا تو دسویں سال بعثت میں خدیجہ کی وفات کے بعد (عایشہ کے نکاح سے پہلے) سودہ سے آنحضرت نے نکاح کر لیا

اور آٹھویں سال ہجری میں طلاق دینے کا ارادہ کیا سودہ نے عاجزی کی اور کہا کہ مجھ سے آپ کچھ سروکار نہ رکھئے مجھے اب شوہر کی خواہش نہیں رہی ہے آپ میری باری میں بھی عائشہ ہی کے پاس رہا کیجیے مگر طلاق نہ دیجیے تاکہ قیامت کے روز آپ کی زوجات میں محشور ہوں - حضرت اپنے ارادہ سے باز رہے - ان سے ۵ حدیثیں مروی ہیں (روضۃ الاحباب)

(۳) **عائشہ بنت ابوبکر** کنیت ام عبداللہ - انکی ماں کا نام امّ رومان بنت عمیر - بڑی علامہ فقیہہ - فصیحہ - فاضلہ اور عقلمند تھیں - حضرت کی محبوبہ تھیں - مکہ میں ۶ برس کی عمر میں شوال سنہ ۱۰ بعثت میں ہجرت سے ۳ سال پہلے آنحضرت سے نکاح ہوا اور ۹ برس کی عمر میں زفاف واقع ہوا - اور ابھی تک گڑیاں کھیلتی تھیں - آنحضرت کی وفات کے بعد حضرت عمر نے اپنے عہد میں دیگر زوجات کا دس دس ہزار درہم وظیفہ مقرر کیا اور حضرت عائشہ کا بارہ ہزار کیونکہ وہ حضرت رسول کی سب سے زیادہ محبوبہ تھیں - انکی مرویات کتب معتبرہ میں دو ہزار دو سو دس حدیثیں ہیں - صحابہ و تابعین میں سے اکثر لوگ عائشہ سے روایت کرتے ہیں +

وفات شب سہ شنبہ ہفتدہم ماہ رمضان ۵۸ھ ہجری جبکہ عمر ۶۶ سال کی تھی - بقیع میں دفن ہوئیں[۱] (روضۃ الاحباب) مگر صاحب حبیب السیر لکھتے ہیں کہ تاریخ حافظ ابرو اور ربیع الابرار اور کامل السفینہ میں منقول ہے کہ ۵۶ھ میں معاویہ بن ابی سفیان یزید کی بیعت لینے کیواسطے مدینہ گیا اور حسین بن علی اور عبداللہ بن عمر اور عبداللہ بن زبیر کو رنج پہنچایا صدیقہ نے زبان ملامت و اعتراض اسپر کھولی - معاویہ نے اپنے گھر میں ایک کنواں کھودوا اور اسکا منہ خاشاک سے بند کیا اور کرسی آبنوس اسپر رکھی پھر صدیقہ کو اپنے یہاں دعوت میں بلایا اور اس کرسی پر بٹھایا یہانتک کہ وہ کنوئیں میں جا پڑیں اور معاویہ نے کنوئیں کا منہ چونے سے مضبوط کر دیا اور مدینہ سے مکہ چلا گیا[۲] +

اسماء الرجال مشکوۃ میں ہے کہ نکاح کے ۱۸ مہینہ بعد ماہ شوال ۲ھ میں مدینہ میں زفاف واقع ہوا - مگر اسپر سبکا اتفاق ہے کہ وقت زفاف ۹ برس کی عمر تھی اور ۹ برس حضرت کے ساتھ رہیں حضرت کی وفات کے وقت انکی عمر ۱۸ سال کی تھی ۵۷ھ میں مدینہ میں وفات ہوئی جبکہ مروان معاویہ کی طرف سے مدینہ کا حاکم تھا (رجال مشکوۃ)

نوٹ حضرت عائشہ میں رشک اور کھسایٹ کی عادت تھی - خدیجہ سے تو اسدرجہ کہ اگرچہ خدیجہ خود زندہ تھیں مگر خدیجہ کی بیٹی فاطمہ اور داماد علی سے ہمیشہ نفرت اور کراہت رکھتی تھیں - تمثیلاً - تاریخ الخمیس اور جذب القلوب میں لکھا ہے کہ درمیان دو لتخانہ جناب سیدہ و جناب رسول خدا جسمیں عائشہ رہتی تھیں ایک کھڑکی تھی اور اس راہ سے اکثر آنحضرت بھی آجایا کرتے اور ہر دفعہ خیریت حسنین و جناب سیدہ و جناب امیر دریافت کرتے تھے - ایک دفعہ آدھی رات کو بی بی عائشہ اس کھڑکی سے جناب سیدہ کے ہاں آئیں اور لڑائی لڑنے لگیں اس گفتگو سے جناب سیدہ کو اسقدر ملال ہوا کہ خود رسول اللہ سے عرض کیا یا حضرت اس دریچہ کو بند کرا دیجیے پس آنحضرت نے وہ دریچہ بند کرا دیا -

شرح مشکوۃ میں لکھا ہے کہ جناب سیدہ نے اسماء بنت عمیس سے وصیت کی کہ عائشہ کو میرے جنازہ پر نہ آنے دینا +

ابن حجر فتح الباری شرح صحیح بخاری میں کتاب الصلوۃ میں لکھتے ہیں (اس حدیث کی شرح میں کہ عائشہ نے کہا کہ رسول خدا عباس اور ایک شخص پر تکیہ کرکے مسجد میں تشریف لائے) کہ وہ دوسرا شخص علی تھا اور یہ کہ ابن عباس نے کہا ہے کہ عائشہ کا دل ذکر خیر علی سے خوش نہیں ہوتا تھا - اور زہری کی روایت ہے کہ عائشہ کی

---

[۱] کتاب المعارف میں ابن قتیبہ لکھتا ہے کہ وفات کے وقت اُن سے دریافت کیا گیا کہ آیا آپ کو رسول اللہ کی قبر کے قریب دفن کیا جائے تو انہوں نے جواب دیا نہیں میں نے حضور انور کے بعد بعض نئی باتیں (احداث) کی ہیں اس لئے مجھکو میری بہنوں کے پاس دفن کرنا چنانچہ وہ بقیع میں دفن ہوئیں - عبداللہ بن زبیر اُنکے وصی تھے ۱۲ [۲] اوکلی نے بھی اپنی تاریخ میں یہی مضمون لکھا ہے + پہلی روایت میں ہے کہ بقیع میں دفن کیگئیں اور دوسری میں ہے کہ معاویہ نے ایسا کنوئیں میں زندہ درگور کر دیا - یہ اختلاف اسطرح رفع ہو سکتا ہے کہ پہلے عائشہ کسی بیماری میں قریب بمرگ پہنچ گئی تھیں ؟ اسوقت بقیع میں دفن کرنیکی وصیت کی ہوگی بعدہ میں اچھی ہوگئیں اور معاویہ کے ہاتھوں آپکا خاتمہ ہوا - رہا اختلاف قبل ہنوں کا یہ بھی مورخین کا مغالطہ ہے - مگر غالباً ایسا معلوم ہوتا ہے کہ بقیع میں دفن ہونیکی روایت معاویہ کو بری کرنیکی غرض سے گھڑ لیگئی ہے -

قدرت نہیں رکھتی تھیں کہ علی کو بخیر یاد کریں اسیکا نتیجہ جنگ جمل وغیرہ کے واقعات ہیں۔ جب حضرت علی کی وفات کی خبر عایشہ کو پہنچی تو علامہ دمیری حیات الحیوان میں لکھتے ہیں کہ عایشہ نے اس شعر کو پڑھا ؎ فالقت عصاها فاستقر بها النوی کما قر عینا بالایاب المسافر ﴿ (معنی) ڈالدیا اُس نے اپنا عصا اور جائے اطمینان ملگئی جیسا کہ مسافر کا دل منزل پر پہنچ جانے کے بعد خوش ہوتا ہے۔ علامہ دمیری کہتے ہیں کہ القا عصا سے کنایہ ہے حصول اطمینان سے محاورہ عرب ہے کہ جب کوئی جای اطمینان پر پہنچ جاتا ہے اور کل امور اُسکے درست ہوجاتے ہیں تو اُسکو القی عصا کہتے ہیں کہ عصا اپنا ڈالدیا ﴿

پس اس شعر سے مسرت جناب عایشہ کی ثابت ہوئی۔ ابن جوزی کی تذکرہ خواص الامہ اور تاریخ ابوالفدا۔ اور روضۃ الصفا اور روضۃ الاحباب میں ہے کہ امام حسن کے واسطے ایک قبر رسول اللہ صلعم کی قبر کے قریب کہو دیگئی اور جنازہ اُن جناب کا اُسپر لاکر رکہا گیا کہ دفن کریں اسسے پہلے حضرت عایشہ کو اس بات کی خبر لگ گئی وہ ایک خچر پر سوار ہوکر اُس مقام پر پہنچیں جناب امیر کے شیعہ غل کرنے لگے اور کہا کبہی تو اونٹ پر بیٹھکر جناب امیر سے لڑتی ہو اور کبہی خچر پر سوار ہوکر پیغمبر خدا کے نواسے کے جنازہ پر جھگڑتی ہو اور دفن نہیں کرنے دیتیں۔ بہت کوشش کی گر مفید نہوئی کیونکہ لوگ دو گروہ ہوگئے اور ایک دوسرے کیطرف تیر پھینکنے لگے یہانتک کہ چند تیر جنازہ میں بہی لگے اُسوقت جناب امام حسین اُس وصیت کے موافق جسکا پہلے ذکر ہوا جنازہ کو گورستان بقیع میں لیگئے۔

مدارج النبوۃ میں ہذیل قصہ تزویج اسماء بنت النعمان بن ابی الجون درج ہے کہ جب حضرت رسول اللہ نے اُن سے عقد کیا اور وہ بسترہ میں لائی گئیں تو ازواج کو بڑا رشک ہوا کیونکہ نہایت حسین وجمیل تہیں۔ اُنکے حسن وجمال کا آوازہ تمام مدینہ میں مشہور ہوگیا تہا۔ اُسوقت ان ازواج نے یہ ترکیب سوچی کہ اُنکو رم پٹی دیکر فریب دینا چاہیئے۔ چنانچہ پہلے اُنہوں نے حضرت کے سامنے بڑی خوشی ظاہر کی اور اپنی طرف سے مداہنت کیا بعد اُس نو عروس کے ساتھ محبت کا برتاؤ شروع کیا جب ہر طرح اُنپر اپنی محبت جتائی تو بی بی عایشہ نے حفصہ سے کہا کہ تم انکے مہندی لگاؤ ہم کنگہی چوٹی کرتے ہیں اس حالت میں بکمال دردمندی وخیرخواہی یہ تعلیم کیا کہ جب حضرت تشریف لاویں اور قصد کریں تو تم اعوذ باللہ منک کہنا اس سے حضرت بہت خوش ہونگے چنانچہ جب حضرت اندرون حجرہ تشریف فرما ہوئے تو اُس سادہ لوح نے بنا بر تعلیم ہر دو معلمہ کاملہ عایشہ و حفصہ وہی لفظ کہے جسپر حضرت فوراً اُٹھ کھڑے ہوئے اور فرمایا کہ بڑی پناہ مانگی جا اپنی قوم وقبیلہ سے ملحق ہو اور ابو اسید کو کہا اسے پہنچا آؤ۔ بعد اسکے لوگوں نے خبر دی کہ یا حضرت ان ازواج عایشہ و حفصہ نے یہ فکر کیا ہے حضرت نے فرمایا انہن صواحب یوسف وان کیدهن عظیم یعنے یہ عورتیں حضرت یوسف کے زمانہ کی عورتوں کی ساتھیوں سے ہیں اور انکا کید بڑا عظیم ہے انتہی ﴿

(۴) **حفصہ بنت عمر** (بن خطاب) ماں کا نام زینب بنت مظعون بن حبیب۔ حفصہ پہلے خنیس بن حذافہ کی بیوی تہی خنیس مہاجرین حبشہ اور حضار غزوہ بدر سے تھے۔ خنیس نے واقعہ بدر یا واقعہ احد کے بعد وفات پائی۔ رسول صلعم سے سال دوم یا سوم میں نکاح ہوا۔ آنحضرت سے پہلے حضرت عمر نے حضرت ابوبکر اور حضرت عثمان سے انکا نکاح کرنا چاہا تھا اُنہوں نے نا منظور کیا تہا۔ نقل ہے کہ کسی افشای راز پر آنحضرت نے حفصہ کو طلاق دیدی تہی۔ بعد میں حضرت عمر کے کہنے سے رجعت کی۔ ولادت حفصہ ۵ سال قبل از بعثت۔ وفات میں اختلاف ہے ۴۱ یا ۴۵ یا ۴۷ یا ۵۰ ہجری کی روایات ہیں عمر ۶۰ سال۔ انکی مرویات کتب متداولہ میں ۶۰ حدیثیں (روضۃ الاحباب)

(۵) زینب بنت خزیمہ بن الحارث۔ پہلے طفیل بن حارث بن عبدالمطلب کی زوجہ تہیں اُس نے طلاق دی تو اُسکے بہائی عبیدہ بن حارث نے اُن سے شادی کرلی۔ عبیدہ غزوہ بدر میں شہید ہوگئے اور بقول بعض ... ہے کہ

عبداللہ بن جحش نے ان سے شادی کی وہ بھی جنگ احد میں شہید ہوئے۔ پس رمضان سال سوم ہجرت میں آنحضرت نے
نکاح کر لیا ۳ یا ۸ ماہ حضرت کے گھر میں رہ کر ربیع الثانی سال چہارم ہجری میں وفات پائی ام المساکین انکا لقب ہے (روضۃ الاحباب)

(۶) ام سلمہ بنت ابی امیہ حذیفہ یا سہیل بن مغیرہ بن عبداللہ مخزومی | انکا اصل نام ہند تھا آنحضرت کی پھوپھی عاتکہ
بنت عبدالمطلب کی بیٹی تھیں۔ پہلے ابو سلمہ بن عبداللہ بن عبدالاسد کی بیوی تھیں اور یہ حضرت کی پھوپھی برہ بنت عبدالمطلب
کا بیٹا تھا ثویبہ کا دودھ آنحضرت اور ام سلمہ دونوں نے پیا تھا۔ ابو سلمہ سے ام سلمہ کے چار بچے تھے۔ زینب۔ سلمہ۔ عمر۔ درہ۔ ابو سلمہ اور
ام سلمہ نے حبشہ کی بھی ہجرت کی تھی اور وہاں سے آکر مدینہ میں ہجرت کی تھی۔ ابو سلمہ نے جنگ احد میں ایک زخم کھایا تھا جس کے
باعث بعد مدت وفات پائی ابو سلمہ کے انتقال کے بعد حضرت ابوبکر اور حضرت عمر نے ان سے خواستگاری کی ام سلمہ نے منظور نہ کیا
شوال سال چہارم ہجرت میں آنحضرت نے ان سے عقد کیا۔ زینب بنت خزیمہ کا مکان (جس میں انہوں نے وفات پائی تھی) رہنے
کو ملا۔ ازواج رسول میں سب سے آخر انہوں نے وفات پائی امام حسین علیہ السلام کی شہادت کے بعد سنہ ۶۱ھ میں وفات
پائی۔ جب خبر قتل امام حسین پہنچی تو اہل عراق پر لعنت کی بقیع میں دفن ہوئیں عمر ۸۴ سال۔ مرویات ۳۷۸ +

(۷) زینب بنت جحش بن رباب | اصل نام برہ تھا آنحضرت نے زینب نام رکھا۔ کنیت ام الحکم۔ ماں کا نام امیمہ بنت
عبدالمطلب یعنی پھوپھی تھیں رسول اللہ کی۔ انکا اول نکاح زید بن حارثہ سے ہوا۔ چونکہ ان بن رہتی تھی زید نے انکو
طلاق دیدی اور بعد عدت ۵ھ میں آنحضرت نے ان سے نکاح کر لیا۔ اسی موقع پر آیہ حجاب نازل ہوئی +

(نوٹ) زید کو حضرت نے متبنے کر لیا تھا اور حضرت ہی نے زینب کا نکاح زید سے کیا تھا۔ درخواست کے وقت زینب نے جانا
تھا کہ حضرت نے اپنے واسطے درخواست کی ہے۔ مگر بوقت نکاح اگرچہ حضرت کے سمجھانے سے مان گئیں تاہم برابر زید کے
ساتھ ان بن رہی۔ کئی دفعہ زید نے طلاق دینے کا ارادہ کیا مگر حضرت نے روک روک دیا ناچار جب کسی طرح
گذارا نہ ہوا تو زید نے طلاق دیدی اور بعد گذرنے عدت کے آنحضرت نے زید کی معرفت اپنا پیام دیا اور نکاح ہو گیا
جان ڈیون پورٹ انگریز مورخ اپنی کتاب اپولوجی فور محمد میں لکھتا ہے "اصل حقیقت یہ ہے کہ اشاعت اسلام سے بہت پہلے
سے اہل عرب میں دستور تھا کہ اگر کوئی شخص اپنی بیوی کو ماں کہہ دیتا تھا تو پھر اس سے جماع نہیں کر سکتا تھا۔ یا اگر
کسی لڑکے کو بیٹا کہہ لیتا تھا تو اس لڑکے کو اصلی بیٹے کے حقوق حاصل ہو جاتے تھے۔ اب قرآن نے ان دونوں رسموں کو منسوخ
کر دیا۔ محمد اپنی پھوپھی کی لڑکی زینب کو بہت عزیز رکھتے تھے اور ایسا ہی اپنے آزاد کردہ زید بن حارثہ کو جسے متبنے کر لیا
تھا بہت چاہتے تھے۔ زینب کی شادی زید سے کر دی تھی۔ چونکہ دونوں میں موافقت نہ تھی زید نے طلاق دینی
چاہی محمد نے بہت کچھ سمجھایا کہ ایسا نہ کرے مگر آخر زید نے طلاق دے ہی دی۔ محمد کو خیال ہوا کہ میں نے ہی زینب کی
شادی زید سے کی تھی اور اب طلاق کا الزام مجھ پر آتا ہے۔ نیز اس لئے زینب کو روتا پیٹتا دیکھکر صرف یہی علاج مناسب
سمجھے کہ اس سے خود نکاح کر لیں۔ حالانکہ حضرت کو اس بات کا اندیشہ تھا کہ اہل وطن اپنی رسم کے موافق مجھپر اعتراض
کرینگے مگر سوا اسکے چارہ بھی نہ تھا + تعدد ازواج کے بارہ میں صرف اتنا ہی لکھنا کافی ہے کہ ہر شخص پر ظاہر ہے کہ
شہوت رانی کا زور بعد چالیس برس کے نہیں رہتا۔ آنحضرت نے جتنے نکاح اور کئے ہیں وہ سب خدیجہ کی وفات
کے بعد جب حضرت کی عمر پچاس برس کی ہو چکی تھی اسلئے حضرت کا متعدد نکاح کرنا بنظر شہوت پرستی نہ تھا بلکہ
بغرض خاص مصلحتوں کے خدا کے حکم سے تھا" +

عائشہ کہتی ہیں کہ کوئی عورت زینب سے زیادہ دین میں خیر اور متقی اور سچی اور صلہ رحم بجا لانیوالی اور زیادہ صدقہ
دینے والی نہیں ہوئی۔ وفات سنہ ۲۰ یا سنہ ۲۱ھ میں عمر ۵۳ سال۔ مدفن بقیع۔ حضرت کے بعد آپکی زوجات میں

سب سے پہلے انہوں ہی نے وفات پائی - مرویات ۱۱ حدیثیں (روضۃ الاحباب)

(۸) جویریہ بنت الحارث بن ابوضرار اصل نام برّہ حضرت نے جویریہ نام رکھا - پہلے اپنے چچازاد و والشفر بن مسافع بن صفوان کی بیوی تھی - جب وہ جنگ مریسیع میں مارا گیا مسلمانوں نے قید کر لیا پھر آزاد کیا - حضرت نے شعبان سال پنجم یا رمضان سال ششم ہجری میں ان سے عقد کیا وفات مدینہ میں ۵۰ھ یا ۵۶ھ میں عمر ۶۵ سال مرویات ۷ حدیثیں

(۹) ام حبیبہ بنت ابوسفیان بن حرب بن اُمیہ اصل نام رملہ یا ہند - ماں کا نام صفیہ بنت ابوالعاص بن اُمیہ بن عبد شمس - عثمان بن عفان کی پھوپھی ام حبیبہ پہلے عبیداللہ بن جحش اسدی کی بیوی تھی اوائل اسلام میں دونوں نے مسلمان ہو کر حبشہ کی طرف ہجرت کی تھی - وہیں حبیبہ انکی لڑکی پیدا ہوئی - اور وہیں عبیداللہ عیسائی ہو گیا - (اور) ۶ھ میں شراب پیتا مر گیا تھا حضرت نے معرفت نجاشی بادشاہ حبشہ کے ام حبیبہ کو نکاح کا پیغام دیا اور ۷ھ میں ام حبیبہ نے مدینہ میں آکر شرف مصاحبت حضرت سے ممتاز ہوئی ۴۲ھ یا ۴۴ھ ہجری میں مدینہ میں وفات پائی - مرویات کتب متداولہ میں پینسٹھ حدیثیں +

(۱۰) صفیہ بنت حیی بن اخطب یہود بنی نضیر سے نسل ہارون علیہ السلام سے تھیں اول سلام بن مشکم کی بیوی تھیں جب دونوں میں جدائی واقع ہوئی تو کنانہ بن الربیع بن ابی الحقیق نے اپنی زوجیت میں لیا - کنانہ جنگ خیبر میں مارا گیا یہ قید ہو کر آئیں حضرت نے اپنی زوجیت میں لیا - منزل صہبا میں زفاف واقع ہوا - اسوقت آپ کی ۱۷ سال کی عمر تھی - عائشہ اور حفصہ انکو ستاتی رہتی تھیں آنحضرت نے دونو کو دھمکا دیا - صفیہ کی وفات ۳۶ھ یا ۵۰ھ یا ۵۲ھ میں ہوئی - مدفن گورستان بقیع - مرویات دس حدیث +

(۱۱) میمونہ بنت الحارث بن حزن بن بجیر بن حرم ماں کا نام ہند بنت عوف بن زہیر بن حرب یا ہند بنت زہیر یا ہند کنانہ سے - اصل نام برّہ حضرت نے بدلکر میمونہ رکھا - میمونہ کی بہن ام الفضل لبابہ کبری - عباس عم پیغمبر کی زوجیت میں تھی - یہ دونو حارث سے تھیں - میمونہ کے ماں نے اول شوہر جو کیا تھا عمیس خثعمی اُس سے ایک اسماء بنت عمیس تھی کہ اول جعفر بن ابوطالب کی اور اُنکے بعد ابوبکر کی اور ابوبکر کے بعد حضرت علی کی زوجیت میں آئی - اور دوسری سلمیٰ بنت عمیس حضرت حمزہ کی زوجیت میں تھی اور تیسری زینب بنت عمیس شداد بن الہاد کے بیوی تھی - میمونہ زمانہ جاہلیت میں مسعود بن عمرو ثقفی کے بیوی تھی دونو میں مفارقت واقع ہوئی اور ابورہم بن عبد العزیٰ یا حویطب بن عبد العزیٰ یا عبد یالیل بن عمرو کے نکاح میں آئی اور شوہر ثانی کی وفات کے بعد میمونہ ذیقعدہ سال ہفتم ہجری میں عمرۂ قضاء سے واپس ہوتے ہوئے آنحضرت کی زوجیت میں آئیں اور منزل سرف میں جو مکہ کے قریب ہے زفاف واقع ہوا بعد میں اسی مقام پر میمونہ کا انتقال بھی ہوا اور وہیں دفن بھی ہوئیں ۔ سنہ وفات ۳۸ھ یا ۶۱ھ ہے یا ۶۳ھ یا ۶۶ھ پس اگر ۶۱ھ یا ۶۶ھ میں وفات ہوئی تو سب سے آخر زوجات میں سے انکا انتقال ہوا نہ کہ ام سلمہ کا - مرویات ۷۶ احادیث + ان گیارہ عورتوں سے حضرت نے نکاح کیا ہے اسپر سب کا اتفاق ہے - ان میں سے خدیجہ اور زینب بنت خزیمہ حضرت کی حیات میں اور باقی ۹ بعد میں مریں - فی خطا علاوہ ازیں آنحضرت نے اسماء بنت النعمان ابی الجون الکندیہ سے نکاح کیا مگر زفاف سے پہلے اُسکے قبیلہ میں واپس بھجوا دیا - یہ نہایت خوبصورت تھیں اسکے باپ نے انہیں حضرت کے پاس مدینہ بھجوایا تھا - وہ اہل کندہ کا سردار تھا امہات المومنین کے رشک نے انکو طلاق دلوائی تھی جیسا حضرت عائشہ کے حال میں لکھا جا چکا ہے (دیکھو مدارج النبوت و روضۃ الاحباب) +

لہ مکہ سے دس میل پر ہے میمونہ کی ایک بہن ام خالد لبابہ صغرا ولید بن مغیرہ کے نکاح میں تھی +

علاوہ ان آٹھ ازواج کے ۴ کنیزیں بھی حضرت کی زوجیت میں تھیں +

(۱) ماریہ قبطیہ بنت شمعون کہ مقوقس بادشاہ اسکندریہ مصر نے بطور ہدیہ حضرت کو بھیجی تھی - ان سے ابراہیم پیدا ہوئے وفات ماریہ ۱۶ سنہ ہجری میں - مدفن گورستان بقیع (روضۃ الاحباب)

(۲) ریحانہ بنت زید بن عمرو - بنی نضیر یا بنی قریظہ کی بندیوں میں آئی تھیں - حضرت نے سنہ ۶ھ میں آزاد کرکے اُن سے نکاح کیا بعض اُن کو کنیزوں میں اور بعض ازواج میں داخل کرتے ہیں - وفات بقولے حجۃ الوداع سنہ ۱۰ھ میں اور بقولے عہد خلافت حضرت عمر میں - پہلے قول کو ترجیح ہے - مدفن بقیع (روضۃ الاحباب)

(۳) ایک کنیزک جمیلہ نام جو بندیوں میں آئی تھی + (۴) ایک کنیزک جو زینب بنت جحش نے آنحضرت کو دی تھی +

فصل پنجم اولاد آنحضرت[۱۲]

حضرت کے تین بیٹے تھے اور ۴ بیٹیاں - سوائے ابراہیم کے کہ ماریہ قبطیہ سے تھے باقی سب اولاد حضرت خدیجہ سے تھی +

قاسم[۱] بعثت سے پہلے مکہ میں پیدا ہوئے دو سال کی عمر میں مرگئے - حضرت کا پہلوٹھی کا لڑکا - اسی کے نام سے حضرت کی کنیت ابوالقاسم ہوئی - عبداللہ[۲] جو طیب و طاہر کے نام سے مشہور ہیں مکہ میں قبل بعثت پیدا ہوئے طفولیت ہی میں مرگئے - ابراہیم[۳] مدینہ میں ۸ھ میں پیدا ہوئے - پیدائش کے ساتویں دن حضرت نے عقیقہ کیا بکرا ذبح کیا سر منڈوایا - بالوں کے وزن کے برابر چاندی تصدق کی - ڈیڑھ سال کی عمر میں ۱۰ سنہ ہجری میں ابراہیم کا انتقال ہوگیا - قبر بناکر اُسپر پانی ڈالا گیا اسلام میں یہ اول قبر ہے جسپر پانی ڈالا گیا +

زینب[۱] سنہ ۳۰ عام الفیل میں پیدا ہوئیں اپنی خالہ ہالہ کے بیٹے ابوالعاص بن ربیع بن عبدالعزی بن عبدالشمس سے قبل بعثت بیاہی گئیں - بعد بعثت اگرچہ اسلام اُس کافر سے زینب کو علیحدہ کرتا تھا مگر حضرت مکہ میں مغلوب تھے جدا نکرسکے ابوالعاص کو جنگ بدر میں مسلمانوں نے گرفتار کیا - زینب نے اُسکی زر خلاصی کے طور پر وہ قلادہ (گلوبند) جو اُنکو خدیجہ نے دیا تھا مکہ سے مدینہ بھیجا - حضرت کو وہ قلادہ دیکھکر خدیجہ یاد آئیں بہت روئے - واپس کردیا اور ابوالعاص کو چھوڑ دیا مگر کہدیا کہ مکہ جاکر زینب کو ہمارے پاس بھیجدیجو - کہ اسلام اور کفر نے تم دونوں میں جدائی ڈالدی ہے ابوالعاص نے مکہ جاکر وعدہ پورا کیا - کچھہ عرصہ کے بعد محبت اسلام ابوالعاص کے دل میں پیدا ہوئی مدینہ میں آکر مسلمان ہوا حضرت نے بروایت ابن اثیر اُسی پہلے نکاح پر زینب کو محرم ۷ھ میں اُسکے حوالہ کیا - اور بقولے تجدید عقد کیا - زینب کے ابوالعاص سے ایک لڑکا علی نام اور ایک لڑکی امامہ نام پیدا ہوئی - علی قریب بجوانی انتقال کیا - اور امامہ سے جناب فاطمہ کی وفات کے بعد

ملہ اُنکے ساتھ اُنکی بہن سیرین کو بھی بھیجا تھا جسے آنحضرت نے حسان بن ثابت کو دیا جس سے عبدالرحمن بن حسان پیدا ہوا +

۱۲ یہ فصل حبیب السیر سے لکھی گئی ہے - صاحب حبیب السیر لکھتے ہیں کہ صاحب اعلام الوری اور بعض دیگر سالکان مذہب امامیہ کا عقیدہ یہ ہے کہ آنحضرت کی سوائے جناب فاطمہ کے کوئی لڑکی نہیں ہوئی - زینب اور رقیہ اور ام کلثوم خدیجہ کے ساتھ آئی تھیں اور وہ حضرت کی دختران ربیبہ ہیں - اور ظاہر کلام مؤلف کشف الغمہ کا (جو شیعہ تھے) اس باب میں موافق مذہب اہل سنت کے ہے کیونکہ جب اُنہوں نے حضرت علی کی بیویوں اور اولاد کو گنا ہے تو اُنہوں نے ذکر کیا ہے اور سلطے کی والدہ امامہ بنت ابی العاص تھی جو زینب بنت رسول اللہ کے شکم سے تھی اور اسی طرح عتیق بن عائذ مخزومی سے اور ابوالعاص سے ... اولاد ہوئی اُنمیں زینب اور رقیہ اور ام کلثوم کا ذکر نہیں کیا والعلم عند اللہ - مؤلف کہتا ہے کہ شیعہ اگر ثبوت میں یہ حجت پیش کرتے ہیں کہ اگر یہ دختریاں آنحضرت ہی کی ہوتیں تو جس طرح رسول اللہ جناب فاطمہ کی تعظیم کرتے تھے اور لڑکیوں کی بھی کرتے اور جسطرح فرمایا کہ فاطمہ میرے جگر کا ٹکڑا ہے ... ہی فرماتے اور جسطرح بیشمار فضائل جناب فاطمہ کے رسول اللہ صلعم کی زبانی کتب فریقین میں مرقوم ہیں اُسیطرح دیگر صاحبزادیوں کے بھی ہوتے حالانکہ نہیں ہیں ۱۲ نام بہ نمبر بلحاظ ترتیب پیدائش دیے گئے ہیں +

حسب وصیت جناب فاطمہ حضرت علی نے نکاح کیا - زینب کا انتقال سنہ ۸ھ میں ہوا +

رقیہ[۲] سنہ ۳۳ عام الفیل میں پیدا ہوئیں قبل بعثت - عتبہ بن ابولہب سے بیاہی گئیں - جب آنحضرت مبعوث بہ رسالت ہوئے تو زفاف واقع ہونے سے پہلے ابولہب نے بیٹے سے کہکر طلاق دلادی اور رقیہ کا بعد میں عثمان بن عفان سے نکاح کر دیا گیا اور ان دونو زن و شوہر نے ہجرت حبشہ کی - اسی ہجرت کے زمانہ میں حبشہ میں عثمان سے عبداللہ پیدا ہوا جب اُسکی عمر ۶ سال کی ہوئی تو ایک مرغ نے آنکھ میں چونچ ماری - اُسکے صدمہ سے بیمار ہوکر ہلاک ہوگیا[۱] - رقیہ کا انتقال سنہ ۲ھ میں ہوا اور ابتک حضرت غزوہ بدر سے مدینہ واپس نہیں پہنچے تھے +

ام کلثوم - اصل نام آمنہ - رقیہ کے بعد سنہ ۳۴ یا ۳۵ عام الفیل میں پیدا ہوئیں - قبل بعثت عتیبہ بن ابولہب سے عقد ہوا ابولہب نے زفاف واقع ہونے سے پہلے طلاق دلوادی - رقیہ کی وفات کے بعد سنہ ۳ھ میں حضرت عثمان سے بیاہی گئیں - ان سے اُنکے کوئی اولاد نہ ہوئی - ام کلثوم نے سنہ ۹ھ میں انتقال کیا +

فاطمہ زہرا سیدۃ النساء - تمام علماء و فضلاء کا اتفاق ہے کہ پیغمبر آخر الزماں کو سب اولاد سے زیادہ عزیز تھیں - کل اولاد سے شرف ذات - محاسن صفات علو مرتبت اور سمو منقبت میں ممتاز و مستثنےٰ تھیں - کشف الغمہ میں لکھا ہے (اور تاریخ الخمیس میں بھی ہے) کہ ابن خشاب نے تاریخ موالید و وفات اہل بیت سید کائنات میں اپنی اسناد سے ابی جعفر محمد بن علی الباقر سے نقل کیا ہے کہ پیدائش فاطمہ ظہور نبوت اور نزول وحی کے پانچ سال بعد ہوئی اور ۱۸ سال ۷۵ دن کی عمر میں انتقال کیا اور بروایتے سن عزیز اُنکا ۱۸ سال ایک ماہ ۱۵ دن تھا - مکہ میں اپنے پدر بزرگوار کے ساتھ ۸ سال کی عمر تک رہیں پھر مدینہ میں حضرت کے ساتھ ہجرت کرکے ۱۰ سال تک رہیں - تلقیح ابن جوزی میں مذکور ہے کہ ولادت فاطمہ پنج سال قبل از بعثت واقع ہوئی روضۃ الاحباب میں اس باب میں دو روایتیں مذکور ہیں - اول وہی جو تلقیح سے نقل ہوئی اور دوسرا قول یہ ہے کہ سنہ ۴۱ عام الفیل میں وہ جناب پیدا ہوئیں - اور اس کتاب میں وفات فاطمہ شب سہ شنبہ سوم ماہ رمضان سنہ ۱۱ھ کو انتہی - پیغمبر صلعم کی وفات کے ۶ ماہ بعد - بقولے ۳ ماہ اور بروایتے ۷۲ روز - اور ایک فرقے کے نزدیک ۷۵ روز اور ایک گروہ کے اعتقاد میں ۴۰ روز - اول قول صحیح تر ہے - روضۃ الاحباب کی دونو روایتوں کی رو سے عمر جناب فاطمہ کی ۲۸ یا ۲۲ سال ہوتی ہے - سنہ ۲ ہجری میں جناب فاطمہ کا حضرت علی سے نکاح ہوا اسوقت بروایت اہل سیر عمر حضرت فاطمہ کی ۹ سال کی تھی

---

[۱] بعض مورخین نے وقت وفات عبداللہ کی عمر دو ہی سال کی لکھی ہے مگر سنہ وفات عموماً سبنے سنہ ۴ھ ہی لکھا ہے - اس روایت سے ثابت ہوتا ہے کہ عبداللہ حبشہ میں پیدا نہیں ہوا تھا - [۲] ہم اس روایت کو صحیح سمجھتے ہیں کیونکہ سنی و شیعہ میں متفق علیہ ہے - کشف الغمہ میں سالکان طریقۃ ائمہ سے منقول ہے کہ پیغمبر خدا نے فرمایا کہ شب معراج کو بہشت کے درخت سے ایک خرما میں نے تناول کیا جو مسکہ سے زیادہ نرم تھا اور شہد سے میٹھا - اور اُس خرمے سے نطفہ میری پشت میں بنا جب زمین پر آیا خدیجہ سے نزدیکی کی - اُنکو فاطمہ کا حمل رہا - اس سبب سے جب بہشت کی خوشبو سونگھنی چاہتا ہوں تو فاطمہ کے پاس جاتا ہوں اور اُسے سونگھتا ہوں - ملا کمال الدین حسین واعظ نے روضۃ الشہداء میں روضۃ الواعظین شیخ مفید سے نقل کیا ہے کہ جب خدیجہ کو فاطمہ کا حمل رہا تو پیغمبر خدا نے فرمایا کہ جبرئیل نے مجھے خبر دی ہے کہ تو لڑکی جنے گی اُسکا نام فاطمہ رکھنا - کہ پاکیزہ اور بابرکت نام ہے - جب وضع حمل کا وقت قریب پہنچا تو اپنے کنبہ کی بعض عورتوں کو بلایا کہ موافق دستور کے بنی مدد دیں انہوں نے چونکہ خدیجہ سے اس سبب سے کہ ناراض تھیں کہ انہوں نے پیغمبر خدا سے نکاح کرلیا تھا آنا منظور نہ کیا - اس سے خدیجہ کو کمال ملال ہوا - ناگاہ چار عورتیں مشابہ زنان بنی ہاشم کے خدیجہ کے پاس آئیں - خدیجہ کو اُن کیطرف سے توہم ہوا اُن میں سے ایک نے کہا ڈرتی کیوں ہے خدا تعالیٰ نے ہمکو تیرے پاس بھیجا ہے اور ہم تیری بہنیں ہیں - میں سارہ (زوجہ ابراہیم) ہوں اور دوسری مریم بنت عمران (مادر عیسیٰ) ہے اور تیسری کلثوم خواہر موسیٰ اور چوتھی آسیہ زن فرعون ہے اور یہ تیری (دیکھو صفحہ ۱۸۷)

بعض کے نزدیک ۱۴ سال اور بعض کے نزدیک ۲۰ سال ۵ ؂ صحاح اخبار میں وارد ہے کہ حضرت عایشہ سے پوچھا گیا کہ آدمیوں میں سے سب سے زیادہ پیغمبر خدا کو کون عزیز تھا جواب دیا فاطمہ ۳؂ کہا مردوں میں سے ۔ جواب دیا شوہر اُسکا ۔ اور نیز حضرت عایشہ منقول ہے وہ کہتی ہیں کہ میں نے فصاحت کلام اور سکینہ اور وقار اور بیٹھنے اور اُٹھنے میں فاطمہ سے کسیکو رسول خدا سے زیادہ مشابہ نہیں پایا ۔ جب فاطمہ پیغمبر خدا کے پاس آتیں حضرت کھڑے ہوجاتے اور بوسہ لیتے اور اپنی جگہ بٹھاتے ۔ اور جب جناب رسالت پناہ فاطمہ کے گھر جاتے فاطمہ اُسی طرح اپنے والد بزرگوار سے پیش آتی تھیں ۔ نیز درجہ ثبوت کو پہنچا ہے کہ رسول اللہ صلعم فرماتے تھے کہ فاطمۃ بضعۃ منی من اذاھا فقد اذانی ومن اغضبہا فقد اغضبنی ؂ یعنے فاطمہ میرا ٹکڑا ہے

(بقیہ صفحہ ۱۸۶) بہشت میں رفیق ہونگی ۔ پس یہ چاروں داہنے بائیں آگے پیچھے خدیجہ کے بیٹھ گئیں یہانتک کہ فاطمہ پیدا ہوئیں ۔ اور اسوقت اس مولود سے اتنا نور چمکا کہ مکہ کے مکانوں کا اُس نور نے احاطہ کرلیا ۔ اور زمین کے مشرق اور مغرب میں کوئی ایسا گھر نہ رہا جو اُس نور سے روشن نہوا ہو پھر دس حوریں خدا تعالیٰ نے جنت سے بھیجیں جن میں سے ہر ایک کے ہاتھ میں ایک ابریق (آفتابہ) آب کوثر کا اور ایک طشت تہا جو عورت خدیجہ کے سامنے بیٹھی تھی اُس نے فاطمہ کو اُٹھا کر اُس پانی سے نہلایا اور خوشبودار سفید کپڑا نکالکر اُسمیں فاطمہؑ کو لپیٹا ۔ اور ویسا ہی دوسرا کپڑا لیکر بطور مقنعہ سر پر ڈالا اور کہا لے لے خدیجہ ۔ وہم نکہ ۔ کہ برکت اس لڑکی میں ہے اور اسکی نسل میں اور دوسری عورتوں نے خدیجہ کو مبارکباد دی ۔ خدیجہ نے نہایت خوشی اور بہجت کے ساتھ فاطمہ کو لیلیا ۔ جب حضرت پیغمبر خدا آئے تو اُنکی قرۃ العین کو اُنکی گود میں دیا اور حضرت نے فاطمہ نام رکھا ۔ اور ام محمد کنیت مقرر کی جناب فاطمہ کے القاب ۔ مبارکہ ۔ طاہرہ ۔ زکیہ ۔ راضیہ ۔ مرضیہ ۔ محدثہ ۔ بتول ۔ زہرا ۔ امام بحق ناطق جعفر صادق رضہ سے مروی ہے کہ حضرت مقدس نبوی سے ایک دن فاطمہ سے کہا لے فاطمہ آیا جانتی ہے کہ تیرا نام فاطمہ کیوں ہے ؟ علی مرتضی کرم اللہ وجہہ نے وجہ تسمیہ کے پوچھنے میں سبقت کی ۔ حضرت نے جواب دیا لانہا فطمت ہی وشیعتہا عن النار (اس سبب سے کہ وہ اور اُسکے شیعہ نار جہنم سے الگ ہیں) ✤ اور امیر المومنین علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول صلعم سے پوچھا گیا کہ بتول کے کیا معنے ؟ جواب دیا کہ بتول وہ عورت ہے جسے حیض نہ آتا ہو ۔ پس تحقیق کہ حیض مکروہ ہے انبیاء کی بیٹیوں میں ✤ مروی ہے کہ سیدۃ النساء جناب فاطمہ کو زہرا جو کہتے ہیں امام محمد باقرؑ سے سوال کیا گیا پس فرمایا ان اللہ خلقہا من النور عظمتہ فلما اشرقت اضاءت السماوات والارض بنورہا وغشیت ابصار الملائکۃ وخرت الملائکۃ للہ ساجدین وقالوا الٰہنا وسیدنا ما ہذا النور فاوحی الیہم ہذا نور من نوری اسکنتہ فی سمائی وخلقتہ من عظمتی اخرجہ من صلب نبیؐ من انبیائی افضلہ علی جمیع الخلائق واخرج من ذالک النور ائمۃ یقومون بامری ویہدون الی حقی واجعلہم خلفائی فی ارضی بعد انقضاء وحی ۔ یعنی بہ تحقیق اللہ نے پیدا کیا اُسکو (فاطمہ کو) اپنی عظمت کے نور سے ۔ پس جب وہ نور طلوع ہوا تو اُسکی چمک سے زمین و آسمان روشن ہوگئے اور آنکھیں ملائکہ کی بند ہوگئیں ۔ اور گر پڑے ملائکہ سجدے میں اور عرض کی کہ بارالہا لے سردار ہمارے ! یہ نور کیسا ہے ۔ پس وحی کی اللہ نے طرف اُنکے کہ یہ نور میرے نور میں سے ہے کہ ساکن کیا میں نے اُسکو آسمان میں اور پیدا کیا اسکو اپنی عظمت سے نکالوں گا اسکو اپنے ایک نبی کی پشت سے جسے میں تمام خلایق پر افضل کرونگا ۔ اور اُس نور سے ایسے امام پیدا کرونگا جو میرے امر کو قایم رکھیں گے (یا میرے امر پر قایم رہیں گے) اور میرے حق کی طرف ہدایت کریں گے اور کرونگا میں اُنکو اپنا خلیفہ اپنی زمین میں بعد اسکے کہ وحی منقضی (یعنے بند) ہوجائیگی (حبیب السیر) ✤ قد یلہ اُن اماموں سے جنکا اس حدیث میں ذکر ہے ائمہ اثنا عشر مراد ہیں جن میں سے سوائے علیؑ کے باقی گیارہ حضرت فاطمہ کی اولاد ہیں ۔ اُنکے نام یہ ہیں ۔ علیؑ حسنؑ حسینؑ ۔ زین العابدین ۔ محمد باقر ۔ جعفر صادق ۔ موسی کاظم ۔ علی رضا ۔ محمد تقی ۔ علی نقی ۔ حسن عسکری ۔ مہدی آخر الزمان علیہم السلام یہی وہ بارہ امام ہیں جن کی پیشین گوئیاں رسالتمآب صلعم سے کتب فریقین میں درج ہیں ۔ دیکھو ینابیع المودۃ ۔ مودۃ القربے وغیرہ

لہ پہلے حضرت ابوبکر اور حضرت عمر نے جناب فاطمہ کے لئے خواستگاری کی تہی مگر آنحضرت نے یہ کہکر انکار کیا کہ میں وحی کا منتظر ہوں پھر حسب الوحی حضرت علی سے نکاح کردیا لہ بخاری ۔ مسلم ۔ ترمذی ۔

جس نے اُسے ستایا اُس نے مجھے ستایا جس نے اُسے غضبناک کیا اُس نے مجھے غضبناک کیا۔ بعض اخبار میں ایسا آیا ہے
ان اللہ یغضب بغضب فاطمۃ ویرضی لرضاہا۔ تحقیق اللہ غضبناک ہوتا ہے فاطمہ کے غضبناک ہونے سے۔ اور راضی ہوتا ہے اُسکے راضی ہونے سے +

پیغمبر خدا کے غلام ثوبان سے مروی ہے کہ جب خیر البشر کسی سفر کو جاتے تھے تو فاطمہ زہرا سے سب سے آخر میں وداع ہوتے تھے اور جب واپس آتے تو سب سے پہلے فاطمہ زہرا بتول عذرا سے ملاقات کرتے تھے + اور کشف الغمہ میں بطریق ابن عرفہ ابو ایوب انصاری سے روایت ہے کہ رسول صلعم نے کہا کہ جب قیامت کا دن ہوگا تو ایک منادی بطنان عرش سے منادی کریگا کہ اے اہل محشر اپنے سر نیچے کر لو۔ اور آنکھیں بند کر لو یہانتک کہ فاطمہ صراط پر سے گذر جائیں۔ پس گذریں گی فاطمہ کے ساتھ ہزار حوریں بطور جاریہ کے۔ اور ابو سعید خدری سے نقل ہے کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ فاطمہ خیر النساء اہل الجنۃ الا ما کان من مریم بنت عمران (فاطمہ زنان جنت میں سوائے مریم بنت عمران کے سب سے بہتر ہے) اور کتب فریقین میں متعدد طریقوں سے وارد ہوا ہے کہ جب آیہ کریمہ و آت ذا القربی حقہ (دے قرابتدار کو حق اُسکا) نازل ہوئی تو خواجۂ کائنات نے مزرعۂ فدک کو فاطمہ زہرا کو دیدیا۔ اور امیر المومنین ابوبکر نے اپنے اوائل ایام خلافت میں اُس مزرعہ کو مع تمام متروکات سید کائنات کے داخل بیت المال کیا اور پھر جناب فاطمہ کو ندیا۔ اور نیز متروکات سید کائنات سے کچھ بھی بتول عذرا کو ندیا + ارباب اخبار بیان کرتے ہیں کہ جب فاطمہ علیہا السلام رسول اللہ صلعم کی مصیبت میں گرفتار ہوئیں (تو صبح سے شام اور شام سے صبح تک اسقدر گریہ وزاری اور نالہ و بیقراری کرتی تھیں کہ اہل مدینہ اُنکی گریہ سے تنگ آگئے اور عرض کی کہ اے دختر پیغمبر خدا اگر آپ دن کو روتی ہیں تو رات کو چپ رہا کیجے تاکہ ہم کو بھی آرام پہنچے اور اگر رات کو روتی ہیں تو دن کو خاموش رہا کیجے کہ ہمیں بھی آسائش حاصل ہو اور امام جعفر صادق سے مروی ہے کہ فرمایا بہت رونے والے دنیا میں پانچ ہوئے ہیں۔ اول آدم کہ بہشت سے نکالے جانے کے بعد اسقدر روئے کہ دو نالیاں اُنکے رخسار و پر پیدا ہو گئیں۔ دوسرے یعقوب کہ فراق یوسف میں اتنا روئے کہ آنکھوں کی بینائی جاتی رہی۔ تیسرے یوسف کہ زندان میں مفارقت یعقوب سے اسقدر روئے کہ قیدی تنگ آگئے تھے۔ چوتھے فاطمہ کہ فراق خیر الانام میں اسقدر روئیں کہ اہل مدینہ نے اُنکو پیغام دیا کہ اے قرۃ العینین خواجہ کونین لقد اذیتنا بکثرت بکائک (بہ تحقیق کہ آپ کے رونے کی کثرت سے ہم ایذا پاتے ہیں) اُسوقت سے بتول عذرا راتوں کو مقابر شہداء میں جا کر رویا کرتی تھیں۔ پانچویں امام چہارم (حضرت زین العابدین) کہ بسبب مصیبت کربلا کے ہمیشہ آنسو بہاتے تھے۔ یہانتک کہ کبھی کھانا اُس امام عالی مقام کے آگے نہ رکھتے تھے کہ آنسوؤں سے تر نہ ہوتا ہو۔ امام عالی مقام محمد باقر سے مروی ہے کہ فرمایا بعد وفات حضرت سید من نبوی کے کسی نے فاطمہ کو مرتے دم تک ہنستا نہ دیکھا +

صاحب روضۃ الاحباب لکھتے ہیں حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ پیغمبر خدا صلعم ایک پشم کی چادر اوڑھے ہوئے گئے حسن بن علی پاس آئے اُنکو اُس چادر میں لیلیا۔ پھر حسین ابن علی آئے اُن کو بھی چادر کے نیچے لیلیا۔ پھر فاطمہ

لہ بخاری اور مسلم میں سیدۃ نساء اہل الجنۃ و سیدۃ نساء المومنین اور مستدرک حاکم میں سیدۃ نساء العالمین و سیدۃ نساء المومنین و سیدۃ نساء اہل الجنۃ و سیدۃ نساء ہذہ الامۃ لکھا ہے دریچ المطالب صفحہ ۱۴۸ ۔ فضیۂ فدک کو ہم نے آگے کسیقدر تفصیل سے بیان کیا ہے

لہ حضرت علی نے بقیع میں ایک مکان جناب فاطمہ کے رونے کے واسطے بنا دیا تھا جو بیت الاحزان کے نام سے مشہور ہے اور جناب سیدہ صبح سے شام تک دن بھر رویا کرتی تھیں اور شام کو حضرت علی اُنکو گھر لے آتے تھے۔ (حبیب السیر و ارجح المطالب وغیرہ)

اور علی آئے انکو بھی اُس میں لیلیا اور پھر اُن چاروں کی شان میں فرمایا انما یرید اللہ لیذہب عنکم الرجس اہل البیت ویطہرکم تطہیرا (سوائے اسکے نہیں ہے کہ اللہ تعالی ارادہ کئے ہوئے ہے کہ تمسے ہر قسم کی ناپاکی دور رکھے اے اہل بیت اور تمکو پاک رکھے جو حق ہے پاک رکھنے کا) اور پھر فرمایا انا حرب لمن حاربہم و سلم لمن سالمہم (جو اُن سے لڑا وہ مجھ سے لڑا جس نے اُن سے صلح رکھی اُس نے مجھ سے صلح رکھی) مروی ہے کہ آنحضرت جناب علی اور فاطمہ کے گھر پہ آکر کھڑے ہوتے اور فرماتے السلام علیکم اہل البیت انما یرید اللہ لیذہب عنکم الرجس اہل البیت ویطہرکم تطہیرا ٭

ایک دن رسول اللہ صلعم جناب فاطمہ کے گھر تشریف لائے دیکھا کہ اونٹ کے بالوں کا ایک موٹا جامہ پہنے ہوئی بیٹھی ہیں آنکھوں میں آنسو بھر لائے اور کہا کہ اے فاطمہ آج دنیا میں مشقت اور تنگی پر صبر کرو تاکہ کل قیامت کے دن بہشت کی نعمتیں تمہارے لئے ہوں ٭ شیخ نجم الدین عمر نسفی اپنی تفسیر میں روایت کرتے ہیں کہ ایک دن پیغمبر خدا صلعم جناب فاطمہ زہرا کے مکان پر تشریف لائے دیکھا کہ فاطمہ محزون و ملول بیٹھی ہیں اور روتی ہیں - پوچھا کہ محزون و ملول کیوں ہو - عرض کیا یا رسول اللہ بطور حکایت روتی ہوں نہ بطور شکایت تین دن سے ہمارے گھر میں کھانا نہیں ہے - حسن اور حسین بیتاب ہوکر مارے بھوک کے روتے تھے مجھے اُنکے رونے پر رونا آیا اور علی بھی روتے تھے - اور آپ سے ہمنے پوشیدہ رکھا تھا - مگر آج حسن اور حسین سے ایسی بات سُنی کہ مجھ سے تاب نہ رہی کہ ضبط کروں - کہنے لگے کہ کیا پیغمبر کی اولاد کا یہی حال ہوگا جیسے کہ ہم ہیں یہ سنکر جہاں مجھپر اندھیر ہوگیا - بابا جان آپ یہ فرماتے ہیں اگر بندہ اپنے والی کے ساتھ مناجات میں گستاخی کرے تو عیب تو نہیں ہے - فرمایا نہیں کچھ عیب نہیں ہے - اے فرزند خدا تعالی بندوں کی گستاخی کو دوست رکھتا ہے - فاطمہ گئیں اور غسل کیا اور ایک گوشہ میں نماز کو کھڑی ہوئیں نماز سے فارغ ہوکر دعا کی اور ہاتھ اُٹھائے - اور روئیں اور کہا خداوندا تو جانتا ہے کہ عورتوں میں بھوک کی سی طاقت نہیں ہوتی اگر تجھکو میرے باپ کے ساتھ (معاملہ کرنے میں) کوئی بھید ہے مجھکو اُس بھید کی (برداشت کی) طاقت نہیں ہے یا تو مجھے طاقت دے یا دنیا سے راحت دے یہ کہکر بیہوش ہوگئیں - جبرئیل نازل ہوئے اور کہا کہ یا رسول اللہ اُٹھو - فرمایا کیا ہوا - عرض کیا کہ فاطمہ نے فرشتوں کو رُلا رکھا ہے - اُسکی خبر لیجے خواجہ عالم تشریف لائے اور بیٹی کو دیکھا کہ بیہوش پڑی ہیں اُنکا سر زمین سے اُٹھایا اور گود میں لیا فاطمہ کو ہوش آیا اُٹھیں اور مثل شرمندہ کے گردن جھکا کر ہو بیٹھیں - حضرت نے فرمایا اے فاطمہ تحمل قسمت پر کیا کرو اور خدای تعالی کو قسام سمجھو تاکہ شفقتیں تمپر آسان ہو جائیں - پھر اپنا دست مبارک اُنکے سینہ پر رکھا اور کہا خداوندا اسکو بھوک سے محفوظ رکھ - فاطمہ فرماتے ہیں کہ اسکے بعد مجھے کبھی بھوک کی تکلیف نہ معلوم ہوئی ٭

نقل ہے کہ جناب فاطمہ چند روز بیمار رہیں جس دن انتقال ہوگا - علی مرتضی کسی کام کو باہر گئے ہوئے تھے - سلمی سے جو پیغمبر خدا کی آزاد کردہ تھیں پانی تیار کرایا اچھی طرح غسل کیا پھر اپنے جامہ پاک کو طلب کیا اور پہنے - بچھونا بچھوا کر قبلہ کی طرف منہ کرکے اور دایاں ہاتھ منہ کے نیچے رکھکر لیٹ گئیں اور کہا اے سلمی اب میں اس دنیا سے جاتی ہوں میں نے غسل کر لیا ہے چاہئے کہ کوئی مجھکو برہنہ نہ کرے - یہ کہکر انتقال کر گئیں - جب علی تشریف لائے تو کمال محزون ہوئے اور اُسی غسل سے دفن کیا - محمد بن سعد کاتب واقدی نے اپنی طبقات میں اور صاحب کشف الغمہ نے مسند احمد بن حنبل سے اسیطرح نقل کیا ہے - لیکن مشہور یہ ہے کہ بعد وفات اسماء بنت عمیس نے حسب وصیت غسل دیا - حسنؑ اور حسینؑ پانی لیجاتے اور ڈالتے تھے - اور زار زار روتے جاتے تھے ٭

نقل ہے کہ جب علی مرتضی نے آکر دیکھا کہ فاطمہ کا انتقال ہوگیا تو فرمایا کہ اے بنت رسول اللہ آنحضرت کی وفات کے بعد

لہ اسی سبب سے ان چاروں کو آل عبا کہتے ہیں -

تھے اپنے دل کو تسکین دیتا تھا۔ اب تمہارے بعد کس سے تسکین دونگا۔ آخر انکی مفارقت پر بہت روئے اور یہ دو بیتیں ارشاد فرمائیں۔ ؎ لکل اجتماع من خلیلین فرقۃ ۔ وکل الذی غیر الفراق قلیل ✦ وان افتقادی فاطما بعد احمد دلیل علی ان لا یدوم خلیل ✦ وفات جناب فاطمہ بروز سہ شنبہ پچہتر روز بعد وفات سرور کائنات۔ بقیع میں بوقت شب دفن کی گئیں۔ مرویات کتب متداولہ میں ۱۸ احادیث ہیں ✦

اولاد۔ صاحب حبیب السیر نے ابن اسحق اور لیث بن سعد کی روایت سے لکھا ہے کہ حضرت فاطمہ اور علی کے ۷ اولاد ہوئیں حسن۔ حسین۔ محسن۔ زینب۔ ام کلثوم۔ رقیہ۔ انہیں سے محسن اور رقیہ نے صغر سن میں وفات پائی۔ آنحضرت کی نسل حسن اور حسین سے قایم ہوئی فقط انہیں دونوں کی اولاد کا نام سید ہے ✦

قضیۂ فدک[۵] فدک ایک قریہ ہے مدینہ سے دو منزل اور خیبر سے قریبا ایک منزل کے فاصلہ پر واقع ہے۔ پیشتر یہودیوں کے قبضہ میں تھا ۷ھ ہجری میں جو خیبر کے قلعے حضرت علی کے ہاتھ پہ فتح ہوئے تو فدک کے باشندوں نے ڈر کر صلح کی درخواست کی۔ حبیب السیر ومعارج النبوت وغیرہ میں ہے کہ آنحضرت نے علی کو بھیجا اور مصالحہ اُن حضرت کے ہاتھ پہ واقع ہوا۔ اس طریق سے کہ علی اُنکے خون سے درگذر کریں اور باغہائے دیواری خاص رسول اللہ صلعم متعلق رہیں اور چونکہ بغیر جنگ اور بلا کسی کوشش کے مسلمانوں کے ہاتھ آیا تھا تو بموجب آیات قرآنیہ خاص رسول اللہ کا مال ہوا۔ پس جب جبرئیل آیہ وآت ذا القربیٰ حقہ (اے رسول قرابت دار کو اُسکا حق پہنچا دو) لیکر نازل ہوئے تو حضرت نے پوچھا کہ میرے ذوی القربیٰ کون ہیں اور اُن کا حق کیا ہے کہا رشتہ دار فاطمہ زہرا اور اُنکا حق باغ فدک ہے۔ فدک فاطمہ کے حوالہ کردو۔ اور جو کچھ حصہ خدا اور رسول کا اُسمیں ہے وہ بھی فاطمہ کو دیدو۔ آنحضرت نے جناب سیدہ کو بلایا اور فدک اُنکو عنایت کیا (نیز دیکھو کنز العمال اور در المنثور) اور ایک وثیقہ اس باب میں لکھدیا کہ وہ وثیقہ جناب فاطمہ کے پاس تھا ✦ غرضکہ وہ وثیقہ جناب فاطمہ کے پاس تھا اور وہ فدک پر قابض تھیں۔ جب رسول اللہ کا انتقال ہوا اور حضرت ابو بکر خلیفہ ہوئے تو اُنہوں نے فدک کو ضبط کر لیا اور اموال فی وخمس کو اُن پر بند کر دیا جناب سیدہ نے حضرت ابو بکر سے دادخواہی کی نوشتہ پیش کیا۔ اُسوقت حضرت عمر بھی حضرت ابو بکر کے پاس تھے دونوں نے جناب فاطمہ کی تصدیق سے اعراض کیا اور وثیقہ کا خیال نہ کیا۔ بلکہ حضرت عمر نے اُس وثیقہ کو پھاڑ ڈالا[۱] اور جناب فاطمہ سے گواہ طلب کیے[۲]۔ جناب فاطمہ نے اپنی کنیز ام ایمن۔ جناب علی۔ حسنین اور ام کلثوم کو پیش کیا۔ مگر انکی شہادت دربار خلافت میں مقبول نہ ہوئی حسنین اور ام کلثوم بوجہ صغر سنی رد کر دیئے گئے۔ علی اور ام ایمن سے نصاب گواہان پورا نہ ہوا ایک مرد یا ایک عورت کی کسر بتائی گئی۔ جب اسماء بنت عمیس کو شریک کرکے نصاب پورا کیا گیا

لہ صاحب روضۃ الاحباب یہ بھی لکھتے ہیں کہ دوسرے دن ابو بکر صدیق اور عمر فاروق اور تمام اشراف صحابہ حضرت علی پر خفا ہونے لگے کہ ہمیں کیوں خبر نہ کی جو ہم بھی اُنپر نماز پڑھکر شرف حاصل کرتے۔ علی نے عذر کیا کہ میں نے اُنکی وصیت کے سبب ایسا کیا ✦ ۵ محسن کا حمل اسقاط ہو گیا تھا۔ اسپر علماء شیعہ کا اتفاق ہے اور بعض علماء اہل سنن نے بھی لکھا ہے (دیکھو تنزیہ المجالس) ملل ونحل صفحہ ۱ میں شہرستانی نے لکھا ہے کہ نظام کہتا ہے کہ حضرت عمر نے لات ماری بطن فاطمہ علیہا السلام پر یہانتک کہ محسن اُنکے بطن سے نکل پڑے۔ ۵ معجم البلدان میں یاقوت حموی نے لکھا ہے کہ یہ علاقہ بہت زرخیز ہے اور چشمہائے آب رواں اسمیں جاری ہیں اور درختان خرما بکثرت اور محاصل اسکے فراوان ہیں۔ صاحب حیات القلوب لکھتے ہیں کہ آنحضرت نے اہل فدک سے ۲۴ ہزار دینار سالانہ پر (جو ایک لاکھ ۴۴ ہزار روپیہ ہندوستانی رایج الوقت ہوتا ہے) مقاطعہ کیا۔ مگر معلوم ہوتا ہے کہ بعد میں اُسکی آمدنی میں بہت ترقی ہو گئی تھی۔ چنانچہ ابو داؤد میں ہے کہ عمر بن عبد العزیز کے زمانہ میں غلات فدک کی قیمت ۴۰ ہزار دینار کو پہنچ گئی تھی ۵ فخر الدین رازی نے لکھا ہے کہ جب فاطمہ نے کہا کہ باغ فدک مجھے رسول اللہ نے ہبہ کیا ہے تو حضرت ابو بکر نے فرمایا کہ میں تیرے قول کی تصدیق نہیں کرتا یا تیری صداقت کو بغیر گواہ نہیں مانتا (دیکھو اختلاف الروایات) ۵ انسان العیون ۵ شیعہ کہتے ہیں کہ حضرت ابو بکر کا اس مقام پر گواہ طلب کرنا (دیکھو صفحہ ۱۹۱)

تو حضرت ابوبکر فدک کی واگذاشت پر راضی ہوگئے مگر عمرؓ مانع ہوئے اور کہا فاطمہ ایک عورت ہے اور علیؓ اسکا شوہر ہے اُس نے اپنے فائدہ کے لئے گواہی دی - باقی رہیں دو عورتیں انکی گواہی از روئے شرع کافی نہیں - حضرت ابوبکر نے حضرت عمر کی اس بات کو اور یہی جواب فاطمہؓ کو دیدیا پس فاطمہؓ رنجیدہ ہوئیں اور قسم کھائی کہ تم دونو کی شکایت رسولخدا سے کرونگی - اور قریب وفات حضرت علی کو وصیت کی کہ آپ کو پوشیدہ دفن کریں تاکہ ابوبکرؓ اور عمرؓ آپکے جنازہ پر نہ آنے پائیں - یہ روایت تاریخ آل عباس کی صاحب تہذیب المتین نے نقل کی ہے +

صاحب حبیب السیر لکھتے ہیں کہ جب جناب فاطمہ نے حضرت ابوبکر سے کہا کہ میرے باپ کی میراث مجھکو دو تو حضرت ابوبکر نے فرمایا النبی لایورث (نبی کا ورثہ نہیں ہوا کرتا) جناب فاطمہ نے فرمایا کیا سلیمان نے داؤد کا ورثہ نہیں پایا"۔ ابوبکر نے غضبناک ہوکر فرمایا نبی کا ورثہ نہیں ہوتا - پس جناب فاطمہ نے ارشاد کیا "کیا زکریا نے خدا سے یہ دعا نہیں کی فھب لی من لدنک ولیا یرثنی ویرث من آل داؤد (پس عنایت کر مجھکو ایک ولی جو وارث ہو میرا اور آل داؤد کا) پس فرمایا جناب ابوبکر نے نبی کا ورثہ نہیں ہوتا - جناب فاطمہ نے پھر فرمایا "کیا خدا تعالی نہیں فرماتا - یوصیکم اللہ فی اولادکم للذکر مثل حظ الانثیین (اللہ تمکو وصیت کرتا ہے تمہاری اولاد کے بارہ میں کہ پسر کا حصہ دختر سے دوگنا ہے) یہ تو کہیں نہیں فرمایا کہ نبی کی اولاد کا ورثہ نہیں ہوتا"۔ حضرت ابوبکر نے پھر یہی جواب دیا کہ نبی کا ورثہ نہیں ہوتا - القصہ اس قضیہ میں درمیان امیرالمومنین علی و فاطمہ اور شیخین رضی اللہ عنہم کے جیسا کہ بعض کتب معتبرہ میں مذکور ہے بہت کچھ گفت و شنید واقع ہوئی اور ابوبکر صدیق نے فدک اہل بیت کو واپس نہ دیا - اور نیز متروکات جناب سید کائنات سے کچھ بھی جناب فاطمہ کو نہ دیا اور یہ معاملہ جمہور کے نزدیک نہایت عجیب و غریب ہے +

الغرض جب ہبہ اور ورثہ دونوں میں جناب فاطمہ کے کسی دعوی کی سماعت دربار خلافت میں نہ ہوئی تو مقنعہ سر پر ڈالکر اور اپنے کو چادر سے محفوف کرکے چند زنان بنی ہاشم کے ساتھ مسجد نبوی میں تشریف لائیں جہاں مہاجرین اور انصار حضرت ابوبکر کے پاس جمع تھے ایک پردہ چادر سفید کا درمیان میں ڈالدیا گیا - اور جناب سیدہ نے مہاجر و انصار کے سامنے ایک نہایت فصیح و بلیغ خطبہ ارشاد فرمایا یہ خطبہ سنی اور شیعہ دونو نے اپنی اپنی کتابوں میں نقل کیا ہے چنانچہ اہل تسنن میں سے ابن ابی الحدید نے شرح نہج البلاغہ میں اور ابوبکر احمد بن عبدالعزیز جوہری نے کتاب السقیفہ میں اور ابن مردویہ نے کتاب مناقب میں درج کیا ہے اور احمد بن طاہر نے کتاب بلاغۃ النساء میں چند سندیں اسکی دی ہیں اور ابن اثیر نے نہایہ کے لغت لمہ میں اسکا تذکرہ کیا ہے اور زمخشری نے فائق لغت ہنبثہ میں اسکی طرف اشارہ کیا ہے - علامہ سیوطی نے لآلی مصنوعہ میں اسکی اصلیت کا اقرار کیا ہے اور شیخ رحمۃ اللہ نے کتاب مختصر تنزیہ الشریعہ میں اسکی اصلیت ظاہر کی ہے بوجہ موافقت صحیحین کے - سبط ابن جوزی نے تذکرہ خواص الامہ میں اسکے چند فقرے نقل کئے ہیں اور مسعودی نے مروج الذہب میں اسکی طرف اشارہ کیا ہے - علمائے شیعہ سے علی بن عیسی نے کشف الغمہ میں ابوبکر جوہری کی کتاب السقیفہ سے نقل کیا ہے - سید مرتضی نے کتاب شافی میں - شیخ صدوق نے علل الشرائع میں اور نیز شیخ مفید اور احمد بن ابی طالب طبرسی نے کلاً و جزءً اس خطبہ کو روایت کیا ہے - اس خطبہ کے چند فقروں کا ہم ترجمہ لکھتے ہیں +

بعد حمد و صلواۃ آپ فرماتی ہیں "اے بندگان خدا تم مخاطبان امر و نہی اسلام حاملان حلال و حرام دین حجۃ الانام اور

(بقیہ نوٹ صفحہ ۱۹۰) خلاف قاعدہ شرع ناروا تھا کس لئے کہ جناب فاطمہ فدک پر رسول اللہ کے زمانہ سے قابض و متصرف چلی آتی تھیں - والقبض دلیل الملک (اور قبضہ ملکیت کی دلیل ہے) اور اس حدیث کے موافق کہ البینۃ علی المدعی والیمین علی من انکر (گواہ لانا مدعی کا کام ہے اور منکر پر قسم ہے) گواہ حضرت ابوبکر کو لانے چاہئے تھے کہ وہ مدعی تھے نہ کہ حضرت فاطمہ سے طلب کرتے +

اُمنائے خدا ورسول ہو۔ کہ دین اسلام کو اپنی بعد کی نسلوں اور آیندہ اُمتوں تک پہنچاؤ۔ پس ڈرو خدا سے اور اُسکی اطاعت کو واجب جانو۔ تاکہ مسلمانی کے بعد کافر نہ ہو جاؤ اور بحالت کفر تمہاری موت نہ ہو۔ ایہا الناس میں فاطمہ دختر رسول ہوں نہ جھوٹ کہتی ہوں نہ غلط۔ نہ کوئی فعل میرا خلاف حق ہے۔ پیغمبر خدا جو میرے باپ تھے نہ تمہاری عورتوں کے۔ میرے شوہر کے برادر و ابن عم تھے نہ تمہارے مردوں کے۔ حضرت نے تبلیغ رسالت کی۔ جہاد کیا بتوں کو توڑا۔ مشرکوں کے سرگروہوں کو ہلاک کیا یہانتک کہ دین حق ظاہر ہوا۔ تم لوگ بسبب کفر و شرک کے جہنم کے گڑھے کے کنارہ تھے اور ذلیل و خوار کہ ہر شخص تم پر حکومت کرنیکا ارادہ کرتا تھا۔ سڑا ہوا پانی پیتے تھے جس میں پیشاب اور مینگنیاں اونٹ کی ملی ہوتی تھیں۔ درختوں کے پتے چباتے نہایت ذلت میں بسر کرتے تھے ہر وقت ڈرتے تھے کہ کوئی دھاوا نہ کر بیٹھے۔ خدا نے تمکو ان بلاؤں سے بذریعہ محمدؐ کے نجات دی۔ جب کوئی سرکش جہاد قایم ہوا حضرت نے اپنے بھائی علی کو بھیجا جنہوں نے مونہہ نہیں موڑا اور آتش فساد کو سرد کیا۔ اُنکے سرکشوں کو پامال کیا اور اعلائے دین خدا میں کسی رنج و تعب کی پروا نہ کی۔ یہ علی وہی ہیں جو رسول اللہ کے ہمیشہ دوست یگانہ ہوتے تھے جنہوں نے اطاعت رسول پر کمر محکم باندھی تھی۔ اور خلایق کی خیر خواہی پر آمادہ تھے تم لوگ ان حالتوں میں امن سے تھے۔ عیش کرتے آرام مناتے تھے۔ اور ہر وقت ہم لوگوں کی بلا و مصیبت کی خبر سننے کے منتظر رہتے تھے۔ لڑائی کے وقت بھاگ جاتے تھے۔ جب رسول اللہ نے وفات پائی تو تمہارے دلوں میں کفر و شقاق کا کانٹا چبھنے لگا۔ آثار عصبیت و نفاق ظاہر ہونے لگے۔ اور وہ لوگ باتیں بنانے لگے جو تلوار کے خوف سے چھپے چند گمنام جو سب سے زیادہ ذلیل تھے ظاہر ہوئے اور شیطان کی آواز پر اُٹھ کھڑے ہوئے اُسکے بہکانے سے تم اہل حق پر غضبناک ہو گئے دوسروں کا حق اپنے گھر لیجانے لگے۔ حالانکہ ابھی رسول اللہ قبر میں اتارے نہیں گئے تھے تم نے بہانہ کیا کہ بخوف فتنہ ایسا کیا۔ حالانکہ خود فتنے میں پڑے۔ اور جہنم محیط ہے کافروں پر۔ افسوس پس تم اور تدبیر امت کرو۔ تم اور دین و ملت کے محافظ بنو۔ دیکھو شیطان تمکو کہاں لیجاتا ہے۔ تم نے قرآن کو پس پشت ڈالدیا۔ بس اتنا صبر تم نے کیا کہ خلافت باطل تمہاری مضبوط ہو جائے پھر تو آگ لگانا تم نے شروع کیا اور بغاوت فتنہ کی چنگاریاں چھوڑنے لگے۔ انوار دین خدا کو بجھانے لگے۔ سنت پیغمبر کو محو کرنے لگے۔ دینداری کے پردہ میں دین کو مٹاتے ہو اور بدعت جاہلیت کو زندہ کرتے ہو۔ اور رسول اللہ کا کنبہ اُنکے اہل بیت سے نکالتے ہو ہمارا صبر ایسے حال میں ویسا صبر ہے کہ جیسے کسیکے جگر میں چھری چبھو دو۔ اور نیزہ اُسکے پیٹ میں توڑ دو۔ اور وہ صبر کرے۔ تم لوگوں کا یہ گمان ہے کہ ہمکو وراثت نہیں پہنچتی (ترجمہ آیہ) کیا جاہلیت کا حکم چاہتے ہو کون ہے خدا سے بہتر حکم کرنیوالا صاحبان یقین کے لئے۔ کیا حقیقت میری نہیں جانتے۔ ضرور جانتے ہو۔ میں رسول اللہ کی بیٹی ہوں۔ اے مسلمانو! کیا میں محروم کردی جاؤنگی وراثت سے اے ابو قحافہ کے بیٹے کیا خدا کی کتاب میں یہی ہے کہ تو اپنے باپ کا وارث ہو اور میں اپنے باپ کی میراث نہ پاؤں۔ (ترجمہ آیہ) عجب افترا باندھا ہے تو نے خدا پر۔ کیا قصداً تو نے کتاب خدا پر عمل کرنا ترک کیا۔ کیونکہ خدا تو فرماتا ہے۔ ورث سلیمان داؤد (وارث ہوئے سلیمان داؤد کے) اور قصہ حضرت یحییٰ بن زکریا میں کہتا ہے۔ یرثنی و یرث من آل یعقوب (میرا اور اولاد یعقوب کا وارث ہو) واولوا الارحام بعضہم اولی ببعض فی کتاب اللہ (قرابت مند لوگ اولی ہیں بعض بعض سے کتاب خدا میں) اور فرماتا ہے یوصیکم اللہ فی اولادکم للذکر مثل حظ الانثیین (حکم کرتا ہے تمکو خدا تمہاری اولاد کے بارہ میں کہ بیٹے کا حصہ مثل حصہ دو عورتوں کے ہے) اور دوسری آیہ میں فرماتا ہے کہ اگر مال ...

اور والدین اور قرابت مندوں کے لئے ہے۔ تم گمان کرتے ہو کہ میرا کوئی حصہ نہیں باپ کی وارث نہیں کیا خدا نے تمکو کسی آیہ میراث سے خاص کیا ہے اور ہمکو اور ہماری باپ کو اُس سے نکال دیا ہے۔ کیا میں اپنے باپ کے مذہب پہ نہیں۔ یا تمکو عام و خاص قرآن کا علم میرے باپ اور میرے ابن عم (علی) سے زیادہ ہے۔ اے ابوبکر آجکی دن میراحق بغیر کسی جھگڑے کے بیفکری سے لیلے تو روز حشر خدا اُس کا تجھ سے حساب لیگا۔ اور محمد باز پرس کریں۔ قیامت میں تو زیانکار ہوگا اور ندامت نفع نہ دیگی (آیہ) ہر بات کے واسطے ایک قرارگاہ ہے اور عنقریب جانلوگے کہ کس پہ عذاب ہوگا۔ عذاب رسوا کرنے والا اور نازل ہوگا عذاب دردناک"۔ اسکے بعد انصار کیطرف مخاطب ہوکر فرمایا کہ اے بہادرو کیا رسول اللہ نے نہیں فرمایا کہ ہر شخص کی رعایت اُسکی اولاد میں کرو۔ کتنا جلد تم بدعت اور احداث پر راضی ہوگئے ہم پر ظلم و ستم ہوتا ہے اور تم دیکھتے ہو۔ اے بنی قبیلہ کیا میراث میری ہضم ہو جائیگی۔ تمہارے پاس ہتھیار موجود ہیں کیوں مشرک ہو بعد ایمان کے۔ (آیہ) کیوں نہیں لڑتے ہو اُس قوم سے جس نے عہد توڑ دیا۔ قصد کیا کہ رسول کو نکالدیں۔ یہی لوگ ہیں جنہوں نے ابتداءً قتال کی تھی۔ کیا ڈرتے ہو ان سے۔ خدا زیادہ مستحق ہے کہ اُس سے ڈرو اگر ہو ایمان والے"۔

جب کسی نے کچھ جواب نہ دیا تو فرمایا "معلوم ہوتا ہے کہ اب تم میں راحت پسندی آگئی مستحق خلافت کو نکالکر چین سے بیٹھے ہو علم دین جو گلے تک پہنچا تہا اُسکو تم نے تہوک دیا۔ (آیہ) پس اگر کافر ہو جاؤ تم یا جتنے لوگ زمین پر ہیں سب کے سب (تو کچھ پروا نہیں) خدا غنی و حمید ہے" میں جانتی ہوں تم میری مدد نہ کروگے۔ دلمیں درد و الم کے بخارات جمع تھے اسوجہ سے مینے ظاہر کیا اسقدر کہکر حجت کو پورا تمام کیا کہ قیامت کے دن کوئی عذر نکرو۔ لیلو۔ لیجاؤ میرے حق کو جس سے دائمی ننگ و عار اور غضب خدائے قہار کے مستحق ہو۔ خدا تمہاری کرتوتوں کو دیکھتا ہے (آیہ) اور عنقریب جان لیں گے وہ لوگ جنہوں نے ظلم کیا ہے کہ کس جگہ اُلٹے پلٹے جائیں گے"۔ جو تمہارا جی چاہے کرو۔ ہم بھی جو حق سمجھتے ہیں وہی کرتے ہیں۔ اور انتظار کرو عذاب کا جیسا ہم انتظار کرتے ہیں ثواب کا"۔ (یہ خلاصہ مطلب ہے خطبہ لمہ کا جو کشف الغمہ سے ترجمہ کیا گیا ہے)۔

الغرض بعد اختتام خطبہ جناب ابوبکر نے جواب میں فرمایا کہ تم سیدۃ النساء اور دختر خاتم الانبیاء ہو۔ نیکبخت ہر وہ جس نے تمہیں دوست رکھا اور بدبخت ہے وہ جو تم سے دشمنی کرے وغیرہ وغیرہ۔ اور پھر وہی حدیث نحن معاشر الانبیاء لا نرث ولا نورث مانع استرداد فدک بتا کر کہا کہ مینے اسکی آمدنی کو لصلاح و اتفاق مسلمین تجہیز لشکر اور سامان حرب جہاد کے لئے رکھا ہے۔ تم کو ہرگز نہیں دیسکتا۔ ہاں میرا مال موجود ہے اُسپر اختیار ہے جس طرح چاہو تصرف کرو۔ تمہارے باپ کے حکم کے خلاف نہیں کرسکتا فدک نہیں دیسکتا۔ جناب فاطمہ نے فرمایا "یہ سب تمہارا مکر و فریب ہے کہ سب جمع ہوگئے ہو اور رسول اللہ پہ تہمت لگاتے ہو مگر تمہارے نفسوں نے تمہیں کو فریب دیا ہے۔ اب صبر کرنا ہی بہتر ہے اور اس امر پر جو تم بیان کرتے ہو خدا ہی مستعین ہے"۔ (اور صحیح بخاری میں اس طرح ہے کہ فدک نہ دینے پر فاطمہ ناراض ہوگئیں ابوبکر سے اور [illegible]

لہ علمائے شیعہ لکھتے ہیں کہ اس مقدمہ میں جناب سیدہ کی یہ تمام کد و کاوش اس غرض سے تہی کہ لوگوں پر حجت تمام ہو جائے اور سب کو معلوم ہو جائے کہ وہ کمال ستم رسیدہ ہیں ورنہ وہ مال و جائداد کی اپنے یا اپنی اولاد کے واسطے کچھ پروا نہ رکھتی تہیں وہ تو فقر و فاقہ سے بسر کرنیکی عادی تہیں۔ اسیطرح حضرت علی کو جسقدر قلق خلافت نہ ملنے پر ہوا وہ سب [illegible] دین سے تہا اور اپنی [illegible] محرومیت ظاہر کرکے لئے حجت اور طلب استعانت کرتے تھے۔ وہ حضرت کمال شوق و رغبت ہدایت خلق کی رکھتے اور ہدایت کی نا اہلیت اپنی ذات [illegible] منحصر سمجھا کرتے [illegible] اور جنگ جدل سے استکراہ اسیلئے تھا کہ یہ لوگ مرتد نہ ہو جائیں۔ چنانچہ بروایت استیعاب علی مرتضی خود فرماتے ہیں کہ بعد وفات رسول ہمنے خیال کیا کہ ہم حضرت کے اہلبیت اور انکے ولی ہیں کوئی حضرت کی سلطنت میں ہم سے منازعت نکریگا مگر ہماری قوم نے غیر کو خلیفہ بنایا قسم خدا کی اگر تفرقہ پڑ جانیکا خیال نہ ہوتا اور یہ کہ کفر عود کر آئیگا اور دین خیرون کا ہو جائیگا (تو ہم بتا دیتے) پس ہمنے اس سختی پر صبر کیا (استیعاب جلد اصل)

دم تک اُن سے بات نہ کی) بعد ازاں رسول خدا کے روضہ پر تشریف لائیں اور قبر انور پر جاکر اپنے تئیں گرادیا اور بروایت مسعودی اشعار درد آگین با دل حزیں پڑھتی تھیں کہ ایک شعر اُنمیں کا یہ ہے ۔ انا فقدناک فقد الارض وابلہا - واختل قومک فاشہد فقد نکبوا ۔ (اے پدر بزرگوار آپ کا مفقود ہونا ہمارے لئے ایسا ہی ہے جیسا کہ زمین سے باران رحمت کا دور ہونا - تمہاری قوم و قبیلہ میں خلل و خرابی نے راہ پائی - آؤ اور اُنکو دیکھو کہ وہ حق سے پھر گئے) بعدہ اپنے حجرۂ طاہرہ کی طرف مراجعت فرمائی +

شیخ عبدالحق محدث دہلوی شرح مشکوۃ میں لکھتے ہیں کہ مشکل ترین قضایا قضیۂ فاطمہ زہرا ہے - کیونکہ اگر ہم یہ کہتے ہیں کہ وہ جاہل تھیں اس حدیث (نحن معاشر الانبیاء) سے جو ابوبکر نے بیان کی تو بعید ہے فاطمہ سے - اور اگر ہم یہ التزام کریں کہ شاید فاطمہ کو آنحضرت سے اس حدیث کے سننے کا اتفاق نہیں ہوا تو اور بھی زیادہ مشکل ہے کہ ابوبکر سے سنکر اور صحابہ کی شہادت اُسپر ہونے پر کس لئے قبول نہ کی - اور غضبناک ہوئیں - اور اگر اُنکا غضبناک ہونا اس حدیث کے سننے سے پہلے تھا تو سننے کے بعد غصہ کیوں نہ جاتا رہا - یہانتک طول کھینچا غصہ نے کہ جب تک زندہ رہیں ابوبکر سے مہاجرت کی + مؤلف کہتا ہے کہ ایک اور مشکل یہ ہے کہ صحیح بخاری میں ہے لا یحل لمسلم ان یہجر اخاہ فوق ثلاث لیال (مسلمان کو حلال نہیں کہ تین شب سے زیادہ برادر مسلم سے مہاجرت کرے) اور جناب فاطمہ نے حضرت ابوبکر سے بقیۃ العمر مہاجرت کی - دونوں میں سے کسکو کیا کہیں - بڑا مشکل معاملہ ہے +

ابن ابی الحدید شرح نہج البلاغہ میں لکھتا ہے کہ مینے علی بن فارقی شافعی مدرس مدرسۂ غربیہ بغداد سے سوال کیا کہ فاطمہ راست گو تھیں یا نہیں کہا البتہ صادقہ تھیں - مینے کہا ابوبکر نے پھر فدک کیوں نہیں دیا جبکہ وہ جانتے تھے کہ وہ جھوٹی نہیں ہیں - یہ سنکر وہ فاضل مسکرایا اور ایک کلام لطیف و مستحسن اُسکے جواب میں کہا حالانکہ صاحب ناموس و متدین شخص تھا اور مزاح و تمسخر اُسکے مزاج میں کمتر تھا وہ کلام لطیف یہ ہے کہ "اگر ابوبکر آج اُنکے دعوی کی تصدیق کرکے فدک اُنکے حوالہ کر دیتے تو کل فاطمہ آتیں اور اپنے شوہر کے لئے خلافت کا دعوی کرتیں - اور اُن کو خلافت سے معزول کراتیں تو وہ پھر کیا عذر پیش کرتے - اور کس دلیل سے اُنکے دعوی کو رد کرتے کیونکہ جب فدک کے بارے میں اُنکا دعوی بغیر گواہوں کے قبول کر لیتے تو اُن کے تمام دعوی بلا گواہ قبول کر لینے پڑتے اور سب جگہ اُنکی صداقت کا قائل ہونا پڑتا" انتہی +

ابن ابی الحدید کہتا ہے کہ یہ کلام حق اور صحیح ہے - ہر چند کہ مقام مزاح و خوش طبعی میں کہا گیا ہے[۱] +

[۱] یاقوت حموی نے معجم البلدان میں لکھا ہے کہ حضرت ابوبکر نے فدک جناب فاطمہ کو نہ دیا - جب عمر خلیفہ ہوئے اور ملک فتح ہوئے اور مسلمانوں کو فراغت حاصل ہو گئی تو حضرت عمر نے اپنے اجتہاد سے فدک وارثان رسول اللہ کو ہبہ کر دیا پس علی اور عباس میں اُسکی بابت جھگڑا ہوتا تھا علی تو کہتے تھے کہ رسول اللہ نے فاطمہ کو ہبہ کیا ہے اور عباس اس سے انکار کرتے تھے اور کہتے تھے کہ وہ رسول اللہ کی ملکیت ہے اور میں اُسکا وارث ہوں یہ دونو حضرت عمر کے سامنے اپنا مقدمہ لاتے تھے حضرت عمر اُنکا فیصلہ چکانے سے انکار کرتے اور فرماتے تھے تم دونو ہی اپنا حال خوب جانتے ہو میں تو وہ تم دونو کے حوالہ کر دیا پس تم دونوں میں سے ایک قلت معرفت سے جو کچھ ہی دیوے وہ دوسرے کے لئے (حضرت عثمان خلیفہ ہوئے تو بروایت ابوالفدا فدک مروان کو جاگیر میں دیا) پس فدک آل مروان کے قبضہ میں رہا یہانتک کہ جب عمر بن عبدالعزیز خلیفہ ہوا تو اُسنے مدینہ کے حاکم کو لکھا کہ فدک اولاد فاطمہ کے حوالہ کر دیا جائے پس عمر بن عبدالعزیز کے زمانہ میں فدک اولاد فاطمہ (امام محمد باقر وغیرہ) کے قبضہ میں رہا - یزید بن عبدالملک نے ضبط کر لیا اسوقت سے بنی اُمیہ ہی کے قبضہ میں رہا یہانتک کہ ابوالعباس سفاح خلیفہ ہوا اور اُس نے حسن بن حسن بن علی بن ابی طالب کے حوالہ کر دیا جو اُسکی آمدنی اولاد علی میں تقسیم کر دیا کرتے تھے - منصور خلیفہ ہوا اور بنی حسن نے اُسپر خروج کیا تو اُس نے ضبط کر لیا - مہدی بن منصور نے پھر بحال کر دیا موسی ہادی خلیفہ ہوا تو ضبط کر لیا یہانتک کہ مامون خلیفہ ہوا اور اولاد علی نے اپنا قاصد طلب فدک میں اُسکے پاس بھیجا - پس بروایت معجم البلدان جلد ششم ص ۳۴۵ اور فتوح البلدان بلاذری ص ۴۴ سنہ ۲۱۰ھ میں مامون نے حکم دیا کہ فدک بنی فاطمہ کو دیدیا جائے

(دیکھو صفحہ ۱۹۵)

فصل ششم

(۱) کاتبان آنحضرت صلعم — صاحب حبیب السیر نے روضۃ الاحباب سے لکھا ہے کہ حضرت کے ۴ کاتب تھے۔

(۱) علی ابن ابیطالب – کاتب وحی – صلح ناموں کا لکھنا خاص حضرت علی سے مخصوص تھا کسی اور سے نہ لکھواتے تھے۔

(۲) عثمان بن عفان – کاتب وحی۔

(۳) ابی بن کعب — حضرت علی اور حضرت عثمان کی عدم موجودگی میں ان دونوں میں سے کسی سے وحی لکھواتے تھے۔

(۴) زید بن ثابت — اور اگر ان چاروں میں سے کوئی موجود نہ ہوتا تھا تو کاتبا اصحاب میں سے جو کوئی حاضر ہوتا تھا اس سے لکھواتے تھے

علاوہ انکے زبیر بن العوام و جہیم بن الصلت کاتب اموال صدقات کیلئے مقرر تھے ہمیشہ لکھتے تھے کہ زکوٰۃ کہاں سے حاصل کس طرح صرف ہوئی۔ حذیفہ بن الیمان کاتب خرص نخیلات تھے۔ اور مغیرہ بن شعبہ اور حصین بن نمیر معاملات لکھنے کیلئے مقرر تھے۔ اور زید بن ارقم بادشاہوں کے نام مکتوب لکھا کرتے تھے۔

(۲) عمال سپہ کائنات بر صدقات — (۱) عبدالرحمن بن عوف صدقات بنی کلب پر (۲) عدی بن حاتم صدقات بنی طے پر۔ (۳) عیینہ بن الحصین صدقات فزارہ پر (۴) ایاس بن قیس اسدی بنی اسد پر (۵) ولید بن عقبہ بنی مصطلق پر۔ (۶) حارث بن عوف مزنی بنی مرہ پر (۷) مسعود بن رحیل اشجعی اشجع پر (۸) عبداللہ بن غطفان بنی عبس پر۔ (۹) عجم بن سفیان عذرہ پر (۱۰) سلامان ذہل و (۱۱) جہینہ و عباس بن مرداس بنی سُلیم پر (۱۲) (۱۳) بسید بن الحاجب قبیلہ دارم پر (۱۴) عامر بن مالک بن جعفر بنی عامر بن صعصعہ پر (۱۵) سعد بن مالک، و (۱۶) عوف بن مالک النضری و ضحاک بن سفیان کلابی بنی کلاب پر۔

(۳) خدام — ۲۷ مرد ۱۱ عورتیں۔ انہیں سے مشہور یہ ہیں (۱) انس بن مالک دس سال حضرت کی ملازمت میں رہے (۲) ربیعہ بن کعب۔ آب وضو کی ترتیب ان سے متعلق تھی (۳) عبداللہ بن مسعود۔ صاحب نعلین و مسواک و متکا و عصا (۴) عقبہ بن عامر سفر میں حضرت کے اشتر کو کھینچتا تھا (۵) بلال حبشی مؤذن (۶) سعد آزاد کردہ ابوبکر (۷) ذو مخمر جنکو ذو مخبر بھی کہتے ہیں خواہرزادہ نجاشی (۸) بکیر بن شداخ لیثی (۹) ابوذر غفاری (۱۰) اسود بن مالک اسدی (۱۱) ایمن بن ام ایمن صاحب مطہرہ (۱۲) ثعلبہ بن عبدالرحمن انصاری (۱۳) حر بن مالک۔

خادمہ – برکہ یعنی ام ایمن – امۃ اللہ بنت زریبہ – خولہ جدہ حفص – زریبہ – ام علیہ – سلمیٰ – ام رافع – میمونہ – ماریہ –

(۴) موالی — مرد ۵۹ جن میں سے مشہور یہ ہیں۔

(۱) زید بن حارثہ بن شراحیل کلبی کہ سریہ موتہ میں امیر تھا اور وہاں شہید ہوا۔ (۲) اسامہ بن زید بن حارثہ۔ (۳) ابوکبشہ کہ موسوم بہ سلیم یا اوس تھا (۴) صالح ملقب بہ شقران (۵) ابورافع مسمیٰ بہ اسلم (۶) سلمان فارسی۔

(۵) موالیات — ۹ نفر مشہور سلمیٰ – ام رافع – امیمہ – ماریہ – شیریں خواہر ماریہ۔

(بقیہ صفحہ ۱۹۴) دیدیا جائے اور اپنے مدینہ کے عامل قثم بن جعفر کو لکھا کہ فدک اسکے وارثوں کے حوالہ کر دو کیونکہ رسول اللہ صلعم نے فدک اپنی بیٹی جناب فاطمہ کو عطا کر دیا تھا اور یہ امر ظاہر و مشہور تھا آنحضرت صلعم کی آل میں کسی کو اس میں اختلاف نہیں ہے بہر یہ بھی ہے کہ فاطمہ اسپر ہمیشہ دعویٰ کرتی رہیں میری رائے میں فدک فاطمہ کے وارثوں کو واپس دیدینا چاہئے پس مامون کے حکم کے موافق فدک محمد بن یحییٰ بن حسین بن زید بن علی بن حسین بن علی بن ابیطالب اور محمد بن عبداللہ بن حسین بن علی بن حسین بن علی بن ابیطالب کے سپرد کر دیا گیا جو اپنی قابلیت میں اسکی آمدنی انکے حقداروں میں تقسیم کر دیتے تھے لیکن جعفر متوکل (ناصبی) خلیفہ ہوا تو اس نے پھر ضبط کر لیا از حبیب السیر و روضۃ الاحباب۔

فہرست مضامین تاریخ اسلام جلد دوم

۱۷ جولائی سنہ ۱۹۱۳ء

علم تاریخ کی تعریف اور فائدے

علم تاریخ وہ علم ہے جس سے طوائف بنی آدم اُن کے شہروں اُنکی رسموں - عادتوں - صنایع - انساب اور اُنکے وفیات وغیرہ کے حالات کی کیفیت حاصل ہوتی ہے - موضوع اسکا اشخاص ماضیہ انبیاء اولیاء علما حکماء شعرا اور ملوک و سلاطین وغیرہ کے حالات ہیں اور غرض اس سے احوال ماضیہ کی معرفت ہے - اور فائدہ اُسکا اس احوال سے انقلاب زمانہ کو دیکھکر عبرت اور نصیحت اور ملکہ حصول تجارب ہے کہ نقصان پہنچانے والے امور سے پرہیز کرے اور نفع پہنچانیوالی باتوں سے فائدہ اُٹھائے اور یہ علم جیسا کہ داناؤں نے کہا ہے پڑھنے والے کے لئے ایک دوسری عمر ہے اور گھر بیٹھے اُن باتوں سے فائدہ اُٹھاتا ہے جو لوگوں نے عمریں گذار کر اور سفر و سیاحی کی مشقت عظیم اُٹھاکر حاصل کی ہیں ◆

پس علم تاریخ عبرت ہے عبرت پانے والے کے لئے اور نصیحت ہے نصیحت حاصل کرنے والے کے لئے کیونکہ وہ باری تعالی کی صنعت ہائے ماضیہ سے خبر دیتا ہے کہ وہ اپنی قدرت اور ارادہ سے زمانہ گذشتہ میں کیا کیا کر چکا اور اپنی مخلوقات میں مختلف زمانوں میں اپنی عدل و احسان کو کس طرح جاری فرما چکا ہے - پس جو کوئی اخبار گذشتگان کو اور حالات اُنکی سلطنت کا ملاحظہ کریگا وہ عجیب عجیب باتیں دیکھیگا اور جو بادشاہوں کے حالات اور انقلاب زمانہ پر غور و تامل کی نظر ڈالیگا اگر ذی ہوش ہوگا تو ضرور عبرت حاصل کریگا - بعض مفسرین نے آیہ سیروا فی الارض کی تفسیر میں کتب سیر و تواریخ ماضیہ کا مطالعہ بھی شامل کیا ہے علم تاریخ میں دینی اور دنیوی دونوں فائدے ہیں - دنیوی فائدے - اول تو یہ کہ حالات گذشتگان کو پڑھکر گویا وہ اُنکے زمانہ میں موجود ہوگیا - دوسرے یہ کہ بادشاہ اور حکام جب اہل جور و عدوان کے حالات پڑھیں گے اور دیکھیں گے کہ لوگ اُن حالات کو نقل کرتے چلے آتے ہیں اور یہ اُنکے ظلم اور جور کی وجہ سے اُن کے نام پر بدنامی کا دھبہ رہ گیا اور ملک برباد اور بندگان خدا تباہ و ہلاک اور مال ضایع و برباد اور رعایا بدحال ہوگئے تو وہ ظلم و جور کو برا سمجھیں گے - اور اُس سے اعراض کرینگے اور جب منصف و عادل حکمرانوں کے حالات پڑھیں گے اور دیکھیں گے کہ اُن کا نیکنام باقی رہگیا - اُنکی مملکت آباد و معمور ہوئی اور اُنکے اموال میں زیادتی ہوئی تو عدل و احسان کو اچھا سمجھیں گے اور اُسکی طرف رغبت کرینگے اور اُسکے خلاف کو ترک کر دینگے - علاوہ اسکے اُنکو بہت سی نیک رائیں اور تدبیریں ایسی معلوم ہوجائینگی جن سے وہ دشمنوں کے مکر و کید کی مدافعت کرتے تھے مہلکوں سے خلاصی پاتے اور بڑے بڑے شہروں اور ملکوں کو بچاتے تھے اور یہ ایسا فائدہ ہے کہ اگر اُسکے سوا کوئی اور فائدہ بھی نہ ہوتا تو یہی بہت کافی تھا اس سے آدمی کو تجربہ اور معرفت حوادث کا علم حاصل ہوتا ہے اور اُسکو تجارب سے واقفیت ہوتی ہے کیونکہ کوئی امر ایسا نہیں ہے کہ وہی یا اُس جیسا پہلے واقع نہ ہوا ہو پس اس سے عقل بڑھتی ہے کیونکہ عقل دو طرح کی ہوتی ہے عقل مطبوع اور عقل مسموع - عقل مطبوع تو عقل غریزی ہوتی ہے جو خدا نے انسان کے واسطے پیدا کی ہے - اور عقل مسموع وہ تجربہ ہے جس سے عقل غریزی کو زیادتی حاصل ہوتی ہے اور وہ گویا عقل غریزی کا درجہ رکھتی ہے - لیکن جب عقل مطبوع نہ ہو تو عقل مسموع سے کوئی نفع حاصل نہیں ہوسکتا جس طرح اندھے کو سورج سے کوئی نفع نہیں پہنچ سکتا - امام سخاوی لکھتے ہیں کہ "جس نے تاریخ کو یاد کیا اُسکی عقل زیادہ ہوئی - اور جس نے زمانہ کے واقعات پر نظر کی اُسکے مصیبت آسان معلوم ہونے لگی" - تاریخ کا اور فائدہ یہ ہے کہ مجلسوں اور محفلوں میں جب کوئی تاریخ داں کوئی واقعہ بیان کرتا ہے تو لوگ اُسی کی طرف متوجہ اور دل اُسکی طرف مائل ہوجاتے ہیں - صفدی کہتا ہے کہ "تاریخ زمانہ کا آئینہ ہے - پس وہ واقفیت ہے حالات امم سابقہ اور انقلاب زمانہ سے - اس سے ملکہ تجربہ کا اور زمانہ کے کاربسے بچنے کا حاصل ہوتا ہے - خدا تعالی نے خود اپنے رسول کو تسلی دینے کی غرض سے انبیائے سلف کا حال بیان کیا ہے اور ہماری عبرت کے واسطے امم سابقہ کے حالات سے خبر دی ہے یہ بھی فائدہ ہے کہ اگر کوئی شخص زمانہ قدیم کا کوئی واقعہ بیان کرے اور تمکو اُس واقعہ سے بذریعہ تاریخ اچھی طرح واقفیت ہے تو تمہیں اُسکے سچ اور جھوٹ کا حال معلوم ہوجائیگا - لیکن دینی فوائد اُخرویہ عاقل لبیب جب تاریخ میں غور کریگا اور اہل دنیا کے انقلاب کو دیکھیگا اور یہ کہ چھوٹے بڑے کس طرح فنا ہوگئے اُنکی جان و مال سب ضایع ہوگئے - امیر و غریب بادشاہ فقیر کوئی بھی اُسکے تکدر سے اچھوتا نہ رہا تو وہ زہد اختیار کریگا اور زاد آخرت بہم پہنچانے پر آمادہ ہوگا - اور اُس گھر کی طرف رغبت کرے گا جو ان تخصصوں سے منزہ ہے - علاوہ زہد کے

سلسلۂ تاریخ عالم

نمبر ۳

تاریخ اسلام

جلد سوم
(تحفۃ الاحباب فی تاریخ الاصحاب)

اس میں خلفائے اربعہ حضرت ابوبکرؓ حضرت عمرؓ حضرت عثمانؓ اور حضرت علیؓ کی سوانح عمریاں تفصیل سے قلمبند کی گئی ہیں خصوصاً واقعات سقیفہ۔ معاملہ خلافت۔ فتوحات مصر وشام وایران۔ جنگ جمل جنگ صفین اور جنگ نہروان کے تفصیلی حالات نہایت تحقیق کے ساتھ درج کئے گئے ہیں۔

از

ایس۔ ذاکر حسین جعفری۔ پروپرائیٹر دفتر اتالیق انگریزی دہلی

مصنف

سیزدہ مجلدات اتالیق انگریزی۔ پاکٹ بک آف ہسٹری۔ مختصر تاریخ اسلام خلاصۃ الکلام فی تاریخ خیر الانام وغیرہ

سنہ ۱۳۳۱ھ
۱۹۱۳ء

مقبول پریس دہلی میں منشی سید ظفریاب علی جوہر کے اہتمام سے چھپی

قیمت کاغذ دیسی عہ/ کاغذ اعلیٰ عہ/ محصول ڈاک وغیرہ ۳/

فہرست مضامین تاریخ اسلام جلد سوم

ا

غلط نامہ جلد سوم تاریخ اسلام

صفحہ سطر	غلط	صحیح
۳/۳۰	مہات	مہمات
۸/۳	انتقال ہوا	انتقال ہوا لہ
۸/۲۹	سوطی۔	سیوطی نے
۹/۲۳	لیا	کیا
۱۵/۳۰	امونا	عونا
۱۸/۱	شرف	مشرف
۲۰/۹	تہاکہ	تھا کہ
۲۶/۳۲	لہ	لہ آنریبل سیرٹ
—	—	فریزرٹائیلر
۳۰/۲۱	ابند	ابناء
۳۱/۴	ین	خبریں
۳۵/۲۳	غاٹ	خالد
۳۶/۱۲	ہتیم	متمم
۳۶/۱۵	۹ ۱۶ ا	۹ ۱۰ ا
۴۵/۱۷	ہواز	اہواز
۴۶/۱۱	(صدمقام)	(صدر مقام)
۴۹/۲۰	جوران	حوران
۵۶	بن امیر	بن عمیر
۵۶/۱	نام قروہ	ام قروہ
۶۰/۱	جریہ	جریبہ
۶۰/۲۴	صحنان	ضیحنان
۶۴/۲۴	بلثہ	بثنہ
۶۵/۳۲	بہ موک	یرموک
۶۶/۳۲	معمور لیا	مامور کیا
۶۹/۵	اس خدا	اسیر خدا
۷۰/۳۲	سوحل بر	سواحل پر
۷۱/۲۹	عبید بن قیس	عبداللہ بن قیس
۷۲/۳۱	اہل نجران	نصارائے نجران
	نتے	سوتے

صفحہ سطر	غلط	صحیح
۷۳/۳۱	چنگلونکی	جنگلوں کی
۷۴/۴	مہران	مہران بن باذان ہمدانی
۷۵/۱۰	بزرود	زرود
۷۵/۱۳	سیراف	شراف
۷۶/۱	خورذن	خوردن
۷۶/۱۲	کھیلا	کہلا
۷۷/۱۵	مہران	مہران رازی
۷۹/۳	پہیلا	پہلا
۸۰/۸	ماسندان	ماسبذان
۸۰/۱۳	بیہ	پر
۸۳/۳۱	کنوزالنخیرجان	کنوزالنخیرجان
۸۴/۲۱	بجد	بعد
۸۹/۱۴	لیث لعل	لیث ولعل
۹۰/۲۹	مسلمانوں	مسلمانوں کے
۹۱/۲۵	سلندریہ	سکندریہ
۹۳/۲۷	لکھے ہیں حالانکہ	لکھے ہیں اور حضرت عمر کے حکم سے کتب خانہ اسکندریہ کا جلانا درج کیا ہے حالانکہ
۹۳/۳۱	صاحب تاریخ	تاریخ
۹۴/۱۳	۱۰۶۶	۱۱۶۶
۹۵/۲	انکساری	انکسار
۹۵/۸	موقعہ	موقعہ پر
۹۷/۲۹	لئے ہوئے	کئے ہوئے
۱۰۰/۱۲	جس فخرازی	جس سے فخررازی
۱۰۲/۶	شروع	شروع میں

صفحہ سطر	غلط	صحیح
۱۰۴/۳۱	اور	اور آپ
۱۰۸/۶	اذ جائکم	اذ جاؤکم
۱۱۲/۴	کریہ	کریز
۱۱۲/۲۱	بات	باب
۱۱۲/۳۲	انسٹ	کولسٹنٹائن
۱۱۴/۷	جتنے اور سمیٹنے	چھٹنے اور سمیٹنے
۱۱۴/۲۲	شورہ	شورے
۱۱۵/۳۲	غصب میں	غضب
۱۱۸/۲۲	بارالہ سن	بارالکھاسن
۱۲۲/۲۹	مقرر گئے	مقرر کرگئے
۱۲۲/۳۱	ابونکمر	ابوبکر
۱۲۶/۱۹	معذولی	معزولی
۱۲۹/۱۳	داربجرد ارر	داربجرد اور
۱۲۹/۳۲	نطلجاو	نکلجاؤ
۱۳۴/۲۴	پاس چلے	پاس سے چلے
۱۳۶/۲۵	سلتھے	ساتھ تھے
۱۳۷/۹	محمد بن حذیفہ	محمد بن ابی حذیفہ
۱۴۰/۱۵	البنہزی	البہزی
۱۴۱/۳	جت	سخت
۱۴۳/۷	غنیب	عذیب
۱۴۳/۸	لے ساتھ	کے ساتھ
۱۴۶/۱۵	پرا	پرانا
۱۴۷/۳	انکو	انکا
۱۴۷/۶	قیس	بن قیس
۱۴۷/۱۵	لس	کس
۱۴۸/۱۷	فسطین	فلسطین
۱۴۹/۲۱	کے	نے
۱۵۱/۲۹	کہاکرکہ	کھاکر کہاکہ
۱۵۳/۱۴	گرو	گروہ

صفحہ سطر	غلط	صحیح
۱۵۲/۲۹	نہا	نہایہ
۱۵۲/۱۸	کی طرح	کسی طرح
۱۵۳/۴	کہا	کہاں
۱۵۳/۲۰	ہوگئی	ہوئی
۱۵۵/۳۰	عفا	(استقلن گردد)
۱۵۶/۲۰	آپ	آپ کو
۱۵۹/۳۱	منع کیا	نہ منع کیا
۱۶۱/۲۴	لے والی	کے والی
۱۶۱/۳۰	اور دی قبل ہوئے	[illegible]
۱۶۵/۳۰	بہاد	بہادر
۱۶۸/۴	الا	الے
۱۷۱/۲۹	یدری	یدار
۱۷۲/۲۹	نوٹ ۳	×
۱۷۴/۱۳	مثنی	متبنے
۱۷۶/۱۹	قثم بن عباس	اور قثم بن عباس
۱۷۷/۴	حنفیہ	حنفیہ کو
۱۸۳/۲۱	نہیں	انہیں
۱۸۹/۹	محاز	مہار
۱۹۶/۱	آپ	آب
۱۹۷/۳	۷۰	۹۰
۱۹۷/۲۲	حصین بن نمیر	معاویہ کے ساتھ تھا
	عمرو بن عطارد	عمیر بن عطارد
۱۹۷/۲۹	حارثہ بن قدامہ	جاریہ بن معاویہ کی
	سعد بن قیس	ساتھ نہ تھی بلکہ
	قیل کہتی۔	جابامیر کے
	زید بن صعصعہ	ساتھ تھے
۱۹۹/۸	زہیر بن قیس	زہیر بن قیس
۲۰۳/۲۳	آگئے	آگئے
۲۰۴/۷	تھی	تھی
۱۹۵/۱۵	نکلتا	نہ نکلتا

۲۰۷/۳	عرد ابن عامر	عروہ بن عامر	۲۱۵/۱۷	بہازا	اُبھارا
۲۰۹/۲۸	گروہ کے	گروہ نے	۲۱۷/۱۶	ماس	پاس
۲۱۲/۳	۱۵سو	۱۵ہزار	۲۱۵/۱۸	تیمار	تیمار
۲۱۴/۳	قیس میں	قیس بن	۲۱۸/۱۳	موقعہ دیکھوگے	موقعہ
۲۱۴/۷	کیا	گئے	۲۲۰/۷	اور اس	اس
۲۱۵/۱۲	حلمیں	حکمیں	۲۲۰/۲۲	بہاگ کیا	بھاگ گیا
۲۱۵/۱۴	ہوخوایاں	ہواخواہاں	۲۲۰/۲۶	صمت	صنعت

۲۲۰/۲۷	خریت سو	خریت سے	۲۳۲/۲۴	امید	اب
۲۲۳/۲	اُن	اُنکو	۲۳۴/۱۸	کھانے بعد	کھانے کے
۲۲۴/۱۸	دیا	دیا			بعد
۲۲۴/۲۴	قتل	سر	۲۳۵/۵	عمل	علی
۲۲۵/۲۴	وسیلۃ النخاث	وسیلۃ النجات	۲۳۵/۹	کان عمر	اَعُوذ
۲۳۰/۱۹	کان میں	کے کان میں		نیعوذ	
۲۳۱	اور تم	کہ تم اور	۲۱۳/۲	ہوگا	ہوگیا

۱/۵ کہنے لگے اور (اسکے آگے) بزعم اہلسنت

۱/۶ لقب ہوا (اسکے آگے) شیعہ کہتے ہیں کہ جب اہلسنت کی کتابوں سے ثابت ہے کہ بقول رسول دنیا میں صدیق صرف تین ہوئے ہیں اول حبیب نجار مومن آل یٰسین۔ دوسرے حزقیل مومن آل فرعون اور تیسرے علی ابن ابیطالب اس امت میں وہ پہلے دونوں صدیقوں سے افضل ہیں تو کسی چوتھے کو اس نام سے منسوب کرنا صرف خوش اعتقادی ہے جسکی کوئی اصل نہیں ہو سکتی۔

۱۱/۲۲ عقد الفرید (کے آگے) جلد دوم صـ۱۷۶

۱۱/۲۳ اور ابوالفدا (کے آگے) جلد اول صـ۱۵۶

۱۱/۲۶ اسی نشاء (تا) ردتین ماہیں (اسکے بعد) پس حضرت فاطمہ عمر کے پاس آئیں

۱۴/۲۸ موجود ہیں (کے آگے) کنز فواتح میبذی صـ۱۲۵

۱۶/۱۰ بیعت نہیں کی (کے آگے) حبیب السیر جلد اول جزو ۴ صفحہ ۳۹۲

۳۲/۱۳ مسیلمہ (تا) عاشق ہوگئی (کے بدلے) مسیلمہ نے اس خوبصورت جوان عورت کو آیتوں کے نام سے چند شہوت انگیز فقرے گھڑ کر مجامعت کرنے پر اُبھارا۔ وہ راضی ہوگئی۔

۳۶/۲۵ ڈیڑھ سو سال کی عمر میں مارا گیا (کے آگے) سیرۃ المحمدیہ صـ۴۰۲

۳۶/۲۹ انسان العیون (کے آگے) جلد ۳ صـ۲۲۴

۴۱/۳۱ سلہ حضرت عثمان کا داماد تھا۔ اس نوٹ کو قلمزن کردو

۴۳/۸ شرح مشکوٰۃ (کے آگے) جلد ۲ صفحہ ۱۷۵

۵۸/۴ مسعودی (کے آگے) برحاشیہ تاریخ الکامل جلد ۵ صـ۱۰۱

۹۳/۲۲ تہذیب المتین (کے آگے) مگر طبقات الامم مطبوعہ مصر سے یہ عبارت نکالڈالی گئی ہے۔

۱۱۲/۹ (لقب (کے آگے) بزعم اہلسنت

〃 لقب ہوا (کے آگے) بتحقیق اہل تشیع چونکہ وہ بیٹیاں رسول اللہ کے صلب سے نہ تھیں اس سبب سے اہلسنت کا یہ خطاب مصنوعی ہے۔

۱۲۹/۲۷ ازالۃ الخفاء (کے آگے) فارسی جلد دوم صـ۲۴۸

۱۴۴/۳ ابوالفدا (کے آگے) جلد اول صـ۱۶۹

۱۴۷/۲۶ جلوادیا (کے آگے) شیعہ عبداللہ بن سبا پر لعنت کرتے ہیں اس صورت میں شیعوں کو ابن سبا کا چیلا بنانا حماقت کی داد دینا ہے اور تہمت اور بہتان کیوجہ سے گناہ عظیم کا مرتکب ہونا۔

۱۷۷/۹ محمد بن جعفر (اسپر یہ نوٹ بنائو) ہماری خیال میں عبداللہ بن جعفر ہونا چاہیئے کیونکہ محمد بن جعفر کا ۱۸ھ میں جنگ شوستر میں شہید ہونا ثابت ہے۔

۱۷۷/۱۴ محمد بن جعفر (کے بدلے) ہمارے خیال میں عبداللہ بن جعفر ہونا چاہیئے۔

۲۰۷/۳۰ کہتے ہیں (کے آگے) مجمع البحرین

۲۱۶/۳۲ (مولف) (کے آگے) جرجی زیدان ذہبی لکھا ہے کہ زندہ کو جلایا گیا

۲۳۴/۴ یرضعن (کے بدلہ) والوالدات یرضعن

ہماری تاریخ اسلام کیا چیز ہے؟

یہ اسلام کی ایک تاریخ ہے جو ڈیڑھ سو سے زیادہ عربی۔ فارسی۔ اُردو اور انگریزی کتب تاریخ و سیر کا لب لباب ہے۔ تاریخی مواد کی کوئی معتبر اور متداول کتاب ایسی نہیں ہے جس سے اسکی تیاری میں مدد نہ لی گئی ہو۔ کتب تفاسیر و احادیث سے بھی بہت کچھ لیا گیا ہے۔ برخلاف تمام دیگر تاریخوں کے اس تاریخ میں اسلام کی ہر شاخ و شعبہ سے بحث کیگئی ہے۔ سہولت کی نظر سے ہم نے اسکو سات جلدوں میں تقسیم کیا ہے۔ (۱) تاریخ اسلام جلد اول۔ اسمیں عرب کے زمانہ جاہلیت۔ رسول اللہ صلعم۔ خلفاء راشدین۔ خلفاء بنی اُمیہ و بنی عباس۔ سلاطین آل سلجوق و سلاطین مغول تک کے حالات لکھنے کے بعد تمام ممالک اسلام ہندوستان۔ افغانستان۔ ترکستان۔ ایران۔ روم۔ عرب۔ طرابلس۔ تونس۔ الجزائر۔ مراکش۔ اندلس (سپین) اور اُن تمام مسلمان خاندانوں کی تاریخ جو ان ممالک میں ابتدائے اسلام سے زمانہ حال تک حکمران ہوئے ہیں درج کی گئی ہے۔ ۱۳۵ انبیائے کرام۔ سو مشائخ صوفیہ عظام۔ سوا سات سو علمائے اسلام اور دو سو کے قریب عربی۔ فارسی اور اُردو شعراء کے حالات قلمبند کئے گئے ہیں قیمت ۳؎ محصولڈاک وغیرہ ۳؍

(۲) تاریخ اسلام جلد دوم۔ اسمیں ملک عرب کا مفصل جغرافیہ اور عرب کے زمانہ جاہلیت یعنی زمانہ قبل از اسلام کی تاریخ لکھنے کے بعد رسول اللہ صلعم کی پوری سوانح عمری زمان پیدائش سے وقت وفات تک لکھی گئی ہے۔ بعثت ہجرت جنگ بدر جنگ احد جنگ خندق جنگ خیبر فتح مکہ۔ جنگ حنین۔ حجۃ الوداع۔ غدیر خم۔ تجہیز جیش اسامہ۔ ایام مرض پیش نماز حضرت ابوبکر تجہیز و تکفین حضرت رسول اور قضیۂ فدک کے حالات خصوصًا زیادہ تفصیل سے بیان کئے گئے ہیں۔

قیمت کاغذ سپید ۲؎ کاغذ اعلیٰ ۳؎ محصولڈاک وغیرہ ۳؍

(۳) تاریخ اسلام جلد سوم۔ اسمیں خلفاء اربعہ یعنی حضرت ابوبکر حضرت عمر حضرت عثمان اور حضرت علی کی پوری سوانح عمریاں قلمبند کی گئی ہیں۔ واقعات سقیفہ۔ معاملہ خلافت فتوحات مصر و شام و ایران۔ جنگ جمل۔ جنگ صفین اور جنگ نہروان کے تفصیلی حالات نہایت تحقیق کے ساتھ درج کئے گئے ہیں قیمت کاغذ سپید ۲؎ کاغذ اعلیٰ ۳؎

اسلامی تاریخ کا وہ حصہ جس سے جلد دوم و جلد سوم میں بحث کیگئی ہے سب سے زیادہ مشکل اور دقیق مگر ساتھ ہی سب سے زیادہ دلچسپ و مفید بھی ہے اس زمانہ کے وہ واقعات متعلق ہیں جنکی تحقیق کی نظر سے ارباب تحقیق و علمائے اسلام مختلف تاریخوں کی ورق گردانی کی مشقت اُٹھاتے ہیں مگر پھر بھی عمومًا بسبب کمیابی کتب تحقیق حق سے محروم رہتے ہیں ایسے واقعات خصوصًا معتبر اور مستند کتابوں سے چھان بین کرنیکے بعد مع حوالہ کتب لکھے گئے اور بہت سے عقدے حل کردیئے گئے ہیں۔ اس مادہ میں ہماری اسلامی تاریخوں میں یہ دونو جلدیں منفرد ہیں۔ چونکہ یہ ... سا حصہ اس زمانہ کے واقعات کا مذہب سے تعلق رکھتا ہے مورخین اکثر واقعات دیدہ و دانستہ نظر انداز کرگئے ہیں اور بعض بہت سے واقعات کو برخلاف رنگ میں دکھا گئے ہیں ایسے واقعات کو مختلف کتابوں سے تحقیق کرنیمیں جو کچھ کاوش اُٹھانی پڑی ہے اُسے مؤلف ہی کا دل جانتا ہے کیسے کیسے گہرے سمندروں میں غوطہ لگا کر جواہر آبدار نکالے ہیں زیادہ تر مصیبت یہ ہوئی کہ مؤلف نے کسی خاص فرقے کی جنبہ داری نہیں کی یعنی سنی شیعہ کے تفرقہ کو بالائے طاق رکھکر تعصب و ہٹ دھرمی کو شیطان کے حوالے کرکے اصلی اور حقیقی واقعات کا کھوج نکالنے کی کوشش کی ہے۔

(۴) جلد چہارم تاریخ بنی امیہ و بنی ہاشم (۵) جلد پنجم میں دو ہزار سے زیادہ مشاہیر اسلام۔ اصحاب۔ تابعین۔ علماء۔ فقہاء۔ محدثین۔ مفسرین۔ مورخین۔ ادباء۔ شعراء۔ حکماء۔ اطباء اور ہر علم و فن کے کاملین کے حالات لکھے گئے ہیں (۶) جلد ششم۔ تمدن اسلام کی ہر شاخ سے بحث کیگئی ہے (۷) جلد ہفتم میں تمام اسلامی ملکوں کے تاریخی مقامات اور مشہور شہروں کے حالات بہ ترتیب حروف تہجی مع نقشہ جات

جلد چہارم سے ہفتم تک بعض تو قریب الاختتام ہیں اور بعض لکھی جارہی ہیں اگر پبلک جلد اول دوم و سوم کی قدر کریگی تو وہ بھی طبع کرادی جائینگی۔

ہماری جانفشانی کا اندازہ اس سے کیجئے کہ سینکڑوں روپیہ کی بڑی بڑی کتابوں کی فہرست دو سو کا تیج ہزار ہا ورق پڑھکر مضامین اخذ کئے گئے ہیں چنانچہ علاوہ ۱۴۶ کتب تاریخ و سیر کے جن کے نام درج ہیں صحیح بخاری۔ صحیح مسلم۔ ترمذی۔ نسائی۔ ابوداؤد۔ ابن ماجہ۔ موطا امام مالک۔ سنن۔ دارقطنی۔ مشکوٰۃ۔ کنز العمال۔ تفسیر کبیر۔ تفسیر در المنثور۔ تفسیر معالم التنزیل۔ تفسیر کشاف۔ تفسیر بیضاوی۔ تفسیر طبری۔ تفسیر نیشاپوری۔ تفسیر مدارک۔ تفسیر خازن۔ شرح نہج البلاغہ ابن ابی الحدید۔ ینابیع المودۃ۔ ... سیل کا ترجمہ قرآن اور ڈیون پورٹ کے رسالہ خلافت اور اپولوجی اور بہت سی اور کتابوں سے بھی مضامین لئے گئے ہیں۔

فہرست اُن کتابوں کی جن سے ہم نے اپنی تاریخ اسلام کے مضامین اخذ کئے ہیں

عربی کتب تاریخ و سیر و رجال

(۱) تاریخ طبری
(۲) تاریخ ابن اثیر
(۳) تاریخ مروج الذہب مسعودی
(۴) تاریخ روضۃ المناظر ابن شحنہ
(۵) تاریخ ابو الفدا
(۶) تاریخ ابن خلدون
(۷) تاریخ الخمیس
(۸) تاریخ الخلفاء سیوطی
(۹) اخبار الدول و آثار الاول
(۱۰) تاریخ مختصر الدول ابن العبری
(۱۱) فتوح البلدان بلاذری
(۱۲) الامامۃ والسیاسۃ ابن قتیبہ
(۱۳) تمدن اسلام جرجی زیدان
(۱۴) بدایع الزہور
(۱۵) حسن المحاضرہ
(۱۶) کتاب الفخری
(۱۷) عجایب المقدور
(۱۸) اعلام الناس
(۱۹) عرائس المجالس
(۲۰) مطالب السؤل
(۲۱) اقوم المسالک
(۲۲) سیرۃ ابن ہشام
(۲۳) زاد المعاد ابن قیم
(۲۴) سیرۃ الحلبیہ انسان العیون
(۲۵) سیرۃ المحمدیہ (مولوی کرامت علی)
(۲۶) سیرۃ النبویہ (دحلان)
(۲۷) کشف الغمہ
(۲۸) اعلام الوری
(۲۹) تحفۃ الناظرین
(۳۰) اخبار الاول فی آثار العدول
(۳۱) تاریخ الخفی
(۳۲) فتوحات الاسلامیہ (دحلان)
(۳۳) تعلیل الاسلامیہ (دحلان)
(۳۴) حقایق الاخبار (مجمعین فندی)
(۳۵) نفح الطیب (مقری)
(۳۶) خریدۃ العجایب
(۳۷) معجم البلدان (یاقوت حموی)
(۳۸) معجم العمران
(۳۹) رحلہ ابن بطوطہ
(۴۰) استیعاب (ابن عبد البر)
(۴۱) اصابہ (ابن حجر)
(۴۲) میزان الاعتدال (ذہبی)
(۴۳) طبقات الحفاظ (ذہبی)
(۴۴) تقریب التہذیب (ابن حجر)
(۴۵) خلاصہ تذہیب التہذیب
(۴۶) طبقات الکبری (شعرانی)
(۴۷) طبقات الشافعیہ (سبکی)
(۴۸) فواید البہیہ
(۴۹) منہج المقال
(۵۰) روضات الجنات
(۵۱) عیون الانباء
(۵۲) صحاح الاخبار
(۵۳) کتاب الاذکیاء
(۵۴) اسماء رجال مشکوۃ
(۵۵) کشف الظنون
(۵۶) مفتاح السعادہ
(۵۷) اکتفاء القنوع
(۵۸) محاضرۃ الاوائل و الاواخر
(۵۹) عمدۃ الطالب
(۶۰) عقد الفرید ابن عبد ربہ
(۶۱) سبائک الذہب
(۶۲) عمدۃ الطالب
(۶۳) وفیات الاعیان ابن خلکان
(۶۴) فوات الوفیات
(۶۵) ملل و نحل شہرستانی
(۶۶) حیوۃ الحیوان (دمیری)

فارسی کتب تاریخ و سیر وغیرہ

(۶۷) روضۃ الصفاء
(۶۸) حبیب السیر
(۶۹) روضۃ الاحباب
(۷۰) تاریخ طبری فارسی
(۷۱) تاریخ منتظم ناصری
(۷۲) جامع التواریخ
(۷۳) مفتاح التواریخ
(۷۴) حدیقۃ الاقالیم
(۷۵) اوراد النہر
(۷۶) ناسخ التواریخ
(۷۷) حیات القلوب
(۷۸) تحفۃ العالم
(۷۹) تاریخ فرشتہ
(۸۰) سیر المتاخرین
(۸۱) نامہ خسروان
(۸۲) تاریخ ملکم
(۸۳) تاریخ نگارستان
(۸۴) طبقات اکبری
(۸۵) منتخب التواریخ
(۸۶) سلطان نامہ
(۸۷) قصص العلماء
(۸۸) نامہ دانشوران
(۸۹) مجالس المومنین
(۹۰) اکسیر التواریخ
(۹۱) معارج النبوہ
(۹۲) مدارج النبوۃ
(۹۳) شواہد النبوۃ
(۹۴) روائح المصطفے
(۹۵) جنات الخلود
(۹۶) سفرنامہ ناصر خسرو
(۹۷) نجوم السماء
(۹۸) بستان المحدثین
(۹۹) دبستان المذاہب
(۱۰۰) کشف الغطاء
(۱۰۱) قلائد الجواہر
(۱۰۲) خزانۂ عامرہ
(۱۰۳) تذکرہ حسینی
(۱۰۴) تذکرہ مراۃ الخیال
(۱۰۵) تذکرہ دولت شاہ سمرقندی
(۱۰۶) گلشن تجار
(۱۰۷) آتش کدہ آذر
(۱۰۸) خزینۃ الاصفیاء
(۱۰۹) تاریخ آل نجاد

کتب تاریخ و سیر اُردو

(۱۱۰) تمدن عرب
(۱۱۱) تاریخ اسلام (علی عباسی)
(۱۱۲) تذکرۃ الکرام
(۱۱۳) بہارستان تاریخ
(۱۱۴) منہاج النبوۃ
(۱۱۵) سنین الاسلام
(۱۱۶) مذاہب الاسلام
(۱۱۷) تاریخ حیدولیہ
(۱۱۸) تاریخ عرب
(۱۱۹) کارنامہ ترک
(۱۲۰) فتوحات اسلام
(۱۲۱) تفریح الاذکیاء
(۱۲۲) ترجمہ اعثم کوفی
(۱۲۳) ترجمہ جذب القلوب
(۱۲۴) تاریخ مکہ معظمہ
(۱۲۵) اقصائے مغرب
(۱۲۶) تہذیب المتین
(۱۲۷) الکرام
(۱۲۸) ارجح المطالب
(۱۲۹) المرتضی
(۱۳۰) سوانح عمری حضرت علی
(۱۳۱) سوانح عمری رسول کریم
(۱۳۲) تاریخ خورشید جاہی
(۱۳۳) گلزار آصفیہ
(۱۳۴) ترجمہ معارف ابن قتیبہ
(۱۳۵) تذکرہ گلشن ہند
(۱۳۶) تاریخ طرابلس و تونس
(۱۳۷) تاریخ الجزایر
(۱۳۸) تاریخ مراکش
(۱۳۹) دنیائے اسلام
(۱۴۰) تاریخ ایران (ہنجمن)
(۱۴۱) تاریخ اسپین
(۱۴۲) مشاہیر النسوان
(۱۴۳) تذکرہ آب حیات
(۱۴۴) تاریخ القرآن (اسلم)
(۱۴۵) تذکرۃ المعصومین
(۱۴۶) ازالۃ الخفاء (ترجمہ)
(۱۴۷) تاج الاقبال
(۱۴۸) تذکرہ علماء ہند (فارسی)
(۱۴۹) تذکرہ علماء کاملین
(۱۵۰) قصص الارب
(۱۵۱) قصص الانبیاء
(۱۵۲) تاریخ عالم
(۱۵۳) حدایق الحنفیہ
(۱۵۴) تذکرہ فرید الدہر
(۱۵۵) تاریخ شعرائے اردو

کتب تاریخ و سیر انگریزی

(۱۵۶) پریچنگ آف اسلام
(۱۵۷) امیر علی شورٹ ہسٹری آف سیرسنز
(۱۵۸) اوکلی ہسٹری آف سیراسنز
(۱۵۹) الین پول محمدن ڈائی نیسٹیز
(۱۶۰) ایرونگ لائف آف محمد
(۱۶۱) ریکسمبرز آف محمد
(۱۶۲) دی سیراسنز دگلمن
(۱۶۳) گبن فال آف رومن امپایر
(۱۶۴) کانچلی ہسٹری آف اسپین
(۱۶۵) کارلائل ہیروز اینڈ ہیرو ورشپ
(۱۶۶) تاریخ خاندان عثمانیہ (اردو)

المشتہر ایس ۔ ایم ۔ حسین جعفر ۔ پروپرائٹر دفتر اتالیق انگریزی دہلی

باب دوم[1] حضرت ابو بکر صدیق رضؓ (سنہ ۱۱ھ سے سنہ ۱۳ھ تک)

تمہید

(۱) ابتدائی حالات | حضرت کا اصل نام عبد الکعبہ تھا۔ مسلمان ہو کر عبد اللہ نام پایا۔ جب حضرت عائشہ کا رسول اللہ صلعم سے نکاح کیا ابو بکر کنیت ہوئی۔ روضۃ الاحباب و سیرۃ الحلبیہ (جلد ۱ صفحہ ۲۹۹) میں لکھا ہے کہ چونکہ حضرت کی والدہ کے بچے جیتے نہ تھے اس سبب سے جب آپ بڑے ہوئے تو آپ کو عتیق کہنے لگے اور چونکہ سب سے پہلے معراج کی تصدیق آپ ہی نے کی صدیق لقب ہوا۔ آپ قریش کے قبیلہ بنی تیم سے تھے رسول اللہ صلعم کی ولادت سے دو سال تین ماہ بعد پیدا ہوئے والد کا نام ابو قحافہ عثمان بن عامر[2] بن عمرو۔ والدہ کا نام ام الخیر سلمیٰ بنت صخر بن عمرو۔ ابو قحافہ کے چچا کی بیٹی تھیں۔ ایروتگ لکھتا ہے کہ جب آپ خلیفہ ہوئے تو بعض لوگوں نے آپ کو خلیفۃ اللہ کہکر پکارا مگر آپ نے فرمایا نہیں مجھے خلیفۃ الرسول کہا کرو آپ کے اسلام لانے سے پہلے کے حالات بہت کم معلوم ہیں۔ اتنا پتہ چلتا ہے کہ آپ نے بچپن میں لکھنا پڑھنا سیکھ لیا تھا۔ اور فن نسب دانی جو آپ کا خاندانی لازمہ تھا حاصل کر لیا تھا۔ شعر کہنا بھی جانتے تھے۔ بڑے ہو کر گذارہ معاش بزازی[3] سے کرتے تھے۔ اور یہ کام آپ کا اس روز تک جاری رہا جس دن آپ مسلمانوں کے خلیفہ مقرر کئے گئے۔ چنانچہ روضۃ الاحباب اور تاریخ الخلفاء سیوطی میں ہے کہ جب آپ خلیفہ ہوئے دوسرے دن مقررہ عادت کے موافق کپڑوں کی گٹھڑی لیکر بازار کی طرف پھیری لگانے تشریف لیگئے۔ راستہ میں حضرت عمر اور حضرت ابو عبیدہ نے روکا اور کہا اب تم خلیفہ ہو اب تمہیں یہ زیب نہیں ہے۔ حضرت ابو بکر نے فرمایا پھر بال بچوں کو کہاں سے کھلاؤنگا۔ اس پر ان لوگوں نے بیت المال سے دو ہزار درہم سالانہ آپ کا وظیفہ مقرر کر دیا۔ آپ نے فرمایا کہ اسمیں تو گذارہ نہیں ہو سکیگا۔ پس ڈہائی ہزار کر دیے گئے۔ مگر طبری اور ابن اثیر نے چھ ہزار سالانہ لکھا ہے جو شاید بعد میں ہو گیا ہو۔ حیوۃ الحیوان اور روضۃ الاحباب میں ہے کہ آپ محلہ سنح میں رہتے تھے جو بالائے مدینہ میں مسجد نبوی سے ایک میل کے فاصلہ پر ہے۔ خلیفہ ہونے کے بروایت روضۃ الاحباب ایک ماہ اور بروایت طبری و ابن اثیر چھ ماہ بعد مسجد نبوی کے قریب مکان لیلیا تھا ۔ اسلام لانے اور ایام خلافت سے پیشتر کے واقعات رسول اللہ صلعم کی سوانح عمری میں درج ہو چکے ہیں۔ یہاں ہم واقعات ذیل درج کرینگے۔ (۱) حضرت ابو بکر کیونکر خلیفہ ہوئے (۲) اسامہ کو شام کی طرف روانہ کرنا (۳) عرب کی بغاوتوں کو فرو کرنا (۴) قرآن کا جمع کرنا (۵) عراق پر لشکر کشی (۶) شام پر لشکر کشی (۷) حضرت ابو بکر کی وفات اور بعض دیگر حالات ۔

فصل اول۔ حضرت ابو بکر کیونکر خلیفہ ہوئے

(۲) سقیفہ بنی ساعدہ | اعثم کوفی اور صاحب روضۃ الصفا نے لکھا ہے کہ جب رسول اللہ صلعم کا انتقال ہو گیا تو اسوقت بتقاضائے بشریت تمام اصحاب نہایت مغموم و ہراساں ہوئے۔ اور بے دین اور کم اعتقاد والے ہر طرف اکٹھا کھڑے ہوئے طرح طرح کی صلاحیں اور مشورے کرنے لگے۔ منافقوں اور موافقوں میں سے ہر ایک طرح طرح کی گفتگو

[1] پہلا باب جلد دوم ہے جس میں رسول اللہ صلعم کی سوانح عمری لکھی گئی ہے۔ اصل میں جلد دوم و سوم دونوں کو ملا کر ایک کتاب سمجھنا چاہئے صرف خریداروں کی سہولت کی نظر سے دو حصے کر دیے ہیں [2] دیکھو شجرۂ نسب قریش تاریخ اسلام جلد دوم صفحہ ۵۳ [3] تاریخ الخلفاء میں ہے کہ حضرت ابو بکر بزاز تھے کپڑا بیچا کرتے تھے اور عثمان اور طلحہ اور عبد الرحمن بن عوف کا بھی یہی پیشہ تھا ۔

کرنے لگا۔ اور مدینہ کے ہر گوشہ میں ایک محشر ظاہر ہوئی اور ہر طرف مجلس منعقد ہوئی۔ مہاجر اور انصار کے ایک مجمع میں ابوالہیثم بن التیہان نے کھڑے ہو کر اس مضمون کے شعر پڑھے کہ انسان ہمیشہ دنیا میں نہیں رہتا۔ رسول مقبول کی وفات کے صدمہ سے ہمارے حواس پریشان ہیں۔ عقل ٹھکانے نہیں۔ ہمنے جن کافروں کی گردنیں توڑ ڈالی تھیں وہ سر اٹھا کر بدلہ لینے پر آمادہ ہو رہے ہیں مسیلمہ کذاب یمامہ میں۔ طلحہ بن خویلد بنی اسد میں برسر فساد ہیں۔ اے مہاجر و انصار اس بات کو خوب سمجھ لو کہ خلافت کے عہدہ کو کسی سربر آوردہ قریش نے قبول نکیا تو اس اُمت کی بربادی کا بعینہٖ وہی حال ہوگا جیسا کہ جنگل میں آندھی اور مینہ کے طوفان کے وقت گڈریے کی غیر حاضری سے غریب بھیڑوں کا ہوتا ہے۔ میں اُمیدوار ہوں کہ حضرت علی مرتضیٰ یا ابوبکر یا انصار و اصحاب میں سے کوئی لایق شخص اس کام کو سرانجام دے۔ اگر ایسا نہوا تو مسیلمہ کذاب کی مخالفت سے سخت اندیشہ ہے۔ ابوالہیثم کے اس مضمون کے اشعار سے صحابہ کے دلوں پر بہت بڑا اثر ہوا ٭

اسی اثناء میں ابوبکر آ پہنچے جن کے پاس آنحضرت کی وفات کے وقت حضرت عائیشہ نے آدمی بھیجا ہوا تھا اور جن کا گھر دولت سرائے رسول سے ایک میل کے فاصلہ پر محلہ سُنح میں تھا۔ دیکھا کہ حضرت عمر تلوار کھینچے ہوئے گھوم رہے ہیں اور فرماتے ہیں کہ رسول اللہ کا انتقال نہیں ہوا۔ بلکہ آسمان پر تشریف لیگئے ہیں واپس آئینگے جو کوئی کہے گا کہ رسول اللہ کا انتقال ہو گیا ہے اُسے قتل کرونگا۔ یہ حالت دیکھکر حضرت ابوبکر نے کہا کہ اے عمر چپ رہو۔ مگر عمر چپ نہ ہوئے[۱]۔ پھر حضرت ابوبکر مہاجرین و انصار کی طرف متوجہ ہوئے اور کہا کہ اے گروہ مہاجر و انصار اگر تم میں سے کوئی محمدؐ کی پرستش کرتا تھا تو وہ تو رحمت الٰہی سے ملحق ہوئے اور اگر معبود تمہارا خدا تعالیٰ ہے تو وہ نقصان سے بری اور فنا سے منزہ ہے اور اگر کوئی مسلمانوں کا سردار نہ بنایا جائیگا تو قصر ملت میں خلل واقع ہوگا۔ مناسب یہ ہے کہ اس قضیہ کی بابت مشورہ کرو اور جو کوئی سرداری کے لایق ہو اُسپر اتفاق کرلو۔ مسلمانوں نے کہا کہ استخارہ اور مشورہ کرکے جو کچھہ رائے قرار پائیگی عرض کرینگے۔ انصار تو یہ کہکر چلے گئے اور ابوبکر آنحضرت کے مکان میں آئے جہاں علی اور دیگر بنی ہاشم آنحضرت کے دفن و کفن کے سامان میں مصروف تھے ٭

[۱] اس موقع پر ابن ابی الحدید نے شرح نہج البلاغہ میں لکھا ہے کہ حضرت عمر نے مصلحتاً وفات رسول کا انکار جائز کیا تھا کیونکہ وہ حکم خدا اور قرآن سے ناواقف نہ تھے۔ انہوں نے انکار اسوجہ سے کیا کہ امامت میں فتنہ واقع نہ ہو اور انصار یا اُنکے علاوہ کوئی اور خلافت پر قبضہ نکرلے۔ اور یہ بھی خیال تھا کہ اسلام ابھی ضعیف ہے لوگ مرتد نہ ہو جائیں اور اُن لوگوں سے اصحاب کے قتل کا اندیشہ ہوا جنکے عزیزوں کو رسول اللہ کے زمانہ میں قتل کیا گیا تھا۔ اس ترکیب سے اُنہوں نے لوگوں کو حالت سکون میں رکھنے کی مصلحت برتی۔ دیکھو جب بادشاہ مرجاتا ہے تو اکثر قتل و غارت کا بازار گرم ہوتا ہے اسلئے اگر وزیر عقلمند ہوتا ہے تو بادشاہ کی موت کو چھپائے رکھتا ہے جبتک دوسرا بادشاہ اُسکی جگہ تخت پر نہ بیٹھ جائے اور جو کوئی اُسکی موت کی خبر موہنہ سے نکالتا ہے اُسکو قید و سیاست کرتا ہے اور شایع کرتا ہے کہ بادشاہ نہیں مرا۔ اسیطرح عمر نے دین و دولت کی حفاظت کی جبتک ابوبکر محلہ سُنح سے نہ آگئے جو مدینہ سے دور ایک مقام ہے۔ ابوبکر آگئے تو اُنکا دل قوی ہوگیا اور لوگوں کا میلان اُنکی طرف دیکھکر چپ ہوگئے کیونکہ اسوقت انہیں فساد کا اندیشہ جاتا رہا۔ لوگ خصوصاً مہاجرین اُنکے طرفدار تھے اور شیعہ اور معتزلہ کے نزدیک تقیہ جائز ہے۔ پس عمر پر کوئی الزام عاید نہیں ہوسکتا۔ گو اُنہوں نے قسم کھائی کہ رسول اللہ نہیں مرے۔ نہ اُنکے اس کہنے سے کہ گویا میں نے یہ آیتیں سُنی ہی نہ تھیں۔ احسان اللہ عباسی اپنی تاریخ اسلام میں لکھتے ہیں کہ عمر فاروق کی بدحواسی کچھہ تو رسول اللہ کی مفارقت پر تھی اور کچھہ اس لحاظ سے بھی تھی کہ دیکھئے اب اسلام کی باگ کس کے ہاتھ میں رہتی ہے اور اُس کی حالت میں کیا انقلاب واقع ہوتا ہے۔ یہ بار کون اُٹھاتا ہے یا کسی سے اُٹھتا بھی ہے یا نہیں ٭ ٭ ٭

سیوطی و صاحب روضۃ الاحباب لکھتے ہیں کہ جب سالت پناہ صلعم کا انتقال ہوا تو اُسی روز حضرت عمر نے ابو عبیدہ بن جراح سے یا آزادی و خوشی کہا کہ ہاتھ پھیلاؤ میں تمسے بیعت کروں کیونکہ آنحضرت نے تمکو اس اُمت کا امین فرمایا ہے - ابو عبیدہ نے کہا کہ اے عمر جب سے تم مسلمان ہوئے ہو تم سے کوئی بات خطا نہیں سنی ہے سوا اس بات کے - مجھ سے بیعت کرتے ہو حالانکہ صدیق ثانی اثنین اور بروایتے ثالث ثلاثہ تمہارے درمیان موجود ہیں - اور اکثر مہاجرین اور ایک گروہ قبیلہ انصار کا مثل اُسید بن حضیر اور تمام بنی عبدالاشہل کے ابوبکر کی طرف مائل تھے ۔

ابن قتیبہ نے کتاب الامامۃ والسیاسۃ میں لکھا ہے کہ جب انتقال ہو گیا رسول اللہ صلعم کا تو عباس نے علی سے کہا ہاتھ بڑھاؤ کہ میں تم سے بیعت کروں - پس کہا جائیگا کہ عم رسول نے ابن عم رسول سے بیعت کر لی - اور پھر تمہارے اہل بیت بیعت کریں گے کیونکہ جب یہ امر ہو جائیگا تو پھر کوئی کچھ نہ کہیگا - حضرت علی نے کہا ہمارے سوا اور کون اس امر کو طلب کریگا[1] - اس سے پہلے عباس حضرت ابوبکر سے ملاقات کر چکے تھے اور پوچھا تھا کہ آیا رسول اللہ نے خلافت کے بارہ میں تمسے کچھ کہا ہے - حضرت ابوبکر نے کہا نہیں - اور عباس عمر سے بھی مل چکے تھے اُن سے بھی یہی پوچھا اور یہی جواب پایا تھا - اسکے بعد حضرت عباس نے حضرت علی سے آکر کہا کہ آؤ تم سے بیعت کروں اور بیعت کرینگے اہل بیت تمہارے ۔

غرض باتفاق تمامی مورخین انصار سقیفہ بنی ساعدہ[2] میں جمع ہوئے - اور سعد بن عبادہ کو جو کہ بیمار تھے (بعض مورخین نے لکھا ہے کہ انکو بخار تھا) ایک کمل اوڑھا کر ایک تخت پر لا کر بٹھایا - کہ انکو خلیفہ بنائیں - سعد نے ایک خطبہ پڑھا (جو بروایت طبری و ابن قتیبہ بوجہ علالت سعد کے قیس بن سعد بن عبادہ باواز بلند دُہراتا جاتا تھا) اور انصار کے فضائل بیان کر کے کہا کہ حاصل کرو خلافت کو پیشتر اسکے کہ اور لوگ اسکے درپے ہوں - انصار نے کہا کہ ٹھیک ہے ہم آپ کو خلیفہ مقرر کرتے ہیں اور ایک کہنے لگے کہ اگر مہاجرین قریش اس امر میں مضائقہ کریں گے اور اپنی فضیلتیں بیان کرینگے تو کیا جواب دوگے - ایک گروہ نے کہا ہم کہیں گے کہ ایک امیر ہم میں سے اور ایک تم میں سے سعد نے کہا یہ اول سستی ہے جو تم سے ظاہر ہوئی - بروایت روضۃ الاحباب اسی اثناء میں ایک انصاری نے حضرت عمر کو انصار کے سقیفہ میں جمع ہونیکی خبر پہنچائی اور تاکید کی کہ جلدی پہنچو -

یہ خبر سنتے ہی حضرت عمر پیغمبر خدا کے مکان پر آئے کیونکہ ابوبکر وہاں تھے اور بروایت طبری و ابن اثیر حضرت عمر نے حضرت ابوبکر کو بلا بھیجا کہ باہر آؤ اُنہوں نے کہا میں مصروف ہوں پس حضرت عمر نے کہلا بھیجا کہ ایسا امر درپیش آیا ہے کہ تمہاری موجودگی ضروری ہے - حضرت ابوبکر باہر نکلے تو حضرت عمر نے کل حال بیان کیا پس دونو روانہ ہوئے سقیفہ میں آئے اور ابو عبیدہ بھی اُنکے ساتھ تھے - علی ابن ابیطالب اور بنی ہاشم اور زبیر اور ایک گروہ دیگر صحابہ کا بسبب مصروفیت تجہیز و تکفین اور غسل و دفن آنحضرت کے نہ گئے ۔

انسان العیون میں ہے کہ جب تحقیق ہو گئی وفات رسول اللہ صلعم کی تو جمع ہوئے اکثر مہاجرین حضرت ابوبکر کے پاس اور مل گئے اُن سے انصار میں سے اُسید بن حضیر اور جو جو بنی اوس میں سے اُسکے ساتھ تھے - اور تخلف کیا علی اور زبیر نے اور جو جو اُنکے ساتھ مہاجروں میں سے تھے - مثلاً عباس - طلحہ بن عبید اللہ - اور مقداد اور گروہ بنی ہاشم نے فاطمہ کے گھر میں

[1] یعنی حضرت علی کو کامل یقین تھا کہ ہر صورت سے میں ہی مستحق خلافت ہوں علم فضل شجاعت سخاوت عقل دانائی وغیرہ میں کوئی میری ہمسری نہیں کر سکتا اگر یہ بھی نظر انداز کیا جائے کہ آیہ و انذر عشیرتک الاقربین کی تعمیل اور روانگی تبوک کے وقت اور غدیر خم میں مجھے آنحضرت خلیفہ بنا چکے ہیں) کسی قاعدے اور کسی حیثیت سے کوئی دوسرا دعویدار نہیں ہو سکتا - [2] روضۃ الاحباب میں لکھا ہے کہ یہ وہ مقام تھا جہاں انصار قضیوں اور مہمات کے موقعوں اور مقدمات کے طے اور فیصل کرنے کے وقت جمع ہوا کرتے تھے - مگر غیاث اللغات میں لکھا ہے کہ سقیفہ ایک ایوان تھا پوشیدہ تھا کہ عرب مشورہ اسے باطل کے واسطے اُسمیں جمع ہوتے تھے ۔

اور تخلف کیا تمام انصار نے اور سقیفہ بنی ساعدہ میں جمع ہوئے - اور سعد بن عبادہ کو خلیفہ بنانا چاہا - مگر کسی نے آکر حضرت عمرؓ کو یہ خبر کر دی اور کہا کہ اگر تم کو امارت کی حاجت ہے تو اس امر کے دشواری کی حد تک پہنچنے سے پہلے سقیفہ میں جا پہنچو - یہ خبر سنتے ہی حضرت عمر حضرت ابوبکر کو لیکر سقیفہ کیطرف دوڑ گئے اور ابو عبیدہ اُنکے ساتھ تھے - راستہ میں قبیلہ اوس کے انصار عویم بن ساعدہ اور معن بن عدی جو بدری تھے اِنکو ملے اور جب اُنکو معلوم ہوا کہ یہ تینوں سقیفہ کی طرف جا رہے ہیں تو انصار کے پاس جانے سے منع کیا اور کہا کہ اے مہاجرین تم اپنا معاملہ آپس میں فیصل کر لو - عمر بولے واللہ ہم تو ضرور جائیں گے اور سقیفہ میں جا موجود ہوئے - (طبری ابن اثیر - ابن قتیبہ - انسان العیون وغیرہ)

غرض حضرت ابوبکر حضرت عمر اور ابو عبیدہ بن الجراح سقیفہ میں انجمن انصار میں پہنچے اُنکو بیٹھے ہوئے لمحہ بھر ہوا تھا کہ ثابت بن قیس کھڑا ہوا اور انصار کے فضائل و مناقب میں چند کلمے بیان کئے اور کہا مناسب یہ ہے کہ امر خلافت و حکومت انصار ہی کے ایک کے سپرد کر دیا جائے - سیرۃ الحلبیہ کامل ابن اثیر - طبری و روضۃ الاحباب وغیرہ میں لکھا ہے حضرت عمر فرماتے ہیں کہ جب انصار کا خطیب چپ ہوا تو میں بولنے کو ہوا کیونکہ میں نے عجیب و غریب مضمون گانٹھ رکھا تھا مگر ابوبکرؓ نے مجھے روک دیا - (پس بروایت طبری میں نے کہا ایک دن میں خلیفہ رسول کی دو دفعہ نافرمانی نہیں کرونگا) اور میں دیکھ چکا تھا کہ ابوبکر مجھ سے زیادہ تیز ہیں - لہذا میں چپکا ہو رہا اور وہ مجھ سے زیادہ عالم تھے - جو کچھ میں نے سوچا تھا اور گانٹھا تھا اُنہوں نے فی البدیہہ ہی بیان کیا بلکہ اُس سے زیادہ اور اُس سے اچھا - ابن قتیبہ نے لکھا ہے حضرت عمر فرماتے ہیں کہ میں نے اس سبب سے بولنا چاہا تھا کہ مجھے اندیشہ تھا کہ ابوبکر کسی کلام سے قاصر نہ رہ جائیں ؛

پس روضۃ الصفا کے موافق حضرت ابوبکر نے ارشاد کیا کہ اے معشر انصار! ہمکو تمہارے فضائل و مناقب کا اقرار ہے اور دین اسلام کی ترقی اور بہبودی میں جو جو کوششیں تمنے کی ہیں ہم بھولے نہیں ہیں - لیکن عرب میں قریش کو جو بزرگی اور شرف حاصل ہے دوسرے کو نہیں ہے اور عرب سوائے قریش کے کسیکی اطاعت قبول نکریں گے - بروایت سیرۃ الحلبیہ وغیرہ یہ بھی فرمایا "مگر بات یہ ہے کہ مہاجر سب سے پہلے اسلام لائے - رسول اللہ اسی قوم و قبیلہ سے تھے ہم آنحضرت صلعم کے قرابتدار ہیں ہم اہل نبوت و خلافت ہیں - مناسب یہ ہے کہ امارت ہم میں ہو اور وزارت تم میں - ہم کوئی کام بغیر تمہارے مشورہ کے نکریں گے خدا سے ڈرو اور ایسا نکرو کہ اسلام میں اختلاف ظاہر ہو - اور شرع شریف کی دیوار میں رخنہ پڑجائے" اسپر بروایت صاحب روضۃ الاحباب و روضۃ الصفا و ابن قتیبہ انصار نے کہا اچھا ہم مہاجروں میں سے ایک مرد کو خلافت کیلئے اختیار کرتے ہیں بشرطیکہ جب وہ مرجائے تو انصار میں سے کوئی شخص خلیفہ بنایا جائے - اور جب وہ بھی مرجائے تو پھر مہاجروں میں سے کوئی خلیفہ بنے اور اسی طرح باری باری ہوتا رہے اور یہ طریقہ بہتر ہے - اس طرح نہ مہاجر کو طرفداری کا موقعہ ملیگا نہ انصار کو - حضرت عمر نے کہا قسم خدا کی جو کوئی ہماری مخالفت کریگا اُسکو قتل کرونگا - پس حباب بن منذر بن الجموح انصاری خزرجی اُٹھے اور کہا واللہ ہم کسیکو اپنے اوپر خلافت میں اختیار نکرینگے - ایک امیر ہمارا اور ایک تمہارا - ابوبکر نے کہا یہ نہیں ہوسکتا امارت حق ہمارا ہے اور تم ہمارے وزیر ہو - حباب نے کہا اے انصار ہرگز

لہ اسپر اتفاق ہے کہ حضرت ابوبکر کی خلافت پر نص رسول نہ تھا شیخین رضی اللہ عنہما نے کبھی نص کا دعوی کیا بلکہ بروایت بخاری جناب عمر نے حضرت ابوبکر کی بیعت کو بیعت فلتہ یعنے ناگہانی بیعت فرمایا ہے اور اتبک اجماع نے بھی حضرت ابوبکر کو خلیفہ نہ بنایا تھا - پھر سمجھ میں نہیں آتا کہ حضرت عمرؓ نے پہلے ہی سے حضرت ابوبکر کو خلیفۂ رسول کیا سمجھکر فرمایا ۔ ۲ۃ ایک تو یہ نافرمانی کہ جب حضرت عمرؓ کہہ رہے تھے کہ رسول اللہ کا انتقال نہیں ہوا اور ابوبکرؓ نے منع کیا تھا کہ چپ رہو مگر حضرت عمرؓ نہ مانے تھے اور چپ نہ ہوسکے تھے - اور دوسرے یہ موقع کہ ابوبکر نے کہا کہ تم چپ رہو - میں بولتا ہوں + + + +

انکی باتوں میں نہ آنا اور ثابت قدم رہنا کیونکہ خلافت اور حکومت تمہارا حق ہے اور[1] مہاجرین سوا اسکے کوئی بات نہیں ہوسکتی کہ ایک امیر ہم میں سے ہو اور ایک تم میں سے۔ اور انصار[2] اگر یہ بات کو نہ مانیں تو انکو جلاوطن کرو شہر سے نکالدو اور تم جسے چاہو والی بنالو۔ واللہ اگر چاہو تو میں اسجگہ کو جوانوں سے بھر دونگا اور قسم خدا کی جو کوئی میری بات کو رد کریگا تلوار سے اُسکی ناک اُڑادونگا[3]۔ حضرت عمر نے کہا واللہ کہ دوئی خلافت میں روا نہیں۔ دو بادشاہ ایک ملک میں نہیں رہ سکتے اور عرب ہرگز تمہاری امارت پر راضی نہ ہونگے۔ حالانکہ پیغمبر خدا تمہارے قبیلہ سے نہ تھے حباب نے کہا یہ بات ہم حسد کیوجہ سے نہیں کہتے۔ لیکن ہمکو یہ خوف ہے کہ وہ قوم ہمپر والی ہوجائیگی جس کے بھائیوں اور باپوں کو ہمنے قتل کیا ہے عمر نے کہا کہ جب خلافت اُن پر قرار پکڑی تو تجھ سے ہوسکے تو مرجائیو۔ ایک میان میں دو تلواریں ہرگز نہیں رہ سکتیں اور بروایت طبری و ابن اثیر عمر اور حباب میں بہت کچھ رد و بدل ہوئی[4] یہانتک کہ عمر نے حباب سے کہا خدا تجھے قتل کرے حباب نے کہا خدا تجھے قتل کرے۔ اسپر ابو عبیدہ بولے اے گروہ انصار اول تمہیں تھے اسلام کی نصرت کی تھی تم ہی اول تغیر و تبدل نکرو۔ الغرض مہاجرین و انصار میں اسقدر رد و بدل ہوئی کہ کشت و خون کی نوبت ہونیوالی تھی اور اس ہڑبڑ میں قریب تھا کہ سعد بن عبادہ روندن میں آکر مرجائیں ایک انصار نے کہا کہ مار دیا تم نے سعد کو حضرت عمر نے کہا مار دو خدا اُسے قتل کرے کہ وہی صاحب اس شر و فتنہ کا ہے اور بروایت سیرۃ الحلبیہ عمر سعد کے سر پر آکھڑے ہوئے اور کہا میں نے ارادہ کیا ہے تجھے اتنا کچلوں کہ تیری آنکھیں نکل پڑیں پس قیس بن سعد بن عبادہ نے (اور بروایت طبری ابن خلدون خود سعد بن عبادہ نے) اُن کی ڈاڑھی پکڑلی۔ عمر نے کہا اگر میری ڈاڑھی کا ایک بال بھی اُکھڑا تو تجھے جیتا نہیں چھوڑوں گا۔ ابو بکر نے کہا عمر نرمی۔ نرمی کا موقعہ ہے پس عمر ہٹ آئے[5] اور حضرت ابوبکر نے اصحاب کو احسن وجہ سے دھیما کیا اور کہا اے گروہ انصار تمکو خدا تعالیٰ کی قسم دیتا ہوں کہ شب عقبہ میں جب تم رسول اللہ سے بیعت کر رہے تھے اُن شرطوں میں سے جو تم سے کی تھیں ایک یہ تھی کہ امر خلافت و حکومت میں کسی ایسے شخص سے جو اس کام کے لایق ہو مخالفت نکرنا۔ اُنہوں نے کہا البتہ۔ پھر سعد بن عبادہ کیطرف مخاطب ہوکر کہا کہ تمنے رسول خدا صلعم سے سُنا ہے کہ فرمایا الائمۃ من قریش لایکون ہذا الامر الا فیہم خلافت و امارت سوائے

[1] اسکے بعد ابن قتیبہ لکھتے ہیں عمر کہتے ہیں کہ میں حباب سے کلام نہیں کیا کرتا تھا کیونکہ حیات رسول سے مجھ میں اور حباب میں تنازع تھا اور رسول اللہ صلعم نے مجھے منع کر دیا تھا اور میں قسم کھا چکا تھا کہ کوئی بات ایسی نکرونگا جو اُسے بُری معلوم ہو۔ پس میں چپ ہو رہا۔ لیکن دیگر مورخین نے عمر اور حباب کے درمیان بہت کچھ رد و بدل کا ہونا لکھا ہے جس میں سے ہمنے بھی کچھ نقل کیا ہے۔ [2] صاحب روضۃ الاحباب لکھتے ہیں کہ مہاجرین پر انصار کا اختلاف عرب کی عادت کے موافق واقع ہوا کہ کسی قوم پر حاکم نہیں بناتے مگر اُسی قوم کے شخص کو اور حدیث الائمۃ من قریش سے غافل تھے۔ جب اُنہیں یہ حدیث یاد آگئی تو خلافت سے باز آئے اور مہاجرین و انصار کی یہ مخالفت دلیل و قسم اسکا امر یہ ہے کہ آنحضرت نے خاص کسی اصحاب کی خلافت پر نص نہیں فرمایا تھا۔ اگر آنحضرت کی طرف سے کوئی نص اصحاب میں واقع ہوا ہوتا تو ہرگز مخالفت نکرتے۔ مولف کہتا ہے کہ آیہ وانذر عشیرتک الاقربین کے نزول کے وقت اور غدیر خم کے موقعہ پر جو آنحضرت نے علی کے بارہ میں نص صریح فرمایا اور مجمع عام میں اعلان کر دیا تھا اُسکو ان مہاجرین و انصار نے تو دنیا طلبی کے جوش میں بھلا دیا یا چھپایا مگر صاحب روضۃ الاحباب نے کس غرض سے کتمان حق فرمایا [3] تاریخ طبری میں ہے کہ عمر جب سعد کے سرہانے آکھڑے ہوئے تو کہا ہم چاہتے تھے کہ تمکو کچلڈالیں کہ عضو عضو تیرا علیحدہ ہوجائے سعد نے عمر کی ڈاڑھی پکڑلی عمر نے کہا کہ اگر ایک بال بھی اُکھڑا تو جانو کہ پھر خیریت نہیں۔ ابوبکر نے کہا اے عمر نرمی کرو کہ اس موقعہ پر نرمی کا مناسب ہے عمر نے یہ سنکر منہ پھیر لیا سعد نے کہا کہ قسم خدا کی اگر ہم کو اُٹھنے کی طاقت ہوتی تو تم مدینہ کی گلی کوچوں میں شیروں کی وہ ڈکاریں سنتے کہ تم اور تمہارے ساتھی سوراخوں میں گھس جاتے۔ قسم خدا کی ہم تم کو پھر اُسی قوم سے ملادیتے جسمیں تم تابع تھے نہ متبوع (جلد سوم صفحہ ۲۱۰)

قریش کے سزاوار نہیں ہے۔ سعد نے کہا البتہ پس بشیر بن سعد کھڑے ہوئے اور کہا کہ رسول اللہ صلعم قوم مہاجر سے ہیں لہٰذا اُنکا خلیفہ سوائے مہاجر کے کوئی اور نہیں ہو سکتا ابوبکر نے کہا احسنت احسنت نعم الرجل انت کیا کہتے ہیں خوب بات کہی تم بڑے اچھے آدمی ہو۔ جزاک اللہ خیراً۔ میں یہ امر اپنے واسطے طلب نہیں کرتا اور ہاتھ عمر اور ابو عبیدہ کا پکڑ کر کہا کہ میں ان میں سے ہر ایک کو خلافت کے لائق جانتا ہوں ان میں سے ایک سے بیعت کرو کہ مصلحت اسلام اسمیں ہے۔ مگر عمر اور ابو عبیدہ نے کہا کہ حاشا وکلا آپ یار غار اور صاحب اسرار رسول اللہ ہیں رسول اللہ آپکو ہم سے زیادہ چاہتے تھے باوجود آپ کی فضیلت اور سبقت اسلام کے ہم کس طرح اس امر جسیم کو اختیار کریں۔ اور بروایت طبری و سیوطی و صاحب انسان العیون حضرت عمر نے حضرت ابوبکر سے کہا کہ ہاتھ بڑھاؤ کہ میں تم سے بیعت کروں حضرت ابوبکر نے کہا کہ نہیں تم ہاتھ پھیلاؤ کہ میں تم سے بیعت کروں کیونکہ تم خلافت کے لئے مجھ سے قوی ہو پس عمر ابوبکر کو اور ابوبکر عمر کو کہتے رہے کہ ہاتھ بڑھاؤ میں تمہاری بیعت کروں۔ آخر عمر نے ابوبکر کا ہاتھ کھولکر اور یہ کہکر بیعت کرلی کہ میری قوت کی آپ کے فضل و بزرگی کے آگے کیا حقیقت ہے اور اگر یہی ہے تو میری قوت آپ کی قوت کے ساتھ ملکر کار خلافت کو سرانجام دیگی۔ حضرت عمر کی بیعت کے بعد اور لوگوں نے بھی بیعت کرلی[11]۔

طبری۔ ابن خلدون ابن اثیر صاحب روضۃ الصفا و روضۃ الاحباب وغیرہ نے یہ روایت بھی لکھی ہے کہ جب خلافت کے بارہ میں جانبین سے قیل و قال بہت ہوئی اور قضیہ حد ملال کو پہنچا اکثر اصحاب خلافت صدیق پر راضی ہوگئے۔ بشیر بن سعد نے آگے آکر کہا قسم خدا کی کوئی مجھ پر بیعت میں سبقت نہیں کریگا۔ یہ کہکر صدیق کے ہاتھ میں ہاتھ دیکر بیعت کرلی۔ طبری فارسی میں ہے کہ جب حضرت ابوبکر نے انصار سے الائمۃ من قریش سے احتجاج کیا اور کہا کہ امامت قریش کا حق ہے تم باز آؤ کہ ہم قریش میں سے ایک کو مقرر کرلیں اور تم اُسکے سامنے ایسے ہی رہو جیسے رسول اللہ کے سامنے تھے انصار نے کہا کہ ہم تو علی سے بیعت کرینگے جو رسول اللہ کے پسر عم ہیں۔ عمر کو اندیشہ ہوا کہ اختلاف درمیان میں پیدا ہوگا (جھٹ سے) ابوبکر سے کہا ہاتھ بڑھاؤ کہ تم سے بیعت کریں کہ تم ہی قریش اور سزاوار تر ہو۔ یہ کہکر ابوبکر کا ہاتھ پکڑ کر بیعت کرلی[12]۔ صاحب روضۃ الصفا اور ابن قتیبہ وغیرہ نے لکھا ہے کہ جب بشیر بن سعد نے بیعت کرلی۔ حباب بن منذر نے کہا اے بشیر کیا باعث ہوا کہ تو نے سعد بن عبادہ کی طرفداری نہ کی اور اُسکا حق ضایع کرنے میں کوشش کی۔ یہ سب اُس حسد کا نتیجہ ہے جو تو اُس سے رکھتا ہے۔ بشیر نے کہا نعوذ باللہ جو میں اپنے پسر عم سے حسد کروں۔ لیکن میں روا نہیں رکھتا کہ مسلمانوں کا حق اُنکے ہاتھ سے باہر کروں۔ حباب نے ہاتھ قائمہ شمشیر پر ڈالا۔ مگر بعض انصار نے حباب کا ہاتھ پکڑ لیا۔ اور اُسے دھیما کیا۔ حباب نے کہا اب میری تسکین سے کیا فائدہ جب کام ہاتھ سے جاتا رہا۔ اور گویا کہ میں تمہارے فرزندوں کو دیکھ رہا ہوں کہ مہاجرین کے دروازوں پر کھڑے ہوئے پانی مانگ رہے ہیں اور وہ نہیں دیتے۔ صدیق نے کہا اے حباب ایسا خیال بھی نکرنا کیا تم ہم سے ڈرتے ہو۔ حباب نے کہا کہ تم سے تو خوف نہیں کرتا مگر اُس سے جو تمہارے بعد آئے گا ابوبکر نے کہا کہ جب ایسا ہوگا تو تمہیں اور تمہارے اصحاب کو اختیار ہوگا جسے چاہے خلیفہ بنا لینا تمکو ہماری اطاعت ضرور نہ ہوگی۔ حباب نے کہا اے ابوبکر افسوس ہے جب ہم تم مر جائینگے

---

[11] صاحب انسان العیون لکھتے ہیں کہ اعتراض کیا گیا ہے قول ابوبکر پر کہ باوجود اپنے علم کے عمر کو احق خلافت بتاتے ہیں اور پھر خود ہی جواب دیتے ہیں کہ عمر اور ابو عبیدہ کی بیعت کے واسطے اسلئے کہا کہ اُنہیں یہ کہتے ہوئے شرم آئی کہ میں خود تمہاری امارت پر راضی ہوں اور یہ بھی جانتے تھے کہ عمر اور ابو عبیدہ قبول نہیں کرینگے"۔ مگر شیعہ کہتے ہیں کہ یہ سب منصوبے سقیفہ میں پہنچنے سے پہلے ہی ان تینوں نے گانٹھ لئے تھے کہ میں یہ کہونگا تم یہ کہنا۔ [12] سقیفہ میں انصار کا یہ کہنا کہ ہم تو علی سے بیعت کرینگے۔ طبری۔ ابن اثیر۔ صاحب حبیب السیر اور صاحب روضۃ الصفا وغیرہ نے بھی لکھا ہے +

تو تمہارے بعد ہمپر ایسا شخص آئیگا - جو ہمسے حقارت اور ظلم سے پیش آئیگا[1] - حباب یہ کہکر چپ ہو رہے - اور مہاجرین اور قبیلہ اوس نے بڑی رغبت کے ساتھ صدیق سے بیعت کر لی +

(۳۳) سعد بن عبادہ بیعت پر مجبور نہ کئے جاسکے — حضرت ابوبکر کی بیعت ہوجانے سے خزرج کمال شرمندہ ہوئے کیونکہ انکا داعیہ یہ تہا کہ بنی خزرج کا سردار سعد بن عبادہ خلیفہ بنایا جائے - اس اژدحام میں سعد روندن میں آتے آتے بچگئے اور انکو بوقت تمام اٹھا کر انکے گھر پہنچا دیا گیا - اور بروایت روضۃ الصفا سعد نے ابوبکر کی بیعت نہ کی اور بعد ازیں شام کو چلے گئے اور وہاں ایک مدت کے بعد ملت محمدی کے ایک عظیم شخص کی تحریک سے قتل ہوئے +

ابن قتیبہ - طبری - ابن خلدون اور ابن اثیر نے لکہا ہے کہ جب سعد بن عبادہ کو سقیفہ سے اٹھا کر لیگئے تو کچھ دنوں تک انکو چھوڑ دیا گیا پھر ابوبکر نے کہلا بہیجا کہ آکر بیعت کرو سعد نے کہا کہ قسم خدا کی جبتک میرے ترکش کے تمام تیر ختم نہ ہو جاینگے اور میرے تیر اور نیزہ کی بہال تمہاری خون سے رنگین نہ ہو جائیگی اور جبتک تلوار پکڑنے کی میرے ہاتھوں میں طاقت رہیگی اور اُن لوگوں کو ہمراہ لیکر جو میرے اہل اور رشتہ دار ہیں تم سے قتال نہ کر لونگا میں ہرگز بیعت نہ کرونگا - اور قسم خدا کی اگر انسان کے ساتھ جن بہی تمہارے ساتھ ہو جائیں تو میں تم سے بیعت نہیں کرونگا - یہانتک کہ اپنے خدا کے سامنے جاؤں اور حساب دوں - جب سعد کی یہ بات ابوبکر سے کہی گئی تو عمر بولے کہ نچھوڑیو اسکو جبتک کہ تیری بیعت نہ کرلے - پس قیس بن سعد نے اُن سے کہا کہ اُس نے بڑی تاکید سے قسم کہا کر انکار کیا ہے اور وہ تیری بیعت نہیں کریگا یہانتک کہ قتل ہو جائے اور وہ قتل نہیں ہویگا جبتک اُسکے بیٹے اور اُسکی اہلبیت اور اُسکے کنبہ قبیلہ کے لوگ قتل نہوں اور تو اُنکو قتل نہ کرسکیگا - جبتک کہ خزرج قتل نہ ہو جائیں اور خزرج قتل نہ ہونگے جبتک کہ اوس قتل نہ ہو جائیں پس تم لوگ اپنی جانوں پر فساد برپا نکرو ایسے امر میں جو بہتر قایم ہو چکا ہے - اُس سے دست بردار ہو جاؤ کیونکہ اسکا چھوڑ دینا تمکو نقصان نہیں پہنچائیگا وہ تو ایک آدمی ہے بیعت کی تو اور نہ کی تو - اُس سے باز رہو - پس عمر اور ابوبکر نے بشیر بن سعد سے مشورہ لیا اُس نے بہی وہی کہا جو قیس بن سعد نے کہا تہا - پس سعد کا یہ حال رہا کہ وہ انکے ساتھ نماز پڑہتے تہے جمعہ جماعت میں شریک نہ ہوتے تہے - ان سے بات نہ کرتے تہے - اور اگر سعد کو ان لوگوں سے لڑنے کے لئے اعوان و انصار ملجاتے تو وہ ضرور اُن سے لڑتے اور اگر کوئی بہی سعد سے ان لوگوں کے قتال پر بیعت کر لیتا تو وہ ان سے قتال کرتے پس سعد کا یہی حال رہا یہانتک کہ ابوبکر کا انتقال ہو گیا - پس جب عمر خلیفہ ہوئے تو سعد شام کی طرف چلے گئے اور وہاں انتقال کر گئے - اور کسیکی بیعت نہ کی خدا انپر رحم کرے انسان العیون میں ہے کہ سعد شام کو چلے گئے تھے وہاں ۱۵ھ میں فوت ہوئے عقد الفرید میں ابن عبد ربہ نے لکھا ہے کہ سعد بن عبادہ شام کو چلے گئے تہے عمر نے ایک شخص کو شام کی طرف بہیجا کہ اُن سے بیعت لے ورنہ اُنکو قتل کر دے - سعد نے بیعت نہ کی پس اُس شخص نے اُنکو تیر مار کر شہید کر دیا - مسعودی نے مروج الذہب میں لکہا ہے کہ سعد بن عبادہ ۱۵ھ میں شام کے شہر حوران میں قتل ہوئے -

[1] ابن ابی الحدید کہتا ہے کہ میں نے یہ خبر ابو جعفر یحیی بن محمد المعروف بابن ابی زید نقیب بصرہ کے سامنے ابوبکر احمد بن عبد العزیز جوہری کی کتاب السقیفہ سے ۶۱۰ھ میں پڑہی اُس نے کہا کہ حباب کی فراست بہت سچی اور ٹھیک تہی جس بات کا اُسے اندیشہ تہا وہ واقعہ حرہ میں پیش آئی اور انصار سے اُن مشرکین کا انتقام لیا گیا جو یوم بدر میں مارے گئے تہے اور یہی خوف رسول اللہ کو اپنی ذریت و اہل بیت کے بارہ میں سوا تہا کیونکہ انہوں نے لوگوں کا رنگ دیکھ لیا تہا اور جان گئے تہے کہ جب میں مر جاؤنگا اور اپنی دختر اور اُسکے بیٹوں کو چھوڑونگا اور وہ دوسروں کے تحت حکومت میں ہونگے تو خطرہ عظیم میں مبتلا ہونگے اسلئے ہمیشہ اپنے ابن عم کو اپنے بعد قاعدۃ الامر (ولیعہد) مقرر کرتے تہے کہ اُسکا اور اُسکی اہل بیت کا خون محفوظ رہے ... بنسبت اسکے کہ دوسرے اُنپر والی بنائے جائیں - مگر قضا و قدر نے مساعدت نہ کی اور جو ہوا سو ہوا اور ذریت رسول کا جو حال ہوا تم جانتے ہو +

تہذیب المتین میں تاریخ بلاذری سے نقل کیا گیا ہے کہ عمر خطاب نے اپنے عہد حکومت میں خالد اور محمد بن مسلمہ دونوں کو مدینہ سے بھیجا تھا اُن کے تیروں سے شہید ہوئے۔ مغیرہ بن شعبہ کا بھی نام لیا گیا ہے۔ ابن خلدون کے موافق مشہور یہ ہے کہ سعد کو جن نے مارا

(۴) ابوبکر کی بیعت کس دن ہوئی طبری۔ ابن اثیر۔ صاحب تاریخ الخمیس۔ صاحب روضۃ الصفا صاحب روضۃ الاحباب ابن قتیبہ وغیرہ تمام مورخین و محدثین نے لکھا ہے کہ حضرت ابوبکر کی بیعت اُسی دن ہوئی جس دن رسول اللہ صلعم کا انتقال ہوا

(۵) سقیفہ کی بیعت کے دوسرے دن ابوبکر کا منبر رسول پر خطبہ پڑھنا اور بیعت عامہ سیوطی و طبری نے لکھا ہے کہ بیعت سقیفہ کے دوسرے دن ابوبکر منبر پر بیٹھے اور ابوبکر سے پہلے عمر نے کھڑے ہو کر کہا ایہا الناس میں نے کل جو کچھ تم سے کہا تھا وہ صرف میری رائے سے تھا نہ وہ کتاب خدا میں ہے اور نہ رسول اللہ نے مجھے اُسکی وصیت کی تھی۔ لیکن میں یہ رائے رکھتا تھا کہ

ملہ مگر ہمارے خیال میں ایسا نہیں ہوا کیونکہ تمام مورخین کا اتفاق ہے کہ رسول اللہ صلعم کا دوشنبہ کے روز دوپہر کے وقت جبکہ زوال شروع ہو گیا تھا انتقال ہوا ہے۔ اسپر بھی سبکا اتفاق ہے کہ حضرت ابوبکر اُسوقت دولت سرائے رسول پر موجود نہ تھے بلکہ اپنے گھر محلہ سنح میں گئے ہوئے تھے جو خانہ رسول سے ایک میل کے فاصلہ پر واقع تھا۔ رسول اللہ کا انتقال ہوا تو حضرت عایشہ نے آدمی بھیجکر اپنے والد بزرگوار کو بلایا۔ یہاں آکر حضرت ابوبکر نے دیکھا کہ ہڑبونگ مچا ہوا ہے کوئی کہتا ہے کہ رسول اللہ نے انتقال ہی نہیں کیا کوئی کہتا ہے فلاں خلیفہ ہونا چاہیئے کوئی کچھ کوئی کچھ۔ یہانتک کہ ایک عرصہ کے بعد انصار مہاجرین سے علیحدہ ہو کر تین میل کے فاصلہ پر سقیفہ بنی ساعدہ میں پہنچے اور سعد بن عبادہ کو جو بیمار تھے اُنکے گھر سے لائے اور کپڑا اُڑھا کر ایک تخت پر بٹھایا۔ حضرت ابوبکر کے پاس قاصد کے جانے اور حضرت کے آنے میں دو میل کا فاصلہ طے ہوا حضرت ابوبکر کے آنے کے بعد انصار کا سقیفہ میں تین میل کے فاصلہ پر جمع ہونا پھر کسی جاسوس کا سقیفہ سے تین میل کا فاصلہ طے کر کے آنا حضرت عمر کو خبر دینا۔ پھر حضرت ابوبکر حضرت عمر اور ابو عبیدہ کا تین میل طے کر کے سقیفہ میں پہنچنا گیارہ میل کا فاصلہ ہوتا ہے۔ پھر سقیفہ میں مہاجرین و انصار کی باہمی طولانی گفتگو جو گھنٹوں میں تمام ہوئی ہوگی۔ کیونکہ کل صحابیوں کی گفتگو جو سقیفہ میں ہوئی اگر تمام کتابوں سے جمع کر کے ایک جگہ لکھدی جائے تو بہت عرصہ میں پڑھی جائے۔ یہ تمام معاملات زوال آفتاب سے مغرب تک کس طرح طے ہو گئے۔ حالانکہ اہل عرب شب سے دوسرا دن شمار کرتے ہیں۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ سقیفہ کا معاملہ اُسی دن ہرگز طے نہیں ہوا دوسرے بلکہ تیسرے دن طے ہوا ہے جیسا کہ بعض تاریخوں میں بھی لکھا ہے کہ حضرت ابوبکر تیسرے روز بعد الفراغ بیعت خانۂ رسول پر حاضر ہوئے تھے۔ ہمارے اس خیال کی تائید کنز العمال اور ارجح المطالب کی اس روایت سے بھی ہوتی ہے کہ شیخین آنحضرت کے جنازہ کی نماز اور دفن میں شریک ہونے کے شرف سے محروم رہے وہ سقیفہ میں بیعت لینے گئے ہوئے تھے وہ اُسوقت آئے جبکہ رسول اللہ دفن ہو چکے تھے۔ مگر بیعت سقیفہ خواہ کسی دن ہوئی ہو۔ یہ ضرور ثابت ہے کہ جس روز رسول اللہ کا انتقال ہوا اُسی روز انصار سقیفہ میں جمع ہوئے اور اُسی روز شیخین اور ابو عبیدہ سعد بن عبادہ کی بیعت قرار پا جانے سے پہلے سقیفہ میں جا موجود ہوئے اگرچہ یہ امر تعجب سے خالی نہیں کہ اِسقدر جلدی یہ گیارہ میل کس طرح طے ہو گئے اور پھر تین میل سقیفہ تک یہ تینوں صاحب کس طرح دوڑے جیسا کہ تمام تاریخوں میں لکھا ہے کہ دوڑے ہوئے گئے اور کسی تاریخ میں سواری کا ذکر نہیں۔ طرہ یہ کہ ان تینوں میں ایک معمر بزرگ حضرت ابوبکر بھی ہیں جو اپنا اکسٹھواں سال ختم کر چکے ہیں۔ پس ہمارے خیال میں ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ان سب باتوں کا پہلے سے انتظام کیا ہوا تھا۔ تیز رفتار گھوڑے کسے کسائے تیار رکھے گئے تھے کہ خبر آئے اور پہنچیں اور ہر ایک بھی کوئی بہت سدھا ہوا چوکنا تیز رفتار آدمی تھا۔ یا وہ بھی تیز گھوڑی کو کام میں لایا ہوگا۔ اور اگر حقیقت میں حضرت ابوبکر دوڑے ہوئے گئے تو بہت دوڑے ہوں گے مگر اسمیں بھی شک نہیں کہ ذرا سی تاخیر میں خلافت اُنکے ہاتھ سے ضرور جاتی رہتی۔ یہ انہیں کا کام تھا جو اُنہوں نے کیا سیوطی۔ تاریخ الخلفاء میں لکھا ہو کہ جب رسول اللہ صلعم نے وفات پائی تو مکہ میں ایک کھلبلی سی مچگئی یہ دیکھکر ابو قحافہ نے پوچھا کہ یہ کیا ہوا لوگوں نے امر واقع کی اطلاع دی تو اُنہوں نے کہا اف کتنا بڑا انقلاب ہے۔ پھر پوچھا کہ آپکی جگہ کون ہوا لوگوں نے کہا کہ آپکے صاحبزادے آپ نے پوچھا کہ بنی عبد مناف اور بنو مغیرہ اسپر راضی ہو گئے لوگوں نے کہا کہ ہاں آپ نے فرمایا کہ الٰہی جسکو تو بڑا بنائے اسکو کون گھٹا سکتا ہے

رسول اللہ آخر وقت تک ہمارے امر کی تدبیر کر جائیں گے - اور بہ تحقیق خدا نے اپنی وہ کتاب تمہارے درمیان باقی رکھی ہے جس سے رسول اللہ نے ہدایت کی - پس اگر تم اُس سے متمسک ہوگے تو خدا انکو ہدایت کریگا - اور بہ تحقیق کہ اللہ نے امر خلافت کو تمہارے نیک شخص پر جمع کیا ہے جو صاحب رسول اللہ ہے اور ثانی اثنین اذ ہما فی الغار ہے پس کھڑے ہو جاؤ اور بیعت کرو پس لوگوں نے ابو بکر سے بیعت عامہ کی بعد بیعت سقیفہ کے - اسکے بعد ابو بکر نے لوگوں کی طرف مخاطب ہو کر کہا اے لوگو میں تمہارا والی بنایا گیا ہوں حالانکہ تم سے بہتر نہیں ہوں پس اگر نیک کام کروں تو تم میری مدد کرنا اور اگر برا کام کروں تو مجھے سیدھا کرنا - صدق امانت ہے اور کذب خیانت ہے - تم میں سے ضعیف میرے نزدیک قوی ہے جبتک کہ اُسے اُسکا حق دلواؤں - اور تم میں سے قوی میرے نزدیک ضعیف ہے جبتک کہ اُس سے حق لیلوں - نہ ترک کرو تم جہاد کو راہ خدا میں کیونکہ جہاد کو ترک نہیں کرتی مگر وہ قوم جسے اللہ نے ذلیل کیا ہو - اور نہیں شایع ہوتا فحش کسی قوم میں مگر اللہ اُسکو بلا میں مبتلا کرتا ہے - جبتک میں اللہ کی اور اُسکے رسول کی اطاعت کروں تم میری اطاعت کرو - اور جب اللہ اور اُسکے رسول کی نافرمانی کروں تو میری اطاعت تم پر واجب نہیں ہے - اپنی نماز پر کھڑے ہو خدا تم پر رحم کرے (نیز دیکھو روضۃ الاحباب ابن اثیر وغیرہ)

نیز طبری نے لکھا ہے کہ رسول اللہ کی وفات کے دوسرے دن (ہمارے خیال میں بیعت سقیفہ کے دوسرے دن) ابو بکر نے لوگوں میں کھڑے ہو کر کہا کہ میں رسول اللہ کا متبع ہوں مبتدع نہیں ہوں - پس اگر میں سیدھی راہ پر ہوں تو میری پیروی کرنا اور اگر ٹیڑھی راہ اختیار کروں تو مجھے سیدھا کرنا - وان لی شیطانا یعترینی[1] (میرے لئے ایک شیطان ہے جو مجھ پر مسلط ہے) پس جب وہ میرے پاس ہو تو مجھ سے اجتناب کرنا - اور بروایت سیوطی یہ بھی فرمایا کہ مجھ سے یہ بار نہیں اٹھ سکتا اگر کوئی دوسرا شخص کاروبار خلافت کو چلا سکے تو اُسکو خلیفہ بنادو اور صاحب روضۃ الاحباب نے لکھا ہے کہ اسکے بعد دوسرے خطبہ میں حضرت ابو بکر نے فرمایا کہ جتنے جو اتنا اہتمام بیعت میں مجھ سے مشاہدہ کیا امارت کی حرص و لالچ کی وجہ سے نہ تھا بلکہ فتنہ و فساد اور اختلاف کے خوف سے تھا - اب وہ خوف جاتا رہا جسے چاہو خلیفہ بنالو میں بھی اُسکی متابعت کرونگا لوگوں نے کہا خلافت آپ ہی کا حصہ ہے ہم آپ سے راضی ہیں پس اُسی روز اُنہیں خلیفہ رسول کہکر پکارا گیا +

(۶) ابو بکر سے تخلف کرنیوالے

ابن قتیبہ نے لکھا ہے کہ بنی ہاشم علی کے پاس جمع ہوئے اور زبیر[2] بن العوام بھی اُنکے ساتھ تھے اور زبیر کی ماں صفیہ حضرت علی کی پھوپھی تھی اور اسلئے وہ انکو بنی ہاشم سے شمار کرتے تھے - اور علی فرمایا کرتے تھے کہ زبیر ہمیشہ ہم میں سے رہے یہانتک کہ اُنکے لڑکے بڑے ہوئے اور اُنہوں نے زبیر کو ہم سے توڑ لیا - اسیطرح بنی امیہ عثمان کے پاس اور بنی زہرہ سعد کے پاس اور عبد الرحمن بن عوف کے پاس جمع ہوئے - پس یہ لوگ مسجد شریف میں جمع تھے جب ابو بکر اور ابو عبیدہ انکے پاس آئے اور لوگ ابو بکر کی بیعت کر چکے تھے تو عمر نے ان لوگوں سے کہا کیا بات ہے کہ میں تمکو الگ الگ ٹکڑیاں باندھے ہوئے دیکھتا ہوں - کھڑے ہو جاؤ اور ابو بکر کی بیعت کرو - کیونکہ میں نے اور انصار نے اُنکی بیعت کرلی ہے - پس عثمان بن عفان اور بنی امیہ جو اُن کے ساتھ تھے کھڑے ہوئے اور ابو بکر کی بیعت کرلی - پھر سعد اور عبد الرحمن بن عوف اور بنی زہرہ جو اُنکے ساتھ تھے کھڑے ہوئے اور ابو بکر سے بیعت کرلی - لیکن علی اور عباس بن عبد المطلب اور جو لوگ اُنکے ساتھ بنی ہاشم سے تھے اپنے اپنے گھروں کو چلے گئے اور زبیر بن العوام بھی اُنکے ساتھ تھے پس عمر ایک گروہ کو لیکر جن میں اسید بن حضیر اور سلمہ بن اشیم بھی تھے اُنکی طرف گئے اور کہا چلو ابو بکر کی بیعت کرو اُنہوں نے انکار کیا اور زبیر بن العوام تلوار لیکر نکل آئے پس عمر نے کہا لینا اس مرد کو پس لوگوں نے زبیر کو پکڑ لیا اور سلمہ بن اشیم نے دوڑ کر اُسکے ہاتھ سے تلوار چھین لی[3] - اور اُسے دیوار پہ مارا اور زبیر کو پکڑ کر لے آئے اور زبیر نے بیعت کرلی بنی ہاشم

[1] نیز دیکھو صواعق محرقہ و تاریخ الخلفاء سیوطی و کنز العمال و ریاض النضرہ و ابن ابی الحدید [2] زبیر بن العوام حضرت ابو بکر کے داماد تھے [3] طبری نے زبیر کی تلوار چھیننے والے کا نام محمد بن مسلمہ لکھا ہے

بھی گئے اور بیعت کر لی ۔

(۷) علی بیعت پر مجبور کئے جاتے ہیں ابن قتیبہ لکھتے ہیں کہ جب حضرت ابوبکر کو خلافت پر تمکن حاصل ہو گیا ۔ تو علی کو پکڑ کر ابوبکر کے پاس لائے درحالیکہ وہ حضرت کہتے جاتے تھے کہ میں بندۂ خدا اور برادر رسول اللہ ہوں ۔ پس اُن سے کہا گیا کہ ابوبکر کی بیعت کرو حضرت علی نے فرمایا کہ میں خلافت کا تم سب سے زیادہ مستحق ہوں ۔ میں تمہاری بیعت نکرونگا تم اولی ہو کہ مجھ سے بیعت کرو تم نے یہ امر انصار سے لیا ہے اور تم نے پیغمبر رسول اللہ کی قرابتداری کی حجت قایم کی ہے ۔ تم خلافت ہم اہل بیت سے غصب کرتے ہو ۔ کیا تم نے انصار کے سامنے یہ زعم نہیں کیا کہ تم اُن سے خلافت کے زیادہ سزاوار ہو اس سبب سے کہ محمد تم میں سے تھے پس اُنہوں نے سرداری تمکو دیدی اور تمہاری امارت مان لی ۔ پس جو حجت تم نے انصار سے کی ہے اگر وہی میں تم سے کرتا ہوں تو ہم رسول اللہ کے ساتھ حیات اور ممات میں تم سے زیادہ اولی ہیں ۔ اگر مومن ہو تو ہم سے انصاف کرو ۔ ورنہ تم نے جان بوجھکر ظلم کی طرف مبادرت کی ہے ۔ عمر نے علی سے کہا جبتک بیعت نکروگے چھوڑے نہیں ۔ علی نے کہا دودھ لے جو دوہنے کا حق ہے اُسکے تھن تیری قبضہ میں ہیں آج تو اُسکے لئے شدت اور مضبوطی کرلے کل وہ اُسے تیرے حوالہ کردے گا ۔ اے عمر میں تیری بات نہیں قبول کرونگا میں اُسکی بیعت نکرونگا پس ابوبکر بولے کہ اگر علی تم بیعت نہیں کرتے تو میں تم کو مجبور نہیں کرتا ۔ اور ابوعبیدہ بن جراح نے علی سے کہا یا ابن عم آپ نو عمر ہیں اور یہ لوگ تمہاری قوم میں بوڑھے ہیں ۔ آپکو ایسا تجربہ نہیں ہے جیسا انکو ہے ۔ اور میں اس امر (خلافت) میں ابوبکر کو بردباری اور واقفیت تدبیر میں زیادہ قوی پاتا ہوں ۔ پس یہ امر ابوبکر ہی کو تسلیم کر دیجئے ۔ کچھ اور دن گزرنے کے بعد جب آپکی عمر زیادہ ہو جائیگی تو آپ اس امر کے لایق ہو جاینگے اپنے فضل اور دین اور علم اور فہم اور تقدم اسلام اور نسب اور دامادی کے سبب سے آپ اسکے مستحق ہیں ۔ علی بولے اے گروہ مہاجرین محمد کی سلطنت کو اُنکے گھر سے نہ نکالو ۔ اور اپنے گھر کی زینت اپنی نکرو ۔ اور اُسکی اہلبیت کو اُنکے مقام سے ہٹا کر دوسروں کو قایم نکرو ۔ اور اُن کی حق تلفی نکرو ۔ واللہ اے مہاجرو ہم اس مقام (خلافت) کے سب لوگوں سے زیادہ مستحق ہیں ۔ ہم اہل بیت ہیں اور اس امر کے تم سے بہی زیادہ حقدار ہیں ۔ جبکوئی کہ ہم میں قاری کتاب اللہ کا اور فقیہہ دین اللہ کا اور عالم سنن رسول اللہ کا اور واقف امر رعیت کا اور دفع کرنے والا امور بد کا اور تقسیم کرنیوالا لوگوں میں مساوات کے ساتھ تھا اور وہ ہم میں ہے ۔ پس ہوا وہوس کی پیروی نکرو ۔ اگر ایسا کروگے تو راہ خدا سے گمراہ ہو جاؤگے ۔ اور حق سے زیادہ دور ہو جاؤگے ۔ پس بشیر ابن سعد نے کہا اے علی اگر انصار تمہارے کلام ابوبکر کی بیعت ہونے سے پہلے سن لیتے تو وہ پھر اختلاف نکرتے پس راوی کہتا ہے کہ علی فاطمہ کو ایک چارپایہ پر بٹھا کر رات کے وقت مجالس انصار میں لیگئے اور وہ اُن سے نصرت مانگتی تہیں پس وہ جواب دیتے تہے کہ اے بیٹی رسول اللہ کی اب تو ہم اس شخص سے بیعت کر چکے اور اگر آپکے شوہر اور ابن عم ہمارے پاس ابوبکر سے پہلے چلے آتے تو ہم کسیکو اُنکے برابر نکرتے ۔ اسپر علی کہتے تھے تو کیا میں رسول اللہ صلعم کو گھر میں یونہیں چھوڑ دیتا اور انکو دفن نکرتا اور

ملہ احسان اللہ عباسی اپنی تاریخ اسلام میں لکھتے ہیں کہ "یہ نہیں کہا جا سکتا کہ پیغمبر کے بعد حضرت علی کو اپنا جانشین نہ ہوتا ناگوار ہوا ہوگا کہ جس نے تمام عمر لڑائیاں فتح کیں ۔ ساری عمر اپنا سر ہاتھ میں لئے پیغمبر کے ساتھ ساتھ رہا پیغمبر کی وراثت یہی اگر مدینہ کے مہاجرین میں داخل نہ ہونے کے سبب حضرت عباس ناقابل سمجھے جائیں تو بھی پیغمبر کے بھتیجے ہر علم ۔ شجاعت ۔ نیکنامی ۔ اور حکمت میں بہی کسی سے کم نہیں تھے پھر کیا وجہ تہی کہ خلافت جیسا اہم مسئلہ چپکے سے طے کر لیا گیا ۔ اور انکو خبر تک نہیں ہوئی ۔ ایسا خیال ضرور ہوا اور ہونا چاہئے تھا ۔ چنانچہ اکثر تعجب کیگئے حضرت علی سے کہا کہ جب بیعت خلافت کی جلدی تو آپ موجود نہ تھے کیا جاتا ۔ اُسکا جواب حضرت نے کتنا معقول دیا جو دلپر اثر کئے بغیر نہیں رہ سکتا آپ نے فرمایا ۔ کیا آپ مجھسے یہ توقع رکھتے ہیں کہ پیغمبر کا جنازہ چھوڑ کر گھر سے میں خلیفہ بننے کو چلا آتا ۔ کتنی پر تاثیر تقریر تھی ۔

اُنکی سلطنت کیلئے لوگوں سے تنازع کرنے کو نکل پڑتا۔ پس فاطمہ کہتی ہیں کہ ابوالحسن کو بھی مناسب تھا جو اُنہوں نے کیا۔ اور اُن لوگوں نے وہ کیا جسکا کہ اللہ اُن سے حساب لیگا اور مطالبہ کریگا۔ پھر ابن قتیبہ لکھتے ہیں۔ راوی کہتا ہے کہ اسکے بعد ابوبکر اُن لوگوں کے درپے تلاش ہوئے۔ جنہوں نے اُنکی بیعت سے تخلف کیا تھا۔ اور علی کے پاس جمع ہوئے تھے۔ پس ابوبکر نے اُنکے پاس عمر کو بھیجا۔ وہ لوگ علی کے گھر میں تھے۔ عمر نے آکر اُنکو آواز دی۔ اُنہوں نے نکلنے سے انکار کیا۔ عمر نے لکڑیاں منگائیں اور کہا قسم اُسکی جسکے قبضہ میں عمر کی جان ہے نکلتے ہو تو نکلو۔ نہیں تو پھونکدونگا اس گھر کو مع اُن لوگوں کے جو اُسمیں ہیں۔ کسی نے کہا اے عمر اس میں تو فاطمہ بھی ہیں عمر نے کہا ہوا کریں۔ پس وہ لوگ نکل آئے اور بیعت کرلی۔ مگر علی نے بیعت نہیں کی۔ کیونکہ کہتے ہیں کہ علی نے کہا تھا کہ مینے قسم کھالی ہے کہ باہر نہیں نکلونگا اور اپنے دوش پر (سوائے وقت نماز کے) جبتک قرآن جمع نکرلونگا ردا نہ ڈالونگا۔ پس فاطمہ مکان کے دروازہ پر آکر کھڑی ہوئیں اور کہا میں نہیں جانتی کہ کسی قوم نے تم سے بدتر کام کیا ہو تمنے رسول اللہ کا جنازہ تو ہمارے ہاتھوں میں چھوڑ دیا۔ اور اپنے امر (خلافت) کا آپس میں فیصلہ کرلیا۔ نہ ہمسے مشورہ لیا اور نہ ہمارا حق ہمکو دیا۔ پس عمر نے آکر ابوبکر سے کہا تو اس تخلف کرنے والے سے بیعت نہیں لیگا۔ ابوبکر نے اپنے غلام قنفذ سے کہا کہ جاکر علی کو بلالا۔ قنفذ نے جاکر علی سے کہا کہ خلیفہ رسول اللہ آپکو بلاتے ہیں۔ علی نے کہا کیسا جلدی تم نے رسول اللہ پر جھوٹ باندھ لیا۔ قنفذ نے علی کا قول ابوبکر سے آکر کہا تو ابوبکر بہت دیر تک روئے۔ پھر عمر نے دوبارہ کہا کہ نہ مہلت دو اس تخلف کرنے والے کو بیعت سے۔ پس ابوبکر نے پھر قنفذ کو بھیجا کہ اب علی سے جاکر یہ کہو کہ امیرالمومنین آپکو بلاتے ہیں۔ جب قنفذ نے علی سے یہ آکر کہا تو علی نے آواز بلند کی اور کہا سبحان اللہ تحقیق اُس نے اُس نام کا دعوی کیا جو وہ نہیں ہے۔ جب قنفذ نے آکر ابوبکر سے کہا تو ابوبکر دیر تک روتے رہے پس کھڑے ہوئے عمر اور اُنکے ساتھ ایک جماعت چلی یہانتک کہ دروازہ فاطمہ پر آئے اور دروازہ کھٹکھٹایا۔ جب فاطمہ نے اُنکی آوازیں سُنیں تو بہت چلائیں اور ندا کی اے یا رسول اللہ آپ کے بعد ہمکو ابن خطاب اور ابن ابوقحافہ سے کیا کیا صدمے اور مصیبتیں پہنچیں۔ جب لوگوں نے فاطمہ کی آواز اور اُنکا رونا سُنا تو روتے ہوئے چلے گئے اور قریب تھا کہ اُنکے دل دو پارے ہوجائیں اور اُنکے جگر شق ہوجائیں مگر عمر اور اُنکے ساتھ کچھ اور لوگ نہ ٹلے[2]۔ پس علی کو نکالا اور پکڑ کر ابوبکر کے پاس لائے اور کہا کہ بیعت کرو۔ علی نے کہا

---

[1] یہ روایت طبری۔ مسعودی۔ صاحب ملل ونحل۔ صاحب ازالۃ الخفا۔ صاحب استیعاب۔ صاحب تحفہ اثنا عشریہ۔ صاحب حد تحقیق۔ صاحب المرتضی۔ صاحب الفاروق۔ ڈیون پورٹ۔ گبن۔ ایرونگ۔ اکلی وغیرہ نے بھی اپنی اپنی تصانیف میں لکھی ہے۔ اور ابوالفدا اور صاحب عقدالفرید نے اس طرح لکھی ہے کہ علی مرتضی۔ عباس۔ اور زبیر بی بی فاطمہ کے گھر میں (بیعت سے تخلف کرکے) ہو بیٹھے ابوبکر نے عمر کو اُنکے پاس اس غرض سے بھیجا کہ اُنکو بی بی فاطمہ کے گھر سے نکالدیں اور کہدیا کہ اگر اُنکو نکلنے سے انکار ہو تو اُن سے لڑنا۔ عمر فاروق تھوڑی سی آگ بھی گھر پھونکنے کے ارادہ سے ہمراہ لیگئے۔ اسی اثنا میں حضرت فاطمہ اُنکو راستہ میں ملگئیں اور پوچھا کہ اے ابن خطاب کیسے چلے کہاں جاتا ہے کیا ہمارا گھر پھونکنے آیا ہے عمر نے کہا ہاں۔ ورنہ جس بیعت میں تمام اُمت داخل ہوگئی ہے تم بھی داخل ہوجاؤ۔ چنانچہ علی مرتضی باہر نکل اور آکر ابوبکر سے بیعت کرلی۔ پھر لکھتے ہیں کہ امام زہری نے عائشہ سے اسطرح روایت کیا ہے کہ علی نے فاطمہ کی حیات میں ابوبکر سے بیعت نہیں کی بلکہ فاطمہ کی وفات کے بعد جو رسول اللہ کی وفات کے چھ ماہ بعد ہوئی۔ ابن اثیر نے لکھا ہے کہ علی بنی ہاشم اور زبیر نے چھ مہینے تک بیعت نہیں کی تھی۔ وفات فاطمہ بیعت کی۔ [2] بروایت ابن ابی الحدید اس موقع پر حضرت عمر نے حضرت علی اور زبیر دونوں کی تلواریں لیکر دیوار پر مار توڑ ڈالیں اور پھر پکڑ کر ابوبکر کے سامنے لائے تو ابوبکر نے منبر پر چڑھ کر خطبہ پڑھا اور اُن سے عذر کیا اور کہا میری بیعت ناگہانی تھی (دیکھو صفحہ

علی نے کہا کہ اگر میں بیعت نہ کروں تو کیا ہوگا - کہا قسم خدا کی تمہاری گردن ماردینگے - فرمایا تو تم خدا کے بندہ اور اسکے رسول کے بھائی کو قتل کروگے - عمر نے کہا خدا کا بندہ تو ٹھیک مگر رسول اللہ کا بھائی غلط - اور ابوبکر چپکے بیٹھے رہے کچھ نہ بولے پس عمر نے ابوبکر سے کہا کہ تو کیوں اپنے امر کے بارے میں اسکی لعنت حکم نہیں دیتا - ابوبکر نے کہا کہ جبتک فاطمہ انکے پہلو میں ہیں میں انکو کسی امر میں مجبور نہیں کرسکتا - پس علی چیخیں مارتے ہوئے قبر رسول پہ آئے اور ندا دی کہ اے بھائی بتحقیق اس قوم نے مجھے ضعیف کردیا اور قریب تہا کہ مجھے قتل کر ڈالیں ہ اسکے بعد عمر نے ابوبکر سے کہا کہ ہمیں فاطمہ کے پاس لیچلو کیونکہ ہمنے فاطمہ کو ناراض کیا ہے - پس دونو ساتھ ساتھ فاطمہ کے گھر گئے اور اندر جانیکی اجازت مانگی - فاطمہ نے اجازت نہ دی تو دونو علی کے پاس آئے اور علی سے باتیں کیں اور علی انہیں اندر لیگئے جب وہ دونو فاطمہ کے پاس جاکر کھڑے ہوئے تو فاطمہ نے دیوار کیطرف منہ پہیر لیا - ان دونوں نے سلام کیا فاطمہ نے انہیں جواب سلام نہ دیا - پس ابوبکر نے کہا کہ اے حبیبۂ رسول اللہ ہمنے تمکو تمہاری اور تمہارے شوہر کی میراث میں غضبناک کیا ہے جو تمکو رسول اللہ سے پہنچتی تہی - فاطمہ نے کہا یہ کیا بات ہے کہ تیرے اہل تو تجھ سے میراث پائیں اور ہم محمدؐ سے میراث نہ پائیں - ابوبکر نے کہا واللہ قرابت رسول اللہ کی مجھے اپنی قرابت سے زیادہ محبوب ہے اور بتحقیق تم مجھے میری بیٹی عائشہ سے زیادہ محبوب ہو - اور میں تو یہ چاہتا تہا کہ جس دن تمہارے پدر بزرگوار نے انتقال کیا میں مرجاتا - اور انکے بعد زندہ نہ رہتا - آیا آپ سمجھ سکتی ہیں کہ میں آپ کو اور آپکی فضیلت و شرف کو جانتا ہوں اور پھر آپکے حق اور آپکے والد بزرگوار کی میراث سے آپکو منع کروں - مگر بتحقیق میں نے آپکے پدر بزرگوار کو یہ کہتے سنا ہے کہ ہمارا ورثہ نہیں ہوتا جو کچھ ہم نے چھوڑا وہ صدقہ ہے فاطمہ نے فرمایا کہ میں بہی تم دونوں سے ایک حدیث رسول اللہ صلعم کی بیان کرتی ہوں تم اسے جانتے ہو اور اسپر عمل کروگے ؟ کہا فرمائیے - فرمایا میں تمسے خدا کی قسم دیکر پوچھتی ہوں کیا تمنے رسول اللہ صلعم کو یہ فرماتے ہوئے نہیں سنا کہ رضامندی فاطمہ کی میری رضامندی ہے اور اسکی ناراضی میری ناراضی ہے - جس نے میری بیٹی فاطمہ سے محبت کی بتحقیق اس نے مجھ سے محبت کی اور جس نے فاطمہ کو رضامند کیا اسنے بتحقیق مجھے رضامند کیا اور جس نے فاطمہ کو ناراض کیا بتحقیق اس نے مجھے ناراض کیا دونوں نے کہا آپ درست فرماتی ہیں - ہمنے رسول اللہ صلعم کو یہ فرماتے سنا ہے - فاطمہ بولیں میں خدا کو گواہ کرتی ہوں اور اسکے فرشتوں کو کہ تم دونوں نے مجھے ناراض کیا - اور غضبناک کیا اور تمنے مجھے راضی نہیں کیا - اور اگر میں نبی صلعم سے ملونگی تو میں ان سے تم دونوکی شکایت کرونگی - پس ابوبکر نے کہا میں پناہ مانگتا ہوں خدا سے رسول کے غصہ سے اور تمہارے غصہ سے اے فاطمہ پھر ابوبکر رونے لگے - یہانتک کہ قریب تہا کہ انکا دل ٹکڑے ٹکڑے ہوجائے - اور فاطمہ کہتی تہیں واللہ ہر نماز میں جو میں پڑھونگی تمہارے لئے بددعا کرونگی - پس ابوبکر روتے ہوئے نکلے لوگ انکے پاس جمع ہوئے - اور کہا ابوبکر نے لوگوں سے کہ تم میں سے ہر ایک اپنی زوجہ سے بغلگیر اور اپنے اہل سے مسرور ہوکر سوتا ہے اور مجھے اس حال میں چھوڑ دیا ہے جس میں میں ہوں - مجھے تمہاری بیعت کی حاجت نہیں ہے - میری بیعت توڑ دو - لوگوں نے کہا اے خلیفۂ رسول اللہ بتحقیق یہ امر استقامت نہیں پائیگا - اور آپ اس امر کو ہم سے زیادہ جانتے ہیں - بتحقیق اگر یہ بات ہوگی تو اللہ کا دین قائم نہ ہوگا - پس ابوبکر بولے واللہ اگر یہ بات نہ ہوتی اور اس گرفت (یعنی امر اسلام) کے ڈھیلا پڑجانیکا اندیشہ نہ ہوتا

(بقیہ صفحہ ۱۱) خدا نے اسکی شر سے بچایا حالانکہ مجھے فتنہ کا اندیشہ تہا - اور قسم خدا کی میں اسپر کبھی حریص نہ تہا - اور میں نے ایسے امر عظیم کو گلے میں ڈالا ہے کہ میں اسکی طاقت اور قابلیت نہیں رکھتا - اور چاہتا ہوں کہ مجھ سے کوئی قوی شخص اس امر کو اختیار کرے اور بہت کچھ عذر کیا - بعض نے لکھا ہے کہ محمد بن مسلمہ نے زبیر کی تلوار توڑی تہی ٭٭

تو میں ایک رات بھی مسلمانوں کی بیعت اپنے سے متعلق نہ رکھتا بعد اسکے کہ جو حال فاطمہ کا میں نے دیکھا اور سنا ہے۔

راوی کہتا ہے کہ علی نے بیعت نہ کی یہانتک کہ فاطمہ کا انتقال ہو گیا۔ اور اُسوقت علی نے ابو بکر کو کہلا بھیجا کہ ہمارے پاس آؤ پس ابو بکر علی کے پاس آئے اور علی کے پاس بنی ہاشم تھے۔ پس علی نے بعد حمد و ثنائے الٰہی و نعت رسالت پناہی کہا کہ اے ابو بکر ہمنے تمہاری بیعت کا انکار اس سبب سے نہیں کیا کہ ہمکو حسد یا تمہاری فضیلت سے انکار تھا۔ بلکہ ہم اس امر میں اپنا حق جانتے تھے۔ کہ تمنے اُسے غصب کر لیا"۔ اس کے بعد علی نے اپنی قرابت رسول اللہ صلعم سے بیان کی اور بیان کرتے رہے یہانتک کہ ابو بکر رونے لگے۔ اور کہنے لگے کہ قرابت رسول اللہ کی مجھے اپنی قرابت سے زیادہ محبوب ہے۔ اور واللہ جو امر رسول اللہ صلعم کرتے تھے میں اُسے ترک نکرونگا انشاء اللہ۔ پس علی نے کہا کہ تمہاری وعدہ گاہ کل ہے جامع مسجد میں واسطے بیعت کے انشاء اللہ۔ پس ابو بکر باہر چلے آئے اتنے میں مغیرہ بن شعبہ نے آکر کہا اے ابو بکر کیا تمہاری رائے یہ ہے کہ عباس سے جاکر ملو۔ اور کچھ حصہ انکا بھی اس خلافت میں مقرر کر دو۔ جو اُنکے لئے نسلاً بعد نسلاً جاری رہے۔ اس ذریعہ سے تمکو علی اور تمامی بنی ہاشم پر ایک بڑی حجت ہاتھ لگ جائیگی جبکہ عباس تمہارے ساتھ ہو جائیں گے۔ پس ابو بکر و عمر اور ابو عبیدہ حضرت عباس کے پاس آئے۔ اور کہا کہ اے عباس رسول اللہ صلعم کو خدا نے رسول بنا کر ہم میں بھیجا اور بعد تبلیغ اُنکو اپنے پاس بلا لیا۔ پس چھوڑ دیا اُن حضرت نے آدمیوں پر اُنکے امر کو کہ اپنی مصلحت کے موافق اپنے نفسوں کے لئے اتفاق کر کے اختیار کر لیں نہ اختلاف کی صورت میں اُن لوگوں نے مجھکو پسند کر کے والی اور اپنے امور کا نگہبان بنا لیا۔ اور میں بحمد اللہ نہ ضعف و حیرت سے خائف ہوں اور نہ جبین ہونا مردی سے۔ اور میری توفیق خدائے بزرگ کی ہی طرف سے ہے اُسی پر توکل کرتا ہوں اور اُسیکی طرف رجوع کرتا ہوں۔ اور ہمیشہ ہمکو خبریں پہنچتی ہیں اُن لوگوں کی جو عامہ مسلمین کے اتفاق سے مخالفت کرکے طعن کرتے ہیں۔ وہ لوگ تمکو اپنی آڑ بناتے ہیں۔ پس تم اس سے ڈرو کہ امر ناممکن کی کوشش بیفائدہ ہے۔ پس یا تو تم بھی داخل ہو جاؤ یا اُن لوگوں کو اس معاملہ سے دفع کرو۔ اور اُنکو اس میلان سے روکو۔ اور ہم تمہارے پاس اس غرض سے آئے ہیں۔ کہ تمہارے لئے بھی ایک حصہ اس امر خلافت میں قرار دیں جو تمہارے لئے بھی ہو اور تمہاری اولاد کے لئے بھی۔ کیونکہ تم عم رسول اللہ ہو۔ اگرچہ لوگوں نے تمہاری (اور تمہارے اصحاب کی) قدر و منزلت دیکھی ہے

ابن ابی الحدید نے شرح نہج البلاغۃ میں رسول اللہ کی وفات کے دوسرے دن ابو بکر و عمر کا عباس سے ملنا براء بن عازب کی زبانی اس طرح نقل کیا ہے۔ براء کہتے ہیں کہ میں ہمیشہ بنی ہاشم کو دوست رکھتا تھا۔ جب رسول اللہ کا انتقال ہوا تو مجھے اندیشہ ہوا کہ قریش تو نہیں بلکہ تیم خلافت کو بنی ہاشم کے ہاتھ سے چھین لیں گے۔ پس میں اسی سوچ میں تھا کہ کون والی خلافت ہوتا ہے ناگاہ میرا گذر ایک مقام پر ہوا جہاں مقداد بن اسود اور عبادہ بن صامت اور سلمان فارسی اور ابوذر غفاری اور حذیفہ اور ابو الہیثم بن التیہان چپکے چپکے باتیں کر رہے تھے۔ پس حذیفہ نے کہا واللہ میں کبھی جھوٹ نہیں بولا اور نہ اب جھوٹ کہتا ہے جو کچھ میں نے تمکو خبر دی ہے وہ ضرور ہوگا اور حال یہ ہے کہ قوم ارادہ رکھتی ہے کہ امر شوریٰ کو مہاجرین میں عاید کریں۔ اور نہیں تو ابی بن کعب کے پاس جاکر پوچھ لو کیونکہ اُسے بھی معلوم ہے جو مجھے معلوم ہے پس یہ سب ابی کے مکان پر آئے مگر اُس نے دروازہ نہ کھولا اور کہا میں جانتا ہوں جس امر کے واسطے تم آئے ہو۔ تم معاملہ خلافت میں نظر کرنیکا ارادہ رکھتے ہو۔ ہمنے کہا ہاں پوچھا تم میں حذیفہ بھی ہے کہا ہاں۔ بولا پس بات وہی ہے جو حذیفہ نے کہی۔ اور واللہ میں دروازہ نہیں کھولونگا جبتک وہ ہو نہ جائے گا جو ہو رہا ہے۔ اور خدا ہی کی طرف ہر شکایت ہے۔ یہ خبر ابو بکر اور عمر کو پہنچی تو اُنہوں نے ابو عبیدہ اور مغیرہ کو بلایا اور دونوں نے رائے لی مغیرہ نے کہا عباس سے ملو اور اُنکا اور اُنکے بعد اُنکی اولاد کا اس امر خلافت میں سے حصہ مقرر کر دو۔ پس اُسکے ذریعہ سے علی کی طرف سے بیفکر ہو جاؤ گے۔ اور لوگوں کے سامنے علی پر تمہیں حجت مل جائیگی۔ جبکہ عباس تمہاری طرف مائل ہو جائینگے پس یہ سب عباس کے پاس آئے اور وہ گفتگو ہوئی جو آگے ہمنے ابن قتیبہ سے نقل کی ہے۔

مگر اسپر بھی امر خلافت تمہاری طرف سے پھیر دیا۔ اے فرزندان عبد المطلب اپنی جگہ پر رہو کیونکہ رسول اللہ تم سے بھی ہیں اور ہمسے بھی ہیں۔ پھر عمر نے کہا ہاں قسم بخدا ہم کچھ اسوجہ سے تمہارے پاس نہیں آئے کہ کسی امر میں تمہارے محتاج ہوں مگر یہ مکروہ معلوم ہوتا ہے کہ تم لوگوں کی طرف سے طعن ہو اُس بات پر جس پر عامہ نے اجتماع کر لیا ہے۔ جس سے تمہارے اور اُنکے دونوں کے لئے مشکل ہو۔ پس اپنے نفسوں کے لئے غور کرو اور عامہ کے لئے بھی۔ اسپر عباس بولے کہ اے ابو بکر اگر تو نے بذریعہ رسول اس خلافت کو لیا ہے تو تو نے ہمارا حق لیا۔ اور اگر بوجہ مومن ہونے کے تیرے لئے واجب ہوا تو ہم سب سے مقدم ہیں۔ اور اگر بذریعہ مومنین تیرے لئے واجب ہوا تو کیونکر واجب ہوا جب ہم اُس سے کراہت کرنے والے ہیں۔ رہا وہ عطیہ جو تم ہمکو دیتے ہو۔ پس اگر وہ حق تمہارا ہے تو ہمکو اُسکی حاجت نہیں اور اگر وہ حق مومنین ہے تو تمکو کوئی حق نہیں کہ اُنپر حکومت کرو۔ اور اگر وہ حق ہمارا ہے تو ہم اسپر راضی نہیں کہ بعض لیں اور بعض نہ لیں رہا تمہارا یہ قول کہ رسول اللہ ہم سے بھی ہیں اور تم سے بھی۔ پس بیشک وہ ایسے شجر سے تھے کہ جسکی شاخیں ہم لوگ ہیں اور تم لوگ اُسکے ہمسایہ ہو۔ ابن ابی الحدید کے موافق حضرت عباس نے یہ بھی کہا کہ "رہا تمہارا یہ قول کہ تمہیں خوف ہے لوگوں کا ہمارے باب میں۔ پس اسکا تو تمنے پہلے ہی سامان کر لیا ہے اور خدا مددگار ہے ہمارا" +

راوی کہتا ہے کہ پھر ابو بکر وہاں سے نکلکر مسجد شریف کی طرف تشریف لائے اور لوگوں میں آکر علی سے معذرت کی۔ پھر علی نے کھڑے ہوکر حق ابو بکر کی عظمت اور اُنکی فضیلت اور اُنکا سابقۂ اسلام بیان کرکے بیعت کر لی۔ پس لوگ علی کے پاس آئے اور کہا اے ابو الحسن تمنے اچھا کیا اور خوب کیا +

راوی کہتا ہے کہ جب بیعت تمام ہوئی ابو بکر کی تو تین دن تک لوگوں سے کہتے رہے کہ میری بیعت توڑ دو۔ میں تمسے اپنی بیعت توڑتا ہوں آیا کوئی تم میں کراہت کرنیوالا ہے آیا کوئی بغض کرنیوالا ہے۔ پس سب سے پہلے علی کھڑے ہوتے تھے اور کہتے تھے واللہ ہم تمسے بیعت نہیں توڑینگے اور ہرگز تمکو اقالہ بیعت نہ کرینگے[1] +

بخاری اور مسلم نے اپنی صحیحین میں لکھا ہے کہ جب ابو بکر نے فاطمہ کو فدک نہ دیا تو وہ ایسی ناراض ہوئیں کہ تا دم انتقال جو چھ ماہ بعد ہوا اُنہوں نے ابو بکر سے کلام نکیا۔ پس دفن کر دیا علی نے فاطمہ کو رات کو اور ابو بکر کو جنازہ فاطمہ پر آنیکا اذن نہ دیا۔ اور جبتک فاطمہ زندہ رہیں علی کی لوگوں میں توقیر تھی جب فاطمہ نے انتقال فرمایا لوگوں نے رخ علی کیطرف سے پھیر لئے

---

[1] حضرت ابو بکر کا اقیلونی فرمانا یعنے یہ فرمانا کہ میری بیعت توڑ دو کتب ذیل میں بھی لکھا ہے۔ سر العالمین غزالی۔ تاریخ الخمیس باقی التلخیص اور فضل بن روزبہان نے ابطال الباطل میں لکھا ہے کہ فاطمہ کی وفات کے بعد علی نے ابو بکر کو بلایا اور کہلا بھیجا کہ اکیلے آنا۔ ابو بکر آئے تو علی نے اُن سے کہا کہ تمنے امر خلافت کو بغیر ہمارے طے کر لیا۔ ہم تمکو خلافت سے نہ روکتے اور نہ ہم تمکو اسکے لئے نااہل سمجھتے ہیں مگر تمکو ہمارے موجود ہونیکا انتظار کرنا تھا۔ ابو بکر بولے اے ابو الحسن انصار خلافت کو ہتیائے لیتے تھے اور اپنے میں سے ایک کو امیر بنائے لیتے تھے اور اُن سے فتنہ کا اندیشہ تھا۔ پس مینے فتنہ فرو کرنیمیں جلدی کی۔ اور انصار سے بیعت لیلی لیکن اگر آپ کو خلافت کی طرف رغبت ہے تو میں لوگوں کے سامنے خطبہ پڑھکر بیعت توڑے دیتا ہوں اور میں اور لوگ آپکی بیعت کئے لیتے ہیں۔ علی نے کہا ہمارے تمہارے درمیان وعدہ گاہ بعد نماز ظہر کے ہے۔ پس نماز ظہر پڑھکر ابو بکر منبر پر گئے اور فرمایا "اقیلونی فلست بخیرکم و علی فیکم" (میری بیعت توڑ دو میں تم سے اچھا نہیں ہوں حالانکہ علی تم میں موجود ہیں + سنہ) اور اس نفرت کی یہانتک نوبت پہنچی کہ ایک موقعہ پر حضرت ابو بکر نے حضرت خالد کو حکم دیا تھا کہ علی کو بحالت نماز میں قتل کر ڈالیں مگر پھر کچھ سوچ سمجھکر منع کر دیا۔ چنانچہ امام سمعانی کتاب الانساب میں لکھتے ہیں کہ یہ اس حدیث کے لکھنے جو بخاری۔ ترمذی اور ابن ماجہ کے اُستاد ابو سعید عباد بن یعقوب سے مروی ہے قال ابو بکر لا تفعل یا خالد ما امرتک (اے خالد جو کام تجھے حکم دیا ہے وہ کام نکریو) شریف عمر بن ابراہیم حسینی سے کوفہ میں پوچھا۔ کہا ابو بکر نے خالد کو علی کے قتل کرنیکا حکم دیا تھا بعد میں ابو بکر اس حکم سے پشیمان ہوئے اور خالد کو اس بات سے منع کر دیا (کشفی ص ۱۴۸)

پس مجبور ہوئے علی ابو بکر سے مصالحت کرنے پر اور ابو بکر کو کہلا بھیجا کہ میرے پاس آؤ اور کسیکو اپنے ہمراہ نہ لانا کیونکہ عمر کو بسبب اُنکی سخت مزاجی کے پسند نکرتے تھے - عمر نے ساتھ چلنے پر اصرار کیا تا ابو بکر اکیلے آئے - جب ابو بکر آئے تو علی مرتضیٰ نے فضیلت ابو بکر کی بیان کی اور بیعت میں تاخیر کرنیکا عذر کیا اور کہا کہ میری ڈھیل معاملہ بیعت میں حسد کی وجہ سے نہ تھی بلکہ اس سبب سے کہ تمنے اس باب میں ہمسے مشورہ نہ لیا - اور ہمارا کچھہ خیال نہ کیا - حالانکہ ہمکو آنحضرت صلعم کے ساتھ قرابت قریبہ ہونیکی وجہ سے اس امر میں دخل اور حصہ تھا اور اسیطرح کی رفق آمیز باتیں اور صلح انگیز کلمات کہنے لگے - پیغمبر خدا صلعم کو یاد کرتے جاتے تھے اور روتے جاتے تھے یہانتک کہ ابو بکر کے آنسو جاری ہوگئے اور معذرت کرنے لگے - اور کہا قسم بخدا کہ جان میری اُسکے قبضہ قدرت میں ہے مجھکو اپنے اقارب کے ساتھ نیکی کرنے کی نسبت آل رسول کے ساتھ ملنا اور اُنکے ساتھ نیکی کرنا زیادہ پسند ہے - اور اموال فدک فاطمہ کو دینے میں جو مضائقہ کیا تھا اُس کا عذر کیا - اُسوقت علی نے کہا نماز ظہر کے وقت میں مسجد میں آؤنگا اور بعد ادائے نماز میں تمہارے ساتھ مسلہ بیعت کو سر انجام دونگا - جب ابو بکر نے نماز ظہر پڑھ لی منبر پر آئے اور فضل و شرف علی کا گنوانا شروع کیا - اور بیعت میں تخلف کرنے کی نسبت اُنکا عذر بیان کیا اور اُن کو اس امر میں معذور رکھا - پھر استغفار کر کے اُتر آئے - اسکے بعد علی منبر پر آئے حق ابو بکر کی عظمت بیان کی اور اپنا عذر جس طرح کہ ابو بکر نے کہا تھا لوگوں کے سامنے بیان کیا - اور ابو بکر سے بیعت کر لی - مسلمان بہت خوش ہوئے اور علی کی تحسین کی اور اُنکو دعا دی (بخاری مسلم - روضۃ الاحباب - عقد الفرید ابن عبدربہ) صاحب روضۃ الاحباب لکھتے ہیں کہ بعض کتب تاریخ میں لکھا ہے کہ علی نے ابو بکر کی بیعت وفات فاطمہ سے ستر شبانہ روز کے بعد کی + صحیحین اور عقد الفرید وغیرہ میں ہے کہ ۶ ماہ بعد جب فاطمہ کا انتقال ہوا تو علی نے بیعت کی جمہور کا اسپر اتفاق ہے - صاحب حبیب السیر لکھتے ہیں کہ سقیفہ میں حضار مجلس مہاجرین و انصار نے صدیق اکبر کی بیعت پر اجماع کیا - دوسرے دن بیعت عامہ واقع ہوئی مگر بمقتضائے اسکے کہ سے ز مشرق تا بمغرب گر امام است - علی و آل او مارا تمام است + اہل اسلام کے ایک فرقہ نے اس امر کو منظور نکیا اور کہا کہ ہم سوائے علی ابن ابی طالب کے کسی سے بیعت نکرینگے اور اکثر بنی ہاشم اور سلمان فارسی اور عمار یاسر اور مقداد بن اسود اور خزیمہ بن ثابت ذو الشہادتین اور ابو ذر غفاری اور ابو ایوب انصاری اور جابر بن عبد اللہ اور ابو سعید خدری اور بریدہ بن الحصیب اسلمی اسی گروہ میں سے تھے - اور عباس نے اُن ایام میں چند بیتیں کہیں کہ ترجمہ اُنکا یہ ہے سے ندانم خلافت چرا منصرف شد - ز ہاشم و آنگاہ از بو الحسن + نہ او اولین مقبل قبلہ بود - نہ او بود عالم بفرض و سنن + نہ اقرب بعہد نبی بود و بود - معین جبرئیلش بغسل و کفن + نہ او مجمع حسن او صاف گشت - ز قدر علی و ز خلق حسن + روایت ہے کہ جب ابو بکر صدیق مسند خلافت پر متمکن ہوئے تو علی کرم اللہ وجہہ نے عزلت اختیار کی - اپنے گھر میں ہو بیٹھے اور لوگوں سے ملنا جلنا چھوڑ دیا - صدیق نے کہلا بھیجا کہ آپ گھر سے باہر کیوں نہیں نکلتے اور کیوں مجھہ سے بیعت نہیں کرتے شاید آپ میری خلافت کو مکروہ رکھتے ہیں - علی مرتضیٰ نے جواب دیا کہ تمہاری خلافت سے مجھے کراہت نہیں ہے لیکن مینے قسم کھائی ہے کہ سوائے ادائے نماز فریضہ کے وقت کے ردا دوش پر نہیں ڈالونگا جبتک قرآن جمع نہ کر لونگا - کیونکہ مجھے اندیشہ ہے کہ کلام الٰہی کا کوئی حصہ لوگوں سے

لہ دیکھو تمام مورخین نے زبیر کا بھی نام لکھا ہے اور ابو الفداء نے براء بن عازب - خالد بن سعید بن عاص - عتبہ بن کعب اور عتبہ بن ابو لہب کا بھی نام لکھا ہے لہ ابو الفداء نے لکھا ہے کہ یہ شعر عتبہ بن ابی لہب نے کہے اور وہ یہ ہیں سے ماکنت احسب ان الامر منصرفاً - عن ہاشم ثم منہم عن ابی حسن + عن اول الناس ایماناً و سابقۃً - واعلم الناس بالقرآن والسنن + و آخر الناس عہداً بالنبی و من - جبریل عون لہ فی الغسل والکفن + من فیہ ما فیہم لا یمترون بہ - ولیس فی القوم ما فیہ من الحسن +

دلوں سے محو نہ ہو جائے - اور ایک گروہ نے کہا ہے کہ بیعت کے دوسرے دن حضرت ابوبکر نے کچھ لوگوں کو جمع کیا اور شاہ مرداں کو طلب کیا - حضرت علی تشریف لائے (اور بروایت روضۃ الاحباب ایسی جگہ جو اُنکے لایق نہ تھی بیٹھ گئے) اور بلانیکا سبب پوچھا حضرت عمر نے کہا تمکو اسلئے بلایا ہے میں چاہتا ہوں کہ خلیفہ رسول کی بیعت اور اطاعت میں اہل اسلام کی موافقت کرو حضرت علی نے فرمایا کہ تم نے رسول قرشی کے ساتھ خویشی کا توسل ڈھونڈھ کر اور انصار کو تسکین دیکر ابوبکر سے بیعت کی ہے (اور انصار پر یہ حجت قایم کرکے اس منصب کو لیا ہے - روضۃ الاحباب) اب میں اسی وسیلہ سے اپنا حق طلب کرتا ہوں - ملاحظہ کرو کہ حضرت رسالتمآب سے قریب تر کون ہے - خدا سے ڈرو اور راہ انصاف سے عدول نکرو - حضرت عمر نے کہا ہم تمکو نہیں چھوڑینگے - جبتک تم بیعت نکروگے[1] جناب علی نے جواب دیا کہ میں اس بات سے نہیں ڈرتا - اور جبتک رمق حیات باقی رہے گی اپنے حق کو طلب کئے جاؤنگا - القصہ اُس روز حضرت علی اور اصحاب پیغمبر کے درمیان بہت کچھ گفت وشنید واقع ہوئی آخرکار شاہ ولایت بغیر بیعت کئے اُلٹے چلے آئے - اور عقیدہ مردم شیعہ مذہب کا یہ ہے کہ اُن جناب نے ہرگز حضرت ابوبکر سے بلکہ خلفاء ثلاثہ میں سے کسی سے بیعت نہیں کی - مگر بعض سنت والجماعت کہتے ہیں کہ آنحضرت کے چالیس روز بعد خلیفہ اول سے بیعت کی اور ایک فرقہ کا اعتقاد یہ ہے کہ جبتک فاطمہ جیتی رہیں بیعت نکی - اُسوقت شرط بیعت بجالائے جب فاطمہ کا انتقال ہوگیا +

مخفی نرہے کہ باتفاق مذہب اہل سنت والجماعت حضرت رسالتپناہ سے کوئی نص قاطع اور برہان ساطع کسی کی خلافت کے بارہ میں صحت کو نہیں پہنچا ہے اور بعد انتقال آنحضرت کے اعاظم اصحاب نے حضرت ابوبکر کی خلافت پر اجماع کیا اور اُنسے بیعت کرکے اُنکی اطاعت قبول کی - مگر سالکان مذہب شیعہ کا عقیدہ یہ ہے کہ غدیر خم میں رسول اللہ نے حضرت

---

[1] نیز دیکھو روضۃ الاحباب ملا - بروایت روضۃ الاحباب و اعثم کوفی و روضۃ الصفا وغیرہ (پہر علی نے کہا اول میری) اس بات کا ٹھیک ٹھیک جواب دیں پہر بیعت لو - ابوعبیدہ نے کہا اے ابوالحسن آپ سبقت اسلام اور فضل اور قرابت قریبہ کے باعث سے جو آنحضرت صلعم کے ساتھ ہے سزاوار حکومت اور خلافت کے ہیں لیکن چونکہ اصحاب نے ابوبکر پر اجماع اور اتفاق کرلیا ہے - مناسب یہ ہے کہ آپ بھی موافقت کیجئے - علی نے کہا اے ابوعبیدہ تجھے رسول اللہ نے اس امت کا امین فرمایا ہے - اور مقتضائے امانت راستی ہے گفتار و کردار میں تو وہ موہبت کہ خدا تعالی نے خاندان نبوت کو کرامت فرمائی ہے اُسے دوسری جگہ منتقل کرنیکے درپے ہوئے ہو مہبط قرآن و وحی اور مورد امر و نہی اور منبع فضل و علم اور معدن عقل و حلم ہم ہیں - اور ان امور کی وجہ سے خلافت کے شایستہ اور امارت کے سزاوار ہم ہیں (بروایت اعثم کوفی خلق اللہ کی بھلائی کو ہم ہی خوب جانتے ہیں - لالچ خورسند ہوا اور اپنے کو ہلاکت کے بھنور میں ڈالکر آہیں تمہارا ہی نقصان ہے) اسپر بشیر بن سعد انصاری نے کہا اے ابوالحسن اگر وہ داعیہ جو آپ آج ظاہر کرتے ہیں لوگوں کو اس سے پہلے معلوم ہوتا تو ہرگز آپ سے مخالفت اور منازعت نکرتے - آپ سے بیعت کرتے - لیکن چونکہ آپ گھر میں بیٹھے رہے اور لوگوں سے میل جول کا دروازہ بند کرلیا - اُنکو گمان ہوا کہ آپ خلافت سے کنارہ کرتے ہیں - اب جو مسلمانوں کی ایک جماعت نے دوسرے شخص کی پیشوائی کو قبول کرلیا ہے تو آپ گھر سے نکلے ہیں اور اپنے کو دوسرے لوگوں سے ودکھاتے ہیں - علی نے فرمایا اے بیتہ تو روا رکھتا ہے کہ میں سرور عالم کے جسد اطہر کو بغیر غسل و کفن کئے چھوڑ دیتا اور بغیر اُنکو دفن کئے خلافت و حکومت کی طلب میں دوڑا چلا آتا - اور لوگوں سے لڑنے جھگڑنے لگتا اور خلافت لینے پر اڑ بیٹھتا - ابوبکر نے جب یہ دیکھا کہ علی کے تمام کلام محکم و استوار ہیں اور اُن میں سے ہر ایک کلمہ سو بلکہ ہزار کلموں کا مقابلہ کرتا ہے - رقت و بکا کرنے لگے اور کہا اے ابوالحسن مجھے گمان یہ تھا کہ آپ کو میرے ساتھ اس امر میں مخالفت نہوگی اگر معلوم ہوتا کہ آپ اس امر میں مجھ سے تخلف کیجئے گا تو ہرگز اسکو قبول نکرتا اب جو لوگوں نے مجھ سے اتفاق کرلیا ہے آپ بھی اُسکے ساتھ موافقت کریں تو میرے گمان کو مطابق واقع کے کردوگے (بروایت اعثم کوفی ہماری غلطی نیکی کے درجہ پر پہنچ جائیگی) لیکن اگر آپ توقف کرتے ہیں اور چاہتے ہیں کہ اس امر میں تفکر اور تامل کریں تو آپ پر کوئی جرم نہیں ہے - پس علی مجلس سے اُٹھا بغیر بیعت کئے اپنے گھر چلے آئے (دیکھو صفحہ ۱۷)

علی کو اپنا ولیعہد مقرر کیا تھا جیسا کہ بیان ہو چکا ہے ۔ اور اُس جماعت کے اعتقاد کی بنا پر ائمہ دین ۱۲ افراد میں منحصر ہیں ۔ کہ اول اُنمیں سے علی اور آخر محمد بن حسن عسکری ہیں ۔ اور مذہب اہل سنت وجماعت میں خلفائے راشدین ۵ نفر ہیں ابوبکر ۔ عمر ۔ عثمان ۔ علی اور حسن اور موافق مرویہ صحیحہ الخلافۃ بعدی ثلثون سنۃ اُنکی امامت کا زمانہ تیس سال رہا بعد اسکے زمانہ خلافت ختم ہوا ۔ اور معاویہ بن ابوسفیان بادشاہ ہوا (حبیب السیر)

(۸) سقیفہ سے متعلق مختلف روایتیں | صاحب روضۃ الصفا اور دیگر تمامی مورخین نے لکھا ہے کہ ابوسفیان نے علی سے کہا کہ آپ بنی تیم میں سے ایک شخص کی حکومت پر راضی ہوگئے بخدا سوگند اگر آپ چاہیں تو اس وادی کو سواروں اور پیادوں سے بھر دوں ۔ علی نے کہا اے ابوسفیان تو ہمیشہ ایام جاہلیت میں فتنہ انگیزی کرتا رہا ۔ اور اب بھی چاہتا ہے کہ فتنۂ اسلام میں برپا کرے ۔ ہم ابوبکر کو اس کام کے لایق پاتے ہیں ۔ پھر صاحب روضۃ الصفا لکھتے ہیں کہ جب ابوبکر اور عمر کو معلوم ہوا کہ ابوسفیان داعیہ مخالفت رکھتا ہے تو اُنہوں نے اُسکے بیٹے یزید کو شام کی امارت کا نوید دیا ۔ ابوسفیان کو جب یہ معلوم ہوا تو منازعت ومخالفت ترک کرکے مطیع ومنقاد ہو گیا[۹] ۔

صاحب روضۃ الصفا نے غنیہ سے نقل کیا ہے کہ جس زمانہ میں حضرت علی نے حضرت ابوبکر کی بیعت میں توقف کیا تو ابوبکر نے ایک مکتوب میں حضرت علی کو لکھا کہ مسلمانوں نے مجھ سے بیعت کی ہے اور میری امارت پر راضی ہوئے ہیں ۔ آپ بھی اُنکے ساتھ موافقت کیجے ۔ حضرت علی نے جواب میں لکھا تمنے یہ جو لکھا کہ مسلمانوں نے تمسے بیعت کی ہے اور

(بقیہ نوٹ صفحہ ۱۹۱) ابن اثیر اور صاحب روضۃ الاحباب اور صاحب انسان العیون نے لکھا ہے کہ طلحہ ۔ زبیر ۔ خالد بن سعید بن عاص اور ایک گروہ انصار نے توقف و تامل کیا اور چند روز بعد بیعت کی ۔ سلہ حضرت عمر کا قول کہ رسول اللہ نے کسی کو خلیفہ نہیں کیا ترمذی جلد دوم صفحہ ۱۱۴ اور مسلم جلد دوم صفحہ ۱۲۰ میں ملاحظہ ہو ۔

۹ طبری میں ہے اور سیوطی نے بھی لکھا ہے کہ ابوسفیان نے علی سے کہا قریش کے ذلیل ترین قبیلہ کو خلافت سے کیا واسطہ اگر کہو تو پیادوں اور سواروں سے میدان کو بھر دوں پس علی نے کہا اے ابوسفیان تو مدت سے اسلام اور مسلمانوں کا دشمن ہے مگر تیری دشمنی سے کچھ بھی اسلام کو ضرر نہیں پہنچیگا ہمنے ابوبکر کو اس کام کے لایق پایا ہے ۔ پھر جب ابوسفیان سے لوگوں نے کہا کہ تیرا بیٹا والی بنایا گیا ہے تو ابوسفیان نے خاموشی اختیار کی ۔ (قال وصلتہ رحم) ابن ابی الحدید لکھتا ہے کہ جب ابوسفیان مدینہ میں آیا تو کہا کہ ایسی آگ بھڑکی ہے کہ بغیر خون کے ٹھنڈی نہیں ہوگی عمر نے ابوبکر سے آکر کہا کہ ابوسفیان آیا ہے اور ہم اسکی شر سے امون نہیں ہیں ۔ پس جو کچھ اُسکے قبضہ میں ہے چھوڑ دو ۔ پس چھوڑ دیا گیا اور وہ راضی ہو گیا ۔ نیز ابن ابی الحدید نے لکھا ہے کہ جب رسول اللہ کا انتقال ہوا تو ابوسفیان عباس کے پاس آیا ۔ اور عباس اور ابوسفیان نے علی کو بلایا ۔ کہ علی سے بیعت کریں ۔ اور عباس نے علی سے کہا ہاتھ بڑھاؤ ہم دونو تمہاری بیعت کریں ۔ اگر ہم دونوں بیعت کریں گے تو بنی عبد مناف میں سے کوئی تمہارے مخالفت نکرے گا ۔ اور بنی عبد مناف کی بیعت کے بعد قریش میں سے کوئی اختلاف نکرے گا اور جب قریش اختلاف نکریں گے تو عرب میں سے کوئی اختلاف نکرے گا ۔ پس علی نے کہا کہ میں رسول اللہ کی تجہیز وتکفین میں مصروف ہوں اور مجھے امر خلافت میں کسیکا اندیشہ نہیں ہے ۔ معلوم ہوتا ہے کہ ابوسفیان ایک فتنہ انگیز منافق تھا چنانچہ ابن ابی الحدید لکھتا ہے کہ عثمان کی بیعت ہوئی تو ابوسفیان نے عثمان سے کہا کہ یہ خلافت تیم کو ملی اور اُنکو خلافت سے کیا واسطہ پھر عدی میں آئی وہ اُن سے بھی زیادہ بعید تھے پھر وہ اپنے مقام (بنی اُمیہ) پر آگئی اے بنی اُمیہ تم اس سے اس طرح بازی کرو جیسے بچے گیند سے بازی کرتے ہیں ۔ کیونکہ نہ کوئی جنت ہے نہ کوئی نار ہے اور وہاں زبیر بھی بیٹھے تھے (ابوسفیان اندھے تھے) اُنہیں کیا معلوم ۔ عثمان نے کہا چپ رہ ابوسفیان نے کہا کیا یہاں کوئی ہے زبیر نے کہا ہاں واللہ میں تیری اس بات کو پوشیدہ رکھونگا ۔ یہ روایت صاحب استیعاب نے بھی لکھی ہے ۔ کامل ابن اثیر میں ہے کہ ابوسفیان نے یہ کہا تھا کہ میں ایک ایسا طوفان دیکھ رہا ہوں کہ بغیر خونریزی کے فرو نہوگا اے فرزندان عبد مناف ابوبکر کو تمہارے امور سے کیا واسطہ کہاں ہیں وہ دونو کمزور سمجھے جانے والے کہاں ہیں وہ دونو ذلیل کئے گئے علی اور عباس ۔ اس امر سلطنت کو قریش کے

تمہاری حکومت پر راضی ہوئی ہیں۔ پس میں سب سے پہلے دولت اسلام سے مشرف ہوا ہوں۔ تمام خلقت سے پہلے میں نے رسول اللہ کی تصدیق کی ہے اور میں خدای عز و جل کو گواہ کرتا ہوں کہ تیری خلافت پر راضی نہیں ہوں +

پھر صاحب روضۃ الصفا نے عنیہ سے نقل کیا ہے کہ بریدہ بن الحصیب اسلمی نے اپنے قبیلہ میں ایک علم مرتب کیا اور مدینہ میں لایا۔ اور حضرت علی کے دروازہ پر نصب کیا۔ عمر کو جب یہ خبر ہوئی۔ تو اس سے خطاب کیا کہ خلقت نے ابوبکر سے بیعت کی ہے تو کیوں مخالفت کرتا ہے۔ بریدہ نے جواب دیا کہ ہم سوائے اس گھر کے مالک کے کسی سے بیعت نہ کرینگے۔ بعد ازاں صحابہ نے مجمع قایم کرکے بریدہ کو طلب کیا۔ بریدہ آیا تو اس سے پوچھا کہ تمہارا کیا حال ہے کہ ایسی ایسی باتیں لوگ تمہاری نسبت کہتے ہیں جواب دیا "بات یہ ہے کہ ایک دفعہ رسول اللہ نے مجھے اور خالد کو ایک گروہ کے ساتھ علی کی ملازمت میں یمن کی طرف بھیجا اور قسم خدا کی میں اس زمانہ میں علی کی نزدیکی سے بدتر کسی نزدیکی کو اور اسکی دوری سے بہتر کسی دوری کو نہیں جانتا تھا۔ مگر جب ہم سفر سے واپس آئے تو اول میں رسول اللہ کی خدمت میں آیا آنحضرت نے مجھ سے پوچھا کہ علی کو کس حال میں چھوڑا میں نے اس کدورت کی وجہ سے جو میرے دل میں علی کی طرف سے تھی علیؑ کی غیبت کی۔ میری بات سے حضرت کے بشرہ مبارک میں تغیر ہوا اور فرمایا اے بریدہ ایسے شخص کی غیبت کرتا ہے جو تم میں میرے بعد سب سے بہتر اور اولی ہے۔ او جب میں نے یہ بات آنحضرت کی زبانی سنی میں نے عرض کیا کہ یارسول اللہ میں نے توبہ کی اور خدا کی طرف رجوع کی ایسی بات سے جو آپ کے غیظ و غضب کا باعث ہوئی ہے۔ التماس یہ ہے کہ میرے حق میں دعا کیجئے اور طلب آمرزش کیجئے۔ حضرت نے فرمایا کہ جبتک علی آوے۔ ناگاہ علی آئے اور مسجد کے ایک گوشہ میں بیٹھکر جوتیوں کی اصلاح میں مشغول ہوئے۔ میں نے عرض کیا کہ یارسول اللہ اپنا وعدہ پورا کیجیے کیونکہ علی آگئے ہیں۔ آنحضرت نے فرمایا یا خاصف النعل ہذہ بریدۃ جاء لقیع فیک و یذکرانہ وعرصدرہ علیک وقد قلت لہ انک لیقطع فی رجل ہو اولی الناس بکم بعدی وقد سالنی ان استغفرلہ استغفرلہ (اے جوتی گانٹھنے والے یہ بریدہ ہے جو تیری شکایت کرتا ہوا آیا تھا اور میں نے اس سے کہا کہ تو اس شخص کی شکایت کرتا ہے جو میرے بعد تم میں سب سے بہتر ہے اور اس نے درخواست کی کہ اسکے لئے استغفار کروں پس ہم اسکے واسطے استغفار کریں۔) بریدہ کہتا ہے کہ اس بات کے بعد رسول اللہ نے میرے واسطے استغفار کیا اور علی نے بھی میرے واسطے آمرزش طلب کی۔ میں اپنے گھر آیا۔ کہتے ہیں کہ بریدہ جنگ جمل و صفین میں علی کے ساتھ رہے +

او کلی۔ حلبی۔ طبری۔ ابن اثیر۔ سیوطی۔ بخاری مسلم اور ابن ابی الحدید وغیرہ نے لکھا ہے کہ حضرت عمر نے فرمایا کہ بیعت ابوبکر کی فلتہ[1] ناگہانی تھی کہ خدا نے اسکی شر سے بچایا۔ چنانچہ طبری کی روایت اسطرح ہے۔ عبدالرحمن بن عوف کہتے ہیں کہ میں نے حضرت عمر کے ساتھ حج کیا اور امیرالمومنین (عمر) کو منیٰ میں دیکھا ایک شخص نے ان سے کہا کہ میں نے فلاں شخص کو یہ کہتے سنا ہے کہ اگر عمر مرجائینگے تو ہم فلاں شخص سے بیعت کرلیں گے۔ عمر نے یہ سنکر کہا کہ میں شام کو ان لوگوں میں کھڑے ہوکر ڈراؤنگا جو لوگوں سے خلافت کو غصب کرنے کا ارادہ رکھتے ہیں۔ میں نے کہا اے امیرالمومنین یہاں تو موسم حج میں لوگوں کا بڑا ہجوم اور شور و شغب ہوگا یہاں تو آپکو سنائی بھی نہ دے گا۔ اور کچھ پرواہ بھی نہ کریں گے ذرا صبر کیجیے مدینہ میں جاکر ایسا کیجیے گا۔ اور خاص اصحاب رسول سے بیان کیجیے گا۔ وہاں جو کچھ فرمائیے گا وہ غور سے سنیں گے۔ عمر نے کہا واللہ میں مدینہ میں جاتے ہی ایسا کرونگا۔ پس مدینہ میں آکر عمر منبر پر گئے اور فرمایا کہ میں ایک بات کہتا ہوں اسے یاد رکھنا

(بقیہ صفحہ ۱۷) اسنے کندہ قبیلہ میں جا کر کیا وجہ۔ پھر علی سے کہا کہ تم ہاتھ بڑھاؤ ہم تم سے بیعت کرتے ہیں۔ قسم خدا کی اگر تم چاہو تو ابھی ہم سوار و پیادہ سے اس (میدان) کو بھر دیں۔ حضرت علی نے انکار کیا۔ اور فرمایا ہمکو تیرے مشورہ کی حاجت نہیں ہے[1] کامل ابن اثیر میں بجائے فلتہ کے فتنہ لکھا ہے[2] ابن ابی الحدید۔ لکھتا ہے کہ جاحظ کہتا ہے کہ عمار یاسر نے کہا تھا کہ عمر مرجائینگے تو ہم علی سے بیعت کرلینگے +

اور کسیکو حلال نہیں ہے کہ مجھے جھٹلائے - اللہ تعالی نے محمد کو حق کے ساتھ بھیجا اور اُن پر کتاب نازل کی اور اُسمیں آیہ رجم تھی پس رجم کیا رسول اللہ نے اور رسول اللہ کے بعد ہمنے رجم کیا - اور مجھے اندیشہ ہے کہ جب زیادہ زمانہ گزر جائیگا تو کوئی کہنے والا کہیگا کہ ہم تو رجم کو کتاب خدا میں نہیں پاتے - پس لوگ گمراہ ہو جائیں گے - اُس فریضہ کے ترک کرنے سے جو اللہ نے نازل کیا ہے اور مجھے یہ خبر پہنچی ہے کہ تم میں سے کوئی کہتا ہے کہ اگر امیر المومنین مرجائیں گے تو میں فلاں سے بیعت کرونگا - پس وہ اِس بات پر مغرور نہ ہو جائے کہ ابو بکر کی بیعت ناگہانی ہوگئی - وہ تو بیشک ناگہانی تھی - مگر خدا نے اُسکی شر سے بچا لیا - اور تم میں سے کوئی ایسا نہیں ہے کہ جس طرح ابو بکر کے آگے گردنیں خم ہوگئی تھیں اسیطرح اُسکے سامنے بھی خم ہو جائیں اگر ایسا تم میں سے کوئی ایسا کریگا تو اُسے قتل کرونگا +

ابن ابی الحدید لکھتا ہے کہ شیعہ اس بات کو قبول نہیں کرتے کہ ابو بکر کی بیعت ناگہانی ہوگئی بلکہ وہ کہتے ہیں کہ اسکا پہلے سے انتظام و بند و بست کیا گیا تھا - چنانچہ محمد بن ہانی مغربی کہتا ہے ؎ ولکن امرًا کان أبرم بینہم - وان قال قوم فلتة غیر مبرم + (لیکن یہ ایک امر ایسا تھا کہ اُنہوں نے آپس میں پہلے ہی اُسکا انتظام و بند و بست کرلیا تھا اگرچہ اُسکی قوم یہ کہتی ہے کہ ناگہانی تھا جسکا پہلے سے انتظام نہیں کیا گیا تھا - اور دوسرا شاعر کہتا ہے ؎ زعموا بانہا فلتة فاجبہ لا - ورب البیت والرکن المشید + انما انت تھوو النسجت - بینہم اسبابہا النسیج الرواو +

(ج) بعض دیگر روایتیں جنسے بیعت سقیفہ پر روشنی پڑتی ہے

(۱) جب لوگوں نے ابو بکر پر اجتماع کیا - تو ابو بکر نے مہاجر وانصار کی عورتوں پر مال تقسیم کیا اور کچھ مال زید بن ثابت کے ہاتھ قبیلہ بنی عدی بن النجار کی ایک عورت کے پاس بھیجا اُس نے یہ کہکر واپس کردیا کہ کیا تم لوگ مجھے رشوت دیکر دین سے ہٹاتے ہو (ابن ابی الحدید)

(۲) ابن عباس کہتے ہیں کہ عمر نے مجھ سے کہا کہ اے ابن عباس ابو بکر اس سبب سے خلیفہ ہوئے کہ لوگوں نے تم میں نبوت اور خلافت کا اجتماع پسند نہ کیا - میں نے کہا اے امیر المومنین یہ کیوں - کیا اُنہوں نے ہمکو خیر نہیں پایا - فرمایا خیر کیوں نہیں پایا بلکہ اس سبب سے کہ اگر وہ ایسا کرتے تو تم اُن پر بہت ہی فخر کرتے +

(۳) ابن عباس کہتے ہیں کہ ایک موقعہ پر مجھ سے عمر نے کہا کہ اے ابن عباس تمہارا صاحب علی بعد رسول کے خلافت کے لئے سب سے اولی تھا - مگر اُس میں دو باتیں تھیں ایک تو کم سن ہونا اور دوسرے بنی عبد المطلب کے ساتھ اُسکی محبت +

(۴) علی نے عمر سے قسم دیکر پوچھا کہ آیا رسول اللہ نے تمہاری خلافت پر نص کیا تھا - عمر نے کہا نہیں - کہا پھر تو اور تیرا ساتھی کیونکر خلیفہ بنگئے - عمر بولے میرا صاحب تو مر گیا اور میں خلافت سے دست بردار ہوا جاتا ہوں آپ کے سپرد کرتا ہوں - علی نے کہا خدا اُسکی ناک کو توڑے جو تجھ سے نفاذ کرے مگر خدا نے تعالی نے مجھے علم دیا ہے - پس جبکہ میں کھڑا ہوں اور کوئی میری مخالفت کرے تو گمراہ ہوگا +

(۵) ابن ابی الحدید لکھتا ہے کہ ابو بکر احمد جوہری نے امام شعبی سے روایت کی ہے کہ ابو بکر نے عمر اور خالد کو علی اور زبیر کے پاس بھیجا پس عمر تو گھر میں گھس گئے اور خالد باہر کھڑے رہے - عمر نے زبیر سے کہا کہ یہ تلوار تمہارے ہاتھ میں کیسی ہے - زبیر نے کہا علی سے بیعت کرانیکے لئے تیار ہے - اور گھر میں بہت سے آدمی تھے مقداد اور تمام بنی ہاشم - پس عمر نے تلوار چھینکر گھر کے ایک پتھر پر مار کر توڑ دی - اور زبیر کو پکڑ کر باہر نکالا - اور خالد سے کہا اسے پکڑ لے - اور گھر کے باہر خالد کے ساتھ بہت سے آدمی تھے کہ ابو بکر نے بھیجے تھے علی اور زبیر کے مقابلہ پر - پس عمر دوبارہ گھر میں گھسے اور علی سے کہا اُٹھ اور بیعت کر - علی نہ اُٹھے پس عمر نے ہاتھ پکڑ کر کہا اُٹھ - علی نے انکار کیا - پھر زبردستی گھسیٹکر زبیر کی طرح علی کو بھی خالد کے حوالہ کیا - خالد نے دونو کی مشکیں باندہ لیں اور عمر اور اُنکے ساتھی اُنکو باندھے ہوئے کھینچتے چلے لوگ کھڑے ہوئے دیکھتے تھے اور مدینہ کے بازار لوگوں سے

بھر گئے تھے۔ فاطمہ عمر کے اس فعل پر بہت چیخیں چلائیں۔ اور بہت سی ہاشمی عورتیں ان کے علاوہ اور عورتیں اُنکے پاس جمع ہو گئیں۔ فاطمہ نکلکر اپنے دروازہ تک آئیں اور آواز بلند کہا کہ اے ابو بکر کیسے جلدی تمنے اہلبیت رسول کو مغلوب کر لیا
پھر ابو بکر جوہری لکھتا ہے کہ ہم عبداللہ بن موسیٰ بن عبداللہ بن حسن بن علی بن ابیطالب کے پاس آئے ایک گروہ کے ساتھ۔ جبکہ ہم حج سے واپس آرہے تھے ہمنے اُن سے کچھ مسئلے پوچھے مینے اُن سے حضرت ابو بکر اور حضرت عمر کے بارہ میں سوال کیا۔ کہا میں تمکو وہی جواب دیتا ہوں جو میرے دادا عبداللہ بن الحسن نے جواب دیا تھا۔ (جب اُن سے ان دونوں کی بابت سوال کیا گیا تو) کہا کہ ہمارے ایک دادی صدیقہ بنی مرسل کی بیٹی تھیں اور وہ ایک قوم سے غضبناک مریں اُنکے غضبناک ہونے کی وجہ سے ہم بھی غضبناک ہیں پھر کہا آیا ہو سکتا ہے کہ ہماری دادی تو ناراض مریں اور ہم راضی ہو جائیں۔ پھر ہم اُنکی اولاد کرام سے کیونکر ہو سکتے ہیں (اسکے بعد ابن ابی الحدید لکھتا ہے کہ میرے نزدیک تحقیق یہ ہے کہ فاطمہ ابو بکر اور عمر سے ناراض مریں۔ اور وصیت کر گئیں کہ یہ دونوں اُنکے جنازہ کی نماز نہ پڑھیں +

(۶) ابو بکر جوہری لکھتا ہے کہ ابو بکر منبر پر خطبہ پڑھ رہے تھے امام حسن نے کھڑے ہو کر کہا کہ میرے باپ کے منبر سے اُتر آ ابو بکر نے کہا تم سچ کہتے ہو واللہ یہ منبر تمہارے ہی باپ کا ہے میرے باپ کا نہیں ہے اور اپنی گود میں بٹھا لیا اور رونے لگے پھر علی نے ابو بکر کو کہلا بھیجا کہ یہ لڑکا نو عمر ہے اور مینے اُسے نہیں سکھایا تھا۔ ابو بکر نے کہا آپ سچ فرماتے ہیں میں آپ کو متہم نہیں کرتا۔ (نیز صواعق و سیرۃ الحلبیہ جلد ۱ صفحہ ۳۰۰ ملاحظہ ہو۔)

(۷) ایسا ہی واقعہ حضرت امام حسین کا حضرت عمر کے ساتھ پیش آیا تھا۔ چنانچہ کنز العمال اور ازالۃ الخفا جلد ۲ میں ہے کہ امام حسین نے عمر سے کہا کہ میرے باپ کے منبر سے اُتر جا جناب عمر نے کہا تمہارے ہی باپ کا منبر ہے میرے باپ کا نہیں ہے اور حضرت کو اپنے پاس بٹھا لیا۔ بعد اسکے اپنے ساتھ گھر لیگئے اور ٹہلا دیکر پوچھا کہ سچ کہو کس نے تمکو اس جملہ کی تعلیم کی تھی جناب امام حسین نے کہا واللہ ما علمنی احد خدا کی قسم مجھے کسی نے نہیں سکھایا (نیز دیکھو صواعق محرقہ و سیرۃ الحلبیہ ص ۳۰۰) +

(۸) ابو بکر جوہری لکھتا ہے کہ سلمان اور زبیر اور بعض انصار کی یہ خواہش تھی کہ رسول اللہ کے بعد علی کی بیعت کریں پس جب ابو بکر کی بیعت ہوئی تو سلمان نے کہا صحابہ سے کہ تمنے کیا اور کچھ نکیا۔ اگر تم اہلبیت رسول میں سے خلیفہ بناتے تو تم میں سے دو آدمیوں میں بھی اختلاف واقع نہوتا۔ اور مزے سے گزارتے +

(۹) جب رسول اللہ کا انتقال ہوا تو ابو بکر اور عمر رسول اللہ کے دروازہ پر بیٹھے تھے کہ مغیرہ بن شعبہ کا اُنکی طرف گزر ہوا پوچھا یہاں کیوں بیٹھے ہو شیخین بولے کہ ہم اس شخص (علی) کی راہ دیکھ رہے ہیں کہ باہر آئے تو ہم اُس سے بیعت کریں۔ پس مغیرہ نے کہا تم جو اس گھر کے مالک سے بیعت کرنے کے انتظار میں ہو یہ قریش پر کیسا گراں اور ناگوار گذریگا یہ سنکر شیخین کھڑے ہو گئے اور سقیفہ کیطرف روانہ ہوئے (ابن ابی الحدید)

(۱۰) ابن عباس کہتے ہیں کہ میں اور عمر ہاتھ میں ہاتھ دئے ہوئے مدینہ کی ایک کوچہ میں چلے جاتے تھے۔ عمر نے کہا اے ابن عباس میں گمان کرتا ہوں کہ تمہارے صاحب (علی) پر ظلم ہوا۔ ابن عباس کہتے ہیں مینے اپنے دلمیں کہا کہ قسم بخدا مجھے پھر ایسا موقعہ ہاتھ نہیں آئیگا۔ اور جواب دیا کہ اے امیر المومنین پھر جو کچھ اُن سے بظلم چھینا گیا ہے اُنہیں واپس کر دیجئے یہ سنکر عمر نے میرے ہاتھ میں سے اپنا ہاتھ نکال لیا اور تھوڑی دور گنگناتے ہوئے چلے گئے۔ پھر ٹھہر گئے اور میں اُن تک جا پہنچا فرمانے لگے اے ابن عباس میں گمان کرتا ہوں کہ تمہاری قوم نے تمہارے صاحب کی کمسنی کی وجہ سے اُنکو خلیفہ نہونے دیا۔ اُنہوں نے اُنکو صغیر سمجھا۔ پس مینے اپنے دلمیں کہا کہ خدا کی قسم یہ اور بھی بدتر ہے۔ اور حضرت عمر کو جواب دیا کہ واللہ اللہ نے اور اُسکے رسول نے تو اُنکو کمسن نہ جانا تھا جب اُسے حکم دیا تھا کہ تمہارے صاحب ابو بکر سے سورہ برأت لیلے اُسپر عمر مجھ سے روگردانی

کرکے ہوئے چت لیٹے اور میں واپس چلا آیا (ابن ابی الحدید از کتاب موفقیات زبیر ابن البکار)

(۱۱) ابن عباس کہتے ہیں کہ میں عمر کے ساتھ شام کیطرف گیا وہ ایک دن اپنے اونٹ پر اکیلے نکلے میں بھی ساتھ ہو لیا مجھ سے کہنے لگے اے ابن عباس میں تیرے تمہارے ابن عم کی شکایت کرتا ہوں میں نے اُن سے کہا تھا کہ میرے ساتھ چلو مگر وہ نہ آئے۔ اور میں اُنکو ہمیشہ اپنے سے غضبناک دیکھتا ہوں۔ تمکو بھی اسکا کچھ سبب معلوم ہے وہ مجھ سے غضبناک کیوں رہتے ہیں۔ میں نے کہا کہ اے امیر المومنین آپ بھی خوب جانتے ہیں۔ عمر بولے میں گمان کرتا ہوں کہ وہ خلافت کے فوت ہو جانے سے مغموم رہتے ہیں۔ میں نے کہا یہی بات ہے اُنہیں یہ زعم ہے کہ رسول اللہ نے خلافت اُنکے لئے چاہی تھی۔ پس عمر بولے اے ابن عباس رسول اللہ کے چاہنے سے کیا ہوتا ہے جب خدا نے نچاہا۔ بات یہ ہے کہ رسول اللہ نے چاہا تھا اور خدا تعالیٰ نے اسکے غیر چاہا۔ پس خدا کی مراد جاری ہوئی اور رسول اللہ کی مراد جاری نہ ہوئی۔ دیکھو رسول اللہ نے بہت ہی چاہا کہ اُنکا چچا اسلام لے آئے لیکن خدا نے نچاہا۔ تو وہ اسلام نہیں ہی لایا۔ رسول اللہ نے چاہا تھا کہ مرض موت میں خلافت کیلئے علی کا نام لیویں۔ مگر میں نے فتنہ اور امر اسلام کے پراگندہ ہو جانے کے خوف سے روک دیا۔ رسول اللہ بھی میرے دل کی بات کو سمجھ گئے اور رک گئے اور اللہ نے جو مقرر کیا تھا وہ ہوا (ابن ابی الحدید جلد ۳ جزو ۱۲ ص ۹)

(۱۲) ابن عباس کہتے ہیں کہ میں عمر کی ابتدائی خلافت میں عمر کے پاس گیا دیکھا کہ ایک صاع دساڑھے تین سیر کھجور بوریئے پر اُنکے آگے رکھی ہیں۔ مجھ سے کہا تم بھی کھاؤ۔ میں نے ایک کھجور اُٹھا لی۔ عمر کھانے لگے اور سب کھا گئے۔ پاس ٹھلیا رکھی تھی اُس میں سے پانی پیا اور گاؤ تکیہ پر ٹیک لگا کر لیٹ رہے اور بار بار شکر خدا کرنے لگے۔ پھر بولے اے عبد اللہ کہاں سے آئے۔ میں نے کہا مسجد سے پوچھا تمہارے ابن عم کیا کر رہے تھے۔ ابن عباس کہتے ہیں میں سمجھا کہ عبد اللہ بن جعفر کو پوچھتے ہیں پس میں نے کہا کہ اپنے ہمجولیوں سے کھیل رہے ہیں۔ عمر نے کہا کہ میری اُس سے مراد نہیں ہے۔ بلکہ تم اہل بیت کے عظیم سے مراد ہے۔ میں نے کہا وہ تو فلاں شخص کے کھجوروں کے باغ میں پانی دے رہے ہیں۔ اور قرآن پڑھتے جاتے ہیں۔ عمر بولے اے عبد اللہ تمکو قسم ہے سچ کہنا اگر چھپاؤ تو تیرا اونٹوں کی قربانی واجب ہو جائے۔ آیا اب بھی علی کے دل میں کچھ خلافت کا خیال باقی ہے میں نے کہا ہاں باقی ہے۔ کہا کیا اُسکا زعم یہ ہے کہ رسول اللہ نے اُسکے لئے نص کیا تھا۔ میں نے کہا ہاں۔ اور اس سے بڑھکر اور سُنیئے میرے والد سے علی کے دعویٰ کی بابت پوچھا گیا تو اُنہوں نے کہا کہ سچا ہے۔ پس عمر بولے کہ بیشک رسول اللہ سے اُسکے امر میں چند ایسی باتیں ہوتی تھیں جن سے کوئی حجت ثابت نہیں ہوتی اور کوئی عذر قطع نہیں ہوتا یعنے صریح نہ ہوتی تھیں۔ اور کبھی اُسکے امر میں مبالغہ کرتے تھے اور اُس محبت کے سبب جو علی سے رکھتے تھے علی کے باب میں حق سے باطل کی طرف مائل ہونا چاہتے تھے اور بتحقیق مرض موت میں علی کے نام کی تصریح کر دینی چاہی تھی۔ پس میں نے اس سے روکدیا۔ بنظر شفقت اسلام۔ قسم خدائے کعبہ کی اُسپر کبھی قریش کا اجتماع نہ ہوگا اور اگر اُسے خلیفہ بنا بھی لیں گے تو ہر طرف سے عرب اُس سے شورش کرینگے۔ پس رسول اللہ سمجھ گئے کہ میں اُنکے دل کی بات تاڑ گیا۔ پس وہ رک گئے ابن ابی الحدید کہتا ہے کہ اس خبر کو احمد بن ابی طاہر نے اپنی تاریخ بغداد میں لکھا ہے (ابن ابی الحدید جلد ۲ جزو ۱۲ ص ۱۰)

(۱۳) استیعاب میں ہے کہ جب خروج کیا طلحہ اور زبیر نے تو ام الفضل بنت حارث نے جناب امیر کو اُنکے خروج کی خبر لکھی جواب میں جناب امیر نے فرمایا کہ طلحہ اور زبیر سے تعجب ہے۔ بتحقیق جب آنحضرت کا انتقال ہوا ہم کہتے تھے کہ ہم اُن حضرت کے اہل اور اولیا ہیں پس آنحضرت کی بادشاہت میں ہمسے کوئی منازعت نکریگا پس ہماری قوم نے ہمسے انکار کیا اور ہمارے غیر یعنے ابو بکر کو والی بنایا اور قسم خدا کی اگر اسلام میں تفرقہ پڑ جانے کا اندیشہ نہوتا اور اس کا کہ کفر واپس آجائیگا اور دین ہلاک ہو جائیگا تو البتہ میں تغیر کر دیتا یعنے حضرت ابو بکر کو مسند خلافت سے ہٹا دیتا۔ پس میں نے صبر کیا بعض رنجوں پر اور پھر ہو گیا

ہمنے اس صبر کو مگر نیک اور بہتر۔ پھر لوگ عثمان پر جھپٹے اور اُسے قتل کر ڈالا اور مجھ سے بیعت کر لی اور کینے میری بیعت کو مکروہ نہ جانا۔ مگر اُنہوں نے (طلحہ و زبیر نے) ایک مہینہ بھی صبر نہ کیا اور خروج کر بیٹھے عراق کی طرف بیعت توڑ کر بارا لہا پکڑ انکو اس فتنہ کے سبب سے جو مسلمانوں کے واسطے اُنہوں نے برپا کیا ہے +

(۴۱) کامل ابن اثیر (جلد ۳ صفحہ ۲۵) میں ہے کہ کہا عمر نے کہ اے ابن عباس کچھ جانتے ہو تمہاری قوم نے تم لوگوں کو کیوں محروم کیا ابن عباس کو جواب دینا مکروہ معلوم ہوا کہا اگر ہم نہیں جانتے تو امیرالمومنین آپ بتلا دینگے +

عمر۔ تمہاری قوم نے سمجھا کہ نبوت و خلافت دونو تمہارے خاندان میں رہیں جن سے تم اپنی قوم پر فخر و مباہات کرو لہذا قریش نے خلافت کو اپنے ہاتھ میں لیا اور اپنی طرف سے خلیفہ بنایا۔ اس کارروائی میں قریش صواب پر ہیں اور اُنہوں نے نیک توفیق پائی

ابن عباس۔ اے امیرالمومنین اگر اجازت کلام کی دیجیے اور غصہ کو دور کر ڈالئے تو میں بھی کچھ کہوں۔ عمر۔ کہو۔

ابن عباس۔ امیرالمومنین کا یہ کہنا کہ قریش نے خلافت اپنے ہاتھ میں لے لی اور باختیار خود خلیفہ مقرر کرنے میں نیک توفیق پائی اور اچھا کیا اگر مطابق حکم خدا ایسا کرتے تو بیشک صواب اُنکے ہاتھ لاتا اور نہ کوئی تغیر کرتا اور نہ کوئی اُن سے حسد کرتا۔ باقی یہ کہ قریش نے ہم میں نبوت و خلافت کے جمع ہونے سے کراہت کی تو خدا ایک قوم کی کراہت کے بارے میں کہتا ہے (ترجمہ آیہ) اور یہ لیسبب اسکے ہے کہ اُنہوں نے کراہت کی اُس چیز سے جسکو نازل کیا خدا نے پس حبط کر دیا خدا نے اُن کے اعمال کو (الآیہ) +

عمر۔ ہیہات ہیہات افسوس افسوس اے ابن عباس ضرور مجھکو تمہاری بہت سی باتوں کی خبریں پہنچی ہیں جنکو اس وجہ سے تجھسے نہ ذکر کیا کہ اُسکے اقرار سے تمہارا مرتبہ میرے نزدیک زائل نہ ہو جائے +

ابن عباس۔ اے امیرالمومنین وہ کونسی باتیں ہیں۔ اگر حق ہے تو ضرور میری منزلت گھٹنی چاہیے اور اگر باطل خبریں پہنچی ہیں تو میں اپنی برات ثابت کروں گا +

عمر۔ میں نے سنا ہے کہ تم کہتے ہو خلافت ہم لوگوں سے ازراہ حسد و بغاوت و ظلم چھینی گئی ہے +

ابن عباس۔ ظلم کا حال تو جاہل اور علیم سبکو معلوم ہے باقی رہا حسد۔ پس حضرت آدم سے حسد کیا گیا اور ہم لوگ اُنہیں کی اولاد ہیں اور ہم سے بھی لوگ حسد رکھتے ہیں +

عمر۔ ہیہات ہیہات اے ابن عباس واللہ تم لوگ بنی ہاشم کے دل نے بجز حسد کے ہر بات سے انکار کیا ہے (یعنے بنی ہاشم کے دل میں محض حسد بھرا ہوا ہے) +

ابن عباس۔ بس بس اے امیرالمومنین جس قوم کو دلوں کی تعریف خدا نے انما یرید اللہ لیذھب عنکم الرجس و یطھرکم تطھیرا سے فرمائی ہے (نکالدیا خدا نے اُن سے رجس ناپاکیزگی کو اور پاک کیا پورے طور پر) حسد اور کھوٹے پن سے اُنکی طرف حسد اور غش کی نسبت نکرو کہ حضرت رسول کا دل بھی انہیں بنی ہاشم سے ہے +

عمر۔ تم میرے سامنے سے ہٹ جاؤ +

ابن عباس۔ ایسا ہی کرونگا۔ جب اُٹھنے لگے تو عمر شرمائے اور کہا کہ اے ابن عباس ٹھیر جاؤ قسم خدا میں تمہارے حقوق کی رعایت کرتا ہوں۔ اور تمہاری خوشی کو دوست رکھتا ہوں۔ ابن عباس نے کہا اے امیرالمومنین ضرور میرا حق تمپر ہے اور ہر مسلمان پر جس نے اُسکی حفاظت کی وہ اپنے نصیب کو پہنچا۔ اور جس نے ضایع کیا اُس نے اپنا نصیب کھو دیا بعد اسکے ابن عباس اُٹھ کر چلے گئے +

(مسعودی۔ برحاشیہ کامل ج ۵ ص ۱۳۵) عمر نے ابن عباس سے کہا کہ حمص کا حاکم مرگیا۔ اور وہ اہل خیر سے تھا اور اہل خیر

ہمیشہ کم ہوتے ہیں ہم اُمید کرتے ہیں کہ تم بھی اہل خیر سے ہو مگر ہمکو تمہاری طرف سے ایک کھٹکا ہے جسکو تمسے دیکھا نہیں اور آپس نے ہمکو کھٹکا دیا ہے۔ تو تمہاری کیا رائے ہے وہاں کا عمل قبول کروگے؟

ابن عباس۔ جبتک تم اُس خلش کو بیان نکروگے ہم اس منصب کو قبول نکریں گے ۔

عمر۔ تمہیں اس بات سے کیا غرض ۔ ابن عباس۔ غرض ہے اگر وہی بات ہے جسکا خوف ہمکو اپنی نفس سے ہے تو بیشک اُس سے خوف کرنا چاہیئے۔ اور اگر جس کا ہمکو خوف ہے وہ نہیں ہے کوئی دوسری بات ہے جس سے ہم بری ہیں تو بیشک تمہارے حکم کو قبول کرینگے۔ کیونکہ میں کمتر کسی بات کو دیکھتا یا گمان کرتا ہوں مگر یہ کہ اُسکا مشاہدہ کرلیتا ہوں۔

عمر۔ وہ بات یہ ہے کہ مجھکو اسکا خوف ہے کہ اگر اجل معین اُس زمانہ میں آگئی کہ تم ہماری طرف سے عامل ہو تو ضرور تم لوگوں کو اپنی طرف کھینچوگے کہ آؤ ہماری طرف اور نہ جائیں گے تم لوگوں کی طرف سوائے تم لوگوں کے ۔

(کتاب المحاضرات امام راغب صفہانی) ابن عباس کہتے ہیں کہ میں ایک رات عمر کے ساتھ سیر کر رہا تھا وہ خچر پر تھے اور میں گھوڑے پر۔ پس اُنہوں نے ایک آیہ پڑھی جسمیں حضرت علی کا ذکر تھا۔ کہا اے فرزندان عبدالمطلب قسم خدا کی علی تم لوگوں میں اس خلافت کے لئے ہمسے ہی بہتر تھے اور ابوبکر سے بھی۔ میں نے اپنے دلمیں کہا اگر میں یہاں جواب سے درگذر کروں تو خدا مجھسے درگذر نکرے۔ میں نے کہا کہ آپ ایسا کلمہ کہتے ہیں یا امیرالمومنین۔ حالانکہ آپ اور آپ کے صاحب (ابوبکر) ہی وہ دو شخص تھے جو اس موقع پر کود پڑے اور اُنکے حق کو چھین لیا۔ اور کوئی تو اسکا باعث نہیں ہوا۔ کہا عمر نے دور ہو جاؤ۔ اے فرزندان عبدالمطلب تمہیں معلوم رہنا چاہیئے۔ کہ تم اصحاب عمر سے ہو۔ ابن عباس کہتے ہیں کہ میں کلام سنکر کچھ پیچھے ہٹا اور وہ کچھ دیر کے لئے آگے بڑھ گئے پھر کہا کہ تم جاؤ ہم نہ جائیں گے۔ پھر کہا اپنے کلام کا پھر سے اعادہ کرو میں نے کہا کہ تمنے ایک بات کہی تھی اُسکا جواب دیا۔ اگر تم سکوت کروگے تو ہم بھی سکوت کر جائیں گے۔ عمر نے کہا کہ واللہ ہمنے یہ کام عداوت سے نہیں کیا مگر کمسن جانا اُنہیں اور ڈرے اس سے کہ عرب اُنپر نہ مجتمع ہوں حالانکہ قریش ان سے علیحدہ رہنے والے ہونگے۔ کہا ابن عباس نے کہ اسپر میں نے یہ کہا کہ رسول اللہ تو اُنکو تنہا بھیجتے تھے اور حضرت سبکو پیچھے چھوڑ دیتے تھے حضرت نے نہ کبھی اُنکو صغیر جانا۔ اب تم اور تمہارے صاحب اُنکو صغیر جانتے ہو۔ کہا ہاں۔ پھر دیکھتے ہو کہ کس طرح ہم اُنکے مشورہ بغیر کوئی امر نہیں کرتے اور نہ کوئی کام بغیر اُنکے اذن کے کرتے ہیں (استقصاء الافحام)

(۱۰) مسئلہ خلافت میں بعض نصرانی مورخوں کی رائے (۱) مسٹر ڈیون پورٹ مورخ انگریزی اپنی کتاب خلافت میں لکھتے ہیں ان دو فرقوں سنی اور شیعہ میں سے ایک نے رسول اللہ کے خسر ابوبکر کو اُنکا جانشین مانا اور دوسرے فرقہ نے اُنکے عمزاد بھائی اور داماد علی سے جیسا کہ اقتضائے مزید انصاف اور حمیت ہے تو لا رکھی۔ باین نظر کہ آنحضرت اُن سے بیشتر محبت و اُلفت علانیہ رکھتے تھے اور چند مرتبہ اُنکو اپنا جانشین بھی ظاہر کیا تھا۔ علی الخصوص دو موقعوں پر۔ (۱) ایک جب آنحضرت نے اپنے گھر میں بنی ہاشم کی دعوت کی تھی اور علی نے باوصف تمسخر و توہین کفار اپنا ایمان لانا ظاہر کیا حضرت نے اپنی باہیں اس جوان کے گلے میں ڈالکر چھاتی سے لگا کے باواز بلند کہا دیکھو میرے بھائی میرے وصی میرے خلیفہ کو اور (۲) دوسرے جب آنحضرت نے اپنے انتقال سے چند ماہ پیشتر خطبہ پڑھا تھا بحکم خدا۔ جسکو جبرئیل آنحضرت کے پاس لائے تھے اور یوں کہا تھا کہ آپ پر اے پیغمبر صلوٰۃ و رحمت میں خدا کی طرف سے لایا ہوں اور اُسکا حکم آپ کے پیروؤں کے نام جسکو آپ بغیر تاخیر کے سنا دیجئے اور شریروں سے کوئی خوف نکیجئے اسواسطے کہ وہ خدا توانا ہے اور بچا دیگا آپ کو لوگوں سے۔ بموجب اس حکم کے آنحضرت نے لشکر سے کہا کہ لوگوں کو جمع کرے جس میں آنحضرت کے پیرو اور یہودی اور نصرانی اور مختلف باشندے بھی حاضر ہوئیں یہ جمعیت ایک گاؤں کے پاس ہوئی جسے تم غدیر کہتے ہیں۔ جو نواح شہر جحفہ میں مکہ اور مدینہ کے درمیان واقع ہے۔ پہلے اس

مقام کو کل موانع سے صاف کیا گیا اور ۱۰ اپریل ۶۳۲ء کو وہ حضرت ایک بلند منبر پر گئے - جو وہاں اُنکے لئے نصب کیا گیا تھا اور
جبکہ ہزاروں حاضرین نہایت توجہ سے سنتے تھے - ایک خطبہ حضرت نے بڑی شان و شوکت فصاحت و بلاغت سے پڑھا -
جسکا خلاصہ یہ ہے "تمام حمد و ثنا اُس یکتا خدا کو ہے جسکو کوئی دیکھ نہیں سکتا اُسکا علم گزشتہ و حال و آئندہ پر شامل
ہے اور اُسکو نہایت پوشیدہ اسرار آدمیوں کے دل کے معلوم ہیں اسواسطے کہ اُس سے کوئی چیز چھپ نہیں سکتی اگرچہ وہ
بیقیاس بعید ہے تاہم ہم سے قریب ہے یہی وہ ہے کہ جس نے آسمان و زمین کو اور جو کچھ اُنمیں ہے پیدا کیا - وہی ایک
غیر فانی ہے اور جو کچھ کہ ہے سب اُسکی قدرت و اختیار کے تابع ہے - مگر اُسکی رحمت و فضل سب کو شامل ہے - جو کچھ
اُس سے سرزد ہوتا ہے اُسمیں مصلحت ہوتی ہے - عقاب میں تاخیر کرتا ہے اور سزا دینا بھی اُسکا خالی رحمت سے نہیں ہے
بیسر اُسکی ذات کا مکنات کو مجہول ہے اور ہمیشہ مجہول رہیگا اُسکے حکم سے آفتاب و ماہتاب اور باقی اجرام سماوی
اپنی راہ پر جو اُس نے مقرر کر دی ہے چلتے ہیں - جو کچھ وہ چاہتا ہے چاہیے وہ آسمان پر ہو چاہے زمین میں وہ
ضرور ہی ہوتا ہے - زندہ سے جان لیسکتا ہے اور مردہ میں پھر روح داخل کرسکتا ہے - وہی خوشی اور غم دونو
دیتا ہے اُسکے کان اُن سب لوگوں کی دعا کی طرف لگے رہتے ہیں جو اُسکو بکمال یقین مانتے ہیں اور صاف اور ناوم
دل سے اُسکی اطاعت کرتے ہیں - اما بعد اے لوگو! میں صرف بندہ محکوم ہوں اور مجھکو حقتعالی کا حکم ہوا ہے اور
میں اُسکی تعمیل میں سر نیاز بکمال خضوع و ادب جھکاتا ہوں - تین دفعہ جبرئیل میرے او پر ظاہر ہوئے اور تینوں
دفعہ اُنھوں نے مجھے حکم دیا کہ میں اپنے سب پیرووں سے خواہ وہ گورے ہوں خواہ وہ کالے یہ ظاہر کروں کہ علی میرے
خلیفہ اور وصی اور امام ہیں اور میرے گوشت و خون ہیں اور میرے ایسے ہیں جیسے ہارون موسے کے تھے اور بعد میری
وفات کے وہ تمہارے ہادی ہونگے - اور جب میں اس دنیا سے رحلت کروں تو میرے پیرووں کو اُنکی فرمانبرداری
ایسی کرنی چاہیے جیسی میری فرمانبرداری کرتے تھے جبکہ میں تم میں تھا - جس نے علی کی نافرمانی کی اُس نے خدا اور رسول
کی نافرمانی کی - اے دوستو! یہ خدا کے احکام ہیں علی نے مجھ سے سیکھے ہیں - سب وحیاں جو وقتاً فوقتاً مجھکو آئی ہیں
جو اس حکم کو نہ مانیگا اللہ کی دائمی لعنت اُسکے سر پر ضرور رہیگی - جو علی کا حکم نہ بجا لاویگا - خدا نے قرآن کے سورہ
میں علی کی تعریف کی ہے - میں دوبارہ کہتا ہوں کہ علی میرے چچا کے بیٹے اور میرے گوشت و خون ہیں - اور خدا نے
اُنکو نہایت نادر خوبیاں عنایت کی ہیں - بعد علی کے اُنکے بیٹے حسن اور حسین اور اُنکے جانشین ہوں گے - اس
خطبہ کے تمام ہونے پر ابوبکر اور عمر اور عثمان اور ابوسفیان اور دوسرے لوگوں نے علی کے ہاتھ چومے اور اُن کو
جانشین آنحضرت ہونے کی مبارکباد دی اور اقرار کیا کہ اُن کے تمام احکام کو سچے طور سے بجا لاوینگے ؞
۶۳۲ء میں صرف تین دن قبل اپنے انتقال کے آنحضرت نے پھر اپنے تابعین کو وقت ترخیص ان لفظوں سے سمجھایا
اے میرے شاگردو! آیا تم خوب یقین کرتے ہو کہ ایک ہی خدا ہے اور میں محمد اُسکا رسول ہوں اور حقیقت میں
بہشت اور دوزخ ہیں اور موت اور بعد موت کے حشر حق ہے اور ایک وقت مقرر ہے کہ اُس وقت تمام انسان
اپنی قبروں سے اُٹھکے داور حقیقی اور مطلق میں حاضر ہوں گے" سب جماعت نے ایک زبان جواب دیا ہاں
ان سب چیزوں کا خوب یقین رکھتے ہیں - اسپر رسول نے اُنکو قسم ان عقیدوں کی بمزید تاکید اس بات پر دی
کہ اُنکی آل سے زیادہ تر خاصکر کے ہمیشہ محبت رکھیں اور اُنکی عزت و توقیر کریں - بڑے شدومد سے یہ فرمایا
کہ جو مجھ سے محبت[1] رکھتا ہو وہ علی کو اپنا دوست سمجھے اللہ تائید کرے اُن کی جو دوستی رکھتے ہیں علی سے
اور غضب ایسے اُن سب پر جو اُسکے دشمن ہیں ؞

[1] یہ حدیث غدیر ہے جو لفظ مولاہ فعلی مولاہ کا ترجمہ کیا ہے - مولا کے معنی اسجگہ محبت رکھنے والا اور دوست ٹھیک نہیں ہیں - آقا مالک یا پیشوا ہونے چاہئیں ؞

ایسے مکرر اور مصرح بیانات ہیں جو خود رسولؐ کے لبوں سے ہوئے تھے ایک وقت تک یا تو شکوک و شبہ از خلافت سے دور رہا۔ مگر آخر میں سب کو مایوسی ہوئی کہ بی بی عائشہؓ ابوبکرؓ کی بیٹی آنحضرت کی زوجۂ دوم نے کچھ اپنے ناز و باز کرکے اپنے باپ کو پہلا خلیفہ لوگوں سے مقرر کروالیا ۔ ملک الموت کے انتظار میں آنحضرت کا عائشہ کے حجرہ میں جانا خواہ آنحضرت کی مرضی اور حکم سے ہوا ہو خواہ بی بی عائشہ کے حکم سے ہوا ہو بہرصورت یہ بات بھی ایسی ہے کہ خاص کر اُنکے مفید مطلب تھی۔ اسواسطے کہ بس یہ یقینی ہے کہ آنحضرت کا کہنا دربارہ جانشینی علی کے لوگوں کے کانوں تک پہنچنے پایا۔ پس علی العموم یہ سمجھا گیا کہ جیسے جناب رسول نے بدون بیان کرنے اپنی آخری وصیت کے دربارہ جانشینی کے انتقال کیا۔ اور اسی ہی سبب سے یہ بات ہوئی کہ تین خلیفوں نے پیہم راج کیا قبل اسکے کہ علی اپنے حق کو پہنچیں جس کے وہ اسقدر مستحق تھے نہ صرف بہ لحاظ قرابت و زوجیت فاطمہ دختر رسول کے بلکہ نیز بلحاظ اُن بیشمار اور بڑی بھی خدمتوں کے جو اُنہوں نے مذہب اسلام کی کیں[1] ۔

یہ بھی یقین ہے کہ شاید بی بی عائشہ کی اس کردار کے باعثوں میں سے ایک خدمت فرزندی ہو کر اپنے باپ کے خلیفہ ہونیمیں اعانت کی۔ مگر بیشک و شبہ نہایت قوی باعث اسکا بغض و کینہ دیرینہ علی کی طرف سے تھا۔ جسکا سبب یہ بات ہوئی تھی کہ معاملہ افک عائشہ میں جب آنحضرت سخت متردد و پریشان تھے علی نے آنحضرت کو مشورہ دیا تھا کہ ایک پنچایت تحقیقات کے لئے مقرر کیجائے بنابران بی بی عائشہ کو ابوبکر اور ام رومان اپنی ماں کے سامنے جوابدہی کرنی پڑی تھی۔ اور ان دونوں نے انکو بالکل بے قصور ٹھہرایا تھا علی کی یہ رائے دینا کہ بی بی عائشہ کی تحقیقات کیجائے اسکو وہ کبھی نہ بھولیں اور کبھی درگذر نہ کی۔ ہمیشہ اسکے بدلہ میں علی کو ستایا کیں اور ایسا انتقام لیا کہ [illegible] اسکے کینے نہ لیا ہوگا ۔

اسکے بعد ڈیون پورٹ سقیفہ میں حضرت ابوبکر کے خلیفہ بننے کی روایت اور حضرت عمر کے حضرت فاطمہ کا گھر پھونکنے کی دھمکی کا حال لکھکر کہتا ہے کہ عمر کیا اسطرح جری بلکہ بے محابہ کردار کا باعث بیشک یہ خیال ہوا کہ ابوبکر چونکہ سن رسیدہ ہیں تو وہ بعد رسول کے غالباً بہت دن زندہ نہیں رہیں گے۔ اُنہوں نے اُمید کی کہ ٹھیک ترکیب سے وہ خود بعد ابوبکر کے خلیفہ ہوجاسکتے ہیں۔ بشرطیکہ علی کو خارج کرسکیں۔ کہ وہی ایک مد مقابل تھے [illegible] اُنکو کیوجہ سے خوف کرنا پڑتا تھا ۔

(۲) ایرونگ لکھتا ہے جسوقت علی فاطمہ کے گھر میں یہاں کے واقعات سے بیخبر تھے اُن لوگوں نے مشورہ کی [illegible] اختیار کی جس سے علی کے حقوق برباد ہوگئے۔ یہ قریش کے حسد پر مبنی کیا جاتا ہے جو عبد الشمس کی اولاد میں تھے اور جنہیں خوف تھا کہ اگر علی کے حقوق کا لحاظ کیا گیا تو اختیار خلافت مثل خانہ کعبہ کی مجاوری کے ہمیشہ کے لئے آل ہاشم میں رہجائیگا ۔

[1] عالیجناب مولوی سید امیر علی صاحب اپنی تاریخ اسلام میں لکھتے ہیں کہ آنحضرت نے حضرت علی کو خلیفہ کرنیکا اشارہ کیا تھا مگر کوئی ضابطہ مقرر نہیں فرمایا تھا اس بات سے ذاتی طمع اسلام پر غالب آگئی اور بعد کے زمانہ میں اسکا یہ نتیجہ نکلا کہ خانہ جنگیاں شروع ہوگئیں اور مذہب میں رخنہ پڑگیا اگر اسوقت علی خلیفہ بنا دیے جاتے تو اسلام میں تباہی بخش خونریزیاں ظہور میں نہ آتیں" پھر مولوی صاحب سپرٹ آف اسلام میں لکھتے ہیں "عموماً یہ خیال کیا جاتا ہے کہ رسول نے ولیعہد نامزد نہیں کیا لیکن یہ واقعات کا ایک غلط توہم ہے کیونکہ اسکی کافی شہادت ہے کہ رسول نے اکثر مرتبہ ولیعہدی کے لئے علی کیطرف اشارہ کیا خصوصاً حجۃ الوداع سے واپسی کے موقع پر اُس جگہ جسے غدیر خم کہتے ہیں ٹھہر گئے اور مجمع میں جو الفاظ استعمال فرمائے اُس سے اُنکے ارادۂ ولیعہدی میں شبہ کی گنجائش نہیں رہتی اُنہوں نے فرمایا یہ علی اُسکی نسبت مجھ سے وہ ہے جو ہارون کو موسیٰ سے تھی خداوند اُسکے دوستوں کا دوست اُسکے دشمنوں کا دشمن ہو۔ اُسکی مدد کرجو اُسکی مدد کرے۔ اور [illegible]

(۳) رسول کے بعد اسلام کی افسری کا دعوی علی کو زیادہ مناسب معلوم ہوتا تھا (انسائکلوپیڈیا بریٹانیکا)

(۴) گو قرابت کی وجہ سے تخت نشینی کا اصول علی کے موافق ابتدا سے مانا جاتا تو وہ برباد کن جھگڑے نہ ہوتے جنہوں نے اسلام کو مسلمانوں کے خون میں غوطہ دیا (سپرٹ اوف اسلام از سیڈیو مورخ فرانس)

(۵) علی ۶۵۵ء میں تخت خلافت پر بٹھائے گئے جو حقیقت کے لحاظ سے ۲۰ برس قبل رسول کی رحلت کے بعد ملنا چاہیئے تھا (بریف سروے اوف ہسٹری)

(۶) سب سے زیادہ امیدوار علی تھے جنکا سب سے زیادہ فطری حق تھا۔ کیونکہ یہ رسول کے ابن عم اور داماد تھے اور فاطمہ سے انکی جو اولاد تھی صرف وہی رسول کی یادگار رہ گئی تھی۔ (ایرونگ)

(۷) علی کی خصائص خاندان اور قرابت انہیں اپنے ہموطنوں سے زیادہ بلند مرتبہ ٹھہراتی تھی۔ اور عرب کے خالی تخت کے لئے انکا حق جائز ٹھہرایا جاسکتا تھا۔ ابن ابیطالب اپنے ذاتی حق سے خاندان ہاشم کا سردار اور شہر کے علاوہ کعبہ کے معبد کا متولی تھا۔ نبی اب زندہ نہ تھے لیکن فاطمہ کا شوہر انکے باپ کی میراث اور دعا کی امید کرسکتا تھا۔ عرب اکثر اوقات عورتوں کی حکومت سے راضی رہے ہیں۔ رسول نے اپنے دونوں نواسوں کو گود میں پالا تھا اور منبر سے لوگوں کو دکھا دیا تھا کہ یہ سرداران جوانان بہشت اور میری عمر کی امید ہیں علی میں شاعر سپاہی اور ولی ہونے کی صفتوں کا مجموعہ تھا اسکی عقل اتبک اخلاقی ضرب الامثال سے ظاہر ہوتی ہے اس کا ہر دشمن تلوار سے لڑنے یا زبان سے اسکی جرأت و فصاحت سے مغلوب ہوجاتا تھا۔ دعوت اسلام کے شروع سے تجہیز و تکفین کے آخری کام تک اس عالی ہمت دوست نے رسول کو نہ چھوڑا۔ رسول نے اسے خوشی سے اپنا بھائی ولیعہد اور دوسرے موسی کا ہارون کہا۔ ابن ابی طالب کو لوگوں نے آخر میں طعنہ دیا کہ اپنے فائدہ کے لحاظ کے لئے اپنے حق کا اظہار نہیں کیا جس سے کل رقابت ختم ہوجاتی۔ اور حکم خدا سے ولی عہدی پر مہر ہوجاتی لیکن اس غیر متوہم مرد میدان کو اپنے اوپر بھروسہ تھا۔ سلطنت کا حسد اور مخالفت کا خوف ممکن تھا کہ رسول کے ارادہ کو معلق رکھنے دیتا کیونکہ رسول کے بستر علالت کو پرفن عائشہ نے جو علی کی دشمن اور ابوبکر کی بیٹی تھیں محصور کر رکھا تھا۔ (گبن۔ زوال سلطنت روم)

(۱۱) خطبۂ شقشقیہ | منجملہ ان واقعات کے جن سے بیعت سقیفہ اور معاملات خلافت پر روشنی پڑتی ہے خطبۂ شقشقیہ ہے[۱]

[۱] جناب امیر علیہ السلام کا یہ ایک مشہور و معروف خطبہ ہے۔ شقشقیہ لغت میں اسے کہتے ہیں جو اونٹ حالت مستی میں بکری کے پھیپھڑے کی مانند ایک چیز اپنے مونہہ سے نکالکر ڈبڈبایا کرتا ہے اور اسوقت ایک عجیب آواز بھی اسکے گلے سے پیدا ہوا کرتی ہے۔ چنانچہ حضرت نے اس خطبہ کے آخر میں جناب ابن عباس کو مخاطب کرکے فرمایا "یا ابن عباس ہیہات تلک شقشقۃ ہدرت ثم قرت" یہ عالم محویت اور شوق ہدایت خلق میں یہ باتیں میری زبان سے نکل گئیں ہیں گویا یہ ایک شقشقہ شتر کی آواز تھی جو پھر اپنے مقام پر واپس لوٹ گیا۔ لہذا یہ خطبہ اس نام سے موسوم ہوا اور اسی خطبہ کو خطبہ مقمصہ بھی کہتے ہیں کیونکہ حضرت نے جہیں عبارت اسکو شروع کیا ہے۔ اما واللہ لقد تقمصہا فلان۔ چونکہ ابتدائی جملہ میں لفظ تقمص آیا ہے اسلئے مقمصہ کہا جاتا ہے۔ ابن ابی الحدید نے شرح نہج البلاغہ میں ان لوگوں پر رد بلیغ فرمائی ہے جو اس خطبہ کو سید رضی کے کلام سے بتلاتے ہیں اور کہا ہے کہ بہت سا حصہ اس خطبہ کا میں نے اپنے شیخ ابوالقاسم بلخی کی تصانیف میں دیکھا ہے جو عہد مقتدر عباسی میں شیخ معتزلہ و بغداد اور سید رضی کی پیدائش سے مدت دراز پہلے تھا پھر اپنے شیخ و استاد ابوالخیر مصدق واسطی سے حکایت کرتا ہے کہ اس نے کہا میں اس خطبہ کو اپنے شیخ ابو محمد عبداللہ بن احمد معروف بابن الخشاب کے پاس قرات کرتا تھا۔ اثنائے قرات میں اس سے کہا کر کیا یہ کلام جناب امیر کا بنایا گیا ہے تو اس نے کہا قسم بخدا میں اسکو اسطرح جیسا ان حضرت کا کلام جانتا ہوں (دیکھو صفحہ ۴۴)

سیل مترجم قرآن لکھ جنرل ہسٹری (صفحہ ۲۴۹) میں لکھتے ہیں کہ محمد اپنے داماد علی کو اپنا ولیعہد بنانا چاہتا تھا مگر آنکے خسر ابوبکر نے لوگوں کو اپنے سے ملاکر خلافت ...

جو بالاتفاق جناب امیر کا کلام ہے اور جسے ہم نہج البلاغت سے ترجمہ کرتے ہیں "
"اے سننے والے خبردار ہو جا کہ قسم خدا کی فلاں شخص (ابوبکر) نے پیرہن خلافت کو زیب تن کر لیا۔ حالانکہ وہ خوب
جانتا تھا اور اُسے اچھی طرح یقین تھا کہ خلافت کے لئے میرا (جناب امیر کا) وہی مقام ہے اور مجھے اُس سے وہی نسبت
ہے جو قطبہ آسیا کو آسیا سے۔ مجھ سے علم کا ایک متلاطم دریا نکل رہا ہے اور میرے علم و منزلت کا پایہ وہ رفیع
و بلند ہے جہاں پہنچتے ہوئے شاہین تیز پرواز کے پر جلتے ہیں۔ جب ابن ابی قحافہ نے اس پیرہن کو ناحق اپنی
زینت بنا لیا تو میں نے اپنے اور اس خلافت کے درمیان پردہ ڈال دیا اور اس سے پہلو تہی کی۔ اور اس معاملہ میں
غور کرنا شروع کیا کہ اپنے بریدہ و شکستہ ہاتھ سے اس پر حملہ کروں یا اس ظلمت اور تاریکئ ضلالت پر صبر کروں
یہ ایک ایسی مصیبت تھی جس کے صدمہ سے خوردسال بوڑھا ہو۔ بوڑھا ضعیف ہو جائے اور مومن رنج و غم میں گرفتار ہو
یہانتک کہ وہ اپنے پروردگار سے ملاقات کرے۔ اسوقت میں نے دیکھا کہ اس واقعہ پر میرا صبر کرنا بہت ہی بہتر اور
نہایت ہی عقلمندی ہے لہذا میں نے صبر اختیار کیا۔ مگر اسوقت یہ حالت تھی کہ آنکھیں غبار اندوہ و خار مصیبت کی
خلش میں گرفتار تھیں اور حلق میں غم و غصہ کی ہچکیوں سے پھندے پڑے جاتے تھے اور میں دیکھ رہا تھا کہ میری
میراث کس طرح تاراج و غارت ہو رہی ہے۔ یہاں تک کہ اول (غاصب) تو اپنے رستہ پر گذر گیا مگر اپنے بعد خلافت
کے ڈول کو ابن الخطاب کے کنوئیں کی طرف پھینک گیا" ۔ یہانتک ارشاد فرمانے کے بعد آپ نے تمثیلاً اعشیٰ ایک
شاعر عرب کا شعر پڑھا جسکا ماحصل یہ ہے کہ ایک روز میں اپنے اونٹ پر سختیوں میں سفر کر رہا تھا اور ایک روز حیّان
برادر جابر کے ہمراہ راحت و نعمت میں محو تھا ان ہر دو روز میں کس قدر فرق ہے !

اعشیٰ قبیلہ بنی قیس میں سے ایک شاعر تھا اور حیّان و جابر دو بھائی تھے۔ حیّان بڑا تھا جابر چھوٹا۔ حیّان مقام
یمامہ میں صاحب قلعہ اور اہل دولت تھا ہمیشہ عیش و عشرت میں بسر کرتا تھا نہ سفر کرتا تھا نہ رنج سفر سے اُسے
آگاہی تھی۔ اعشیٰ اسکا ندیم و مصاحب تھا۔ اُس نے ایک قصیدہ اُسکی تعریف میں لکھا اور اُسی قصیدہ کا
یہ شعر ہے جسکا ذکر اوپر آیا ہے مطلب اُسکا یہی ہے کہ ایک روز میں اونٹ پر سوار ہو کر حصول معیشت کے لئے سرگرداں
پھرتا تھا اور ایک روز حیّان کا ندیم و مصاحب تھا کچھ فکر ہی نہ تھی عجب انقلاب ہے ۔
اسی طرح حضرت امیرالمومنین علیہ السلام نہایت حسرت و اندوہ کے ساتھ اس تمثیل کے ذریعہ سے اپنی مافی الضمیر
سے آگاہ فرماتے ہیں کہ برادر بزرگ یعنے جناب رسول اللہ صلعم کے زمانہ میں کس شاد و مائل اور فرحت [illegible]

(بقیہ نوٹ صفحہ ۲۶) جیسا کہ تجھکو پہچانتا ہوں کہ تو مصدق ہے میں نے کہا کہ لوگ کہتے ہیں کہ یہ سید رضی جامع نہج البلاغہ کا کلام ہے۔ ابن الخشاب نے
کہا رضی اور غیر رضی کو کہاں یہ طاقت تھی کہ ایسا کلام کر سکے۔ بتحقیق کہ ہم رسائل رضی پر واقف ہوئے اور نثر میں اُسکے طرز و اسلوب کو
دیکھا اُس کا کلام اس کلام سے کوئی نسبت نہیں رکھتا۔ پھر اُس نے کہا کہ قسم بخدا میں نے اس خطبہ کو اُن کتابوں میں دیکھا ہے جو
رضی کی پیدایش سے دو سو برس پہلے کی تصنیف کی ہوئی ہیں۔ اور اُن علمائے ادب کے ہاتھ سے اُسکو لکھا ہوا پایا ہے جو [illegible]
مجھکو اچھی طرح سے معلوم ہے کہ یہ اُنہیں کا خط ہے قبل اسکے کہ نقیب ابو احمد پدر رضی پیدا ہوں اور ابن میثم بحرانی نے بھی شرح نہج البلاغہ
میں لکھتے ہیں کہ میں نے اس خطبہ کا ایک نسخہ دیکھا جسپر ابو الحسن علی بن محمد بن الفرات مقتدر باللہ کے وزیر کے ہاتھ کی تحریر ثبت تھی اور
یہ ولادت رضی سے کچھ اوپر ساٹھ سال کا واقعہ ہے۔ پھر کہتے ہیں کہ میرا گمان یہ ہے کہ وہ نسخہ ابن الفرات کی پیدایش سے پہلے کا
لکھا ہوا ہے ۔ سلہ جس طرح قطبہ آسیا کے بغیر چکی بیکار ہے اُسی طرح خلافت بغیر ہمارے جس کا مقصد [illegible]
ذات مستحق کے بے فائدہ ہے۔ جس سے کوئی نتیجہ حاصل نہیں ہوتا ۔

ہوتی تہی ۔ اور یا یہ آجکا دن ہے ۔ غرض پھر آپ نے فرمایا ۔ مگر مجھے تو تعجب ہے اور سخت تعجب ہے کہ وہ جانیوالا اپنی حیات میں بیعت خلافت کے توڑ دینے کا حکم دیتا تہا وہ اقالہ طلب کیا کرتا تہا مگر باوجود اس قول کے اپنے مرنیکے بعد دوسرے کے ساتھ خلافت کو منعقد کر دیا ۔ اور واقعی امر یہ ہے کہ پستان ناقہ خلافت کو دونوں نے آپس میں خوب بانٹ لیا افسوس خلافت کو ایک درشت مزاج اور تند خو کے حوالہ کر دیا جسکی زبان کے زخم نہایت سخت اور کاری تھے اور جسکا چھونا بہی ناگوار تہا ۔ جسکی گفتار و کردار دونوں ناہموار و ناہنجار تہیں ۔ اُسکی طبیعت میں سخت لغزشیں تہیں وہ قدم قدم پر ٹھوکریں کھاتا تہا ۔ اور پہر اپنی لغزشوں پر (از راہ زمانہ سازی) عذر خواہ بہی ہو جاتا تہا ۔ ایسی طبیعت والے شخص کی مثال بالکل اُس شخص کی سی ہے جو کبہی بوجہ نہ اُٹھانیوالے اونٹ پر سوار ہو ۔ اگر یہ سوار اُس کی مہار کھینچتا ہے تو اُسکی ناک پارہ پارہ ہوئی جاتی ہے ۔ اور اگر چھوڑتا ہے تو خود گرنے کا خوف ہے ۔ حیات خداوندی کی قسم ہے کہ لوگ اُسکے سبب سے خبط میں مبتلا ہو گئے ہر اہل و نا اہل دینی و دنیوی امور میں رائے زنی کرنے لگا متلون مزاجیاں دامنگیر ہو گئیں ۔ اعتراضوں کی بوچھاڑ ہونے لگی ۔ خیر میں نے ان صدمات پر بہی صبر کیا ۔ اس محنت کی شدت کو بہی برداشت کیا یہانتک کہ یہ شخص بہی اپنے رستہ پر گذر گیا (مر گیا) اور امر خلافت کو ایک جماعت کے سپرد کر گیا اور گمان کیا کہ میں بہی (علی) اُنہیں سے ایک ہوں ۔ یا اللہ اس شوریٰ کی بابت میں فریاد کرتا ہوں ۔ مجھے کبہی زمانہ میں یہ تردد و شک لاحق ہوا تھا کہ میرا اس جماعت کے اول اور پیشوا (ابوبکر) کا مصاحب اور ساتھی بنجاؤں ۔ یہانتک کہ اس جماعت کے ایسے ایسے لوگوں سے مقارن ہوں ۔ جب خود ابو بکر کی ہی مصاحبت اور معیت مجھے پسند نہ تہی جو اُنکا پیشوا تہا پھر اُنکے شریک مشورہ ہونا مجھے کیونکر پسند ہو ۔ میری شان و قدر علم و فضل حکمت و اخلاق کے درجے بہت اعلےٰ ہیں ۔ جاہلوں کے مشورہ میں شریک ہونا مجھے کب گوارا ہو سکتا ہے لیکن جب یہ لوگ زمین کی طرف اُترے مجبوراً میں بہی اُنکے ساتھ اُترا ۔ اور جب یہ اونچی اوڑان پر گئے مجھے بہی ہمراہ رہنا پڑا مجھے تو اُنکا رام کرنا اور اُنہیں ہدایت کا راستہ دکھانا مطلوب ہے ۔ جیسے اہلی کبوتر جنگلی کے ساتھ پرواز کرکے اُسے اپنا کر لیتا ہے پس اس جماعت میں سے ایک شخص (سعد بن ابی وقاص) اپنے حسد و کینہ کی وجہ سے ہمارا دشمن ہو گیا اور ایک دوسرا شخص (عبد الرحمن بن عوف) اپنے برادر نسبتی (عثمان) کی طرف مائل ہو گیا اور دو اور شخص بہی اُسکے ہمزبان ہو گئے جو اپنی قباحت اور رذالت کے لحاظ سے اس قابل بہی نہیں کہ اُنکا نام لیا جائے یہانتک کہ اُسی قوم میں سے ایک تیسرا شخص عثمان (مسند) خلافت پر قایم ہو گیا اور اُسکی یہ حالت تہی کہ اُس نے اپنے معدے اور امعا کو حلق تک دنیا کے مال سے بہر لیا ۔ تن پروری اختیار کی لوگوں کے مال کہانے شروع کئے اور پھر اُسکے ساتھ ہی اُسکے باپ کے بیٹے (عزیز و اقارب بنی اُمیہ) بہی کھڑے ہو گئے اور خدا کے مال (بیت المال) کو اس طرح کہانے لگے جیسے اونٹ فصل بہار کی گہانس کو چر جاتا ہے ۔ یہانتک کہ اُس کے قبیلے اُسپر لوٹ پڑے (اُسکی جماعت پراگندہ ہو گئی) اور اُسکے اعمال نے اُسکے قتل کرنے میں بڑی سرعت سے کام لیا ۔ اور اُسکی شکم پری نے اُسے اوندھا مونہہ کے بہل گرا دیا (فقراء اور مستحقین کا مال کہا جانے اور بیت المال پر اسراف کرنے سے یہ نوبت ہو گئی) اُسوقت بہی کسی چیز نے مجھے خوف و خطر میں مبتلا نہیں کیا ۔ مگر یہ کہ لوگ میری طرف بجّوؤں کی طرح یکے بعد دیگرے چلے آتے تھے اور چاروں طرف سے بیعت کیلئے مجھے گہیر لیا تہا ۔ یہانتک کہ حسنین علیہم السلام

(۱) باسناد صحیح ثابت ہے کہ خلیفہ اول نے اپنے خطبہ میں فرمایا اقیلونی و لست بخیرکم (تم میری بیعت توڑ ڈالو کیونکہ میں تم سے بہتر نہیں ہوں ہاں علی تم سے بہتر ہے اُسکی اطاعت میں فلاح ہے) ✢

اسی کشمکش اور ازدحام میں پامال ہوگئے۔ میری ردا کے دونوں گوشے شگافتہ ہوگئے اور بکریوں کے گلہ کی طرح لوگ میرے گرد جمع ہوگئے تھے (ان تمام امور سے مجبور ہوکر) جب میں نے امر خلافت کو قایم کیا تو ایک گروہ ناکثین (بیعت توڑنے والوں) میں داخل ہوا (مثل طلحہ و زبیر و امثالہما) ایک جماعت (خوارج۔ مارقین) اپنے اقوال سے پھر گئی اور کچھ لوگ (مثل اصحاب معاویہ۔ قاسطین) فاسق ہوکر اطاعت خداوندی سے باہر ہوگئے۔ گویا انہوں نے خدائے بزرگ و برتر کا یہ کلام سنا ہی نہ تھا کہ "تلک الدار الآخرۃ نجعلہا للذین لا یریدون علواً فی الارض ولا فساداً والعاقبۃ للمتقین" (یہ سرائے آخرت ہم نے اُن لوگوں کے لئے بنائی ہے جو زمین پر سرداری جاہ طلبی اور فتنہ و فساد کا ارادہ نہیں کرتے اور عاقبت کی نیکیاں پرہیزگاروں ہی کے لئے ہیں) نہیں قسم خدا کی انہوں نے اس کلام کو سنا تھا یہ الفاظ اُنکے دلوں پر نقش تھے مگر شیطان نے دنیا کو طرح طرح کی آرایشوں کے ساتھ اُنکی آنکھوں کے سامنے پیش کیا تھا اور اُس (زایل ہو جانے والے) جمال پر اُنہیں فریفتہ کر دیا تھا۔ ہاں آگاہ رہو قسم ہے اُس ذات کی جس نے دانہ کو شگافتہ کیا انسان کو نیستی سے میدان ہستی میں کھڑا کر دیا۔ اگر حاضرین کی کثرت نہ ہوتی ناصرین کا ہجوم قیام حجت کے لئے نہ ہوتا اور مجھے اُس عہد و میثاق کا ہی خیال نہ ہوتا جو پروردگار عالم نے علماء سے لیا ہے کہ ظالم کو مسکینوں اور غریبوں کے مال کھانے کی اجازت نہ دی جائے اور مظلوم ظالم کے ستم سے بھوکا نہ رہے تو بیشک میں خلافت کی مہار کو جھکے اونٹ کے کوہان پر ڈالدیتا (کہ جہاں چاہے چلا جائے) اور آخری حصہ خلافت کو بھی اُسی پہلے (خالی) پیالہ سے سیراب کر دیتا (یعنی خلافت اختیار نکرتا اور کبھی اُسکے اہل کو آب حیات ابدی سے سیراب نکرتا۔ وہ مثل سابق پیاسے ہی رہتے اور العطش العطش کہتے مرجاتے) یہ دنیا تمہیں اسقدر مرغوب ہے جسپر تم یوں جان دیتے ہو۔ واللہ یہ میرے نزدیک بکری کی چھینک سے بھی زیادہ ذلیل و خوار ہے"۔

راویان خطبہ بیان کرتے ہیں کہ جب حضرت خطبہ کے اس مقام پر پہنچے ایک شخص دوسری ولایت کا رہنے والا تھا اُسی نے ایک خط پیش کیا اور آپ اُس مکتوب کیطرف متوجہ ہوئے۔ جب اُسے پڑھ چکے تو جناب ابن عباس نے عرض کی یا امیرالمومنین کاش آپ اس تقریر کو پھر وہیں سے شروع کریں جہاں سے چھوڑ دیا ہے۔ آپنے فرمایا

لہ امام غزالی اپنی کتاب سرالعالمین صفحہ ۹ میں لکھتے ہیں کہ جمہور نے حدیث غدیر خم کے صحیح ہونے پر اجماع کیا ہے اور سب کا اسپر اتفاق ہے کہ رسول خدا نے فرمایا جس کا میں مولا ہوں اُسکے علی مولا ہیں پس حضرت عمر بن خطاب نے کہا کہ مبارک ہو مبارک ہو آپ کو اے ابوالحسن آپ صبح ہوئی درانحالیکہ آپ ہمارے اور کل مومن و مومنہ کے مولا ہوئے بعد اسکے امام غزالی کہتے ہیں کہ یہ کہنا عمر کا خلافت علی کو مان لینا اور تسلیم اور رضا پر راضی ہونا ہے اور حضرت علی کو حاکم سمجھنا ہے۔ مگر بعد اس سمجھنے کے خواہش نفسانی نے واسطے حاصل کرنے ریاست اور حکومت خانی کے غلبہ کیا۔ ایک ریاست عظیمہ کا ہاتھ آنا اور خلافت کے نشان کا ہر دیار و امصار میں گڑ جاتا۔ اور پھر بیدوں کا علم کے ہوا پر اُڑنا اور ہوا کا بیرقوں سے لپٹنا اور سواروں کا دو طرفہ جلوس میں چلنا اور گھوڑوں کی ٹاپوں کا مثل جال کے معلوم ہونا اور ملکوں اور شہروں کا فتح ہونا ان سب خیالات نے اُن لوگوں کو جام خواہش نفسانی پلاکر مخمور کر دیا۔ اور ایسی مدہوشی نے اُنکو خلیفہ کر دیا۔ اور جیسے قبل اسلام کے تھے پھر ہوگئے اور اس عہد مبارک کو اُن لوگوں نے پس پشت ڈالدیا اور اس عہد شکنی کے ساتھ ادنے چیز کو کہ حکومت چند روزہ دنیا ہے خرید کیا۔ پس کیا بری چیز اُن لوگوں نے مول لی۔ اور جب رسول اللہ نے وفات سے پہلے دوات و کاغذ مانگا اور فرمایا۔ تاکہ امر خلافت کی مشکل کو زایل کر جاؤں اور تم کو اپنے بعد مستحق خلافت کو بتا جاؤں۔ کہا حضرت عمر نے کہ "دعوا الرجل فانہ لیہجر" (چھوڑ دو اس مرد کو چھوڑ دو کیونکہ یہ بے تحقیق بہکا رہا ہے)۔ سرالعالمین مطبوعہ بمبئی نقل نسخہ کتب خانہ خدیو مصر۔ جناب امیر اپنے دیوان صفحہ ۹۴ میں فرماتے ہیں لہ ابوبکر خوب سمجھے اور جاہل نہ بن۔ کہ علی ہر برہنہ پا و کفش پوشیدہ سے بہتر اور یہ کہ رسول اللہ نے اُسکے حق میں وصیت کی ہے اور اُسکی فضیلتیں بہت سی ایکے ساتھ ارشاد فرمائی ہیں اور اُسکا حق نہ چھین اور خلافت کو اُسکے حوالہ کردو کیونکہ اللہ تعالی سب سے سچا ہو نزد اللہ ہے

اے ابن عباس یہ ایک شقشقہ تہا جو گلے سے پیہم صدا دے رہا تھا اور اب ساکن و ساکت ہو گیا۔ ابن عباس کا قول ہے کہ کبھی کسی کلام پر مجھے اتنا افسوس و الم نہیں ہوا جتنا اس کلام پر کہ امیرالمومنین نے جس ارادہ سے اسے شروع کیا تہا وہ پورا نہوا یعنے بالتمام بیان نہیں کیا ؁

فصل دوم

(١٣١) اسامہ شام پر — ابن خلدون اور ابوالفدا نے لکہا ہے کہ سب سے پہلا کام جو حضرت ابوبکر نے اپنے عہد خلافت میں کیا وہ لشکر اسامہ کا روانہ کرنا تہا۔ ابن اثیر۔ طبری۔ ابوالفدا اور صاحب اخبارالدول نے لکہا ہے کہ جن ایام میں حضرت ابوبکر خلیفہ ہوئے اُن دنوں اُسامہ بن زید لشکر کا سردار تھا اور عمر خطاب اسامہ کے ماتحت اس عہدہ پر تھے جس پر رسول اللہ نے مقرر کیا تہا۔ ایک روز حضرت عمر نے حضرت ابوبکر سے کہا کہ انصار لوگ ایک ایسا شخص چاہتے ہیں جو اسامہ سے عمر زیادہ رکہتا ہو۔ یہ بات سنکر حضرت ابوبکر اُچہل پڑے اور فرمایا تو اسلام لانے سے پہلے ظالم تھا اور اب خوار ہو گیا ہے اور اُچک کر حضرت عمر کی ڈاڑہی پکڑ لی اور کہا کہ جو لشکر رسول اللہ نے تو اسکو عامل اور حاکم لشکر کا مقرر کیا اور تو مجھ سے یہ کہتا ہے کہ میں اُسے معزول کروں یہ کبھی نہ ہوگا۔ پہر آپنے آکر لشکر اسامہ کو ملاحظہ کیا اسامہ سوار تھا اور حضرت ابوبکر پیدل چلے جاتے تہے۔ اسامہ نے کہا کہ اے خلیفہ رسول سوار ہو جائیے۔ نہیں تو میں اُترتا ہوں۔ آپنے فرمایا کہ نہ تم اُترو نہ میں سوار ہوتا ہوں۔ پہر اُسامہ سے اجازت چاہی کہ اگر مناسب سمجہو تو عمرؓ کو میرے پاس چہوڑ جاؤ۔ اسامہ نے حضرت عمر کو اجازت دی اور وہ حضرت ابوبکر کے ساتھ واپس آگئے ؁

ابن اثیر اور ابن خلدون لکہتے ہیں کہ روانگی کے وقت حضرت ابوبکر نے اسامہ کو یہ ہدایتیں کیں۔ (١) خیانت نکرنا (٢) جھوٹ نہ بولنا (٣) بدعہدی نہ کرنا (٤) بچوں۔ بوڑہوں اور عورتوں کو قتل نکرنا (٥) کسی پہلدار درخت کو نہ اُکہیڑنا نہ جلانا نہ کاٹنا (٦) کہانے کے سوا بکری۔ گائے۔ اونٹ کو ظلماً ذبح نہ کرنا (٧) جب کسی قوم پر گذرنا اُن کو نرمی سے اسلام کی طرف بلانا (٨) جب کسی سے ملنا اُسکے حفظ مراتب کا خیال رکہنا (٩) جو شخص اسلام کی مخالفت کرے بے تامل اُسکی گردن مار دینا (١٠) جب کہانا تمہارے پاس آئے تو اللہ کا نام لیکر کہانا (١١) اے اسامہ اُن تمام کاموں کو کرنا جن کا حکم رسول اللہ نے تمکو دیا ہے اُن میں نہ کمی کرنا نہ زیادتی جاؤ اللہ کے نام پر اللہ کی راہ میں کفار سے لڑو ؁ ابوبکر یہ باتیں سمجہا کر مقبرت سے واپس آئے اور اسامہ نے جیسا کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا تہا اردن اور بلقاء میں پہنچکر بنی قضاعہ سے لڑائی چہیڑ دی اور چالیس دن اور بروایتے ٧٠ دن کے بعد بیشمار مال غنیمت اور قیدیوں کو لیکر واپس آئے۔ ایرونگ لکہتا ہے کہ اس کامیابی سے مسلمانوں کو بہت فائدہ پہنچا۔ عرب کا خیال بدلگیا اور وہ ڈر گئے اور بہت سی باتوں سے جو وہ کرنے والے تھے باز رہے ؁

فصل سوم۔ بغاوتوں کا فرو کرنا۔

(١٣٢) بغاوتوں کا آغاز — فرانسیسی مورخ گستاؤلیبان اپنی تاریخ تمدن عرب میں لکہتا ہے کہ آنحضرت کی وفات کے وقت تقریباً کل عربستان، عمان تک اسلام قبول کر چکا تہا۔ عرب یہود۔ نصاریٰ سب مذہب جدید پر ایمان لا چکے تہے۔ تمام باشندگان عربستان اب ایک ملت میں داخل ہو گئے تہے ؁

پیغمبر خدا کی وفات کی خبر سنکر بعض عرب نے تو حضرت ابوبکر کو زکوٰۃ وغیرہ سے انکار کیا اور بعض نے وہ مال دبا لیا جو اُن کے پاس حضور نبوی میں بہیجنے کے لئے جمع تہا اور کہا کہ ہم ابوبکر کو خلیفہ نہیں مانتے اسکو رسول اللہ نے خلیفہ نہیں بنایا۔ خاندان نبوت میں سے کوئی شخص خلیفہ ہوتا تو ہم کو انکار نہ تہا۔ تم لوگوں نے مستحقین خلافت کو محروم کر کے خلافت کو

غصب کیا ہے بعض نے نبوت کا دعوی کیا اور بعض مرتد ہوکر اُن مدعیان نبوت کے ساتھ ہو گئے - غرض مکہ اور مدینہ اور بحرین کے شہر جو اتھا کے سوا تمام اہل عرب نے سرکشی اختیار کی ہر طرف کے عامل بھاگ کر دارالخلافت میں آنے لگے - مدینہ منورہ سے اسامہ کے ساتھ لشکر کثیر کا چلا جانا اور بھی ان لوگوں کی جرأت کا باعث ہوا -

جس زمانہ میں اسامہ موتہ کے علاقہ میں رومیوں سے لڑ رہے تھے - ابو بکر بالکل خاموشی کی حالت میں بیٹھے رہے اگرچہ بغاوت کی زمانہ علالت پیغمبر خدا سے متواتر آنی شروع ہو گئی تھیں - مگر اب روش کی یہ نوبت پہنچ گئی کہ ادھر سوائے قبیلہ قریش اور ثقیف کے قبائل عرب عام طور سے کل یا بعض مرتد ہو گئے اور اُدھر مسیلمہ کذاب کے کاموں میں ایک استحکام پیدا ہو گیا طلیحہ کے پاس قبائل طے اور اسد کا ایک خاصہ مجمع ہو گیا - غطفان مرتد ہو گئے اور بنی ہوازن نے اُن سے اتفاق کر کے صدقہ بند کر دیا - بنی سلیم کے خاص خاص لوگ اسلام سے پھر گئے - علی ہذا ہر مقام پر اکثر آدمی مرتد ہو گئے - یمن یمامہ اور عرب کے ہر مقام کی بغاوت کی خبریں آنے لگیں حضرت ابو بکر اُنکی سرکوبی کے لئے اسامہ کی واپسی کا انتظار کرتے تھے - یہانتک نوبت پہنچی کہ قبیلہ عبس و ذبیان نے جوش میں آکر مدینہ پر حملہ کر دیا اور معافی زکوۃ پر زور دیا - حضرت ابو بکر نے اُن مسلمانوں سے جو اسامہ کے ساتھ جانے سے رہ گئے تھے مدینہ سے نکلکر حملہ کیا اسوقت حضرت علیؓ زبیر بن العوام اور طلحہ بن عبید اللہ اور عبد اللہ بن مسعود مدینہ کے دروازوں کی حفاظت پر متعین کئے گئے تھے - باغیوں کی جمعیت پریشان کر دی گئی بہت سے قتل اور بہت سے قید ہوئے - باقی بھاگ گئے - مسلمانوں نے ذو القصہ تک تعاقب کیا بہت سا مال غنیمت ہاتھ آیا اسوقت اسامہ بھی واپس آ گئے اور بعض مقامات سے اُنکا ہوا روپیہ اور اکثر جگہ سے مال زکوۃ ملگیا تو آپ نے لشکر درست کیا اور سردار مقرر کئے اور خود سر لشکر بنکر تمام عرب میں پھر کر سرکشوں کی سرکوبی کا ارادہ کیا مگر حضرت علی نے آپ کو بذات خود دشمنوں کے مقابلہ پر جانے سے منع کیا اور بروایت تاریخ الخلفاء سیوطی فرمایا کہ آپ کہاں جا رہے ہیں اپنی تلوار میان میں کیجئے - اور واپس آجائیے اگر آپکو کہاں گزند پیش آ گئی تو پھر کوئی بھی انتظام درست نہ کر سکے گا - پس آپ نے دس گیارہ سرداروں کو باغیوں کے ایک ایک گروہ پر روانہ کیا -

نوٹ - تاریخ الخلفاء، تاریخ الخمیس و طبری وغیرہ میں ہے کہ جب حضرت ابو بکر نے مانعین زکوۃ پر چڑھائی کا ارادہ کیا تو اصحاب رسول کو یہ امر مکروہ معلوم ہوا اور بروایت کنز العمال حضرت عمر حضرت عثمان اور حضرت علی اور تمام مہاجرین و انصار مانعین زکوۃ سے لڑنے کے خلاف تھے اور حضرت عمر نے کہا کہ ہم اُن سے کیونکر لڑیں حالانکہ رسول اللہ نے فرمایا ہے کہ جب لوگ کلمہ شہادت پڑھ لیں تو اُنکا مال و جان میری طرف سے محفوظ ہے مگر ابو بکر نہ مانے اور کہا کہ اگر سب لوگ بھی مجھے چھوڑ کر علیحدہ ہو جائیں گے تو بھی میں تن تنہا ان سے جہاد کروں گا کیونکہ نماز و زکوۃ لازم و ملزوم ہیں - تاریخ الخمیس میں ہے کہ جب حضرت ابو بکر نے خالد کو سردار بنا کر اہل ردۃ سے لڑنے کو روانہ کیا تو وصیت کی کہ جو لوگ کلمہ شہادت - نماز - زکوۃ - روزہ - حج ان پانچوں باتوں میں سے کسی ایک سے بھی انکار کریں تو اُن سے خوب لڑنا - اور جب تم غالب آؤ تو اُنکو ہتھیاروں سے قتل کرنا - آگ میں جلانا اور کسیکو زندہ نہ چھوڑنا - اور اہل یمامہ پر ظفریاب ہو تو ہرگز ہرگز کسیکو زندہ نہ چھوڑیو - جو زخمی ہو جائے اُسکو قتل کیجو - جو بھاگے اُسکا پیچھا کیجو - قیدیوں کو تلوار کی باڑھ پر رکھیو - قتل عام کیجو - مسلمانوں کو آگ سے جلا دیجو ہرگز میرے حکم کے خلاف نکیجو -

لہ مسعودی لکھتے ہیں کہ ردت کا آغاز حضرت ابو بکر خلیفہ ہونیکے دس دن بعد سے ہوا سلہ مورخین اہلسنت حضرت ابو بکر سے بغاوت کرنیوالوں کو خواہ وہ دین سے پھر گئے ہوں اور مدعیان نبوت تھے خواہ مسلمان مانعین زکوۃ حضرت ابو بکر کو خلیفہ نہ ماننے والے اور خاندان نبوت سے خلیفہ چاہنے والے بتاتے

(۱۴) طلیحہ سنہ ۱۰ھ میں آنحضرت کی عین حیات ہی میں طلیحہ بن خویلد اسدی نے مرتد ہوکر دعوی نبوت کیا تہا۔ اور سمیرا میں سکونت اختیار کی تہی - یہ کاہن تہا اُس نے لوگوں کو سجدہ نماز معاف کردیا اور سود کو مباح کردیا تہا۔ اُس کی تمام قوم بنی اسد وطے اُسکی نبوت کو مان لیا اور عیینہ بن حصن فزاری اور عمرو بن معدیکرب زبیدی اپنے اپنے قبیلوں کے ساتھ اُس سے آملے آنحضرت نے اُس کی سرکوبی کے لئے ضرار بن ازور کو بہ سرگروہی چند مسلمانوں کے روانہ فرمایا تہا۔ ہنوز طلیحہ کی سرکوبی نہ ہونے پائی تہی کہ آنحضرت کی وفات کی خبر مشہور ہوگئی - جس سے اُسکے کاموں میں ایک گونہ استحکام ہوگیا - غطفان و ہوازن وطے اُس سے متفق ہوگئے - ضرار اور جو عمال اُن کے ساتھ تھے وہ سب مدینہ واپس آگئے اور مدینہ کے مشرق میں دور تک بہت سے علاقہ میں طلیحہ کی حکومت قایم ہوگئی ●

سنہ ۱۱ھ کے آخر یا بارہویں سنہ کے شروع میں ابو بکر صدیق نے خالد بن ولید کو تین ہزار سوار کے ساتھ اُسکے مقابلہ پر روانہ کیا اور اس سے پہلے قبیلہ طے کے سردار عدی بن حاتم جو مدینہ منورہ میں آئے ہوئے تھے قبیلہ طے کی طرف بہیجے گئے تھے - اُنہوں نے اپنی قوم میں جاکر اُنہیں راہ ہدایت پر لاکر کوئی سات سو یا ہزار آدمیوں کے ساتھ خالد کی اعانت کی - طرفین کا مقابلہ مقام بزاخہ پر ہوا - جہاں طلیحہ اور عیینہ بن حصن مرتدین کا گروہ لئے ٹہیرے ہوئے تھے دن بہر کی لڑائی کے بعد دشمن بہاگ نکلا - اُس کی شکست کی خاص وجہ یہ ہوئی کہ عیینہ بن حصن بڑی بہادری سے لڑ رہا تہا لڑتے لڑتے طلیحہ سے آکر پوچہا کہ کوئی وحی میری غیبت میں آئی - طلیحہ نے کہا جبرئیل یہ کہہ گئے ہیں کہ جو تیری قسمت میں لکہا ہے وہ ہوگا - عیینہ سمجہ گیا کہ یہ شخص جہوٹا ہے اور بنی فزارہ سے کہا کہ یہ شخص کذاب ہے میں تو جاتا ہوں تم بہی لڑائی سے لوٹو عیینہ کا یہ کہنا تہا کہ میدان جنگ مرتدین سے خالی ہوگیا - طلیحہ اپنی بیوی کو لیکر شام کی طرف بہاگ گیا اور قبیلہ قضاعہ بنی کلب میں جاکر مقیم ہوا - بنی اسد و بنی غطفان ایمان لائے - حضرت ابو بکر کی وفات کے بعد طلیحہ بہی شام سے آکر مسلمان ہوا اور حضرت عمر کے زمانہ میں جنگ نہاوند میں مسلمانوں کے ساتھ شہید ہوا - طبری و تاریخ الخمیس میں ہے کہ اس لڑائی میں جو قیدی ہوئے اُنکو حضرت ابو بکر کے حکم کے موافق خالد نے ایک بڑا گڑہا کہدواکے اور اُس میں آگ روشن کراکے زندہ جلوا دیا[1] ●

اسکے بعد خالد نے بنی ہوازن و بنی سلیم اور بنی عامر کو مغلوب کیا اور یہ تینوں قبیلے ایمان لائے - بعدہ عیینہ بن حصن اور قرہ بن ہبیرہ سردار بنی کعب کو گرفتار کرکے حضرت ابو بکر کے پاس مدینہ بہیجدیا اور بروایت فتوحات الاسلامیہ و تاریخ الخمیس وغیرہ اُنکے اس عذر پر کہ وہ پہلے ایمان ہی نہیں لائے تھے اُن کے لئے امان نامہ لکہدیا گیا - اور اُنہوں نے اسلام قبول کرلیا - مگر تاریخ ابن خلدون میں ہے کہ دونو قتل کردیے گئے ● طلیحہ کے لشکر کے بچے کہچے آدمی سلمی بنت مالک کے پاس جو بنی غطفان کی ایک ذی حوصلہ عورت اور ریاست کی خواہاں تہی مقام حواب میں آکر جمع ہوگئے - قبیلہ بنی ہوازن بنی سلیم اور بنی اسد کے بہی بہت سے لوگ اُسکے شریک ہوگئے - خالد نے حملہ کیا بڑی لڑائی ہوئی اور سلمی خالد کے ہاتہ سے ماری گئی ●

(۱۵) فجاۃ بنی سلیم میں سے فجاۃ بن عبد یالیل نے جسے بعض مورخین نے ایاس بن عبد اللہ بن عبد یالیل ملقب بہ فجاۃ لکہا ہے - حضرت ابو بکر کے پاس آکر اظہار اسلام کیا اور مرتدوں کی سرکوبی کا ذمہ لیا - آپ نے اُسکی باتوں سے دہوکہ کہا کر اُسے

---

[1] تاریخ الخمیس میں ہے کہ قوم بنی اسد قتل کی گئی اور قید کی گئی اور خالد نے پکار کر کہا کہ جس کو کہانا پکانا یا پانی گرم کرنا ہو وہ اپنی دیگچی کا چولہا کسی کے سر کا بنائے - اسکے بعد خالد نے حکم دیا کہ بڑے بڑے گڑہے کہودے جائیں اور آگ روشن کیجائے اُس میں قیدی زندہ ڈالے جائیں چنانچہ حابیہ بن سبیع صحابی رسول جو حضرت کی طرف سے صدقات کا عامل تہا وہ بہی بجرم ارتداد ان قیدیوں کے ساتھ زندہ جلادیا گیا ایک عورت ام طلیحہ نام بچی گئی اُس عورت نے خود اپنے کو یہ کہکر آگ میں ڈالدیا کہ اے موت تو کیسی خوشگوار ہے ●

اونٹ اور ہتیار دیئے مگر اُس نے مدینہ سے نکلتے ہی ایک قافلہ کو لوٹ لیا پھر آگے بڑھکر اپنی جمعیت بڑہائی اور ہر طرف لوٹ کا بازار گرم کر دیا۔ حضرت ابو بکر کو خبر ہوئی تو طریفہ بن حاجز کو فجاۃ پر حملہ کرنیکو روانہ کیا۔ فجاۃ گرفتار کر کے مدینہ بہیجا گیا۔ حضرت ابو بکر نے مصلے مدینہ میں آگ روشن کر کے فجاۃ کو اُسمیں ڈلوا دیا (ابن خلدون و ابن اثیر)

(۱۶) سجاح | دریائے دجلہ کے کنارہ ایشائی روم میں ایک شہر موصل ہے اسمیں اور اسکی نواح میں بنی تغلب آباد تھے انہیں میں کی ایک عورت سجاح بنت حارث بن سوید موصل میں رہتی تہی۔ جو مذہب میں عیسائی تہی اور فصاحت زبان اور طلاقت لسان میں مشہور و معروف تہی۔ طمع ریاست دنیاوی سے مسجع اور مقفی فقرے بنا کر نبوت کا دعوی کیا نصرانیت اور اسلام کے بین بین اپنا نیا مذہب نکالا۔ چنانچہ نماز روزہ۔ زکوٰۃ۔ اور صدقہ کی پابندی اختیار کی۔ شراب پینا۔ زنا کرنا اور خنزیر کا گوشت کھانا حلال کر دیا بنی تغلب میں سے اکثر آدمی اُسکے پیرو ہو گئے۔ اہل عرب کی سرکشیوں کا حال سنکر اپنی نبوت و ریاست کو عرب میں پہیلانے کا موقع تاکا۔ اپنے پیرووں میں سے کوئی چار سو سوار ہمراہ لیکر بنی تمیم میں آئی۔ بہت سے آدمیوں نے اُسکی پیروی اختیار کی۔ اور بعض اور قبیلے اُسکے معتقد ہو گئے +

چند روز کے بعد مسیلمہ کذاب کا حال معلوم ہوا تو چار ہزار سوار جرار سے یمامہ پر چڑہائی کی مگر مسیلمہ نے سفیر بہیجکر حکمت عملی سے اُسے تنہا ملاقات پر راضی کر لیا۔ چنانچہ مسیلمہ کے باغ حدیقۃ الرحمن میں خیمے نصب ہوئے اور وہ تنہا مسیلمہ کی ملاقات کو آئی مسیلمہ خوبصورت جوان تھا سجاح اُسپر عاشق ہو گئی۔ اور تین دن تک دونوں نے بڑے گہرے اُڑائے چوتھے دن سجاح اپنے لشکر میں واپس آئی اور اپنی فوج سے کہا کہ میں نے مسیلمہ کو اپنی ہی جیسا پیغمبر پا کر اُس سے نکاح کر لیا ہے۔ بعد میں جب فوج کے پوچھنے پر حق مہر میں گفتگو ہوئی تو مسیلمہ نے حق مہر میں صبح اور عشا کی دو نمازیں معاف کر دیں۔ سجاح تہوڑی دنوں وہیں ڈیرے ڈالے رہی۔ پھر جب اُسکے معتقدین کو اُسکے ایسے ایسے حالات پر غور کرنے سے اُسکی نبوت کی قلعی کھل گئی نہایت شرمندہ ہوئے اور اُسے چھوڑ کر اپنے اپنے قبیلوں کو چلے گئے۔ سجاح صرف چار سو آدمیوں کے ساتھ اپنے وطن موصل کو چلی گئی حالت گمنامی میں بسر کرتی تھی معاویہ کے زمانہ میں مسلمان ہو کر موصل سے بصرہ آئی اور وہیں وفات پائی +

(۱۷) مالک بن نویرہ | صاحب حبیب السیر لکھتے ہیں کہ خالد بن ولید جب محاربہ طلیحہ سے فارغ ہوا تو سپاہ اسلام کو لیکر بطاح علاقہ بنی تمیم کی طرف گیا اور سرپیہ اطراف و جوانب میں بہیجے انہیں میں ایک سریہ بنی یربوع پر بہیجا گیا۔ جنہوں نے حضرت ابو بکر کو زکوٰۃ دینے سے انکار کیا تہا اور جنکا سردار مالک بن نویرہ مرتد ہونیکے ساتھ متہم ہوا تھا۔ اسمیں عبداللہ بن عمر اور ابو قتادہ بہی تھے ابو الفدا اور ایرونگ لکھتے ہیں کہ بنی یربوع نے حضرت ابو بکر کو زکوٰۃ دینے سے انکار کیا تہا اس قبیلہ کا سردار مالک بن نویرہ تہا یہ شخص بڑا مشہور سوار بہادر۔ نامی شاعر۔ خاندانی اور نہایت ہر دلعزیز تھا اُسمیں سب صفتیں موجود تہیں جو عرب میں باعث شہرت و افتخار ہوتی ہیں۔ اسکی بی بی ام تمیم یا ام متمم عرب کی تمام عورتوں میں سب سے زیادہ حسین تھی اور صاحب فوات الوفیات کے موافق خالد زمانہ جاہلیت سے اُسپر عاشق تہا۔ یہ شخص پیغمبر خدا کے پاس آکر مسلمان ہو چکا تھا۔ حضرت نے حکم دیا تہا کہ تمہاری قوم بنی حنظلہ جو زکوٰۃ دے وہ تم جمع کر کے بہیجا کرو کیونکہ تم اُنکے سردار ہو۔ بروایت اصابہ جب اُس نے حضرت ابو بکر کو زکوٰۃ نہ دی اور اپنی قوم کے لوگوں میں تقسیم کر دی تو خالد بن ولید کو جو محاربہ طلیحہ سے فارغ ہو چکے تھے

لہ عقد الفرید۔ مروج الذہب اور کنز العمال میں لکھا ہے کہ مرتے وقت حضرت ابو بکر افسوس کرتے تہے کہ میں نے فجاۃ سلمی کو آگ میں ناحق جلایا چہوڑ دینا تہا اور اگر مارنا ہی تہا تو تلوار سے قتل کر دیتا۔ مولوی احمد تہذیب المتین نے لکھا ہے کہ فجاۃ مسلمان تہا اور آگ میں مرتے دم تک کلمہ شہادت پڑہتا رہا۔ فجاۃ سلمی کو صاحب معارف نے خاوہ لکھا ہے اور ابن جبیر نے ایاس لکھا ہے ۱۲ طبری اور فارسی تاریخوں میں ام تمیم اور دیگر عربی تاریخوں میں اس کا نام ام متمم لکھا ہے ۱۲

مالک سے زکوٰۃ وصول کرنیکو بھیجا گیا - ایروِنگ لکھتا ہے کہ محتاط ابوبکر بھی اس باغی سردار کے چال چلن اور خصلت کی بابت اعلیٰ خیال رکھتے تھے اور اُسپر نرمی سے کامیاب ہونے کی خواہش رکھتے تھے - اس لیئے خالد کو ہدایت کی تھی کہ اگر مالک تمہارے قابو میں آجائے تو اُس سے نہایت ادب تعظیم سے پیش آنا مغلوب ہونیپر رحم کرنا اور سہل اور نرم ذریعوں سے اُنکو ماتحت بنانا - اور عام طور پر باغیوں کی لڑائی پر بھیجتے ہوئے حضرت ابوبکر نے خالد کو بروایت سیوطی یہ ہدایت فرمائی تھی کہ جب تک لوگ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ کو نہ مان لیں - نماز پڑھنا - زکوٰۃ دینا - روزہ رکھنا منظور نہ کرلیں اُن سے برابر قتال کیئے جانا - یہ نہ کرنا کہ ایک بات مان لینے پر تم سست ہو جاؤ ؞

طبری و ابن اثیر نے لکھا ہے کہ جب خالد کی فوج رات کے وقت مالک اور اُسکے ساتھیوں کے پاس پہنچی تو انہی بے لوگوں نے ہتھیار سنبھالے ان لوگوں نے کہا کہ ہم مسلمان ہیں اصحاب مالک نے کہا ہم بھی مسلمان ہیں - اصحاب خالد نے کہا تو ہتھیار رکھدو اُنہوں نے ہتھیار رکھ دیئے - اصحاب خالد نے نماز پڑھی اُنہوں نے بھی نماز پڑھی - اسکے بعد اصحاب خالد نے اُن لوگوں کو باندھ لیا - وہ سردی اور بارش کی رات میں کھلے آسمان کے نیچے بندھے کھڑے رہے اور پھر خالد کے حکم سے قتل کر دیئے گئے ؞ مالک کو پکڑ کر خالد کے پاس لائے خالد نے جو طبری ابن اثیر و صاحب فوات الوفیات کے موافق قتل کا بہانہ ڈھونڈھتا تھا مالک سے زکوٰۃ کا سوال کیا - بروایت ابوالفدا و ابن خلکان مالک نے جواب دیا کہ ہمکو نماز پڑھنے کا حکم ہے زکوٰۃ کا حکم نہیں دیا گیا - خالد نے کہا کہ نماز اور زکوٰۃ دونوں قبول ہوتے ہیں ایک چیز اُن میں سے بغیر دوسرے کے قبول نہیں ہوتی - مالک نے کہا کیا تمہارے صاحب (ابوبکر) کا یہی حکم ہے - خالد نے کہا کیا وہ تیرا صاحب نہیں ہے - قسم خدا کی تیرا سر اُڑا دونگا اس بات پر جھگڑا بڑھ گیا اور خالد نے پھر کہا کہ تجھکو مار ڈالونگا - مالک نے کہا کیا تیرے صاحب نے یہ بھی حکم دیا ہے - خالد نے کہا یہی حکم ہے بعد اس کلام کے - اُسوقت عبداللہ بن عمر اور ابوقتادہ بھی اُس جگہ حاضر تھے وہ دونو خالد کو سمجھانے لگے اور گواہی دی کہ ہمنے اذان کی آواز مالک کی قوم سے سُنی ہے - اور بروایت واقدی و یافعی جب خالد نے مالک کے قتل کا ارادہ کیا تو قتادہ نے کہا کہ میں تجھکو خدا کا واسطہ دیتا ہوں کہ مالک کو قتل نہ کر قسم بخدا کہ میں نے ان لوگوں سے اذان کی آواز سُنی ہے اور انکو نماز پڑھتے دیکھا ہے - خالد نے اسپر التفات نہ کی بلکہ جھڑک دیا - اسپر ابوقتادہ نے غصہ ہو کر کہا کہ قسم بخدا میں اُس لشکر میں نہ رہونگا جس میں تو ہوگا ؞

غرض ابوالفدا اور ایروِنگ نے لکھا ہے کہ عبداللہ بن عمر اور قتادہ نے بہت سمجھایا مگر خالد کب مانتا تھا - اگرچہ آخر کو مالک نے یہ بھی کہا کہ اے خالد مجھے ابوبکر صدیق کے پاس بھیجدے جو وہ حکم کریگا میں اُسے بجا لاؤنگا - خالد نے کہا یہ نہیں ہوگا میں تو تجھے قتل ہی کرونگا اور ضرار بن ازور کو حکم دیا کہ تلوار مارے - اُسوقت مالک نے اپنی بیوی کی طرف متوجہ ہو کر کہا کہ اس عورت نے مجھے قتل کرایا ہے - خالد نے جواب دیا نہیں خدا نے تجھے قتل کروایا ہے کیونکہ تو مسلمان ہو کر اسلام سے پھر گیا مالک نے کہا نہیں میں اب تک اسلام پر قایم ہوں بلکہ بقول ایروِنگ کلمہ شہادت بھی پڑھا - خالد نے کہا اے ضرار گردن مار - ضرار نے اُسکی گردن پر ایک ضرب اس زور سے ماری کہ سر الگ ہو گیا - بروایت ایروِنگ خالد کے حکم سے

طبری میں ہے کہ سریہ کے لوگوں میں اختلاف ہوا بعض نے کہا کہ مالک مسلمان ہے ہمنے اُسکے قبیلہ سے اذان کی آواز سنی ہے اور نماز پڑھتے دیکھا ہے انمیں ابوقتادہ بھی تھے اور بعض نے اسکے خلاف گواہی دی - ایروِنگ لکھتا ہے کہ مالک کی بیوی کے حسن کو دیکھکر خالد حیران رہ گیا تھا اور غالباً اس حسن ہی کے سبب سے خالد کا دل مالک کی طرف سے سخت ہو گیا تھا - عباسی اپنی تاریخ اسلام میں لکھتے ہیں کہ مالک بن نویرہ مسلمان تھا خالد نے اُسکو قتل کیا اگرچہ ابوقتادہ اور ابن عمر نے اُسکے مسلمان ہونے کی شہادت دی مگر خالد نے اُن اعراب کے قول کو مرجح سمجھا جو مال غنیمت کی طمع میں مسلمانوں کے خون کی پروا نہ کرتے تھے - بعض یہ بھی کہتے ہیں کہ مالک کی بیوی (باقی دیکھو صفحہ)

اُنکا ملک پامال کر دیا گیا ۔ ریوڑ اور گلے لوٹ لئے گئے اور بال بچے قید کر لئے گئے +

تاریخ ابو الفداء و انسان العیون و تاریخ الخمیس وغیرہ میں لکھا ہے کہ مالک کے سر پر بال بہت تھے لہٰذا دو پتھروں کا چولہا بنا کر اُسکے سر کو بجائے ایندھن کے جلا کر اُس سے ہنڈیا میں گوشت پکا کر کھایا گیا ۔ اُسکے مرتے ہی خالد نے اُسکی بیوی ام تمیم کو پکڑ کر اپنا دل ٹھنڈا کیا ۔ تاریخ الخمیس و صواعق میں لکھا ہے اور طبری کا بھی یہی مفہوم ہے کہ خالد نے اُسی رات کو مالک کی بیوی سے مجامعت کی ۔ بعد میں نکاح کی ٹھیری ۔ خالد نے عبداللہ بن عمر اور قتادہ سے محفل نکاح میں شریک ہونیکو کہا ان دونوں نے انکار کر دیا ۔ بلکہ ابن عمر نے کہا کہ حضرت ابوبکرؓ سے اس عورت کے بارہ میں دریافت کر لے ۔ خالد نے نہ مانا اور اُس سے نکاح کر لیا ۔ اس باب میں ابو نمیر سعدی نے شعر کہے ہیں وہ ابن خلکان نے نقل کئے ہیں ان سے بھی ظاہر ہوتا ہے کہ خالد ام تمیم پر پہلے سے عاشق تھا +

مالک کے قتل کے بعد ادہر تو ابو قتادہ نے مدینہ آکر کیفیت معاملہ اصحاب سے بیان کی اور اُدہر مالک کا بھائی متمم بن نویرہ جو بڑا شاعر تھا خالد کی شکایت لیکر مدینہ آیا اور بروایت طبری قصاص طلب کیا ۔ اور حضرت عمر کی [illegible] جو مالک کے بڑے پرانے دوست تھے ابوبکر صدیق سے کہا کہ میرا بھائی دین اسلام میں پکا اور ثابت قدم تھا خالد نے ام تمیم کے لالچ میں اُسے قتل کیا ہے ۔ اور حضرت عمر خطاب نے بہت مبالغہ کیا کہ خالد کو طلب قصاص کے واسطے بلایا جائے ۔ اُس دشمن خدا نے ایک مرد مسلم کو قتل کیا ہے اور اُسکی بیوی پر چڑھ بیٹھا ہے ۔ اور بروایت کنز العمال عمر نے [illegible] زنا کیا ہے اسے سنگسار کرو ۔ حضرت ابوبکر نے اول تو اس بات کے قبول کرنے سے انکار کیا آخر الامر خالد کو لکھا کہ فوج کو اُسی مقام پر چھوڑ کر فوراً اکیلا اور تنہا دربار خلافت میں حاضر ہو ۔ خالد فوراً حاضر ہوا مدینہ میں پہنچکر اور بروایت طبری [illegible] روضۃ الصفا و حبیب السیر دو دینار سرخ حضرت ابوبکر کے دربان کو بھیجے کہ اُسکو ایسے وقت خلیفہ کی مجلس [illegible] عمر نہوں دربان نے وہ دینار لیلئے اور خالد کو تنہا خلیفۂ رسول کے پاس چھوڑ کر چلا آیا ۔ کہتے ہیں کہ اول رشوت [illegible] اسلام میں دی اور لیگئی سو یہی ہے ۔ طبری و روضۃ الصفا میں ہے کہ امیر المومنین عمر ایک مسجد [illegible] نزدیک ہی بیٹھے تھے کہ ناگاہ اُنکی نظر خالد بن ولید پر پڑی دیکھا کہ بہادران عرب کے دستور کے موافق دو تیر [illegible] دستار میں لگائے ہوئے حضرت ابوبکر کے پاس چلا جاتا ہے ۔ اُسیوقت اُٹھکر خالد کے عمامہ سے تیر کھینچ لئے اور توڑ ڈالے اور کہا ایک مسلمان کو تو نے مار ڈالا اور اُس کی بیوی پر چڑھ بیٹھا ۔ بخدا سو گند تجکو سنگسار کرونگا اور خالد کے ساتھ دار خلافت کیطرف چلے ۔ دربان نے خالد کو تو اندر جانے دیا اور حضرت عمر کو اندر نہ جانے دیا اُلٹا پھیر دیا ۔ تاریخ فارسی میں لکھا ہے کہ جب خالد اور عمر در خلیفہ پر پہنچے تو دربان نے جو خالد سے دو دینار لے چکا تھا اندر [illegible] کہ خالد آیا ہے اور یہ نہ کہا کہ عمر بھی ساتھ ہیں حضرت ابوبکر نے کہا بلا لے ۔ دربان نے [illegible] کہا کہ [illegible] خالد بلاتے ہیں خالد کھڑا ہوا حضرت عمر نے ساتھ اندر جانا چاہا ۔ دربان نے حضرت عمر کو ہاتھ سے روکا اور کہا کہ صرف خالد کو بلایا ہے ۔ پس عمر ہاتھ ملتے ہوئے اُلٹے پھر آئے کہ افسوس مالک کا خون مفت رائیگان گیا ۔ جب خالد خلیفۂ اول کے پاس آیا تو حضرت ابوبکر نے زبان عتاب سے کہا کہ تو نے ایک مسلمان کو قتل کیا ۔ اور اُسکی بیوی کو [illegible] ۔ خالد نے جواب دیا کہ اے خلیفۂ رسول میں آپ کو قسم دیکر پوچھتا ہوں کیا آپ نے رسول خدا سے نہیں سنا کہ فرماتے تھے کہ خالد سیف [illegible] ہے ۔ حضرت ابوبکر نے کہا ہاں میں نے سنا ہے ۔ خالد نے کہا کہ شمشیر خدا سوائے [illegible] کے نہیں [illegible]

بقیہ نوٹ صفحہ ۳۴) حبیبین تھی اُس کے حسن نے خالد کو اندھا کر دیا تھا ۔ حضرت ابوبکر نے مالک [illegible] خالد کی [illegible] پر محمول کیا ۔ حضرت عمر کبھی خالد سے خوش نہ رہے کیونکہ خالد بیوہ [illegible] کسی کو قتل کر ڈالتا تھا [illegible]

ابو بکرؓ نے یہ سنکر واپس جانے کی اجازت دی - اور خالد خوشی خوشی باہر آیا اور اپنے لشکر کی طرف متوجہ ہوا - اور بروایت طبری خالد جب دار خلافت سے باہر آیا تو حضرت عمرؓ کو مسجد کے دروازہ پر بیٹھا دیکھا - اُسوقت قبضہ تلوار پر ہاتھ ڈالکر کہا آپ بھی کچھ کیا کہتا ہے - حضرت عمرؓ سمجھ گئے کہ خالد نے مالک کے قتل کے بارہ میں کوئی ایسا عذر کیا ہے جو ابو بکرؓ نے قبول کر لیا ہے - چپکے ہو رہے - اور اپنے گھر چلے آئے ۰۰

ابو الفدا لکھتا ہے نیز کنز العمال و تاریخ ابن خلکان اور تاریخ الخمیس میں ہے کہ جب مالک کے قتل کی خبر حضرت ابو بکر اور حضرت عمرؓ کو پہنچی تو حضرت عمرؓ نے حضرت ابو بکرؓ سے کہا کہ خالد نے زنا کیا ہے اُسکو سنگسار کرنا چاہیئے - حضرت ابو بکرؓ نے فرمایا میں سنگسار نکرونگا کیونکہ اُسنے اولاً اُس سے کلام کیا جب وہ نہ مانا تو قتل کیا - حضرت عمرؓ نے کہا کہ اُس نے ایک مسلمان شخص کو مار ڈالا ہے اُسکو قتل کرنا چاہیئے - حضرت ابو بکرؓ نے کہا کہ میں قتل بھی نکرونگا کیونکہ اُس نے جلدی کی اور خطا کی پھر حضرت عمرؓ بولے اُسے عہدہ سے معزول کیجئے حضرت ابو بکرؓ نے کہا کہ جس تلوار کو خدا تعالیٰ نے اُن لوگو پر کھینچا ہے میں اُسکو میان میں نہیں کر سکتا - اور خالد کو مسیلمہ کے مقابلہ میں روانہ کر دیا ۰۰

روضۃ الاحباب میں مسطور ہے کہ خالد کے جانیکے بعد حضرت ابو بکرؓ نے مالک بن نویرہ کی دیت بیت المال سے ادا کر دی اور اُسکی قوم کے قیدیوں کو متمم برادر مالک کے حوالہ کر دیا اور اُسے خوشنود کرکے واپس کیا - شہرستانی نے ملل و نحل میں لکھا ہے کہ حضرت عمرؓ نے اپنے عہد خلافت میں مالک کی قوم کے قیدی اور مال اُنکے وارثوں کو واپس دلوا دیے - اور طبری نے لکھا ہے کہ حضرت عمرؓ مالک کے معاملہ پر خالد سے اسقدر ناراض رہے کہ خلیفہ ہوتے ہی سب سے پہلا جو کام کیا وہ خالد کا معزول کرنا تھا

(۱۸) مسیلمہ کذاب مسیلمہ بن حبیب بنی حنیفہ سے تھا سنہ ۹ھ میں اپنی قوم کا سفیر ہو کر مکہ آیا اور آنحضرتؐ کے ہاتھ پر مسلمان ہوا تھا - مگر اپنے وطن واپس جا کر کہا کہ خدا نے مجھے بھی نبی کیا ہے اور نسل انسان کا مذہب بدلنے میں مجھے محمدؐ کی مدد کرنیکے واسطے مقرر کیا ہے - اُس نے دعویٰ کیا کہ مجھ پر وحی نازل ہوتی ہے اُسکے ثبوت میں ایک قرآن بھی لکھا جس کی سورتوں سے چند آیتیں بھی لکھی ہیں جو بالکل فحش الول جلول اور واہیات ہیں - یہ شخص شعبدہ بازی میں یکتا تھا - چنانچہ چھوٹے مونھ کے برتن میں اول انڈا اسی نے اُتارا تھا - آنحضرت صلعم کے عالم حیات ہی میں اس نے یمامہ میں نبوت کا دعویٰ کرکے خروج کیا - لاکھ آدمی کے قریب اُسکے معتقد ہو گئے تھے - آنحضرتؐ کی بیماری اور دیگر امور کی ضرورت نے کچھ دنوں مسیلمہ کو مہلت دی - حضرت ابو بکرؓ کے عہد خلافت میں خالد بن ولید مالک بن نویرہ کے واقعہ کے بعد ۱۰ ہزار فوج سے اُس کی سرکوبی کو بھیجے گئے - مسیلمہ نے ۴۰ ہزار فوج سے مقابلہ کیا اور اُسکے ساتھی ایسی جان توڑ کر لڑے کہ مسلمانوں کے پاؤں اکثر دفعہ ہی کو ہو گئے تھے لیکن آخر کو اسلام کا بول بالا رہا - یمامہ کی لڑائی آخر سنہ ۱۱ھ یا ربیع الاول سنہ ۱۲ھ میں ہوئی - ابن خلدون کے موافق بارہ سو یا ۱۸ سو مسلمان اور ۲۰ ہزار مسیلمہ کے ہمراہی مارے گئے - مسیلمہ وحشی قاتل حمزہ کے ہاتھ سے ڈیڑھ سو سال کی عمر میں مارا گیا - اس جنگ میں ۳ مسلمان...

لے خالد بن ولید نے کھینچا اس سبب سے کہا کہ حضرت عمرؓ دائیں ہاتھ کا کام بھی بائیں ہاتھ سے کرتے تھے سے سبط ابن جوزی کی مرآۃ الزمان میں البو رباخ سے منقول ہے کہ حضرت عمرؓ کے ساتھ حضرت علیؓ - سعد وقاص اور طلحہ بن عبید اللہ بھی حضرت ابو بکرؓ کے پاس گئے تھے اور کہا تھا کہ خالد کو ضرور قتل کرنا چاہیئے اور انہوں نے بھی یہی جواب پایا تھا سے بعض مورخین کے موافق دیگر مقتولین کی دیت بھی دی گئی تھی سے صاحب انسان العیون نے حضرت عمرؓ کی خالد سے دشمنی کی ایک یہ بھی وجہ لکھی ہے کہ بچپن میں حضرت عمرؓ نا ادب سے کشتی لڑے تھے خالد قوی تھا اُس نے حضرت عمرؓ کی پنڈلی کی ہڈی توڑ دی تھی جو بعد میں معالجہ سے جڑ گئی تھی سے یمامہ ... مدینہ سے پرے مکہ کے مشرق میں بصرہ اور کوفہ سے ... منزل کے فاصلہ پر - اُس علاقہ کا بھی نام ہے جس کا

انہیں سے مشہور یہ ہیں، مالک بن اوس ابو حذیفہ بن عتبہ، سالم غلام ابو حذیفہ، ابو دجانہ، سماک بن خرشہ انصاری، زید بن خطاب حضرت عمر کے بڑے بھائی جو حضرت عمر سے پہلے مسلمان ہوئے تھے، ثابت بن قیس انصاری مشہور [illegible] ابن بشیر، طفیل بن عمرو الدوسی، عامر بن بکیر، سائب بن العوام برادر زبیر، عبداللہ بن سہیل، شجاع بن [illegible] یہ لڑائی یمامہ کے مشہور شہر کے پاس، مسیلمہ کے حدیقۃ الرحمن کے قریب ہوئی تھی جو بعد میں حدیقۃ الموت کہلایا [illegible] اگرچہ فتح ہوگئی مگر مسلمانوں کے لیے یہ لڑائی سخت مصیبت تھی اس سے پہلے کبھی ایسی بری حالت [illegible] بارہ سو کے قریب تھا جن [illegible] انصار [illegible] اکثر روایات کے مطابق ایران جنگ اور کلام مجید کے اکثر حافظ و قاری شہید ہوئے [illegible] [illegible] حضرت ابوبکر نے خالد کو عراق کی مہم پر روانہ کیا۔

مسیلمہ کا ایک سردار [illegible] گرفتار ہو گیا تھا [illegible] اپنی قوم کے بچانے کے خیال سے [illegible] چال کی [illegible] میں بیشمار فوج کی موجودگی [illegible] خالد کو [illegible] صلح کر لیا مگر جب معاہدہ کے بعد [illegible] کا نام و نشان بھی [illegible] خالد نے [illegible] نہیں سکتی تھی [illegible] قائم رہی [illegible] روایت [illegible] سے پہلے [illegible] نکاح کر لیا تھا [illegible] [illegible] معاہدہ کیا تھا۔ اس [illegible] کی [illegible] رنجیدہ کیا۔ اور حسان بن [illegible] قطعہ [illegible] خالد پر سخت [illegible] صرف [illegible] ہی معاف کرا لیا اور صلح بھی [illegible]

[illegible] تمام عرب میں امن و امان قائم ہو گیا [illegible] [illegible]

(۹) اہل بحرین کی بغاوت [illegible] منذر بن [illegible] حاکم [illegible] تمام اہل [illegible] میں مسلمان ہو چکا تھا [illegible] بارہ [illegible] [illegible] بھیجا تھا [illegible] جیسے کہ آنحضرت نے وفات پائی اور منذر نے بھی [illegible] [illegible] مدینہ کو بھاگ گئے۔ روضۃ الاحباب [illegible] [illegible] اسلام پر قائم رہے تھے اور جارود بن عمرو تھے جو [illegible] آنحضرت کی خدمت [illegible] اسلام ہوا تھا اپنی قوم [illegible] اپنے قبیلہ کو مرتد ہونے دیا تھا۔ اور [illegible] [illegible] بنی عبد القیس پر حملہ کر دیا۔ بنی عبد القیس [illegible] تباہ کر دیا [illegible] ہوئی [illegible] نے محاصرہ کر لیا۔ جب یہ خبر مدینہ پہنچی تو علاء حضرمی کو فوج دے کر [illegible] روانہ ہوئے

لہ تاریخ الخمیس میں یہ ہے کہ اسید بن حضیر اور ابو قتادہ وغیرہ نے خالد سے کہا تھا کہ خدا سے ڈرو [illegible] ملا ہو تو ہرگز [illegible] کسی بالغ کو زندہ نہ چھوڑو۔ انصار نے کہا ابوبکر کے حکم کی تعمیل کرو۔ خالد نے کہا [illegible] ہو سکتا اور سب اسلام لا چکے ہیں اسید بن حضیر نے کہا کہ تو مالک کو قتل کر چکا ہے حالانکہ وہ [illegible] [illegible] تاریخ الخمیس میں ربیع الاول سنہ ۱۲ھ تاریخ جنگ یمامہ لکھی ہے مگر طبری، ابن اثیر، ابن خلدون وغیرہ [illegible] کے انجام تک عرب کی تمام بغاوتیں فرو کر دی گئی تھیں۔ اسی سنہ ۱۲ھ میں حضرت [illegible] پائی۔ اور اسکی بیٹی امامہ بنت زینب بنت رسول حضرت علی کے نکاح میں آئی۔

اور راستہ میں مسلمان قبیلوں میں سے مجاہدین کو ساتھ لیتے ہوئے قلعہ جواثا تک جا پہنچے ۔ محاصرین پر شبخون مارا وہ بہت سے قتل اور بہت سے فرار ہوئے اور حصار روم میں پناہ لی ۔ علاء جارود بن عمرو اور تمام روساء بنی عبد القیس سے بہت نوازش کے ساتھ پیش آئے اور انہی کی راے سے جزیرہ دارین پر چڑھائی کی جہاں بعض متمردین پناہ گزین تھے ۔ بیچ میں سمندر حائل تھا مسلمانوں نے پانی میں گھوڑے ڈال دیے اور جزیرہ میں پہنچکر کافروں کو تہ تیغ کیا ۔ وہاں سے قلعہ روم کی طرف متوجہ ہوئے اور بنی بکر پر فتح نمایاں حاصل کر کے مراجعت کی ۔

عباسی لکھتے ہیں کہ لشکر فارس کے لوگ بھی اکثر مارے گئے جو بچے وہ کسریٰ کے پاس ہزیمت کی خبر پہنچانے گئے مگر منذر بن نعمان نے جو لشکر عجم کا سردار تھا صدق دل سے اسلام قبول کیا ۔ سیرۃ ابو بکر مطبوعہ لاہور میں لکھا ہے کہ مسلمانوں نے فتح کے بعد مال غنیمت لیکر ساری ولایت پر اپنا تسلط بٹھا کر امن قایم کر دیا ۔

(۲۰) ارتداد اہل عمان و مہرہ سنہ ۱۱ھ روضۃ الاحباب میں ہے کہ آنحضرت کی وفات کے بعد ذو التاج لقیط بن مالک جو زمانہ جاہلیت میں جلندی کے نام سے مشہور تھا دین اسلام سے پھر گیا اور بعض جنود شیاطین کی مدد سے دیار عمان پر متسلط ہو گیا اور وہاں کے باشندوں کو اپنی طرح مرتد کر لیا ۔ اور ساکنان مہرہ بھی بسبب قرب جوار دین سے بے بہرہ ہو گئے مسلمانوں کا عامل جیفر اور اسکے ہمراہی مسلمان پہاڑوں اور جزیروں میں جا پہنچے ۔ جب یہ خبر مدینہ میں پہنچی ابو بکر صدیق نے حذیفہ بن محصن حمیری اور عرفجہ بارقی کو مرتدین کے مقابلہ میں بھیجا اور مقرر کیا کہ عکرمہ بن ابو جہل جو فوج کے (جنگ مسیلمہ کے وقت سے) یمامہ ہی میں تھا ان سے جا ملے جیفر اور اسکے ہمراہی مسلمان بھی ان سے آملے انہوں نے عکرمہ کے اتفاق سے عمانیوں پر حملہ کیا اور بے انتہا کافر قتل کئے ۔

سیرۃ ابو بکر میں لکھا ہے کہ اس لڑائی سے سارے عمان پر مسلمانوں کا تسلط بیٹھ گیا ۔ عرفجہ تو مال غنیمت لیکر دار الخلافہ کو واپس گیا اور جیفر عمان کا حاکم رہا پھر عکرمہ اور حذیفہ نے مہرہ پر حملہ کیا یہاں کے لوگوں کے بھی دو قبیلے تھے انمیں سے ایک تو جاتے ہی مسلمانوں سے مل گیا دوسرے کے ساتھ مسلمانوں نے لڑ کر فتح پائی بہت سا مال غنیمت ہاتھ آیا اور سارے علاقہ پر تسلط ہو گیا ۔ عکرمہ خود تو مہرہ کا عامل رہا اور سارا مال غنیمت حذیفہ کو دیکر دار الخلافہ کیطرف روانہ کر دیا

(۲۱) یمن کی بغاوت اسود عنسی کے مارے جانے کے بعد فیروز کو صنعاء کی حکومت دیگئی تھی یہ امر قیس بن عبد یغوث کو ناگوار گذرا اُس نے فیروز اور داذویہ کو دعوت کے بہانہ سے بلا کر داذویہ کو شہید کر ڈالا اور فیروز راستہ ہی سے پھر آئے ۔ قیس نے آکر صنعاء پر قبضہ کر لیا اور خالد بھی عنسی کا لشکر لئے ہوئے آپہنچا مگر فیروز نے بعض قبائل کی مدد سے جنکو حضرت ابو بکر نے لکھا تھا صنعاء کے باہر ایک سخت معرکہ کی لڑائی کے بعد قیس کو شکست دی یہ بھاگ کر خالد کے پاس گیا اور اب اسود کا خلیفہ عمرو بن معدیکرب بھی ان سے آملا ۔ فیروز نے دربار خلافت کو سارے حالات لکھ بھیجے یہاں سے مہاجر بن ابی امیہ اور لوگ بھیجے گئے ۔ مہاجر مکہ میں عتاب بن اسید اور طائف میں عثمان بن سعید سے ملتے ہوئے خالد بن اسید اور عبد الرحمن بن ابی العاص کو مع انکے ہمراہیوں کے لیتے ہوئے جریر بن عبد اللہ اور عکاشہ بن ثور کے پاس پہنچے اور انکو بھی اپنے لشکر میں شامل کر کے نجران میں داخل ہوئے دوسرے دن عمرو بن معدیکرب اور قیس بن عبد یغوث سے مرتدوں کا ایک گروہ لیکر مقابلہ کیا بیشمار مرتدین مارے گئے عمرو بن معدیکرب جو پہلے اسود کے ہمراہ تھا پھر مسیلمہ کے پاس چلا گیا تھا اور پھر قیس سے آملا تھا قیس کے ساتھ گرفتار ہو کر مع مال غنیمت کے مدینہ بھیجا گیا دربار خلافت میں بھیجا گیا ۔ وہاں یہ دونوں ندامت سے توبہ کر کے مسلمان ہوئے ۔ اور یمن کیطرف واپس بھیجے گئے اسکے بعد مہاجر نے صنعاء کو باغیوں سے پاک کر دیا ۔

(۲۳۳) حضرموت کی بغاوت | آنحضرت کی وفات کے بعد اہل حضرموت نے بھی بغاوت کی - زیاد بن لبید وہاں کا عامل بھاگ کر مدینہ آیا - اس بغاوت کی وجہ اعثم کوفی نے یہ لکھی ہے کہ زیاد بن لبید حضرموت میں زکوٰۃ تحصیل کر رہا تھا اُس نے ایک روز ایک جوان یزید بن معاویۃ القری نام کا اونٹ داغ صدقات سے موسوم کرکے گلۂ شتران بیت المال میں داخل کر لیا تھا - وہ جوان دوڑا آیا اور کہا کہ یہ اونٹ مجھے بہت عزیز ہے اسکی عوض اس سے بہتر اونٹ لیلے اور اسکو چھوڑ دے - زیاد نے نہ مانا وہ جوان حارث بن سراقہ کے پاس جو اُس ملک کے روساسے تھا گیا اور اُس سے یہ حال بیان کیا اور درخواست کی کہ اُس اونٹ کے بدلہ اُس سے زیادہ قیمت کا اونٹ زیاد کو دلوا دو اور میرا اونٹ واپس دلوا دو - حارث نے زیاد سے جا کر کہا زیاد نے کہا وہ اونٹ داغ صدقات سے موسوم ہوچکا واپس نہیں ہوسکتا - اسپر حارث کو غصہ آیا اور خود اونٹوں کے گلہ میں جا کر اُس جوان سے کہا کہ اپنا اونٹ کھول لے اور اپنے گھر لیجا اگر کوئی تجھے کچھ کہیگا تو اس تلوار سے مغز اُسکے دماغ سے نکال لونگا - ہم خدا کے حکم سے اُسکے نبی کے تابع فرمان تھے جبتک وہ زندہ رہے اُنکی اطاعت کرتے رہے اب اُنکا انتقال ہوگیا ہے اگر اُن کے اہلبیت سے کوئی اُنکا جانشین ہوگا تو اُسکی اطاعت کرینگے - پسر ابو قحافہ کو ہمپر حکومت کرنے کا کوئی حق نہیں ہے - نہ ہم اُس سے کوئی مطلب رکھتے ہیں اور چند شعر مشتمل برولائے خاندان مصطفےٰ و بیزارت از ابو بکر کہکر زیاد کے پاس بھیجدیے - زیاد اُن شعروں کو پڑھکر خائف و ترسان وہاں سے بھاگا - بنی زبید میں آیا اُن سے گفتگو ہوئی - انہوں نے کہا کہ مہاجرین و انصار نے حسد کیا اور حق کو حقداروں سے چھین لیا ہم کو یقین ہے کہ رسول اللہ دنیا سے نہیں گئے جبتک کہ اپنے اہلبیت سے کسیکو امت کا پیشوا مقرر نہیں کیا - اے زیاد ہمارے قبیلہ سے باہر جا کہ تیری دعوت درست نہیں - ہم تیری باتوں میں نہ آئینگے - الغرض جس جس قبیلہ میں زیاد گیا سب نے یہی جواب دیا - ناچار دربار خلافت میں حاضر ہوا اور وہاں سے چار ہزار مرد جرار حضرت ابو بکر نے اُسکے ساتھ کرکے حضرموت کی طرف روانہ کیا - عرصہ تک لڑائی رہی کامیابی نہ ہوئی - پس حضرت ابو بکر کے حکم کے بموجب عکرمہ بن ابو جہل اور مہاجر بن ابی امیہ اُسکے مدد کو پہنچے اور صنعا بین کا قلعہ فتح کر دیا - اور اشعث بن قیس کندی جو اُنکے رئیسوں میں سے تھا مقام مجر الزبرقان پر شکست کھا کر قلعہ نجیر میں متحصن ہوگیا - آخر قلعہ فتح ہوگیا سات سو مرد مارے گئے - باقی قید کرکے مع اشعث کے مدینہ بھیجدیے گئے - اشعث نے معذرت کی اور اظہار اسلام کیا - حضرت ابو بکر نے باوجودیکہ حضرت عمر نے اُسکے قتل میں اصرار کیا - اُسکی جان بخشی کی بلکہ اپنی بہن ام فروہ کو اُس سے بیاہ دیا اور اس سبب اشعث کو دوبارہ بنی کندہ کا سردار بنایا - اور قیدیان کندہ کو فدیہ لیکر آزاد کر دیا - اشعث کے ام فروہ سے تین بیٹے تھے - اسمٰعیل اور اسحٰق اور ایک بیٹی جعدہ پیدا ہوئی جو بعد میں حضرت امام حسن کے نکاح میں آئی اور جس نے آنحضرت کو زہر سے شہید کیا - محمد بن اشعث معرکہ کربلا میں عمر سعد کے ساتھ تھا آخر انتقام خون حسین میں مختار کے ہاتھ سے مارا گیا (ابن خلدون - روضۃ الاحباب - اعثم کوفی وغیرہ)

(۲۳۴) اہل تہامہ کی سرکوبی | سیرۃ ابو بکر میں لکھا ہے کہ تہامہ حجاز کا وہ حصہ ہے جو سمندر کے کنارہ سے یمن تک پھیلتا ہے اور مکہ اور طائف بھی اُسمیں واقع ہیں - ان دونوں شہروں کو چھوڑ کر تہامہ کے باقی جگہ کے لوگوں نے بغاوت کی تو حضرت ابو بکر نے عمرو عاص کو بنی قضاعہ پر اور معن بن حاجزہ کو طائف کے نواح میں اور سوید بن مقرن کو تہامہ کے جنوبی حصہ پر بھیجا - اہل مکہ و اہل طائف نے بھی مدد دی چند لڑائیوں کے بعد ساری بغاوت فرو ہوگئی اور سب جگہ امن و امان قایم ہوگیا +

فصل[1] چہارم

(۲۴) جمع قرآن — قرآن کی آیتیں جو وقتاً فوقتاً نازل ہوتی تہیں رسول اللہ صلعم فوراً انکو لکہوا لیا کرتے تھے اور جو مسلمان لکہے پڑہے تھے وہ بھی لکہہ لیا کرتے تہے۔ آنحضرت لوگوں کو حفظ بہی کرا دیا کرتے تھے اور تم [illegible] وحی کے مکان پر آپ نے تلاوت خانہ مقرر فرمایا تہا جہاں مسلمان جمع ہوکر قرآن خوانی کرتے تھے آپ خود بیٹہ کر سنا کرتے اور ان سے پڑہوا کر سنتے تھے۔ ہجرت کرکے مدینہ میں تشریف لائے تو اہل صفہ کی ایک جماعت کو جس میں اسّی آدمی کے قریب تھے آپ نے قرآن یاد کرنے اور لوگوں کو یاد کرانے پر مقرر کیا۔

عبداللہ ابن مسعود کو خود آنحضرت یاد کرایا کرتے تھے اور انکی قرأت اور خوش الحانی بہت پسند فرماتے تھے۔ حضرت علی منجملہ ان لوگوں کے تھے جنکو پورا قرآن حفظ تہا اور وہ اسکو شروع سے لکہتے جاتے تھے۔ اسیطرح معاذ بن جبل ابوالدرداء ابو ایوب انصاری عبادہ بن صامت وغیرہ نے پورا قرآن بطور خود لکہہ لیا تہا۔ عبداللہ بن عمرو عبداللہ بن مسعود نے بہی مکمل قرآن لکہکر اپنے پاس رکہا تہا۔ غرض پورا قرآن آنحضرت کے عین حیات ہی میں متفرق طور پر متعدد صحابہ کے پاس لکہا ہوا موجود تہا اور بہتیروں کو زبانی یاد تہا۔ ازالۃ الخفاء[2] میں ہے کہ حضرت عثمان حضرت علی عبداللہ بن مسعود اور سالم [illegible] رسول ہی میں قرآن جمع کر لیا تہا۔ سیوطی نے تاریخ الخلفاء میں لکہا ہے کہ علی منجملہ ان لوگوں کے ہیں جنہوں نے قرآن کو جمع کرکے رسول اللہ صلعم کے سامنے پیش کیا۔

محدثین نے لکہا ہے کہ علی نے بیعت ابوبکر میں تاخیر کی اور کہا کہ میں قرآن جمع کرنے میں مصروف تہا۔ ابن سیرین کہتے ہیں کہ وہ قرآن موافق نزول [illegible] کے تہا اگر وہ قرآن ملتا تو البتہ اسمیں علم تہا۔

ان روایتوں سے ثابت ہوتا ہے کہ کلام اللہ کی تمام آیتیں رسول اللہ صلعم کی حیات میں [illegible] میں آچکی تہیں اگرچہ ابتک کتابی [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] ترتیب دیا تہا لیکن وجوہ امت نے اسے قبول نہیں کیا۔ اور [illegible] [illegible] (مولف)

چونکہ اس زمانہ میں فن کتابت حقیر سمجہا جاتا تہا لوگوں کے اوپر [illegible] تہی صرف چند لوگ لکہے پڑہے تھے ان کے پاس سامان کتابت بہی [illegible] تہا۔ جن لوگوں نے قرآن لکہہ رکہا تہا انکو قرآن کی [illegible] کسی کے پاس کہجور کے پتوں پر لکہا ہوا تہا کوئی پتہروں اور ٹھیکروں پر کوئی لکڑی کی تختیوں پر کوئی [illegible] [illegible] کوئی اونٹ کی پسلیوں پر۔ غرض کسی کو بہی اطمینانی حالت میں نہ تہا کہ اسکی [illegible] [illegible] کی امید ہو۔ صحیح بخاری میں ہے زید بن ثابت کہتے ہیں کہ یمامہ کی جنگ کے بعد حضرت ابوبکر نے مجہے طلب فرمایا۔ اور کہا کہ عمر کہتے ہیں کہ بہت سے قاریان قرآن قتل ہو گئے ہیں مجہے خوف ہے کہ اگر [illegible] [illegible] تو قرآن ضائع ہو جائیگا میری رائے ہے کہ تم اسکو جمع کرو [illegible] میں کیسے وہ کام کروں جو رسول اللہ [illegible] نہیں کیا۔ عمر نے کہا کہ اسمیں کوئی حرج نہیں کہ یہ تو نیک کام ہے اور اسی پر وہ بار بار اصرار کرتے رہے [illegible] [illegible] میری رائے بہی انہیں کی رائے کے مطابق ہو گئی۔ اور کہا کہ تم جوان اور عقلمند ہو ہم کو تم پر [illegible] [illegible] تم حضرت کے کاتب وحی تھے کوشش کرکے قرآن جمع کردو۔ زید کہتے ہیں کہ مجہے اگر پہاڑ لادنا پڑتا تو میں آسانی سے اٹہا لیتا لیکن

---

[1] اس فصل میں جہاں کسی کتاب کا حوالہ نہیں ہے وہ مضمون تاریخ القرآن سے ملخص کرکے لکہا گیا ہے۔ [2] ازالۃ الخفاء میں ہے کہ پورا قرآن رسول اللہ صلعم کی حیات میں لوگوں کے سینوں میں مجموع اور محفوظ تہا۔ حضرت علی نے آنحضرت کے بعد قرآن جمع کیا اور ترتیب دیا تہا۔ لیکن قدر یہ سے اسے شائع نہ ہونے دیا۔

کیہ بار ... حضرت عمر نے پھر عرض کیا کہ آپ دونو صاحب ایسے امر کی کیسے جرات کر رہے ہیں جسکو خود رسول اللہ صلعم نے نہیں کیا حضرت ابوبکر نے کہا کہ اس میں کچھہ مضایقہ نہیں ہے۔ آخر نیک کام ہے۔ زید کہتے ہیں پھر بہی مجھے تامل ہی رہا۔ انجام حق تعالیٰ نے مجھکو اس کام کیلئے آمادہ کر دیا۔ اور میں نے کاغذ کے پرچوں - ہڈیوں درخت کے پتوں اور لوگوں کے دلوں سے قرآن شریف کو جمع کر کے حضرت ابوبکر کی خدمت میں پیش کر دیا - یہی میرا جمع کردہ مصحف حضرت ابوبکر کی وفات تک آپکے پاس تہا آپکے بعد حضرت عمر کے پاس رہا اور پھر حفصہ بنت عمر کے پاس - زید کہتے ہیں کہ صرف سورۂ توبہ کی آخری آیتیں سوائے ابوخزیمہ انصاری کی اور کسیکے پاس مجھکو نہیں ملیں"۔

ابن ابی داؤد نے لکھا ہے کہ "جمع کی صورت یہ تھی کہ زید بن ثابت اس کام میں مقرر ہوئے اور سالم اور کئی آدمی جو اسکے اہل تھے ثابت کے مددگار مقرر ہوئے۔ حضرت عمر نے مسجد کے سامنے کھڑے ہوکر کہا۔ یا ایہا الناس جس قدر سورتیں قرآن کی لکہی ہوں وہ ہمارے پاس لائے وہ لاتے اور زید جو کچھہ لکہا ہوا پاتے یا کسی حافظ سے سنتے اُسپر دو گواہ معتبر لیتے تھے کہ یہ جو کچھہ لکہا گیا ہے آنحضرت کے زمانہ میں اُنکے سامنے لکہا گیا ہے یا نہیں اور فلاں نے جو کچھہ سنایا ہے اُس نے آنحضرت سے اُسی طرح سنا تھا یا نہیں۔ جب دو معتبر گواہ گذر جاتے تھے تو اُسکو لکھہ لیتے تہے"۔

علامہ محاسبی لکھتے ہیں کہ قرآن کو نبی صلعم نے خود اپنی زندگی میں مکمل لکہوا دیا تھا لیکن وہ چمڑوں تختیوں و کھجور کے پتوں وغیرہ پر لکہا ہوا منتشر اور متفرق اور مختلف لوگوں کے پاس تھا۔ حضرت ابوبکر نے اُنہیں متفرق اور پراگندہ مکتوبات کو صحت و احتیاط کے ساتھ ایک جگہ جمع کر دیا اور شیرازہ لگا کر تاگے سے سی دیا تا کہ اُسکا کوئی ورق ضایع نہ ہو - یہ قرآن خط کوفی میں قرطاس پر لکہا گیا تہا - صحابہ کو بوجہ جنگ اور اشاعت اسلام میں مصروف رہنے کے ابتدا میں یہ موقع نہیں ملا کہ اس مصحف کی نقلیں ملک میں شایع کرتے - اسلئے اسوقت لوگ وہی قرآن پڑہا کرتے تھے جو اُنکو یاد تھا یا اُنکے پاس لکہا ہوا تھا۔

عرب کے بعض بعض قبائل میں کسیقدر لب و لہجہ میں اختلاف تھا کوئی قبیلہ علامت مضارع کو مفتوح پڑہتا تھا کوئی مکسور کوئی حتیٰ کو عتیٰ کہتا تھا کوئی امیر کو ایمیر الغرض بعض بعض حروف کے مخارج اور اُسکی کیفیت ادا میں اختلافات تھے بعض ل اور ر میں تمیز نہ کرسکتے تھے بعض ع کو ق اور ق کو گ بولتے تھے - چونکہ ان اختلافات سے معانی قرآن پر مطلق اثر نہیں پڑتا تہا اسلئے آنحضرت نے قرآن کو کسی خاص لہجہ میں پڑہنے پر سبکو مجبور نہیں کیا تہا بلکہ اجازت دیدی تہی کہ جس طرح چاہو پڑہو لیکن جب اہل عجم اسلام لانے لگے تو عربی زبان سے ناواقف ہونے کی وجہ سے اُن سے قرات قرآن میں بہت غلطیاں ہونے لگیں اسلئے ... حضرت عثمان کو ضرورت محسوس ہوئی کہ اصل قرآن کی نقل صحیح قرات کے مطابق لیکر تمام اسلامی دنیا میں ... تاکہ ... رفع ہو جائیں اسکی کیفیت صحیح بخاری میں اس طرح لکہی ہے - حذیفہ بن الیمان اہل عراق کے ... اور آذربیجان میں شریک تھے وہ اہل عراق کا قرآن سنکر اور اُنکی قرات کے اختلافات کو دیکھکر ... مدینہ میں آکر حضرت عثمان سے کہا کہ جس طرح یہود و نصاریٰ نے اپنی اپنی کتابوں میں اختلافات پیدا کر ... اسیطرح کہیں مسلمان بہی قرآن میں اختلافات نہ پیدا کریں - جلدی خبر لو حضرت عثمان نے حضرت حفصہ سے حضرت ابوبکر کا جمع کیا ہوا قرآن اس وعدہ سے منگا لیا کہ نقل کر کے واپس کر دینگے - حضرت عثمان نے زید بن ثابت ...

اہل عراق کہتے تھے کہ ہمارا قرآن بہت صحیح ہے اہل شام کے قرآن سے کیونکہ ہمارا قرآن ابو موسیٰ اشعری کے قرآن کی نقل ہے اور اہل شام کہتے تھے کہ ہمارا قرآن بہت صحیح ہے کیونکہ ہمکو مقداد بن اسود کی معرفت پہنچا ہے اسیطرح اور ملکوں میں بہی اختلاف تہا اور ایک دوسرے کی تکفیر کرتے تھے (ابوالفدا - ابن اثیر - ابن خلدون - روضۃ الاحباب وغیرہ) صحابہ رائے لیکر حضرت عثمان کا داماد تہا۔

انصاری - عبداللہ بن زبیر - سعید بن العاص - عبدالرحمن بن حارث بن ہشام کو مقرر کیا کہ اسکو نقل کریں زید بن ثابت کے سوا باقی تینوں شخص قریشی تھے - حضرت عثمان نے یہ بھی اُن سے کہدیا تہا کہ جب تم میں اور زید بن ثابت میں کوئی اختلاف واقع ہو تو قریش کی زبان کے موافق فیصلہ کرنا - کیونکہ قرآن قریش ہی کی زبان میں اُترا ہے جب یہ لوگ قرآن کی نقلیں لیچکے تو ہر ایک صوبہ میں ایک ایک نقل بھیجدی گئی"۔ حضرت عثمان نے یہ نقلیں مصر - کوفہ - بصرہ - مکہ - شام - یمن اور بحرین کے عاملوں کے پاس بھجوادیں کہ تمام لوگ اسی قرآن کے مطابق پڑھا کریں اور ایک نقل مدینہ میں خود اپنے پاس رکھ لی تہی جس کا نام امام[له] تھا +

حضرت عثمان نے یہ نقلیں شایع کرنیکے بعد اور جتنے قرآن لوگوں کے پاس تھے وہ سب چھینکر پرزے پرزے کر دیے اور جلوادیے - حضرت حفصہ کی قرآن کی بابت مولوی عبدالحق محدث دہلوی نے شرح مشکوٰۃ میں تو یہ لکھا ہو کہ وہ بہی اور قرآنوں کے ساتھ پھونکدیا گیا اور دیگر مورخین نے لکھا ہے کہ وہ حضرت حفصہ کو واپس کر دیا گیا تہا سنہ ۶۲ھ میں مروان نے جب وہ مدینہ کا حاکم ہوا تو عبداللہ بن عمر سے چھینکر اُسکو بہی پہاڑ ڈالا اور جلا دیا +

علامہ محاسبی کہتے ہیں کہ لوگ خیال کرتے ہیں کہ عثمان جامع قرآن ہیں حالانکہ یہ غلط ہے اُنہوں نے تو صرف یہ کام کیا کہ اُمت کو ایک قرات پر مجتمع کر دیا جو مہاجرین و انصار کی ایک معتبر جماعت کے اتفاق و مشورہ سے بصحت روایت و درایت طے کرکے لکہی گئی تہی کیونکہ اسوقت اہل عراق اور اہل شام نے قرأت میں اختلافات پیدا کر دیے تھے" علامہ ابن حجر اختلاف قرات کی ایک مثال لکہتے ہیں کہ تابوت کے لفظ میں اختلاف واقع ہوا سعید اور عبدالرحمن کہتے تھے کہ صحیح قرأت تابوت ہے زید بن ثابت کہتے تھے کہ تابوہ ہے - حضرت عثمان نے فیصلہ کیا کہ قریش تابوت بولتے ہیں اسلئے یہی قرات صحیح ہے چنانچہ یہی لکہا گیا +

ابن التین لکہتے ہیں کہ ابوبکر اور عثمان کے جمع کرنے میں یہ فرق تہا کہ ابوبکر نے تو اس خوف سے جمع کیا تہا کہ کہیں قرآن ضایع نہو جائے کیونکہ اسوقت وہ منتشر اور متفرق صحیفوں میں لوگوں کے پاس تہا - اور حضرت عثمانؓ نے جب لوگوں کو وجوہ قرات میں اختلاف کرتے ہوئے دیکہا تو اُنہوں نے قرآن کو اصلی قریش کی زبان میں جسکی صحت میں مطلق شبہہ نہ تہا نقل کرادیا - تاکہ اختلاف رفع ہو جائے +

جس رسم الخط کے مطابق یہ مصحف لکہوائے گئے تھے برابر آج تک اُسی طرح لوگ قرآن کو لکہتے چلے آتے ہیں اُسکے رسم الخط میں سوائے اسکے کچہ بہی فرق نہیں آیا کہ پہلے آیات کے نشان (⁖) اس طرح تین نقطوں سے بنائی جاتی تہی اب وہ گول دائرہ کر دی گئی ہے - باقی سر مو فرق نہیں ہے +

له انقلاب زمانہ کو دیکہو سر ولیم میور لکہتے ہیں کہ وہ قرآن (امام) قرطبہ کی جامع مسجد میں موجود تہا اور جب وہاں سلطنت اسلام کو زوال ہوا تو وہ فاس دارالخلافہ مراکش میں منتقل کر دیا گیا تاریخ ادریسی سے بہی اسکی سند ملتی ہے اُس نے قرطبہ کے جامع مسجد کی کیفیت بیان کرنے کے بعد اُن رسومات کو لکہا ہے جو اس قرآن کے متعلق وہاں ادا کیجاتی تہیں مگر ابن بطوطہ آٹھویں صدی ہجری کا سیاح لکہتا ہے کہ جامع بصرہ میں یہ قرآن موجود تہا اسوقت اُس پر خلیفہ کے خون کے دہبے بہی نمایاں تھے جیسا کہ تواریخ میں ہے کہ وہ اُسکے پڑھنے کی حالت میں مقتول ہوئے تھے اب بیان کیا جاتا ہے کہ روس کی قدیم دارالسلطنت ماسکو میں جو کتب خانہ مسلمانوں نے قایم کیا ہے اور اُس کے لئے بخارا سے کچہ کتابیں لائی گئی ہیں اُن میں یہ امام بہی ہے کہ جس پر خون کے نشان اب تک معلوم ہوتی ہیں - حضرت عثمان کے لکہوائے ہوئے دیگر اصلی قرآن فاس - دمشق - مکہ اور مدینہ میں موجود ہیں مدینہ کے نسخہ کے آخر میں یہ یادداشت بہی ہے کہ یہ عثمان کے حکم سے لکہا گیا +

اُن میں ایک بات یہ بھی تھی کہ وہ نقطے لگانا معیوب سمجھتے تھے اسلئے اسوقت تک قرآن میں نقطے ہی کم تھے اور حرکتیں (زیر، زبر، پیش) بھی نہ تھیں۔ حضرت ابوبکر نے جب اُن منتشر صحایف کو ایک جگہ جمع کرنا چاہا تو اُنہوں نے بھی بعینہ اسیطرح اُنکی نقلیں کرائیں جس طرح وہ پہلے سے لکھے ہوئے تھے۔ اور اُسی رسم خط کو حضرت عثمان نے رہنے دیا۔ نقطے نہ ہونے کی وجہ سے اہل عرب کو تو کوئی دشواری پیش نہیں آئی۔ لیکن عجمیوں نے کہیں کہیں غلطی کھائی مثلاً بعضوں نے ایاک نعبد کو ایاک یعبد پڑھ لیا۔ حرکت نہ ہونے کی وجہ سے معروف کو مجہول اور مجہول کو معروف پڑھ دیا اسم اور فعل میں امتیاز نہیں کیا مثلاً مالک یوم الدین کو ملک یوم الدین بصیغہ ماضی اور فروح و ریحان کو فروح و ریحان پڑھا۔ اسی طرح رسم الخط کی وجہ سے لستم کو لستم پڑھا۔

اعراب نہ ہونے ہی کی وجہ سے وضو میں اختلاف ہوگیا۔ آیہ وضو میں بعض ارجلکم بفتح لام اور بعض ارجلکم بکسر لام قرار دیکر وضو میں اختلاف کرتے ہیں۔

تاریخ بتاتی ہے کہ ایک نقطہ کی غلطی سے بعض دفعہ بڑے بڑے حادثے واقع ہوگئے ہیں جیسا کہ علامہ طاشکبری زادہ نے مفتاح السعادہ میں اور صدیق حسن خاں نے ابجد العلوم میں لکھا ہے کہ متوکل باللہ عباسی نے اپنے عامل کو لکھا کہ جتنے ذمی تمہارے ہاں ہیں اُنکا شمار کرکے لکھو لیکن سہو کاتب سے بجائے احص (شمار کر) کے اخص (خصی کر) لکھا گیا۔ عامل نے تمام ذمیوں کو جو کئی ہزار تھے خصی کرڈالا وہ سب مرگئے صرف دو زندہ بچے۔ پس قرات قرآن میں زیادہ تر اختلاف اسی وجہ سے ہوا ہے کہ اُس زمانہ میں نقطے اور حرکات نہ تھے یہ حضرت عثمان کے بھی پچاس برس بعد دیے گئے ہیں[۵]۔ قرآن کی قرات میں جسقدر اختلافات واقع ہوئے ہیں اُنکی چند وجوہ ہیں جن میں سب سے بڑی وجہ عربی کی رسم الخط ہے۔ عرب میں گو خاص لوگ جو صناو یدیا امراکے پاس بڑے بڑے عہدوں پر ملازم تھے نہایت عمدہ عربی خط لکھتے تھے لیکن عام طور پر اہل عرب لکھنا نہیں جانتے تھے اسکی وجہ یہ تھی کہ عربوں کی قوم بہادری، خودداری اور فیاضی کے نشہ میں مست تھی کتابت اُنکے نزدیک حیاکت اور خیاطت کیطرح ایک معمولی پیشہ خیال کیا جاتا تھا جو غلاموں کا حصہ تھا۔ البتہ وہ شرفا بھی جن کے کاروبار بہت وسیع ہوتے تھے ضرورتاً کچھ لکھنا پڑھنا سیکھ لیتے تھے لیکن اکثر الکاخط اچھا نہ ہوتا تھا آنحضرت نے جن صحابہ سے قرآن لکھوایا اُنمیں سے بعض اس قسم کا معمولی لکھنا پڑھنا جانتے تھے۔ اُنہوں نے رسم الخط میں کسی قانون کو ملحوظ نہیں رکھا کہیں قال کو الف کے ساتھ لکھا ہے کہیں بلا الف کے۔ سورۂ نمل میں لاذبحنہ کو ایک غیر ضروری الف زیادہ کرکے لااذبحنہ لکھا ہے اسیطرح علیہم کو علیہم وغیرہ وغیرہ۔

فصل پنجم عراق پر لشکر کشی

(۲۵) عراق کی حالت عرب کی شمال مشرقی سرحد سے ایران کی سلطنت شروع ہوتی تھی اُسکا دارالسلطنت مداین شہر بغداد کے قریب دریائے دجلہ پر واقع تھا۔ دریائے فرات سے اسطرف تھوڑا دائیں کنارہ پر شہر حیرہ واقع تھا یہ عرب کے خاندان منذر کا پایہ تخت تھا جو چھ سو برس سے عراق عرب پر حکومت کررہا تھا اور اب کچھ عرصہ سے شاہان ایران کا باجگذار ہوگیا تھا اور گویا سلطنت ایران ہی کا ایک جزو سمجھا جاتا تھا۔ بابل اور کلدیہ کے قدیم علاقے بھی اسمیں شامل تھے۔ عراق کے حدود اربعہ یہ تھے۔ مشرق میں خوزستان اور اشرا بور بادیہ کا

[۵] عبدالملک بن مروان اموی خلیفہ کے زمانہ میں حجاج عامل عراق کے حکم سے اُسکے کاتب نصر بن عاصم نے حرفوں کے نقطے دیے اور اعراب لگائے گئے ہیں (ابن خلکان جلد اول صفحہ ۱۲۵)۔

کوہستان شمال میں میسو پوٹامیہ یعنے الجزیرہ کا ایک حصہ مغرب اور جنوب میں صحرائے شام اور ایک حصہ صحرائے عرب کا
دجلہ اور فرات کے درمیان جو دوآبہ ہے اُسکا زیرین حصہ حدود بغداد تک عراق عرب اور بالائی حصہ الجزیرہ یا
جزیرۃ العرب کے نام سے مشہور ہے۔ عراق کا نہایت زیرین حصہ سواد کہلاتا تھا۔ یہ دجلہ اور فرات کے نہایت
زرخیز حصوں کے درمیان واقع تھا۔ مسلمانوں کے حملہ کے وقت ایران کی سلطنت میں عراق عرب۔ الجزیرہ
عراق عجم[1] فارس۔ کرمان۔ مازندران اور خراسان[2] اور بلخ شامل تھے۔ اُسکی سرحد تاتار اور ہندوستان سے
ملتی تھی۔ خانہ جنگی فسادوں کی وجہ سے بہت کچھ انقلابات اور نکبت کے آثار[3] پیدا ہوگئے تھے۔ عراق کا گورنر
نعمان مرچکا تھا اور اُس کی جگہ ایاس بن قبیصہ طائی گورنری کر رہا تھا۔

سلطنت کی کمزوری کو دیکھکر عراق عرب میں قبیلۂ وائل کے دو سرداروں مثنیٰ بن حارث شیبانی اور
سوید عجلی نے تھوڑی بہت جمعیت بہم پہنچاکر حیرہ[4] اور ابلہ[5] کی طرف اپنی ریاست قایم کرنے کی کوشش کی
مگر چند روز بعد اُنہیں یقین ہوگیا کہ کسی بھاری قوت کی امداد بغیر وہ اپنے ارادہ میں کامیاب نہیں ہوسکتے۔
چاروں طرف نظر کے گھوڑے دوڑائے مگر اُن دلیر ہاتھوں کے سوا جنہوں نے تھوڑے ہی عرصہ میں تمام عرب پر اپنا

[1] دریائے دجلہ کے پار پہاڑی سلسلہ کے مشرق میں وسط ایران ہے اہل عرب اُسکو عراق عجم بولتے ہیں۔ عرب عجم اُنکو کہتے ہیں جو علاوہ
عرب ملک کے ہوں اور غیر ملک کے باشندوں کو بھی کہتے ہیں۔ مگر اب عجم۔ ایران اور عجمی ایرانیوں کے لئے مخصوص ہوگیا ہے۔ [2] قدیم زمانہ
میں خراسان میں بہت بڑا حصہ افغانستان اور ترکستان کا بھی شامل تھا علاوہ اُس خراسان کے جو آجکل نقشوں میں دیکھا
جاتا ہے۔ چنانچہ مرو اور ہرات بھی خراسان ہی میں شمار کئے جاتے تھے [3] خسرو پرویز بادشاہ ایران کو قیصر روم (ہرقل)
سے شکست کھانیکے بعد ۶۲۸ء میں اُسکے بیٹے شیرویہ نے مار ڈالا اور اپنے ۱۷ بھائیوں کو قتل کر ڈالا۔ اسکے بعد اپنی سوتیلی
ماں شیریں کو اپنی زوجیت میں لینا چاہا مگر اُس نے خودکشی کرلی۔ شیرویہ آٹھ مہینہ حکومت کرکے مرگیا اور اُس کا بیٹا
اردشیر ۶۲۹ء کے آخر میں تخت نشین ہوا اور ڈیڑھ سال کی حکومت کے بعد سرکش امیروں نے اُسے مار ڈالا۔ اور
باغیوں کا سرغنہ شہر آزاد یا شہریار بادشاہ بنگیا۔ مگر چالیس دن کی حکومت کے بعد مارا گیا۔ اسکے بعد خسرو پرویز کی
بیٹی پوران دخت ایک سال چار ماہ تک حکومت کرکے اُتار دی گئی۔ اور فیروز جسے خشنشدہ بھی کہتے ہیں اور خاندان شاہی
سے تھا کچھ کم ایک مہینہ حکومت کرکے مارا گیا۔ اور خسرو بن قباد بن نوشیرواں فقط چند روز حکمراں رہا اسکے بعد
امیروں نے خسرو پرویز کی دوسری بیٹی آرزمی دخت کو ۶۳۲ء میں سلطنت ایران کا سرپرست مقرر کیا۔ اور شہریار
بن خسرو پرویز کا بیٹا یزدجرد جو اس شورش کے زمانہ میں اصطخر میں چھپا ہوا تھا ڈھونڈھ کر لایا گیا اور بروایت ابن
اثیر ۶۳۲ء میں تخت مداین پر بٹھایا گیا۔ تخت نشینی کے وقت اسکی عمر انگریزی مورخین کے موافق پندرہ سال
صاحب سیرۃ ابوبکر کے موافق ۱۶ سال اور عربی مورخین کے موافق ۲۱ سال کی تھی + صاحب کارنامہ نوآئین نے لکھا ہے
کہ یزدجرد رسول صلعم کی وفات کے آٹھ دن بعد تخت نشین ہوا تھا۔ اُسیوقت سے اُسکا سنہ جاری ہے۔ یہ ایران کا آخری بادشاہ تھا
ہماری تحقیقات میں یزدجرد ضرور ۱۱ھ میں تخت نشین ہوا۔ جبکہ اُسکی عمر ۱۵ یا ۱۶ برس کی تھی۔ اُسکی کم سنی کی وجہ سے
آرزمی دخت بنت خسرو پرویز کسی شاہی خاندان کے مرد کے نہ ہونیکی وجہ سے اُسکی سرپرست مقرر ہوئی۔ مورخین کو ان
کی قدیم تاریخ میں تخت دیم کہ ۱۳ اسپہ طبری۔ ابن اثیر۔ ابن خلدون وغیرہ تمام عربی مورخین نے اور صاحب روضۃ الصفا
حبیب السیر [illegible] وغیرہ فارسی مورخین نے یزدجرد کی تخت نشینی ۱۳ھ ۶۳۴ء میں لکھی ہے۔ ابن اثیر نے ایک جگہ
۱۱ھ کے واقعات میں بھی یزدجرد کی تخت نشینی کا ذکر کیا ہے۔ گبن۔ ایورنگ اور ابولکی نے ۶۳۲ء میں پیدایش سے [illegible]

[4] [illegible] کوفہ کے شمال میں فرات کے کنارے تھا [5] خلیج فارس کے کنارے تھا شمال میں [illegible] متصل واقع تھا

تسلط بٹھا لیا تھا۔ لوٹ مار اور غارت و تباہ نظر آتی۔ اسلئے مثنیٰ شیبانی حضرت ابوبکرؓ کے پاس آکر مسلمان ہوا اور عراق عرب کی فتح کیلئے امداد لیکر اپنے علاقہ کی راہ لی۔ اُسکے ساری ساتھی بھی مسلمان ہوئے اور سب نے ملکر حصول مقصد کیلئے کوشش کی مگر کوئی آگے نہ بڑھ سکے۔ صاحب فتوحات الاسلامیہ نے لکھا ہے کہ مثنیٰ ۹ ھ میں اپنی قوم کے وفد کے ساتھ آکر آنحضرتؐ کی خدمت میں مشرف باسلام ہو چکا تھا۔

عراق میں مثنیٰ سے کوئی قابل رفعت خدمت سر انجام نہ ہو سکی تو حضرت ابوبکرؓ نے خالد بن ولید کیلئے جو یمامہ فتح کر چکا تھا عراق عرب کا میدان تجویز کیا چنانچہ محرم ۱۲ھ میں ادھر تو خالد کو عراق جانے کا حکم دیا اُدھر عیاض بن غنم کو دومۃ الجندل کی راہ سے روانہ کیا۔ کہ اُس رخ سے خالد سے جا ملے۔

(۲۶) فتح حیرہ — خالد نے کوچ کرکے بناج کے مقام پر مثنیٰ سے ملے[1] اور ابن صلوبا حاکم سواد کو مطیع کرتے ہوئے حیرہ پہنچے اور دس ہزار آدمیوں سے شہر کا محاصرہ کر لیا۔ حیرہ میں دو شاہی محل قصر خورنق اور قصر ابیض بہت ہی شاندار تھے اُنکو تاراج کیا ایاس حاکم حیرہ نے مغلوب ہوکر صلح کر لی اور ابن صلوبا اور حاکم حیرہ نے جزیہ دینا قبول کیا۔ یہ پہلا جزیہ ہے جو مسلمانوں نے غیر ملک والوں پر لگایا۔ ابن صلوبا سے دس ہزار دینار اور اہل حیرہ سے ۹۰ ہزار درہم جزیہ مقرر ہوا۔

(۲۷) فتح آبلہ — فتح حیرہ کے بعد خالد بن ولید ۱۸ ہزار فوج لیکر آبلہ پر چڑھائی کی جس میں مثنیٰ کی ۸ ہزار فوج بھی حضرت ابوبکرؓ کے حکم کے موافق شامل تھی۔ آبلہ کے ایرانی گورنر ہرمز نے بادشاہ ایران کو اس چڑھائی کی خبر لکھی اور کمک طلب کی اور خود آبلہ کے قریب آ مقابلہ کیا لڑائی ہوئی اور ہرمز خالد کے ہاتھ سے مارا گیا اُس کا تاج جو ایک لاکھ کا تھا اور ہاتھی مع خمس خلیفہ کے پاس مدینہ بھیجا گیا باقی مال فوج میں تقسیم ہو گیا۔ چونکہ ایرانیوں نے اس اندیشہ سے کہ بھاگ نہ جائیں اپنی فوج کو زنجیروں سے جکڑ لیا تھا۔ اس سبب سے یہ لڑائی جنگ ذات السلاسل کے نام سے بھی مشہور ہے۔

(۲۸) جنگ مذار یا نہر ثنی — ہرمز نے لڑنے سے پہلے دربار ایران سے کمک طلب کی تھی جسپر شاہ ایران نے ہوا زکے گورنر قارن کو پچاس ہزار کی جمعیت دیکر خالد کے مقابلہ پر روانہ کیا تھا۔ اس فوج نے نہر ثنی کے کنارہ مقام مذار پر ڈیرہ جمایا خالد بھی وہاں پہنچے۔ گھمسان کی لڑائی ہوئی۔ قارن مارا گیا۔ ایرانی بھاگ نکلے مسلمانوں نے شام تک تعاقب کرکے کوئی تیس ہزار ایرانی کاٹ ڈالے اور بہت سے اسیر کئے انہیں اسیروں میں حسن بصری کا باپ حبیب بھی تھا جو نصرانی تھا۔ دوسرے دن خمس[2] دربار خلافت میں بھیجکر اور باقی مال غنیمت آپس میں تقسیم کرکے سپہ سالار اسلام نے آگے کی راہ لی۔

(۲۹) جنگ ولجہ — اسکے بعد شاہ ایران نے ایک اور مرد دلیر بہادر جو ہزار مرد کے نام سے مشہور تھا پچاس ہزار سپاہ کے ساتھ خالد کے مقابلہ کو بھیجا۔ ماہ صفر ۱۲ھ میں مقام ولجہ پر جو کسکر اور حیرہ کے درمیان ایک مقام ہے مقابلہ ہوا اکیس دن تک لڑائی ہوتی رہی آخر ہزار مرد مارا گیا کفار بھاگے اور جنگ مذار سے بھی زیادہ ایرانی مارے گئے۔ اس فتح سے عراق عرب کے زرخیز علاقہ کا بڑا حصہ مسلمانوں کے تسلط میں آگیا تو خالد نے جابجا اپنے عامل مقرر کرکے ملک میں امن و امان قائم کر دیا۔

(۳۰) جنگ الیس[3] — اب خالد الیس کی طرف بڑھا شاہ ایران نے بہمن جادو کو لکھا جو اسوقت مقام قسینیا میں تھا

---

[1] اور ابن صلوبا کے علاقوں بانقیا۔ باروسما اور الیس میں پہلے آئے ہوئے۔

[2] ابلہ اور مذار کی فتوحات سے جو مال غنیمت حاصل ہوا تھا جب اُسکا خمس خالد نے دربار خلافت میں بھیجا ہے تو تمام لوگ دیکھکر چکرا گئے اور سبنے خالد کو دعائیں دیں۔ خلیفہ بھی خالد کی کامیابیوں کا حال سنکر باغ باغ ہوتے تھے اور بار بار حضرت عمرؓ سے فرماتے تھے کہ دیکھو ہم نے اسی سیف اللہ خالد کو سنگسار نہیں کیا تھا (دیر وقت)۔

[3] الیس دریائے فرات پر

لکھا کر الیس کی تیاری - بہمن نے اپنے ایک سردار جابان نامی کو روانہ کر دیا اور کہا کہ میں بھی بادشاہ سے مشورہ کرکے آتا ہوں جابان بہت سی فوج لئے ہوئے الیس پر آپہنچا مگر شاہ ایران کی علالت کی وجہ سے بہمن کو توقف کرنا پڑا اور یہاں جابان اور خالد میں مڈبھیڑ ہوگئی - ایرانی ایسی جان توڑ کر لڑے کہ اس سے پہلے کبھی نہ لڑے تھے لہو کی ندی بہنے لگی - آخر ایرانی بھاگ نکلے اور کھیت مسلمانوں ہی کے ہاتھ رہا - یہ لڑائی بھی ماہ صفر ۱۲ھ میں ہوئی - تاریخ طبری و فتوحات اسلامیہ میں ایرانیوں کے مقتولین کی تعداد ۷۰ ہزار لکھی ہے - اسکے بعد خالد نے امغیشیا یا امنشیا[1] کو لوٹ کر برباد کر دیا - جب یہ خبر اور مال غنیمت حضرت ابوبکر کو پہنچا - تو فرمایا عورتیں خالد جیسا جننے سے عاجز ہیں +

(۱۳۱) **حیرہ کو دوبارہ فتح کرنا** امغیشیا کی فتح کے بعد خالد نے حیرہ کو فتح کیا تو آزادویہ حاکم حیرہ نے جو ایاس بن قبیصہ کے ساتھ مثل ایجنٹ کے تھا جیسا سابقہ عرض ہوا - عہد و پیمان کو بالائے طاق رکھکر اپنے بیٹے کو مسلمانوں کے مقابلہ میں بھیجا وہ مارا گیا تو آزادویہ مداین کی طرف بھاگ گیا خالد نے حیرہ کا محاصرہ کر لیا اور قتل و غارت کا بازار گرم کر دیا ناچار اہل شہر نے ۲ لاکھ ۹۰ ہزار جزیہ قبول کر کے صلح کر لی - حیرہ فتح ہو جانے سے تمام عراق پر مسلمانوں کا تسلط ہو گیا اور خالد نے وہاں مقام کر کے ملک کا انتظام کیا پس حیرہ اسوقت سے خالد کا ہیڈ کوارٹر رہا - یہ مقام یعنی جبکہ ۱۳ھ کے شروع میں حضرت ابوبکر نے خالد کی شام کی طرف تبدیلی کر دی - حیرہ ربیع الاول ۱۲ھ میں ثانیاً فتح ہوا +

(۱۳۲) **فتح انبار** گرد و نواح کے زمیندار حیرہ کے انجام کے منتظر تھے حیرہ کا فتح ہونا تھا کہ خالد کے پاس آنے شروع ہوئے اور علاقہ حیرہ و تمام کے علاقہ پر بیس لاکھ درہم جزیہ قبول کر کے صلح کر لی - اب خالد نے حدود کی طرف لوٹ مار کرنے کے واسطے فوجیں روانہ کیں اور آس پاس کے کل علاقہ دریائے دجلہ کے کنارہ تک فتح کر لیا - اسوقت خالد نے شاہ ایران کے دربار میں اپنے قاصد بھیجکر کہلا بھیجا کہ ملک تمہارے ہاتھ سے نکل گیا - اب یا تو اسلام قبول کرو یا جزیہ دو نہیں تو لڑائی کے لیے نکلو اسوقت ایرانی نہایت پریشان ہوئے - پس آزادویہ نے جو اسوقت دربار ایران میں موجود تھا ایرانی افسروں سے کہا کہ تم لوگ آپس کے فسادوں میں پھنس رہے ہو اسیواسطے مسلمانوں کو حوصلہ ہو گیا ہے کہ وہ فتح پر فتح کرتے آگے بڑھے چلے آتے ہیں تم آپس کی پھوٹ کو چھوڑ کر متفق ہو کر لڑو تو ان بھوکے عربوں کا ہٹانا دنیا کوئی بڑی بات نہیں ہے - آزادویہ کی اس نصیحت نے بڑا کام کیا ارکان دولت نے متفق ہو کر سفیروں کو لڑائی کا پیغام دیکر واپس کر دیا اور بہمن جادو کو ایک بڑی بھاری لشکر کے ساتھ مقابلہ پر مقرر کیا بہمن نے شیرزاد صاحب ساباط کو کوئی ستر ہزار لشکر جرار کے ساتھ انبار کی حفاظت پر چھوڑا جس کا قلعہ بڑا مستحکم تھا اور ایک دوسرے مضبوط قلعے عین التمر کی حفاظت پر مہران نامی ایک مشہور افسر کو مقرر کیا - اور آپ بھی وہیں مقیم ہوا +

خالد نے سفیروں سے جنگ کا جواب سنکر انبار پر چڑھائی کر دی شہر کا محاصرہ کر لیا - اور جدال و قتال کا بازار گرم کر دیا - شیرزاد نے ایسی فوج سے مقابلہ کیا جو سر سے پاؤں تک لوہے میں غرق تھی فقط آنکھیں کھلی ہوئی تھیں - خالد نے اپنے تیراندازوں کو حکم دیا کہ انکی آنکھیں بیندھو فی الفور تیروں کی بارش شروع ہوئی ہزار ایرانی آنکھوں سے معذور ہو گئے - اسی سبب سے اس لڑائی کو جنگ ذات العیون بھی کہتے ہیں - سخت لڑائی کے بعد شیرزاد نے گھبرا کر صلح کا پیغام دیا اور خالد نے اس شرط پر صلح کر لی کہ کل مال و متاع چھوڑ کر شہر سے نکل جاؤ - پس شیرزاد نکل کر بہمن جادو کے پاس چلا گیا - اسکے بعد پھر انبار کے گرد نواح کے لوگوں اور اہل کلواذا نے خالد سے صلح کر لی +

(۱۳۳) **فتح عین التمر** انبار میں خالد نے زبرقان بن بدر کو اپنا نائب چھوڑا اور عین التمر پر چڑھائی کی جہاں یہ

[1] امغیشیا ایک مقام تھا الیس اور انبار کی نواح میں دریائے فرات کے قریب +

اُس علاقہ کے عرب قبیلوں بنی تغلب وغیرہ کو بھی اپنے سے ملا لیا تھا جنکا سردار عقہ تھا پس عقہ عرب فوج لئے ہوئے خالد کے مقابلہ میں آیا لیکن اُسے پکڑ کر قتل کر دیا گیا اور اُسکے لشکر کو شکست ہوئی اور بہت سے گرفتار کر لئے گئے - یہ دیکھکر ایرانی اور اُنکے سردار بہمن اور مہران تو اپنے جانیں بچا کر بھاگ گئے - اور عرب منہزمین نے قلعہ میں پناہ لی خالد نے قلعہ کا محاصرہ کر لیا اور تین دن کے محاصرہ کے بعد خالد کے حکم سے قلعہ سے نکلے تو خالد نے پکڑوا کر اُن سب کو قتل کروا دیا اور تمام مال و اسباب لوٹ لیا قلعہ میں چالیس لڑکے بھی پائے گئے جو انجیل سیکھتے تھے وہ اہل بلاد میں تقسیم کر دیئے گئے اُنہیں میں سے ابن سیرین کا باپ محمد اور موسیٰ فاتح اندلس کا باپ نصیر اور حضرت عثمان کا غلام حمران بھی تھا - اسی مقام پر بشیر بن سعد انصاری نے اس جنگ کے موقعہ پر انتقال کیا +

(۳۴) جنگ دومۃ الجندل جب خالد عین التمر سے فارغ ہوئے تو عیاض بن غنم نے جو دومۃ الجندل کے عرب نصرانیوں سے لڑنے کو بھیجا گیا تھا خالد کو لکھکر مدد طلب کی - کیونکہ وہ کئی مہینہ سے دومۃ الجندل کا محاصرہ کئے پڑا تھا اور فتح میسر نہ ہوتی تھی - پس خالد عین التمر میں اپنا عامل چھوڑ کر دومۃ الجندل کیطرف آئے - دومۃ الجندل میں دو سردار تھے - اکیدر بن عبد الملک اور جودی بن ربیعہ - اکیدر خالد کے آنے کی خبر سنتے ہی بھاگا - مگر خالد نے راستہ ہی میں اُسے پکڑوا کر قتل کر دیا اور اُسکا مال و اسباب لوٹ لیا - اور ایک طرف سے دومۃ الجندل پر حملہ کر دیا دوسری طرف سے عیاض بن غنم آپہنچا - دونوں طرف سے عربوں نے شکست کھا کر قلعہ میں پناہ لی قلعہ بھر گیا تو دروازہ بند کر لیا پس جو قلعہ کے باہر رہ گئے اُنکو خالد نے پکڑ کر قتل کرا دیا جودی بھی قتل کیا گیا - سوائے اسیران بنی کلب کے جو بنی تمیم کی سفارش پر چھوڑ دیئے گئے باقی سب قیدی قتل ہوئے - اِسکے بعد قلعہ بقہر و غلبہ فتح کر لیا گیا بہت سے قتل اور بہت سی اسیر کئے گئے - اسیروں کو فروخت کیا گیا اور جودی کی دختر کو خالد نے خرید لیا جو بہمہ صفت موصوف تھی - بعد فتح خالد نے کچھ دنوں دومۃ الجندل میں قیام کیا +

(۳۵) جنگ حصید و خنافس و مضیح خالد کے دومۃ الجندل کی اقامت کے زمانہ میں ایرانیوں کو حیرہ پر لالچ آیا بہت سے ایرانی حصید میں جمع ہوئے اُنکے ساتھ بہت سے نصاریٰ عرب بھی تھے خالد قعقاع بن عمرو کو حیرہ کا عامل بنا گئے تھے - قعقاع نے حصید پر حملہ کر کے ایرانیوں کو شکست دی بہت سے ایرانی قتل ہوئے اور بہت سا مال غنیمت مسلمانوں کے ہاتھ آیا - حصید سے بھاگ کر ایرانی خنافس میں آ گئے قعقاع کے سردار ابو لیلیٰ نے تعاقب کیا تو وہ بھاگ کر مضیح میں آ گئے اور وہاں اُنکی تعداد بہت بڑھ گئی - خالد کو یہ خبر پہنچی تو قعقاع اور اُسکے ہمراہی امیروں کو لکھا کہ میں بھی آتا ہوں تم لوگ فلاں رات کو فلاں وقت مضیح کے قریب جمع ہو جانا - یہ لکھکر خالد جلد چل پڑے پس شب مقررہ کا مقررہ وقت ہوا تو سب مقام مقررہ پر جمع ہو گئے اور اُن سوتوں پر تین طرف سے شبخوں مارا اور دشمن کے بہت سے آدمی قتل کر ڈالے - انہیں میں عبد العزیٰ بن ابی رہم اور لبید بن جریر بھی تھے جو مسلمان ہو چکے تھے اور اُنکے پاس حضرت ابوبکر کی تحریر بھی اُنکی مسلمان ہونے کی بابت موجود تھی - پس وہ بھی اس معرکہ میں مارے گئے - حضرت ابوبکر نے اُنکی دیت ادا کی اور اُنکی اولاد کے لئے وصیت کی - حضرت عمر مالک بن نویرہ اور ان دونوں کے قتل کرنے کی بابت خالد پر اعتراض کیا کرتے تھے تو حضرت ابوبکر فرماتے تھے کہ جو اہل شرک میں رہتا ہے اُسکا یہی نتیجہ ہوتا ہے +

(۳۶) جنگ ثنی و زمیل و رضاب ربیعہ بن بجیر تغلبی نے عقہ کے مارے جانے پر غضبناک ہو کر ثنی اور زمیل پر جیسے بشیر بھی کہتے ہیں خالد سے لڑنے کے واسطے ایک بھاری فوج جمع کی یہ دونوں مقام رصافہ کے مشرق میں واقع ہیں خالد کو خبر ہوئی تو مضیح سے روانہ ہوئے اور تمام فوج نے ان لوگوں پر تین طرف سے شبخون مارا بہت سے مارے گئے

بہت سے اسیر ہوئے اور بہت سا مال غنیمت ہاتھ آیا - انہیں قیدیوں میں ربیعہ کی بیٹی تھی جو حضرت علیؓ نے خرید لی اور اُس سے عمر بن علی اور رقیہ دو اولادیں پیدا ہوئیں +

مضیح سے بنی ہذیل کے بچے کچے آدمی ہذیل بن عمران کے ساتھ عتاب کے پاس چلے گئے تھے جو بہت سے فوج لئے ہوئے مقام زمیل پر پڑا ہوا تھا پس خالد نے واقعہ ثنی کی خبر پہنچنے سے پہلے اُنپر تین طرف سے شبخون مارا اور اتنے آدمی قتل کئے کہ اُس سے پہلے قتل نہ کئے تھے اور مال غنیمت کو تقسیم کر لیا اور حسب معمول خمس حضرت ابوبکرؓ کے پاس روانہ کیا - زمیل سے خالد رضاب میں آئے یہاں کے لوگ خالد کی آمد کی خبر سُنکر بھاگ گئے اور لڑائی نہیں ہوئی +

(۳۷) جنگ فراض

رضاب سے خالد ماہ رمضان میں فراض پر چڑھ گئے - جہاں شام - عراق - اور جزیرہ کی سرحدیں ملتی ہیں - رومی اس شہر کے بچانے کو کھڑے ہوگئے اور قریب جوار کے ایرانیوں کو اپنی مدد پر بلا لیا کئی عرب قبیلے بھی اُنکے ساتھ ہوگئے اور یہ سب خالد کے مقابل ہوئے - مقام فراض پر جنگ عظیم ہوئی رومی اور اُنکے ساتھی بھاگ نکلے خالد نے اپنے ہمراہیوں سے کہا کہ تلوار کو نہ روکیں پس معرکہ اور تعاقب میں غنیم کے ایک لاکھ آدمی مارے گئے - اسکے بعد خالد نے دس دن تک فراض میں قیام کیا - اور پھر ۲۵ ذیقعدہ کو فراض سے خالد خود تو مخفی طور پر حج کو روانہ ہوگئے اور شجرہ بن اعز کو ساقہ فوج پر مقرر کرکے حیرہ کی طرف روانہ کیا اور ظاہر یہ کیا کہ خالد ہی ساقہ کے ساتھ جا رہا ہے - پس خالد مع اپنے معدودے چند اصحاب کے ساتھ مخفی حج کرکے حیرہ کی طرف مراجعت کی - یہ حج ایسا مخفی کیا کہ اُنکے لشکر والوں تک کو بھی اُسوقت معلوم ہوا جبکہ خالد اور اُنکے ہمراہی ساقہ کے ساتھ ہی سر منڈائے ہوئے پہنچے حضرت ابوبکرؓ کو بھی بعد مراجعت اسکی خبر ہوئی اور بہت ناراض ہوئے +

(۳۸) خالد کی عراق سے شام کیطرف تبدیلی

اب خالد حیرہ میں بیٹھکر سلطنت ایران کے پایہ تخت مداین کے فتح کرنے کی تدبیر میں سوچ رہے تھے کہ یکایک دربار خلافت سے شام چلے جانے کا حکم آیا کہ یرموک پہنچکر مسلمانوں کی مدد کریں - خالد کے یہ تمام غزوات ایک سال کے اندر ہوئے کیونکہ محرم ۱۲ھ میں عراق آئے تھے اور شروع ۱۳ھ میں شام کیطرف بھیجدیے گئے +

(۳۹) خالد کے بعد مثنیٰ کی ایرانیوں سے لڑائیاں

۱۳ھ کے شروع میں خالد مثنیٰ کو جو ان تمام معرکوں میں خالد کے ساتھ رہا تھا عراق اور اُسکی فوج کا چارج دیکر بروایت فتوحات اسلامیہ نو ہزار فوج اپنے ساتھ لیکر اور ۹ ہزار مثنیٰ کے پاس چھوڑکر شام کی طرف روانہ ہوگئے تھے اور مثنیٰ نے حیرہ میں اقامت اختیار رکی تھی - اسوقت (یعنے ۱۳ھ کے شروع میں) شاہ ایران نے مثنیٰ پر اپنا ایک امیر ہرمز جادو کو بیشمار سپاہ کے ساتھ روانہ کیا - مثنیٰ نے حیرہ سے نکلکر مقام بابل پر ڈیرے ڈالدیئے ہرمز بھی آپہنچا اور دونوں میں سخت لڑائی ہوئی ایرانیوں کے ساتھ ایک ہاتھی بھی تھا اُس نے مسلمانوں میں تفرقہ ڈالدیا پس مثنیٰ نے چند آدمیوں کے ساتھ ہاتھی پر حملہ کیا اور اُسے ماردیا - ایرانی بھاگے - مسلمانوں نے تعاقب کیا اور مداین تک اُنکا تعاقب کرتے اور مارتے چلے گئے -

ہرمز جادو کی شکست کے بعد ایرانیوں میں پھر اختلاف پڑگیا اسلئے دجلہ سے اِدھر کا علاقہ مثنیٰ ہی کے قبضہ میں رہا آخر ایرانیوں نے مجتمع ہوکر آرزمی دخت کو تخت ایران کا سرپرست اور یزدجرد کو بادشاہ بنایا اور فرخ زاد بن بنداد کو منتظم امور سلطنت مقرر کیا - فرخ زاد نے آرزمی دخت سے شادی کرنی چاہی مگر آرزمی دخت کو منظور نہ ہوا اور ظاہرا اقرار کرکے نکاح کرنیکے بہانے بلاکر فرخ زاد کو قتل کرا ڈالا - فرخ زاد کے قتل پر پھر امیروں میں اختلاف ہوا آرزمی دخت کی بہن پوران دخت بنت خسرو پرویز نے رستم کو جو اپنے باپ فرخ زاد کی طرف سے خراسان میں گورنری کر رہا تھا

۱؎ ابن اثیر نے فوج کی تعداد دس ہزار لکھی ہے + ۲؎ یہ اُن مورخوں کے موافق ہے جو یزدجرد کے ۱۳ھ میں تخت نشین ہونے کے قائل ہیں -

کما نڈر انچیف اور امیر الامرا بنانے کی غرض سے طلب کیا - اور بروایتے وہ خود اپنے باپ کے قتل کی خبر سنکر انتقام لینے کی غرض سے ایک لشکر جرار کے ساتھ مداین کی طرف روانہ ہوا اور (سنہ ۱۳ھ میں) آرزمی دخت کو قتل کرکے اپنے باپ کے عہدہ پر مقرر ہوا - اور یزدجرد مستقل بادشاہ قرار پایا انہی گھریلو جھگڑوں نے کچھ عرصہ تک ایرانیوں کو مسلمانوں کی طرف سے بے پروا کر دیا - مثنی کے پاس تھوڑے ہی آدمی رہ گئے تھے اور عرصہ سے حضرت ابوبکر نے اسکی خبر نہ لی تھی اس سبب سے مثنے نے بشیر بن خصاصیہ کو حیرہ میں اپنا قایم مقام چھوڑا اور خود مدد کی درخواست لیکر دربار خلافت میں مدینہ حاضر ہوا مگر یہاں خود حضرت ابوبکر بیمار تھے - اسلئے کوئی فیصلہ نہوا - بلکہ مثنی کی مدینہ کی موجودگی ہی میں حضرت خلیفہ اول کا انتقال ہوگیا[1] - پس حضرت عمر نے خلیفہ ہوکر مثنی کے ساتھ فوج روانہ کی[2] - اس فوج کے کارنامے حضرت عمر کے عہد خلافت میں بیان کئے جاینگے - اسوقت ہم حضرت ابوبکر کی خلافت کے واقعات لکھ رہے ہیں +

فصل ششم شام پر لشکر کشی

(۴۹) **شام کی حالت** شام میں تمام وہ ملک شامل سمجھا جاتا تھا جو فرات اور بحیرہ روم کے درمیان واقع تھا اور نیز فنشیا (فنیقیہ) اور فلسطین - اس ملک میں پہلے تو جدا جدا چھوٹی چھوٹی آزاد ریاستیں تھیں مگر اب یہ تمام ملک قسطنطنیہ کے بادشاہ ہرقل کے ماتحت تھا - ملک بڑا زرخیز اور سیرحاصل تھا - تجارت بھی بہت ہوتی تھی کنارہ پر ٹایر (صور) اور سیڈون (صیدا) تجارتی مرکز تھے - جغرافیہ دانان عرب کے قول کے موافق (۱) فلسطین کا علاقہ اُس خطہ کے جنوب میں واقع ہے جو کوہ قرمل سے جھیل طبریہ کے انتہائی شمالی کونہ تک اور اردن سے لیکر بحیرۂ روم تک جاتا ہے - یہاں رومیوں کے پاس چند نہایت مضبوط مقامات تھے جیسے قیساریہ - اریحا (جریکو) یروشلم - عسقلان - غزہ - جافہ - زغار یا قدیم نیٹاپولس کا شہر اور وہ تمام خطہ جو بحیرہ لوط کے جنوبی گوشہ سے لیکر خلیج عقبہ تک پھیلا ہوا ہے - فلسطین کے متعلقات میں سے تھا +

(۲) متذکرہ بالا خطہ کے شمال میں اردن کا صوبہ تھا جسمیں ایکر (عکہ) اور ٹایر (صور) محفوظ مقامات تھے +

(۳) فلسطین کے شمال میں وہ زرخیز ملک آباد تھا جسکو رومی سریا اور عرب شام یا برّالشام پکارتے ہیں - اسمیں حلب حمص انطاکیہ وغیرہ جیسے تاریخی شہر تھے اور ان تمام شہروں میں رومیوں کے زبردست فوجی دستے مقیم رہتے تھے +

(۴) وادی اردن کے مشرق میں اور جھیل طبریہ کے جنوب میں حوران کی سطح مرتفع واقع تھی +

رومیوں کا وائسرائے انطاکیہ میں رہتا تھا - اُسکے ماتحت شام میں چار گورنر تھے فلسطین - حمص - دمشق اور اردن میں - مسلمان شام کے باشندوں کو بنی اصفر کہتے تھے جیسے ہندوستانی فرنگیوں کو گورہ اور فرنگی ہندوستانیوں کو کالا آدمی بولتے ہیں + حضرت ابوبکر نے جب خالد بن ولید کو عراق کی طرف روانہ کیا تھا اُسیوقت خالد بن سعید کو شام پر ایک فوج کا سردار مقرر کرکے شام کی طرف روانہ کرنا چاہا تھا لیکن روانگی سے پہلے معزول بھی کر دیا تھا معزولی کی وجہ یہ ہوئی کہ جب لوگوں نے حضرت ابوبکر کی بیعت کی تھی تو خالد بن سعید نے دو مہینے تک بیعت نہیں کی تھی اور حضرت علی کا ساتھ دیا تھا اب جو حضرت ابوبکر نے خالد بن سعید کو امیر بنایا تو حضرت عمر نے وہ بات یاد دلاکر اور اصرار کرکے اُسے امارت سے معزول کرا دیا - اسکے بعد حضرت ابوبکر نے خالد بن سعید کو حکم دیا کہ مقام تیما میں جو حجر کی مشرق میں خیبر اور تبوک کے درمیان ایک گانو ہے قیام کرو اور وہاں سے نہ سرکنا جبتک میرا حکم نہو - وہاں گرد نواح کے عربوں کو جہاد کے لئے آمادہ اور تیار کرنا - پس خالد نے تیما میں اقامت اختیار کی اور اُنکے پاس ایک جمعیت کثیر اکٹھی ہوگئی - جب رومیونکو خبر ہوئی تو اُنہوں نے سرحد شام کے عرب قبیلوں بنی کلب - بنی غسان - بنی لخم

[1] حضرت ابوبکر کی وفات کے کچھ ہی عرصہ بعد آرزمی دخت بھی ماری گئی [2] اور مثنی ایک مہینہ کی غیر حاضری کے بعد پھر حیرہ میں آموجود ہوا +

بنی جذام وغیرہ کو اُس علاقہ میں لوٹ مار کرنے کے لئے اُکسا دیا۔ اس امر کی خبر خالد بن سعید نے حضرت ابو بکر کو لکھی۔ اُسوقت حضرت ابو بکر نے اُنکو آگے بڑھنے کا حکم دیا پس جب خالد بن سعید آگے بڑھے اور اُنکے قریب پہنچے تو وہ لوگ متفرق ہو کر بھاگ گئے اور خالد بن سعید نے اُنکے مقام پر اپنی چھاونی ڈالدی۔ اور حضرت ابو بکر کو اطلاع دی حکم پہنچا کہ اس طرح آگے بڑھو کہ تمہارے پیچھے سے حملہ نہ ہو سکے۔ پس ذرا آگے بڑھکر اُترنا چاہا تھا کہ رومیوں کے ایک بطریق ماہان نامی سے مقابلہ ہوا لڑائی میں بطریق نے بہت سے آدمیوں کا نقصان اُٹھا کر فرار اختیار کیا۔ خالد نے حضرت ابو بکر کو اطلاع کی اور مدد کی درخواست کی۔ پس حضرت ابو بکر نے ولید بن عقبہ اور ذو الکلاع اور عکرمہ بن ابو جہل کو مع اُن آدمیوں کے جو تہامہ اور عمان اور بحرین وغیرہ سے اِسی موقع پر اُسکے ساتھ آئے تھے خالد بن سعید کی مدد پر روانہ کر دیا۔ اس مدد کے پہنچتے ہی خالد بن سعید نے جلد ہی کی اور بے احتیاطی سے فتح دمشق کے لئے حملہ کر دیا تن مگر رومیوں کے بطریق ماہان نے راستہ روک لیا لڑائی ہوئی خالد بن سعید کا بیٹا سعید مارا گیا اور خالد بن سعید سخت نقصان کے ساتھ شکست کھا کر ایسا بھاگے کہ مدینہ کے قریب ذی المروہ میں آکر دم لیا رومی فتحیاب سے باز رہے اور عکرمہ چھ ہزار فوج سے شام کے قریب ہے مسلمانوں کو لئے پڑے رہے۔

(۲۳ھ) فتح شام کی تیاری | اب حضرت ابو بکر نے فتح شام کا پورا پورا ارادہ کر لیا۔ تاریخ اعثم کوفی اور فتوحات الاسلامیہ میں لکھا ہے کہ جب صدیق کا ارادہ شام کو فوجیں بھیجنے کا ہوا تو فرمایا تم اس بات سے واقف ہی ہو کر سب عرب ایک ہی ماں باپ کی اولاد ہیں میں نے مصمم ارادہ کر لیا ہے کہ عربی لشکروں کو شام کی طرف بھیجوں اور رومیوں سے جنگ کر کے اُن اطراف کے ملعونوں کو ہلاک کروں۔ تم میں سے جو شخص فتح پائیگا دولتمند اور مشہور ہو جائیگا اور جسکی موت آجائیگی وہ اپنا جھنڈا بہشت میں جا گاڑیگا اور اس امر کا اجر جو خدا کی طرف سے ملیگا وہ بیشمار ہے اُسکا کوئی شخص اندازہ نہیں کر سکتا۔ اب میں نے ارادہ ظاہر کر دیا ہے اور تمہاری رائے کا منتظر ہوں۔ عمر۔ عثمان۔ طلحہ۔ زبیر۔ سعد بن ابی وقاص اور ابو عبیدہ بن جراح میں سے ہر ایک نے اپنا اپنا خیال ظاہر کیا۔ پھر صدیق نے امیر المومنین علیؑ کی طرف متوجہ ہو کر کہا اے ابو الحسن تمہاری کیا رائے ہے کچھ آپ بھی فرمائیں۔ علی نے کہا اگر تو لشکر روانہ کریگا تب بھی کامل فتح پائیگا اور اگر خود اس مہم پر روانہ ہوگا اور اللہ تعالیٰ کی مدد پر بھروسہ رکھیگا تب بھی کامیاب ہوگا اور سب کام درست ہو جائینگے۔ صدیق نے کہا اے ابو الحسن خدا تمکو شاد رکھے تم یہ بات کس طرح کہتے ہو جواب دیا کہ میں نے کئی دفعہ رسول اللہ صلعم سے سنا ہے کہ تا قیامت ہمیشہ دین اسلام تمام دینوں پر غالب رہیگا اے خلیفہ جلد مجھے اور اس کام میں ثابت قدمی اختیار کر صدیقؓ نے کہا اے ابو الحسن تم نے مجھے یہ بات سُنا کر دل شاد کر دیا۔ اللہ تعالیٰ تمکو بہشت کے اعلےٰ مدارج عطا کرے دلشاد فرمائے پھر دوسروں کی طرف منہ کر کے کہا اے مسلمانو یہ شخص علم پیغمبر کا وارث ہے جو شخص اسکے صدق کلام میں شبہ کریگا بیشک وہ منافق ہے۔ انکی باتوں نے مجھے جنگ روم کا زیادہ ساعی اور مشتاق بنا دیا اور مجھکو بہت ہی بڑی خوشی حاصل ہوئی۔ اب تم سب اس کام میں کوشش کرو۔ اور اہل مکہ و طائف و یمن وغیرہ کے عاملوں کے نام مکتوب روانہ کئے اور تمام علاقوں کے لوگوں پر شام کو نصرانیوں سے فتح کرنے کا ارادہ ظاہر کیا اور جہاد کی طرف ترغیب دی اور جا بجا سے لوگ جہاد کی خاطر آ آکر مدینہ میں جمع ہونے لگے پس ۱۳ھ کے شروع میں صدیق نے ایک نئی فوج میدان جنگ کی طرف روانہ کی۔ فوج کے چار حصے کر کے ایک ایک حصہ ایک ایک جرنیل کے ماتحت کیا گیا اور حکم ہوا کہ یہ جرنیل ملک شام کے مختلف حصوں میں جدا جدا جنگ کا نقشہ جمائیں۔ پس (۱) ابو عبیدہ بن الجراح کو ایک دستہ فوج کی ساتھ حمص پر مقرر کیا اُنہوں نے اپنا ہیڈکوارٹر جابیہ میں مقرر کیا اُن کے ہمراہ اہل مدینہ

اور اصحاب کی ایک بڑی تعداد تھی۔ (۲) عمرو عاصؓ کو اُس فوج کا سردار بنایا گیا جو فلسطین پر بھیجی گئی اُنہوں نے عربہ میں چھاونی ڈالی۔ (۳) یزید بن ابوسفیان ایک فوج کے ساتھ دمشق پر تعینات ہوئے۔ اُنہوں نے بلقاء میں ڈیرے ڈالے۔ انکی فوج میں زیادہ تر مکہ اور تہامہ کے عرب تھے انمیں سے بہت سے لوگ فتح مکہ سے پہلے رسول اللہ صلعم کے ساتھ لڑ چکے تھے۔ اب لوٹ کے لالچ سے بطور مجاہدین انکی فوج میں شامل ہوگئے تھے مکہ اور تہامہ کے عربوں اور مدینہ کے لوگوں میں سخت دشمنی تھی جسکا نتیجہ بُرا نکلا جیسا کہ آیندہ معلوم ہوگا۔ (۴) شرجبیل بن حسنہ ایک فوج کے ساتھ وادی اردن کی طرف بھیجے گئے اُنہوں نے جاکر بُصریٰ کے قریب قیام کیا۔ بروایت بلاذری اسکے ساتھ خالد بن سعید بھی دوبارہ بطور کپتان کے روانہ کیا گیا۔ بلاذری نے لکھا ہے کہ شروع میں ہر ایک سردار کے ساتھ تین تین ہزار سپاہ تھی پھر امداد پہنچکر ساڑھے سات سات ہزار ہوگئی تھی۔ ابوسفیان کے دوسرے صاحبزادہ معاویہ جنہوں نے آخر میں خلافت کو غصب کر لیا ارز رو فوج کمانڈر مقرر ہوئے (امیر علی) اور بروایت ابن خلدون حضرت ابوبکرؓ نے اُنہیں اُنکے بھائی یزید کی مدد کے لئے روانہ کیا تھا ہاشم بن عتبہ بن ابی وقاص اور سعید بن عامر بھی افواج کے ساتھ روانہ کئے گئے اسیطرح جہاں جہاں سے لوگ جہاد کے ارادہ سے آتے جاتے تھے وہ جمع کرکے شام کی طرف بھیجے جاتے تھے (فتوحات)۔

حضرت ابوبکر کا حکم تھا کہ اگر اتفاقاً چاروں لشکر ایک جگہ جمع ہوجائیں تو ابوعبیدہؓ کو سب لشکر کا سردار سمجھا جائے اُنکی عدم موجودگی میں یزید کو۔ ورنہ عام طور پر ہر ایک اپنی اپنی فوج کا امیر ہے۔ بلاذری کہتا ہے حضرت ابوبکر کے زمانہ میں ابوعبیدہ نے امارت قبول نہیں کی وہ حضرت عمرؓ کے زمانہ میں تمام لشکر شام کے امیر ہوئے۔ پس یزید کو تمام لشکروں کا سردار سمجھنا چاہیئے

اس فوج میں کم سے کم ایک ہزار رسول اللہ صلعم کے صحابہ تھے جن میں سے تین سو اہل بدر اور سوکے قریب بہت بڑی نامدار صحابہ تھے۔ اور اپنی مرضی کے مطابق جس افسر کے ماتحت چاہیں کام کرنے کا اختیار رکھتے تھے۔ سب سے پہلے یزید کو امیر لشکر بناکر روانہ کیا گیا۔ حضرت ابوبکر نے پاپیادہ کچھ دور تک پہنچایا۔ اور روانگی کے وقت مندرجہ ذیل ہدایتیں کیں۔ یاد رکھو خدا ہر وقت حاضر و ناظر ہے۔ اپنے تئیں فانی سمجھو۔ بہشت کے اُمیدوار قیامت کے قایل رہو۔ بے انصافی اور ظلم سے پرہیز کرو۔ اپنے بھائیوں سے مشورہ کر لیا کرو اور اپنے سواروں کی شجاعت اور محبت قایم رکھنے کے قواعد سیکھو۔ جب تم جہاد کرو تو مردانہ ہمہ تن مصروف ہوجاؤ۔ اور پیٹھ پھیر کر مت بھاگو۔ عورتوں اور بچوں کے کشت و خون سے اپنی فتح پر دھبہ مت لگاؤ۔ کھجور کے درختوں یا اناج کے کھیت کو مت جلاؤ۔ بارآور درختوں کو مت کاٹو۔ اور مویشیوں کو کوئی نقصان نہ پہنچاؤ۔ صرف خوراک کے لئے ذبح کرو۔ جب تم کوئی عہد و پیمان کرو اُسپر قایم رہو و عدہ کو پورا کرو۔ تمہارا گذر ایسے زاہد لوگوں پر ہوگا جو علیحدہ عبادت خانوں میں زندگی بسر کرتے ہیں۔ اور اس طریقہ سے خدا کی عبادت پسند کرتے ہیں ایسے لوگوں سے کچھ نہ کہو۔ اور نہ اُنہیں قتل کرو۔ اُنکے عبادت خانوں کو مسمار نکرو۔ ایک اور قسم کے لوگ تمکو ملیں گے جو شیطانی کنیسوں میں رہتے ہیں اور سر منڈے ہوئے رکھتے ہیں اُنکے سر ضرور قلم کردو اور اُنکو رہنے کیلئے جگہ مت دو تاوقتیکہ وہ اسلام یا جزیہ قبول نہ کرلیں۔

بعض مورخین نے لکھا ہے کہ ابتدا میں ان کل فوجوں کی تعداد صرف سات ہزار تھی مگر بعد میں کمک پہنچکر اُسوقت تک جبکہ خالد سر لشکر تھے ۳۵ یا ۳۶ ہزار ہوگئی تھی۔ ابن اثیر نے ایک روایت ۴۰ ہزار کی بھی لکھی ہے اور عکرمہ کی

سلہ جو بعد میں فتح مصر کے سبب سے بڑے نیکنام اور دشمنی علی کے سبب سے سخت بدنام ہوئے (امیر علی)۔ سلہ ایرونگ لکھتا ہے کہ ابوعبیدہ نے چونکہ خلافت حاصل کرنے میں حضرت ابوبکر صدیق کو بہت مدد دی تھی۔ اس سبب سے وہ ابوبکر کے نزدیک بڑے ممتاز تھے اُن کی عمر اُس وقت پچاس سال کے قریب تھی۔

فوج سمیت ۴۰ ہزار + مولوی سید امیر علی لکھتے ہیں کہ یہ تعداد اگر اُس سلطنت کے وسائل اور طاقت کا خیال کیا جاتا جس پر یہ حملہ کرنے کی غرض سے بڑھی تھی تو بہت کم معلوم ہوتی ہے +

قسطنطنیہ کی رومی سلطنت چند فرنگستانی صوبجات نکلجانیکے باوجود اب بھی نہایت طاقتور تھی اسکے وسائل دولت اور سامانِ حرب غیر محدود تھے اسمیں ایشیا کوچک کا وسیع جزیرہ نما جو اکثر بندرگاہوں سے معمور تھا ملک شام فنیشیا فلسطین مصر اور مصر سے بحر اوقیانوس تک تمام ممالک بربر شامل تھے +

(۴۳) یزید بن ابوسفیان فلسطین میں | یزید بن ابوسفیان فلسطین میں پہنچے تو عربہ کے مقام پر رومیوں کی ۳ ہزار فوج مقابلہ کے لئے تیار پائی - یزید نے ابوامامہ باہلی کو ۵ سو آدمیوں سے مقابلہ پر بھیجا جس نے انہیں مار کر بھگا دیا اور بہت سے رومی قتل ہوئے - پھر واثن یا دثنہ پر رومی جمع ہوئے وہاں سے بھی ابوامامہ نے انہیں مار بھگایا - جب عمرو عاص جنوبی فلسطین کی طرف بڑھ رہے تھے اور غزہ اور یروشلم پر حملہ کرنے کو تھے - ابوعبیدہ - یزید اور شرجیل نے ایک دوسرے کی امداد کرتے ہوئے بصری - دمشق اور طبریہ پر چڑھائی کر دی +

(۴۴) جنگ یرموک | ہرقل کو ان افواج کی آمد کی خبر پہنچی تو حملہ آوروں کی مدافعت کے لئے خود قدس سے حمص کیطرف آیا اور وہاں سے عربوں کو فنا کرنے کے لئے فوج کے مختلف دستے روانہ کئے - بروایت ابن اثیر و ابن خلدون وحسب ذیل (۱) اپنے بھائی تذارق کو ۹۰ ہزار فوج کے ساتھ عمرو عاص کیطرف (۲) جرجہ بن توذر کو ۴۰ ہزار کے ساتھ یزید بن ابوسفیان کی طرف (۳) قیقلان یا قیقار بن نسطورس کو ساٹھ ہزار کے ساتھ ابوعبیدہ کیطرف اور (۴) دراقص کو ۵۰ ہزار کے ساتھ شرجیل کی طرف روانہ کیا + رومیوں کی اس نقل و حرکت کی خبر پاتے ہی مسلمان سرداروں نے فوراً ایک دوسرے کی طرف قاصد بھیجکر مشورہ کیا اور دربار خلافت سے بھی استصواب کیا سب کی یہی رائے ہوئی کہ ساری فوجوں کو ایک ہی جگہ جمع کر لیا جائے لہذا چاروں دستے بماہ اپریل ۶۳۴ء دریائے یرموک کے نزدیک مقام جولان پر اکٹھے ہو گئے طبری - ابن خلدون اور ابن اثیر نے لکھا ہے کہ ان سرداروں نے اسی موقع پر دربار خلافت سے مدد طلب کی تھی اور اسی موقعپر حضرت ابوبکر نے خالد کو عراق سے شام کیطرف تبدیل کیا تھا +

یرموک ایک چھوٹا سا دریا ہے جو حوران کی سطح مرتفع سے نکلکر جھیل طبریہ سے چند میل جنوب پر دریائے جارڈن (اردن) سے ملجاتا ہے - مقام اتصال سے کوئی تیس میل اوپر کیطرف اُس کی شمالی جانب اُسکا موڑ نصف دائرہ کی شکل میں واقع ہوا ہے دریا کے اُس نصف دائرہ میں ایک ایسا وسیع میدان گھرا ہوا ہے - جو ایک بڑے فوج کے اُترنے کے لئے مناسب ہے - دریائے یرموک کے کنارے ناہموار اور کھڑے واقع ہوئے ہیں اُنمیں ڈھلان نہیں ہے اس نصف دائرے کے گردتے پر ایک غار ہے جس سے اندر کے میدان کا راستہ ہے - اسجگہ کو واقوصہ کہتے ہیں - رومیوں نے اسے ہر طرف سے گھرا ہوا دیکھکر لشکر اُتارنے کیلئے محفوظ مقام خیال کیا اور اُنکی فوج مسلمانوں کی طرف سے کسی قسم کا خیال نکر کے اُسکے اندر گھس گئی - مسلمان نے فوراً اپنے غنیم کی غلطی کو تاڑ لیا - اور ذرا اوپر کو دریا کے شمالی رخ کیطرف عبور کر کے بالکل غار کے پہلو میں اپنے قدم جما دیے - اور آمادہ رہے کہ رومیوں کے نکلتے ہی فوراً اُنپر حملہ کر دیں - صفر - ربیع الاول اور ربیع الآخر تین مہینے تک دونوں فوجیں ایک دوسرے کے انتظار میں پڑی رہیں - یہانتک کہ ماہ ربیع الآخر یا

لـه فتوحات الاسلامیہ میں لکھا ہے کہ مسلمانوں کی افواج کی آمد کی خبر پاکر ہرقل نے اپنی فوج کو تیار کیا - اور اُسوقت وہ فلسطین میں تھا ملک کا دورہ کیا اور لوگوں کو اپنا دین اور اپنا ملک بچانیکے لئے برانگیختہ کیا فلسطین سے دمشق میں دمشق سے حمص میں آیا اور اسی طرح لوگوں کو ترغیب و تحریص دی اور پھر انطاکیہ میں آکر قیام کیا اور رومیوں کے پاس قاصد بھیجکر اُنکو آمادہ کیا اور وہ بے انتہا تعداد میں آموجود ہوئے +

جمادی الاول میں خالد بن ولید بھی عراق سے ۹ ہزار فوج لئے ہوئے قراقر۔ارک۔ تدمر۔ ثنیۃ العقاب۔ اور مرج راہط وغیرہ پر لوٹ مار کرتے اور بصرے کو فتح کرتے ہوئے آپہنچے۔ اسوقت مسلمانوں کی کل تعداد مع افواج خالد کے ۳۶ یا ۴۰ ہزار اور عکرمہ کے ۶ ہزار آدمی ملکر ۴۲ یا ۴۶ ہزار تھی۔ رومیوں کی کل فوج واقوصہ میں باتفاق مورخین ۲ لاکھ چالیس ہزار تھی۔ ہرقل کا بھائی تذارق اس فوج کا سپہ سالار تھا۔ رومیوں نے کئی مرتبہ اُس جال میں سے جس میں وہ انکے ہاتھوں پھنسے تھے نکلنے کی کوشش کی مگر ہر دفعہ پسپا ہوئے اور اُنکے جی چھوٹ گئے۔ آخر ۳۰ جمادی الثانی ۱۳ھ مطابق ۳۰ اگست ۶۳۴ء کو پادریوں کے ہمت بندھانے سے رومی فوج اپنی چھاونی سے مسلمانوں سے لڑنے کو نکل پڑی سخت گھمسان کا رن پڑا۔ مسلمان مارتے ہوئے خندق میں گھس گئے اور تذارق کے خیمہ تک جا پہنچے۔ ایک لاکھ چالیس ہزار رومی کھیت رہے اور بقیہ بھاگ گئے[۱] مسلمان ۳ ہزار مارے گئے جن میں سے مشہور یہ ہیں عکرمہ بن ابو جہل اور اُسکا بیٹا عمرو اور چچا حارث۔ سلمہ بن ہشام۔ عمرو بن سعید۔ ابان بن سعید۔ طفیل بن عمرو عمرو عاص کا بھائی ہشام۔ سعید بن حارث بن قیس۔ نضیر بن حارث۔ مصعب بن عمیر کا بھائی ابوالروم جندب بن عمرو ✣ امیر علی لکھتے ہیں کہ اس لڑائی نے تمام جنوبی شام کو مسلمانوں کے پاؤں میں کر دیا۔ یرموک سے مال غنیمت اتنا ہاتھ آیا کہ ایک ایک سوار کو چوبیس ہزار مثقال سونا اور پیادہ کو ۸ ہزار مثقال سونا ملا اور اسیطرح چاندی بھی۔ اس لڑائی میں چالیس ہزار رومی قید بھی ہوئے (فتوحات اسلامیہ)

اکثر مورخین نے لکھا ہے کہ یرموک میں جب معرکہ قتال گرم ہونے ہی کو تھا وہاں مدینہ سے ایک قاصد محمیہ بن زنیم ابو عبیدہ کے پاس آیا۔ جس نے ابو بکر کی وفات اور عمر کے خلیفہ ہونے کا حال بیان کیا اور حضرت عمر کا ایک نامہ دیا جس میں خالد کی معزولی اور ابو عبیدہ کے امیر لشکر ہونیکا حکم لکھا ہوا تھا۔ اسوقت ابو عبیدہ نے خالد سے اس خبر کو مخفی رکھا اور جبتک فتح حاصل نکر لی چھپائے رکھا۔ بعد فتح کے خالد نے معزولی اختیار کی مگر تمام فتوحات شام میں ابو عبیدہ کی نیابت میں کام کرتے رہے اور ابو عبیدہ اُن سے مشورہ لیتے رہے ✣ سید احمد اپنی فتوحات اسلامیہ میں لکھتے ہیں "بعض کہتے ہیں کہ وفات ابو بکر کی خبر بعد فتح دمشق ۱۴ھ میں آئی اور یہ کہ وفات ابو بکر اُسی رات کو ہوئی جس رات کو مسلمان دمشق میں داخل ہوئے ہیں اور یہ ۲۲ جمادی الآخر ۱۳ھ کا واقعہ ہے اور یہ لوگ وہ ہیں جو کہتے ہیں کہ جنگ یرموک بعد فتح دمشق کے ۱۵ھ میں ہوئی اور یہ قول صحیح نہیں ہے بلکہ صحیح یہی ہے کہ جنگ یرموک اور خالد کی معزولی ۱۳ھ میں اور رجب ۱۳ھ جنگ یرموک کے بعد جنگ اجنادین اور رجب ۱۴ھ میں فتح دمشق ہوئی اور معزولی خالد کی اس سبب سے تھی کہ عمر بوجہ قتل مالک بن نویرہ کے خالد سے نفرت کرتے تھے"

[۱] حضرت ابو بکر نے خالد کو عراق میں لکھا تھا کہ آدھی فوج یعنے ۹ ہزار آدمی اپنے ساتھ لیکر اور آدھی مثنیٰ کے پاس عراق میں چھوڑ کر ابو عبیدہ سے مقام یرموک پر جا ملو اسوقت تمام ساری فوج کے امیر سمجھے جاؤگے اور ابو عبیدہ تمہارا ماتحت ہوگا اور ابو عبیدہ کو لکھا کہ میں نے ملک شام میں دشمن سے لڑنے کے لئے خالد کو امیر بنایا ہے تم اُسکا حکم ماننا اور مخالفت نکرنا۔ اور یہ اس سبب سے نہیں ہے کہ میں تمکو اُس سے بہتر نہ سمجھتا ہوں بلکہ اس سبب سے کہ وہ فنون حرب سے ایسا واقف ہے کہ تم نہیں ہو (فتوحات الاسلامیہ)

[۲] کامل میں ہے کہ اس جنگ میں میسرہ کے سردار یزید بن ابو سفیان تھے اور قاضی ابو درداء اور قاص ابو سفیان۔ ابو سفیان کی اس جنگ میں یہ حالت تھی کہ بروایت صاحب استیعاب جب رومیوں کا غلبہ دیکھتا تو (خوش ہوکر) کہتا واہ وا بنی اصفر (رومیوں کا خطاب) اور جب مسلمانوں کو اُن پر غلبہ ہوتا تو (رنجیدہ ہوکر) کہتا کہ بنو اصفر بادشاہ ہیں روم کے بادشاہ ہائے آج اُن کا نام مٹا جاتا ہے۔ اس حکایت کو ابن زبیر نے جب اپنے باپ سے بیان کیا تو کہا خدا لعنت کرے اُس کے دل میں نفاق کے سوا کچھ نہیں کیا ہم لوگ روم والوں سے اُس کے لئے بہتر نہیں ہیں ✣ ✣

بعض مورخین نے لکھا ہے کہ خالد سنہ ۱۷ھ میں فضول خرچی کے سبب سے معزول ہوئے وہ ایک شاعر کو اپنی تعریف پر بہت کچھ دیدیا کرتے تھے ۔ اسکی مفصل کیفیت ہم سنہ ۱۷ھ کی واقعات میں درج کرینگے - تتبع کتب تواریخ سے مولف کو یہ ثابت ہوا ہے کہ جنگ یرموک کے موقع پر حضرت عمر نے خالد کو بالکل معزول نہیں کیا تہا - بلکہ بجائے ابو عبیدہ کا افسر رہنے کے ماتحت کردیا تہا - مگر سنہ ۱۷ھ میں فتوحات شام سے فارغ ہونے کے بعد بالکل معزول کرکے مدینہ بلالیا تھا ۔ تنبیہ بعض مورخین نے جنگ یرموک سے پہلے ۲۸ جمادی الاول سنہ ۱۳ھ کو جنگ اجنادین کا ذکر کیا ہے اور بعض نے رجب سنہ ۱۳ھ[1] میں بعد واقعہ یرموک کے اور اکثروں نے سنہ ۱۵ھ میں فتح قیساریہ کے بعد اور یہی ہمارے نزدیک درست ہے لہذا جنگ اجنادین کا ذکر حضرت عمر کی حال میں لکھا جائیگا ۔

فصل ہفتم

(۵۴) **حضرت ابوبکر کی وفات** کہتے ہیں کسی یہودی نے حریرہ میں زہر دیا تھا برس دن بعد اُسکے اثر سے بیمار ہوکر وفات پائی بعض کہتے ہیں ایک دن سردی کی شدت میں غسل کیا تھا اُس سے ۱۵ دن تک ایسا شدت کا بخار ہوا کہ نماز کو باہر نکلتے تھے اور اس عرصہ میں آپکے حکم سے حضرت عمر لوگوں کو نماز پڑھاتے رہے مدروضۃ الاحباب کامل ابن اثیر و تاریخ الخمیس و طبری وغیرہ میں لکھا ہے کہ وفات کے قریب خلوت کیا اپنے کاتب حضرت عثمان کو طلب کرکے فرمایا لکھو یہ عہد نامہ ہے ابوبکر بن ابو قحافہ کی طرف سے مسلمانوں کی طرف ۔ امابعد میںنے خلیفہ بنایا تمپر - یہ کہا اور بیہوش ہوگئے ۔ عثمان نے جو کچھ آپنے فرمایا تہا لکھہ لیا اور اپنی طرف سے لکھا عمر ابن خطاب کو کیونکہ پہلے سے ابوبکر سے اس مطلب کو معلوم کئے ہوئے تھے - جب ابوبکر کو ہوش آیا تو عثمان سے پوچھا کہ کیا لکھا عثمان نے جو کچھ لکھا تھا پڑہا یہانتک کہ عمر کے نام پر پہنچے جو اپنی طرف سے لکھا تھا - پس بروایت ابن اثیر حضرت ابوبکر نے تکبیر کہی اور حضرت عثمان سے فرمایا کہ تمہیں یہ اندیشہ ہوا ہوگا کہ اگر میں غش میں مرجاونگا تو لوگوں میں اختلاف پیدا ہوجائیگا (اسلئے تمنے اپنی طرف سے عمر کا نام لکھہ لیا) عثمان نے کہا ہاں - پس ابوبکر نے کہا اے عثمان خدا تجھکو اسلام اور اہل اسلام سے جزائے خیر دلوائے - پھر فرمایا کہ لکھو" اُسکی بات سننا اور اُسکی اطاعت کرنا" تاریخ الخمیس اور روضۃ الصفا میں ہے کہ اصحاب رسول اللہ جمع ہوکر ابوبکر کے پاس آئے اور کہا کہ تو عمر کو ہمپر حاکم مقرر کرتا ہے حالانکہ وہ مرد تند خو درشت گو ہے ۔ اور ریاست وحکومت کے لئے رفق و مدارا مطلوب ہے - فردائے قیامت جبکہ حقتعالی تجھسے سوال کریگا کہ میرے بندونپر کسکو والی مقرر کیا تو تو کیا جواب دیگا - حضرت ابوبکر نے کہا میں یہ جواب دونگا کہ ایسے شخص کو مقرر کیا جو تقوی و پرہیزگاری میں تمام آدمیوں سے بڑہا ہوا ہے اور رضاے خدا کو رضاے مخلوق پر مقدم جانتا ہے - پھر ایک کاغذ سربمہر اپنے ایک معتمد کے ہاتھ مہاجر و انصار اصحاب رسول مختار کے پاس بہیجکر پیغام دیا کہ جو مسلمان مطیع و فرمانبردار ہے اُسے چاہیئے کہ جس شخص کا نام اس کاغذ میں درج ہے اُسکے ساتھ بیعت بجالائے[2] - حاضرین نے

---

[1] مولف کہتا ہے کہ واقعہ دمشق رجب سنہ ۱۳ھ میں ہوا ہے جیسا کہ طبری و ابن اثیر وغیرہ سے ظاہر ہوتا ہے بعض مورخین کو مغالطہ ہوا ہے - اُنہوں نے جنگ دمشق کو جنگ اجنادین خیال کیا ہے ص ۲۵ کامل ابن اثیر اور تاریخ طبری او تاریخ الخمیس اور کنز العمال میں لکھا ہے [2] کہ یہ اعتراض سب سے پہلے طلحہ بن عبید اللہ نے کیا تہا ص ۳۵ تاریخ الکامل اور طبری میں ہے کہ جب یہ عہد لکھا جاچکا تو حضرت ابوبکر نے حکم دیا کہ اسے پڑہکر لوگوں کو سناؤ - پس لوگوں کو جمع کیا اور حضرت ابوبکر نے اپنے غلام شدید کے ہاتھ وہ عہد بہیجا اور عمر اُسکے ساتھ تہے اور لکڑی ہاتھ میں لئے ہوئے لوگوں سے کہتے تہے کہ چپ رہو اور سنو خلیفہ رسول نے کیا فرمایا ہے اور اُس حکم کی تعمیل کرو - اور ابن قتیبہ نے کتاب الامامۃ میں لکھا ہے کہ جب حضرت عمر یہ خلافت نامہ لیکر چلے تو راستہ میں کسی نے پوچھا اسمیں کیا ہی تو حضرت عمر نے جواب دیا کہ ہمکو نہیں معلوم لیکن جو کچھہ اس میں لکھا ہے اُسکے سب سے زیادہ مطیع ہم ہیں اس سائل نے کہا کہ اگر تم نہیں جانتے تو ہم جانتے ہیں کہ

حسب الایما بیعت کی۔ جب علی ابن ابیطالب کے باری آئی تو انہوں نے کہا کہ جو اس کاغذ میں لکھا ہے میں نے اُس سے بیعت کی گو کہ وہ عمر ہی ہو۔ اسپر صاحب روضۃ الصفا لکھتے ہیں کہ یہ قول ضعف سے خالی نہیں اسی موقع پر حضرت ابو بکر نے حضرت علی سے کہا کہ ہم تو کارگزار ہیں سردار اور بادشاہ اور امیر تو آپ ہی ہیں۔ ہم ستارے ہیں آپ بدر منیر۔ بعد ازاں فرمایا کہ میں نے عمر کو جو والی اور خلیفہ کیا ہے چاہیئے کہ تم میں سے کوئی اُسکی فرمانبرداری سے موئنہ نہ موڑے ؁

تاریخ طبری - عقد الفرید - کنز العمال - امامۃ والسیاسۃ اور مروج الذہب میں لکھا ہے کہ ابو بکر مرض الموت میں فرماتے تھے کہ میں کبھی اسقدر آزردہ اور دلگیر نہیں ہوا جتنا کہ تین باتوں سے دلگیر ہوں جنکا مرتکب ہوا اور سزاوار یہ تھا کہ اُنکو نکرتا (۱) اول یہ کہ دوست رکھتا تھا کہ خانہ فاطمہ کی پردہ دری اور اُسکو کشف نکرتا گو اسمیں میرے سے لڑنے کی تدبیریں سوچی جاتیں (۲) دوسرے فجاۃ سلمی کو آگ میں نہ جلاتا قتل کرنا تھا تو قتل کرتا ورنہ چھوڑ دیتا (۳) تیسرے بروز سقیفہ امر خلافت کو عمر یا ابو عبیدہ میں سے کسی کے گلے میں ڈالدیتا کہ وہ امیر ہوتا اور میں وزیر۔ اور تین ایسی باتوں سے کہ جنکو میں نے ترک کیا حالانکہ اُنکو عمل میں لانا چاہیئے تھا (۱) اول اشعث بن قیس مرتد جب اسیر ہوکر آیا تہا تو اُسے قتل کرنا چاہیئے تھا میں نے اُسکو چھوڑ دیا تحقیق کہ وہ شریر ہے جہاں شرارت پائے گا البتہ اُسکی مدد کریگا (۲) دوسرے خالد بن ولید کو شام پر بہیجا تہا تو عمر خطاب کو عراق پر بہیجتا تاکہ اپنا دایاں اور بایاں ہاتھ راہ خدا میں مشغول رکھتا (۳) تیسرے جو لشکر اہل ردہ پر بہیجا تھا آپ ہی اُسکے ساتھ جاتا اور ذی القصہ میں توقف کرتا کہ جب اُنکو ضرورت امداد ہوتی تو میں اُنکی مدد کرتا۔ اور دیگر تین امروں سے جنکو مجھے رسول خدا صلعم سے پوچھنا چاہیئے تھا اور نہ پوچھا (۱) اول یہ کہ خلافت کی بابت آنحضرت سے پوچھتا کہ کس کا حق ہے کہ پھر اُسکے ساتھ ذرا نزاع نہ کرتا (۲) دوسرے آنحضرت سے سوال کرتا کہ آیا انصار کا بھی خلافت میں کچھ حق اور حصہ ہے یا نہیں (۳) میراث عمہ دختر خواہر کی مجھکو ضرورت پیش آئی یہ مسئلہ آنحضرت سے دریافت کر لینا چاہیئے تھا

تفسیر در المنثور سورہ نساء یستفتونک کی تفسیر میں جلال الدین سیوطی نے لکھا ہے کہ حضرت ابو بکر افسوس کرتے تھے کہ میں نے تین امر رسول اللہ صلعم سے کیوں نہیں پوچھ لئے کہ اُنکا پوچھ لینا میرے لئے شتران سرخ مو سے زیادہ عزیز تھا (۱) اول یہ کہ آنحضرت کے بعد خلافت کس کے لئے ہے (۲) دوسرے یہ کہ آیا اُن لوگوں کے ساتھ حرب و قتال جائز ہے یا نہیں جو کہتے ہیں کہ ہم اِسکا تو اقرار کرتے ہیں کہ ہمارے اموال میں زکوۃ واجب ہے مگر تمکو نہیں دیتے یعنے ضروریات دین کے قائل ہیں مگر تمہاری خلافت کو نہیں مانتے (۳) تیسرے کلالہ کے معنے ؁

ابن قتیبہ نے کتاب الامامہ والسیاستہ میں لکھا ہے کہ جب وقت وفات قریب ہوا تو حضرت ابو بکر نے لوگوں سے کہا دیکھو تو میں نے بیت المال سے کیا خرچ کیا ہے حساب کیا گیا تو آٹھ ہزار درہم نکلے۔ پس اپنے اہل کو وصیت کی کہ جو خلیفہ ہمارے بعد ہو اُسکو یہ رقم ادا کر دینا۔ بالآخر تکفین و تدفین کی بابت وصیت کرکے ۲۲ جمادی الثانی ۱۳ھ کو پیر کے دن شام کے وقت دو برس دس دن خلافت کرکے ۶۳ برس کی عمر میں حضرت ابو بکر نے عالم آخرت کی راہ لی اور اُسی رات کو دفن کر دیئے گئے۔ حضرت عمر نے مسجد رسول میں نماز جنازہ پڑہائی اور آپ اپنی وصیت کے بموجب رسول اللہ صلعم کے مونڈہے کے برابر سر کرکے حضرت کے پہلو میں دفن کر دیئے گئے (سیوطی)

آپکے انتقال کے بعد جناب عایشہ عورتوں کو جمع کرکے نوحہ کرنے لگیں جناب عمر نے اُنکو رونے سے منع کیا مگر وہ نہ مانیں پس حضرت عمر نے ہشام بن ولید سے کہا کہ گھر میں گھس جا

(بقیہ نوٹ صفحہ ۵۴) پار سال میں نے اُنکو خلیفہ بنایا تہا اور اس سال اُنہوں نے تمکو خلیفہ بنایا۔ پھر ابن قتیبہ لکھتے ہیں کہ جب اہل شام کو مرض ابو بکر کا حال معلوم ہوا اور پھر کچھ عرصہ تک خبر نہ ہوئی تو کہنے لگے ہمیں خوف ہے کہ خلیفہ رسول نے انتقال کیا ہو اور اُنکی جگہ عمر خلیفہ ہوئے ہوں اگر ایسا ہو تو وہ ہمارے خلیفہ ہیں نہ ہم اُنکو خلیفہ جانتے ہیں۔ بلکہ ہم خلع کرتے ہیں۔ ۵۱ طبری میں ایک روایت یہ ہے کہ حضرت ابو بکر نے پاخانہ سے بحالیکہ لوگوں سے کہا جس حال میں کہ اسماء بنت عمیس اُنکو پکڑے ہوئے تہیں کہ آیا تم اُسپر راضی ہو جاؤ گے جسے میں تمپر خلیفہ بنا دوں کیونکہ قسم بخدا میں نے سوچنے میں کسر نہیں رکہی ہے اور کسی قرابتدار کو خلیفہ نہیں کیا ہے بہ تحقیق میں نے عمر کو خلیفہ بنایا ہے پس اُسکی سننا اور اُسکا حکم ماننا لوگوں نے کہا ہمیں بسر و چشم

اور ابو قحافہ کی بیٹی کو نکالکر میرے پاس لاپس وہ ابو قحافہ کی بیٹی نام فروہ کو نکالکر لایا ۔ حضرت عمر نے اُسکو کئی دُرّے لگائے یہ کیفیت سُنکر نوحہ کرنیوالیاں متفرق ہوگئیں (ابن اثیر)

(۴۶) **حلیہ** رنگ گورا مائل بزردی جسم دبلا پتلا ۔ رخساروں پر گوشت اتنا کم کہ رگیں اُبھری ہوئی نظر آتی تھیں جبڑا باہر کو اُٹھا ہوا ۔ آنکھیں اندر کو گڑی ہوئی ۔ ڈاڑھی چگی ۔ دائیں ران پر داغ ۔ ناف سے اوپر پیٹ پر سیاہ خال خمیدہ کمر پیشانی اُبھری ہوئی ۔ ہاتھوں کی اُنگلیوں پر بال نہ تھے ۔ نیل یا مہندی کا خضاب کرتے تھے ۔ آنحضرت سے ۲ برس چھوٹے تھے مگر ظاہر میں بڑے معلوم ہوتے تھے +

فصل ہشتم

(۴۷) **حضرت ابوبکر کے بعض دیگر حالات** (۱) حضرت ابوبکر بیرون مدینہ محلہ سنح میں اپنی بیوی حبیبہ بنت خارجہ کے گھر میں رہا کرتے تھے بیعت خلافت کے ۶ مہینے بعد تک وہیں رہے نماز پڑھانے اور کاروبار خلافت کے سرانجام دینے کو کبھی پیدل کبھی گھوڑے پر سوار مدینہ میں آیا کرتے تھے اور نماز عشا پڑھاکر سنح کو واپس چلے جاتے تھے ۔ اُنکی عدم موجودگی میں عمر نماز پڑھاتے تھے (ابن اثیر)

(۲) خلافت سے پہلے بازار میں نکلکر خرید و فروخت کرتے تھے ۔ آپ کا بکریوں کا ریوڑ بھی تھا کبھی خود اُنہیں چرانے لیجاتے تھے ۔ کبھی کوئی دوسرا ۔ اُجرت پر لوگوں کے ریوڑوں کے دودھ دوہ دیتے تھے ۔ خلیفہ ہونے کے بعد بھی اس کام کو جاری رکھا اور فرمایا خلیفہ ہوکر میں اپنی حالت کو بدلنا نہیں چاہتا ۔ مگر ۶ مہینے بعد یہ دیکھکر کہ تجارت اور دوسرے دھندوں سے کاروبار خلافت اور اصلاح مردم کا کام ٹھیک نہیں چلتا اور اس کے لئے فراغبالی کی ضرورت ہے تجارت چھوڑ دی اور بیت المال سے ۶ ہزار درہم سالانہ اپنا وظیفہ مقرر کرالیا (ابن اثیر)

(۳) آپ نے بیت المال اپنے گھر میں مقرر کیا تھا مدینہ میں گھر لیا تو بیت المال بھی وہیں منتقل کرلیا (ابن اثیر و سیوطی) بیت المال کی اول داروغہ ابو عبیدہ بن جراح مقرر ہوئے (سیوطی)

(۴) آپ کے انتقال کے وقت آپکی زوجہ حبیبہ بنت خارجہ حاملہ تھی آپ نے وصیت کی کہ لڑکی پیدا ہو تو اُسکا نام ام کلثوم رکھنا ۔ چنانچہ لڑکی پیدا ہوئی اور یہی نام رکھا گیا (ابن اثیر و سیوطی)

(۵) جب آپ کا انتقال ہوا تو مدینہ میں ایک کہرام مچگیا آپ کے والد نے (جو نابینا تھے) پوچھا کہ یہ کیا ہوا لوگوں نے کہا کہ آپ کے صاحبزادے کا انتقال ہوگیا ۔ آپ نے فرمایا اُف کیسی مصیبت عظیم ہے ۔ پھر پوچھا کہ اُنکی جگہ کون ہوا لوگوں نے کہا کہ حضرت عمر ۔ اسپر فرمایا کہ یوں کیوں نہیں کہتے کہ ابوبکر کے دوست ۔ اور خود حضرت ابوبکر سے ۶ ماہ ۲ روز بعد ۹۹ سال کی عمر میں ۴ ارمحرم ۱۴ھ کو انتقال کرگئے (سیوطی) ابو قحافہ تا دم انتقال مکہ ہی میں سکونت رکھتے تھے ۔ فتح مکہ کے موقع پر مسلمان ہوئے تھے اسی موقع پر معاویہ اور ابو سفیان نے اسلام قبول کیا تھا ۔

(۶) حدیث نحن معاشر الانبیاء لا نرث ولا نورث کی روایت میں حضرت ابوبکر ہی منفرد ہیں (سیوطی ۔ تاریخ الخلفا ص ۵ ۔ شرح مسلم الثبوت بحر العلوم ص ۴۲ ۔ صواعق محرقہ ص ۱۹ اور ابن ابی الحدید جلد ۱۶ فی شرح قولہ بلی کانت فی ایدینا فدک) اور یہ امر حضرت ابوبکر کی فضیلت علمی میں شمار کیا جاتا ہے +

(۷) آپ سے فاکہۃ و ابا کے معنی پوچھے گئے تو آپ نے فرمایا کہ اگر میں ایسے معنی بیان کروں جو منشا الہٰی کے خلاف ہوں تو مجھ کو زمین و آسمان پناہ نہ دینگے ۔ کلالہ کے معنی پوچھے گئے تو فرمایا کہ میں جو کچھ کہونگا میری رائے ہوگی ۔ اگر ٹھیک ہے خدا کا احسان سمجھنا چاہیئے ۔ ورنہ میرا اور شیطان کا فعل خیال کرنا ۔ میرے نزدیک تو اس سے ولد اور والد مقصود ہے

جب حضرت عمر خلیفہ ہوئے تو آپ نے فرمایا مجھے شرم آتی ہے کہ جو بات حضرت ابوبکر نے کہی ہے میں اسکو رد کروں۔

(۸) ایک شخص حضرت ابوبکر کے پاس آیا اور کہا کیا زنا بھی خدا کے حکم سے ہوتا ہے۔ آپ نے فرمایا کہ ہاں۔ اُس نے کہا کہ باوجود اسکے وہ عذاب بھی دیگا آپنے فرمایا کہ ہاں۔ واللہ اگر اسوقت کوئی آدمی میرے پاس ہوتا تو میں حکم دیتا کہ تیری ناک کاٹ ڈالے (سیوطی)

(۹) حضرت ابوبکر گوشت کے بدلے زندہ حیوان کو فروخت کرنا مکروہ جانتے تھے (سیوطی)

(۱۰) جو فوج مہم شام پر جاتی تہی اُسپر یزید بن ابوسفیان کو سپہ سالار بنایا[1] اور فرمایا دیکہو کسی عورت۔ بچے۔ اپاہج یا بوڑہے کو قتل نکرنا۔ میوہ دار درخت کو نہ کاٹنا کسی کہنی کو خراب نکرنا۔ بکری یا اونٹ کی کونچیں نہ کاٹنا۔ کہا لینے کا مضایقہ نہیں کہجور کے درخت کو جڑ سے نہ اڑانا نہ جلانا۔ نہ فضول خرچی کرنا نہ بخل (سیوطی)

(۱۱) چند اہل یمن حاضر ہوئے اور قرآن شریف کو سُنکر بہت روئے حضرت ابوبکر صدیق نے فرمایا کہ ہمارا بہی یہی حال تھا لیکن بعد میں دل سخت ہو گیا (سیوطی و فخر رازی)

(۱۲) ایک روز حضرت عمر نے دیکہا کہ حضرت صدیق اپنی زبان کو پکڑے فرما رہے ہیں کہ اسی نے مجھے مصیبت میں پھنسایا ہے (سیوطی)

(۱۳) ایک دن لبید شاعر آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور یہ مصرعہ پڑہا ؏ اَلَاکُلُّ شَیْءٍ مَاخَلَا اللہ بَاطِلٌ (ہر چیز سوا خدا کے باطل ہے) آپ نے فرمایا کہ سچ کہتے ہو پھر اُس نے دوسرا مصرعہ پڑہا ؏ وکُلُّ نَعِیْمٍ لَامَحَالَۃَ زَائِلٌ (اور ہر ایک نعمت ضرور زائل ہو جانے والی ہے) آپ نے فرمایا کہ یہ جھوٹ کہتے ہو۔ خدا کے پاس ایسی نعمتیں ہیں جو کبھی زائل نہونگی (سیوطی) (۱۴) ایک چڑیا درخت پر بیٹھکر بولنے لگی آپ نے اُسکو دیکھکر فرمایا کہ بڑی ہی خوش قسمت ہے کہ ہرا ہرا چگتی پھرتی ہے۔ درختوں کے سایہ میں بیٹھتی ہے۔ اور بغیر حساب کے جہاں چاہتی ہے اُڑتی پھرتی ہے۔ کاش ابوبکر ہی تجہہ ہی جیسا ہوتا (سیوطی)

(۱۵) ایک دفعہ آپ نے فرمایا کاش میں مومن کے سینہ کا بال ہی ہوتا (سیوطی)

(۱۶) انتقال کے وقت آپ کی زبان پر جاری تہا قسم خدا کی بہت اچھا ہوتا اگر راستہ کے کنارے پر میں ایک درخت ہوتا کہ کوئی اونٹ اسطرف سے گذرتا اور مجھکو اپنے مُنہ میں لیکر چبا کر نگلجاتا اور مینگنی بنا کر ہگ دیتا مگر میں آدمی نہوتا[2] (صواعق و تاریخ الخلفاء) (۱۷) ابن اثیر کہتے ہیں کہ حضرت ابوبکر کا اپنے زمانہ خلافت میں سخت رعب تھا اور آپ کے بعد حضرت عمر کا بہی یہی حال تھا۔ حضرت ابوبکر کے سامنے اگر کوئی قضیہ پیش کیا جاتا تہا تو اگر آپ قرآن و حدیث میں اُسکا مسئلہ نہ پاتے تھے تو اپنی رائے سے فیصلہ فرماتے وقت فرمایا کرتے تہے کہ اگر میں صحت پر ہوں تو خدا کی طرف سے سمجہنا چاہیئے اور اگر غلطی پر ہوں تو خود میری طرف سے سمجھو۔ میں خدا سے مغفرت مانگتا ہوں (سیوطی) +

(۱۸) حضرت ابوبکر فن نسب دانی۔ فن تعبیر اور فن شعر سے بہت اچھی واقفیت رکہتے تھے (سیوطی) +

(۱۹) آپکو ابوسفیان بن حرب سے کوئی امر پہنچا تہا۔ اسلئے اُسکو بلوایا اور اُسپر بہت خفا ہوئے اور خوب چلا چلا کر دہمکا[illegible] ابوسفیان تملق اور خوشامد کی باتیں کرنے لگا۔ اتنے میں ابو قحافہ بہی وہاں آگئے اور چونکہ بینائی سے معذور ہو چکے تھے ایک آدمی اُنکی لاٹھی پکڑے ہوئے لایا۔ ابو قحافہ نے آپ کی چیخیں سُنکر اُس مرد سے پوچھا کہ میرا بیٹا کس پر خفا ہو رہا

---

[1] کیونکہ بروایت طبری و ابن ابی الحدید و میر آخوند جسوقت ابوسفیان نے حضرت ابوبکر کی بیعت سے مخالفت ظاہر کی تہی تو حضرت ابوبکر اور حضرت عمر نے اُس کے بیٹے یزید کو امارت دینے کا وعدہ کرکے اُسے راضی کیا تہا [2] اسیطرح حضرت عمر فرماتے ہیں [illegible] (دیکھو صفحہ [illegible])

ہے اُس نے کہا ابوسفیان پر۔ ابوقحافہ نے حضرت ابوبکر کے پاس جاکر کہا اے عتیق تم اپنے طور طریق پر نہ رہے۔ اور اپنی مقدار سے تجاوز کر گئے۔ یعنے اپنے آپ کو نہیں دیکھتے اور ابوسفیان سردار قریش سے اس طرح پیش آتے ہو۔ یہ سنکر ابوبکر اور دیگر مہاجر و انصار جو وہاں موجود تھے ہنسنے لگے اور ابوبکر نے کہا اے پدر حقتعالی نے اسلام کی وجہ سے پست مرتبہ لوگوں کو بلند اور بلند درجہ والوں کو پست کر دیا ہے (مروج الذہب مسعودی)

(۲۰) ایک روز حضرت علی محزون و مغموم تشریف لائے حضرت ابوبکر نے کہا کیا وجہ ہے کہ ہم تمکو اندوہگیں پاتے ہیں جناب امیر نے فرمایا مجھکو اُس چیز نے رنج دیا جس نے تمہیں کچھہ رنج نہ دیا۔ حضرت ابوبکر نے فرمایا سنتے ہو تم لوگ یہ جو کہتے ہیں۔ میں تم لوگوں کو قسم دیتا ہوں تم وفات رسول اللہ پر مجھہ سے بھی زیادہ کسیکو محزون پاتے ہو (کنز العمال)

فصل نہم

(۴۸) اولیات (۱) سب سے پہلے حضرت ابوبکر کو خلیفہ کہا گیا (۲) بیت المال سے وظیفہ سب سے پہلے انہیں کے واسطے مقرر ہوا۔ (۳) سب سے پہلے کلام اللہ کو انہیں نے مرتب کیا (۴) سب سے پہلے کلام اللہ کا نام مصحف اُنہوں ہی نے رکھا (۵) ابوبکر ہی سب سے پہلے اپنے باپ کے حیات میں خلیفہ ہوئے (سیوطی وغیرہ)

(۴۹) عادات و فضائل مولوی امیر علی اپنی تاریخ اسلام میں اور دیگر مورخین اہل سنت لکھتے ہیں کہ حضرت ابوبکر دانشمند۔ محتاط۔ مدبر۔ حلیم۔ مضبوط۔ سادہ مزاج اور صداقت شعار۔ نرم دل منکسر مزاج آدمی تھے۔ مگر سیوطی نے لکھا ہے وکان ابوبکر سباباً حضرت ابوبکر گالیاں بہت بکتے تھے۔ اور بروایت صواعق و تاریخ الخلفاء آپکو اپنے انجام کا بڑا کھٹکا لگا رہتا تھا۔ ایرونگ لکھتا ہے کہ آپ بڑے بیدار مغز اور محتاط تھے اُنکی بیدار مغزی اور انتظامی قابلیت بعض وقات مکر و فریب کے درجے کو پہنچ جاتی تھی تاہم اپنے اغراض میں دیانتدار اور بیغرض معلوم ہوتے ہیں۔

(۵۰) مناقب صحاح ستہ میں آپکی شان میں اتنی احادیث درج ہیں کہ اگر ایک جا جمع کیجائیں تو خاصی ایک کتاب بنجائے آپ عشرہ مبشرہ میں سے ہیں یعنی اُن دس شخصوں میں سے جن کی نسبت باعتقاد اہل سنت آنحضرت صلعم نے جنتی ہونے کی خبر دی ہے۔ اور اُنکے نام یہ ہیں۔ ابوبکرؓ۔ عمرؓ۔ عثمانؓ۔ علیؑ۔ طلحہ۔ زبیر۔ ابوعبیدہ بن الجراح۔ سعد بن ابی وقاص۔ سعید بن عاص اور عبدالرحمن بن عوف۔ حضرت ابوبکر سے ایک سو بیالیس حدیثیں مروی ہیں۔

(۵۱) ازواج و اولاد اسلام لانے سے پہلے آپ نے دو نکاح کئے (۱) قتیلہ بنت عبد العزیٰ جو آپ کی وفات کے بعد فوت ہوئی۔ عبداللہ اور اسماء ذات النطاقین انہیں کے بطن سے تھے (۲) اُمّ رومان بنت حارث جو ۶ھ میں فوت ہوئی۔ عبدالرحمن اور عائشہ اُنکے پیٹ سے تھے۔ ان دونوں بیویوں نے اسلام قبول کر لیا تھا۔

اسلام لانیکے بعد آپ نے دو نکاح کئے۔ (۱) اسماء بنت عمیس جو حضرت علی کے بھائی جعفر کی بیوہ۔ ابتدائی زمانہ کی مسلمہ حبشہ اور مدینہ کی مہاجرہ تھیں۔ محمد بن ابی بکر ان کے بطن سے پیدا ہوئے۔ جعفر کے تین بیٹے محمد۔ عبداللہ اور عون انکے پیٹ سے پیدا ہوئے تھے۔ عون اور محمد بروایت استیعاب ۱۷ھ میں جنگ شوستر میں شہید ہوئے

(بقیہ صفحہ ۵۷) میں اپنے گھر والوں کے واسطے ایک بھیڑ ا ہوتا کہ وہ مجھے موٹا تازہ کرتے جبتک چاہتے۔ یہانتک کہ جب میں بہت موٹا ہو جاتا تو کچھہ دوست اُن کی ملاقات کو آتے پس مجھکو اُنکے واسطے ذبح کرتے کچھہ کباب لگاتے کچھہ پارچے بناتے بعد اس کے مجھ کو کھا ڈالتے تو یہ بہتر تھا اس سے کہ میں آدمی ہوا۔ (صواعق و تاریخ الخلفاء) حضرت عمر کو شدت خوف الٰہی اسقدر تھی کہ بروایت (۱) حسب صواعق و ابن ابی الحدید جب وقت احتضار جناب عمر بہت بیقرار ہوئے تو اُن کے بیٹے عبداللہ نے پوچھا کہ یہ آپکا کیا حال ہے فرمایا اگر زمین کے برابر بھی میرے پاس سونا ہوتا تو میں اسوقت کے جانیکے خوف سے عوض دیدیتا۔

اُنہوں نے کوئی اولاد نہیں چھوڑی عبداللہ بن جعفر کے بیٹے علی - اسمٰعیل - اسحٰق اور معاویہ تھے - حضرت ابوبکر کی وفات کے بعد اسمار نے جناب علی سے نکاح کیا تو یحییٰ بن علی پیدا ہوئے - ان سے بڑے بڑے صحابہ نے بہت سی حدیثیں روایت کی ہیں (۲) حبیبہ بنت خارجہ بن زید انصاری - انکے بطن سے حضرت ابوبکر کی وفات کے ٦ دن بعد ام کلثوم پیدا ہوئیں جنسے ۱۷ھ میں حضرت عمر نے نکاح کا پیغام دیا تھا - مگر اُنہوں نے نامنظور کیا اور بعد میں طلحہ بن عبید اللہ سے انکا نکاح ہوا (اولاد) - اسمٰاء سب سے بڑی بیٹی حضرت ابوبکر کی تھیں انکا نکاح زبیر بن العوام سے ہوا تھا[1] - ان سے عبداللہ بن زبیر پیدا ہوئے - حضرت عائیشہ سے دس برس بڑی تھیں ٧٣ھ میں وفات پائی - ان سے بہت سی حدیثیں مروی ہیں - عبدالله جو سب بیٹوں میں بڑے تھے جنگ طائف میں ابومحجن ثقفی کے تیر سے زخمی ہوئے اور شوال ۱۱ھ میں اسی زخم سے فوت ہوئے - بہت سی حدیثیں ان سے مروی ہیں - ان سے آگے نسل نہیں چلی - عبدالرحمن اسلام سے پہلے انکا نام عبدالکعبہ یا عبدالعزی تھا صلح حدیبیہ کے بعد اسلام لائے سب بھائیوں سے زیادہ عمر پائی - جنگ جمل میں اپنی بہن عائیشہ کے ساتھ تھے - اُنہوں نے بیعت یزید سے انکار کیا تو معاویہ نے ایک لاکھ درہم دیکر یزید کی بیعت لینی چاہی مگر اُنہوں نے یہ کہکر انکار کر دیا کہ میں دین کو دنیا کی عوض فروخت نہیں کرتا - اور مکہ میں چلے آئے اور مکہ سے ۱۰ میل کے فاصلہ پر مقام حبشی میں یزید کی بیعت قرار پانے سے پیشتر ۵۳ھ میں بمرگ مفاجات انتقال کر گئے ان سے آٹھ حدیثیں مروی ہیں - محمد کنیت ابوالقاسم ۲۵ ذیقعد ۱۰ھ کو بمقام ذی الحلیفہ حجۃ الوداع کے موقع پر پیدا ہوئے اپنے نسک اور زہد کی وجہ سے عابد قریش کہلاتے تھے مگر انہوں نے قتل عثمان میں اعانت کی حضرت ابوبکر کے بعد انکی والدہ نے حضرت علی سے نکاح کر لیا - اور محمد بن ابی بکر نے حضرت علی کے دامن تربیت میں پرورش پائی - جنگ جمل و صفین میں علی کے ساتھ رہے - حضرت عثمان نے لوگوں کی درخواست پر اُنکو مصر کا والی مقرر کرکے روانہ کیا تھا مگر مروان نے دھوکہ بازی کی جس کے ظاہر ہونے پر محمد مدینہ واپس چلے آئے اور ان کے ہمراہیوں نے حضرت عثمان کو شہید کیا جسکی تشریح حالات حضرت عثمان میں درج ہے - ۳۷ھ میں حضرت علی کیطرف سے مصر کے والی مقرر ہوئے - مگر اُسی سال معاویہ نے عمرو عاص کو سردار لشکر بنا کر مصر پر چڑھائی کی معاویہ بن حدیج بھی اُسکے ساتھ تھا - محمد شکست کھا کر بھاگے مگر معاویہ بن حدیج نے صفر ۳۸ھ میں پکڑ کر زندہ کو گدھے کی کھال میں سلوا کر جلوا دیا - جناب علی اور جناب عائیشہ کو کمال صدمہ ہوا[2] - اُنکی والدہ اسمار نے اتنا ضبط کیا کہ اُنکی چھاتیوں سے خون کی دھاریں جاری ہوگئیں (تاریخ الخمیس) اور نائلہ اسقدر خوش ہوئیں کہ جب معاویہ بن حدیج سے ملاقات ہوئی تو اُسکے پاؤں چوم لئے اور کہا عثمان کا بدلہ میں نے تمہارے ہاتھوں پالیا - محمد بن ابی بکر سے بھی بہت سی حدیثیں مروی ہیں انکے بیٹے قاسم جو مدینہ کے سات مشہور فقیہوں میں سے تھے ستر برس کی عمر میں ۱۰۱ ہجری میں فوت ہوئے ۔۔

(٥٢) عمال وغیرہ (۱) مکہ میں عتاب بن اسید اموی جو اُسی سال فوت ہوئے جس سال ابوبکر (۲) طائف میں

---

[1] مروج الذہب مسعودی میں ہے کہ پہلے اسمار نے زبیر سے متعہ کیا تھا اور اُسی سے عبداللہ پیدا ہوئے تھے - ابن اثیر نے لکھا ہے کہ جب عبداللہ جوان ہوئے تو اپنے باپ زبیر سے کہا کہ میری شان اب ایسی نہیں ہے کہ اُس کی ماں کے ساتھ وطی کی جائے - لہذا زبیر نے اسمار کو طلاق دیدی تھی - عبداللہ بن زبیر کے مارے جانے کے صدمہ میں نوّے برس کی عمر میں اُن کو حیض جاری ہوگیا تھا اور تھوڑے دنوں بعد انتقال ہوگیا -

[2] تاریخ الخمیس میں ہے کہ محمد بن ابی بکر کی صرف جلی بھنی کھوپری کھال میں سے نکلی تھی جب اُنکا غلام سالم یہ خبر لیکر مدینہ میں آیا تو ام حبیبہ زوجہ رسول نے ایک بکری کی بچہ کو بھون بھلسکر حضرت عائیشہ کے پاس بھیجا اور کہا اس طرح تمہارے بھائی کو بھونا گیا ہے پس اسکے بعد سے جناب عائیشہ نے تاحیات بھنا ہوا گوشت نہ کھایا

عثمان بن عاص (۳) صنعاء میں مہاجر بن ابی امیہ (۴) جند میں معاذ بن جبل (۵) نجران میں جریر بن عبداللہ بجلی (۶) حضر موت میں زیاد بن لبید (۷) بحرین میں علاء حضرمی (۸) خولان میں یعلی بن امیہ (۹) سواد عراق میں مثنیٰ بن حارث شیبانی (۱۰) بلاد شام میں خالد بن ولید اور انکے ماتحت ابو عبیدہ بن جراح و شرحبیل بن حسنہ و یزید بن ابو سفیان اور عمرو عاص +

حضرت ابو بکر اپنے زمانہ خلافت میں بالکل کثرت رائے کے مطیع تھے اور عمر بن خطاب اُنکے وزیر اعظم اور اُس جماعت کے صدر انجمن تھے جن سے حضرت ابو بکر مشورہ کرتے تھے (امیر علی)۔ مدینہ میں جو لوگ آپکے مختلف کاموں پر مقرر تھے وہ یہ تھے + (۱) قاضی عمر خطاب (۲) کاتب عثمان بن عفان - زید بن ثابت اور عبداللہ بن ارقم (۳) غلام و حاجب یعنے دربان سدیف -

باب سوم - حضرت عمرؓ ابن الخطاب (سنہ ۱۳ ھ سے سنہ ۲۳ ھ تک)

تمہید

(۱) ابتدائی حالات - حضرت عمرؓ کے والد خطابؓ بن نفیل بن عبدالعزیٰ بن ریاح بن عبداللہ قریش کے قبیلہ بنی عدی سے تھے - والدہ حنتمہ بنت ہاشم بن مغیرہ بن عبداللہ بن عمر بن مخزوم قرشیہ ابو جہل کے چچا کی بیٹی تہیں مگر بعض نے حنتمہ بنت ہشام یعنے ابو جہل کی حقیقی بہن لکھا ہے +

آپ واقعہ اصحاب فیل سے ۱۳ سال بعد پیدا ہوئے پس آنحضرت صلعم سے ۱۳ سال چھوٹے تھے - آپکی کنیت ابو حفص یا ابو حفصہ اور خطاب فاروق تھا - صاحب روضۃ الاحباب - ابن اثیر اور طبری وغیرہ لکھتے ہیں کہ محمد بن سعد کاتب واقدی نے زہری سے روایت کیا ہے کہ اول اہل کتاب نے آپ کو فاروق کہا اور مسلمانوں نے اہل کتاب کی متابعت کی - پیغمبر خدا سے اسباب میں ہمکو کچھ نہیں پہنچا ہے - لقب امیر المومنین - صاحب روضۃ الاحباب وغیرہ نے لکھا ہے کہ جب خلیفہ ہوئے ایک دن مجمع صحابہ میں کہا ابو بکر کو خلیفہ رسول اللہ کہتے تھے اگر مجھکو خلیفہ خلیفہ رسول اللہ کہیں گے تو طول ہوگا - پس مغیرہ بن شعبہ نے کہا آپ ہمارے امیر ہیں اور ہم مومن ہیں پس آپ امیر المومنین ہیں - حضرت عمر اس نام پر راضی ہوگئے +

آپکے والد خطابؒ صفا میں رہا کرتے تھے جہاں بنی عدی کی سکونت تہی مگر بعد میں حضرت عمر کی پیدائش سے پہلے بروایت الفاروق بعض قبائل قریش کی دشمنی سے مجبور ہو کر بنی عدی جن میں خطاب بہی تھے بنو سہم کی حمایت میں جارہے تھے جو جبل ضجنانؔ کے دامن میں سکونت پذیر تھے - اس کا پتہ آگے کی روایت سے ملتا ہے جس میں لکھا ہے کہ حضرت عمر وادی ضجنان میں اپنے والد کے اونٹ چرایا کرتے تھے +

آپکے والد نے بچپن میں آپ کو اونٹوں کے چرانے پر لگایا مگر جس سختی کے ساتھ آپ سے یہ کام لیا اُسکا اندازہ کامل ابن اثیر - ازالۃ الخفاء - الفاروق اور سیرۃ حضرت عمر کی اس روایت سے ہوسکتا ہی کہ ایک دفعہ اپنی خلافت کے زمانہ میں ضجنان کے جنگل کی طرف آپ کا گذر ہوا تو فرمایا اللہ اکبر ایک زمانہ وہ بھی تہا کہ میں یہاں نمدہ کا

ملہ معارف ابن قتیبہ میں ہے کہ خطاب کے ایک ماںجائے بھائی کا نام زید تہا - یہ زید خطاب کا بھتیجا بھی ہوتا تہا - کیونکہ خطاب کے بھائی عمرو بن نفیل ملہ خطاب کی ماں اور اپنے باپ نفیل کی بیوی کو جو قبیلہ فہم سے تھی - اپنی بیوی بنا لیا تہا + اُس سے زید پیدا ہوا - اسی زید کے صاحبزادے سعید بن زید عشرہ مبشرہ میں داخل ہیں - ملہ ضجنان مکہ سے مدینہ کی طرف ۵ ۲ میل کے فاصلہ پر واقع ہے - معجم البلدان + +

کرتہ پہنے خطاب کی بکریاں چراتا تہا باپ کی مرضی کے خلاف کوئی کام کرتا تو جھڑکیاں سہتا تھک کر بیٹھ جاتا تو مار کھاتا کبھی سوکھی لکڑیاں چنتا تہا کبھی پتے جھاڑتا تہا یا اب میں ہوں کہ میرے اور خدا کے درمیان تیسرا نہیں کہ جس سے میں خوف کروں ۔ عقد الفرید اور ازالۃ الخفا کی روایت سے ظاہر ہوتا ہے کہ عمر اور خطاب کا اصل پیشہ ہیزم فروشی تھا چنانچہ امام ابن عبد ربہ لکھتے ہیں کہ جب حضرت عمر نے حضرت عمرو عاص کا مال جرمانہ کرکے ضبط کر لیا تو عمرو عاص نے کہا برا ہو اُس زمانہ کا کہ جس میں عمرو عاص عمر بن الخطاب کا عامل بنے قسم خدا کی میں نے اُسے اور اُسکے باپ کو دیکھا ہے کہ ان دونوں میں سے ہر ایک کے بدن پر ایک قطران کی عبا ہوتی تہی جسکو وہ لپیٹے رہتے تھے اور وہ اُنکے زانو تک نہ پہنچتی تہی۔ وہ لکڑیوں کا گٹھا اپنے سر پر لاد کر لاتا تہا اور ویسا ہی گٹھا اُسکے باپ خطاب کے سر پر ہوتا تہا۔ حالانکہ میرا باپ عاص بن وائل ریشمی کپڑے پہنتا تھا اور عیش و عشرت میں بسر کرتا تھا۔ اب وہ خلیفہ ہے اور مجھکو اُسکا تابع اور عامل بننا پڑا۔ بروایت ابن ابی الحدید جب آپ ۱۸ برس کے ہوئے تو ولید بن مغیرہ مخزومی کے ہاں نوکر ہو گئے اُسکے اونٹ چراتے اور اُسکے اسباب کی نگہبانی کرتے تہے ۔ اس سے ترقی کرکے آپ بازاروں میں دلالی کا پیشہ کرنے لگے (اور یہ پیشہ آپ کا زمانہ اسلام میں بھی جاری رہا) جیسا کہ حیوۃ الحیوان اور صراح کے لغت مبرطش کے مطالعہ سے ثابت ہوتا ہے ۔ مگر صاحب روضۃ الاحباب نے لکھا ہے کہ ایام جاہلیت میں آپ سفارت یعنی پیغام رسانی کا کام کرتے تھے ۔

آپ کی ۲۷ برس کی عمر تھی کہ جناب رسالتمآب رسالت سے مشرف ہوئے۔ اسکے بعد ۶ سال تک حضرت عمرؓ جناب رسولخدا اور مسلمانوں پر نہایت ہی سخت رہے ۔ جس مسلمان پر قابو چلتا اُسکے مارنے پیٹنے میں دریغ نکرتے تہے ۔ اسکی تصدیق سیرۃ حضرت عمر کی اس روایت سے ہوتی ہے کہ ایک دفعہ آپ نے اپنی ایک کنیز لبینہ نام کا اسلام قبول کرنا سنا تو اُسے پکڑ کر مارنا شروع کیا ۔ جب مارتے مارتے تھک جاتے تو چھوڑ دیتے اور فرماتے میں نے تجھے ابھی چھوڑا نہیں ہے تھک گیا ہوں دم لیکر پھر ماروں گا ۔ ابوجہل کے انعام پر جناب رسالتمآب صلعم کے قتل کرنے کے واسطے جانے ۔ اسلام پر اپنی بہن اور بہنوئی کو مارنے اور پھر آنحضرت کی خدمت میں پہنچکر مسلمان ہونے کا حال آنحضرت کی سوانح عمری میں سنہ بعثت کے واقعات میں لکھا جا چکا ہے ۔

جب رسول اللہ نے ہجرت کی تو آپ نے بھی ہجرت کی اور مدینہ سے دو تین میل کے فاصلہ پر قبا نام مقام میں جسے عوالی بھی کہتے ہیں رفاعہ بن عبد المنذر کے ہاں جا رہے پھر مسجد نبوی کے پاس ایک مکان لیلیا تھا اسکو بیچکر بعد میں آپ کا قرضہ ادا کیا گیا تھا ۔

رسول اللہ صلعم اور ابوبکرؓ کے زمانہ میں جو واقعات حضرت عمر سے تعلق رکھتے تھے وہ لکھے جا چکے ہیں ۔ اب ہم آپ کی خلافت کے حالات درج کرتے ہیں ۔ آپکے اُسی روز بیعت ہوئی جس روز حضرت ابوبکر کا انتقال ہوا ۔

(۲) حضرت عمر کے عہد خلافت کے واقعات کا خلاصہ | (۱) خلیفہ ہوتے ہی خالد بن ولید کو امارت سے معزول کیا (۲) عراق میں مثنیٰ بن حارثہ کی مدد کے لئے ابوعبید ثقفی عم مختار کی سرکردگی میں لشکر روانہ کیا ۔ (۳) سنہ ۱۳ھ سے سنہ ۱۵ھ تک تمام ملک شام یعنے دمشق ۔ طبریہ ۔ حمص ۔ بعلبک ۔ قنسرین ۔ حلب ۔ انطاکیہ ۔ قیساریہ ۔ غزہ ۔ بیت المقدس اور سنہ ۱۷ و ۱۸ھ میں جزیرہ اور ارمینیہ وغیرہ فتح ہوئی ۔ (۴) سنہ ۲۰ھ میں مصر اور سنہ ۲۱ھ میں

لہ حضرت ابوبکر کے زمانہ میں جناب عمر وزیر اعظم اور قاضی القضاۃ تہے ۔ اب اُنکے مرنے پر امور دینی کے پیشوا اور عرب شام ایران اور مصر کے شہنشاہ ہوئے (عباسی) ۔ ۔

اسکندریہ فتح ہوا (۵) سنہ ۲۱ھ سے سنہ ۲۳ھ تک ممالک ایران یعنی عراق عرب۔ عراق عجم۔ آذربیجان۔ فارس۔ کرمان اور ایک حصہ طبرستان فتح ہوئے (۶) محرم سنہ ۱۴ھ میں کوفہ اور سنہ ۱۵ یا ۱۶ھ میں بصرہ آباد کیا (۷) سنہ ۱۵ھ میں دفتر کا اختراع کیا جس میں مشاہیر اسلام کے وظیفے مقرر کئے اور بعض مواضع و مزارع وقف کئے (۸) ربیع الاول سنہ ۱۶ھ میں حضرت علی کے مشورہ سے سنہ ھ مقرر کیا (۹) بروایت روضۃ الاحباب آپ کے عہد میں ایک ہزار چھتیس شہر مع توابع ولواحق کے مسخر ہوئے چار ہزار مسجدیں تعمیر ہوئیں چار ہزار کنشت ویران ہوئے اور ایک ہزار نو سو منبر مسجدوں میں روز جمعہ کے خطبے کے لئے مرتب ہوئے۔ شہروں میں جامع مسجدیں آپ کے عہد میں تعمیر ہونی شروع ہوئیں۔ (۱۰)

(۱۰) صاحب حبیب السیر لکھتے ہیں اور سیوطی نے بھی لکھا ہے کہ عمرؓ اول شخص ہیں جنہوں نے نماز تراویح کا حکم دیا سنہ ۱۴ھ میں + اول آپ ہی نے درّہ بنایا اور شارب خمر کو اسی تازیانے حد ماری۔ اول خلیفہ ہیں کہ امیرالمومنین کے نام سے موسوم ہوئے۔ اول خلیفہ ہیں کہ رات کو تنہا رعایا کی تفتیش حال کے لئے دورہ کرتے تھے۔ اول آپ ہی نے بیت المال کا باقاعدہ انتظام کیا۔ ہجو پر سزا دینا۔ زندان بنانا۔ ام ولد کی فروخت سے منع کرنا۔ نماز جنازہ میں پانچ یا چھ تکبیروں کے بدلے چار تکبیریں کہنا مورخین نے آپ کے ہی اولیات میں شمار کیا ہے۔

سیوطیؒ لکھتے ہیں کہ متعہ کو حرام کرنا۔ میدانوں کی پیمائش۔ علم میراث کا حساب مقرر کرنا۔ گھوڑوں پر زکوۃ لینا۔ ایلہ سے مدینہ میں رسد منگانا اور حضرت علی کی شان میں اطال اللہ بقائک۔ اور ایدک اللہ (خدا تمہاری عمر دراز کرے اور خدا تمہاری مدد کرے) فرمانا بھی آپ کی اولیات سے ہے۔ مؤلف کہتا ہے کہ اسیطرح لولا علی لہلک عمر (اگر علی نہوتے تو عمر ہلاک ہو جاتا) اور اعوذ باللہ من معضلۃ لیس لہا ابوالحسن (پناہ مانگتا ہوں میں امر مشکل و دشوار سے جس کے حل کرنے کے لئے ابوالحسن علی نہوں) بھی حضرت عمر کے اولیات سے ہے سب سے پہلے آپ ہی نے شہروں میں قاضی مقرر کئے۔ اول آپ ہی نے کوفہ۔ بصرہ اور موصل کو بسایا۔ سنہ ۱۷ھ میں مسجد نبوی کو گرا کر اسکو وسیع کیا اور بوریا بچھوایا اور مسجد الحرام کو وسیع کیا۔ سنہ ۲۰ھ میں یہودیوں کو خیبر سے نکال کر شام کے ملک میں بھیجا۔ اور یہود نجران کو کوفہ میں۔ آپ ہی نے مقام ابراہیم اسجگہ قایم کیا جہاں آجکل ہے پہلے وہ کعبہ شریف سے بالکل ملا ہوا تھا۔ یہ سب آپ کے اولیات ہیں + (۱۱) اپنے بیٹے عبدالرحمن ابو شحمہ کو شراب اور زنا کی حد میں تازیانہ مار کر ہلاک کرنا آپ کے عہد خلافت کے مشہور واقعات سے ہے۔ اب ہم بڑے بڑے واقعات کو کسیقدر تفصیل سے بیان کرتے ہیں +

فصل اول شام کی فتح

(۱۳) فتح دمشق رجب سنہ ۱۳ یا ۱۴ھ | یرموک کی فتح کے بعد ابو عبیدہ بن الجراح نے بشیر بن کعب حمیری کو یرموک میں اپنا نایب چھوڑا اور صُفّر کیطرف بڑھے۔ یہاں آکر خبر پہنچی کہ ہزیمت خوردہ رومی لشکر مقام فحل میں جمع ہو رہا ہے اور دمشق سے بھی کچھ لوگ انکی مدد کو آنیوالے ہیں اور خود ہرقل حمص میں مقیم ہے۔ پس ابو عبیدہ نے حضرت عمر کو اس امر کی اطلاع دی اور استصواب کیا اور مقام صُفّر میں جواب کے منتظر رہے۔ جواب میں دربار خلافت سے حکم پہنچا کہ پہلے دمشق پر چڑھ جاؤ جو شام کا دارالحکومت ہے اور ساتھ ہی کچھ آدمی بھیجکر اہل فحل اور اہل

لہ طبری نے بھی لکھا ہے کہ حضرت عمر نے متعۃ النسا اور متعۃ الحج کو حرام کیا اور ازالۃ الخفا میں ہے کہ امام احمد بن حنبل بروایت حضرت جابر بن عبداللہ روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے آنحضرت صلعم اور حضرت صدیق کے ساتھ عمرہ کیا۔ جب عمر خلیفہ ہوئے تو آپنے خطبہ میں فرمایا کہ قرآن قرآن ہے اور آنحضرت صلعم خدا کے رسول تھے آنحضرت کے زمانہ میں دو متعے تھے متعہ حج اور متعہ نساء (مطلب یہ ہے کہ اب آپکے بعد۔ دونو مشروع نہیں) ان کو حرام کرتا ہوں +

حمص اور اہل فلسطین کو بھی مشغول رکھو۔ پس ابو عبیدہ نے حسب حکم عمر فاروق اسلامی سواروں کے ایک دستہ کو فحل کا محاصرہ کرنے کو بھیجا اور بقیہ فوج کے کئی حصے کر کے ایک حصہ کو حمص و دمشق کے درمیان میں ٹھیرایا اور ایک کو مابین دمشق و فلسطین کے ٹھیرنے کا حکم دیکر خود مع خالد بن ولید کے صفر سے دمشق کی طرف بڑھے۔ اور دمشق کو مشرق کی طرف سے خالد نے اور مغرب کی طرف باب جابیہ سے ابو عبیدہ نے شمال کی طرف سے یزید بن ابو سفیان نے اور جنوب کی طرف سے عمرو عاص و شرجبیل نے گھیر لیا۔ اسوقت دمشق میں رومیوں کا نامی سپہ سالار نسطاس بن نسطوس اور اُنکا مذہبی پیشوا ماہان بطریق بطور دو سوار حاکم کے موجود تھا۔ اسلامی فوج کمال ہوشیاری سے ستر دن اور بعض کے موافق چھ مہینے تک اور بروایت صاحب مقصد اقصی ایک سال تک محاصرہ کئے ہوئے کبھی منجنیقوں سے پتھر برساتی اور کبھی تیر باری کرتی رہی۔ اثنائے محاصرہ میں ہرقل نے اہل دمشق کی کمک پر ایک کافی فوج روانہ کی مگر ذوالکلاع نے جو حمص اور دمشق کے درمیان فوج لئے پڑے تھے دمشق میں داخل نہ ہونے دیا۔ آخر مدد سے مایوس اور قحط سے مجبور ہو کر مشرقی دمشق کے باشندوں نے خالد سے صلح کی درخواست کی۔ خالد نے منظور نہ کیا کیونکہ وہ شہر کو تلوار کے زور سے لینا چاہتے تھے تاکہ مسلمانوں کو غنیمت ہاتھ آوے۔ اُدھر مغربی دمشق کے باشندوں میں سے سو آدمی جن میں پادری بھی تھے ابو عبیدہ کے پاس آکر صلح کے ملتجی ہوئے۔ ابو عبیدہ کو غنیمت کا چنداں خیال نہ تھا اُنہوں نے ایک لاکھ دینار پر معاہدہ ان شرائط کے ساتھ لکھدیا کہ شہر کا قبضہ مسلمانوں کو دیدیا جائے اور باشندے اگر چاہیں شہر کو بحفاظت تمام چھوڑ سکتے ہیں اور اپنا اپنا اسباب بھی لیجا سکتے ہیں اور سات گرجا اُن کے واسطے چھوڑ دیئے جائیں گے۔ عہدنامہ لکھا گیا تو دمشقیوں نے باب جابیہ کو کھولدیا اور ابو عبیدہ سو آدمیوں سے شہر پر قبضہ کرنے کے لئے داخل ہوئے۔

جب مغربی دمشق میں باب جابیہ پر یہ معاملہ ہو رہا تھا ایک دوسرا معاملہ مشرقی دروازہ پر واقع ہوا۔ ایک پادری جسکا نام یسوع تھا خالد کے پاس آیا اور کہا کہ اگر میرے خاندان کو امان دو تو شہر میں داخل ہونیکا راستہ بتادوں۔ اُس شخص کے ذریعہ سے سو عرب شہر پناہ کی دیوار میں داخل ہوئے اور مشرقی دروازہ کے کواڑ کھولدیئے۔ اور اللہ اکبر کا نعرہ بلند کیا۔ خالد لشکر کے ساتھ دروازہ میں داخل ہوئے اور قتل عام کا بازار گرم کر دیا۔ حتی کہ مریم کے گرجا تک خونریزی کرتے چلے گئے یہاں اُنہیں یہ دیکھکر تعجب ہوا کہ ابو عبیدہ اور اُنکے ساتھی چلے آتے ہیں اُنکی تلواریں میانوں میں ہیں اور عورتیں اور بچے اُنکو گھیرے ہوئے ہیں۔ خالد کو خونریزی کرتا دیکھکر ابو عبیدہ اُنکے روکنے کو دوڑے اور کہا کہ ہمنے یہ شہر صلح سے فتح کیا ہے خالد نے کہا کہ نہیں ہمنے لڑکر فتح کیا ہے ہم ایک ایک باشندے کو قتل کرینگے تمنے کیوں صلح کی۔ ابو عبیدہ نے کہا کہ ہمنے مسلمانوں کی رائے لیکر ایسا کیا ہے خالد کو پھر بھی تامل ہی رہا اور فوج قتل و غارت میں مصروف رہی آخر ابو عبیدہ

ملہ دیکھو تاریخ الخلفا مسٹر ایرونگ کی ۵۲ تاریخ ابن خلدون۔ طبری۔ ابن اثیر۔ حبیب السیر اور تاریخ بلاذری وغیرہ میں لکھا ہے کہ ایام محاصرہ میں ایک دن بطریق کے ہاں لڑکا پیدا ہونیکی خوشی کی تقریب میں شہر والے رات کو شراب پیکر مخمور پڑے تھے۔ خالد کمند ڈالکر فصیل پر چڑھگئے اور دو رسیاں لٹکا کر قعقاع بن عمرو اور مذعور بن عدی کو اوپر بلالیا اور یہ تینوں آدمی محافظین سے لڑتے بھڑتے دروازہ پر آپہنچے خالد نے دو دربانوں کو قتل کیا اور قعقاع نے دائیں ہاتھ سے اپنے مقابل کو مار کر بائیں ہاتھ سے دروازہ کھولدیا اور اسلامی فوج تلواریں کھینچے ہوئے شہر میں داخل ہو گئی۔ اہل دمشق نے اس فوری تغیر سے گھبرا کر اپنی اپنی طرف کے محاصرین امرا سے صلح کی درخواست کی اور ان امیروں نے اُنکی درخواست پر صلح کر لی۔ اور بمصالحت اپنی اپنی سمت سے شہر میں داخل ہوئے۔ سوائے خالد بن ولید کے کہ یہ بزور تیغ اپنی جانب سے داخل ہوئے۔

بمنّت تمام حضرت رسول کا واسطہ دیکر فوج کو قتل وغارت سے روکدیا - اور دونو سردار مریم کے گرجا میں داخل ہوئے گرجا میں پہنچکر ابو عبیدہ نے خالد کو سمجھایا کہ اگر اثنائے اس عہد نامہ کی پابندی نہ کیجائیگی تو آئندہ کو مسلمانوں کا اعتبار جاتا رہیگا - ہمارے مخالف ہمیشہ شہر دمشق کی نظیر پیش کیا کرینگے اور کبھی معاہدہ کے قریب نجائیں گے - غرض بڑی مشکل سے ابو عبیدہ نے خالد کو راضی کرلیا اور اس طرح فتح دمشق بصلح قرار پائی - اور دمشق کے بہت سے باشندوں نے جلاوطنی اختیار کی - اور اس طرح بعض[1] مورخین کے موافق برس دن کے محاصرہ کے بعد رجب ۱۴ھ کو دمشق پر مسلمانوں کا قبضہ ہوگیا - طبری لکھتا ہے کہ فتح دمشق کے بعد رجب ۱۴ھ میں ابو عبیدہ نے خالد کی معزولی اور اپنی امارت کی خبر خالد کو کی ہے - اتنے دنوں حضرت عمر کے حکم کو مخفی رکھا تھا - طبری نے یہ بھی لکھا ہے کہ خالد بن سعید اور ولید بن عقبہ جو مرج الصفر کی لڑائی سے بھاگ کر مقام ذوالمروہ میں مقیم ہوئے تھے اُنکو مدینہ میں گھسنے کی اجازت نہ تھی - حضرت عمر جب خلیفہ ہوئے تو اُنکو مدینہ میں بلالیا اور اقرار ما لیکر پھر یہ دونو شام کی طرف روانہ کردیے گئے +

جب فتح دمشق کی خبر دربار خلافت میں پہنچی تو حضرت عمر نے ابو عبیدہ کو لکھا کہ عراق سے جو فوج آئی تھی اب وہ عراق ہی میں واپس بھیجدو - پس ابو عبیدہ نے ہاشم بن عتبہ کو اُس فوج کا سرلشکر بناکر عراق کی طرف روانہ کردیا اس لشکر کے مقدمہ پر قعقاع بن عمرو اور بازوں پر عمرو بن مالک اور ربیع بن عامر تھے - خالد ابو عبیدہ ہی کے ساتھ رہے - ہاشم کے ساتھ دس ہزار فوج عراق کو گئی تھی اسمیں بعض ایسے لوگ بھی تھے جو عراق سے نہ آئے تھے مثلاً قیس اور اشتر +

(۴) فتح فحل | دمشق فتح کرکے ابو عبیدہ نے یزید بن ابو سفیان کو دمشق میں چھوڑا اور خود دیگر اسلامی افسروں اور لشکر کو ساتھ لیکر مقام فحل پر ڈیرے ڈالدیئے - رومیوں کا سردار سقلار بن مخراق مقابلہ میں آیا کئی دن شب و روز کی لڑائی کے بعد سقلار مع اسی ہزار رومیوں کے مارا گیا - بیشمار مال غنیمت مسلمانوں کے ہاتھ آیا - یہ لڑائی بعض مورخین نے ذیقعدہ ۱۳ھ میں اور بعض نے ذیقعدہ ۱۴ھ میں لکھی ہے اور فرق اسیوجہ سے ہے کہ بعض نے محاصرہ دمشق ۷۰ دن اور بعض نے ایک سال لکھا ہے +

(۵) فتح بلاد ساحل دمشق | ابو عبیدہ نے یزید بن ابو سفیان کو دمشق میں چھوڑا تھا - ابو عبیدہ کی روانگی فحل کے بعد یزید نے وحیہ کلبی کو تدمر کیطرف اور ابو الزہراء قشیری کو حوران و بثنہ کیطرف روانہ کیا ان لوگوں نے ان علاقوں پر بصلح و امان قبضہ کرلیا اور یہی اُنکے حاکم مقرر کئے گئے - یزید نے خود صیدا، جبیل اور بیروت کو فتح کیا اور اپنے بھائی معاویہ کو عرقہ پر روانہ کیا جنہوں نے عرقہ فتح کرلیا - حضرت عمر کے آخر زمانہ اور اوائل عہد عثمان میں انمیں سے بعض علاقے رومیوں نے لیلئے تھے مگر معاویہ نے واپس لیلئے +

(۶) فتح بیسان و طبریہ | فتح فحل کے بعد ابو عبیدہ اور خالد تو حمص پر چڑھ گئے اور شرحبیل بن حسنہ کو کچھ فوج دیکر بیسان پر اور ابو الاعور سلمی کو طبریہ پر روانہ کیا اور ان دونوں شہروں نے بلا کشت و خون کے بعد مثل اہل دمشق کے صلح کرلی - اس طرح اردن کے شہر آسانی سے مسلمانوں نے فتح کرلئے اور اپنا لشکر قصبات و اضلاع میں انتظام کی غرض سے ٹھیرادیا اور اس فتحیابی سے عمر فاروق کو مطلع کیا (تنبیہ) طبری اور ابن اثیر نے فتح دمشق و فتح فحل و فتح بیسان و طبریہ کو ۱۳ھ کے واقعات میں لکھا ہے +

[1] صاحب مقصد اقصیٰ و مسٹر ایرونگ + +

(۷) جنگ مرج الروم ۱۴ھ فحل پر رومیوں کو شکست دیکر ابو عبیدہ اور خالد حمص کیطرف روانہ ہوئے اور ذو الکلاع میں پڑاو ڈالا۔ ہرقل نے یہ خبر پاکر توذر بطریق کو اُنکے مقابلہ پر بھیجا جس نے دمشق کے مغرب میں مرج روم پہنچکر خالد کے مقابلہ میں قیام کیا اور شنغش رومی نے جو اتنی ہی فوج سے توذر اور اہل حمص کی مدد کی لئے بھیجا گیا تھا ابو عبیدہ کے سامنے ڈیرے ڈالدیے۔ اب توذر دمشق فتح کرنے کے ارادہ سے بڑھا۔ خالد کو خبر ہوئی تو وہ بھی پیچھے پیچھے روانہ ہوئے یزید بن ابو سفیان کو معلوم ہوا تو اُنہوں نے دمشق سے نکلکر توذر کا آگا روکا اور لڑائی شروع ہوگئی رومی تو یزید سے لڑ رہے تھے پیچھے سے خالد نے حملہ کر دیا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ توذر کے ہمراہیوں میں معدودے چند جانبر ہوئے باقی سب میدان میں کھیت رہے توذر بھی مارا گیا۔ مال غنیمت خوب ہاتھ آیا آدھا یزید کے ہمراہیوں نے آدھا خالد کے ہمراہیوں نے بانٹ لیا۔ اب یزید دمشق کو اور خالد مرج روم کیطرف لوٹ آئے۔ یہاں ابو عبیدہ نے خالد کی روانگی کے بعد شنغش سے لڑائی چھیڑ دی تھی۔ ہنوز کوئی فیصلہ نہ ہونے پایا تھا کہ خالد آ پہنچے گھمسان کا رن پڑا شنغش اور بیشمار رومی مارے گئے۔ مسلمانوں نے حمص تک تعاقب کیا۔ اور ہرقل یہ خبر سنکر بطریق حمص کو شہر سپرد کر کے رُہا کی طرف چلا گیا +

(۸) فتح حمص۔ حماۃ۔ لاذقیہ قنسرین وغیرہ واقعہ مرج روم کے بعد ابو عبیدہ نے حمص کا محاصرہ کر لیا۔ ہرقل نے اہل حمص سے مدد پہنچنے کا وعدہ کیا اور اہل جزیرہ کو حکم بھیجا کہ تمام فوج مسلمانوں کے ہاتھ سے حمص بچانے کے لئے شام کی طرف روانہ ہو جائے۔ پس وہ تو شام کی طرف روانہ ہوئے اور ادہر عراق سے سعد بن ابی وقاص نے اپنی فوج کے مختلف دستے ہیت اور قرقیسا وغیرہ کی طرف روانہ کر دیے کہ رومیوں سے ان شہروں کو فتح کرلیں ناچار جزیرہ کی فوج جزیرہ ہی میں واپس آگئی جب حمص کے محاصرہ کو طویل مدت گذر گئی اور اہل حمص کو کمک آنے کی طرف سے مایوسی ہوگئی تو انہوں نے مجبور ہو کر صلح کی درخواست کی اور صلحنامہ دمشق کی شرائط پر صلح ہوگئی ابو عبیدہ نے عبادہ بن صامت کو حمص میں اپنا نائب مقرر کر کے حماۃ۔ شیزر۔ معرۃ النعمان۔ لاذقیہ اور سلمیہ کو فتح کر لیا اسکے بعد ابو عبیدہ کے حکم سے خالد نے جاکر قنسرین کا محاصرہ کر لیا۔ اور بعد چندے لڑکر اوسے فتح کر کے ویران کر دیا۔ اسکے بعد باستقلال تمام اس طرف سے خالد نے دوسری طرف سے عیاض بن غنم نے کوفہ سے عمر بن مالک نے قرقیسا کی جانب سے عبد اللہ بن المعتمر نے موصل کی سمت سے پایہ تخت ہرقل کا قصد کیا

لہ مرج الروم کے متصل ملہ بلاذری۔ واقدی۔ ایرونگ اور [illegible] نے لکھا ہے کہ حمص اور اُس کے مضافات کی فتح ہونے کے بعد شکست کھائے ہوئے رومی انطاکیہ میں ہرقل کے پاس گئے اور [illegible] تمام [illegible] جب وہ جمع ہوگئیں تو مسلمانوں کے مقابلہ میں روانہ کر دیں۔ ابو عبیدہ نے جو مقامات فتح کئے [illegible] گرویدہ ہوگئے تھے کہ باوجود اختلاف مذہبی کے خوشی خوشی جاسوسی کا کام کرنے لگے۔ چنانچہ انہوں [illegible] میں جمع ہونے کی خبر دی۔ ابو عبیدہ نے اپنے ماتحت افسروں کے ساتھ مشورہ کر کے مناسب سمجھا کہ دمشق میں واپس [illegible] فوجوں کو اکٹھا کر کے اور ایک کمک نئی فوج منگا کر مقابلہ کیا جائے اور حمص اور بعض دیگر مفتوحہ علاقوں کے لوگوں کو بلا کر [illegible] خراج ان سے وصول کیا تھا واپس کر دیا۔ اور کہا اسوقت چونکہ ہم دشمن سے مصروف پیکار ہیں اور تمہاری نصرت اور حفاظت نہیں کر سکتے [illegible] ہے۔ پس حمص اور دیگر علاقوں کے نصاریٰ و یہود نے کہا کہ ہمپر ظلم و ستم ہوتا تھا ہم تو آپکی حکومت و عدل کے سبب رومیوں سے بہت بہتر سمجھتے ہیں۔ اگر آپ اپنے عامل کے ساتھ کچھ فوج حمص میں چھوڑ دیں تو مناسب ہے۔ پس حمص اور دیگر مفتوحہ علاقوں کے [illegible] اپنے شہروں کے دروازے بند کرلئے اور رومیوں کے دفع کرنے میں مصروف ہوئے۔ اور جب خدا تعالیٰ نے مسلمانوں کو کامیاب کیا تو انہوں نے مسلمانوں کا خراج ادا کر دیا۔

یہ موک کی لڑائی رجب ۱۵ھ کو ہوئی +

ہرقل یہ خبر پاکر رہا سے شمشاط میں آیا اور وہاں سے قسطنطنیہ کیطرف چلا گیا۔ جب عمر فاروق کو ان واقعات کی اطلاع ہوئی تو بیساختہ بول اُٹھے کہ خالد نے اپنے کو خود امیر بنا لیا۔ اللہ تعالیٰ ابو بکر کو غریق رحمت کرے وہ مجھ سے زیادہ لوگوں کو پہچانتے تھے +

(۹) فتح حلب وانطاکیہ وغیرہ | پھر قنسرین سے فارغ ہو کر ابو عبیدہ نے حلب کی طرف کوچ کیا۔ قریب حلب پہنچکر یہ خبر آئی کہ اہل قنسرین نے عہد شکنی کر لی اور بلوا مچا رہا ہے۔ سمط کندی چند دستہ فوج کے سردار مقرر ہوکر اہل قنسرین کی سرکوبی کو روانہ ہوئے۔ چنانچہ قنسرین محاصرہ کر کے دوبارہ فتح کر لیا گیا اور بہت سامال واسباب لوٹا گیا۔ اس عرصہ میں ابو عبیدہ نے حلب کے قریب مقام حناضر کے عرب نصرانیوں پر جزیہ لگا کر صلح کر لی۔ اور چند روز کے بعد یہ سب لوگ مسلمان ہوگئے۔ اہل حلب ابو عبیدہ کی آمد کی خبر سنکر قلعہ میں پناہ گزین ہوئے عیاض بن غنم نے جو مقدمۃ الجیش کے افسر تھے شہر کا محاصرہ کر لیا۔ باشندوں نے ان شرائط پر صلح کر لی کہ عیسائی رعایا جزیہ دیا کرے اور مسلمان اُنکی جان ومال وگرجوں سے متعرض نہ ہوں۔ ابو عبیدہ نے اس صلحنامہ کو جائز رکھا اور معاہدہ لکھدیا۔ بعض کہتے ہیں کہ عیسائی حلب چھوڑ کر انطاکیہ چلے گئے تھے اور انطاکیہ فتح ہو جانیکے بعد مصالحت کر کے حلب کو واپس آئے +

ابو عبیدہ حلب فتح کر کے انطاکیہ کی طرف بڑھے۔ اسوقت یہ شہر قسطنطنیہ کا ثانی اور مشرقی روم میں قیصر کا دار السلطنت تھا۔ یہاں مختلف مقامات سے عیسائی بھاگ بھاگ کر آگئے تھے۔ مسلمانوں کی آمد سنکر انطاکیہ کے باہر صف آرا ہوئے مگر ابو عبیدہ کے پہلے ہی حملہ سے ہزیمت اُٹھا کر عیسائی فوجیں شہر میں چلی گئیں اور ابو عبیدہ نے محاصرہ کر لیا چند روز بعد عیسائیوں نے مجبور ہو کر جلا وطنی یا جزیہ دینے پر صلح کر لی۔ جو عیسائی جزیہ نہ دے سکا وہ انطاکیہ چھوڑ کر کسی اور سمت کو چلا گیا۔ بعد اسکے عیسائیوں نے بدعہدی کی۔ عیاض بن غنم اور حبیب بن مسلمہ نے پھر لڑ کر انہیں زیر کیا۔ اور اُنکی درخواست پر حسب شرائط اول پھر مصالحت کر لی گئی۔ اب ابو عبیدہ نے دربار خلافت کو عیسائیوں کی بار بار کے نقض عہد کرنے کی اطلاع دی اور عمر فاروق کے لکھنے پر شہر کی حفاظت کے لئے فوجیں مامور کر کے اُنکے وظائف اور تنخواہیں مقرر کر دیں جو اوقات معینہ پر برابر اُنکو دیجاتی تھیں +

پھر رومیوں کا ایک گروہ معرہ مصرین وحلب کے درمیان مسلمانوں کے خلاف مجتمع ہوا ابو عبیدہ نے یہ سنکر لشکر کو کوچ کا حکم دیدیا اور لڑ کر اُنکے مجمع کو منتشر کر دیا۔ عوام الناس کا کچھ شمار نہیں عیسائیوں کے بہت سے مذہبی پیشوا میدان جنگ میں مارے گئے۔ اہل معرہ مصرین نے اہل حلب کی طرح صلح کی درخواست کی۔ ابو عبیدہ نے معاہدہ لکھدیا + ان واقعات سے عساکر اسلامی کی بہادری دلاوری استقلال اور عزم کا لوگوں کے دلوں پر سکہ بیٹھ گیا جسطرف کوئی افسر تھوڑی سی بھی فوج لیکر نکل جاتا تھا۔ عیسائی امراء خود آ کر صلح کر لیتے تھے۔ ابو عبیدہ نے چاروں طرف اسلامی فوجیں پھیلا دیں۔ اور عساکر اسلامی نے الحومہ سرمین اور تیزین فتح کر کے قنسرین اور انطاکیہ کے کل مضافات پر قبضہ کر لیا۔ چونکہ حلب والوں نے سرکشی کی تھی ابو عبیدہ نے حلب کو دوبارہ فتح کیا اور قورس کا قصد کیا۔ یہاں کے باشندوں نے بغیر لڑائی صلح کر لی

سلہ ابن خلدون ودحلان نے لکھا ہے کہ خالد اور مثنیٰ بن حارثہ کو عمر فاروق نے کسی اور وجہ سے معزول نہیں کیا تھا بلکہ اس خیال سے کہ کثرت فتوحات سے لوگ اُنکو عظیم جاننے لگے تھے اس سبب سے اندیشہ ہوا کہ لوگ اُنکے طرفدار نہ ہو جائیں۔ چنانچہ ابو عبید کے بعد مثنیٰ بن حارثہ کے نائب فوہم ہوئے عمر فاروق نے اپنی رائے سے رجوع کر لیا تھا اور ایسا ہی بعد واقعہ قنسرین خالد کو عہدہ امارت پر مقرر کیا تھا +

پھر تل عزار اور اُسکے قریب کے شہروں نے بغیر لڑائی کے اطاعت قبول کرلی۔ منبج۔ دلوک اور عیناب نے بھی بغیر لڑے صلح کرلی۔ ابوعبیدہ حسب ہدایت عمر فاروق جن جن شہروں کو فتح کرتے تھے اُنپر اپنی طرف سے ایک عامل مقرر کرکے اُسکی حفاظت کو ایک لشکر چھوڑ جاتے تھے۔ اور اُسکی حدود کو محافظین سے مستحکم اور مضبوط کرتے جاتے تھے ۔ اب ابوعبیدہ بالس کی طرف چلے اور حبیب بن مسلمہ کو ایک فوج دیکر قاصرین کی طرف روانہ کیا ان علاقوں سے جزیہ یا جلاوطنی کی شرط پر صلح ہوگئی۔ اور اس علاقہ سے لیکر دریاے فرات کے کنارے تک ملک شام کے تمام شہر مسلمانوں کے قبضہ میں آگئے۔ اب ابوعبیدہ نے فلسطین کیطرف معاودت کی اور جبل اللکام (کوہ لکام) میں ایک شہر تھا جسکا نام جرجومہ تھا۔ حبیب بن مسلمہ نے انطاکیہ سے اُسپر چڑھائی کی اور صلح کے ساتھ فتح کرلیا۔ اور ابوعبیدہ نے ایک لشکر میسرہ بن مسروق کی سرکردگی میں تغراس کیطرف روانہ کیا جو ناحیہ انطاکیہ میں ہے یہاں عرب کے عیسائی قبائل غسان۔ تنوخ اور ایاد سے جو ہرقل کے پاس جانے کی تیاریاں کررہے تھے مقابلہ ہوا ہزاروں جانیں اس معرکہ میں تلف ہوئیں اثنائے جنگ میں ابوعبیدہ نے مالک بن اشتر نخعی کو انطاکیہ سے میسرہ کی کمک پر بھیجدیا حریف گھبراکر شہر اشتر کے حوالہ کرکے چلا گیا۔ ابوعبیدہ نے ایک لشکر خالد کے ماتحت مرعش پر روانہ کیا خالد نے شہر کو اس شرط پر فتح کیا کہ باشندے جلاوطن ہوجائیں اسیطرح حبیب بن مسلمہ نے حصن الحدث[1] کو فتح کیا۔ تذنیب صاحب فتوحات الاسلام نے لکھا ہے کہ شام کی سب فتوحات ۱۳ھ سے ۱۸ھ تک ہوئی ہیں ایک کے بعد ایک تھوڑے وقفہ سے اور اسی ۱۸ھ میں قیساریہ اور غزہ فتح ہوئے ۔

(۲۰) فتح قیساریہ و محاصرہ غزہ ۱۸ھ اسی زمانہ میں یزید بن ابوسفیان نے حضرت عمر کے حکم سے اپنے بھائی معاویہ کو کچھ فوج دیکر قیساریہ کی طرف روانہ کیا۔ اور علقمہ بن مجزز نے غزہ میں رومیوں کے سردار قیقار کا محاصرہ کرلیا۔ معاویہ نے قیساریہ کو محاصرہ میں لیکر لڑائی شروع کردی۔ معرکہ جنگ میں اسّی ہزار آدمی مارے گئے اور بیس ہزار بھاگتے ہوئے قتل ہوئے ۔

(۲۱) اجنادین ۱۵ھ مرج روم سے فارغ ہوکر جب ابوعبیدہ اور خالد حمص میں آئے۔ عمرو عاص اور شرحبیل نے بیسان کے مقامات پر حملہ کرکے فتح کرلیا اہل اردن نے ڈرکر مصالحت کرلی۔ اس پر لشکر روم غزہ اجنادین اور بیسان میں جمع ہوا پس عمرو اور شرحبیل نے اردن میں ابوالاعور سلمی کو نائب چھوڑ کر اجنادین کا رخ کیا جہاں رومیوں کا سالار لشکر ارطبون اپنی فوجیں لئے پڑا تھا۔ ارطبون رومیوں میں نہایت صائب الرا اور صاحب فکر آدمی تھا۔ اس نے ایک بڑی فوج ایلیا (بیت المقدس) میں اور ایک رملہ[2] میں ٹھیرائی تھی پس جب عمر خطاب کو ارطبون کی خبر پہنچی تو فرمایا کہ ہم نے بھی ارطبون روم کے مقابلہ میں ارطبون عرب کو بھیجا ہے یعنے عمرو عاص کو۔ دیکھیں کون غالب آتا ہے۔ اس موقعپر معاویہ نے اہل قیساریہ کو عمرو عاص کیطرف سے مشغول کر رکھا تھا۔ ادہر عمرو عاص نے علقمہ بن حکیم فراسی اور مسروق عکی کو بیت المقدس پر حملہ کرنے کو روانہ کردیا کہ بیت المقدس کا لشکر اُس سے مصروف رہے اور ابوایوب مالکی کو رملہ کی طرف لڑنے بھیجدیا۔ پس رملہ کی فوج اُس سے مصروف ہوگئی اور متواتر مدد عمرو عاص کے پاس حضرت عمر کی طرف سے آتی رہی تھوڑے دنوں

[1] بنی امیہ اپنے عہد حکومت میں حصن الحدث کو درب السلامہ کہا کرتے تھے۔ ابن اثیر۔ [2] رملہ اور بیت جبرین کے درمیان یروشلم (بیت المقدس کے) مشرق میں واقع ہے ۔

رومیوں اور مسلمانوں کے لشکر آمنے سامنے پڑے رہے۔ آخر نہایت سخت لڑائی ہوئی دونوں حریف جنگ یرموک کی طرح جی توڑ توڑ کر لڑے۔ رومیوں کی ساری فوج کھیت رہی صرف چند آدمی ارطبون کے ساتھ بھاگ کر بیت المقدس میں گھس گئے۔ کیونکہ عساکر اسلامی نے جب بیت المقدس کا محاصرہ کئے ہوئے تھے راستہ دیدیا تھا۔[1] مولوی امیر علی اور ابن خلدون لکھتے ہیں کہ اس جنگ کا نتیجہ یہ ہوا کہ یافا اور نابلس عمواس اور بیت جبرین نے آسانی سے مسلمانوں کی اطاعت منظور کر لی۔ عسقلان اور غزہ۔ رملہ۔ عکہ۔ بیروت صیدہ۔ لاذقیہ۔ افامیہ اور عنبولہ نے بغیر لڑائی کے اپنے دروازے کھول دیے ✚

جنگ اجنادین کو بعض نے جمادی الاول ۱۳ھ میں بعض نے رجب ۱۳ھ میں اور اکثر نے ۱۵ھ میں لکھا ہے

(۱۲) فتح بیت المقدس ۱۵ھ

اب عمرو عاص نے بیت المقدس کا محاصرہ کر لیا۔ اسوقت ابو عبیدہ بھی شام کے انتہائی اضلاع قنسرین کو فتح کر کے بیت المقدس کی طرف روانہ ہو گئے تھے جب ابو عبیدہ بھی آگئے تو عیسائیوں نے ہمت ہار کر مصالحت کی درخواست کی مگر اس شرط پر کہ خود خلیفہ وقت یہاں تشریف لا کر معاہدۂ صلح پر دستخط کریں۔ ابو عبیدہ نے عمر فاروق کو لکھا کہ فتح بیت المقدس آپ کی تشریف آوری پر منحصر ہے۔ عمر فاروق نے معززین صحابہ سے مشورہ لیا۔ حضرت عثمان نے صلاح دی کہ عیسائی ہمت ہار چکے ہیں آپ انکی درخواست منظور نہ کریں بغیر کسی جدال و قتال کے وہ خود ہتیار ڈالدینگے۔ حضرت علی نے اس رائے سے اختلاف کیا اور حضرت عمر نے حضرت علی کی رائے کو پسند کیا۔ اور ۱۵ھ میں حضرت فاروق مدینہ میں حضرت علی کو اپنا نائب بنا کر بغیر کسی جلوس اور شان و شوکت کے روانہ ہو گئے۔ عساکر اسلامی کو اپنی روانگی کی اطلاع دی۔ تاریخ و مقام مقرر پر پہلے یزید بن ابو سفیان پھر ابو عبیدہ بعدازاں سواروں کا رسالہ لئے ہوئے خالد بن الولید ملے یہ سب دیبا و حریر کی قبائیں اور چلتے پھنے ہوئے تھے۔ عمر فاروق تکلف کا لباس پہنے ہوئے دیکھکر برہم ہوئے اور کمال طیش سے کہا تم لوگوں نے دو ہی برس میں اپنی حالت تبدیل کر دی۔ عجمیوں کی عادت اختیار کر لی۔ اُن لوگوں نے عرض کیا ان قباؤں کے نیچے سلاح حرب ہیں پہنے ہیں فن سپہ گری کو نہیں چھوڑا ہے۔ عمر فاروق نے کہا تب کچھ مضایقہ نہیں۔ پھر آپ جابیہ میں داخل ہوئے۔ روسائے بیت المقدس آپ سے ملنے کو آئے۔ ارطبون مصر یا روم کی طرف بھاگ گیا۔ طبری لکھتا ہے کہ معاہدہ صلح یہیں جابیہ میں لکھا گیا اور بلاذری نے لکھا ہے کہ معاہدہ صلح بیت المقدس میں لکھا گیا۔ بہرکیف معاہدہ جو بموجودگی حضرت عمر لکھا گیا وہ یہ ہے۔ "یہ وہ امان ہے جو اللہ کے بندہ امیر المومنین عمر نے ایلیا والوں کو دی۔ امان دی اُن کی جان و مال۔ گرجا و صلیب۔ بیمار و تندرست اور اُنکے کل اہل مذہب کو۔ اسطرح پر کہ اُنکے گرجاؤں میں سکونت نہ کیجائیگی۔ نہ وہ ڈہائے جائیں گے نہ اُنکو اور اُنکے احاطوں کو کچھ نقصان پہنچایا جائے گا۔ نہ اُنکی صلیبوں اور اُنکے اموال میں کچھ کمی کیجائیگی۔ مذہب کی بابت اُن پر کوئی جبر نہ کیا جائے گا اور نہ اُنمیں سے کسیکو ضرر پہنچایا جائیگا۔ ایلیا میں اُنکے ساتھ یہودی نہ رہنے پائیں گے اور اہل ایلیا پر یہ فرض ہے کہ اور

[1] لیکن جو لوگ جنگ اجنادین کے جنگ یرموک سے پہلے ۲۸ جمادی الاول ۱۳ھ میں ہونے کے قائل ہیں وہ کہتے ہیں کہ رومی لشکر کا سپہ سالار ہرقل کا بھائی تذارق یا قبقلار تھا وہ لڑائی میں مارا گیا۔ رومیوں کی ۹۰ ہزار فوج میں سے ۳ ہزار اور بروایتے ۵ ہزار ماری گئی ۴۵۰ مسلمان شہید ہوئے جن میں سے مشہور یہ ہیں سلمہ بن مغیرہ بن ہشام۔ ہشام بن عاص بن وائل۔ ضرار بن الخطاب عمرو بن سعید بن عاص فضل بن عباس عبداللہ بن زبیر بن عبد المطلب۔ ہبار بن اسود (فتوحات اسلامیہ وغیرہ)

شہر والوں کی طرح جزیہ دیں اور یونانیوں کو نکالدیں - پس یونانیوں میں سے جو شہر سے نکلیگا اُسکی جان و مال کو امن ہے جبتک وہ اپنی جائے پناہ میں نہ پہنچ جائے اور جو شخص اُنمیں سے ایلیا میں رہنا چاہے اُسکو بھی امان ہے مگر اُسکو اہل ایلیا کی طرح جزیہ دینا پڑیگا - اور اہل ایلیا سے جو لوگ اپنی جان اور مال لیکر اُنکے ساتھ جانا چاہیں تو اُنکو اور اُنکے گرجاؤں اور صلیبوں کو امن ہے تا آنکہ وہ اپنی جائے پناہ میں پہنچ جائیں - اور جو کچھ اس فرمان میں ہے اُس پر خدا کا عہد اُسکے رسول کا خلفاء کا اور مسلمانوں کا ذمہ ہے بشرطیکہ اہل ایلیا جزیہ مقررہ دیتے جائیں اس تحریر کے گواہ ہیں خالد بن ولید عمرو عاص - عبدالرحمن بن عوف اور معاویہ بن ابوسفیان اور لکھا گیا سنہ ۱۵ھ[ط۱] میں" - اس معاہدہ سے یہ چند باتیں ثابت ہوتی ہیں (۱) مسلمانوں نے اپنا مذہب بزور شمشیر نہیں پھیلایا (۲) اُنکے عہد حکومت میں اور مذہب والوں کو بہت بڑی آزادی حاصل تھی (۳) جبریہ غیر قوموں سے جزیہ نہیں لیا جاتا تھا اُنکو قیام کرنے اور جزیہ دینے کا اختیار حاصل تھا - اور دونوں صورتوں میں اُنکو امن دیا گیا تھا[ط۲]

غرض اہل بیت المقدس نے ان شرائط پر جزیہ دینا منظور کرکے مصالحت کرلی دروازے کھولدیے اور اہل رملہ نے بھی ایسا ہی کیا - بعد فتح بیت المقدس علقمہ بن حکیم نصف فلسطین کے حاکم مقرر کئے گئے اور اُنکو رملہ میں قیام کرنے کا حکم دیا گیا اور بقیہ نصف پر علقمہ بن مجزز مامور ہوئے اُنکو بیت المقدس میں رہنے کا حکم ہوا - اس کے بعد عمر فاروق سوار ہوکر جابیہ سے بیت المقدس میں تشریف لائے اور صخرہ کو صاف کراکر اُسپر ایک مسجد بنانے کا حکم دیا - غرض دس روز کے قیام کے بعد حضرت فاروق نے مدینہ کی طرف مراجعت کی -

بعض مورخین نے یہ واقعات ربیع الثانی سنہ ۱۵ھ میں لکھے ہیں اور اکثر نے سنہ ۱۶ھ میں اور حضرت عمر کی روانگی مدینہ سے رجب سنہ ۱۶ھ میں لکھی ہے + بیت المقدس کے فتح ہونے کے بعد پورے طور پر شام میں مسلمانوں کا دور دورہ ہوگیا - جس طرح عرب کی حکومت فتح مکہ تک ادھوری تھی ویسے ہی بیت المقدس کی فتح تک شام کی حکومت سے مسلمان مطمئن نہ تھے +

مولوی امیر علی اپنی تاریخ اسلام میں لکھتے ہیں کہ مقام جابیہ پر بیت المقدس کے وفد سے ایک ہلکے سے ٹیکس پر اُنکی مذہب اور اُن کے گرجاؤں کی آزادی کا معاہدہ کرکے حضرت عمر اُنکے ساتھ بیت المقدس میں

ط۱ چونکہ سنہ ہجری ابتک وضع نہیں ہوا تھا اس سبب سے معلوم ہوتا ہے کہ سنہ بعد میں ڈالے گئے ہیں - ط۲ بیت المقدس کے عیسائیوں سے جو شرطیں لیگئی تھیں وہ اوکلی اور ایرونگ نے مورخ بیت المقدس سے اس طرح نقل کی ہیں (۱) شہر یا اُسکی مضافات میں عیسائی جدید گرجا نہیں بنائیں گے (۲) راتدن میں کسی وقت عیسائی مسلمانوں کو گرجا میں داخل ہونے سے نہ روکیں گے (۳) مسافروں کے واسطے گرجاؤں کے دروازے کھلے رکھیں گے (۴) وہ مسلمان مسافر کی تین دن دعوت کریں گے (۵) اپنے بچوں کو قرآن نہ سکھائیں گے - اپنے مذہب کا علانیہ ذکر نہ کرینگے - نہ کسیکو عیسائی ہونے کی ترغیب دینگے اور اپنے کسی رشتہ دار کو مسلمان ہونے سے نہ روکیں گے اگر وہ مسلمان ہونا چاہے (۶) مسلمانوں کا ادب کرینگے اگر بیٹھے ہونگے تو اُنہیں دیکھکر کھڑے ہوجائیں گے (۷) مسلمانوں کا سا لباس پہنکر نہ نکلیں گے - نہ مسلمانوں کی سی ٹوپیاں - جوتیاں - عمامے استعمال کرینگے - نہ مسلمانوں کی طرح مانگ نکالیں گے نہ اُنکی طرح گفتگو کرینگے اور نہ مسلمانوں کے نام پر نام رکھیں گے (۸) زین پر سوار نہ ہونگے - ہتھیار نہ لگائیں گے - اپنی مُہروں میں عربی زبان کا استعمال نکرینگے (۹) شراب فروخت نہ کرینگے (۱۰) کہیں جائیں ایک ہی قسم کا لباس پہنیں گے اور ہمیشہ ٹپکا یا پیٹی باندہے رہیں گے (۱۱) گرجاؤں پر صلیبیں نہ لگائیں گے اور مسلمانوں کے بازاروں میں اپنی صلیبیں اور اپنی کتابیں نہ دکھائیں گے (۱۲) وہ زور زور سے گھنٹے نہیں بجائیں گے بلکہ گرجا کی گھنٹیاں آہستہ آہستہ بجائیں گے اور جو شخص مسلمانوں کی توہین کریگا

تشریف لائے یہاں سفرونیوس بطریق نے آپ کا استقبال کیا۔ مسلمانوں کا خلیفہ اور عیسائیوں کا سردار قدیم عمارات کی بابت گفتگو کرتے ہوئے ساتھ ساتھ مقدس شہر میں داخل ہوئے۔ نماز کا وقت آگیا تھا۔ حضرت عمرؓ نے خاص بیت المقدس کے گرجا میں نماز پڑھنے سے انکار کیا بلکہ قسطنطین کے گرجا کی سیڑھیوں پر نماز پڑھی اور اسکا سبب بطریق کو یہ بتایا کہ اگر آج میں یہاں نماز پڑھ لیتا تو کل کو مسلمان میری مثال قائم کرکے گرجاؤں میں دست اندازی کرتے۔ ایک وفد رملہ سے بھی آیا تھا۔ اُن سے بھی مثل بیت المقدس کے معاہدہ کیا گیا۔ سماریہ کے جن یہودیوں نے مسلمانوں کی مدد کی تھی اُنکے مقبوضات بغیر کسی ٹیکس کے بحال رکھے گئے۔ مگر جب یزید بن معاویہ خلیفہ ہوا تو اُس نے اُنہیں اس حق سے محروم کردیا۔

(۱۴) رومیوں کا حملہ حمص پر ۱۷ھ ارمینیہ اور جزیرہ کے لوگوں نے اپنے ملک سے مدد بھیجنے کا اقرار کرکے ہرقل کو حمص پر حملہ کرنے کے لئے اُبھارا۔ پھر کیا تھا ۱۸ھ کا موسم بہار شروع ہوا تھا کہ ہرقل نے ارمینیہ اور جزیرہ والوں کے بھروسہ اپنے بیٹے کے ماتحت ایک بھاری فوج شام میں بھیجدی۔ تمام شہروں نے جن کو مسلمانوں نے فتح کیا تھا ہرقل کے لئے دروازے کھولدیے اور عیسائی عرب قبائل نے بھی اُنکا ساتھ دیا۔ ایک فوج جو مصر سے لاکر اُتاری گئی تھی اُس نے شمالی فلسطین پر قبضہ کرلیا۔ اس طرح عرب ہر طرف سے نرغہ میں آگئے۔ مگر مستعدی۔ ہوشیاری۔ فن حرب۔ جوش حمیت اور توکل نے ان کا ساتھ دیا۔

جب رومیوں نے حمص کا قصد کیا تو ابوعبیدہ نے بھی ادہر اُدہر سے فوجیں جمع کرکے حمص کے باہر صف آرائی کردی۔ قنسرین سے خالد بن ولید بھی آگئے۔ اور ان دونوں بزرگوں نے عمر فاروق کو تمام حالات سے مطلع کیا۔ عمر فاروق نے فوراً چاروں طرف قاصد دوڑا دیے۔ عراق کے سپہ سالار سعد بن ابی وقاص کو لکھا کہ آج ہی قعقاع بن عمرو کو جو کوفہ میں مقیم ہیں ۴ ہزار فوج کے ساتھ حمص کی طرف روانہ کردو سہیل بن عدی رقہ کی طرف بڑھ کر جزیرہ والوں کو حمص کیطرف بڑھنے سے روکیں۔ عبداللہ بن عتبان نصیبین ہوتے ہوئے حران اور رُہا کی طرف بڑھیں اور ولید بن عقبہ آگے بڑھکر عرب کے قبائل ربیعہ وتنوخ کی روک تھام کریں جو جزیرہ میں آباد ہیں۔ لڑائی کے موقعپر ان سب امرا کا عیاض بن غنم کو سردار سمجھیں یہ حکم بھیجا اور خود مدینہ سے روانہ ہوکر جابیہ میں قیام کیا۔ جب جزیرہ والوں نے سُنا کہ خود اُنکی بلاد میں عساکر اسلامی آگئے تو رومیوں سے علیحدہ ہوکر اپنے ملک کے بچانے کی فکر میں اُلٹے جزیرہ کو چلے گئے۔ پس ابوعبیدہ نے رومیوں پر حملہ کرکے اُنکو پسپا کردیا۔ مولوی امیر علی لکھتے ہیں کہ اگرچہ بعض مقاموں پر رومی مسلمانوں سے بھڑ گئے تھے۔ مگر مسلمانوں نے دشمنوں کو سخت نقصان پہنچایا۔ ہرقل کا بیٹا شکست کھاکر تھوڑی فوج کے ساتھ بمشکل جان بچاکر بھاگا۔ اور ملک شام دوبارہ مسلمانوں نے مسخر کرلیا + قیساریہ کو چونکہ مصر کی طرف سے برابر مدد ملتی رہتی تھی اس سبب سے وہ عرصہ تک رومیوں کے

(بقیہ صفحہ ۷۶) ہوگا اُسے ذکر نہیں رکھیں گے (۱۳) اُنکے مکان مسلمانوں کے مکانوں سے اونچے نہوں گے (۱۴) سر کے آگے کے حصے کو منڈوایا کرینگے (۱۵) جانوروں پر مسلمانوں کی طرح سوار نہ ہونگے بلکہ ترچھے پہلو کیطرف۔ ۱ہ ہمارے خیال میں اہل حمص کا خراج ابوعبیدہ نے اس موقعپر واپس کیا ہو۔ جسکو بعض مورخین نے جنہوں نے جنگ یرموک کو ۱۵ھ میں لکھا ہو۔ جنگ یرموک کے موقعپر واپس کرنا لکھدیا ہے ۱۷ھ آخر ۱۷ھ میں عمر فاروق نے جابیہ سے مدینہ کیطرف مراجعت کی۔ اُسوقت حمص میں ابوعبیدہ شام کے گورنر جنرل تھے اور اُن کے بحت (۱) قنسرین میں خالد بن ولید (۲) دمشق میں یزید بن ابی سفیان (۳) اردن میں معاویہ (۴) فلسطین میں علقمہ بن مجزز اور (۵) موصل میں عبداللہ بن قیس گورنری کرتے تھے +

قبضہ میں رہا لیکن جب ہرقل کے بیٹے قسطنطین کے بھاگنے کی خبر پہنچی تو اہل قیساریہ کے بھی جی چھوٹ گئے اور جان و مال کی حفاظت کی شرط پر مسلمانوں کی اطاعت قبول کر لی۔ اور فتوح شام کی تکمیل ہو گئی +

آخر جب شکست کھا کر جب رومیوں کو بالکل مایوسی ہو گئی تو انہوں نے اسی پر قناعت کی کہ جب موقع پاتے اسلامی علاقوں پر دھاوا مارا جاتے۔ یہ بھی کیا کہ اپنے اور عربوں کے درمیان ناقابل عبور حد فاصل قائم کرنے کے لئے اپنے باقیماندہ ایشیائی مقبوضات کی سرحدوں پر انہوں نے ایک وسیع قطعہ زمین کو ویران کر دیا۔ اس بدقسمت قطعہ پر جتنے شہر و قریے تھے سب زمین کے برابر کر دیے اور قلعوں کو مسمار کر دیا۔ وہاں کے لوگ آگے شمال کی طرف جا بسے۔ اور جس تباہی کو عربوں کی طرف منسوب کیا جاتا ہے اسکے اصل مجرم رومی ہی تھے۔ تاہم یہ کوتاہ اندیشی کی تدبیر کارگر نہ ہوئی کیونکہ اب عیاض بن غنم نے جو شمالی شام کی کمان پر متعین تھے کوہ طارس کو عبور کر کے صوبہ ساحلی ایشیا (قلیقیہ) اور اسکی صدر مقام طرسوس کو مسخر کر لیا۔ بلکہ بحیرۂ اسود تک ملک کو فتح کرتے چلے گئے۔ عیاض کے نام سے ایشیائے کوچک کے رومی تھر تھر کانپتے تھے۔ اسی زمانہ کے قریب عربوں نے اپنی حسب معمول مستعدی سے کام لیکر جہازوں کا بیڑا تیار کرنے کی طرف توجہ کی۔ اور تھوڑے ہی دنوں میں وہ سمندر کے بھی مالک بن گئے۔ رومی بیڑے نے انکے آگے بھاگ کر ہیلس پونٹ میں دم لیا۔ اور عربوں نے مجمع الجزائر یونان کے جزیروں کو یکے بعد دیگرے حملے کر کے فتح کر لیا (امیر علی) +

(۱۴۹) فتح جزیرہ و ارمینیہ ۱۸ھ۔ جس وقت عیاض بن غنم ایشیائے کوچک کے اس حصہ میں فتوحات کر رہے تھے انکے ماتحت افسروں نے جن کو سعد بن ابی وقاص نے حضرت عمر کے حکم سے رقہ۔ نصیبین۔ حران اور رہا کی طرف روانہ کیا تھا۔ جزیرہ اور ارمینیہ کے اکثر علاقوں کو صلح سے اور بعض کو لڑ کر فتح کر لیا۔ پس ارض روم رقہ۔ نصیبین۔ رہا۔ دارا۔ سمیساط۔ سروج۔ راس کیفا۔ ارض البیضاء۔ منبج۔ راس عین۔ عین الوردہ۔ آمد۔ میافارقین۔ کفرتوثا۔ طور عبدین۔ باردین۔ موصل۔ زوزان۔ ارزن۔ بدلیس۔ خلاط۔ ملطیہ۔ یہ سب شہر ۱۸ھ یا ۱۹ھ تک مسلمانوں نے فتح کر لئے +

فصل دوم فتح ایران

(۱۵۰) جنگ کی تیاری۔ پہلے لکھا جا چکا ہے کہ مثنی بن حارثہ شیبانی عراق سے مدینہ میں حضرت ابو بکر سے مدد لینے کی غرض سے آئے تھے مگر یہ مدینہ ہی میں تھے کہ حضرت ابو بکر کا انتقال ہو گیا اور حضرت عمر خلیفہ ہوئے خلیفہ ہوتے ہی حضرت عمر نے حضرت ابو بکر کی وصیت کے موافق لوگوں کو عراق کی طرف ابھارنا شروع کیا اور تین دن متواتر ترغیب و تحریص کرتے رہے۔ لیکن کسی نے کچھ جواب نہ دیا آخر مختار کے باپ ابو عبید بن مسعود ثقفی نے جہاد عراق کا بیڑا اٹھایا۔ پس حضرت عمر نے مثنی کو آگے روانہ کر دیا اور کہا تم چلو پیچھے ہم کمک روانہ کرتے ہیں اور ابو عبید کو ہزار فوج کا سردار بنا کر بعد میں روانہ کیا۔ سعد بن عبید انصاری اور سلیط بن قیس انصاری بھی انکے ہمراہ ہو لئے اور مثنی نے حیرہ میں قیام کیا اور ایک مہینہ بعد ابو عبید بھی جا پہنچے۔ دربار ایران نے رستم بن فرخزاد کو جو بڑا مدبر اور شجاع اور اسوقت ایران کا امیر الامراء تھا ایک کثیر التعداد فوج سے مسلمانوں کی

ادھر تو ابو عبید کو عراق کی طرف روانہ کیا اور ادھر یعلی بن امیہ کو یمن کی طرف بھیجا اور اہل نجران کی جلاوطنی کا حکم دیا اور فرمایا کہ اہل نجران سے کہہ دینا کہ تم اسوجہ سے جلاوطن کئے جاتے ہو کہ بحکم خدا و رسول سرزمین عرب میں دو دین نہیں رکھے جائیں گے۔ عرب سے باہر کوئی اور زمین تمہاری زمین کے بدلہ میں تمکو دیجاتی ہے +

لڑائی پر متعین کیا تھا اور ابو عبیدؓ کے پہنچنے سے پہلے عراق کے وہ تمام علاقے جو مسلمانوں کے ماتحت تھے قبضہ میں کر لئے تھے۔ نرسی اور جاپان جو اُسکے ماتحت بڑے پایہ کے دو سردار تھے حیرہ کے قریب آپہنچے تھے چنانچہ جاپان نے نمارق میں اور نرسی نے کسکر میں ڈیرے ڈالدیے۔

(۱۶) جنگ نمارق ۱۳ھ ابو عبیدؓ نے فوج کو آراستہ کرکے جاپان پر جو نمارق میں خیمہ زن تھا حملہ کیا بڑی بھاری لڑائی کے بعد ایرانیوں نے شکست کھائی اور خود جاپان مطر بن فضہ تیمی الانصاری کے ہاتھ سے جو اُسے جانتے نہ تھے گرفتار ہوا اگر دو غلام دینے کے وعدہ پر مطر نے اُسے رہا کرنے کا وعدہ کر لیا۔ بعد میں مسلمانوں نے پہچانا تو کہا کہ ہم ایسے دشمن کو چھوڑنا نہیں چاہتے۔ مگر ابو عبیدؓ نے کہا اسلام میں بدعہدی جائز نہیں اور اُسے چھوڑ دیا۔ پس جاپان اور شکست یافتہ ایرانیوں نے کسکر میں نرسی کے پاس جا کر دم لیا۔

(۱۷) جنگ کسکر ۱۳ھ جاپان کی شکست کا حال سُنکر رستم نے اپنی ۲۰ ہزار فوج کے ساتھ اپنے ایک سردار جالینوس کو کسکر کی طرف روانہ کیا جہاں نرسی پہلے ہی تیس ہزار فوج لئے پڑا تھا۔ مگر جالینوس کے پہنچنے سے پہلے لشکر اسلام نے جو ایرانیوں کے تعاقب میں تھا نرسی کی فوج کو کسکر کے قریب سقاطیہ پر شکست فاش دی۔ کسکر اور سقاطیہ ایرانیوں سے خالی ہوگئے تو سپہ سالار اسلام نے اُنکے قصبات اور شہروں کو جن کے رہنے والوں نے اسلام لانے یا جزیہ دینے سے انکار کیا ویران اور خراب کر ڈالا اور اُن کے بچوں اور عورتوں کو گرفتار کر لیا۔ اور اہل سواد پر جزیہ قایم کر دیا۔ ابو عبیدؓ اس کامیابی کے بعد خمس غنیمت اور مژدۂ فتح عمر فاروقؓ کے پاس روانہ کرکے جالینوس سے لڑنے کو آگے بڑھے۔ مقام باقسیاثا پر جو سرزمین باروسما میں واقع ہے جالینوس سے مقابلہ ہوا اور پہلے ہی حملہ میں میدان سے بھگا دیا۔ اور تقریباً کل سواد پر قبضہ کر لیا اور وہاں کے رہنے والوں پر جزیہ قایم کرکے حیرہ کو واپس آگئے۔

(۱۸) جنگ قس ناطف یا واقعۂ جسر ۱۳ھ جالینوس شکست کھا کر مع اپنے ہزیمت خوردہ لشکر کے رستم کے پاس مداین میں پہنچا تو رستم غصہ سے کانپ اُٹھا اور بہمن جادو کو تیس ہزار فوج اور تین سو ہاتھی دے جالینوس کے ساتھ کرکے حیرہ کی طرف روانہ کیا۔ اور حکم دیا کہ ابکی دفعہ جالینوس بھاگے تو اُسکی گردن ماردینا۔ اس لشکر میں درفش کاویانی بھی تھا جو کئی چیتوں کی کھال کا بارہ گز طول میں اور آٹھ گز عرض میں تھا اور قدیم سے سلطنت ایران کا نشان چلا آتا تھا۔ بہمن جادو حیرہ کی طرف روانہ ہوا اور جتنے شہر اور قصبے راستہ میں پڑے وہاں سے بھی لوگوں کو عربوں کے خلاف جمع کرتا ہوا قس ناطف میں آ ٹھیرا۔

ابو عبیدؓ بہمن جادو کی آمد کی خبر سُنکر مروحہ میں آگئے۔ بیچ میں چونکہ دریائے فرات حائل تھا چند روز لڑائی سے رُکے رہے پھر فریقین کی رائے سے فرات پر پل تیار کیا گیا۔ پل تیار ہو گیا تو بہمن جادو نے ابو عبیدؓ سے کہلا بھیجا کہ یا تو تم عبور کرکے ہماری طرف آجاؤ یا ہمکو عبور کرنے کی اجازت دو۔ ابو عبیدؓ خود فوج لیکر فارس کے لشکر پر جا پڑے اور فریقین نے ترتیب صفوف کے بعد لڑائی کا بازار گرم کر دیا۔ ایرانیوں نے اپنے لشکر کے ہاتھیوں کو آگے رکھا اور ہاتھیوں پر سے لشکر اسلام پر تیر باران کرنے لگے۔ مسلمان سواروں نے ہاتھیوں پر حملہ کرنے کا قصد کیا لیکن اُن کے گھوڑے چونکہ اُنہوں نے کبھی ہاتھی دیکھے نہ تھے اور ساتھ ہی ایرانیوں کے ساتھ بانسری اور جھانجھ وغیرہ بھی تھے ڈر کر بھاگے ناچار ابو عبیدؓ اور اُنکے ساتھی تلواریں لئے پیدل ہو کر ہاتھیوں پر جا پڑے ایرانی تیر اندازوں نے باران تیر سے مسلمانوں کو روکنا چاہا۔ مگر

انکا جوش اسلام اور شوق شہادت کب رُکنے دیتا تھا نہایت تیزی سے غنیم کی صفوں تک جا پہنچے اور دست بدست لڑائی ہونے لگی چند ساعت کے بعد بہمن نے جب اپنی فوج کو منتشر ہوتے دیکھا تو ہاتھیوں کے بڑھانے کا حکم دیا۔ ہاتھیوں کے آگے بڑھنے سے مسلمانوں کی صفیں غیر مترتب ہو گئیں اور مسلمان پریشان ہو کر ادھر اُدھر ہٹنے لگے ابو عبید نے چلا کر کہا اے اللہ کے بندو تم ہاتھیوں پر حملہ کیوں نہیں کرتے۔ چلو بڑھ کر انکی سونڈیں کاٹ ڈالو۔ آخر وہ بھی تو آدمی ہیں جنہوں نے انکو قبضہ میں کر رکھا ہے۔ ابو عبید یہ کہکر خود آگے بڑھے اور اُچک کر پہلے ہی وار میں ایک ہاتھی کی سونڈ کاٹ ڈالی اُسکے سوار نے ان پر نیزہ کا وار کیا اُنہوں نے اُسے خالی دیکر دوسرے وار میں ہاتھی کے اگلے دونوں پاؤں اُڑا دیے ہاتھی گرا اور اُسکے سواروں کو ابو عبید کی تلوار نے زمین پر سلا دیا۔ ابو عبید کی یہ تیزی دلاوری دیکھکر دیگر اسلامی دلاوروں نے تیزی اور مردانگی سے لڑائی شروع کر دی اور کئی ہاتھیوں کی سونڈیں اور پاؤں کاٹ کاٹ کر گرا دیا اتفاق سے ابو عبید ایک ہاتھی کے سامنے پڑ گئے اُس نے انکو پکڑنے کا قصد کیا اُنہوں نے اپنے کو بچا کر اُس کی سونڈ پر وار کر دیا سونڈ تو کٹکر گر پڑی لیکن اُس نے آگے بڑھکر انکو اپنے ایک پاؤں سے کچل ڈالا۔ ابو عبید کی شہادت کے بعد پے در پے سات آدمیوں نے لوارِ اسلام سنبھالا اور لڑکر شہید ہو گئے۔ آٹھویں مثنیٰ تھے جنہوں نے لوارِ اسلام کو لیکر دوبارہ ایک پر جوش لڑائی کا قصد کیا لیکن اسلامی صفوف غیر مرتب ہو گئی تھیں اور لوگوں نے پے درپے سات علمبرداروں کو شہید ہوتے دیکھکر بھاگنا شروع کر دیا تھا۔ عبداللہ بن مرثدؓ نے اسلامی لشکر کا یہ حال دیکھکر پل کو اس خیال سے توڑ ڈالا کہ مسلمانوں کو بھاگنے کا موقعہ نہ ملے گا تو خواہ مخواہ جمکر لڑیں گے اور کہا اے لوگو مرو جس حالت میں تمہارے امرا اور تمہارے بھائی مر چکے ہیں یا فتح حاصل کرو۔ ذلت سے بھاگ کر جان بچانا گوارا نکرو۔ بہمن نے سختی کے ساتھ حملہ کرنا شروع کر دیا بعض لوگ جو میدان جنگ میں نہ ٹھیر سکے وہ فرات میں ڈوب گئے اور جو مستقل مزاجی سے لڑتے رہے وہ کمال شوق سے شربت شہادت سے سیراب ہوتے رہے مثنیٰ مع کچھ آدمیوں کے مثل عروہ بن زید اور ابو محجن ثقفی کے میدان جنگ سے نہ ہٹے اور خوب لڑے یہانتک کہ ابو زبید طائی نصرانی جو کسی ضرورت سے مثنیٰ کے پاس حیرہ آیا تھا اور ملکی جوش اور حمیت عرب سے مسلمانوں کے ساتھ ہو کر ایرانیوں سے لڑا تھا مارا گیا اور مثنیٰ زخمی ہوئے۔ اس عرصہ میں پل دوبارہ درست کر لیا گیا تھا اور مثنیٰ معہ بقیہ آدمیوں کے لڑتے ہوئے فرات عبور کر گئے سب سے پیچھے پل کے پاس سلیط بن قیس شہید ہوئے +

اس لڑائی میں مسلمانوں کے ۹ ہزار آدمی تھے چار ہزار لڑنے اور ڈوبنے میں ضایع ہوئے دو ہزار بھاگ گئے[۱] اور تین ہزار باقی رہ گئے تھے لشکر فارس کے ۶ ہزار آدمی کام آئے۔ یہ واقعہ ماہ شعبان ۱۳ھ کا ہے۔ مثنیٰ کے عبور کرنے کے بعد بہمن نے پل کو عبور کرکے مسلمانوں کا تعاقب کرنا چاہا مگر اتنے میں خبر آئی کہ دربار فارس میں دو گروہ ہو گئے ہیں ایک گروہ نے فیرزان کے ساتھ ہو کر رستم کے برخلاف خروج کیا ہے اس سبب سے تعاقب کرنے سے باز رہا اور مداین کی طرف مراجعت کر گیا۔ بہمن کے دو سردار جاپان اور مردانشاہ جو پیچھے روانہ ہوئے تھے انکو مثنیٰ نے تھوڑے سے آدمی ساتھ لیجا کر مقام اُلیس پر جا پکڑا اور قتل کرا دیا +

(۱۹) جنگ بویب ۱۳ھ عمر فاروق کو ابو عبید کی شہادت اور مسلمانوں کی ہزیمت کی خبر ہوئی تو لوگوں کو مثنیٰ کی امداد پر اُبھارنے لگے۔ سب سے پہلے قبیلہ بجیلہ نے آمادگی ظاہر کی مگر یہ کہا کہ سوائے شام کے ہم کسی اور طرف نہ جائیں گے ناچار عمر فاروق نے مال غنیمت کے خمس کی چوتھائی دینے کے وعدہ پر انہیں عراق جانے پر راضی

[۱] حبیب السیر ج۲ یہ اہل مدینہ تھے بعض نے تو مدینہ میں آکر دم لیا اور بعض جنگلوں کی طرف چلے گئے (طبری)

کرلیا۔ چنانچہ بجیلہ کو جریر بن عبداللہ بجلی کی سرکردگی میں مثنیٰ کی امداد پر روانہ کردیا گیا۔ اسی طرح جابجا سے لوگوں کو بلاکر مثنیٰ کی طرف روانہ کیا گیا۔ اور مثنیٰ نے بھی آس پاس کے عرب قبیلوں کو لکھکر بہت سے آدمی جمع کرلئے انس بن ہلال نمری بھی نصاریٰ بنی نمر کی ایک جمعیت عظیم کو لیکر آگیا اور کہا کہ ہم اپنے ہم قوم عربوں کے ساتھ ہوکر ایرانیوں سے لڑینگے۔ رستم اور فیرزان کو یہ خبر پہنچی تو دونوں نے اتفاق کرکے اپنے ایک سردار مہران نامی کو ایک بھاری فوج دیکر مسلمانوں کے مقابلہ پر روانہ کیا۔ پس مسلمانوں نے مقام بویب پر جو کوفہ کے قریب ہی ڈیرے ڈالدیے دوسری طرف دریا پار ایرانی لشکر بھی خیمہ زن ہوا۔ اب مہران نے مثنیٰ کو کہلا بھیجا کہ یا تو تم دریا کو عبور کرکے ہماری طرف آؤ یا ہمکو اجازت دو کہ تمہاری طرف آئیں۔ مثنیٰ نے کہا تم ہی آجاؤ۔ پس مہران (اپنی فوج کے ساتھ) دریا عبور کرکے مسلمانوں کے مقابلہ پر آگیا۔ ایرانی اپنی فوج کی تین صفیں کرکے آگے بڑھے ہر صف کے ساتھ ہاتھی تھے۔ مثنیٰ نے اپنی سپاہ کو جوش دلاکر ایرانیوں پر حملہ کردیا گھمسان کا رن پڑا مثنیٰ پہلے ہی حملہ میں غنیم کے قلب لشکر میں جا گھسے مگر مجوسیوں نے سنبھلکر ایسا جان توڑ کر حملہ کیا کہ مسلمانوں کے پاؤں اُکھڑ گئے لیکن مثنیٰ کے جوش دلانے پر پلٹے اور بڑی دیر تک ثابت قدمی کے ساتھ لڑتے رہے۔ ایرانیوں نے بھی جمکر داد مردانگی دی یہانتک کہ انکا سپہ سالار مہران بن باذان ہمدانی مارا گیا تو اُنکے جی چھوٹ گئے اور بھاگ نکلے مثنیٰ نے آگے بڑھکر پل کو توڑ دیا اور مسلمانوں نے گھوڑے دوڑا دوڑا کر ایرانیوں کو قتل کرنا شروع کیا۔ اور اتنے ایرانی مارے کہ مدتوں بعد بھی وہاں ہڈیوں کے انبار نظر آتے تھے۔ بروایت ابن خلدون و دحلان و صاحب حبیب السیر ایک لاکھ ایرانی مارے گئے۔ مسلمانوں نے اُسدن رات تک اور دوسرے دن رات تک ایرانیوں کا پیچھا نچھوڑا۔ ساباط تک تعاقب کیا اور قرب وجوار کے قصبات و دیہات کو تاخت و تاراج کرڈالا اور باشندوں کو گرفتار کرلیا۔ بہت کچھ مال غنیمت مسلمانوں کے ہاتھ آیا۔ اس لڑائی سے سواد سے دجلہ تک مسلمانوں کے قبضہ میں آگیا اور اہل فارس نے بمجبوری دجلہ کے پار کا علاقہ اُن کے قبضہ میں چھوڑ دیا اور مثنیٰ نے حیرہ کی طرف مراجعت کی۔ یہ لڑائی رمضان کے مہینہ میں ہوئی ✤

(۲۰) جنگ خنافس وسوق بغداد ۱۳ھ خنافس ایک مقام ناحیہ بردان میں انبار کے قریب واقع ہے جہاں ایک بھاری میلہ لگا کرتا تھا اور سواد و مدائن اور قضاعہ اور ربیعہ کے تاجر جمع ہوا کرتے تھے مثنیٰ نے خاص میلہ کے دن حملہ کرکے بازار کو لوٹ لیا اور انبار میں واپس آکر راتوں رات بغداد کی طرف روانہ ہوئے اور صبح ہوتے پہنچگئے اور تلواریں مار مار کر جو کچھ لیا گیا لیلیا۔ اور انبار میں واپس آکر مختلف افسروں کے ماتحت فوجیں روانہ کرکے صفین اور تکریت کو لوٹ لیا اور بہت سے آدمیوں کو قید کر لائے ✤

(۲۱) جنگ قادسیہ محرم ۱۴ھ روسائے ایران نے مسلمانوں کی روزانہ فتوحات کو آپس کی پھوٹ کا ثمرہ سمجھکر رستم و فیرزان کو جو سلطنت کے دست و بازو تھے اور آپس میں فساد رکھتے تھے اتفاق سے کام کرنے پر آمادہ کیا اور یزدجرد نے اپنے ملک کے کل مرزبانوں کو طلب کرکے ملک و رعایا کی حفاظت کی سخت تاکید کی۔ اور نامی نامی کارآزمودہ سپہ سالاروں کو حدود حیرہ و ابلہ و انبار کی حفاظت کی غرض سے کثیر التعداد فوج کے ساتھ روانہ کیا۔ مثنیٰ نے ان واقعات کی اطلاع دربار خلافت میں دی ہنوز وہاں سے جواب نہ آیا تھا کہ اہل سواد نے نقض عہد کیا۔ مثنیٰ نے اُنکی سرکوبی کے قصد سے خروج کرکے ذیقار میں قیام کیا اور کل عساکر اسلام طف میں ٹھیرا رہا مثنیٰ اور جریر کی رپوٹ دربار خلافت میں پہنچی تو وہاں سے حکم آیا کہ ہر طرف سے سمٹ کر سرحد پر چلے آؤ۔ عنقریب کمک

پہنچیگی ادہر تو اس حکم کی تعمیل میں مثنیٰ قرب و جوار کی عرب قوموں کو لیکر حلہ میں اور پھر بصرہ کے قریب مقام عقبی
میں مقیم ہوئے۔ اور اُدہر یہ فرمان بھیجنے کے بعد عمر فاروق نے اپنے کل عمال کو ایک گشتی مراسلہ بھیجکر سوار پیادے
اور سامان حرب طلب کیا۔ پس جو لوگ عراق کے قریب تھے وہ تو سیدھے مثنیٰ کے پاس پہنچے اور باقی مدینہ میں آکر
جمع ہوئے یہ واقعہ ماہ ذیقعدہ ۱۳ھ کا ہے + اسکے بعد جب عمر فاروق حج سے واپس آئے اور غازیان اسلام
اطراف و جوانب سے آکر مدینہ میں جمع ہو گئے تو حضرت عمر نے خود جرنیل بنکر عراق کی طرف جانا چاہا۔ مگر حضرت علی
اور بعض دیگر صحابہ نے سمجھایا کہ آپ کو مدینہ ہی میں قیام کرنا چاہیے اصحاب رسول میں سے کسیکو لشکر اسلام کا سپہ سالار
مقرر کر کے روانہ کر دیجئے اگر وہ ناکام رہا تو دوسرے کو بھیج دیجئے گا اس طرح دشمنوں پر زیادہ اثر پڑیگا۔ پس حضرت
عمر نے سعد بن ابی وقاص کو جو اُندنوں صدقات ہوازن تحصیل کرنے پر مقرر تھے۔ بذریعہ خط طلب کر کے جنگ
عراق پر مامور کیا۔ اور ۴ ہزار فوج کے ساتھ عراق کی طرف روانہ کر دیا پھر سعد کی روانگی کے بعد ۲ ہزار یمانی
اور ۲ ہزار نجدی جنگ آور روانہ کئے۔ جب سعد مقام زرود میں پہنچے تو معلوم ہوا کہ مثنیٰ بسبب اُن زخموں
کے جو معرکہ جسر میں کھائے تھے بشیر بن خصاصیہ کو اپنا قایم مقام مقرر کر کے انتقال کر گئے اور یہ کہ اسوقت اُنکے
ساتھ آٹھ ہزار آدمی تھے۔ آگے بڑھے تو ۳ ہزار آدمی بنی اسد کے سعد سے آملے جو حضرت عمر کے حکم کے موافق
بانتظار سعد ٹھیرے ہوئے تھے کوفہ کے قریب ۱ سیراف میں پہنچے تو اشعث بن قیس اپنی قبیلہ کے ۲ ہزار آدمیوں کو
لیکر حاضر ہوئے۔ غرض ایام اقامت سیراف میں حضرت عمر نے طلیحہ بن خویلد اسدی۔ عمرو بن معدیکرب عاصم
بن عمرو شرحبیل بن سمط اور فرات بن حیان میں سے ہر ایک کو بہت سی سپاہ دیکر ایک دوسرے کے پیچھے سعد کی
مدد کے واسطے روانہ کیا یہانتک کہ سعد کے پاس کل تیس ہزار اور بروایتے چھتیس ہزار غازیان اسلام جمع ہو گئے
یہاں مثنیٰ کے بھائی معنّیٰ بھی سعد سے آملے اور مثنیٰ کی ضروری ہدایتیں جو بوقت انتقال اُنہوں نے کی تہیں
سعد سے بیان کیں یہیں سعد نے مثنیٰ کی بیوی سلمیٰ سے جو نہایت حسین و جمیل تھی نکاح کر لیا۔ اتنے میں عمر
فاروق کا حکم آیا کہ آگے بڑھکر قادسیہ میں مورچے جما دو۔ پس سعد نے قادسیہ میں آکر ڈیرے ڈالدیے دو مہینے
قیام کیا کسی لڑنے والے کی صورت نہ دکھائی دی۔ اثنائے قیام میں جب رسد و غلہ کی ضرورت ہوتی تھی تو اسلام
کے لشکری کسکر اور انبار کے درمیانی مواضعات پر دھاوا کر کے اپنی ضروریات کی چیزیں لوٹ لاتے تھے یزدجرد
کو یہ خبر پہنچی تو رستم کو مسلمانوں کی جنگ پر مامور کیا اور رستم نے فراہمی فوج ساباط میں آکر اپنے لشکر کی ترتیب
میں مصروف ہوا۔ سعد نے حضرت عمر کو اس امر کی اطلاع کی وہاں سے حکم آیا کہ اللہ پر بھروسہ رکھو کچھہ خوف
نکرو اور قبل از جنگ چند آدمیوں کو جو بحث مباحثہ کا شعور رکھتے ہوں بادشاہ فارس کے پاس دعوت اسلام
کے واسطے بھیجدو۔ پس سعد نے حضرت عمر کے حکم کے موافق ۱۴ نامورانِ اسلام کو جن میں نعمان بن مقرن مزنی
اور جریر بن عبداللہ بجلی۔ اور طلیحہ بن خویلد اسدی بھی تھے بطور سفیر یزدجرد کے پاس روانہ کیا۔ یہ لوگ قادسیہ
سے مداین پہنچے جو تیس چالیس میل کا فاصلہ ہے۔ ایوان کسریٰ میں پہنچے یزدجرد کو دیکھا کہ ایک تخت پر بیٹھا
ہے جو چاندی کے ستونوں پر ہے بڑی شان و شوکت کا دربار لگا ہوا ہے خواص و ملازم زرق برق زریں
لباس پہنے ہوئے اُسکے گرد ہیں۔ مسلمان بیچارے سیدھے سادے دھاریدار یمنی کپڑے پہنے ہوئے تھے یزدجرد نے اُنکو
کچھہ خاطر میں نہ لایا اور اُن سے پوچھا کہ کیوں آئے ہو۔ سفیروں کے سردار نعمان بن مقرن نے عقاید اسلام
بیان کر کے کہا کہ ہم تمام دنیا کے سامنے یہ چیزیں پیش کرتے ہیں۔ قبول اسلام۔ جزیہ یا جنگ۔ یزدجرد کو

۱ کوفہ کے قریب +

مسلمانوں کی جرات پر سخت تعجب ہوا اور بولا (فردوسی) ز شیر شتر خوردن و سوسمار - عرب را بجائے رسید است کار
کہ ملک عجم را کنند آرزو - تفو بر تو اے چرخ گردان تفو + پہلے تو تم سے زیادہ حقیر اور ناچیز کوئی قوم نہ تھی آج تمہارا
یہ دعوے - قیس بن زرارہ نے کہا یہ سب سچ - مگر خدائے تعالیٰ نے ہم میں سے حسب نسب میں ممتاز پیغمبر بھیجا جس نے
ہماری کایا پلٹ دی - اور ہمیں یہ سچا دین دیا - تیرے آگے پیش کرتے ہیں یا اسے قبول کر یا جزیہ دے نہیں تو
تلوار کے فیصلہ پر راضی ہو جا - یہ سنکر یزدجرد سخت ناراض ہوا اور مٹی کا ٹوکرا عاصم بن عمرو کے سر پر رکھوا کر
انہیں واپس کر دیا - انہوں نے سعد کے پاس واپس آکر کہا لو فتح مبارک دشمن نے خود اپنی زمین ہمیں دیدی
اس واقعہ کے بعد بھی رستم ساباط میں پڑا رہا اور لشکر اسلام نے جسکی تعداد اب تیس ہزار سے کچھ زیادہ ہو گئی
تھی . نواح قادسیہ میں لوٹ کھسوٹ مچا دی - دربار ایران میں رعایا نے فریاد کی تو رستم کو آگے بڑھنے کا
حکم ہوا اور وہ ایک لاکھ بیس ہزار فوج اور ۳۳ ہاتھیوں کے ساتھ حیرہ میں آ پہنچا - اور وہاں سے قادسیہ
میں آکر پڑاؤ ڈالا - اسوقت اسے مداین سے روانہ ہوئے ۶ مہینے ہو گئے تھے وہ بسبب ایک خواب کے جو اسنے
دیکھا تھا اور بسبب بنا وان نجومی کی پیشین گوئی کے کہ مسلمان غالب آئیں گے - مسلمانوں سے لڑتے ہوئے
جی چراتا تھا - اس لئے رستم نے کئی دفعہ مسلمانوں کو صلح کا پیغام دیا مگر یہاں سے یہی جواب ملا - اسلام
جزیہ یا تلوار - جیسا یزدجرد سے کہا گیا تھا - ناچار طرفین سے اعلان جنگ ہو گیا - دریائے فرات کی ایک
شاخ دونوں لشکروں کے درمیان حائل تھی رستم نے سعد سے کہلا بھیجا کہ تم عبور کرکے ہم پر آؤ گے یا ہم خود عبور
کرکے تم پر حملہ کریں - سعد نے جواب دیا تم خود عبور کرکے آؤ - رستم عبور کرکے مسلمانوں کے مقابلہ میں صف آرا
ہوا مسلمان بھی صفیں درست کرکے سامنے آئے - ماہ محرم ۱۴ھ میں پیر کے دن ظہر کے وقت سے لڑائی
شروع ہوئی رات کو بند ہو گئی منگل کو شام تک پھر بدھ کو شام تک لڑائی رہی اور ذرا سے توقف کے بعد
پھر فریقین میں لڑائی شروع ہو گئی رات بھر اور جمعرات کے دن دوپہر تک لڑائی ہوتی رہی - تاریخوں
میں اول دن کی لڑائی یوم الارماث دوسرے دن کی یوم اغواث اور تیسرے دن کی یوم عماس اور رات کی
لیلۃ الہریر کے نام سے مشہور ہے - دوسرے یا تیسرے دن کی لڑائی کے وقت حضرت عمر کی تحریر کے بموجب
ہاشم بن عتبہ بھی شام سے دس ہزار فوج لئے ہوئے جنگ میں آ شریک ہوئے تھے - اس جنگ میں سعد بن
ابی وقاص مرض عرق النساء و دمل میں مبتلا تھے اسلئے خالد بن عرفطہ کو اپنی جگہ سپہ سالار مقرر کرکے
مقابلہ پر بھیجا اور خود ایک محل پر بیٹھ کر لڑائی دیکھنے لگے - جب کبھی ضرورت پڑتی پرچہ پر ہدایت لکھ کر خالد کی
طرف پھینک دیتے - چند فرادی جنگوں سے لڑائی شروع ہوئی جن میں عرب غالب رہے - اسکے بعد جنگ
مغلوبہ ہوئی ایرانیوں کا لشکر بڑے زور شور سے ہاتھیوں کے ساتھ حملہ آور ہوا - مسلمانوں کے گھوڑے
بدکے اکثروں نے اتر کر ہاتھیوں کو تلواروں سے مارنا شروع کیا اور انہیں کی فوج کی طرف پھیر دیا - پھر بھی
مسلمانوں نے بڑی کڑی اٹھائی - سردار بہادر لشکر بھگوڑا - جی چھوٹا جاتا تھا اگر شام سے ہاشم بن عتبہ
کی فوج کی آمد سے انکے دل نہ بڑھا دیئے ہوتے تو یقیناً مسلمانوں کی شکست ہو جاتی - آخر دن رات بھر لڑائی
رہی اور فیصلہ نہ ہوا آخر کار چند اسلام کے نامدار سردار اپنی اپنی فوج کو ہمراہ لیکر گھوڑوں سے کود تلواریں
کھسیٹ دشمن کی فوج کو کاٹتے چھانٹتے رستم کے تخت کے قریب جا پہنچے وہ یہ حال دیکھکر تخت سے اتر گھوڑے پر
سوار ہوا - دیر تک لڑتا رہا مگر زخمی ہو بھاگ کر دوپہر کے وقت دریا میں کود پڑا اور ہلال نام ایک مسلمان

سپاہی نے اُسکا کام تمام کرکے اُسکے تخت پر چڑھکر پکار کے کہا میں نے رستم کا خاتمہ کر دیا یہ سنکر ایرانی بھاگ نکلے مسلمانوں نے دور تک اُنکا تعاقب کرکے ہزاروں کو فنا کر دیا۔ رستم کا کمربند ستر ہزار دینار کا اور تاج ایک لاکھ دینار کا ہلال کو دیا گیا۔ اور درفش کاویانی جو ضرار بن الخطاب نے لوٹا تھا اُس سے تیس ہزار دینار کو خرید کر مال غنیمت میں شامل کیا گیا یہ جواہرات سے مرصع تھا اور بقول ابن خلدون اصل میں دس لاکھ دینار کی مالیت تھا۔ سعد نے فتحنامہ اور مال غنیمت کا خمس دربار خلافت میں روانہ کیا۔ جس میں بے انتہا نقدی اور جواہر اور سونے چاندی کے برتن اور زربفت اور ریشمی لباس گھوڑے اور خچر اور ہتھیار تھے۔ عمر فاروق ان سب چیزوں کو دیکھکر بہت خوش ہوئے۔ اور سعد کو لکھا کہ اب قادسیہ میں قیام کرکے لشکر کو آرام دو اور جب تک ہمارا حکم نہ پہنچے مداین کی طرف نہ بڑھنا + اس لڑائی میں ساڑھے آٹھ ہزار مسلمان مارے گئے اور ایک لاکھ کے قریب ایرانی ضایع ہوئے۔ رستم اور جالینوس ایرانیوں کے نامی سردار کھیت رہے۔ درفش کاویانی اور بہت سامال غنیمت مسلمانوں کے ہاتھ آیا۔ مولوی امیر علی نے لکھا ہے کہ یہ لڑائی مارچ ۶۳۶ء میں ہوئی

(۲۲) فتح مداین صفر ۱۶ھ | قادسیہ کی لڑائی سے کلدیہ (سواد) اور عراق عرب کی قسمت کا عملی طور پر فیصلہ ہو گیا کلدیہ پر بغیر کسی مخالفت کے پھر مسلمانوں کا قبضہ ہو گیا جنگ قادسیہ کے دو مہینے بعد تک سعد انتظام کی غرض سے قادسیہ میں مقیم رہے۔ مضافات حیرہ کے قصبوں اور قریوں کو زیر نگیں کرکے سعد جناب عمر کے حکم کے موافق شوال ۱۵ھ میں بابل کیطرف روانہ ہوئے جہاں قادسیہ سے بھاگ کر ایرانیوں نے قیام کیا تھا اور جہاں اُنکے نامور سردار فیروزان ہرمزان اور مہران اپنی فوجیں لئے پڑے تھے۔ فیروزان ان سب کا افسر اعلیٰ تھا۔ بابل پر پہنچکر ایرانیوں سے جنگ ہوئی۔ ایرانیوں نے شکست کھائی اور مہران مداین کیطرف ہرمزان اہواز کی طرف اور فیروزان نہاوند کی طرف (جہاں شاہ ایران کے خزانے تھے) اپنی اپنی فوجیں لیکر بھاگ گئے اسکے بعد سعد نے کوثیٰ اور ساباط فتح کرکے مداین پر چڑھائی کی اور کل اسلامی فوجیں مقام بہرہ شیر[1] میں مجتمع کرلیں۔ مورخین نے اس فوج کی تعداد ساٹھ ہزار لکھی ہے۔ ذیحجہ ۱۵ھ میں مسلمانوں نے اس مقام پر پڑاؤ کیا تھا۔ دو یا تین مہینے کے محاصرہ کے بعد اسکو فتح کیا۔ اسی اثنار میں عربی دجلہ کے کل دہقان اور اہل سواد مسلمانوں کی امان میں آگئے۔ اب سعد نے خاص مداین پر حملہ کرنا چاہا + مگر ایرانیوں نے تمام پل توڑ دیے تھے۔ اور کشتی کا پتہ نہ تھا۔ مسلمانوں نے خدا پر توکل کرکے دریا میں گھوڑے ڈالدیے اور تیر مارتے اور تیر کھاتے ہوئے دجلہ کو عبور کر گئے۔ ایرانی کمال بے سروسامانی سے مداین چھوڑکر حلوان کی طرف بھاگے۔ یزدجرد نے اپنے حرم اور خاندان شاہی کو اس سے پہلے جسقدر مال و اسباب اُٹھا سکتا تھا اُٹھا کر روانہ کر دیا تھا۔ جب اُس نے یہ خبر سُنی تو خود بھی بھاگ کر حلوان میں مقیم ہوا۔ اسلامی فوجیں جوق جوق شہر میں داخل ہوئیں۔ اہل شہر نے جزیہ دیکر اپنے کو بچا لیا +

سعد قصر ابیض میں داخل ہوئے۔ جس میں شاہان فارس رہا کرتے تھے۔ چاروں طرف سناٹا پاکر دل پر عبرت طاری ہوئی بے اختیار یہ آیتیں زبان سے نکلیں کم ترکوا من جنات وعیون وزروع ومقام کریم ونعمة کانوا فیہا فاکہین کذلک واورثناہا قوما آخرین[2]

[1] بہرہ شیر اور مداین کے درمیان صرف دریائے دجلہ حائل تھا۔ یہاں ایک شیر پلا ہوا تھا۔ جو بادشاہ ایران سے کمال مانوس تھا جب اسلامی فوجیں اُسکے قریب پہنچیں تو وہ تڑپ کر نکلا مگر ہاشم بن عتبہ نے جو ہراول کے افسر تھے ایک ہی تلوار میں اُسکا کام تمام کر دیا صاحب فتوحات اسلامیہ نے اس شہر کا نام نہر شیر لکھا ہے [2] یہ لوگ کتنے ہی باغ اور کتنے ہی نہریں اور کتنی ہی کھیتیاں اور کتنے ہی عمدہ

بہرحال یہی ایک سلام ہے آمد رکھتیں فتح کی پڑھیں اور بجائے تخت کے منبر نصب کرایا اور نماز جمعہ اُسی ایوان میں ادا کی یہ پہلا جمعہ تھا جو عراق میں پڑھا گیا اور ایوان شاہی میں جسقدر تصاویر سوار پیادوں وغیرہ کی تہیں اُنکو اُن کے حال پر قایم رکھا۔ ایک کو بھی اُنمیں سے نہ ہٹایا اور بوجہ نیت اقامت نماز کو قصر نہ کیا۔ اسکے بعد سعد نے بر حیثیت عراق کے ملکی اور فوجی افسر اعلیٰ ہونے کے اسی شاہی محل میں سکونت اختیار کی اور مداین کے مکانات اپنی فوج میں تقسیم کر دیے۔ جا بجا سے مال غنیمت اکٹھا کرکے ایک جگہ جمع کیا گیا[1]۔ اسمیں عجائب روزگار چیزیں تہیں۔ چنانچہ ایک سونے کا گھوڑا تھا جس پر چاندی کا زین کسا ہوا تھا۔ یاقوت و زمرد اسکی پیشانی پر جڑے ہوئے تھے سوار چاندی کا تھا مگر جواہرات سے لدا ہوا تھا۔ اور ایک اونٹنی چاندی کی تہی۔ جسپر سونے کی پالان تہی بیش قیمت یاقوت و ہیرے اُسکی مہار میں پروئے تھے اُسکا سوار بھی سونے کا تھا۔ اور سر سے پاؤں تک جواہرات سے مرصع تھا۔ ابوالفدا کہتا ہے کہ سونے چاندی اور مختلف قسم کے کپڑوں اور قیمتی فرشوں کا اندازہ تعداد اور وہم سے خارج تھا۔ طبری وغیرہ نے لکھا ہے کہ یہ مال تین ارب دینار کا تھا۔ خمس نکالنے کے بعد ساٹھ ہزار فوج میں تقسیم کیا گیا۔ ہر سپاہی کو ۱۲ ہزار دینار ملا۔ خمس جو دربار خلافت میں بھیجا گیا اُسمیں ایک فرش تھا جسکا نام بہارستان تھا۔ ساٹھ گز سے ساٹھ گز انواع و اقسام کے جواہرات سے مثل گلزار کے بنا ہوا تھا۔ شاہان فارس موسم خزاں میں اُس سے موسم بہار کا کام لیتے تھے اُسے بچھا کر شراب پیتے تھے بروایت حبیب السیر بہارستان ریشمی تھا۔ اُسکے اطراف زمرد سے مرصع تھے ۱۸ بالشت زمرد سبز دس بالشت بلور سفید دس بالشت یاقوت سرخ دس بالشت یاقوت کبود دس بالشت یاقوت زرد سے مزین تھا۔ اور اُس کے حواشی و جوانب میں طرح طرح کے پھول پتے۔ پودے درخت اور پھل سونے چاندی اور آبدار موتیوں اور جواہر کے بنے ہوئے تھے۔ یہ فرش علاوہ خمس کے خلیفہ کے پاس بھیجا گیا تھا۔ خمس کا مال ۹ سو اونٹوں پر لاد کر بشیر بن خصاصیہ کے ساتھ مدینہ روانہ کیا گیا تھا۔ بہارستان اور نوشیرواں کا تاج اور اُسکی ملبوسات زرنگار اور تمام یادگاریں اور بہت سی عجوبہ چیزیں خمس کے علاوہ بجنسہ لوگوں کے دیکھنے کی غرض سے دربار خلافت میں روانہ کی گئی تہیں۔ اور اسباب کو تو عمر فاروق نے لوگوں میں تقسیم کر دیا۔ فرش بہار یا بہارستان کی نسبت اُنکا منشا تھا کہ تقسیم نہ کیا جائے۔ اور بعض دیگر صحابہ نے بھی یہی رائے ظاہر کی۔ لیکن حضرت علی نے صلاح دی کہ اے امیرالمومنین مال دنیا سے صرف اپنا وہ ہے جو کسیکو دیدیا اور آخرت کے لئے ذخیرہ کیا۔ یا پہنکر پہٹا دیا یا کہا کر فنا کیا۔ بعض تاریخوں میں یہ بھی ہے کہ آپ نے فرمایا اے امیرالمومنین اس فرش کی موجودگی سے مسلمانوں میں عیش پسندی کا خیال پیدا ہو جائیگا اور اُنکی صلاح کے موافق وہ فرش بھی مسلمانوں میں ٹکڑا ٹکڑا تقسیم کر دیا گیا۔ علی مرتضیٰ کے حصہ میں جو ٹکڑا اُسکا آیا تھا اُسکو اُنہوں نے ۲۰ ہزار درہم کو اور بروایت صاحب سیرۃ الحلبیہ ۲۰ ہزار دینار کو فروخت کیا۔ حالانکہ وہ نفیس ٹکڑوں میں سے

(بقیہ نوٹ صفحہ ۲۸۸) عمدہ مکانات اور کتنے ہی آرام و آسایش کے سامان چھوڑ مرے جن میں مزے اُڑایا کرتے تھے واقع میں ایسا ہی ہوا اور ہمنے دوسرے لوگوں کو اس تمام ساز و سامان کا وارث بنا دیا۔ [1] طبری وغیرہ نے لکھا ہے مداین کی لوٹ کے موقع پر بعض سپاہیوں کو دیکھا گیا کہ وہ سونے چاندی میں تمیز نہ کرتے تھے۔ بازار میں آواز لگاتے تھے کہ کوئی ہمارے زرد تھال کو (جو سونے کا تھا) سفید (چاندی کے) تھال سے بدلتا ہے۔ اور اکثروں نے کافور کو نمک سمجھکر آٹے میں ملا لیا۔ روٹی کڑوی معلوم ہوئی تو سمجھے کہ یہ نمک نہیں کچھ اور تھا +

نہ تھا۔ فتح مداین ہی کے اسیروں میں بعض مورخین واقدی وغیرہ نے حضرت شہربانو بنت یزدجرد کا نام لکھا ہے جو بعد میں حضرت امام حسینؑ کی زوجیت میں آئیں اور جن سے ۳۸ھ میں امام زین العابدین پیدا ہوئے مگر یہ صحیح نہیں ہے[1]۔ اسکے بعد عمر فاروق نے سعد بن ابی وقاص کو نماز و جنگ پر انکے کل مقبوضات کا متولی مقرر کیا اور حذیفہ بن الیمان ساحل فرات کے بلاد کے خراج پر اور عثمان بن حنیف کنارہ دجلہ کے شہروں کے خراج وصول کرنے پر مامور ہوئے۔ اور سعد نے جلولا۔ حلوان۔ تکریت اور موصل کے فتح ہونے اور کوفہ کے بسائے جانے تک مداین میں قیام کیا۔ فتح مداین سے دریائے دجلہ سے مغرب کا تمام علاقہ مسلمانوں کے قبضہ میں آگیا

(۳۴) جنگ جلولا[2] ذیقعدہ ۱۶ھ

مداین کی شکست کے بعد ایرانیوں نے جلولا میں جنگ کی تیاریاں کیں آذربیجان۔ باب اور جبال سے فوجیں طلب کرکے ایک عظیم الشان فوج مرتب کرکے مہران رازی کو اپنا سردار بنالیا۔ شہر کے چاروں طرف خندقیں کھدوا کر راستوں اور گذرگاہوں پر لوہے کے گوکھرو بچھوا دیے۔ سعد نے اس واقعہ کی خبر عمر فاروق کو لکھی۔ حکم ہوا کہ ہاشم بن عتبہ کو ۱۲ ہزار کی جمعیت سے انکے مقابلہ پر روانہ کردو اور مقدمۃ لشکر پر قعقاع بن عمرو کو افسر مقرر کرو۔ اور بعد فتح قعقاع کو سواد و جبال کے درمیانی علاقہ پر والی بنادو۔ ہاشم نے مداین سے روانہ ہوکر اسی روز تک جلولا کا محاصرہ رکھا۔ اثنار محاصرہ میں ایرانی وقتاً فوقتاً نکل نکلکر مقابلہ کرتے رہے آخری لڑائی لیلۃ الہریہ سے بدرجہا زیادہ سخت تھی۔ مگر اس روز ایسی سخت آندھی چلی کہ بالکل اندھیرا ہوگیا۔ اہل فارس مجبور ہوکر پیچھے ہٹے لیکن گرد و غبار کی وجہ سے کچھ دکھائی نہ دیتا تھا ہزاروں خندق میں گر گر کر مرگئے۔ تب ایرانیوں نے خندق کو پاٹ کر راستہ بنالیا اور اپنے بچاؤ کے لئے خود اپنی قلعہ بندی کو غیر مستحکم اور فاسد کردیا۔ یہ دیکھ کر مسلمانوں نے اللہ اکبر کہکر ایسا سخت حملہ کیا کہ ایرانیوں کے پانو اکھڑ گئے اور حالت اضطراب میں اسطرف بھاگے جس طرف لوہے کے گوکھرو بچھائے ہوئے تھے۔ گھوڑے جب زخمی ہوگئے تو پیادہ ہوگئے مسلمانوں نے انکو بیدریغ مارنا شروع کردیا ایک لاکھ ایرانی اس واقعہ میں کام آئے۔ قعقاع نے خانقین تک تعاقب کیا۔ یزدجرد یہ خبر سنکر حلوان سے رے کیطرف بھاگ گیا۔ اور قعقاع نے حلوان پر قبضہ کرلیا۔ اس جنگ میں غنیمت

---

[1] جن مورخوں نے شہربانو کا فتح مداین کے وقت بندی میں آنا لکھا ہے انہوں نے یہ بھی لکھا ہے کہ جب شہربانو عمر کے سامنے لائی گئیں تو آپنے حکم دیا کہ اسکا زیور اتار لو۔ ایک شخص زیور اتارنے آیا تو شہربانو نے اسکے ایسا گھونسا مارا کہ وہ اوندھے مونہہ گر پڑا عمرؓ نے غضبناک ہوکر کہا کہ اسکا قصاص اس دختر سے لیا جائے۔ لیکن علیؓ نے فرمایا کہ ... رسول اللہ نے فرمایا ہے کہ تین شخصوں پر رحم کرو۔ کسی قوم کے عزت دار پر جو ذلیل ہوگیا ہو۔ کسی قوم کے ... جو فقیر ہوگیا ہو اور ... جو ... لوگ ... کرتے ہوں۔ یہ لڑکی اپنی قوم میں سب سے ... اور ... ہے ... حضرت عمرؓ نے ... کردیا اور ... اس ... اسوقت دیکھا کہ شہربانو کس ... حسین ابن علی کیطرف ... عمر ... کو مع زیورات حسین ابن علی کو بطور ہدیہ نذر کیا ... یزدجرد ... الاول ... اسوقت اس کی عمر ... مورخین ... ۱۵ سال کی اور عربی مورخین کے موافق ۲۸ سال کی تھی۔ مداین باتفاق مورخین صفر ۱۶ھ میں فتح ہوا ہے۔ اسوقت یزدجرد کی عمر ۲۰ یا ۲۶ سال سے زیادہ نہیں ہوسکتی۔ اگر شہربانو کو یزدجرد کی پہلوٹھی کی اولاد بھی مان لیں اور یہ بھی فرض کرلیں کہ وہ یزدجرد کی ۱۸ یا ۱۹ برس کی عمر میں پیدا ہوئیں تو فتح مداین کے وقت انکی عمر سات آٹھ برس سے زیادہ نہیں ہوسکتی۔ امام حسین کی ولادت باتفاق مورخین شعبان ۴ھ میں ہوئی ہے۔ فتح مداین کے وقت (دیکھو صفحہ ۸۰)

[2] مداین سے ۵۰ میل کے فاصلہ پر واقع ہے

گرد و پیش کا مال غنیمت ہاتھ آیا خمس نکالنے کے بعد فی کس ۹ ہزار درہم اور ۹ گھوڑے تقسیم ہوئے ۔ سعد نے ان کامیابیوں کے بعد مژدہ فتح اور خمس دربار خلافت میں ارسال کیا۔ اور آگے بڑھنے کی اجازت طلب کی عمر فاروق نے لکھ بھیجا کہ مابین سواد و جبل ایک قدرتی قلعہ سے گھرا ہوا ہے ایرانی ہم تک نہیں آسکتے چند روز مسلمانوں کو آرام دینے کے لئے توقف کرو ۔

(۲۴) **فتح تکریت و موصل وغیرہ سنہ ۱۶ھ** مداین کی فتح سے تمام عجم کی آنکھیں کھلیں اور ہر ایک صوبہ نے جدا جدا عرب کے مقابلہ کی تیاریاں کیں چنانچہ سب سے پہلے جزیرہ والوں نے جن کی سرحد عراق عرب سے ملی ہوئی تھی لڑائی پر آمادگی ظاہر کی۔ سعد نے دربار خلافت کے مشورہ سے اپنے ماتحت افسروں کی سرکردگی میں فوجیں روانہ کر دیں پس عبد اللہ بن معتم نے تکریت و موصل اور ضرار بن الخطاب نے ماسبذان اور عمر بن مالک نے ہیت و قرقیسیا فتح کر لیا۔ پس کوفہ کی چار حدود پر چار حاکم مقرر کئے گئے حلوان پر قعقاع۔ ماسبذان پر ضرار بن الخطاب۔ قرقیسیا پر عمر بن مالک۔ اور موصل پر عبد اللہ بن معتم۔ اسکے بعد سنہ ۱۷ھ میں جب اہل جزیرہ نے رومیوں کو حمص فتح کرنے کی ترغیب دیکر بلایا۔ تو مسلمانوں نے جزیرہ و آرمینیہ کے بہت سے علاقے فتح کر لئے جیسا کہ فتوحات شام کے آخر میں لکھا جا چکا ہے ۔

(۲۵) **فارس پر چڑھائی سنہ ۱۷ھ** زمانہ خلافت صدیق میں علاء حضرمی بحرین کے عامل تھے۔ عمر فاروق نے انکو معزول کر کے قدامہ بن مظعون کو مامور کر دیا تھا مگر سنہ ۱۴ھ میں پھر علاء کو بحال کر دیا۔ علاء ہر امر میں سعد سے بڑھکر قدم مارنے چاہتے تھے۔ سعد قادسیہ کی لڑائی میں کامیاب ہوئے تو علاء کو سخت رشک پیدا ہوا اور بلا اجازت فاروق اپنے افسروں کے ماتحت فوجیں سمندر کی راہ سے فارس میں اُتار دیں۔ کہ فارس فتح کر کے ناموری حاصل کریں۔ اصطخر کے قریب مقام طاؤس پر سخت لڑائی ہوئی علاء کے دو سردار سوار اور جارود اور بہت سی فوج ماری گئی خلید باقی فوج کے ساتھ بھاگے ایرانیوں نے راستے روک لئے عمر فاروق کو علاء کی اس حرکت کی خبر ہوئی تو بہت برہم ہوئے اور عتبہ بن غزوان کو جو سنہ ۱۴ھ سے فتح ابلہ کے وقت سے خریبہ میں مقیم تھا (جہاں بعد میں بصرہ آباد کیا گیا) لکھا کہ فوراً ایک جری فوج تیار کر کے مسلمانوں کے بچانے کو فارس کی طرف روانہ کر دو۔ اور علاء کو ایک تہدیدی خط لکھکر حکم دیا کہ بحرین سے اپنی تمام فوج لیکر سعد کے پاس چلے جاؤ۔ عتبہ نے ابو سبرہ بن ابی رہم کے ماتحت بارہ ہزار فوج فارس کی طرف روانہ کر دی۔ اور وہ خلید تک جا پہنچی۔ اُدھر ایرانیوں نے بھی بہت سی فوج جمع کر لی تھی اہواز کے قریب دونوں میں لڑائی ہوئی آخر ایرانیوں نے شکست کھائی اور چونکہ آگے بڑھنے کا حکم نہ تھا ابو سبرہ نے مسلمانوں کو رہائی دلا کر بصرہ کی طرف مراجعت کی [ل]۔

(بقیہ صفحہ ۷۹) آپ کی عمر پونے بارہ برس کی تھی۔ پھر اگر شہر بانو اس روایت کے موافق ایسی جوان تھیں کہ انکے ایک کھونے سے ایک مرد گر پڑا تو انکا اپنی شوہری کے لئے گیارہ بارہ برس کے بچے کو پسند کرنا کیونکر ہو سکتا ہے اور اگر وہ سات آٹھ برس کی تھیں تو ایسی کم عمر لڑکی سے حضرت عمرؓ کا حکم قصاص دینا چہ معنی دارد۔ پس یہ روایت غلط ہے اور صحیح یہ ہے کہ حضرت شہر بانو سنہ ۳۶ھ میں حضرت علی کے عہد خلافت میں خراسان سے لائی گئی ہیں۔ [ل] عتبہ سنہ ۱۵ھ کے آخر میں حضرت عمر کی اجازت لیکر حج کو آیا اور بصرہ میں ابو سبرہ کو نائب چھوڑا۔ حج کر کے واپس جاتے ہوئے عتبہ کا انتقال ہو گیا اور سنہ ۱۶ھ کے شروع میں عمر فاروق نے ابو سبرہ کو معزول کر کے مغیرہ بن شعبہ کو بصرہ کا عامل بنایا پھر سنہ ۱۷ھ میں مغیرہ کو معزول کر کے ابو موسیٰ اشعری کو بصرہ کی حکومت دی۔ بعض مورخین (ابن اثیر ابن خلدون وغیرہ) نے اس فارس کی چڑھائی کا حال سنہ ۱۷ھ میں لکھا ہے۔ انہوں نے عتبہ کی وفات بھی سنہ ۱۷ھ میں لکھی ہے مگر صحیح سنہ ۱۵ھ ہی ہے ۔

(۲۶) فتح اہواز وشوستر وغیرہ وگرفتاری ہرمزان ۱۷ھ ایران کا نامی سردار ہرمزان قادسیہ سے بھاگ کر اہواز میں چلا آیا تھا اور اُسنے اُسکے بلاد متعلقہ پر قبضہ کرکے میسان دُست میسان مناذر۔ نہر تیری رامہرمز وغیرہ پر قبضہ کرکے تستر (شوستر) کو اپنا دارالحکومت بنایا تھا چونکہ اُسکی سرحد بصرہ سے ملی ہوئی تھی بغیر اسکے فتح کئے بصرہ میں امن قایم نہیں رہ سکتا تھا۔ اسلئے سعد بن ابی وقاص نے کوفہ اور بصرہ سے فوجیں بھیجکر اس ملک پر چڑھائی کی۔ اس فوج نے اہواز۔ مناذر۔ نہر تیری۔ اور رامہرمز فتح کر لیا اور بڑی سخت لڑائی کے بعد شوستر کو فتح کرکے قلعہ شوستر کا محاصرہ کر لیا۔[1] اور ہرمزان نے اس شرط پر اپنے کو حوالہ کر دیا کہ اُسے مدینہ عمر فاروق کے پاس بھیجا جائے۔ جو وہ فیصلہ کریں وہ منظور ہے۔ ابوموسی نے یہ شرط منظور کر لی تو ہرمزان نے قلعہ کا دروازہ کھولدیا اور ہرمزان کو انس بن مالک اور احنف بن قیس کے ساتھ عمر فاروق کی خدمت میں بھیجا گیا۔ عمر فاروق نے ہرمزان کو دیکھکر کہا تمنے مکرر سہ کرر بدعہدی کی ہے۔ اُسکا بدلہ لینے میں تم کیسے کیا عذر کرتے ہو۔ ہرمزان نے جواب دیا مجھے اندیشہ ہے کہ تم مجھے قبل بتانیکے قتل کر ڈالوگے۔ عمر فاروق نے کہا ایسا نہیں ہوگا۔ ہرمزان نے پانی مانگا جب پانی آیا تو ہاتھ میں کوزہ لیکر کہا مجھے اندیشہ ہے کہ پانی پینے میں مجھے قتل نہ کر ڈالو۔ عمر فاروق نے ارشاد کیا تم مطلق خوف نکرو جبتک پانی نہ پیلوگے کسی قسم کے خطرہ میں نہ ڈالے جاؤگے۔ ہرمزان یہ سُنکر کوزہ ہاتھ سے پھینکر بولا اب میں پانی نہیں پیتا اور اپنی شرط کے مطابق تم مجھے قتل نہیں کرسکتے۔ تمنے مجھے امان دیدی۔ عمر فاروق اس مغالطہ پر حیران ہوکر بولے تو جھوٹ کہتا ہے۔ ہرمزان بولنے نہیں پایا تھا کہ انس بن مالک نے کہا امیرالمومنین یہ سچ کہتا ہے کیونکہ آپ نے فرمایا ہے جبتک پانی نہ پیلوگے تم کسی خطرہ میں نہ ڈالے جاؤگے۔ اور لوگوں نے بھی انس کے قول کی تائید کی۔ تب عمر فاروق نے ہرمزان سے کہا تمنے مجھے دہوکا دیا۔ لیکن میں تمہیں فریب نہ دونگا مناسب ہے کہ مسلمان ہوجاؤ۔ ہرمزان نے مسکرا کر جواب دیا میں تو پہلے ہی سے ایمان لاچکا تھا۔ یہ کہکر ہرمزان نے کلمہ توحید پڑھا۔ عمر فاروق بہت خوش ہوئے اور مدینہ میں رہنے کیلئے اُسکو جگہ دی اور دو ہزار درہم سالانہ وظیفہ مقرر کر دیا۔ اسکے بعد ابوسبرہ نے سوس فتح کیا اور اہل جند لیسابور نے جزیہ دینا قبول کرکے صلح کر لی اس طرح کل خوزستان پر مسلمانوں کا تسلط ہوگیا۔ بعض مورخین نے لکھا ہے کہ شکست جلولاء کے بعد یزدجرد اصطخر میں آیا تھا اور وہاں سے رَے وخراسان کو بھاگا تھا۔

(۲۷) ایران پر عام لشکر کشی ۲۱ یا ۲۲ھ احنف بن قیس نے عمر فاروق سے کہا کہ امیرالمومنین آپنے ہمکو آگے بڑھنے سے منع کر رکھا ہے لیکن جبتک ایرانیوں کا بادشاہ یزدجرد فارس میں موجود رہیگا اُسوقت تک ایرانی برابر لڑتے رہیں گے۔ اگر آپ ہمیں ممالک ایران پر عام لشکر کشی کی اجازت دیں تو ہم اُنکے بادشاہ کو ایران سے نکالدیں اُسوقت اُنکی اُمیدیں منقطع ہوجائینگی اور فتنہ وفساد فرو ہوجائیگا اسپر عمر فاروق نے احنف بن قیس کو فتح خراسان پر مجاشع بن مسعود اسلمی کو فتح اردشیر وسابور پر۔ عثمان بن ابی العاص کو فتح اصطخر پر۔ ساریہ بن زنیم کنانی کو فتح فسا و دارابجرد پر سہیل بن عدی کو فتح کرمان پر عاصم بن عمرو کو فتح سیستان پر اور حکم بن عمیر تغلبی کو فتح مکران پر نامزد کیا۔ ان فتوحات کی تفصیل آگے بیان ہوگی

(۲۸) جنگ نہاوند ۲۱ھ یزدجرد فتح جلولا کے بعد رَے کیطرف بھاگ گیا تھا لیکن یہاں کے رئیس کی

[1] شوستر کی لڑائی میں محمد بن جعفر اور عون بن جعفر شہید ہوئے۔ کامل۔ ابن اثیر۔ استیعاب ۰

یزدگرد جو فارس سے اصفہان و کرمان ہوتا ہوا خراسان پہنچکر مقام مرو میں مقام کیا اور ایک آتشکدہ بنوا کر اطمینان کے ساتھ رہنے لگا۔ اسکو یہ خیال تھا کہ عرب کی فتوحات کا سلسلہ سرحدی مقامات تک پہنچکر رک جائیگا لیکن جب اسکو یہ خبر پہنچی کہ عراق کے ساتھ خوزستان بھی ہاتھ سے جاتا رہا اور ہرمزان جو سلطنت کا ایک بڑا رکن تھا زندہ گرفتار ہو گیا تو طیش میں آکر پھر لشکر کی فراہمی میں مصروف ہوا اور اطراف و جوانب کے امرا کے ممالک کو مسلمانوں کی دست درازی کا حال لکھکر ان سے مدد طلب کی۔ چنانچہ اسکے لکھنے پر دفعتہً طبرستان۔ جرجان۔ سندھ۔ خراسان۔ اصفہان ہمدان میں ایک قومی جوش پھیلگیا۔ اور ڈیڑھ لاکھ کا ٹڈی دل لیکر وہی فیروزان نہاوند کی طرف بڑھا۔ عبداللہ بن عبداللہ بن عتبان[۱] جو اسوقت کوفہ کے گورنر تھے خلیفہ کو ایرانی تیاری کی خبر دی۔ یہ خبر سنکر عمر فاروق نے لوگوں کو جمع کر کے اپنے جانے کے بارہ میں رائے طلب کی بعضوں نے جانے کی اور بعضوں نے لشکر بھیجنے کی رائے دی اور بعضوں نے شام۔ یمن اور حجاز سے فوجیں روانہ کرنے کی صلاح دی۔ سبکے مشورے سننے کے بعد حضرت علی کھڑے ہوئے اور فرمایا اے امیر المؤمنین اگر اہل شام کو آپ شام سے بھیجینگے تو رومی شام میں آکودینگے۔ اہل یمن کو بھیجینگا تو حبشہ والے یمن پر قبضہ کرلیں گے حجاز سے بھیجے گا تو اطراف و اقطار کے عربوں سے بچا پھر ٹلانا مشکل ہو جائیگا۔ اور اگر آپ خود مقابلہ میں جائیگا تو آپ کی حالت دیکھکر انکے دل سے آپ کا رعب اور ہیبت جاتی رہیگی اور یہ کہینگے کہ مسلمانوں کا امیر اور رئیس صرف اتنا ہے وہ دلیر ہو جائیں گے اور پیچھے جھاڑ کر پیچھے پڑ جائیں گے [illegible] نہایت شدت [illegible] سے آپ کا مقابلہ کرینگے۔ مناسب یہ ہے کہ بصرہ اور کوفہ ہی کے لوگ [illegible] روانہ کئے جائیں اور دشمن کی کثرت کا کچھ خیال نہ کیجئے کیونکہ ہم پہلے کبھی کثرت پر [illegible] بلکہ تائید [illegible] حضرت عمر فاروق نے حضرت علی کی رائے کو پسند کیا۔ نعمان بن مقرن جو [illegible] اہل کوفہ کا ایک گروہ تھا جو جندیسابور اور سوس پر لڑ چکے تھے سرداری لشکر کے لئے انتخاب [illegible] تیس ہزار کی جمعیت نعمان کی ماتحتی میں ایرانیوں کے مقابلہ میں روانہ ہوئی [illegible] پانچ ہزار کی کمک [illegible] بن عمر کی ساتھ روانہ کی گئی۔ کوفہ سے جو لوگ نعمان کے ساتھ [illegible] ان میں حذیفہ بن الیمان [illegible] بھی تھے ادھر حضرت عمر نے ان اسلامی فوجوں کو جو علاقہ اہواز میں [illegible] لکھا [illegible] کہ ایک طرف سے ایرانیوں کو مشغول رکھیں تاکہ وہ اہل نہاوند کی امداد [illegible] عمرو [illegible] مغیرہ بن شعبہ۔ عمرو بن معدیکرب طلیحہ وغیرہ بڑے بڑے صحابی شامل تھے۔

غرض نعمان بن مقرن تیس ہزار [illegible] کوفہ سے روانہ ہوکر برابر بڑھتے چلے گئے اور نہاوند سے اس طرف ۹ میل کے فاصلہ پر مقام اسپیدہان پہنچکر پڑاؤ ڈالدیا۔ بالآخر کوہ البرز کے دامن میں مقام نہاوند پر سخت خونریز لڑائی ہوئی اس نے ایران کی قسمت کا فیصلہ کر دیا۔ یہ لڑائی فتح الفتوح کے نام سے مشہور ہے کیونکہ اسکے بعد کوئی بڑی لڑائی ایرانیوں سے نہیں ہوئی۔ مگر ٹھیک فتح کے وقت اسلامی جرنیل نعمان

---

[۱] اس سے تھوڑے دنوں پہلے سعد بن ابی وقاص معزول ہو چکے تھے اور انکی جگہ عبداللہ بن عبداللہ بن عتبان جو سعد کے نائب تھے کوفہ کے گورنر مقرر ہو گئے تھے۔ سعد کو عمر فاروق نے مدینہ میں رکھ لیا تھا۔ واقعہ نہاوند کے بعد عبداللہ بن عبداللہ بن عتبان معزول ہوئے اور زیاد بن حنظلہ کوفہ کے گورنر مقرر ہوئے۔ جب زیاد نے تھوڑے دنوں میں استعفا دیدیا تو عمار یاسر مقرر ہوئے اور عبداللہ بن مسعود کو حمص سے بھیجکر کوفہ کے بیت المال اور اہل کوفہ کی تعلیم پر مقرر کیا گیا (ابن اثیر)

زخموں سے چور ہو کر ایک تیر کھا کر گھوڑے سے گرا اور داعی اجل کو لبیک کہہ گیا - اور اُسکی جگہ حذیفہ بن الیمان سپہ سالار مقرر ہوئے - نہاوند کے معرکہ اور تعاقب میں ایک لاکھ سے زیادہ ایرانی کام آئے - فیروزان اور اُسکی بچی ہوئی فوج نے بھاگ کر ہمدان میں پناہ لی - مسلمانوں نے جو تعاقب میں تھے بسرکردگی نعیم بن مقرن و قعقاع بن عمرو ہمدان کا محاصرہ کر لیا ◦

فتح نہاوند کے بعد حذیفہ نے نہاوند میں قیام کیا خمس نکالکر مال غنیمت فوج میں تقسیم کر دیا سواروں کو چھ چھ ہزار اور پیادوں کو دو دو ہزار ملا - خمس دربار خلافت میں بھیجا گیا - اور اُسکے ساتھ دو صندوق جواہرات کے بھی تھے جو کسریٰ پرویز نے نہاوند کے عظیم الشان آتشکدہ کے موبد ہربذ کے پاس امانت رکھوائے تھے اور موبد نے جان بخشی کے وعدہ پر حذیفہ کو بتائے تھے - عمر فاروق نے خمس تقسیم کر دیا اور جواہرات کو بیت المال میں داخل کر دیا - مگر اُسی دن ایک خواب سے ڈر کر سائب بن اقرع کو جو خمس اور جواہرات کے یہ دونوں صندوق لیکر آیا تھا اور عمر فاروق نے اُسی روز اُسکے لشکر کیطرف واپس بھیجدیا تھا ایک قاصد بھیجکر واپس بلایا مگر جبتک سائب کوفہ میں نہ پہنچگیا قاصد اُس تک نہ پہنچ سکا - جب سائب واپس آیا تو عمر فاروق نے دونوں صندوق واپس کر دیے اور کہا انکو بھی فروخت کر کے لشکریوں میں تقسیم کر دیا جائے ◦

صاحب روضۃ الصفا لکھتے ہیں کہ نخیرجان ایک ایرانی امیر خسرو پرویز کے ساتھ بہت تقرب رکھتا تھا اُسکی بیوی جو اپنے زمانہ کی عورتوں میں سب سے خوبصورت تھی - خسرو کے محل میں آتی جاتی تھی خسرو پرویز نے اُس سے اختلاط کر لیا - نخیرجان کو جب یہ حال معلوم ہوا تو اپنی بیوی سے علیحدگی اختیار کر لی - خسرو پرویز کو جب یہ حال معلوم ہوا تو نخیرجان سے کہا کہ میں نے سنا ہے کہ تمہارے پاس آب خوشگوار کا ایک چشمہ ہے مگر تم اُس میں سے پانی نہیں پیتے - نخیرجان نے جواب دیا کہ بادشاہ سلامت میں اُس چشمہ میں سے پانی پیا کرتا تھا لیکن ایک روز اُس چشمہ کے قریب میں نے شیر کے پاؤں کا نشان دیکھا خوف مجھ پر غالب ہوا پھر اُس چشمہ کے پاس نہ گیا - خسرو کو یہ جواب بہت پسند آیا اپنی عورتوں کے محل میں آکر جو تعداد میں تین ہزار تھیں سب کا زیور لیکر نخیرجان کی بیوی کو دیدیا اور ایک سونے کا تاج جس میں یاقوت اور موتی جڑے ہوئے تھے نخیرجان کو عطا کیا - جب نخیرجان جنگ قادسیہ میں مارا گیا تو اُسکی اولاد نے وہ تاج مرصع اور تمام وہ زیور و جواہر نہاوند کے ایک گاؤں میں دفن کر دیے - نہاوند کی لڑائی میں جب وہ لوگ بھی جو اس خزانہ پر متصرف تھے مارے گئے تو ایک دہقان نے سائب بن اقرع کے پاس آکر کہا اگر تم میری جان و مال اور اولاد اور ساتھیوں کو امان دو تو تمکو ایسا خزانہ بتاؤں جسکی قیمت کوئی آنکنے والا نہ آنک سکے سائب نے کہا اگر تیری بات سچی نکلی تو تیری درخواست منظور ہے - پس سائب نے اپنے متعلق آدمی ساتھ کر دیے اور دہقان کے بتانے پر اُنہوں نے ایک مقام سے دو صندوق نکالے ایک میں کسریٰ کا تاج مرصع تھا اور دوسری میں کسریٰ کی بیویوں کے زیورات و جواہرات تھے جو خسرو پرویز نے نخیرجان اور اُسکی بیوی کو عطا کیے تھے - حذیفہ بن الیمان نے مال غنیمت سے علحدہ دونوں صندوق جن میں لشکریوں کا کوئی حق نہ تھا - سائب بن اقرع کے ساتھ عمر فاروق کی خدمت میں روانہ کر دیے ◦ ۱ طبری - ابن اثیر اور سید احمد دحلان نے سائب سے روایت کی ہے وہ کہتے ہیں کہ عمر فاروق

---

۱ طبری نے لکھا ہے کہ یہ دو بڑے صندوق تھے - ان میں سوائے موتی اور زبرجد اور یاقوت کے اور کچھ نہ تھا - اُسکو کنوز النخیرجان کہتے تھے ◦

اُن صندوقوں کو دیکھکر کہا کہ انہیں بیت المال میں داخل کر دے اور تو اپنے لشکر سے جا مل - ہم سوچیں گے کہ ان جواہرات کو کیا کیا جائے - سائب کہتا ہے کہ میں نے وہ صندوق بیت المال میں داخل کر دیئے اور میں فوراً مدینہ سے نکلکر کوفہ کی طرف روانہ ہو گیا - اُس رات کو عمر سو کر جب صبح کو اُٹھے تو اُنہوں نے ایک قاصد میرے پیچھے روانہ کیا لیکن وہ مجھ تک اُسوقت پہنچا جب میں کوفہ میں داخل ہو چکا پس اُس نے مجھ سے کہا چل امیر المومنین نے تجھے بلایا ہے - میں فوراً اُس کے ساتھ ہو لیا جب عمر فاروق کے پاس آیا حضرت نے مجھے اپنے پاس بٹھایا اور فرمایا کہ جس رات کو تو مدینہ سے گیا ہے اُسی رات کو میں نے خواب میں دیکھا کہ فرشتے مجھے ان صندوقوں کے پاس لیگئے اور ان میں سے آگ کے شعلے نکل رہے تھے اور کہا ہم ان میں تجھے ڈالدیں گے - پس میں نے قسم کھائی کہ میں انکو مسلمانوں میں تقسیم کر دونگا - اے سائب انکو لیجا اور بیچکر مسلمانوں میں تقسیم کر دے - پس میں نے اُنکو مسجد کوفہ میں فروخت کیلئے لا کر رکھا تاجروں نے چاروں طرف سے گھیر لیا اور عمرو بن حریث مخزومی نے بیس لاکھ درہم کو خرید لئے[1] +

(۲۹) فتح دینور و ہمدان وغیرہ ۲۱ھ — نہاوند سے واپس ہوتے ہوئے ابو موسیٰ اشعری نے دینور کا محاصرہ کر لیا اور پانچ روز کے محاصرہ کے بعد جزیہ لیکر صلح کر لی - اسیطرح سیروان اور صیمرہ بمصالحت فتح ہوئے - اہل ہمدان نے بھی محاصرہ سے تنگ آ کر جزیہ دیکر صلح کر لی اور اہل ماہین نے بھی ایسا ہی کیا +

(۳۰) فتح اصفہان ۲۱ھ — نہاوند کی فتح کے بعد عمر فاروق نے حذیفہ کو اُنکے علاقہ پر بھیجدیا جو دریائے دجلہ سے سیراب ہوتا ہے اور اُس میں اُس سے پرے تک کا ملک بھی شامل تھا - اور عبداللہ بن عبداللہ بن عتبان کو کوفہ سے نہاوند کی حکومت اور فتح اصفہان پر مامور کیا اور اُنکی جگہ زیاد بن حنظلہ کو کوفہ کا گورنر مقرر کیا - ابو موسیٰ اشعری عبداللہ کی امداد پر مامور ہوئے - عبداللہ نے اپنے ساتھ والی اور نعمان والی فوج سے جو نہاوند میں تھی اصفہان پر حملہ کر دیا اور مقام رستاق پر ایرانیوں کو ایک سخت شکست دیکر اصفہان کا محاصرہ کر لیا جس کو وہ لوگ جے کہتے تھے - آخر اس امر پر صلح ہو گئی کہ باشندوں میں سے جسکا جی چاہے اصفہان چھوڑ کر نکل جائے اور جو رہنا چاہے وہ جزیہ دیکر رہے صلح ہو چکنے کے بعد ابو موسیٰ بھی اہواز سے ہوتے ہوئے عبداللہ سے آملے - اسکے بعد عمر فاروق نے عبداللہ کو حکم بھیجا کہ فتح کرمان میں سہیل بن عدی کی مدد پر روانہ ہو جائے پس عبداللہ اصفہان میں سائب بن اقرع کو اپنا نائب چھوڑ کر کرمان پہنچنے سے پہلے سہیل سے جا ملے +

(۳۱) ہمدان کی بغاوت کو فرو کرنا ۲۲ھ — اہل ہمدان نے بغاوت کی تو عمر فاروق کے حکم سے نعمان بن مقرن نے ۱۲ ہزار فوج سے ہمدان کا محاصرہ کر لیا باشندوں نے جزیہ قبول کر کے صلح کر لی - نعیم ابھی ہمدان ہی میں تھے کہ خبر آئی کہ دیلم اور رے اور آذربیجان والوں نے مکاتبت کر کے واج روذ میں مسلمانوں کے مقابلہ کیلئے جمعیت عظیم بہم پہنچائی ہے پس نعیم ہمدان میں یزید بن قیس ہمدانی کو اپنا نائب چھوڑ کر روانہ ہوئے - واج روذ پر جنگ عظیم ہوئی جو جنگ نہاوند سے مشابہ تھی - ایرانیوں نے شکست فاحش کھائی اور وہ بیحساب مارے گئے +

ہمدان کی فتح کے بعد عمر فاروق نے نعیم کو رے پر چڑھائی کرنے اور بعد فتح وہاں قیام کرنے کا حکم بھیجا اور براء بن عازب نے

---

[1] روضۃ الاحباب میں ہے کہ فرشتے ان جواہرات کو میری طرف پھینکتے تھے اور وہ چنگاریاں بنکر میرے بدن سے چمٹ جاتے تھے میں اُنکے ہاتھ سے مجبور ہو کر اپنے خدا سے عہد کیا کہ اُس خزانہ کو اُسی لشکر کے لوگوں میں تقسیم کرا دونگا [2] صاحب روضۃ الاحباب اور صاحب روضۃ الصفا نے لکھا ہے کہ وہ دو صندوق دو ہزار درہم کو فروخت ہوئے + [3] روضۃ الاحباب و تاریخ اعثم کوفی میں ہے کہ وہ جواہرات ایسے بیش قیمت تھے کہ زمانہ میں اُنکا نظیر نہ تھا حضرت عمر نے صندوق کھلوا کر ملاحظہ کئے تو اُنکی چمک اور آب و تاب کو دیکھکر حیران رہگئے [illegible] +

ابہر۔ قزوین اور زنجان کو فتح کرلیا +

(۳۲) **فتح رے سنہ ۲۲ھ** واج روذ سے روانہ ہوکر نعیم رے پر حملہ آور ہوئے۔ سیاوخش بن مہران رے کا بادشاہ تھا۔ زینبی ابوالفرخان رے کا ایک رئیس اُس سے ذاتی مخالفت رکھتا تھا وہ مسلمانوں سے ملگیا اور وہ رات کو حالت بیخبری میں نعیم کے بھتیجے منذر بن عمرو کو ایک فوج کے ساتھ اپنے ہمراہ لئے ہوئے شہر میں داخل ہوگیا اور اس طرح شہر بہت آسانی سے فتح ہوگیا + اہل دماوند نے بھی جزیہ دیکر مصالحت کرلی +

(۳۳) **فتح قومس و جرجان و طبرستان سنہ ۲۲ھ** رے کی بشارت فتح کے ساتھ خمس غنیمت جب دربار خلافت میں پہنچا تو عمر فاروق نے نعیم کو حکم بھیجا کہ اب اپنے بھائی سوید بن مقرن کو فتح قومس کے واسطے روانہ کرو پس سوید نے قومس اور جرجان فتح کرلیا اور اہل طبرستان سے نامہ و پیام ہونیکے بعد دس لاکھ درہم جزیہ پر صلح ہوگئی +

(۳۴) **فتح آذربیجان و ارمینیہ سنہ ۲۲ھ** عمر فاروق نے آذربیجان کی فتح پر عتبہ بن فرقد اور بکیر کو مامور کیا تھا۔ اُنہوں نے آذربیجان کا بہت سا علاقہ فتح کرلیا تھا۔ فتح رے کے بعد عمر فاروق کے حکم سے نعیم نے سماک بن خرشہ انصاری کو بکیر کی مدد پر روانہ کیا اور سماک نے آذربیجان کے باقی شہر و قصبات فتح کرلئے یہ حالت دیکھکر آذربیجان کے والی نے جزیہ دینا قبول کیا اور صلح کرلی +

اسکے بعد بکیر نے باجازت عمر فاروق عتبہ کو مفتوحات آذربیجان میں چھوڑا اور خود باب کی طرف بڑھے بکیر کے روانگی کے بعد عتبہ نے شہر زور۔ دارآباد اور صامغان کو فتح کرلیا۔ بہت سے کرد لڑائی میں مارے گئے عمر فاروق کو ان فتوحات کا حال معلوم ہوا تو عتبہ کو آذربیجان کا والی مقرر کردیا اور ہرثمہ بن عرفجہ کو موصل کی حکومت دی۔ جب بکیر باب یعنی ارمینیا کی طرف بڑھے تو عمر فاروق نے سراقہ کو اُنکی مدد پر روانہ کیا۔ یہاں کا والی شہربار سراقہ کی خدمت میں خود حاضر ہوا اور درخواست کی کہ مجھ سے جزیہ کی عوض فوجی خدمت لیجائے۔ میں ہر وقت مسلمانوں کا مطیع رہونگا۔ سراقہ نے منظور کرلیا +

مہم باب سے فارغ ہوکر سراقہ نے امرا لشکر کو ارمینیہ کے پہاڑی شہروں پر فوجکشی کرنے کا حکم دیا۔ پس بکیر کو موقان کی طرف اور حبیب بن مسلمہ کو تفلیس کیطرف اور حذیفہ بن اسید کو جبال اللان کی طرف اور سلمان بن ربیعہ کو کسی اور طرف روانہ کیا اور عمر فاروق کو اس فوجکشی کی اطلاع دی۔ اسکے تھوڑے دنوں بعد سراقہ عبدالرحمن بن ربیعہ کو اپنا نائب مقرر کرکے انتقال کرگئے۔ عمر فاروق نے عبدالرحمن کو اُنکی عہدہ پر بحال رکھا اور ترکوں پر حملہ کرنیکا فرمان بھیجا

(۳۵) **جنگ بلنجر سنہ ۲۲ھ** عبدالرحمن بن ربیعہ کو ترکوں پر فوجکشی کا حکم پہنچا تو اُنہوں نے باب سے نکلکر بلنجر کا رخ کیا جو ممالک خزر کا پایہ تخت تھا۔ ترکوں کو یہ گمان تھا کہ مسلمانوں کو کوئی قتل نہیں کرسکتا اُنکے ساتھ ملائکہ رہتے ہیں۔ پس وہ شہر چھوڑ کر بھاگ گئے اور مسلمان بہت سا مال غنیمت لیکر واپس آئے اور برابر عہد خلافت عثمان تک اُنپر فوج کشی کرتے رہے۔ محاربات عہد عثمانی میں ایک دفعہ ترک ایک مسلمان کو پکڑ کر لیگئے اور اُسے قتل کرڈالا اُسوقت سے اُنہیں مسلمانوں سے لڑنے کی جرأت ہوگئی انہیں لڑائیوں میں عبدالرحمن لڑتے لڑتے شہید ہوگئے اور اُنکے بھائی سلمان نے علم کو سنبھالا ان کے ہمراہ ابو ہریرہ دوسی بھی تھے۔ ان دونوں بزرگوں نے نہایت مردانگی سے ترکوں کا مقابلہ کرکے اُنکو پسپا کیا

(۳۶) **فتح خراسان سنہ ۲۲ھ** یزدجرد فتح جلولاء کے بعد رے چلا گیا تھا وہاں کے مرزبان آبان جادویہ نے بیوفائی کی تو بہ آزردہ خاطر ہوکر اصفہان گیا جب وہاں بھی فتوحات اسلامی نے اُسے چین سے نہ بیٹھنے دیا تو کرمان

کیطرف آیا اور وہاں سے نکلکر مرو میں آکر قیام کیا - اور یہاں آتشکدہ بناکر اطمینان سے رہنے لگا اور ممالکت اسلامی درہم برہم کرنے کی غرض سے ہرمزان اور اہل اہواز اور فیروزان اور اہل جبال کو مسلمانوں کے خلاف بغاوت کرنیکو لکھ بھیجا چنانچہ ان سب نے مسلمانوں کا مقابلہ کیا اور مغلوب ہوئے - عمر فاروق نے بخیال اطفائے فتنہ و ملک گیری مملکت فارس پر عام لشکر کشی کا حکم دیدیا اور خود اپنے ہاتھ سے متعدد علم تیار کرکے نامی نامی افسروں کو مرحمت فرمائے۔ جیساکہ پہلے ۱۸ھ کے واقعات میں لکھا جاچکا ہے از انجملہ احنف بن قیس فتح خراسان پر مامور ہوئے تھے احنف نے ۱۸ھ یا ۲۲ھ میں خراسان پر چڑھائی کی طبسین ہوکر ہرات پہنچے اور اُسکو لڑکر فتح کرلیا اور صحار بن فلان العبدی کو وہاں اپنا نائب چھوڑکر خود مرو کی طرف بڑھے اور نیشاپور پر مطرف بن عبداللہ کو اور سرخس کیجانب حارث بن حسان کو روانہ کیا - یزدجرد مسلمانوں کی چڑھائی کی خبر سنکر مرو شاہجان سے بھاگ کر مرو روذ (مروچاک) کی طرف چلاگیا - احنف نے نہایت آسانی سے مرو شاہجان پر قبضہ کرلیا - اسی مقام پر کوفہ سے امدادی فوج آگئی - احنف نے مرو میں حارثہ بن نعمان باہلی کو چھوڑکر مرو روذ پر چڑھائی کی - یزدجرد یہاں سے بھی بھاگا اور بلخ پہنچا - احنف نے مرو روذ پر قبضہ کرکے بلخ پر حملہ کیا یزدجرد شکست کھاکر دریا عبور کرکے خاقان ترک کی حکومت میں چلاگیا" - احنف نے فوجیں بھیجکر خراسان کو نیشاپور سے طخارستان تک فتح کرلیا - اور مرو روذ کو صدر مقام قرار دیکر قیام کیا - اور طخارستان کی حکومت ربعی بن عامر کے سپرد کی - عمر فاروق کو جب اس فتح کی خبر پہنچی تو لکھا کہ اسی پر اکتفا کرو دریا سے آگے نہ بڑھنا ۔

یزدجرد خاقان ترک کے پاس گیا تو اُس نے بڑی عزت و توقیر کی اور ایک فوج کثیر لیکر بغرض امداد اُسکے ہمراہ خراسان کی طرف روانہ ہوا احنف ان دنوں بلخ میں مقیم تھے - آمد خاقان کی خبر سنکر عساکر اسلامی کو لئے ہوئے مرو روذ میں قیام کیا خاقان بلخ ہوتا ہوا مرو روذ پہنچا اور یزدجرد اُس سے علیحدہ ہوکر مرو شاہجان کیطرف بڑھا - احنف کے پاس صرف بیس ہزار فوج تھی دس ہزار کوفہ کی اور دس ہزار بصرہ کی - کھلے میدان میں جنگ کرنا مناسب نہ سمجھکر نہر عبور کرکے ایک میدان میں جس کی پشت پر پہاڑ تھا صف آرائی کی ضرورت کے موافق خندقیں بناکر مورچے قایم کرلئے - ایک مدت تک دونو فوجیں مقابل پڑی رہیں آخر ایک دن اُسکے تین نامی ترک احنف کے ہاتھ سے مارے گئے تو اُسکا ارادہ بدلگیا اور اپنی فوج لئے ہوئے واپس چلاگیا۔

یزدجرد کو یہ خبر اُسوقت ملی جب وہ حارثہ بن نعمان باہلی کو مرو شاہجان میں محصور کئے ہوئے تھا - یہ خبر سنتے محاصرہ ترک کیا اور خزانہ و جواہرات جمع کرکے خاقان کے پاس چلے جانیکا قصد کیا امرائے دربار نے کہا کہ ترکوں کے عہد کا کوئی اعتبار نہیں اس سے تو مسلمانوں سے صلح کرلینی بہتر ہے کیونکہ وہ ایفائے وعدہ اور پابندی معاہدہ میں اچھے ہیں - مگر یزدجرد نے نہ مانا تو اُن لوگوں نے بلوہ کرکے اُسکا تمام مال و اسباب چھین لیا اور یزدجرد بے سر و سامانی کی حالت میں دریا عبور کرکے خاقان کے پاس چلاگیا اور اُسی عہد کے عمر فاروق کے اخیر عہد خلافت تک ترکوں کے دارالحکومت فرغانہ میں مقیم رہا - یہانتک کہ حضرت عثمان کے عہد خلافت میں اہل خراسان نے بغاوت کی اور یہ یزدجرد ۳۱ھ میں مارا گیا جیساکہ بیان کیا جائیگا ۔

یزدجرد کے چلے جانے کے بعد اسکے امرائے دربار احنف کے پاس آئے اور تمام جواہرات و اسباب مال سے مصالحت کرلی - اسواقعہ میں سواروں کو مال غنیمت میں سے اسقدر حصہ ملا جتنا جنگ قادسیہ میں - اسکے بعد احنف بلخ میں آئے اور لشکریوں کو اُسکی حدود میں ٹھیرا کر خود مرو روذ میں قیام اختیار کیا ۔

(۲۳) فتح توج ۲۳ھ | جبوقت امرائے اسلام نے بقصد ملک گیری عام لشکر کشی کا علم اٹھایا ہوئے ابترہ

فارس کا رخ کیا اور ہر امیر اپنی مقررہ جانب کی طرف بڑھا اہل فارس میں کھلبلی پڑ گئی - ایرانیوں کا جتھا منتشر ہو گیا اور اپنے اپنے شہر بچانے کی غرض سے متفرق ہو گئے - مجاشع بن مسعود اردشیر اور سابور کیطرف روانہ ہوئے راستہ میں مقام توج پر ایرانیوں نے مقابلہ کیا سخت لڑائی کے بعد باشندوں نے جزیہ دینا قبول کر کے صلح کر لی +

(۳۸) فتح اصطخر وغیرہ ۲۳ھ عثمان بن ابی العاص ثقفی کو عمر فاروق نے فتح اصطخر پر مامور کیا تھا - عثمان نے چڑھائی کر کے جور - اصطخر - گازرون - نوبندجان اور انکی مضافات اور شیراز - ارجان - شونیز - جنابہ - اور جہرم فتح کر لئے - مگر حضرت عمر کے آخری اور حضرت عثمان کے ابتدائی عہد میں شہرک مرزبان فارس نے بغاوت کی اور یہ تمام مفتوحہ علاقے ہاتھ سے نکل گئے - یہ حال دیکھکر عثمان بن ابو العاص عامل بحرین نے اپنے بھائی حکم کو جمعیت کثیر دیکر اس مہم پر بھیجا - اور اس نے ان سب علاقوں کو دوبارہ فتح کر لیا - اور شہرک توج پر شکست کھا کر مارا گیا - بعض مورخین نے فارس کی اس فتح ثانی کو ۲۸ یا ۲۹ھ میں لکھا ہے +

(۳۹) فتح فسا و دارابجرد ۲۳ھ ساریہ بن زنیم کنانی نے فسا اور دارابجرد فتح کر لیا - مال غنیمت میں ایک جواہرات کا صندوق بھی تھا جو خمس کے ساتھ دربار خلافت میں پہنچا گیا - عمر فاروق نے حکم دیا کہ ان جواہرات کو فروخت کر کے لشکریوں میں تقسیم کر دو +

(۴۰) فتح کرمان ۲۳ھ سہیل بن عدی اور عبداللہ بن عبداللہ بن عتبان نے کرمان پر حملہ کیا لڑائی میں کرمان کا مرزبان مارا گیا اور لشکر اسلام نے بلا روک ٹوک جیرفت اور سیرجان پر تسلط کر لیا - اور یہ علاقہ بھی اسلامی سلطنت میں شامل ہوا +

(۴۱) فتح سیستان یا سجستان ۲۳ھ عاصم بن عمرو اور عبداللہ بن عمیر نے سیستان پر چڑھائی کی اور زرنج کا محاصرہ کر لیا چند روز کے محاصرہ کے بعد اہل شہر نے اطاعت قبول کر لی اور سارا علاقہ ممالک مفتوحہ میں شامل ہوا - یہ ملک خراسان سے بڑا تھا +

(۴۲) فتح مکران ۲۳ھ حکم بن عمرو تغلبی نے مکران پر حملہ کیا بعدہ شہاب بن مخارق - سہیل بن عدی اور عبداللہ بن عبداللہ بن عتبان بھی روانہ ہو سب نے وہیں پہنچکر لشکر کو مرتب کیا - راسل والی مکران سندھ کی امداد لیکر مقابلہ میں آیا نہر مکران کے کنارہ سخت لڑائی ہوئی راسل نے شکست کھائی اور مکران کے بہت سے حصہ پر مسلمانوں کا تسلط ہو گیا +

(۴۳) فتح بیروذ ۲۳ھ اس عام لشکر کشی کے زمانہ میں عمر فاروق نے حفاظت کی غرض سے ... قائم کر رکھا تھا کہ ابو موسیٰ اشعری کو ایک جمعیت کثیر کا سردار بنا کر حدود بصرہ پر قیام کرنے کو فرمایا تھا - ادھر ہزیمت خوردہ اور متاخر گروہ مابین مقام بیروذ میں کردوں کی قوم اسلامی فتوحات کے سیلاب کی روک تھام کیلئے جمع ہوئی - ابو موسیٰ کو خبر ہوئی تو بیروذ پر حملہ کیا ایک بہت بڑی خونریز جنگ کے بعد مسلمانوں نے فتح پائی بہت سا مال غنیمت ہاتھ آیا +

(۴۴) اراضی عراق و ایران کا بندوبست خلیج فارس کے ساحلی علاقہ سے سلسلہ کوہ تک مشرق کی جانب جنگ حلوان سے پہلے ہی امن قائم ہو چکا تھا اور ابلہ کا بندر مسلمانوں کے قبضہ میں آ چکا تھا - مسلمانوں نے کمال مستعدی اور تندہی سے اس علاقہ کی سرسبزی میں جد و جہد کی اور اس کے وسائل کو وسیع کیا - عمر فاروق نے حضرت علی کے مشورہ سے زمین کی پیمائش اور اس کی پیداوار کا اندازہ کرائی - مالگذاری کا نیا طریقہ رائج کیا - بڑی بڑی زمینداروں پر ایرانی بادشاہوں کے ٹیکس کی ترمیم کی - آبپاشی کے لئے

جابجا نہریں کھدوائیں اور زمینداروں کو بروقت ضرورت تقاوی دینے کے متعلق ہدایات جاری کیں۔ اصلی کاشتکاروں کو محفوظ رکھنے کے لئے زمین کی فروخت وبیع کی سخت ممانعت کی۔ شاہان ایران کی شاہی مملکت شاہی جنگلات مفرور شاہزادوں اور زمینداروں کی متروکہ جائیدادیں اُن آتشکدوں کا مال ومتاع جنہیں اُنکے پجاری چھوڑکر بھاگ گئے تھے سرکاری ملکیت قرار دیئے۔ اور اُنکے انتظام کے لئے مدینہ سے ایجنٹ روانہ کئے۔ فوج اُن زمینوں اور کلدیہ کے میدانوں کو جنہیں سواد کہتے ہیں مال غنیمت قرار دیکر تقسیم کرنے پر زور دیتی تھی مگر خلیفہ نے حضرت علی اور ابن عباس کے مشورہ سے اُنکی درخواست کو قطعی طور پہ رد کیا۔ شاہی املاک سے جو آمدنی ہوتی وہ سرکاری خرچ وضع کرنے کے بعد عرب آبادکاروں پر تقسیم کر دی جاتی۔ فتح نہاوند کے بعد عراق عرب کی طرح ایران کے اس علاقہ میں بھی جو فتح نہاوند سے مسلمانوں کے قبضہ میں آیا تھا کاشتکاروں کو اپنی زمینوں پر بحال رکھنے کی غرض سے خلیفہ نے فوری وسائل اختیار کئے وہ زمینداروں کے گراں مطالبات سے آزاد کئے گئے۔ جمعبندی کی ترمیم کی گئی۔ اُسکی وصولیت کے مناسب قواعد بنائے گئے۔ لڑی چھوٹی نہروں کی مرمت کی گئی اور بہت سی نئی نہریں جاری کی گئیں۔ مقررہ خراج پر بڑے بڑے زمیندار اپنی جاگیروں پر بدستور قابض رکھے گئے۔ ہر ایک کو مذہبی آزادی دیگئی۔ مسلمانونکو تاکید کی گئی کہ کسیکے مذہب میں دخل نہ دیں۔ وہ لوگ جو اپنے قدیم مذہب پر قایم رہے وہ ذمیوں کے نام سے مشہور ہوئے۔ مسلمان اور ذمی رعایا میں صرف یہ فرق تھا کہ مسلمانوں پر بوجہ فوجی خدمت لازمی ہونیکے تھوڑا سا ٹیکس عُشر یعنی دہ یکی مقرر تھا اور ذمیوں پر جو فوجی خدمت سے بری تھے خفیف سا نگین ٹیکس (جزیہ) لگایا جاتا تھا بغیر جبرو اکراہ کے بہت سے لوگ اپنی مرضی سے مسلمان ہوگئے اور عربوں کے ساتھ اُنکے رشتے ناتے ہونے لگے۔ بہت سے ایرانی عرب قومیت میں داخل کر لئے گئے اور انکو موالی کہتے تھے جو مولی کی جمع ہے۔ بہت ایرانی جنہوں نے اعلٰے خدمات کی تھیں ویسے ہی ممتاز تھے وظیفہ خوار بنائے گئے۔ تاہم ایرانیوں کے مذہبی پیشوا اکثر اُنکو بغاوت پر اُکساتے رہتے تھے مگر خلفائے بنی عباس کے عہد میں یہ بات بھی جاتی رہی۔ (تاریخ اسلام مولوی امیر علی)۔ فتح نہاوند سے پہلے عجمیوں کا سکہ ملک میں جاری تھا۔ اب حضرت عمر کو اپنا سکہ جاری کرنا پڑا۔ سونے چاندی کے سکے ڈھلنے لگے لاالہ الا اللہ محمد لعبد یا سورۂ اخلاص ان سکوں پر مضروب ہوتا تھا۔ قل ہو اللہ احد والی اشرفیاں احدیہ کہلاتی تھیں۔ (امیر علی)

فصل سوم فتح مصر ۱۸ھ تا ۲۰ھ

(۵۴) **مصر کی حالت** مصر کا ملک عرصہ دراز سے قسطنطنیہ کے قیصروں کے ماتحت چلا آتا تھا۔ ایرانیوں اور رومیوں میں اس ملک کی بابت کئی دفعہ جنگ ہوئی اور ایک دفعہ ایرانیوں نے اسپر قبضہ کر بھی لیا تھا۔ اسوقت یہ ملک رومیوں ہی کے تحت میں تھا۔ اور اُنکی طرف سے مقوقس نامی ایک قبطی مصر پر گورنری کرتا تھا۔ مقوقس مثل دیگر مصری عیسائیوں کے مذہب میں یونانی گرجا کے خلاف یعقوبی گرجا کا معتقد تھا۔ اور اس سبب سے مقوقس و مصری یونانیوں کا جوا اُتار پھینکنا چاہتے تھے۔ جنگ فارس کی ابتری کے زمانہ میں اسنے آزاد ہونے کی کوشش کی تھی آنحضرت صلعم نے بھی ایک نامہ دعوت اسلام کی بابت اسکو لکھا تھا اور اسنے پیغمبر خدا کو کچھ تحایف بھی بھیجے تھے

(۵۶) **فتح منف و اسکندریہ** ۱۸ھ میں ملک شام میں جب طاعون عمواس سے ۲۵ ہزار مسلمان ضایع ہوگئے جن میں ابو عبیدہ بن الجراح گورنر شام بھی تھے اور معاذ بن جبل بھی جو ابو عبیدہ کے بعد شام کے والی مقرر ہوئے تھے۔ تو عمر فاروق فوت شدہ مسلمانوں کا ترکہ تقسیم کرنے کے لئے خود ملک شام میں تشریف

لائے۔ اس موقع کو غنیمت سمجھکر عمرو عاص نے جو معاذ کے بعد شام کے گورنر مقرر ہوئے تھے، عمر فاروق سے خلوت میں عرض کی کہ آپ مجھے مصر فتح کرنے کی اجازت دیجیے۔ عمر فاروق نے فرمایا کہ ابھی ممالک مفتوحہ ہی میں مسلمانوں کے قدم بخوبی نہیں جمے ہیں، طاعون نے ہزاروں دلیر جنگ آوروں کا الگ فیصلہ کر دیا ہے اور جسقدر اسلامی فوج ہے وہ ممالک عراق عرب و عراق عجم اور شام وغیرہ میں منتشر ہو رہی ہے۔ ایسی حالت میں دوسری جانب حملہ کرنا مناسب نہیں۔ مگر چونکہ عمرو عاص نے بہت ہی اصرار کیا اور یقین دلایا کہ مصر کا فتح کر لینا کوئی بات نہیں ہے[1]۔ لہذا عمر فاروق نے عمرو عاص کو چار ہزار سپاہ کے ساتھ مصر کیطرف روانہ ہونے کا حکم دیا مگر روانگی کے وقت فرمایا۔ "اچھا تم جاؤ اور میں تمہاری روانگی کے بارے میں خدا سے استخارہ کرتا ہوں جس کے بعد انشاءاللہ بہت جلد میری تحریر تمہارے نام پہنچے گی۔ پس اگر میری تحریر تمکو ملک مصر کی حدود میں داخل ہو جانیکے بعد ملے تو خدا پر توکل کر کے بڑھتے چلے جانا ورنہ حدود مصر میں داخلہ سے پہلے پہنچا پاکر واپس چلے آنا۔ عمرو عاص یہ حکم پاکر آدھی رات کو اپنے مقام غزہ سے اور لوگوں سے مخفی مع اپنے آدمیوں کے کوچ کر گئے۔ انکی روانگی کے بعد عمر فاروق نے استخارہ کیا۔ لیکن ایسا معلوم ہوتا ہے کہ انکو مسلمانوں کی تکالیف کا خوف زیادہ پریشان کر رہا تھا۔ چنانچہ انہوں نے عمرو عاص کو مع ہمراہیوں کے خط دیکھتے ہی واپس چلے آنے کی ہدایت لکھی۔ قاصد عمرو عاص کے پاس پہنچا تو وہ رفح نامی ایک گانوں میں تھے جو سرزمین شام میں داخل ہے۔ خط میں حکم واپسی کا اندیشہ کر کے بسرعت آگے کوچ کر دیا اور خط لینے میں لیت و لعل کرتے ہوئے عریش تک جا پہنچے جو مصری سرزمین کی بستی ہے۔ اسوقت خلیفہ کا خط لیکر پڑھا اور مسلمانوں کو سنایا۔ اور کہا امیر المومنین کی اطاعت کے لئے آمادہ ہو جاؤ اور خدا کا نام لیکر آگے بڑھو۔ غرض لشکر اسلام یلغار کرتا ہوا مقام فرما تک پہنچ گیا جو مصر کا ایک مستحکم سرحدی قلعہ تھا۔ اس قلعہ پر رومی فوج سے ایک ماہ تک سخت مقابلہ ہوتا رہا۔ آخر مسلمانوں نے فتح پائی اور آگے بڑھے۔ یہانتک کہ اسلامی لشکر بلبیس کے سامنے جا پہنچا یہ بھی نہایت مستحکم اور جنگی مقام تھا۔ یہاں بھی سخت جنگ کے بعد مسلمانوں نے فتح پائی۔ مقوقس کی بیٹی جو یہاں رہتی تھی اسکو عمرو عاص نے بعزت تمام مقوقس کے پاس بھیجدیا جس سے مقوقس انکا بدرجہ احسان ہو گیا۔ اسکے بعد عین الشمس کو فتح کر کے عمرو عاص نے خلیفہ سے تازہ کمک ارسال کرنیکی درخواست کی اور عمر فاروق نے ۴ ہزار سپاہی اور بھی مصر کی طرف روانہ کئے۔ کمکی فوج آجانے کے بعد عمرو عاص نے بابل پر جسے بابلیون کہتے تھے چڑھائی کر دی۔ جو مقوقس کے دار الحکومت منف کا ایک جزو سمجھا جاتا تھا۔ وہ آبنائے دریائے نیل کے جنوب اور مخروطی میناروں کے مشرق کیطرف تھوڑے سے فاصلہ پر دریائے نیل کے مغربی کنارہ پر شہر منف تھا جسکا دورہ پونے انیس میل کا تھا فراعنہ مصر کی یادگار تھا بطالسہ اور قیاصرہ کے عہد حکومت میں دارالحکومت اس شہر سے شہر اسکندریہ میں تبدیل کر دیا گیا تھا۔ اسکندریہ کی دولت اور حرفتوں کی وجہ سے اس قدیم دارالسلطنت کی شہرت جاتی رہی تھی مگر ایک صوبہ کے بڑے شہروں میں شمار ہوتا تھا۔ اس جگہ پر دریائے نیل کے دونوں کنارے جن میں ۳ ہزار فیٹ کا فاصلہ تھا ساٹھ اور تیس کشتیوں کے دو پلوں سے وسط دریا میں ایک چھوٹے سے جزیرہ روضہ کے ذریعہ سے باہم ملے ہوئے تھے۔ پل مشرقی جانب قصبہ بابل اور رومی فوج کا کیمپ تھا۔ اس پل نے بابل اور منف کو ایک شہر بنا رکھا تھا۔ بابل کو قلعہ بند

[1] مورخین کا بیان ہے کہ عمرو عاص زمانہ جاہلیت میں ملک مصر کو دیکھ چکے تھے اور اسکے جغرافی موقع کو بخوبی معلوم کر چکے تھے اور اسکی ملکی اور جنگی قوتوں کے راز سے مطلع ہو گئے تھے (حقائق الاخبار)۔

بابل فارس نے اپنے قبضۂ مصر کے زمانہ میں بنوایا تھا ٭
مقوقس کا پایہ تخت ہونے کی حیثیت سے یہ ملک[1] کی اعلیٰ جنگی قوت کا مرکز تھا۔ مسلمانوں کو اس قلعہ پر عرصہ تک بغیر کسی فائدہ کے لڑتے رہنا پڑا۔ رومی فوجیں پامردی کے ساتھ مقابلہ کر رہی تھیں اور قلعہ کی خندق میں لوہے کے خاردار گوکھرو بچھا دیے تھے جس سے مسلمان قلعہ پر حملہ کرتے ہوئے ڈرتے تھے۔ قلعہ بابل کی فتح میں ضرورت سے زائد زمانہ صرف ہوتے ہوئے دیکھ کر عمرو عاص نے خلیفہ کو مزید کمک ارسال فرمانے کے لئے تحریر کیا اور پھر زبیر بن العوام کی ماتحتی میں چار ہزار سپاہ آئی جس میں سے ہر ہزار مجاہدین پر ایک ایسا بہادر افسر مامور تھا جو تنہا ہزار جنگ آوروں پر بھاری تھا۔ جیسا کہ عمر فاروق نے عمرو عاص کو لکھا تھا[1]۔ اب عمرو عاص کے پاس بارہ ہزار ایسی فوج تھی جو کسی معمولی طاقت سے کسی طرح زیر نہیں ہو سکتی مگر رومی اپنی ہوشیاری سے مسلمانوں کو قلعہ پر دھاوا کرنے کی مہلت نہیں دیتے جب سات مہینے اسی طرح گذر گئے تو ایک دن زبیر بن العوام قلعہ کے ایک پہلو کو خالی دیکھ کر زینہ لگا کر دیوار پر چڑھ گئے۔ انہی دیکھا دیکھی بہت سے شیر دل مجاہد بھی دیوار پر چڑھ گئے اور رومی اس کارروائی سے بیخبر دوسری جانب دھاوا کرنے والے مسلمان بہادروں کی روک تھام میں مصروف رہے۔ یکایک انکے پیچھے سے دل کو کپکپا دینے والا غلغلۂ تکبیر بلند ہوا۔ وہ لوگ سراسیمہ ہو کر پلٹے تو غازیان اسلام کی خون آشام تلواریں علم نظر آئیں۔ خائف ہو کر بھاگے اور زبیر نے دیوار سے اُتر کر قلعہ کا دروازہ کھول دیا۔ پھر تو تمام فوج قلعہ میں گھس آئی اور رومی سپاہ قلعہ کے شاہی محل میں محصور ہو کر مقابلہ کرنے پر تل گئی۔ مقوقس قلعہ سے نکلکر جزیرہ روضہ میں چلا گیا۔ جو دریائے نیل کے وسط میں تھا۔ اور کشتیوں کے پل کو کٹوا دیا۔ صرف چند کشتیاں اُس مختصر محافظ فوج سے نامہ و پیام کرتے رہنے یا اُسے بوقت ضرورت پیچھے ہٹا لینے کے لیے قلعہ کے نیچے لگا رکھیں۔ قلعہ کا بڑا حصہ اب مسلمانوں کے تصرف میں آچکا تھا اور محض دریا کی جانب کے برجوں اور محل پر کسیقدر رومی فوج قابض رہکر مدافعت کر رہی تھی۔ سات مہینے تک مسلمانوں کو اس محل کے دروازہ پر لڑتا رہنا پڑا تھا جسکے بعد اُنہوں نے اسے بھی فتح کر لیا ٭
مقوقس نے قلعہ فتح ہو جانے کے بعد عمرو عاص کو یہ پیغام بھیجا کہ تم قلعہ میں آکر سخت وقت میں پھنس گئے ہو دریائے نیل کا پانی کاٹ دیا جائیگا تو تمہارا یہاں سے نکلنا دشوار ہوگا اور پھر رومی فوجیں تم پر ٹوٹ پڑینگی۔ اسلئے بہتر ہے کہ اب جنگ سے باز آؤ اور کچھ مال و زر لیکر صلح کے ساتھ اپنے ملک کو واپس چلے جاؤ۔ صلح کے لئے اپنے چند آدمی بھیجو کہ ہمارے پاس آکر گفتگو کریں۔ عمرو نے مقوقس کے قاصدوں کو مناسب جواب دیکر واپس کیا اور اُنکے ساتھ اپنے ایلچی بھی بغرض گفتگوئے مصالحت بھیج دیے۔ عمرو عاص کیطرف سے صلح و جنگ کی گفتگو کا انحصار محض تین شرائط میں کیا گیا تھا۔ اوّل یہ کہ اسلام قبول کرکے ہمارے بھائی بنجاؤ پھر لڑائی جھگڑے سے کوئی سروکار نہ ہوگا۔ دوم یہ کہ اطاعت مانکر باتحت بنے رہو اور جزیہ ادا کرو۔ اس صورت میں مسلمان تمہارے ملک و مال ننگ و ناموس اور جان کے محافظ ہونگے۔ سوم یہ کہ اوپر کی دونوں شرطیں نہ ماننے کی صورت میں تلوار کا فیصلہ فریقین کو مجبوراً ماننا پڑے گا ٭
مقوقس کے ایلچی جب واپس پہنچے تو اُس نے اُنسے دریافت کیا کہ تمنے مسلمانوں کی کیا حالت مشاہدہ کی۔ اُن لوگوں نے

[1] وہ چار افسر جنکو عمر فاروق نے اس فوج کے ایک ایک ہزار کا کمانڈر بنایا تھا اور جنکو ایک ایک ہزار جنگ آوروں سے بھاری بتایا تھا یہ تھے۔ زبیر بن العوام۔ مقداد بن الاسود۔ عبادہ بن صامت اور مسلمہ بن مخلد ٭

کہا۔" وہ لوگ عجیب طرح کے آدمی ہیں زندگی سے بڑھکر موت کے مشتاق ہیں تری سے زیادہ عاجزی اور تواضع کے دلدادہ۔ دنیا سے بے نیاز آخرت کے طالب۔ زمین پر بیٹھکر کھانا کھانیوالے۔ امیر و غریب شریف و رذیل میں کوئی امتیاز نہ کرنے والے۔ اُنکے سردار و ماتحت سب برابر ہیں ذرا بھی فرق محسوس نہیں ہوتا۔ آقا و غلام ایک حیثیت و عزت کے ساتھ رہتے ہیں۔ نماز کا وقت آتے ہی سب کے سب عبادت الٰہی میں جھک جاتے ہیں اور کوئی جماعت سے الگ نہیں رہتا۔ اپنے ہاتھ پیر پانی سے دھوکر صاف کرتے ہیں۔ اور بڑے خشوع سے خدا کے سامنے سر جھکاتے ہیں"۔ مقوقس ان باتوں کو سُنکر بول اُٹھا تو پھر وہ لوگ پہاڑ پر حملہ کریں تو اُسے بھی اپنی جگہ سے اُکھاڑ پھینکیں گے اور دنیا میں کوئی اُنکا مقابلہ نہیں کر سکتا۔ اگر ہم اُنکی اس مجبوری کے موقع سے کہ دریائے نیل اُنکی راہ میں حائل ہو رہا ہے فائدہ اُٹھا کر صلح نہ کر لیں گے تو ضرور ہے کہ وہ سیلاب کا پانی خشک ہونیکے بعد قلعہ سے نکلنے کا میدان پاتے ہی تمام ملک کو پامال کر ڈالیں گے۔"

مقوقس نے اپنے ساتھیوں سے بہت دیر تک مشورہ کرکے اور خوب سوچ سمجھکر صلح ماننے اور جزیہ ادا کرنے سے بہتر بچاؤ کا کوئی طریقہ نہ پاکر تنہائی میں شرائط صلح کی قرار داد کے واسطے عمرو عاص کو طلب کیا اور عمرو عاص نے اپنی ساتھی امراء اسلام کی رائے لیکر جو اول صلح پر راضی تھی مقوقس کے پاس جاکر شرائط ذیل پر صلح کر لی (۱) تمام قبطیوں پر فی کس دو دینار سالانہ جزیہ ادا کیا جائیگا۔ اس جزیہ سے نابالغ۔ بہت بوڑھے اور راہب اور عورتیں اور معذور مرد مستثنے ہونگے (۲) ہر مقام میں مسلمانوں کی جماعت کے لئے ایک جگہ رہنے کو دیجائیگی (۳) کوئی مسلمان اُنکے ہاں جائے تو تین دن تک اُسکی مہمانداری کرینگے۔ یہ شرطیں صرف قبطیوں کے ساتھ مخصوص تھیں۔ اور ان شرائط کے مقابلہ میں مسلمان اُن لوگوں کی املاک اور جان و آبرو کے محافظ بنے تھے۔ رومیوں کے لئے یہ رعایت کی گئی کہ جو ان شرطوں کی پابندی کرے وہ مصر میں رہے۔ نہ جبتک مقوقس قیصر روم کو لکھکر اُس سے صلح کی منظوری یا نامنظوری کا حکم منگوائے رومی فوج اسکندریہ میں مقیم رہیگی اور یہ صلح قیصر کی باتیوں پر کاربند ہوگی۔ قبطیوں کی مردم شماری کی گئی تو اُسوقت ساٹھ لاکھ سے زائد آدمی جزیہ ادا کرنیکے قابل درج رجسٹر ہوئے اور اس اعتبار سے مصر کی سالانہ آمدنی ایک کروڑ بیس لاکھ دینار ہوتی ہے جو ابتدائے فتح اسلام کے وقت تھی۔ اس بنیاد پر معاہدہ صلح تحریر ہوگیا۔

مقوقس نے ان حالات کی اطلاع قیصر روم کو ارسال کی تو اُس نے مقوقس کو بہت کچھ لعنت ملامت تحریر کی اور لکھا کہ اگر قبطی تیرا ساتھ نہیں دیتے تھے تو ایک لاکھ سے زیادہ رومی فوج جو تیرے ساتھ اور اسکندریہ وغیرہ میں مقیم تھی ۱۲ ہزار عربوں کو کیا مال تصور کر سکتی تھی۔ جو تو نے ایسی ذلیل صلح کر لی۔ میں ہرگز اس صلح کو منظور نہیں کرتا۔ قیصر روم نے ایسی ہی ملامت آمیز اور غیرت انگیز تحریریں اسکندریہ اور دیگر مقامات کے رومی سرداروں کو بھی لکھی تھیں۔ جس کے ساتھ بڑی بھاری تازہ کمک ارسال کرکے اُنکو عرب سے لڑتے رہنے کا حکم دیا تھا لیکن مقوقس نے قیصر کی تحریر پاکر عمرو عاص سے کہا میں صلح کر چکا اور اب ہرگز اپنے عہد سے نہ پھرونگا۔ رومی فوجوں سے آپ بنٹ لیجئے قبطی لوگ عہد سے نہ پھرینگے اور آپ کو رہنمائی اور رسد رسانی اور مفتوحہ ملک میں امن قایم رکھنے سے مدد دینگے۔ اس اقرار کے بعد مقوقس اسکندریہ چلا گیا۔

مصر و اسکندریہ کی رومی فوجوں نے جدید کمک آنے کے بعد بار بار مسلمانوں سے میدان داریاں کیں لیکن وہ

لے اور اپنے گرجا کو یونانیوں سے آزاد کرنیوالا سمجھکر مسلمانوں کو پناہ دی تھی سولہ سال سے کم عمر کی شرط تھی۔

ہر مرتبہ زک اٹھاکر پسپا ہوتے گئے۔ یہانتک کہ مسلمانوں نے اسکندریہ پر چڑھائی کردی اور راستہ میں مقام کریون پر شکست دیتے ہوئے اسکندریہ کا محاصرہ کرلیا۔ قبطی مسلمانوں کی امداد کررہے تھے اُنکے لئے راستہ میں پل بنا دیتے اور بڑی مستعدی سے رسد رسانی کرتے جاتے تھے ✤

اسکندریہ کا شہر بحیرہ روم کے ساحل پر واقع ہونے کے باعث بہت مستحکم تھا ہرقل قیصر روم بحری راستہ سے جہازوں پر نئی کمکی فوجیں اور سامان جنگ و رسد پے درپے ارسال کرتا رہتا تھا یہانتک کہ وہ خود اسکندریہ آنے پر تیار ہوگیا تھا لیکن وہ اسی اثناء میں مرض استسقاء سے فوت ہوگیا[۵۱] اسلئے رومیوں کی کمر ہمت ٹوٹ گئی اور بہت سے رومی سردار اسکندریہ چھوڑ کر قسطنطنیہ چلے گئے۔ ادہر اہل عرب نے محاصرہ میں سختی کرکے ہر طرح پر قلعبند رومی سپاہ کو تنگ کر رکھا تھا۔ اور روزمرہ نئے نئے حیلے سوچکر شہر پر دھاوا کیا کرتے تھے یہانتک کہ ماہ محرم سنہ ۲۰ھ بروز جمعہ مطابق ۲۲ دسمبر سنہ ۶۴۰ء کو مسلمانوں نے دنیا کا یہ سب سے بڑا اور مشہور و آباد اور دولتمند شہر چودہ مہینے کے محاصرہ کے بعد فتح کرلیا۔ گبن لکھتا ہے کہ "ایام محاصرہ کی جنگوں میں ۲۳ ہزار مسلمان شہید ہوئے"۔ یہ اُسوقت صحیح ہوسکتا ہے کہ بابل کی فتح کے بعد جبکہ عمرو عاص کے پاس صرف ۱۲ ہزار فوج کا ہونا ثابت ہے۔ خلیفہ کے پاس سے دیگر کمکی فوج کا وقتاً فوقتاً آتے رہنا ثابت ہو جائے۔ فتح اسکندریہ کے بعد عمرو عاص حفاظت شہر کے لئے کچھ مسلمان جنگ آوروں کو وہاں چھوڑ کر خود رومی فوج کے تعاقب میں چلے گئے جو خشکی کی راہ سے بھاگے تھے۔ اور اس موقع سے فائدہ اُٹھاکر رومیوں کے جنگی بیڑہ نے پھر اسکندریہ کا محاصرہ کرکے اُسے فتح کرلیا۔ اور محافظ مسلمان سپاہ کو قتل کردیا معدودے چند مسلمان بھاگ کر بچے جنہوں نے عمرو عاص کو یہ حسرت انگیز خبر پہنچائی عمرو عاص فوراً اسکندریہ پر پلٹ پڑے جسکو دوبارہ فتح کرکے وہیں مقیم ہوگئے۔ اور عمر خطاب کو فتح نامہ لکھا۔ جناب خلیفہ نے اُنکو جواب میں لکھا کہ اب تم اسکندریہ سے آگے نہ بڑھنا اور اُنکو بھاگے ہوئے رومیوں کا تعاقب کرنے پر سرزنش فرمائی ✤

مورخین کا بیان ہے کہ جب مسلمانوں نے اسکندریہ کو فتح کیا ہے تو اُسوقت اس شہر میں چار ہزار حمام چار ہزار محلات چار سو سیرگاہیں۔ بارہ ہزار سبزی فروشوں کی دوکانیں اور چالیس ہزار جزیہ دینے والے یہودی تھے۔ ایک سو بہت بڑے جہاز لنگرزن تھے جن پر رومیوں نے اپنا مال و اسباب اور بال بچے بار اور سوار کر رکھے تھے۔ اُسوقت شہر کی آبادی کا اندازہ بچوں اور عورتوں کو چھوڑ کر پانچ لاکھ کیا گیا تھا ✤ (گبن حقایق الاخبار۔ فتوحات اسلامیہ)

(۲۷) کتب خانہ اسکندریہ۔ ایرونگ لکھتا ہے عمرو عاص خود شاعر تھے اور علم دوست۔ فرصت کے وقت علماء کی صحبت پسند کرتے تھے۔ فتح اسکندریہ کے بعد وہاں کے ایک عیسائی عالم سے جسے یحیی نحوی (جان دی گرامیرین) کہتے تھے گہری دوستی ہوگئی۔ ایکدن اُسنے اپنے پر عمرو عاص کی زیادہ التفات دیکھکر ایک ایسے خزانہ کا پتہ دیا جو ابتک مسلمانوں کی نظر سے بچ رہا تھا۔ یہ کتابوں کا ایک ذخیرہ تھا جو اُسوقت سے کتب خانہ اسکندریہ کے نام سے مشہور چلا آتا ہے۔ یہ دیکھکر کہ عمرو عاص اسکندریہ کی ہر چیز پر قبضہ کرتا چلا آتا ہے اور اُسکی طرف ابھی توجہ نہیں کی ہے اُسنے درخواست کی کہ یہ کتب خانہ مجھکو عنایت فرمایا جائے۔ اُس کی درخواست پر عمرو عاص کو خیال ہوا کہ یہ بھی کوئی بڑی چیز ہوگی۔ اور اس لئے خلیفہ سے دریافت کرنا ضرور ہوا۔ اُس نے ایک عریضہ میں

۵۱ ایرونگ لکھتا ہے کہ ہرقل مرض استسقاء میں مبتلا تھا اُسے ملک شام اور مصر کے دارالسلطنت اسکندریہ کے نکلجانے سے سخت صدمہ ہوا کہ فتح مصر کے سات ہفتہ بعد مرگیا اور اُسکا بیٹا قسطنطین بادشاہ ہوا ✤

یحیٰی کی خوبیاں تحریر کرکے سفارش کی کہ یہ کتابیں اُسے دیدی جائیں - عمر فاروق نے جواب میں لکھا کہ اگر یہ کتابیں قرآن کے موافق ہیں تو انکی کوئی ضرورت نہیں قرآن کافی ہے اگر قرآن کے موافق نہیں ہیں تو ضرر پہنچانے والی ہیں - بہرکیف انکو غارت کر دینا چاہیئے - عمرو نے اس حکم کی پوری پوری تعمیل کی - وہ کتابیں شہر کے ۴۰۰۰ ہزار حماموں میں تقسیم کر دی گئیں اور وہ چھ مہینے تک اُن حماموں میں ایندھن کا کام دیتی رہیں - ابوالفرج[1] اپنی تاریخ مختصر الدول میں اس واقعہ کو نقل کیا ہے مگر گبن کو اسکی صداقت میں اس بنا پر کلام ہے کہ "دو قدیم مورخوں الملکین اور یوتی کیس نے اپنی اپنی تاریخوں میں اسکا ذکر نہیں کیا جن میں سے یوتی کیس اسکندریہ کا بطریق تھا اور اُس نے اپنی تاریخ میں فتح اسکندریہ کا مختصر حال لکھا ہے - یہ بھی ہو کہ عمرو عاص ایک بڑا شاعر اور فہمیدہ شخص تھا - اُس سے ایسے فعل کا سرزد ہونا خلاف معلوم ہوتا ہے" + مگر مورخین نے اِس کتب خانہ کی بربادی کو یقینی سمجھا ہے اور اُسپر بڑا افسوس کیا ہے - عمرو عاص کو خود بھی صدمہ ہوا ہوگا مگر کیا کرتا خلیفہ کے حکم کی تعمیل تو ضروری تھی - بات یہ ہے کہ اسکندریہ کے کتب خانہ کی ٹولیمی سوٹیر (بطلیموس سوطیر) نے بنیاد قایم کی تھی اور اُسے عمارت بروکیون میں رکھا تھا اُسکے بعد کے بادشاہ اُسے ترقی دیتے رہے یہانتک کہ چار لاکھ کتابیں ہوگئیں - اسکے علاوہ تین لاکھ کتابیں معبد سیراپیون میں رکھی گئی تہیں - بروکیون اور اُسکا کتب خانہ تو قیصر کی جنگ میں آگ کی نظر ہو گیا تھا مگر سیراپیون والا باقی تھا - کہتے ہیں کہ کلوپٹرہ (قلوپطرہ) نے پرگمس کا کتب خانہ بہی اُسمیں ملا دیا تھا جو مارک انٹونی نے اُسے دیا تھا اور جس میں دو لاکھ کتابیں تھیں - بعد کے انقلابوں میں اس کتب خانہ کو طرح طرح کے نقصان پہنچتے مگر ہمیشہ اُسکی قدیم عظمت کو بحال کر دیا جاتا اور بہت کچھ اضافہ ہی اُسمیں کر دیا جاتا - جسوقت مسلمانوں نے اسکندریہ کو فتح کیا ہے تو کتب خانہ اسی حالت میں تھا جو بیان ہوئی +

صاحب تاریخ الفی[2] نے کتاب طبقات الامم قاضی صاعد[3] اندلسی سے نقل کیا ہے کہ جب حضرت علی نے سُنا کہ عمر فاروق نے ان کتابوں کے جلانے کا حکم دیا ہے تو عمر فاروق سے کہا کہ اُنکا مضمون قرآن کے مطابق ہے الا قرآن مجمل ہے اور ہر شخص اُن مضامین کو اُس سے استنباط نہیں کر سکتا - اور بالفرض قرآن کے خلاف بھی ہوں تب بھی اُنکا جلانا روا نہیں - کس لیئے کہ ہوسکتا ہے کہ شرایع و نوامیس سابقہ پر مشتمل ہوں اور پہلی شریعتوں کا جلوانا کسی صورت میں جائز نہیں - مگر جناب فاروق پر فرد الفوت ہوا (تہذیب المتین) صاحب تاریخ نگارستان[4] نے بھی اپنی تاریخ میں اسواقعہ کو نقل کیا ہے - مولوی شبلی و شیخ سجاد حسین صاحب گلبرگہ اور مثل انکے بعض دیگر اشخاص نے لکھا ہے کہ ابوالفرج نصرانی تھا - سب سے پہلے اُس نے تعصب مذہبی سے اس روایت کو وضع کیا ہے مگر یہ اُنکی ناواقفیت ہے یا عمداً مغالطہ میں ڈالنا ہے - کیونکہ قاضی صاعد اندلسی (المتوفی سنہ ۴۶۲ھ) جو ابوالفرج (المتوفی سنہ ۶۸۴ھ) سے دو سو برس پہلے ہوا ہے اور عبداللطیف بغدادی نے چھٹی صدی ہجری کے آخر میں مصر کی سیاحت کرکے وہاں کے حالات لکھے ہیں - حالانکہ ابوالفرج اُسکی سیاحت کے قریب ۳۰ سال بعد سنہ ۶۲۲ ہجری میں پیدا ہوا ہے +

علامہ جرجی زیدان تمدن اسلام جلد ۳ ص ۴۶ میں لکھتے ہیں کہ معلوم ہوتا ہے کہ ابوالفرج نے جمال الدین

---

[1] ابوالفرج بن ہارون الطبیب الملطی المتوفی سنہ ۶۸۴ھ [2] جلال الدین اکبر بادشاہ ہند کی فرمایش پر احمد بن نصراللہ قاضی تتہ (سندھ) نے لکھی [3] قاضی صاعد بن احمد الطلیطلی الاندلسی نے سنہ ۴۶۲ھ میں وفات پائی [4] تاریخ نگارستان از تالیفات احمد بن

[5] ایم ونگ کی غلطی معلوم ہوتی ہے کیونکہ اور تاریخوں میں حماموں کی تعداد ۴ ہزار لکھی ہے +

ابوالحسن علی بن یوسف بن ابراہیم القفطی وزیر حلب المعروف بالقاضی الاکرم کی کتاب تراجم الحکماء سے نقل کیا ہے یہ قاضی سنہ ۵۶۸ھ میں پیدا ہوا اور سنہ ۶۴۶ھ میں مرا تھا۔ اُس نے یحییٰ نحوی کے حال میں ویسی ہی عبارت لکھی ہے جو ابوالفرج نے لکھی ہے۔ بلکہ اُس سے زیادہ تصریح و تفصیل سے لکھا ہے۔

علامہ احمد بن مصطفےٰ المعروف بطاش کبری زادہ (المتوفی سنہ ۹۶۸ھ) نے مفتاح السعادہ جلد اول ص ۲۴۱ میں کتب خانہ اسکندریہ کے احراق کی بابت اسیطرح لکھا ہے کہ عمرو عاص نے حضرت عمر کے حکم سے کتابوں کو حماموں میں تقسیم کر دیا اور وہ چھ مہینے تک ایندھن کا کام دیتی رہیں۔

موفق الدین عبداللطیف بغدادی (المولود سنہ ۵۵۷ھ و المتوفی سنہ ۶۲۹ھ) نے کتاب الافادۃ والاعتبار میں اور تقی الدین احمد بن علی المقریزی (المتوفی سنہ ۸۴۵ھ) شاگرد ابن خلدون نے تاریخ مصر میں لکھا ہے کہ مصر کا کتب خانہ حضرت فاروق کے حکم سے جلایا گیا۔ تقی الدین ابوالعباس احمد بن تیمیۃ الحرانی (المتوفی سنہ ۷۲۸ھ) نے اپنے رسالہ جواب اہل العلم والایمان مطبوعہ مصر ص ۲۵ میں لکھا ہے کہ صحابہ نے کتب روم کی بابت عمر فاروق سے دریافت کیا پس حضرت عمر نے حکم دیا کہ اُنکو جلا دو کتاب خدا کافی ہے۔ صدیق حسن خان نے ابجد العلوم ص ۱۰۹ میں اور حاجی خلیفہ (المتوفی سنہ ۱۰۶۷ھ) نے کشف الظنون ص ۲۵ میں لکھا ہے کہ مسلمانوں کو فتوحات بلاد میں جو کتابیں ملیں اُنہوں نے سب کو جلا دیا۔ اور بعض صحابہ کا یہ حال تھا کہ علمی باتوں کے لکھنے تک سے نفرت کرتے تھے۔

(۴۸) بنانے فسطاط — اسکندریہ کی فتح کی تکمیل ہو جانے کے بعد عمرو عاص مع اپنی ہمراہی اسلامی سپاہ کے اُس مقام پر واپس چلے آئے جہاں اُنہوں نے قلعہ بابلیون کا محاصرہ کرتے وقت کیمپ قائم کیا تھا۔ اس جگہ انکا پرانا خیمہ بدستور نصب تھا جس کے گرد مسلمانوں نے سکونت کے لئے مختصر مختصر مکانات بنالئے اور سڑکوں اور محلوں کی داغ بیل ڈالی گئی بعد میں اُسجگہ ایک عظیم الشان شہر آباد ہو گیا جسکا نام فسطاط (خیمہ) پڑ گیا۔ اور آج وہ مصر قدیم کے نام سے مشہور ہے۔ عمرو عاص کی مشہور مسجد اسی شہر میں تعمیر ہوئی تھی اسکے بعد مرور ایام سے شہر فسطاط کی عمارت و آبادی ترقی کرتی گئی اور بارونق بازاروں۔ شاندار محلوں قصروں اور مسجدوں وغیرہ کے باعث یہ شہر دنیائے اسلام کا بڑا شہر گنا گیا۔

(۴۹) تکملہ فتح مصر — اسکندریہ کی فتح کے بعد فتحنامہ معاویہ بن حدیج کی معرفت مدینہ میں بھیجا گیا۔ جب عمرو اسکندریہ فتح کرکے خود فسطاط میں چلے آئے تو خارجہ بن حذافہ عدوی۔ عمیر بن وہب اور عقبہ بن عامر جہنی کو مضافات میں روانہ کیا۔ چنانچہ خارجہ نے فیوم۔ شمونین۔ خیم۔ شیرووات۔ صعید۔ اور اُسکی نواح کا دورہ لگایا اور لوگوں نے خوشی سے جزیہ دینا قبول کیا۔ عمیر نے منیس۔ دمیاط۔ تونہ۔ دمیرہ۔ شطا۔ دقہلہ۔ بنا بوصیر کو اور عقبہ نے مصر کے نشیبی اضلاع کو فتح کر لیا۔ ان لڑائیوں میں بیشمار رومی اور قبطی گرفتار ہوکر آئے دربار خلافت کے حکم سے اُنکو اختیار دیا گیا کہ جو چاہے اسلام لاکر مسلمانوں کے حقوق حاصل کرے اور جو چاہے اپنے مذہب پر قائم رہ کر جزیہ دے۔ چنانچہ ہزاروں نے بخوشی اسلام قبول کیا۔

اسکے بعد عمرو عاص نے لشکر کو مرتب کرکے نوبہ پر چڑھائی کی لیکن اس فوجکشی میں انکو کامیابی نہیں ہوئی۔

(۵۰) مصر کا انتظام — گبن لکھتا ہے کہ عمر کے انتظام میں عمرو عاص نے برابر عدل اور حکمت عملی سے کام لیا۔ مسلمانوں اور اپنے قبطی مددگاروں کے فائدہ کو مدنظر رکھکر فتح اور رعایا کی موجودہ شورش میں قبطیوں کی زبان اور عربوں کی تلوار اس صوبہ کے امن کی سب سے زیادہ مخالف تھی۔ عمرو نے قبطیوں کو یہ حکم دیا کہ فسا

اور جھوٹ پر دُگنی سزا ملیگی۔ اور اُنکے بیگناہ بھائیوں کو ترقی دیجائیگی۔ مسلمانوں کو بواسطہ مذہب و عزت اس بات کی ترغیب دی کہ اپنی نیکنامی کو قایم رکھیں اور اعتدال اور انکساری سے خدا اور خلیفہ کے عزیز بنیں اور جنہوں نے مسلمانوں پر اعتماد کیا ہے اُنہیں قتل نکریں بلکہ اُنکی حفاظت کریں اور اپنی فتح کے جلیل ثمرہ پر قناعت کریں۔ عمرو عاص نے مصر میں جو رفاہ عام کے کام کئے تھے منجملہ اُنکے ایک عظیم الشان کام یہ تھا کہ اُنہوں نے دریائے نیل کو بحیرہ قلزم کے ساتھ ملا کر نقل و حرکت کی سہولت بہم پہنچانے کی غرض سے ایک خلیج کھدوائی اور اسطرح ملک عرب کو غلہ اور سامان تجارت پہنچانیکا آسان گذار راستہ بنا دیا۔ خاصکر قحط کے زمانہ میں اس راستہ سے عرب کو بہت کچھ غلہ جایا کرتا تھا۔ مصر والوں کی یہ بڑی رسم مٹا دی کہ وہ ہر سال دریائے نیل میں طغیانی آنے کے موقعہ ایک کواری حسین لڑکی کو زیور و لباس سے خوب آراستہ کرکے دریا میں ڈالدیا کرتے تھے ایسے ہی اور بُری رسموں کو مٹا دیا

فصل چہارم۔ حضرت عمرؓ کے عہد خلافت کے دیگر واقعات

واقعات سنہ ۱۷ھ و ۱۸ھ

(۱۵) مغیرہ بن شعبہ کا رجم سے بچنا سنہ ۱۷ھ ابلہ میں جہاں جنگ جلولا کے بعد سنہ ۱۶ھ میں بصرہ[1] بسایا گیا سنہ ۱۴ھ میں سب سے پہلے عتبہ بن غزوان گورنر مقرر ہوئے ۶ ماہ بعد عتبہ کا انتقال ہوگیا تو اُنکی جگہ مغیرہ بن شعبہ مقرر ہوئے یہ دو برس تک رہے پھر معزول ہوئے اور انکی جگہ ابو موسی مقرر ہوئے اور خلافت عثمان تک ابو موسی ہی رہے بعض کہتے ہیں کہ عتبہ کے بعد مجاشع بن مسعود پھر مغیرہ مقرر ہوئے تھے۔ مغیرہ ربیع الاول سنہ ۱۷ھ میں معزول ہوئے۔ ان کی معزولی کی وجہ ابن اثیر اور دیگر مورخین نے یہ لکھی ہے کہ ابو بکرہ اور مغیرہ ایک دوسرے سے نفرت رکھتے تھے دونوں کے گھر آمنے سامنے تھے بیچ میں ایک گلی تھی دونوں کی کھڑکیاں آمنے سامنے تھیں۔ ایک دن دوپہر کو ابو بکرہ اپنے دیوانخانہ میں بیٹھے ہوئے دوستوں سے باتیں کر رہے تھے کہ ہوا سے کھڑکی کھل گئی۔ وہ کواڑ بند کرنے اُٹھے تو سامنے سے دیکھا کہ مغیرہ کی کھڑکی بھی ہوا سے کھل گئی ہے اور مغیرہ ایک عورت کی ٹانگوں کے بیچ میں بیٹھے ہوئے ہیں۔ پس اُس نے لوگوں سے جو اُسکے پاس بیٹھے تھے (اور وہ نافع بن کلدہ اور زیاد بن ابیہ ابو بکرہ کا مادری بھائی اور شبل بن معبد بجلی تھے) کہا اُٹھو اور دیکھو اُنہوں نے دیکھکر پوچھا کہ یہ عورت کون ہے ابو بکرہ نے کہا یہ حجاج بن عتیک کی بیوی ام جمیل بنت افقم ہے اور اسکی مغیرہ اور دیگر امیروں سے آشنائی تھی۔ اور اُسکے زمانہ میں بعض عورتیں ایسا ہی کرتی تھیں۔ پس جب ام جمیل کھڑی ہوئی تو ان لوگوں نے بھی اُسے پہچان لیا جب مغیرہ ظہر کی نماز پڑھانے آئے تو ابو بکرہ نے اُنکو روکا اور عمر فاروق کو اس معاملہ کی اطلاع دی پس خلیفہ نے ابو موسی کو ۲۹ صحابیوں کے ساتھ جن میں انس بن مالک بھی تھے بصرہ کا امیر کرکے بھیجا اور مغیرہ کو مع ابو بکرہ اور گواہوں کو مدینہ میں اپنے سامنے طلب کیا۔ جب عمر فاروق نے مغیرہ سے اظہار لئے تو مغیرہ نے کہا واللہ میں اپنے گھر میں اپنی بیوی سے مجامعت کر رہا تھا انکو میری طرف دیکھنا کس طرح جائز ہوا۔ انکو کسی غیر عورت کا شبہ ہوا ہوگا۔ ابو بکرہ نے اور شبل اور نافع نے گواہی دی کہ ہمنے مغیرہ کو ام جمیل ہی سے اس طرح کرتے ہوئے دیکھا ہے جس طرح سرمہ دانی میں سلائی جاتی ہے مگر زیاد نے یہ گواہی دی کہ مینے مغیرہ کو ایک عورت کی ٹانگوں میں بیٹھا ہوا دیکھا مینے اُسکے پاؤں میں مہندی لگی ہوئی اور اُسکی شرمگاہیں کھلی ہوئی دیکھیں اور زور کے سانس لینے کی آواز سُنی۔ عمر فاروق نے پوچھا کیا تمنے اس طرح دیکھا جس طرح سرمہ دانی میں سلائی جاتی ہے۔ زیاد نے کہا اس طرح نہیں دیکھا۔ پوچھا کیا تم اُس عورت کو پہچانتے ہو زیاد نے کہا نہیں۔ بلکہ مجھے شبہ ہے کہ وہ کون تھی

[1] بعض مورخین نے لکھا ہے کہ سنہ ۱۴ھ میں حضرت عمرؓ نے بصرہ آباد کرایا اور ۳ سال میں تیار ہوا۔ غرض یہ تھی کہ ایرانیوں اور ہندیوں کے میل جول اور ہندو رسانی میں مسلمانوں کو موقع ملے۔

پس حضرت عمرؓ نے مغیرہ کو چھوڑ دیا اور تینوں گواہوں کو افترا کی حد ماری۔ مغیرہ نے کچھ کہنے کا قصد کیا عمر فاروق نے فرمایا چپ رہ واللہ اگر شہادت کا تکملہ ہو جاتا تو میں تجھکو رجم کرتا۔

مگر ابن خلکان نے اپنی تاریخ میں ترجمہ یزید بن زیاد میں لکھا ہے کہ جب زیاد آئے تو عمر فاروق نے اُنکو دیکھکر کہا کہ وہ شخص آگیا جس کی زبان کی بدولت مہاجرین میں سے ایک شخص رسوائی سے بچ جائیگا۔ اور مغیرہ نے زیاد سے کہا کہ اسے زیاد خدا سے ڈرنا اور وہ سو منظر جو تمنے دیکھا ہے اُس سے وہ بات نہ کہنے لگنا جو تمنے نہیں دیکھی ہے کیونکہ اگر تم میری اور اُس عورت کے پیٹ کے درمیان بھی ہوتے تو بھی تم مجھ کو داخل کرتے ہوئے نہ دیکھ سکتے تھے۔ پس جب عمر فاروق نے پوچھا تو زیاد نے کہا کہ میں نے مغیرہ کو اُسکی ٹانگیں اُٹھائے ہوئے اور اُسکے خصیوں کو اُسکی رانوں میں آتے جاتے دیکھا ہے۔ اور شدید دھکے۔ اور بلند سانس کی آواز سُنی ہے مگر اس طرح نہیں دیکھا جس طرح سرمہ دانی میں سلائی جاتی ہے۔ پس حضرت عمرؓ نے فرمایا اللہ اکبر اے مغیرہ اُٹھو اور ان تینوں گواہوں کو حد افترا کے کوڑے مارو پس مغیرہ نے اسی اسی کوڑے تینوں کو مارے۔ کوڑے کھانیکے بعد ابوبکرہ نے کہا میں گواہی دیتا ہوں کہ مغیرہ نے ایسا کیا۔ پس عمر فاروق نے دوبارہ حد مارنی چاہی حضرت علی نے فرمایا کہ تو اگر اُسے مارتا ہے تو اپنے صاحب کو رجم کر پس حضرت عمرؓ نے اُسے چھوڑ دیا۔ اسکے بعد موسم حج میں ام جمیل حضرت عمر سے ملی مغیرہ بھی وہاں موجود تھے۔ حضرت عمرؓ نے پوچھا تم اس عورت کو جانتے ہو۔ مغیرہ نے کہا ہاں یہ ام کلثوم بنت علی ہے۔ پس عمرؓ نے کہا تو مجھسے تجاہل عارفانہ کرتا ہے واللہ میں گمان نہیں کرتا کہ ابوبکرہ نے تجھپر جھوٹی گواہی دی۔ جب میں تجھے دیکھتا ہوں تو مجھے اندیشہ ہوتا ہے کہ کہیں مجھ پر آسمان سے پتھر نہ آپڑے +

۵۲ حضرت عمرؓ نے اپنے بیٹے عبید اللہ اور اُسکے مصاحبوں کو اور ابو محجن کو شراب پینے پر حد ماری +

۵۳ ماہ رمضان میں تراویح کا حکم تمام ممالک محروسہ میں جاری کیا +

۵۴ حضرت ابوبکر کی وفات کے چھ مہینے بعد اُنکے والد ابو قحافہ نے ۹۹ سال کی عمر میں انتقال کیا۔ اسی سال سعد بن عبادہ اور ہندہ زوجہ ابو سفیان نے انتقال کیا۔ بعض مورخین نے سعد کی وفات ۱۵ھ میں لکھی ہے۔

(۵۵) دیوان عطا ۱۵ھ میں عمر فاروق نے دفتر عطا کا اختراع کیا۔ اور فوجی نظام کو درست کیا تمام عرب جدا جدا وظائف اور تنخواہیں مقرر کیں اور جب وہ دفتر یا رجسٹر مرتب ہو گیا تو اُسکا دیوان نام رکھا۔ دیوان مرتب ہونیکے وقت علی ابن ابیطالب اور عبد الرحمن بن عوف نے کہا کہ تم اپنی ذات سے شروع کرو۔ عمر فاروق نے کہا نہیں بلکہ آنحضرت صلعم کے چچا عباس سے شروع کرو اور درجہ بدرجہ جو آپ سے باعتبار قرابت دور ہوتا جائے۔ اُسکو بہ ترتیب لکھتے جاؤ۔ تا آنکہ جب میری نوبت آئے تو مجھکو بھی لکھدو[1]۔ مخرمہ بن نوفل۔ جبیر بن مطعم اور عقیل بن ابیطالب بہت بڑے نساب اور حساب کتاب میں ماہر تھے یہ خدمت اُنکو سپرد ہوئی نقشہ ذیل کے موافق تنخواہیں مقرر ہوئیں۔ جن بزرگوں کے نام درج رجسٹر ہوئے۔ اُنکے بیوی اور بچوں کی بھی تنخواہیں مقرر ہوگئیں۔ اور اُنکے غلاموں کی وہی تنخواہیں مقرر ہوئیں جو اُنکے آقاؤں کی تھیں۔ عام مہاجرین انصار کی بیویوں کی تنخواہ دوسو درہم سے چار سو درہم تک اور اہل بدر کی اولاد ذکور کی دو دو ہزار درہم مقرر ہوئے

تقسیم مدارج	تنخواہ سالانہ	تقسیم مدارج	تنخواہ سالانہ
عباس بن عبد المطلب	۲۵ ہزار درہم یا ۱۲ ہزار	ازواج رسول	۱۰ ہزار

[1] ازالۃ الخفا میں ہے کہ سب سے پہلے حضرت عباس کا نام لکھا پھر حضرت علی کا اسیطرح یکے بعد دیگرے اور قبائل کے نام اور بنی عدی کے

فہرست تنخواہ +

تقسیم مدارج	تنخواہ سالانہ	تقسیم مدارج	تنخواہ سالانہ
اصحاب بدر تا [illegible]	۵ ہزار	اہل یمن	۴ سو
شرکائے بدر کے بعد سے صلح حدیبیہ تک کے اصحاب	۴ ہزار	[illegible] اور اُنکے بعد کی فوج	۳ سو
مہاجرین حبشہ	۴ ہزار	ربیع کی فوج ردیف	ڈھائی سو
مہاجرین قبل فتح مکہ و شرکائے غزوات تا واقعہ قادسیہ	۳ ہزار	اہل بدر کی بیویوں کو	۵ سو
جو لوگ فتح مکہ کے بعد ایمان لائے [illegible] قادسیہ [illegible]	۲ ہزار	بدر کے بعد شرکائے صلح حدیبیہ تک کی بیویوں کو	۴ سو
قادسیہ و یرموک کے [illegible] مجاہدین	ایک ہزار	صلح حدیبیہ کے بعد والوں کی بیویوں کو	۳ سو
مثنیٰ کی فوج ردیف	۵ سو درہم	اہل قادسیہ کی بیویوں کو	۲ سو

[illegible] ۱۲ ہزار - امام حسن - امام حسین - ابوذر اور سلمان فارسی کو اہل بدر میں شریک کر کے پانچ پانچ ہزار درہم تنخواہ مقرر کی یہی وظیفہ حضرت علی کا بھی تھا مہاجرین حبشہ [illegible] حضرت ام سلمی [illegible] ام سلمہ کا نام لکھا ۴ ہزار تنخواہ مقرر کی - اسامہ بن زید کا نام [illegible] اور عبداللہ بن عمر [illegible] ہزار - عبداللہ نے اعتراض کیا تو فرمایا کہ تمہارے والد عمر کی نسبت اسامہ کے والد [illegible] سے زیادہ محبوب تھے - طلحہ بن عبیداللہ عثمان بن عبیداللہ کو لائے [illegible] سو درہم مقرر کیے مگر جب نضر بن انس آئے تو [illegible] دو ہزار درہم مقرر کیے طلحہ نے اعتراض کیا تو فرمایا ان کے والد [illegible] لگے کیا حضرت صلعم شہید ہوگئے اور اگر شہید ہوگئے تو [illegible] ہم زندہ رہ کر کیا کریں گے الا [illegible] یہ کہہ کر وہ لڑے اور شہید ہوگئے - یہ نضر بن انس انہیں کا بیٹا ہے [illegible] سالانہ مقرر ہوا (کامل ابن اثیر - ابن خلدون - ازالۃ الخلفاء)

[illegible] عبداللہ بن عمر نے [illegible] بنت ابو عبیدہ سے نکاح کیا۔

[illegible] میں حضرت عمر نے حضرت علی کے مشورہ سے سنہ ہجری یکم محرم سے جاری کیا - اہل فرنگ سنہ ہجری ۱۶ جولائی ۶۲۲ء سے شمار کرتے ہیں۔

(۹۰) خالد بن ولید کی معزولی ۱۷ھ بعد فتح جزیرہ لوگوں میں اس بات کا چرچا ہوا کہ خالد بن ولید عیاض بن غنم کے ساتھ مہم جزیرہ سے بہت مال و اسباب لائے ہیں اور خالد نے اشعث بن قیس شاعر کو دس ہزار درہم مدح کا صلہ دیا ہے عمر فاروق کو پرچہ نویسوں نے اس امر کی اور حمام آمد میں شراب سے بدن ملوانے کی اطلاع دی - عمر فاروق نے ایک قاصد کے ہاتھ ابو عبیدہ کو خط میں لکھکر بھیجا کہ سر مجلس خالد کی ٹوپی اتار کر اُسیکے عمامہ سے اُسکی گردن باندھی جائے اور دریافت کیا جائے کہ اشعث کو جتنے انعام اپنی گرہ سے دیا ہے تو اسراف کیا ہے اور اگر بیت المال سے دیا ہے تو خیانت کی تو دونوں صورتوں میں اُسے معزول کر دو اور اُسکا کام بھی تم ہی اپنے کام میں ملالو - ابو عبیدہ نے خالد کو لکھکر بلایا - خالد آئے تو ابو عبیدہ لوگوں کو جمع کر کے منبر پر گئے پس حضرت عمر کا قاصد کھڑا ہوا اور پوچھا کہ تمنے اشعث کو یہ انعام کہاں سے دیا - خالد نے کچھ جواب نہ دیا - اور ابو عبیدہ خاموش بیٹھے رہے - کچھ نہ بولے

ـــــــــــــ

لہ باقی اہل مکہ کو ۸ سو [illegible] عمر فاروق نے ہر [illegible] کے ساتھ پرچہ نویس مقرر کیے ہوئے تھے جو ایک ایک بات کی اطلاع دیتے رہتے تھے - طبری نے لکھا ہے کہ عمر کے جاسوس ہر لشکر کے ساتھ رہتے تھے جو ہر واقعہ کو فوراً لکھ بھیجتے تھے۔ دوسرے مقام پر لکھا ہے کہ حضرت عمر سے کوئی امر پوشیدہ نہیں رہتا تھا۔

(اگر خالد اپنی خطا کا اعتراف کر لیتے تو عمر فاروق کا حکم تھا کہ اُن سے درگذر کیجائے لیکن وہ اپنے قصور کے اقرار کرنے پر راضی نہ تھے) پس بلال کھڑے ہوئے اور کہا کہ امیر المومنین نے تمہاری نسبت ایسا ایسا حکم لکھا ہے اور خالد کی ٹوپی اُتار لی اور اُنہیں کے عمامہ سے اُنکی گردن باندھ لی خالد نے چوں نہ کی - اور پھر پوچھا بتاؤ تمنے اشعث کو صلہ کہاں سے دیا خالد نے کہا اپنے مال سے - پس بلال نے ٹوپی اُڑھا دی اور اپنے ہاتھ سے عمامہ باندھ دیا اب خالد حیران کھڑے ہیں نہیں معلوم کہ آیا میں معزول ہوا یا نہیں - اور نہ ابو عبیدہ کو اسکا علم ہے - بعد ازاں عمر فاروق نے خالد کو جوابدہی کی غرض سے مدینہ میں طلب کر لیا - خالد نے حاضر ہو کر کہا اے عمر خدا کی قسم تم میرے معاملہ میں انصاف نہیں کرتے ہو - عمر فاروق نے کہا تمہارے پاس اتنی دولت کہاں سے آئی؟ خالد نے کہا مال غنیمت سے اور اپنے حصے سے - ساٹھ ہزار سے جو زیادہ نکلے وہ آپ لے لیجیے - چنانچہ بیس ہزار زیادہ نکلے حضرت عمر نے وہ بیت المال میں داخل کر دیئے - اور فرمایا اے خالد واللہ تو میرے نزدیک کریم اور عزیز ہے اور شہروں میں لکھا کہ میں نے خالد کو سخط یا خیانت کی وجہ سے معزول نہیں کیا ہے بلکہ اس سبب سے کہ لوگ اُسکی عزت و تکریم حد سے زیادہ کرتے تھے اور اُسپر مفتون تھے مجھے اندیشہ ہوا کہ کہیں اُسپر گرویدہ نہو جائیں پس میں نے مناسب سمجھا کہ لوگوں کو معلوم ہو جائے کہ خدا تعالی ہی صانع ہے - اور یہ کہ وہ کوئی فتنہ عارض نہ کر دیں اور جو کچھ اُس سے لیا گیا ہے اُسکا عوض نہ لیں - (ابن اثیر و ابن خلدون) +

طبری لکھتا ہے کہ حضرت عمر جب کبھی خالد سے ملتے فرماتے اے خالد اپنے چوتڑوں کے نیچے سے خدا کا مال نکالو - خالد کہتے تھے کہ واللہ میرے پاس مال نہیں ہے جب حضرت عمر نے بہت دفعہ کہا تو خالد نے کہا اے امیر المومنین جو کچھ میں نے آپ لوگوں کی حکومت میں حاصل کیا ہے چالیس ہزار درہم کا ہی نہیں ہے عمر فاروق نے فرمایا کہ اچھا جو کچھ تمہارا ہے وہ میں نے چالیس ہزار درہم کو لیا - خالد نے کہا آپ کا ہو لیا - عمر نے کہا ہمارا ہو لیا - پس خالد کا مال اسی ہزار درہم کا نکلا - پس حضرت عمر نے چالیس ہزار درہم دیکر لے لیا - لوگوں نے کہا اے امیر المومنین خالد کا مال واپس دیدیجیے نا - عمر فاروق نے کہا میں مسلمانوں کا تاجر ہوں - واللہ نہیں اُسے واپس نہ دونگا - پس عمر سمجھتے تھے کہ خالد سے یہ برتاؤ کرکے ہم نے اپنے دل کا بخار نکال لیا +

مترجم ابن خلدون نے لکھا ہے کہ خالد بن ولید زمانہ خلافت صدیق سے بعض اس قسم کی بے اعتدالیاں کرتے تھے کہ فوجی مصارف کا حساب کتاب نہ بھیجتے تھے - شاعروں کو مدحیہ قصائد کے صلہ میں بڑی بڑی رقمیں دیدیا کرتے تھے (اور مالک بن نویرہ کو قتل کرنا) عمر فاروق کو اُسی زمانہ سے یہ باتیں ناگوار گذرتی تھیں پس جب خلیفہ ہوئے تو خالد کی یہ خود مختاری گراں گذری - لکھ بھیجا کہ تم اس شرط پر سپہ سالار رہ سکتے ہو کہ عساکر اسلامی کے مصارف کا حساب ہمیشہ بھیجتے رہو - خالد نے جواب میں لکھا کہ میں زمانہ خلافت ابوبکر سے ایسا ہی کرتا آیا ہوں اب اسکے خلاف میں نہیں کر سکتا - عمر فاروق نے اس بنا پر اُن کو نظر چشم نمائی (سنہ ۱۳ھ میں) سپہ سالاری سے معزول کر کے ابو عبیدہ کے ماتحت کر دیا تاہم معزول نہیں کیا - بعد ازاں سنہ ۱۷ھ میں یہ واقعہ پیش آیا جو علامہ ابن خلدون نے اس مقام پر تحریر کیا ہے +

(۵۹) نکاح ام کلثوم اسی سنہ ۱۷ھ میں مورخین نے حضرت عمر کا نکاح حضرت ام کلثوم بنت جناب علی و فاطمہ ع سے ہونا اور اُسی سال کے ماہ ذیقعدہ میں زفاف لکھا ہے - مگر یہ صرف افتراء یا مورخین کی غلط فہمی ہے - کیونکہ جو روایتیں صواعق محرقہ - اسعاف الراغبین - استیعاب - تاریخ الخمیس - روضۃ الاحباب

تاریخ طبری - تاریخ ابن اثیر - روضۃ الصفا اور حبیب السیر وغیرہ میں لکھی ہیں[1] - اُنکا خلاصہ یہ ہے کہ عمر خطاب نے ام کلثوم بنت فاطمہ کو اُنکے باپ علی سے اپنے واسطے مانگا - علی نے ام کلثوم کی صغر سنی کا عذر کیا اور یہ کہ اُسے اپنے بھتیجے ابن جعفر سے نامزد کر رکھا ہے - پس عمرؓ نے حضرت علی سے کہا کہ میں باہ (جماع) کے ارادہ سے یہ نکاح نہیں کرتا بلکہ میں نے رسول خدا کو یہ فرماتے سنا ہے کہ قیامت کے دن ہر سبب و نسب قطع ہو جائیگا سوائے میرے سبب و نسب کے پس علی نے ام کلثوم کو بنا سنوار کر عمرؓ کے پاس بھیجدیا - عمر ام کلثوم کو دیکھکر کھڑے ہو گئے اپنی گود میں بٹھا لیا اُنکے بوسے لئے اُنکے لئے دعا کی - جب اُٹھکر چلنے لگیں تو اُنکی پنڈلی پکڑ لی اور کہا کہ اپنے باوا جان سے کہدینا کہ میں راضی ہوں بیشک گو یہ صغیرہ ہیں مجھے ان سے نکاح منظور ہے پھر اُنکی ساق کو کھولا - ام کلثوم نے کہا کہ یہ کیا حرکت ہے اگر تو امیر المومنین نہ ہوتا تو تیری ناک توڑ ڈالتی اور پروا نہ تھے تیری آنکھوں پر گھونسہ مارتی - پھر نکلکر اپنے باپ کے پاس آئیں اور حال بیان کیا اور کہا آپنے مجھے کیسے نالایق بڈھے کے پاس بھیجدیا - علی نے کہا بیٹیا وہ تیرا شوہر ہے - اسکے بعد علی نے ام کلثوم کا حضرت عمر سے نکاح کر دیا - چالیس ہزار مہر مقرر ہوا - ام کلثوم سے حضرت عمر کے دو بچے پیدا ہوئے زید اور رقیہ - زید جب جوان ہوئے تو عہد معاویہ میں ایک خانہ جنگی میں زخمی ہو کر آئے اور چند دن زندہ رہے پھر زید اور اُنکی والدہ ام کلثوم ایک ہی وقت انتقال کر گئے - ابن عمر اور حسن ابن علی نے دونوں پر نماز پڑھی - ام کلثوم وفات رسول اللہ صلعم سے پہلے پیدا ہوئی تہیں - صاحب صواعق محرقہ نے لکھا ہے کہ عمر کا ام کلثوم کا بوسہ لینا اور اپنے سے چمٹانا ام کلثوم کی صغر سنی کیوجہ سے حرام نہیں ہو سکتا - اور اگر وہ صغیر سن نہ ہوتیں تو اُنکے باپ ہی اس طرح نکاح سے پہلے عمر کے پاس نہ بھیجتے ؛

اب ہم اس واقعہ عقد کی مختلف خبروں کو دیگر واقعات سے مقابلہ کرکے نتیجہ نکالتے ہیں ؛

(۱) تمام مورخین نے لکھا ہے کہ بوقت نکاح ۱۷ھ میں یہ ام کلثوم صغیر سن تہیں یعنے ۹ سال سے اُنکی عمر ضرور کم تھی[2] مگر صاحب شرح مواقف اور صاحب سیرۃ الحلبیہ نے ام کلثوم بنت علی کو گواہان فدک میں شمار کیا ہے جسکا مقدمہ ۱۱ھ میں حیات جناب سیدہ میں حضرت ابوبکر کے دربار میں لایا گیا تھا - اور شمس الدین محمد جزری نے حدیث من کنت مولاہ کو جناب فاطمہ بنت محمد کی زبانی ام کلثوم بنت فاطمہ کے سلسلہ سے بیان کیا ہے - چونکہ ۵ سال سے کم عمر کا بچہ لایق ادائے شہادت اور قابل تحمل روایت نہیں سمجھا جاتا اس سبب سے جناب ام کلثوم کی عمر ۱۱ھ میں کم سے کم ۵ سال کی ثابت ہوتی ہے لہذا ۱۷ھ میں جبکہ تمام مورخین نے بالاتفاق اس عقد کا ہونا لکھا ہے ام کلثوم بنت فاطمہ کی عمر ۱۱ برس کی ہوتی ہے یعنے اسوقت صغیر سن نہیں ہو سکتیں - پس ثابت ہوا کہ وہ صغیر سن ام کلثوم جن سے حضرت عمر نے ۱۷ھ میں نکاح کا پیغام بہیجا وہ ام کلثوم بنت فاطمہ نہ تہیں بلکہ کوئی دوسری ام کلثوم تھی ؛

(۲) ام کلثوم اور اُنکے بیٹے زید کا عہد معاویہ میں ایک ہی دن مرنا اور امام حسن کا اُنکے جنازہ پر نماز پڑھنا - امام حسن نے ۴۹ یا ۵۰ھ میں وفات پائی ہے لہذا یہ ام کلثوم ۵۰ ہجری کے بعد زندہ نہ تہیں اور ام کلثوم بنت فاطمہ کا زندہ رہنا بعد واقعہ کربلا (۶۱ھ) کے مقتل ابی مخنف - مقتل ابو اسحاق اسفرائنی روضۃ الشہداء تحریر الشہادتین وغیرہ سے ثابت ہے - اس سے ثابت ہوا کہ وہ ام کلثوم زوجہ عمر والدہ زید جو ۵۰ھ سے پہلے فوت ہوئی وہ ہرگز بنت فاطمہ تھی

(۳) تاریخ الخمیس اور استیعاب میں لکھا ہے کہ عمر فاروق کے بعد ام کلثوم بنت فاطمہ کا نکاح محمد بن جعفر سے ہوا

---

[1] خصوصاً استیعاب - اسعاف الراغبین اور صواعق محرقہ ملاحظہ ہوں [2] شرع کے موافق ۹ سال کی لڑکی بالغ سمجھی جاتی ہے چنانچہ حضرت عائشہ کا زفاف ہی ۹ سال کی عمر میں واقع ہوا تھا ؛

اور اُن سے ایک لڑکی پیدا ہوئی اور استیعاب اور کامل ابن اثیر میں ہے کہ محمد بن جعفر تستر (شوستر) کی لڑائی میں ۱۷ھ میں شہید ہوئے۔ حضرت عمر کی وفات سے ۶ سال پیشتر یعنے جس سال ام کلثوم بنت فاطمہ کا حضرت عمر سے نکاح ہونا بیان کیا جاتا ہے۔ پھر لڑکی جننے کے بعد یہ ام کلثوم ۱۷ھ میں چار پانچ برس کی صغیرہ کیونکر ہو سکتی ہیں۔ پس یہ ام کلثوم صغیرہ جس سے مورخین نے حضرت عمر کا نکاح ۱۷ھ میں لکھا ہے ضرور کوئی دوسری ام کلثوم ہوگی نہ کہ بنت فاطمہ ۔

(۴) زینب بنت فاطمہ کا واقعہ کربلا (۶۱ھ) میں موجود ہونا متواترات سے ہے۔ صاحب تاریخ الخمیس لکھتے ہیں کہ زینب بنت فاطمہ کا نکاح عبداللہ بن جعفر سے ہوا اور اُن سے دو لڑکے عون اور علی پیدا ہوئے زینب کی وفات کے بعد عبداللہ بن جعفر نے ام کلثوم بنت فاطمہ سے نکاح کیا اور عبداللہ بن جعفر ام کلثوم کو زندہ چھوڑ کر بروایت تاریخ الخمیس و استیعاب ۸۰ھ میں فوت ہوگئے۔ اس سے بھی ثابت ہوا کہ ام کلثوم بنت فاطمہ ۵۰ھ تک زندہ نہیں اور وہ ام کلثوم زوجۂ عمر جو اپنے بیٹے زید کے ساتھ ۵۰ھ یا اس سے پہلے مری جسے غلطی سے بنت فاطمہ سمجھا گیا ہے ہرگز بنت فاطمہ نہ تھی بلکہ کوئی اور ام کلثوم زوجۂ عمر۔ کیونکہ تین ام کلثوم حضرت عمر کے نکاح میں تھیں اوّل ام کلثوم جمیلہ بنت عاصم جس سے عاصم پیدا ہوئے۔ دوسرے ام کلثوم ملیکہ بنت جرول جو ایام جاہلیت سے حضرت عمر کی زوجہ تھی جس سے زید اور عبیداللہ پیدا ہوئے۔ تیسرے ام کلثوم بنت عقبہ بن ابی معیط جس کو فخر رازی نے تفسیر کبیر میں بعد صلح حدیبیہ حضرت عمر کا نکاح کرنا لکھا ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ مورخین کو ان تینوں میں بوجہ اولاد و مہر وسنہ وغیرہ بعض کو مغالطہ ہوا اور بعض نے بغرض دھوکہ دہی ام کلثوم بنت علی لکھا۔ یا جیسے کہ مغیرہ بن شعبہ نے موسم حج میں حضرت عمر کے پوچھنے پر ام جمیل زانیہ کو ام کلثوم بنت علی بتا دیا تھا ۔

مگر اصل بات یہ معلوم ہوتی ہے کہ ۱۳ھ میں حضرت ابوبکر کی ایک لڑکی ابوبکر کی وفات کے ۲ دن بعد بلکہ بروایتے اسی روز پیدا ہوئے تھے اُسکا نام ام کلثوم رکھا گیا تھا۔ (دیکھو استیعاب۔ طبری۔ کامل ابن اثیر وغیرہ) اور حضرت ابوبکر کی وفات کے بعد اسماء بنت عمیس زوجۂ ابوبکر نے حضرت علی سے نکاح کر لیا تھا۔ چنانچہ اُنکے بیٹے محمد بن ابی بکر نے جو اسوقت دو ڈھائی برس کے تھے حضرت علی ہی کے پاس پرورش پائی۔ (استیعاب۔ طبری۔ کامل ابن اثیر) یہی ام کلثوم جو بنت ابی بکر ۱۷ھ میں صغیر سن چار پانچ برس کی ہوتی ہے۔ تعجب نہیں کہ اسی ام کلثوم بنت ابی بکر کو بنت علی مورخین نے غلطی سے سمجھ لیا ہو۔ حالانکہ کامل ابن اثیر اور استیعاب میں یہ روایت بھی موجود ہے کہ اسی ام کلثوم بنت ابی بکر کیلئے حضرت عمر نے حضرت عائشہ کے پاس بحیثیت بڑی بہن ہونے کے اپنے نکاح کا پیغام بھیجا بھی تھا۔ جب یہ عائشہ راضی ہوگئیں تو اسی ام کلثوم نے کہا تھا کہ عمر خشن العیش اور عورتوں پر سختی کرنیوالا ہے اگر میری اس سے شادی کروگی تو میں قبر رسول پر جاکر شکایت کرونگی۔ پس ممکن ہے کہ بعد انکار اسی لڑکی سے حضرت عمر کا نکاح ہوا ہو اور یہ تمام قصہ اسی سے متعلق ہو نہ بنت علی سے۔ جو ہرگز نہیں ہوسکتا۔ اور یہ جو مورخین نے لکھا ہے کہ ام کلثوم بنت ابی بکر کا نکاح طلحہ بن عبیداللہ سے ہوا تھا ممکن ہے کہ حضرت عمر کی وفات کے بعد ہوا ہو ۔

(۱۰) بنائے کوفہ۔ محرم ۱۷ھ مداین کی آب و ہوا مسلمانوں کو موافق نہ آئی تو حضرت عمر نے سعد بن ابی وقاص کو لکھا کہ عربوں کے لئے ایک سبزہ زار اور آبدار مقام تلاش کرکے جلد ہی ہجرت کریں اور بجری ہی ایک شہر آباد کرو اور سعد کے حکم سے سلمان اور حذیفہ نے حیرہ کے قریب ایک مقام تلاش کرکے سعد کو اطلاع دی۔ سعد نے اس مقام پر کوفہ آباد کرکے عراق کا دار الحکومت قرار دیا ۔

سعد نے کوفہ آباد کرنے کے بعد کسریٰ کے قصر ابیض کے نمونہ پر ایک بہت وسیع اور شاندار محل اپنے لئے بنایا اور بہت سا مصالح اور ایک ستون مداین سے قصر ابیض کا منگا کر اسمیں لگایا اسی طرح لوگوں نے بھی مداین کے مکانات کا مصالح لاکر اپنے اپنے مکانوں میں لگایا۔ عمر فاروق کو سعد کا محل تیار ہونے کی خبر پہنچی تو محمد بن مسلمہ کے ہاتھ ایک خط روانہ کیا اور مسلمہ کو حکم دیا کہ اس محل میں آگ لگوا دیوے اور بلا توقف و تکلم واپس آ جائے محمد بن مسلمہ کوفہ گیا اور تعمیل حکم کر کے فوراً مراجعت کی۔ سعد نے عمر فاروق کا نامہ کھولا تو بہت کچھ عتاب و خطاب کے بعد لکھا تھا کہ اتنا بڑا گھر غیر ضروری اور خلاف مصلحت ہے۔ دو چھوٹے گھر بناؤ ایک اپنے لئے اور ایک بیت المال کے لئے +

سعد کا تعمیر کیا ہوا محل جو حضرت عمر کے حکم سے جلایا گیا تھا برابر ویران پڑا رہا یہانتک کہ معاویہ کے زمانہ میں جب زیاد بن ابیہ عراق کا گورنر مقرر ہوا تو اُسنے جلے ہوئے محل کو درست کر کے اپنا ایوان قرار دیا اور اُسکا نام قصر الامارہ رکھا تھا

(۲۱) توسیع مسجد حرام | سنہ ۱۷ھ میں عمر فاروق نے مسجد حرام کو وسیع کر کے بنایا۔ لوگوں کے مکان توڑ کر اُسمیں شامل کئے۔ جن لوگوں نے اپنے مکان بیچنے سے انکار کیا اُنکی قیمت بیت المال میں داخل رکھی یہانتک کہ وہ آکر لیگئے

(۲۲) طاعون عمواس | اسی سنہ ۱۸ھ میں ملک شام میں وبائے طاعون پھیلی جو سب سے پہلے قریہ عمواس میں شروع ہونیکے سبب طاعون عمواس کے نام سے مشہور ہے۔ اس وبا میں شام کے گورنر ابو عبیدہ بن جراح نے وفات پائی اور معاذ بن جبل اور یزید بن ابو سفیان اور حرث بن ہشام اور سہیل بن عمرو۔ اور عتبہ بن سہیل اور عامر بن غیلان ثقفی بھی فوت ہوئے۔ غرض ۲۵ ہزار مسلمان اس وبا کی بھینٹ چڑھے +

ابو عبیدہ نے وفات کے وقت معاذ بن جبل کو شام کی گورنری پر مامور کیا اور معاذ نے مرتے وقت عمرو عاص کو۔ یزید بن ابی سفیان کی وفات پر عمر فاروق نے اُسکے بھائی معاویہ کو دمشق کا والی مقرر کیا +

(۲۳) عمر شام میں | اسی سال عمر فاروق حضرت علی کو اپنی جگہ مدینہ میں خلیفہ چھوڑ کر اُن لوگوں کے ورثہ تقسیم کرنے کے لئے جو طاعون عمواس میں فوت ہوئے تھے ایلہ کی راہ سے شام میں تشریف لائے۔ ورثے تقسیم کر کے اور شام کا انتظام درست کر کے ماہ ذیقعدہ میں مدینہ کی طرف مراجعت کی +

(۲۴) اسلام کعب | اسی سال کعب الاحبار نے دین اسلام قبول کیا +

(۲۵) عام الرمادہ | سنہ ۱۸ھ میں حجاز میں ایسا سخت قحط پڑا کہ مٹی ہوا سے مثل راکھ کے اُڑنے لگی اس سبب سے اس سال کا نام عام الرمادہ ہوا۔ پس حضرت عمر نے امرائے امصار سے مدد مانگی سب سے پہلے ابو عبیدہ ۴ ہزار اونٹ غلہ کے لائے اور مدینہ میں اور اُسکی نواح میں تقسیم کر کے شام کو واپس چلے گئے اور اہل حجاز مستغنی ہو گئے۔ اور پھر عمرو عاص نے بحیرہ قلزم کی راہ سے غلہ مدینہ میں روانہ کیا +

(۲۶) عیاض و عمیر | واقدی کہتا ہے کہ عیاض بن غنم نے رُہا اور حرّان اور رقّہ اسی سال فتح کئے ہیں۔ اور عمیر بن سعد نے عین الوردہ جسے راس العین کہتے ہیں +

(۲۷) قدامہ کی شراب نوشی | سنہ ۲۰ھ میں عمر فاروق نے اپنے سالے قدامہ بن مظعون کو بحرین کی حکومت سے معزول کیا اور اُسے شراب نوشی پر حد ماری[1] اور ابا بکرہ کو اُس کی جگہ بحرین اور یمامہ کا والی مقرر کیا +

[1] ازالۃ الخفا میں ہے کہ جب جارود نے قدامہ کی شراب نوشی کی مخبری کی اور حضرت ابو ہریرہ نے گواہی دی اور عمر فاروق نے اُنکو بحرین سے طلب کر کے بازپرس کی تو اُنہوں نے یہ آیت اپنی معذرت میں پیش کی۔ لیس علی الذین آمنوا و عملوا الصالحات جناح فیما طعموا الخ جسکا مطلب یہ ہے کہ جو لوگ ایمان لائے اور نیک عمل کئے اُنہوں نے جو کچھ کھایا پیا اُنپر کوئی گناہ نہیں ہے +

اہم ملکی واقعات

واقعات سنہ ۱۸ھ

(۶۸) سعد کی معزولی | اسی سال یا ۲۱ھ میں عمر فاروق نے سعد ابن ابی وقاص کو حکومت کوفہ سے معزول کیا - اہل کوفہ کی اس شکایت پر کہ وہ اچھی طرح نماز نہیں پڑھاتے اور فرمایا کہ میں نے سعد کو کسی خیانت یا ضعف کی وجہ سے معزول نہیں کیا اور عمار یاسر انکی جگہ مقرر ہوئے (طبری و روضۃ الاحباب میں) +

(۶۹) یہودیوں کی جلاوطنی | اسی سال حضرت عمر نے یہود خیبر کو جلاوطن کر دیا اور انہیں وادی القری کو تقسیم کر دیا اور خیبر کو مسلمانوں میں تقسیم کر دیا اور نجران کی یہودیوں کو کوفہ کی طرف جلاوطن کر دیا +

(۷۰) کوفہ کے گورنر | ۲۱ھ کے شروع حضرت عمر نے عمار یاسر کو کوفہ کا گورنر مقرر کیا اور عبداللہ بن مسعود کو بیت المال کوفہ پر اور شریح کو قضاءت کوفہ پر مگر اسی سال اہل کوفہ نے عمار کی شکایتیں دربار خلافت میں لکھیں کہ وہ نماز اچھی طرح نہیں پڑھتے اور اسکے سنن و آداب و شرائط بجا نہیں لاتے تو عمار نے استعفا دیدیا - اور عمر فاروق نے جبیر بن مطعم کو گورنری کوفہ پر نامزد کیا - مغیرہ بن شعبہ کو یہ خبر ہوئی تو اس عہدہ کی اپنے لئے درخواست کی - اور عمر فاروق نے جبیر کو محروم کر کے مغیرہ کو مقرر کر دیا - اور مغیرہ حضرت عمر کی وفات کے وقت تک کوفہ کے گورنر تھے (روضۃ الاحباب دفتر ۲ ص ۱۳۶ طبری جلد ۴) +

(۷۱) فتح برقہ | اسی سال عمرو عاص نے مصر کا بخوبی انتظام کر کے اپنے (خالہ زاد بھائی) عقبہ بن نافع فہری کو ایک فوج دیکر مغرب کی طرف روانہ کیا اور انہوں نے زویلہ اور زویلہ و برقہ کا درمیانی علاقہ بصلح فتح کر لیا +

(۷۲) شام کے گورنر | اس سال میں عمیر بن سعد دمشق و حوران و حمص و قنسرین و الجزیرہ پر اور معاویہ بلقاء اردن - فلسطین و سواحل و انطاکیہ و قلقیہ و معرہ مصرین پر متعین تھے - اسی سال علاء حضرمی عامل بحرین نے وفات پائی اور ابو ہریرہ انکی جگہ مقرر ہوئے +

(۷۳) حسن بصری و شعبی | اسی سال حسن بصری اور شعبی پیدا ہوئے - اسی سال خالد بن ولید نے حمص میں وفات پائی

(۷۴) بعض واقعات ۲۲ھ | ۲۲ھ میں معاویہ بلاد روم سے لڑا اور دس ہزار مسلمان سواروں سے روم میں داخل ہو گیا - اسی سال یزید بن معاویہ اور عبدالملک بن مروان پیدا ہوئے - اسی سال بصرہ کے عامل ابو موسی اشعری مقرر ہوئے +

فصل پنجم حضرت عمر کے بعض دیگر اخبار

(۷۵) سیوطی نے تاریخ الخلفاء میں لکھا ہے انس کہتے ہیں کہ میں نے حضرت کو دیوار کے پیچھے سے یہ کہتے ہوئے سنا کہ اے عمر تو اور امیر المومنین ذرا منہ تو دیکھو - ذرا خدا سے ڈرا کر ورنہ تجھکو سخت عذاب ہوگا -

(۷۶) تاریخ الخلفاء سیوطی اور کامل ابن اثیر میں ہے عبداللہ بن عامر بن ربیعہ کہتے ہیں کہ حضرت عمر نے ایک تنکا زمین سے اٹھایا اور فرمایا کاش میں تنکا ہوتا اور مجھے میری ماں نہ جنتی کاش میں نسیاً منسیا ہوتا

(۷۷) حضرت عمر کا قرضہ | طبری سیوطی اور ابن اثیر لکھتے ہیں کہ حضرت عمر کو جب ضرورت ہوتی صاحب بیت المال سے قرض لیلیا کرتے تھے - ادا کرنے میں اکثر دیر لگا دیتے تھے صاحب بیت المال تقاضے کو آتا تو حیلے حوالے سے ٹال دیتے - اور اکثر کچھ آجاتا تو دے ہی دیتے تھے - بروایت سیوطی و صاحب روضۃ الاحباب وغیرہ مرتے وقت آپ بیت المال کے چھیاسی ہزار درہم کے قرضدار تھے - آپ نے اپنے بیٹے عبداللہ کو وصیت کی کہ میرا قرضہ میری جائداد سے ادا کر دینا اگر یہ کافی نہ ہو تو بنی عدی سے مانگنا اگر ان سے بھی پورا نہ ہو تو قریش سے لیکر ادا کرنا - انکے سوا کسی اور کو تکلیف نہ دینا - عبداللہ نے ایک ہفتہ میں آپ کے رہنے کا مکان بیچکر اس

روپیہ کا سرانجام کرکے سرکار عثمانی میں داخل کردیا۔

(۷۸) کسر نفسی | سیوطی نے بیہقی کی شعب الایمان سے نقل کیا ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق فرماتے تھے کہ کاش میں کنارہ سڑک پر ایک درخت ہوتا اور کوئی اونٹ آکر مجھے چبا جاتا اور نگل جاتا اور پھر مینگنی کرکے نکالدیتا مگر میں انسان نہ ہوتا۔ اور حضرت عمر نے فرمایا کہ کاش میں دنبہ ہوتا اور مجھے پال کر ایسا موٹا کیا جاتا کہ لوگ مجھے دیکھنے آتے پھر مجھے ذبح کر ڈالتے اور میرے گوشت کا قیمہ کرتے اور کچھ حصہ کا شوربا پکا کر کھا جاتے مگر میں انسان نہ ہوتا

(۷۹) ایک مسئلہ | سیوطی لکھتے ہیں کہ حضرت عمر کی عادت تھی کہ آپ شب کو مدینہ کی گلیوں میں گشت کیا کرتے تھے ایک رات آپ نے سنا کہ کوئی عورت گھر کا دروازہ بند کئے ہوئے یہ اشعار پڑھ رہی ہے (ترجمہ) یہ رات بڑھ گئی ہے اور اسکے تارے چمک رہے ہیں۔ مجھے یہ امر جگا رہا ہے کہ میرے پلنگ پر کوئی ایسا نہیں ہے جسکے ساتھ میں کھیلوں واللہ اگر عذاب آخرت سے خدا کا خوف نہ ہوتا تو اس پلنگ کی چولیں ہلتی ہوتیں لیکن میں اس نگہبان موکل سے ڈرتی ہوں۔ جس کے کاتب کسیوقت نہیں تھکتے۔ خدا کا خوف اور حیا مجھے مانع ہے۔ میرا شوہر ایسا بزرگ اور برتر ہے کہ کوئی شخص اسکی سواری پر سوار ہونے کا قصد نکرے۔ یہ سنکر آپ اپنی دختر نیک اختر حضرت حفصہ کے پاس آئے اور دریافت کیا کہ اے بیٹی ایک مشکل آن پڑی ہے یہ بتلاؤ کہ عورت مرد کی خواہش سے کتنی مدت میں بےچین ہوجاتی ہے۔ حضرت حفصہ نے شرم کے مارے اپنا منہ پھیر لیا۔ عمر فاروق نے فرمایا کہ خدا تعالی حق بات میں شرم نہیں کرتا۔ حضرت حفصہ نے بذریعہ ہاتھ کے اشارہ سے بتلایا کہ تین ورنہ چار مہینے۔ پس حضرت عمر نے حکم دیدیا کہ کوئی شخص چار ماہ سے زیادہ میدان جنگ میں حاضر نہ رہے۔

(۸۰) بادشاہ یا خلیفہ | سیوطی نے ابن سعد سے نقل کیا ہے کہ حضرت عمر نے ایک روز پوچھا کہ میں بادشاہ ہوں یا خلیفہ حضرت سلمان نے کہا کہ اگر آپ کسی مسلمان سے ایک درہم یا کم و بیش بھی وصول کرکے بیجا خرچ کریں تو آپ بادشاہ ہیں ورنہ خلیفہ۔

(۸۱) کفایت شعاری | ابن عمر لکھتے ہیں کہ آپ نے ایک حج میں ۱۶ دینار صرف کئے اور پھر مجھ سے فرمایا کہ ہمنے بہت زیادہ خرچ کردیا

(۸۲) دیدہ بازی | جابر بن عبداللہ نے آکر عمر فاروق سے اپنی بیویوں کی شکایت کی آپ نے فرمایا کہ یہی کیا کہتے ہو خود میرا بھی یہی حال ہے کہ اگر میں کسی ضرورت کو باہر جاتا ہوں تو مجھ سے کہا جاتا ہے کہ تم فلاں قبیلہ کی عورتوں کی دیدبازی کے لئے گئے تھے۔ عبداللہ بن مسعود بیٹھے ہوئے تھے انہوں نے کہا کیا آپ کو یہ خبر نہیں کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے خدا سے حضرت سارہ کے خلق کی شکایت کی تھی۔ تو ان سے کہا گیا تھا کہ عورتیں پسلی کی ہڈی سے پیدا کی گئی ہیں۔ جہانتک ہوسکے انکو نباہنا چاہیئے تاوقتیکہ ان کے دین میں کوئی خرابی نہ دیکھی جائے۔

(۸۳) دوست کو نصیحت | ازالۃ الخفاء میں ہے کہ عمر کا ایک دوست تھا جس سے صیغہ مواخات پڑھا یعنی بھائی چارہ کیا ہوا تھا۔ وہ مدینہ سے شام کی طرف چلا گیا۔ ایک شخص جو شام سے آیا تو اس سے دریافت کیا کہ ہمارے بھائی کیا کرتے ہیں اس نے کہا وہ تو شیطان کا بھائی ہے۔ عمر نے کہا چپ رہ اس نے کہا وہ تو بہت سے کبائر کا مرتکب ہوا۔ یہانتک کہ مبتلائے شرب خمر ہوا۔ عمر نے کہا اچھا جب جانے لگنا تو ہمکو خبر کرنا۔ چنانچہ جب جانے لگا تو عمر نے ایک خط لکھا جس میں پہلے آیہ تنزیل الکتاب کو لکھا پھر نصیحت کی اور شراب پینے پر ملامت کی اس شخص نے جب

خدا پڑھا تو کہا سچ کہا خدا نے اور نصیحت کی عمر نے پس اس نے توبہ کی اور اس فعل سے باز آیا ۔

(۸۴) حساب — زید بن اسلم روایت کرتے ہیں کہ عبداللہ بن عمرو عاص نے آپ کو خواب میں دیکھا اور پوچھا آپ کے ساتھ خدا نے کیا کیا۔ آپ نے پوچھا کہ میں تم سے کب جدا ہوا ہوں انہوں نے کہا بارہ برس ہوئے۔ آپ نے فرمایا کہ میں ابھی حساب سے فارغ ہوا ہوں ۔

(۸۵) ایک شکایت — ابن اثیر اور ابن ابی الحدید نے لکھا ہے کہ ایک عورت عمر فاروق کے پاس آئی اور کہا اے امیر المومنین میرا شوہر دن کو روزہ رکھتا ہے اور تمام رات عبادت میں بسر کرتا ہے اور چونکہ وہ عبادت گزار ہے مجھے اسکی شکایت کرنا بُری معلوم ہوتی ہے۔ عمر فاروق نے فرمایا تیرا شوہر بہت اچھا شوہر ہے۔ اس عورت نے بار بار یہی کہا اور عمر فاروق نے ہر دفعہ یہی جواب دیا۔ کعب بن سور ازدی بیٹھے تھے بولے اے امیر المومنین یہ اپنے شوہر کی شکایت کر رہی ہے کہ اسکے ساتھ حق زوجیت ادا نہیں کرتا اس سے الگ رہتا ہے۔ حضرت عمر سمجھے اور کعب سے کہا کہ تم انکا فیصلہ کر دو۔ پس کعب نے اسکے شوہر کو بلا کر کہا کہ خدا تعالیٰ نے چار بیویاں حلال کی ہیں پس تین رات دن تیرے لئے ہیں انہیں عبادت کیا کر اور ایک رات اور ایک دن اسکا ہے۔ پس حضرت عمر نے فرمایا میں نہیں جانتا اے کعب کہ تیری کس بات کی تعریف کروں آیا اس بات کی کہ تو نے انکے معاملہ کو سمجھ لیا یا اس حکم کی جو تو نے انکے درمیان نافذ کیا۔ جا میں نے تجھے بصرہ کا قاضی بنایا ۔

(۸۶) قریش کی نظر بندی — ابن اثیر لکھتا ہے کہ نہیں مرے عمر بن الخطاب جب تک کہ قریش ان سے ملول نہ ہو گئے کیونکہ انہوں نے انکو مدینہ میں محصور کر رکھا تھا۔ اور فرماتے تھے کہ مجھے تمہارے ملکوں میں پھیلنے سے امت پر خوف معلوم ہوتا ہے۔ پس اگر کوئی شخص انکے پاس جہاد کی اجازت مانگنے آتا تو فرماتے تمہیں کافی ہے جو جہاد تم نے رسول صلعم کے ساتھ کر چکے۔ اس زمانہ میں تو لڑنے کی نسبت تمہارے لئے یہی بہتر ہے کہ نہ تم دنیا کو دیکھو نہ دنیا تمہیں دیکھے۔ اور یہ نظر بندی مہاجرین قریش کے ساتھ مخصوص تھی ان کے سوا اہل مکہ اوروں کے لئے یہ پابندی نہ تھی۔ لیکن جب عثمان خلیفہ ہوئے تو مہاجرین قریش پر سے بھی یہ نظر بندی اٹھ گئی اور وہ بلاد میں پھیل گئے ۔

(۸۷) تین معصیتیں — ازالۃ الخفاء میں احیاء العلوم سے نقل کیا ہے کہ حضرت عمر شب کو گشت کر رہے تھے کہ آپ نے ایک گھر میں سے آواز سنی کہ ایک شخص گا رہا تھا آپ نے دیوار پر چڑھ کر دیکھا تو اس شخص کے پاس ایک عورت بیٹھی ہوئی تھی اور شراب بھی پاس رکھی ہوئی تھی آپ نے کہا کہ اے دشمن خدا کیا تو خیال کرتا تھا کہ اللہ تیرے عیب کو چھپا لیگا حالانکہ تو اللہ کی معصیت کر رہا ہے۔ وہ شخص کہنے لگا اے امیر المومنین آپ جلدی نہ کریں اگر میں نے اللہ تعالیٰ کی ایک معصیت کی ہے تو آپ نے تین۔ اسلئے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے لا تجسسوا یعنی تجسس نہ کرو مگر آپ نے تجسس کیا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے ولیس البر بان تاتوا البیوت من ظہورھا (یہ نیکی کی بات نہیں کہ تم گھروں میں دیواروں پر سے آؤ۔ نہ دروازوں سے) اور آپ دیوار پر سے آئے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے ولا تدخلوا بیوتا غیر بیوتکم الا ان تسلموا علی اہلہا (تم اپنے گھروں کے سوا گھروں میں داخل نہ ہو مگر یہ کہ اس گھر والوں کو سلام علیکم کہو) اور آپ بدون سلام علیکم کے داخل ہوئے۔ آپ نے فرمایا اچھا تم مجھے معافی دیتے ہو اگر میں تمہیں معافی دیدوں اس نے کہا اے امیر المومنین میں معافی دیتا ہوں ساتھ ہی یہ بھی ہے کہ اگر آپ معافی دینگے تو کبھی اس فعل کا مرتکب نہ ہونگا۔ چنانچہ آپ نے اسے معافی دیدی۔ اور بروایت ابن ابی الحدید شرمندہ ہو کر چلے آئے ۔

(۸۸) کان الناس افقہ من عمر ابن ابی الحدید لکھتا ہے کہ عمر ایک روز انصار میں سے ایک جوان کے پاس گذرے پیاسے تھے پانی مانگا اُسنے شہد کا شربت حاضر کیا آپ نے اُسکے پینے سے کراہیت ظاہر کی اور فرمایا خدا تعالیٰ فرماتا ہے اذہبتم طیباتکم فی حیوتکم الدنیا (لیگئے تم اپنی اچھی چیزوں کو زندگانی دنیا میں) اُس جوان نے کہا اے امیر المومنین یہ کافروں کا حال ہے مسلمانوں کا نہیں اور ما قبل آیہ کو آپ کے سامنے پڑھا ویوم نعرض الذین کفروا علی النار اذہبتم طیباتکم فی حیوتکم الدنیا (جس روز کہ عرض کئے جائیں وہ لوگ کہ کافر ہیں آتش جہنم پر اور کہا جائے اُنکو کہ لیگئے تم اپنی طیبات کو زندگانی دنیا میں) پس آپ نے وہ شہد پلیا اور فرمایا کل الناس افقہ من عمر (تمام آدمی عمر سے زیادہ فقیہ ہیں)

(۸۹) مہر کی کمی بیشی ایک مرتبہ آپ نے سر منبر فرمایا یہا الناس اپنی ازواج کے مہر بھاری نکرو جو کوئی چار سو درہم سے زیادہ مہر مقرر کریگا میں اُس زیادتی کو چھینکر بیت المال میں داخل کردونگا - ایک قریشی عورت نے کہا اے پسر خطاب خدا کا کلام پیروی کے لایق ہے یا تمہارا - حضرت عمر نے فرمایا خدا کا - عورت نے کہا پھر تم زاید مہر کو کیونکر لے سکتے ہو جبکہ خدا تعالیٰ فرماتا ہے وآتیتم احدیھن قنطاراً فلا تاخذوا منہ شیئاً (اگر تم کسی عورت کو زر وسیم سے بھری ہوئی ایک گائے کی کھال بھی دیدو تو اُسمیں سے ذرا سا بھی واپس نہ لو) یہ سنکر حضرت عمر نے دو یا تین مرتبہ فرمایا کل الناس افقہ من عمر حتی النساء (تمام آدمی عمر سے زیادہ فقیہ ہیں یہانتک کہ عورتیں بھی) پھر بروایت کنز العمال دوبارہ منبر پر تشریف لائے اور فرمایا کہ میں نے تم کو بھاری مہر باندھنے سے منع کیا تھا اب ہر شخص کو اختیار ہے اپنے مال میں جو چاہے سو کرے ؁

(۹۰) نصر بن حجاج کی جلاوطنی روضۃ الاحباب و تاریخ طبری وغیرہ میں ہے کہ ایک شب کو آپ گشت کر رہے تھے ایک مقام سے ایک عورت کی آواز آئی کہ یہ شعر پڑھتی ہے (ترجمہ) اے کاش مجھکو شراب کیطرف راستہ ملتا کہ اُسکو پیتی یا کوئی راہ نصر بن حجاج ہی کیطرف پاتی - سویرے اُٹھکر دریافت کیا تو معلوم ہوا کہ نصر بن حجاج ایک نہایت خوبصورت جوان ہے طلب کیا - دیکھکر سمجھے کہ عورتیں اُسکے حسن پر فریفتہ ہوکر آوارہ ہوتی ہیں حکم دیا کہ اُسکے موئے سر باعث زینت ہیں تراش دیں اور بصرہ کیطرف جلاوطن کر دیا - اُسکی ضعیف ماں نے جو مدینہ میں تھی بہت کچھ فریاد کی اور شور و غل مچایا اور نصر نے بہت کچھ منت و سماجت کے عریضے ارسال کئے جناب فاروق نے اُسے واپس نہ بلایا اور وہ جلاوطنی ہی کی حالت میں وفات کر گیا ؁

(۹۱) حضرت عمر کی سیاست آپ کی سیاست و رعب سے ادنیٰ و اعلیٰ سب کانپتے تھے - کسیکو احکام کی تعمیل میں سستی کرنے کی جرأت نہ تھی - معاویہ جو حضرت علی کے مقابلہ میں آیا عمر کے نام سے لرزتا تھا - عمرو عاص - خالد - سعد بن ابی وقاص کبھی آپ کے سامنے یا غیبت میں چوں نہ کر سکتا تھا ؁

تاریخ الخمیس میں ہے کہ سعد بن وقاص کہیں بیٹھے تھے حضرت عمر کا اُدھر سے گذر ہوا سعد تعظیم کو نہیں اُٹھے حضرت عمر نے سعد کے سر پر دُرہ رسید کیا اور فرمایا کہ تم خوف خلافت سے تعظیم کے لئے نہیں اُٹھتے اس سبب سے چاہا کہ تمکو بھی معلوم ہو جائے کہ خلافت بھی تم سے نہیں ڈرتی - اسی طرح ایکدفعہ ابی بن کعب کو دیکھا کہ وہ آگے آگے چلے جاتے ہیں اور لوگ اُنکے پیچھے چلتے ہیں تو حضرت عمر نے کعب کی درہ سے خبر لی ؁ ان دونوں واقعوں سے ثابت ہوتا ہے کہ حضرت عمر کو رعب خلافت جتانے کا بہت ہی خیال تھا ؁

(۹۲) حضرت عمر کا وظیفہ ابتدائے ایام خلافت میں مثل حضرت ابوبکر کے وظیفہ ملتا تھا سنہ ۱۵ھ میں جب سب لوگوں کے روزینے مقرر ہوئے تو شریک بدر ہونے کی حیثیت سے آپ کا بھی پانچہزار درہم وظیفہ مقرر ہوگیا -

سله جلد دوم صفحہ ۳۰۲ ؁

فصل ششم حضرت عمرؓ کے انتظامات

(۹۳) **طرزِ حکومت** حضرت عمرؓ مجلس شوریٰ کی امداد سے حکومت کرتے تھے مسجدِ نبوی میں بعد نماز و خطبہ مجلس شوریٰ ہوتی جس میں عرب کے مقتدا مہاجرین و انصار سے ہوتے تھے اور جس میں علیؓ و عثمانؓ رکن اعظم تھے مشورہ طلب امور میں مشورہ لیا جاتا تھا ہر شخص کو آزادی سے اپنی رائے دینے کا اختیار تھا۔ تمام اہم معاملات اسی مجلس میں پیش ہوتے تھے۔ علیؓ و عثمانؓ کے علاوہ عبدالرحمن بن عوف معاذ بن جبل۔ اُبی بن کعب۔ زید بن ثابت۔ طلحہ بن عبیداللہ اور زبیر بن العوام بڑے مشیر تھے۔ مجلس شوریٰ کے علاوہ خاص خاص معاملات کے لئے ایک اور مجلس مہاجرین کی بھی تھی جس میں روزانہ انتظامات اور ضروریات کا فیصلہ ہوا کرتا تھا۔ عام رعایا کو بھی انتظامی امور میں مداخلت کا حق تھا۔ ممالک محروسہ کے یہ صوبے قرار دیئے گئے تھے۔ مکہ۔ مدینہ۔ شام (دمشق) جزیرہ۔ بصرہ۔ کوفہ۔ مصر۔ ایلیا (بیت المقدس) حمص۔ رملہ۔ خراسان۔ آذربیجان۔ فارس۔ طائف۔ صنعا۔ جند۔ بحرین۔

ہر صوبہ میں عامل یا والی (حاکم) کاتب (میر منشی۔ سکرٹری) کاتب دیوان (فوج کا میر منشی۔ بخشی) صاحب الخراج (کلکٹر) صاحب احداث (افسر پولس) صاحب المال (افسر خزانہ) مقرر کئے۔ انکے علاوہ ایک فوجی افسر (قائد) بھی ہوتا تھا مگر کبھی افسر فوج اور افسر پولیس کی خدمت بھی والی ہی ادا کرتا تھا۔

ہر صوبہ میں کئی کئی ضلعے اور پرگنے تھے جہاں مختلف حکام مقرر ہوا کرتے تھے۔ عامل کو وقت تقرر جو فرمان ملتا تھا اُسمیں اُسکے اختیارات اور فرائض کی تفصیل درج ہوتی تھی عامل رعایا کے مجمع عام میں اُسے پڑھکر سناتا تھا لوگ اُسکے مقررہ اختیارات سے واقف ہوکر اُسے حد اختیار سے باہر نہ نکلنے دیتے تھے۔ حج کے موقع پر عامل دارالخلافت میں بلائے جاتے جبکہ اُنکی رعایا بھی آتی تھی اور اُنکے سامنے رعایا سے اُنکے اعمال دریافت کئے جاتے جو کوئی شکایت ہوتی اُس کا تدارک کیا جاتا۔ مسلمانوں سے زکوٰۃ لیجاتی تھی۔ زمین پر عشر یعنے پیداوار کا دسواں حصہ مقرر تھا ہر مسلمان کو جنگی خدمات کا سرانجام دینا لازمی تھا۔ ذمی لوگ جنکے حقوق مسلمانوں کے برابر تھے جنگی خدمات سے مستثنےٰ رکھے جاتے تھے۔ جزیہ لیا جاتا تھا۔ غیر ممالک کے لوگ جو تجارت کو آتے اُن سے مال تجارت پر عشور یعنے دس فیصدی لیا جاتا تھا۔ مال غنیمت کا پانچواں حصہ دربار خلافت میں جاتا باقی فوج میں تقسیم ہوتا افتادہ زمینیں آبادکاری کی شرط پر آبادکاروں کو دیدیں۔ ممالک محروسہ میں جابجا ترقی زراعت کے لئے نہریں۔ تالاب۔ بند بنوائے گئے۔ رعایا کی آسایش کے لئے سڑکیں۔ پُل۔ شفاخانے۔ مساجد۔ سرائیں۔ فوجی چھاؤنیاں۔ ملکی حکام کے دارالامارت اُنکے دفتر اور خزانے کے مکانات اور قیدخانے بنوائے۔ بصرہ۔ کوفہ۔ موصل فسطاط اور جزیرہ بڑے بڑے شہر آباد کئے۔

مولوی سید امیر علی اپنی تاریخ اسلام میں لکھتے ہیں کہ "حضرت عمرؓ کے عہد حکومت میں جتنے کام رفاہ عام کے ہوئے وہ سب حضرت علیؓ کی صلاح و مشورہ سے عمل میں آئے"۔

ابتدا میں لوگوں کے باہمی تنازعات ملکی حاکم ہی فیصل کردیا کرتے تھے مگر جب ملک میں انتظام بیٹھ گیا تو تمام اضلاع میں قاضی مقرر کردیے اُنکے فرمان تقرری میں ضروری ہدایات بھی درج ہوتی تھیں قاضی کی عدالت میں فریقین بلا مزاحمت آجاسکتے تھے اور خواہ کسی رتبہ و درجہ کے ہوں مساوات کا درجہ رکھتے تھے وعظ و فتوے کے لئے خاص خاص مستند فاضل مقرر کئے گئے۔

فوجداری مقدمات میں ابتدائی تفتیش پولیس کرتی۔ پھر قاضی کی عدالت میں چالان کردیتی۔ پولیس کا یہ بھی

فرض تھا کہ لوگوں کے جان و مال کی نگرانی کرے اور دوکانداروں کو ناپ تول کی کمی سے بعض رکھنے اور سڑک پر مکان بنانے - جانوروں پر زیادہ بوجھ لادنے اور شراب فروخت کرنے پر مجرموں کا مواخذہ کرے ۔

سزائیں شرعی حدود تو مقرر ہی تھیں حضرت عمرؓ نے قید اور جلاوطنی کی سزائیں بھی تجویز کیں ۔

مدینہ - کوفہ - بصرہ - موصل - فسطاط - دمشق - حمص - اردن اور فلسطین کو فوجی مرکز قرار دیا - انہیں جند کہتے تھے - انہیں فوجی بارکیں چار چار ہزار داغدار عمدہ گھوڑوں کے ہر وقت مہیا رہنے کے اصطبل - غلہ اور اجناس رسد کے گودام اور فوج کے دفتر کے مکانات بنوائے - انکے علاوہ بڑے بڑے شہروں - سرحد کے مقاموں اور سمندر کے سواحل میں جنگی ضرورتوں کے لحاظ سے چھاونیاں مقرر کیں جن میں مقررہ تعداد کی فوجیں رہا کرتی تھیں فوج میں عرب - ایرانی - یونانی اور رومی مسلمانوں کے علاوہ یہودی مجوسی وغیرہ بھی ملازم تھے جن کو مسلمانوں کے برابر مشاہرے ملتے تھے - ادنےٰ شرح تنخواہ سو درہم سالانہ اور افسروں کے سات ہزار سے دس ہزار تک مقرر تھے - فوجی خدمات کے لحاظ سے تنخواہ میں ترقی بھی کیجاتی تھی - مال غنیمت جو فی الفور تقسیم کردیا جاتا تھا وہ تنخواہ سے علاوہ تھا ۔

خبریں پہنچانے - جاسوسی کا کام کرنے راستوں کی صفائی - سڑکوں اور پلوں کے بنانے کا انتظام بھی متعلق تھا ہر جگہ معتبر پرچہ نویس بھی مقرر تھے ۔

قرآن کی بہت سی نقلیں کراکر ممالک میں تقسیم کیں اور تعلیم کے لئے جابجا مکاتب و معلم مقرر کئے خاص عرب میں اس تعلیم کو جبریہ قرار دیا - احادیث نبوی کی اشاعت کے لئے انکو بالفاظہا نقل کرکے حکام کے پاس بھیجتے تھے جس سے لوگوں میں عام اشاعت ہوجاتی - مختلف ممالک میں ایسے اصحاب کو بھیجا جو فن حدیث کے ارکان تھے

حضرت عمرؓ کے انتقال کے وقت مختلف صوبوں کے عمال یہ تھے - (۱) مکہ میں نافع بن عبدالحرث خزاعی (۲) طائف میں سفیان بن عبداللہ ثقفی (۳) صنعاء میں یعلی بن منیہ (۴) جند میں عبداللہ بن ابی ربیعہ (۵) کوفہ میں مغیرہ بن شعبہ (۶) بصرہ میں ابوموسیٰ اشعری (۷) مصر میں عمرو عاص (۸) حمص میں عمیر بن سعد (۹) دمشق میں معاویہ (۱۰) بحرین اور اسکے مضافات میں عثمان بن ابوالعاص ۔

(۹۴) وفیات در عہد عمرؓ عتبہ بن غزوان - علاء حضرمی - قیس بن سکن - ابو قحافہ - سعد بن عبادہ سہیل بن عمرو - ابن ام مکتوم - عیاش بن ابی ربیعہ - عبدالرحمن بن العوام - قیس بن ابی صعصعہ - نوفل بن حارث بن عبدالمطلب - ابوسفیان بن حارث بن عبدالمطلب - ماریہ قبطیہ - ابوعبیدہ بن الجراح - معاذ بن جبل - یزید بن ابوسفیان - شرحبیل بن حسنہ - فضل بن عباس - ابوجندل بن سہیل - ابومالک اشعری - صفوان بن معطل ابی بن کعب - بلال مؤذن - اسید بن حضیر - براء بن مالک - زینب بنت جحش - عیاض بن غنم - ابوالہیثم بن التیہان - خالد بن ولید - جارود - نعمان بن مقرن - قتادہ بن نعمان - اقرع بن حابس - سودہ بنت زمعہ عویم بن ساعدہ - غیلان ثقفی - ابومحجن ثقفی یہ سب صحابی تھے ۔

فصل ہفتم حضرت عمرؓ کی وفات وغیرہ

(۹۵) حضرت عمرؓ کا زخمی ہونا ابن اثیر نے لکھا ہے کہ ایک دن عمر خطاب بازار میں چلے جاتے تھے کہ مغیرہ بن شعبہ کا غلام ابولولو جو نصرانی[1] تھا آپ کو ملا اور اپنے آقا کی شکایت کی کہ وہ مجھ سے دو درہم (سات آنے) روز لیتا ہے - آپ نے پوچھا تو کیا پیشہ کرتا ہے - کہا میں نجاری - نقاشی اور آہنگری تینوں کام جانتا ہوں - فرمایا ان

[1] صحیح یہ ہے کہ یہ ابولولو جسکا نام فیروز تھا عجمی نصرانی یا مجوسی تھا اور شیعہ اسے بابا شجاع الدین (دیکھو صفحہ ۱۰۸)

صنعتوں کے مقابلہ میں وہ تجھ سے زیادہ نہیں لیتا۔ میں نے سنا ہے تو کہتا ہے اگر چاہوں تو ہوا چکی بھی بنا سکتا ہے عرض کیا حضور البتہ بنا سکتا ہوں۔ فرمایا تو ہمیں ایک بنا دے۔ عرض کیا بسر و چشم۔ ایسی چکی بناؤں کہ مشرق و مغرب میں اُسکا چرچا ہو جائے۔ پس غلام نے اپنا راستہ لیا اور امیر المومنین اپنے گھر چلے آئے۔ دوسرے دن صبح کو کعب الاحبار آئے اور کہا اے امیر المومنین آپ کو جو وصیت کرنی ہے کر لیجیے۔ کیونکہ آپ تین دن میں انتقال کر جائینگے فرمایا تمنے کیونکر جانا۔ کہا میں نے توریت میں ایسا ہی پایا ہے۔ فرمایا کیا عمر خطاب کا نام توریت میں پایا ہے۔ کہا نہیں۔ لیکن آپ کا حلیہ و صفت پاتا ہوں قطعی آپ کا وقت پورا ہو گیا۔ راوی کہتا ہے اسوقت عمر بالکل تندرست تھے۔ دوسرے دن کعب پھر آئے اور کہا حضور اب صرف دو دن رہ گئے ہیں تیسرے دن آئے اور کہا دو دن گذر گئے صرف ایک دن باقی رہ گیا ہے۔ چوتھے دن عمر صبح کی نماز پڑھانے مسجد میں آئے اور صفیں درست کر کے تکبیر کہی تھی کہ ابو لولو دو دھارا خنجر لئے ہوئے آیا کہ دستہ اُسکے وسط میں تھا۔ اُسی خنجر سے اُس نے چھ ضربیں حضرت عمر کے ماریں۔ ناف کے نیچے ایک ایسی ضرب آئی جس نے حضرت کا کام تمام کر دیا۔ ابو لولو نے اور بھی چھ آدمیوں کو قتل کیا اور چھ سات کو زخمی۔ عمرؓ زخم کھا کر گر پڑے اور عبد الرحمن بن عوف سے کہا نماز پڑھاؤ اسکے بعد حضرت عمر کو اُٹھا کر گھر میں لائے۔ آپ نے عبد الرحمن بن عوف۔ علی۔ عثمان۔ زبیر اور سعد کو بلایا طلحہ مدینہ میں موجود نہ تھے فرمایا میں امر خلافت کو تم ۶ آدمیوں کے درمیان چھوڑتا ہوں جن سے رسول اللہ آخر دم تک راضی تھے۔ تم لوگ ۳ دن تک طلحہ کا انتظار کرنا اگر طلحہ آجائیں فبہا ورنہ تم ہی فیصلہ کر لینا۔ اے علی میں تمکو قسم دیتا ہوں کہ اگر تم خلیفہ بنائے جاؤ تو بنی ہاشم کو لوگوں کی گردنوں پر سوار نکرنا اور اے عثمان تمکو بھی قسم دیتا ہوں کہ اگر تم خلیفہ ہو تو بنی ابی معیط کو لوگوں کی گردنوں پر سوار نکرنا اور اے سعد تمکو قسم ہے اگر تم خلیفہ ہو تو اپنے قرابتداروں کو لوگوں پر غلبہ نہ دینا۔ جاؤ اُٹھو مشورہ کرو اور خلافت کا فیصلہ کرو۔ اور جبتک فیصلہ ہو صہیب نماز پڑھاتے رہیں۔ اور ابو طلحہ انصاری کو بلا کر کہا کہ جس گھر میں یہ لوگ مشورہ کریں اُسکے دروازہ پر کھڑے رہنا اور کسی اور کو اندر نہ جانے دینا۔ پھر عبد اللہ بن عمر کی طرف مخاطب ہو کر فرمایا کہ حضرت عائشہ سے مجھے رسول اللہ صلعم اور حضرت ابو بکر کے پاس دفن کرنے کی اجازت لو حضرت عائشہ نے بسر و چشم منظور کیا۔

(۹۶) آخری وقت۔ وفات وقت وفات نزدیک پہنچا تو علی عیادت کو آئے اور سرہانے بیٹھ گئے۔ ابن عباس بھی آئے اور عمر فاروق کی تعریفیں کرنے لگے پس عمر فاروق نے کہا ای ابن عباس تم میری ایسے لفظوں سے تعریف کرتے ہو۔ علی نے اشارہ سے کہا کہدو ہاں۔ پس ابن عباس نے کہا ہاں۔ عمر فاروق نے کہا تم اور تمہارے اصحاب کیوں مجھکو مغرور کرتے ہو۔ اے عبد اللہ میرا سر تکیہ پر سے اُٹھا کر زمین پر رکھدو شاید خدا تعالی میری طرف رحم کی نظر کرے۔ قسم خدا کی اگر تمام دنیا بھی میرے قبضہ میں ہوتی تو اس ہول کے معاوضہ میں دیدیتا جو مجھے

(بقیہ نوٹ صفحہ ۱۰۷) کہتے ہیں اور مسلمان جانتے ہیں۔ حضرت عمر اور کئی دیگر اصحاب کو مجروح کر کے بھاگا۔ بروایت اہلسنت پکڑا گیا تو اپنا گلا کاٹ کر مر گیا اور بروایت شیعہ بھاگ کر کاشان جا پہنچا اور وہاں کچھ عرصہ کے بعد مر گیا۔ سیوطی نے تاریخ الخلفا میں لکھا ہے کہ حضرت عمر کسی جوان لڑکے کو مدینہ میں نہ آنے دیتے تھے مغیرہ بن شعبہ حاکم کوفہ نے فاروق کو لکھا کہ میرا غلام ابو لولو بڑا کاریگر ہے اُسے اجازت دیدیجئے لوگوں کو اُس سے بہت فائدہ پہنچیگا۔ مغیرہ کی سفارش سے مدینہ میں آیا اور آتے ہی فاروق سے مغیرہ کی شکایت کی کہ میرا ٹیکس میرے آقا نے سو درہم ماہوار لگا رکھا ہے آپ کم کرا دیجیے۔ دوسری روایت سیوطی نے یہ لکھی ہے کہ مغیرہ ۴ درہم روز لیتا تھا صاحب تاریخ الخلفا نے ابو لولو کو مجوسی لکھا ہے +

اسوقت ہی (ابن اثیر و سیوطی و ابن قتیبہ) ابن خلدون وغیرہ نے لکھا ہے کہ وفات سے پہلے آپ سے پوچھا گیا کہ آپ کو کچھ پینے گا فرمایا مجھے نبیذ[1] سب سے زیادہ محبوب ہے چنانچہ حضرت نے نبیذ نوش فرمائی مگر وہ جونہی تون زخموں میں سے نکل گئی - دودھ پلایا گیا وہ بھی نکل گیا ۰

طبری - ابن قتیبہ - ابن اثیر اور صاحب روضۃ الاحباب وغیرہ نے لکھا ہے کہ حضرت عمر فرماتے تھے کہ ہمکو بڑا فکر ہے کسکو خلیفہ بنائیں اور پھر ابو عبیدہ بن جراح - معاذ بن جبل - خالد بن ولید - سالم غلام ابو حذیفہ کا نام لیکر کہا کہ انمیں سے کوئی زندہ ہوتا تو خلیفہ بنا جاتا - مگر ان چھ شخصوں میں سے (جنکے نام اوپر لکھے گئے) مشورہ کرکے کسی ایک کو خلیفہ بنا لینا (زیادہ تشریح خلیفہ بنانے کی بابت حضرت عثمان کے حال میں فصل اول میں دیکھو)۔

ابن اثیر نے لکھا ہے کہ حالت احتضار میں آپ کا سر آپ کے بیٹے عبداللہ کی گود میں تھا تو آپ نے یہ شعر پڑھا :-
ظلوم لنفسی غیر انی مسلم - اصلی الصلوٰۃ کلہا و اصوم (میں اپنے نفس پر ظلم کرنیوالا ہوں - مگر یہ بات ہے کہ مسلمان ہوں نماز پڑھتا اور روزہ رکھتا ہوں) اسی حالت میں شب چہارشنبہ ۲۷ ذوالحجہ ۲۳ھ کو انتقال کرگئے - بعض کہتے ہیں کہ چار دن ذوالحجہ کے باقی تھے چہارشنبہ کے دن زخم کھایا تھا اور ہلال محرم کو پیر کے دن ۲۴ھ میں دفن ہوئے - آپ نے دس سال ۶ مہینے اور چار دن یا آٹھ دن خلافت کی - اور تین دن محرم کے گزر چکے تھے کہ حضرت عثمان کی بیعت ہوئی - عمر فاروق کے جنازہ کی نماز صہیب نے پڑھی - حجرۂ حضرت عائشہ میں آنحضرت صلعم اور حضرت ابو بکر کے پہلو میں دفن ہوئے - وفات کے وقت آپ کی عمر ۶۳ برس کی تھی - ۵۳۹ احادیث آپ سے مروی ہیں

(۹۷) حضرت عمر کا حلیہ گندمی رنگ - رخساروں پر گوشت کم - ڈاڑھی گھن کی - مونچھیں بڑی بڑی - سامنے سے سر کے بال اُڑے ہوئے - آنکھیں نہایت سرخ - الیسر یعنے دائیں ہاتھ کا کام بائیں ہاتھ سے کرنے والے (کہتے تھے) - آپ کا قد اسقدر لمبا تھا کہ ہزاروں کی مجمع میں نکلا رہتا تھا - اور معلوم ہوتا تھا کہ گویا سوار جا رہے ہیں - صاحب روضۃ الاحباب لکھتے ہیں کہ آپ مرد ضخیم جسیم طویل القامت تھے - پیادہ جاتے تو دور سے لوگ جانتے کہ سوار ہیں - اور ایک روایت یہ ہے کہ مرد کے قد سے ایک ہاتھ اونچے تھے - جس کسی کے پاس بیٹھتے اونچے ہی نظر آتے (روضۃ الاحباب - ایرونگ) ۰

(۹۸) حضرت عمر کے عادات و خصائل وغیرہ مزاج کے قدرتاً تیز و تند اور زود رنج تھے موقع ملتا تو زندہ دلی کے اشغال سے بھی دل بہلاتے - اہل خاندان سے بھی زیادہ محبت نہ رکھتے تھے لکھنا پڑھنا جانتے تھے - مدینہ میں آکر عبرانی زبان بھی سیکھ لی تھی[2] - آپ کو بہت سے شعر بھی یاد تھے کبھی خود شعر کہہ لیتے تھے ۰

---

[1] نبیذ - بوزہ - شراب - کمیز یعنی غلہ - کھجور - منقی وغیرہ کو جو پانی میں بھگو کر اور سڑا کر اُس سے عرق نچوڑیں (لغات قطبیہ ترجمہ منتہی الارب) مجمع البحار میں ہے کہ انگور نچوڑ کر جو شراب بنائی جاتی ہے اُسے بھی نبیذ کہتے ہیں [2] استیعاب - امامۃ والسیاسۃ [3] ازالۃ الخفاء میں حضرت ابو بکر کے حال میں لکھا ہے کہ وقت وفات تنہائی میں اپنی زبان ایٹھتا رہے تھے کہ حضرت عمر پہنچے منع کیا کہ ہائیں یہ کیا - حضرت ابو بکر نے فرمایا کہ اسی نے سب مہلکوں میں ڈالا ہے [4] آپ توریت کی طرف زیادہ راغب تھے - کبھی رسول اللہ صلعم کو بھی لاکر سناتے تھے جیسا کہ ازالۃ الخفاء کی اس روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ "عمر فاروق آنحضرت صلعم کی خدمت میں توریت کا نسخہ لیکر آئے اور عرض کیا یا رسول اللہ یہ توریت کا نسخہ ہے آنحضرت صلعم سنکر خاموش رہے مگر حضرت عمر فاروق نے اُسے پڑھنا ہی شروع کر دیا اور آنحضرت کا چہرہ مبارک متغیر ہو رہا تھا - بعد ازاں آنحضرت نے فرمایا قسم ہے اُس ذات کی جسکے قبضہ قدرت میں میری جان ہے - اگر موسیٰ پیغمبر ظاہر ہو جائیں تو تم اُنکی پیروی کرنے لگوگے اور گمراہ ہو جاؤگے (دیکھو صفحہ ۱۱)

فصل ہشتم ازواج واولاد

(۶۹۵) ازواج واولاد — اسلام لانے سے پہلے تین نکاح کئے (۱) زینب بنت مظعون جنسے عبداللہ ـ عبدالرحمن اکبر اور حفصہ پیدا ہوئے (۲) ملیکہ بنت جرول الخزاعی (جنکی کنیت ام کلثوم تھی) جنسے عبیداللہ اور زید پیدا ہوئے (۳) قریبہ بنت ابی امیہ مخزومی ـ قریبہ اور ملیکہ دونو اسلام نہیں لائی تھیں اسلئے ۶ھ میں انکو طلاق دیدی ـ قریبہ ام سلمہ زوجہ رسول کی بہن تھیں بعد میں ان سے عبدالرحمن بن ابی بکر نے نکاح کرلیا ـ اسلام لانے کے بعد یہ نکاح کئے (۱) ام حکیم بنت حرث بن ہشام مخزومی جنسے فاطمہ پیدا ہوئیں (۲) جمیلہ بنت عاصم بن ثابت انصاری جنسے ۷ھ میں نکاح کیا اور جن سے عاصم پیدا ہوئے (۳) عاتکہ بنت زید بن عمرو بن نفیل جو پہلے عبداللہ بن ابوبکر کے نکاح میں تھی ـ عبداللہ کی وفات کے بعد حضرت عمر کے نکاح میں آئی اور عیاض ان سے پیدا ہوئے اور حضرت عمر کی وفات کے بعد زبیر بن العوام کے نکاح میں آئیں ـ دو کنیزیں بھی تھیں ایک فکیہہ جس سے زینب اور عبدالرحمن اصغر جنکا نام مجیر بھی ہے پیدا ہوئے دوسری لہیّہ جس سے عبدالرحمن اوسط پیدا ہوئے جنکی کنیت ابوشحمہ تھی اور جن کو حضرت عمر نے شراب پینے کی حد لگائی تھی (۱) ۔

مورخین نے ام کلثوم بنت علی سے بھی حضرت عمر کا نکاح ہونا اور اُن سے دو بچوں زید اور رقیہ کا پیدا ہونا لکھا ہے اور اس خبر کا غلط ہونا ہم پہلے ثابت کرچکے ہیں ـ تین بیٹوں ـ عبداللہ ـ عبیداللہ اور عاصم سے آپ کی اولاد کا سلسلہ چلا ـ عبداللہ اپنے باپ کے ساتھ بچپن میں مسلمان ہوئے فقہ و حدیث میں انکا پایہ بہت بلند سمجھا جاتا ہے ان سے بہت سے مسائل اور ۲۶۳۰ حدیثیں مروی ہیں ـ علی اور معاویہ کے باہمی تنازع کے وقت فریقین سے جدا اور علی کی بیعت سے دستکش رہے ـ مگر بعد میں یزید بن معاویہ کی بیعت کرلی اور لوگوں کو یزید کی بیعت پر ترغیب دی ـ ۷۴ھ کے شروع میں حجاج بن یوسف کے اشارہ سے مسموم ہوئے ـ انکی اولاد میں سے سالم مدینہ کے بڑے فقہا میں شمار ہوتے ہیں ـ عبیداللہ ۳۷ھ میں جنگ صفین میں معاویہ کیطرف سے لڑکر مارے گئے ۔

عاصم عالم و فاضل جسیم و قدآور تھے ـ شعر اچھا کہتے تھے ـ عمر بن عبدالعزیز خلیفہ مروانی انہیں کے نواسے تھے ۷۰ھ میں وفات پائی ـ اہل سنت کے نزدیک حدیث کے دو ہی سلسلے مستند ہیں ـ ایک تو وہ جسکی روایت امام مالک نافع

(بقیہ نوٹ صفحہ ۱۱) حالانکہ اگر موسیٰ ہوتے اور میری نبوت کو پاتے تو وہ بھی میرا اتباع کرتے" (ترجمہ ازالۃ الخفاء حصہ اول ص ۲۳۲) اور نقشبندی (ص ۵۵) کی روایت سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ایسا کئی مرتبہ ہوا جن میں سے ایک موقع پر حضرت ابوبکر نے حضرت عمر سے فرمایا ثکلتک الثواکل اے عمر رونے والیاں تجھے روئیں ایسا نکیا کر ۔ (۱) جنگ طائف میں تیر سے زخمی ہوئے تھے وہ زخم اچھا ہوگیا تھا مگر ۱۳ھ میں انکی والد بزرگوار کی حیات ہی میں وہ زخم پھٹ گیا اور اسی سے وفات پائی ـ (۲) عمر فاروق نے ام کلثوم بنت عقبہ بن ابی معیط سے بھی بعد صلح حدیبیہ نکاح کیا تھا جیسا کہ فخر رازی نے تفسیر کبیر جلد ۸ ص ۱۳۵ تفسیر آیہ بعصم الکوافر میں لکھا ہے اور نیز ام کلثوم بنت ابوبکر کے بارہ میں بھی جو حضرت ابوبکر کی وفات کے بعد پیدا ہوئی تھیں ـ حضرت عائشہ کے پاس نکاح کا پیغام بھیجا تھا ـ ام کلثوم نے کہا مجھے منظور نہیں کیونکہ عمر درشت خو اور عورتوں پر سخت گیر ہیں ـ پس عائشہ نے عمرو عاص کو بلایا اور کہا اب کیا کریں عمرو عاص نے کہا میں اس معاملہ کو رفع دفع کئے دیتا ہوں ـ پس عمرو عاص نے عمر فاروق سے آکر کہا خدا کا خوف کیجیے وہ صغیر السن ہے وہ نازپروردہ اور آپ سخت مزاج درشت خو اور ہم آپ کو آپکے اخلاق سے روک نہیں سکتے ـ اگر اُس نے کسی بات میں آپ کی مخالفت کی اور آپ نے اُس پر سختی کی تو کیونکر بنیگی ـ عمر فاروق نے کہا اب تو میں عائشہ کو پیغام دے چکا کہا اُن سے میں سمجھ لونگا اور تمکو اُس سے اچھی لڑکی بتاتا ہوں یعنی ام کلثوم بنت علی بن ابی طالب سے نکاح کر لیجیے ـ یہ روایت طبری و ابن اثیر کی ہے ـ صاحب استیعاب نے لکھا ہے کہ (دیکھو صفحہ ۱۱)

اورعبداللہ بن عمر سے ہو۔ دوسری وہ جسکی روایت زہری۔ سالم اور عبداللہ بن عمر سے ہو۔ عبداللہ ان دونوں سلسلوں میں موجود ہیں پہلے میں نافع آپکے غلام دوسرے میں سالم بن عبداللہ آپکے پوتے ہیں یعنے امام مالک اور زہری کے سوا باقی سب آپ ہی کے گھرانے میں سے ہیں (سیرۃ عمر مطبوعہ لاہور)

عبدالرحمن ابوشحمہ پر حد جاری ہونے کی کیفیت مولوی شاہ ولی اللہ صاحب نے ازالۃ الخفا میں جس طرح لکھی ہے اُسکا خلاصہ یہ ہے۔ کہ ایک رات کو ابوشحمہ نے مصر میں شراب پی دوسرے دن عمرو عاص سے آکر کہا مینے شراب پی ہے مجھے حد مارو۔ عمرو عاص نے زجر و توبیخ کرکے چھوڑنا چاہا ابوشحمہ نے کہا اگر مجھے حد نہ مارو گے تو میں اپنے والد سے شکایت کرونگا۔ پس عمرو عاص نے مکان کے ایک گوشہ میں لیجاکر حد ماری۔ عمر فاروق کو معلوم ہوا تو عمرو عاص کو لکھا کہ تونے میری رعایت سے مخفی طور پر حد کیوں ماری علانیہ سب کے سامنے مارنی چاہئے تھی۔ اب ابوشحمہ کو باندھکر میرے پاس روانہ کردے۔ جب وہ آئے تو عمر فاروق نے دوبارہ حد ماری[1] اور اُسی سے اُنہوں نے انتقال کیا یہ روایت عمرو عاص کی ہے۔ اور صاحب استیعاب نے بھی اسکو نقل کیا ہے۔ دوسری روایت ابن عباس کی ہے جو صاحب تاریخ الخمیس اور صاحب ازالۃ الخفاء نے ریاض النضرۃ وغیرہ سے اسطرح نقل کی ہے کہ ایک دن عمر فاروق بہت سے آدمیوں کے ساتھ مسجد نبوی میں بیٹھے تھے کہ ایک جوان لڑکی نے ایک بچہ کو لاکر حضرت عمر کی گود میں ڈالدیا اور کہا یہ آپ کا بچہ میرے شکم سے ہے فرمایا میں تو تجھے پہچانتا بھی نہیں لڑکی رونے لگی اور عرض کی یہ آپکے لڑکے (ابوشحمہ) کا لڑکا ہے۔ فرمایا حلال سے یا حرام سے۔ عرض کی میری جانب سے حلال سے اور اُسکی جانب سے حرام سے۔ اے امیرالمومنین میں ایک روز بنی النجار کے باغ کے پاس سے گذر رہی تھی کہ آپ کا لڑکا ابوشحمہ یہود کی قربان گاہ میں سے شراب پیکر میرے پاس آیا مجھے ورغلانا اور باغ کی طرف کھینچکر لیگیا اور مجھ سے مطلب برآری کی۔ مینے اس امر کو پوشیدہ رکھا تھے کہ زمان ولادت محسوس ہوا اور فلاں مقام پر جاکر مینے اس بچہ کو جنا آپ میرے اور اسکے درمیان فیصلہ کیجئے۔ جو حکم الٰہی ہو۔ پس حضرت عمر گھر آئے اور ابوشحمہ سے اقرار جرم کراکے گریبان پکڑکر مسجد میں لائے اور فرمایا اے گروہ مسلمین اسے حد مارو ابوشحمہ نے کہا اے معاشر المسلمین جس نے زمانۂ جاہلیت یا اسلام میں مجھ جیسا فعل کیا ہو وہ مجھے حد نہ مارے۔ بعدازاں حضرت علی کرم اللہ وجہہ کھڑے ہوئے اور حضرت امام حسن سے کہا اسکا داہنا بازو پکڑ لو اور حضرت امام حسین سے بایاں بازو پکڑوایا حضرت علی نے سولہ دُرّے مارے تھے کہ ابوشحمہ بیہوش ہوکر گر پڑا۔ بعدازاں حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا کہ جب تم اللہ تعالیٰ سے ملو تو کہنا مجھے اُس شخص نے حد ماری ہے جسکے ذمہ کوئی حد نہیں۔ بعدازاں حضرت عمر فاروق کھڑے ہوئے اور سو دُرّے پورے کئے اور ابوشحمہ نے انتقال کیا ✦ یہ واقعہ سنہ ۲۰ھ کے قریب کا معلوم ہوتا ہے۔ جبکہ مسلمان مصر فتح کرچکے اور عمرو عاص مصر میں گورنری کر رہے تھے[2] ✦

(بقیہ نوٹ صفحہ ۱۱۰) جب ام کلثوم بنت ابی بکر کے نکاح کا پیغام عمر فاروق نے عائشہ کے پاس بھیجا اور عائشہ راضی ہوگئیں تو ام کلثوم نے کہا وہ تند خو ہے اگر میرا اُس سے نکاح کروگی تو قبر رسول پر جاکر شکایت کرونگی ✦ اسیطرح عمر فاروق نے ام ابان بنت عتبہ بن ربیعہ کو نکاح کا پیغام دیا تھا اُس نے بھی کراہیت کی اور کہا کہ عمر ایسا شخص ہے کہ اپنا دروازہ بند کرلیتا ہے خیر کو آنے نہیں دیتا مُنہ بنائے ہوئے گھر میں گھستا ہے اور مُنہ بنا ہوئے نکلتا ہے [1] اپنے غلام افلح کو حکم دیا کہ اسے حد (سو کوڑے) مارو جب ستر کوڑے لگ چکے تو ابوشحمہ نے کہا کہ بابا جان ایک گھونٹ پانی پلوا دیجئے فرمایا کہ اے بیٹا خدا تمکو پاک کردیگا تو رسول اللہ حوض کوثر سے پلائینگے۔ یہانتک کہ افلح نے سو دُرّے پورے کئے آخری دُرّے پر ابوشحمہ نے انتقال کیا۔ روایت ہے کہ اسوقت ابوشحمہ بیمار

[2] (ازالۃ الخفا) ... [illegible]

باب چہارم۔ حضرت عثمانؓ بن عفّانؓ ۲۴ تا ۳۵ھ

تمہید

(۱) ابتدائی حالات (نسب) عثمان بن عفان بن ابوالعاص بن امیہ بن عبدشمس بن عبد مناف بن قصیٰ
والدہ کا نام اروی بنت کریز بن ربیعہ بن حبیب بن عبدشمس بن عبد مناف بن قصیٰ + اروی کی والدہ
بیضاء ام حکیم بنت عبدالمطلب ابوطالب کی شقیقہ تہیں - اروی اور انکی والدہ مسلمان ہوگئی تہیں +
(ولادت) ۶ عام الفیل مقام طائف میں - وفات ۱۸ ذیحجہ ۳۵ھ عمر ۸۲ سال +
(کنیت) ابوعمرو قبل از اسلام اور بعد از اسلام جب رقیہ بنت رسول اللہ سے عبداللہ پیدا ہوئے تو کنیت
ابوعبداللہ ہوگئی +
(لقب) چونکہ رسول اللہ صلعم کی دو بیٹیاں رقیہ اور پہر ام کلثوم انکے عقد میں آئیں اس سبب سے ذوالنورین لقب ہوا
(قبول اسلام) جب ابوبکر مسلمان ہوچکے تو عثمان ابوبکر کے ہاتھ پر مسلمان ہوئے اور بقولے ابوبکر کے ساتھ
آکر رسول اللہ صلعم کے ہاتھ پر مسلمان ہوئے یہ واقعہ اس سے پیشتر کا ہے کہ رسول صلعم دار ارقم میں داخل
ہوئے اسوقت حضرت عثمان کی عمر ۳۹ سال کی تھی +
(ذریعہ معاش وغیرہ) حضرت بزازی[1] کا کام کرتے تھے +
(فضیلت) آپ بہی عشرہ مبشرہ سے ہیں - اسلام لانیکے بعد رسول صلعم کے ساتھ غزوات میں گئے - مگر
غزوہ بدر اور مجلس بیعت الرضوان میں شریک نہ ہوسکے - جنگ بدر کے موقع پر اکثر نے لکہا ہے کہ انکی
زوجہ رقیہ بنت رسول اللہ بیمار تہیں اور بعض نے لکہا ہے کہ خود چیچک میں مبتلا تھے - اور بیعت الرضوان
کے موقع پر رسول صلعم نے کسی کام کو بہیجا ہوا تھا +
(فتوحات) انکے زمانہ میں افریقیہ (تونس و قیروان) والجزائر[2] و قسطنطنیہ و مراکش و قبرس و گازرون و
قلعہ سفید و سیرجان و مازندران اور بہت سے علاقے خراسان کے (نیشاپور - طوس - بادغیس - ہرات
بلخ وغیرہ) اور ہمدان - آذربیجان - ارمینیہ اور مصیصہ وغیرہ فتح ہوئے +

---

[1] یہ بات خصوصاً کتب ذیل کا ملخص ہے - کامل ابن اثیر - ابوالفدا - ابن خلدون - طبری - مسعودی - تاریخ الخمیس - امامت والسیاست
ابن قتیبہ - روضۃ الاحباب - روضۃ الصفا - حبیب السیر - اعثم کوفی - عقد الفرید ابن عبد ربہ - فتوحات سید احمد دحلان و
تاریخ الخلفاء سیوطی ۲ تاریخ الخمیس ۳ حیوۃ الحیوان جلد اول صفحہ ۱۶۹ میں لکہا ہے کہ توحیدی نے کتاب بصائر القدماء
و سرائر الحکماء سے نقل کیا ہے کہ (۱) ابوبکر - عثمان - طلحہ - عبدالرحمن بن عوف بزاز تھے (۲) عمر دلال (۳) سعد بن ابی وقاص تیرگر
(۴) ولید بن مغیرہ اور ابوالعاص برادر ابوجہل لوہار (۵) عقبہ بن ابی معیط کلال (۶) ابوسفیان بن حرب تیلی (۷) عبداللہ بن جدعان
نخاس (لونڈیاں بیچتا تھا) (۸) نضر بن حارث عود بجانے والا (۹) حکم بن ابوالعاص - حریث بن عمرو - ضحاک بن قیس فہری
ابن سیرین جانوروں کو خصی کرتے تھے (۱۰) عاص بن وائل سہمی - بیطار گھوڑوں کا علاج کرتا تھا (۱۱) عمرو بن عاص قصاب - جانوروں
کی کھال اتارتا تہا (۱۲) عثمان بن طلحہ - قیس بن مخرمہ - زبیر بن العوام خیاط - مگر ابن جوزی نے زبیر کو کھال اتارنیوالا لکہا ہے
(۱۳) مالک بن دینار وراق (۱۴) مہلب بن ابی صفرہ مالی (۱۵) قتیبہ بن مسلم فاتح عجم ساربان (۱۶) ابوحنیفہ صاحب الرائے
والقیاس [illegible] یعنے جانوروں کی کھال اتارتے تہے (۱۷) سفیان بن عیینہ - ضحاک بن مزاحم - عطاء بن ابی رباح - کمیت
شاعر - [illegible] ابو یوسف - عبدالحمید بن یحیٰی صاحب رسائل - ابوعبید اللہ قاسم بن سلام اور کسائی معلم تھے (حیوۃ الحیوان)

[2] الجزائر کا شہر ہے جسے انگریزی نقشوں میں الجیریا لکہا ہو +

جمع قرآن قرآن کو اس صورت میں جمع کیا جس صورت میں اب موجود ہے۔ اسکے باعث سے آپ کو جامع القرآن کہتے ہیں

امور مختلفہ اول بانگ نماز کہ جمعہ کے دن اہل سنت اول وقت میں دیتے ہیں حضرت عثمان کے مخترعات سے ہے ذوالنورین نے اپنے ایام خلافت میں اپنے رشتہ داروں کو جو فسق اور ظلم کے سبب سے مطعون تھے جابجا صوبجات کا گورنر بنایا اور انکے ظلم و تعدی کے سبب سے لوگ حضرت عثمان سے منحرف ہوگئے اور بہت ہنگامہ کرکے آپ کو چالیس دن گھر میں محصور رکھنے کے بعد ۱۸ ذی الحجہ ۳۵ھ میں شہید کر دیا (ایام خلافت) ۱۱ سال ۱۱ ماہ ۱۸ دن۔

فصل اول - حضرت عثمان کس طرح خلیفہ ہوئے

(۲) **خلافت شوریٰ پر چھوڑی گئی** جب جناب عمر زخم کھائے ہوئے گھر میں پڑے تھے اور کوئی امید زندگی کی باقی نہ رہی تو لوگوں نے درخواست کی کہ یا امیرالمومنین ہمارے لئے کوئی خلیفہ تو مقرر کرتے جایئے۔ حضرت نے جواب دیا کہ اگر میں خلیفہ مقرر نہیں کرتا تو اس شخص کی پیروی ہے جو مجھ سے بہتر تھا یعنے رسول اللہ صلعم۔ اور اگر خلیفہ مقرر کرتا ہوں تو بھی اسکی پیروی ہے جو مجھ سے افضل تھا یعنے ابوبکر۔ پس جب جناب عمرؓ کا وقت وفات قریب آیا اپنے بیٹے سے فرمایا کہ ام المومنین عائشہؓ کے پاس جاؤ ان سے میرا سلام کہو اور میری طرف سے درخواست کرو کہ اپنے گھر میں جناب رسالتمآب اور حضرت ابوبکر کی قبروں کے پاس میری قبر کی بھی اجازت دیدیجئے۔ جناب عائشہ نے کہا بسر و چشم اور یہ بھی کہلا بھیجا کہ اے عمر امت محمد کو بغیر گلہ بان کے نہ چھوڑو ان پر کسیکو خلیفہ کرتے جاؤ۔ کیونکہ مجھے ان پر فتنہ کا اندیشہ ہے یہ پیغام سنکر جناب عمرؓ نے کہا کہ مجھے کس کے خلیفہ بنانے کا حکم دیتے ہو۔ اگر ابو عبیدہ بن جراح زندہ ہوتے انکو خلیفہ و والی بنا دیتا۔ پس جب خدا مجھ سے سوال کرتا تو میں کہدیتا کہ اے میرے رب میں نے تیرے رسول کو یہ کہتے سنا تھا کہ ابو عبیدہ اس امت کا امین ہے۔ اگر معاذ بن جبل زندہ ہوتے انکو خلیفہ بنا دیتا اگر خدا پوچھتا تو کہہ دیتا کہ میں نے تیری نبی کو یہ کہتے سنا تھا کہ معاذ بن جبل قیامت کے دن عالموں کا سردار ہوگا۔ اگر خالد بن ولید زندہ ہوتے انکو خلیفہ بنا جاتا پس جب میرا خدا سوال کرتا تو میں کہدیتا کہ میں نے تیرے پیغمبر کو یہ کہتے سنا تھا کہ خالد بن ولید اللہ کی تلواروں میں سے ایک تلوار ہے جسکو اللہ نے مشرکین پر کھینچا ہے اور اگر سالم غلام ابو حذیفہ جیتے ہوتے تو انکو خلیفہ بنا جاتا اور اگر خدا سوال کرتا کہ کسکو امت محمدی کا خلیفہ بنایا تو میں کہدیتا کہ میں نے جناب رسالتمآب صلعم کو یہ فرماتے سنا تھا کہ سالم خدا تعالیٰ سے محبت شدید رکھتا ہے۔

پس ایک شخص حاضرین میں سے بولا کہ پھر عبداللہ بن عمر کو خلیفہ بنا دیجئے۔ جناب خلافتمآب نے فرمایا خدا تجھے قتل کرے واللہ میں اس امر کا ارادہ نہیں رکھتا تیرا برا ہو کیونکر ایسے شخص کو خلیفہ بنا دوں جو اپنی بیوی کو طلاق تک دینی نہ جانتا ہو۔ پھر ہمیں ایسے شخص سے تمہارے امور میں کیا امید ہو سکتی ہے اب میں اپنی اہلبیت

---

۱ حبیب السیر۔ روضۃ الاحباب۔ تاریخ الخمیس وغیرہ ۲ مولوی سید امیر علی اپنی تاریخ اسلام میں لکھتے ہیں کہ مکہ کے لوگ قمار بازی، شرابخوری۔ اور عیاشی میں ڈوبے ہوئے تھے۔ اہل مدینہ اپنے لیڈروں کی مثال دیکھکر جفاکش متعدد اور پاک و صاف تھے۔ مکہ کی فتح کے بعد اس شہر کے لوگ اسلامی پابندی پر مجبور ہوئے اور یہ حالت پہلے دو خلیفوں تک رہی۔ حضرت عثمان کے تخت خلافت پر جلوہ افروز ہوتے ہی نوجوانوں نے اور خاصکر بنی امیہ کے نونہالوں نے وہی عیاشانہ زندگی اختیار کرلی۔ انکے (حضرت عثمان کے) اپنے بھتیجے نے ایک قمار خانہ جاری کیا اور عورتوں کا عاشقی معشوقی کرنا فیشن ہوگیا۔

۳ طبری جلد ۵ تاریخ صفحہ چہل و چہار۔ ۴ امامت و السیاسۃ ابن قتیبہ طبری جلد ۵ صفحہ ۳۴۔ ۵ روضۃ الاحباب۔ طبری۔ جلد ۵ صفحہ ۳۴۔ ابن اثیر وغیرہ۔ ۶ ابو الفدا۔ ابن خلدون۔ ابن اثیر۔ روضۃ الاحباب وغیرہ۔

ہیں سے کسیکے لئے خلافت پسند نہیں کرتا۔ اگر اچھی تھی تو ہمکو پہنچ چکی اور اگر بُری تھی تو ہمسے گذر چکی۔ آل عمر کیلئے اس امر خلافت کا یہی وبال کافی ہے جو عمر پر ہے کہ اُنہیں سے ایک ہی شخص کا محاسبہ کیا جائے اور امر امت محمد کی بابت سوال کیا جائے۔ مینے تو اپنے نفس کو محنت و مشقت میں ڈالا مگر اپنے اہل پر حرام کر دیا۔ اگر میں یہی نجات پا جاؤں تو کافی ہے کہ نہ مجھپر گناہ ہو اور نہ اجر۔ اگر ایسا ہو تو میں اپنے کو بڑا صاحب نصیب سمجھونگا۔[1] مینے بہت غور کی اور سوچا کہ بہتر ایسے شخص کو خلیفہ بنا جاؤں جو تمکو حق کیطرف لیجانے میں سب سے زیادہ لایق ہو اور اشارہ کیا علی ابن ابی طالب کی طرف۔ یہ سوچتے سوچتے مجھے غش آگیا تو کیا دیکھتا ہوں کہ ایک شخص باغ میں داخل ہوا اور کچے پکے کو سمیٹنے اور سمیٹنے لگا۔ پس مینے جان لیا کہ جو اللہ کو منظور ہوتا ہے وہی ہوتا ہے۔ پس علیؓ اور عثمانؓ۔ عبدالرحمن بن عوف اور سعد بن ابی وقاص اور زبیر بن العوام اور طلحہ بن عبید اللہ ایسے شخص ہیں کہ جناب رسول خدا نے اُنکو اہل جنت سے کہا ہے۔ اِنہیں سے جسے چاہے خلیفہ بنا لینا۔ مگر جسے خلیفہ بناؤ اُسکی وزارت اچھی طرح کرنا اور اُسکے معین و مددگار رہنا پھر لوگوں کو رخصت کر دیا۔ دوسرے دن صبحکو ان نامبردہ اشخاص کو بلایا۔ علی۔ عثمان۔ عبدالرحمن بن عوف۔ سعد بن ابی وقاص۔ اور زبیر حاضر ہوئے۔ طلحہ اپنی زمین پر باہر گئے ہوئے تھے۔ پس جناب عمرؓ نے ان پانچوں کی طرف مخاطب ہوکر فرمایا کہ تم پانچوں کسی مکان میں جمع ہوکر تین دن تک مشورہ کرنا اور اپنے میں سے ایک کو خلیفہ بنا لینا۔ اگر ان تین دن میں طلحہ آجائے تو انہیں اُسے بھی شریک کر لینا ورنہ تین دن سے زیادہ مشورہ میں نہ لگانا۔ تم پانچوں ہی فیصلہ کر لینا۔ ان پانچوں کے ساتھ عبداللہ بن عمرؓ (اور عبداللہ بن عباسؓ اور حسن بن علی) کو بھی مشورہ میں شامل ہونا چاہئے مگر ان کو خلافت میں کوئی حصہ نہیں ہے اور ابو طلحہؓ انصاری کو بلا کر کہا کہ مینے تجھکو پچاس تن انصار سے اِنپر مقرر کیا۔ ان لوگوں کو کسی مکان میں جمع کرنا اور امر خلافت کو ان چھ میں سے کسی پر قرار دینا اور ان پچاس انصار کو لیکر دروازہ پر کھڑے ہو جانا اور کسی اور کو اندر نہ گھسنے دینا جبتک وہ طلب نکریں اور کسیکو مخالفت نکرنے دیجو اور جو مخالفت کرے اُسے مار دیجو اور اُس گروہ کو ترجیح دیجو جدہر عبدالرحمن بن عوف ہو۔ اور مقداد بن اسود کندی کو ابو طلحہ پر مسلط و مقرر کیا کہ بے تعلل امر مذکور کو فیصلہ کرے اور چوتھے دن کی رات نہ ہونے پائے کہ خلیفہ مقرر ہو چکا ہو (طبری جلد ۵ صفحہ ۳۴) ۔

انہیں ایام شوری میں صہیب رومی (جو حضرت عمر کا دینی بھائی تھا) مسلمانوں کو نماز پڑھاتا رہے۔ پھر فرمایا اگر پانچ انمیں سے متفق ہو جائیں اور ایک مخالف ہو تو اُسکی گردن مار دینا اور اگر چار متفق ہوں اور دو اختلاف کریں تو ان دونوں کی گردن مار دینا۔ اگر تین متفق ہوں اور تین اختلاف کریں تو پا تو عبداللہ بن عمر کو حکم بنانا۔ پس جن تین کی طرف عبداللہ بن عمر ہو اُنہیں سے خلیفہ بنایا جائے یا اگر اُسے حکم نہ بناؤ تو جن تین میں عبدالرحمن بن عوف ہو اُن میں سے خلیفہ مقرر کرنا اور باقی تینوں مخالفوں کی گردنیں اُڑا دینا (طبری عقد فرید[illegible]) کسی نے کہا کہ اے امیر المومنین ان چھ میں سے کسی ایک کو مخصوص کر کے خلیفہ کیوں نہیں مقرر کر دیتے۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ میں انمیں سے کسی ایک کو مخصوص نہیں کر سکتا۔ کیونکہ مجھے [illegible] شقاوت اور ضلالت کا خوف ہے۔ اور [illegible] اور اے عبدالرحمن تحقیق [illegible] [illegible] اور [illegible] حالت رضا میں

[1] ابن اثیر روضۃ الاحباب و طبری جلد ۵ صفحہ ۳۴ ابن اثیر و طبری جلد ۵ صفحہ ۳۴ طبری صفحہ ۳۴ طبری میں فقط عبداللہ بن عمر کا نام [illegible] سے بعض مورخین کی زبانی معلوم ہوتا ہے طبری روضۃ الاحباب ابن اثیر جلد ۳ صفحہ ۲۵ روضۃ الصفا

[illegible] عقد فرید و السیاسۃ ابن قتیبہ ۔

مومن ہوتا ہے اور غیظ و غصہ میں کافر ہو جاتا ہے - اور طلحہ جو ہے اُسمیں کبر و نخوت بہت ہے اور اگر میں اُسے والیِ خلافت کر دوں تو اپنی انگشتری خلافت اپنی جورو کی اُنگلی میں پہنا دے - اور اے عثمان تجھ میں اپنی قوم اور اہل کے ساتھ عصبیت (طرفداری) اور محبت بہت ہے - اور اے علی تجھ میں خلافت کی حرص بہت ہے - مگر اسمیں شک نہیں کہ تو ان لوگوں میں سب سے زیادہ لائق ہے اگر تو خلافت کا والی ہو تو حق مبین اور صراط مستقیم کو قایم کریگا[له] ۔ اسکے بعد فرمایا مجھے معلوم ہوتا ہے کہ علی اور عثمان میں سے ایک خلیفہ ہو گا - پس اے علی اگر شاید لوگ تمہاری اُس قرابت اور شرف کا جو رسول اللہ کے ساتھ رکھتے ہو اور اُس علم اور فقہ اور دین کا خیال کرکے جو خدا نے تمکو عطا کیا ہے خلیفہ بنا دیں تو امر خلافت میں خدا سے ڈرتے رہنا اور بنی ہاشم میں سے کسیکو لوگونکی گردنوں پر مسلط نکرنا - اور پھر عثمان کی طرف مخاطب ہوکر فرمایا کہ اے عثمان شاید لوگ یہ جانکر کہ تم رسول اللہ کے داماد ہو اور تمہارے سن اور شرف اور سابقہ اسلام کا خیال کرکے تم کو خلیفہ بنا دیں تو بنی اُمیہ سے کسیکو لوگوں کی گردنوں پر مسلط نہ کرنا - پس لوگوں کو رخصت کیا اور اُسی دن آپنے انتقال فرمایا - یہ ۲۴ ذیحجہ ۲۳ھ کا واقعہ ہے ۔

مورخین نے لکھا ہے کہ جب حضرت عمر نے اول روز لوگوں سے چھ شخصوں میں سے ایک کے خلیفہ بنانے کو کہا تھا تو حضرت عباس نے حضرت علی سے کہا تھا کہ اے علی تم اصحاب شوریٰ میں داخل نہ ہونا - حضرت علی نے کہا میں خلاف پسند نہیں کرتا - عباس نے کہا تو پھر تم ایسی بات دیکھو گے جسے پسند نہ کروگے - اور جب دوسرے دن حضرت عمر نے تشریح شوریٰ کی تمام ترکیب بیان کرکے رخصت کیا اور حضرت علی حضرت عباس سے ملے تو حضرت علی نے کہا خلافت اب بھی ہمارے ہاتھ سے گئی - حضرت عباس نے پوچھا کیونکر - حضرت علی نے فرمایا

[له] ابن ابی الحدید شرح نہج البلاغہ میں لکھتا ہے کہ جب جناب عمر قریب مرگ ہوئے اور ارباب شوریٰ کو بلایا تو فرمایا کہ آیا تم سب کو میرے بعد خلافت کی اُمید ہے وہ پیچ و تاب کھاکر خاموش ہو رہے جب مکرر سہ کرر جناب عمر نے یہی فرمایا تو زبیر نے جواب دیا کہ کونسی چیز ہمکو اس سے مانع ہے تم نے اسکو لیا اور اسپر قیام کیا ہم تمہاری نسبت قریش میں کمتر درجہ کے نہیں نہ سبقت اسلام و قرابت پیغمبر میں تم سے گھٹکر ہیں - پھر حضرت عمر نے کہا آیا میں تمکو تمہاری عیبوں سے خبر دوں - کہا فرمائیے آپ کیا ہمارے منع کرنے سے باز رہینگے - فرمایا تو تو اے زبیر مرد حریص - جاہل - تنگ نفس - کم خلق ہے - حالت رضا میں مومن ہوتا ہے - اور غیظ و غصہ میں کافر ہو جاتا ہے - ایک روز انسان ہے تو دوسرے دن شیطان - اگر تجھکو خلافت ملے تو دن بھر بطحا میں ایک ایک مُد جو پر لڑتا جھگڑتا طمانچے کھاتا رہے گا - پس اگر تو خلیفہ ہوا تو میں نہیں جانتا کہ جس روز بباعث غیظ و غضب میں تو شیطان ہو گا اُس روز امام و پیشوائے خلق کون ہو گا - خدا تجھکو اس امت کا حکمراں نہ کرے - جبتک کہ تو اس صفت پر ہے ۔ اور تو اے طلحہ میں تجھے اُسوقت سے جانتا ہوں جب بروز اُحد تیری اُنگلی کٹی تھی اُسدن سے تجھ میں نخوت پیدا ہو گئی اور تجھ سے رسول اللہ ناخوش ہو گئے کیونکہ جس دن آیۂ حجاب نازل ہوئی تو تو نے کہا تھا کہ آج وہ حضرت اپنی زوجات کو پردے میں رکھ لیں مگر کیا فائدہ کل جبکہ وہ مر جائیں گے تو ہم اُنکی زوجات سے نکاح کر لیں گے - (جاحظ کہتا ہے کہ اگرچہ پہلے تو حضرت عمر نے ان چھ کی نسبت کہا تھا کہ رسول اللہ ان سے خوش گئے اور اب اُنمیں سے ایک یعنی طلحہ کی نسبت کہا کہ تجھ سے ناراض گئے مگر کسیکی ہمت نہ پڑی کہ اس متضاد بیان کی بابت حضرت عمر سے سوال کرتا) ۔ پھر سعد سے کہا کہ اے سعد تو تو صرف لشکر کشی اور جنگ آوری کے کام کا ہے اور اے عبد الرحمن تجھ میں سستی اور ضعیف آدمی خلافت کے لایق نہیں - اور تو اے علی پسندیدہ اور اختیار کردہ خدا ہے اگر مزاح اور خوش طبعی تجھ میں نہ ہوتی - لیکن قسم بخدا اگر تو اسپر والی ہو تو حق واضح اور راہ روشن پر انکو چلائیگا پھر فرمایا کہ اے عثمان میں دیکھتا ہوں کہ قریش نے تجھکو اپنی محبت کی وجہ سے فرمانروا مقرر کیا ہے اور تو نے بنی اُمیہ اور پسران ابی معیط کو حاکم بنایا ہے اور اموال کو اُن کے لئے مخصوص کر دیا ہے - قسم بخدا اگر تجھکو خلافت ملی تو تو ایسا کئے بغیر نہ رہے گا - اور تو بہت جلد تو تجھے لوگ بغیر قتل کئے نہ چھوڑیں گے [له] ابن قتیبہ [له] ابن خلدون [له] ابو الفداء - ابن اثیر - طبری - روضۃ الاحباب - [illegible]

کر دیا ہے مقابلہ میں عثمان کو قایم کیا گیا ہے - اور کہا ہے کہ اگر اہل شوریٰ میں دونوں طرف تعداد برابر ہو تو اُس طرف کو ترجیح دینا جس طرف عبدالرحمن بن عوف ہو اب عبدالرحمن بن عوف تو بہنوئی عثمان کا ہے اُس سے عثمان کی مادری بہن ام کلثوم بنت عقبہ بن ابی معیط بیاہی ہوئی ہے - اور سعد بن ابی وقاص عبدالرحمن سے اس سبب سے اختلاف نکریگا کہ وہ اُسکا چچازاد بھائی ہے - پس انہیں سے ایک دوسرے کو والی خلافت بنالیگا - اگر باقی دو بھی میری طرف ہوں گے تو مجھے فائدہ نہ پہنچا سکینگے - حضرت عباس نے کہا میں نے تو پہلے ہی کہا تہا کہ تم شوریٰ میں سے اپنا نام نکلوالو اور اس قوم سے بچتے رہو کیونکہ یہ تو ہمیں امر خلافت سے ہمیشہ دفعہ ہی کرتے رہینگے اور قسم خدا کی امر خلافت پر وہ شخص متولی ہوگا کہ جس کے ساتھ نیکی کچھہ فائدہ نہ دیگی - دیکھو جب وقت عمر نے تمکو بلایا تھا میں نے کہا تھا کہ تم نہ جاؤ - عمر خلافت بنی ہاشم کو نہیں دینگے تم نے نہ مانا - پہلے کہا تہا کہ رسول اللہ سے پوچھہ لو کہ آپ کے بعد خلیفہ کون ہوگا تم نے نہ پوچھا - اور جب کہا کہ آنحضرت کی وفات کے بعد دعویٰ خلافت کے واسطے نکلو تم نہ نکلے - یہانتک کہ اُنہوں نے سقیفہ بنی ساعدہ میں جو چاہا کر لیا - اب کہا تہا کہ عمر کے پاس نجاؤ تم نے نہ مانا - اب تم جانو اور یہ لوگ جو تمہارے ساتھ اس امر شوریٰ میں شریک ہیں ✣

(۳۴) شوریٰ - حضرت عمر کے انتقال کے بعد ابو طلحہ انصاری اور مقداد نے بزرگان موصوفین کو مکان مسور ابن مخرمہ یا بیت المال یا حجرۂ عائشہ میں اور بروایت ضعیف خانہ فاطمہ خواہر اشعث بن قیس میں جمع کیا اور خود پچاس انصار کو لیکر دروازے پر کھڑے ہوگئے - اثنائے شوریٰ میں عمرو عاص اور مغیرہ بن شعبہ دروازے پر آکر بیٹھ گئے - سعد نے یہ کہکر اُنہیں اُٹھا دیا کہ تم لوگ اس ارادہ سے آکر بیٹھے ہو کہ کل کہو گے کہ ہم بھی اہل شوریٰ سے تھے[۱] - الغرض عرصہ تک ارباب شوریٰ میں بحث مباحثہ رہا اور امر خلافت میں نفسانیت کرنے لگے بروایت ابن اثیر و ابن خلدون جب بحث بڑھ گئی تو عبدالرحمن نے کہا کہ اگر تم لوگ مجھے اس معاملہ کا والی کردو تو میں اپنا حصہ خلافت چھوڑتا ہوں اور تمہارے لئے تم میں سے خلیفہ چھانٹ دیتا ہوں - پس عثمان بولے میں اول ہوں جو اس بات کو منظور کرتا ہوں باقی بولے ہم بھی راضی ہیں مگر علی چپکے بیٹھے رہے - عبدالرحمن نے کہا اے ابوالحسن آپ کیا فرماتے ہیں آپ نے فرمایا کہ اس بات کا عہد کرو کہ حق کی ضرور پیروی کروگے - اور ہوائے نفسانی پر نہ چلوگے اور کسی رشتہ دار کی خصوصیت اور طرفداری کا لحاظ نکروگے اور اپنی غرض اور مصلحت مدنظر نہ رکھوگے - عبدالرحمن نے کہا تم لوگ بھی مجھہ سے عہد کرو کہ جو کچھہ تغیر و تبدل میں کرونگا اور جسے میں خلیفہ مقرر کرونگا تم اُسپر راضی ہو جاؤ گے - اور میں قسم کھاتا اور خدا سے عہد کرتا ہوں کہ کسی رشتہ دار کی خصوصیت اور طرفداری اور خود غرضی نکرونگا - پس عبدالرحمن نے اور ان لوگوں نے آپس میں عہد پیمان کر لئے[۲] بعد عبدالرحمن نے اُن سے کہا کہ اب امر خلافت اپنے میں سے تین میں منحصر کردو - پس زبیر نے تو اپنا حق علی کو دیدیا اور سعد نے عبدالرحمن کو اور طلحہ[۳] نے عثمان کو اور پیمان کیا کہ عبدالرحمن کی رائے سے اختلاف نکریں گے الغرض تین دن تک بحث مباحثہ ہوتا رہا - دن کو مشورہ ہوتا رات کو اپنے اپنے گھر چلے جاتے اور عبدالرحمن امر خلافت میں تمام لوگوں کا مرجع ہوگیا - دیگر امصار کے اعیان و اشراف اور سرداران فوج اور مہاجرین و انصار بھی

[۱] یہ روایت اگرچہ اکثر مورخین و محدثین نے لکھی ہے مگر ہماری سمجھہ میں نہیں آتی - کیا ابن عباس وقت نزول آیہ وانذر عشیرتک الاقربین یا خم غدیر کے موقعہ پر رسول اللہ صلعم کے حضرت علی کو اپنا خلیفہ اور وصی بنانے سے بیخبر تھے (مولف) [۲] طبری ج ۵ ص ۳۶ طبری [۳] طبری بحوالہ ... [۴] ایک شاذ روایت سے ثابت ہوتا ہے کہ طلحہ بھی اس موقعہ پر آگئے تھے - مگر اکثر تاریخوں سے ایسا ہی مفہوم ہوتا ہے کہ جب ... تھے تو ... عبدالرحمن نے طلحہ کا حق عثمان کو دیدیا تہا ✣

جمع ہوگئے جو یہ دیکھنے کو مدینہ میں آئے ہوئے تھے کہ دیکھئے اب حضرت عمر کے بعد خلیفہ کون ہوتا ہے۔ عبدالرحمن ان تینوں دن میں اہل مدینہ کے اعیان و اشراف و روسا میں پھرتا رہا اور اُن سے پوچھتا اور رائے لیتا اور اُنکا منشا دریافت کرتا رہا۔ اُن سے کہتا امر خلافت علی اور عثمان میں دائر ہوا ہے تمہاری اسمیں کیا مصلحت ہے اور تمہارا ان دونو میں سے کسکی طرف میلان ہے۔ پس بہت سے لوگ تو حضرت عثمان کے حلم و حیا و سخا و ورع و تقوی و حسن معاش و مدارا و مساہلہ و معاملہ کی وجہ سے جو وہ اُنکی نسبت جانتے تھے عثمان کے خواہاں ہوئے اور بعض حضرت علی کی زیادتی علم و کیاست اور فضل و فراست اور قرابت و شجاعت و جلاوت اور زہادت و کرم و مروت و جوانمردی و فتوت و عدالت و صلابت و دیانت و نجابت کی وجہ سے جو اُنکو حاصل تھیں اور اُن سے مشاہدہ کی تھیں علی کیطرف رغبت ظاہر کی۔

روضتہ الاحباب و طبری میں لکھا ہے کہ بعض بنی اُمیہ اور ابوسفیان عمرو عاص کے پاس گئے اور اُسکی تدبیر سے مدد چاہی اور کہا کہ یہ امر علی اور عثمان کے درمیان دائر ہوگیا ہے ہرچند اکثر لوگ عثمان کی جانب ہیں مگر ہمکو یہ خوف ہے کہ بسبب تساہل و سستی کے اس امر سے پہلو تہی کریں اور علی بسبب اُس علم و جلاوت کے جو اُسمیں ہے اُس سے بازی لیجائے عمرو عاص نے کہا کچھ غم نکرو میں آج رات لطائف الحیل اور حسن تدبیر سے ایسا کرونگا کہ کل عثمان ہی خلیفہ ہو۔ پس اُسیوقت حضرت علی کے پاس آیا اور نہایت محبت و موافقت ظاہر کرکے کہا کہ ہر چھوٹا بڑا جانتا ہے کہ میں حضور سے کیسی محبت اور خیرخواہی رکھتا ہوں۔ بمصلحت عامہ مسلمین کا خیال کرکے چاہتا ہوں کہ مسلمانوں کے خلیفہ آپ ہوں۔ پس ازروے نصیحت حضور کو ایسی ترکیب سمجھاتا ہوں کہ آپ اپنے رقیبوں پر برسر اور کامیاب ہو جائیں۔ ملاحظہ کیجئے کہ خلافت عامہ آپ پر اور عثمان پر منحصر ہوئی ہے اور آج شب کو عبدالرحمن نے روسا و اشراف قبائل کے پاس آکر اس معاملہ میں اُنکی رائے دریافت کی ہے۔ بعض نے آپکی نسبت اور بعض نے عثمان کے بارے میں رائے دی ہے اور عبدالرحمن ایسا آدمی ہے کہ اُسکا قول و فعل یکساں ہے وہ کل اس امر کو آپ کے آگے پیش کرکے کہے گا کہ امر خلافت کو اس شرط پر آپ کو دیا جاتا ہے کہ فرمودہ خدا و سنت رسول اللہ اور روش ابوبکر و عمر پر آپ عمل کریں اگر آپ اُسیوقت قبول کرلیجے گا تو وہ آپ کی طرف سے کثرت رغبت اور شدت حرص کا گمان کریں گے اور گمان ہے کہ کام بگڑ جائے اور آپ کو اس سبب سے خلافت ندیں۔ پس مناسب ہے کہ ایک ہی دفعہ قبول نکر لیجے گا اور کہیے گا کہ میں یہ شرطیں بجا نہیں لاسکتا لیکن بقدر استطاعت و طاقت قبول کرسکتا ہوں۔ اور مقرر ہے کہ جب عثمان پر پیش کریں گے وہ بھی امور مذکورہ کا خیال کرکے ایک ہی دفعہ قبول نہیں کریگا اور جب دوسری دفعہ تمہارے سامنے پیش کریں تو قبول کرلینا۔ شرعًا و عقلًا اسمیں کچھ بھی قصور نہیں ہے۔ جناب علی نے عمرو عاص کے اس قول کو شفقت و اخلاص پر محمول کیا۔ جب عمرو عاص کو حضرت علی کیطرف سے خاطر جمع ہوگئی تو عثمان کے پاس گیا اور کہا کہ کل جو عبدالرحمن ان امور کو تمہارے سامنے پیش کرے تم فورًا قبول کرلینا اور جو شرط کرے فورًا مان لینا تاکہ مسلمانوں کی خلافت تمپر قرار پاے۔ ورنہ علی بازی لیجائیگا۔ اور اس معاملہ میں عثمان کو خوب پکا کرلیا۔ غرض دو دن تک کچھ فیصلہ نہوا اور تیسرے دن بھی بحث کو طول ہوا تو بروایت طبری ابوطلحہ اور مقداد نے کہا ہمیں حضرت عمر کا حکم ہے ہم تین دن سے زیادہ نہ گذارنے دینگے اور آج تیسرا دن ہوگیا ہے اب جھگڑے کو دفع اور نفسانیت کو ترک کرو اور معاملہ طے کرڈالو۔ جب تیسری رات ہوئی تو مسور بن مخرمہ (جو عبدالرحمن بن عوف کا بھانجہ تھا) کہتا ہے کہ عشاکے وقت عبدالرحمن نے مجھے سوتے سے جگایا اور کہا سوتے ہو واللہ میں نے تو تین رات سے پلک بھی نہیں جھپکائی

جاؤ اور زبیر اور سعد کو بلا لاؤ - پس جب سعد اور زبیر آئے تو زبیر سے کہا کہ تم علی کی بابت رائے دیتے ہو یا عثمان کی بابت - زبیر نے کہا میں تو علی کی بابت رائے دیتا ہوں پھر سعد سے کہا کہ تم اپنی رائے مجھے دیدو سعد نے کہا کہ اگر تم خلیفہ ہو تو تمہاری نسبت تو میں رائے دیتا ہوں لیکن اگر عثمان کی بابت چاہو تو میں علی کو پسند کرتا ہوں اسکے بعد ان دونوں کو رخصت کیا اور حضرت علی کو بلایا اور اُن سے اس قسم کی باتیں دیر تک کیں کہ انکو پورا یقین ہو گیا کہ کل میں خلیفہ ہونگا - آدھی رات تک باتیں کرنیکے بعد رخصت کرکے عثمان کو بلایا اور اُن سے دیر تک باتیں کرتے رہے یہانتک کہ صبح ہو گئی - صبح کی نماز پڑھکر علی اور عثمان اور اہل سابقہ اور بزرگان انصار اور سرداران لشکر کو بلایا یہ سب آئے اور مسجد آدمیوں سے بھر گئی - پس عبدالرحمن رسول اللہ کا عمامہ باندھکر اور حضرت کی تلوار ہاتھ میں لیکر ممبر کے سب سے اعلے درجہ پر بیٹھے اور کہا اے لوگو مجھے امر خلافت میں مشورہ دو - پس عمار نے کہا اگر تم یہ چاہتے ہو کہ مسلمانوں میں اختلاف نہو تو علی سے بیعت کرو - مقداد بن اسود نے کہا کہ عمار سچ کہتا ہے ہم بھی اسکی تائید کرتے ہیں - عبداللہ بن سعد بن ابی سرح بولا کہ اگر تم چاہتے ہو کہ قریش میں اختلاف نہو تو عثمان کی بیعت کرو اور عبداللہ بن ربیعہ نے اُسکی تائید کی - اسپر عبداللہ بن سعد بن ابی سرح مسکرایا تو عمار نے کہا کہ اے مرتد تجھے مسلمانوں میں بولنے کا کیا مجاز ہے تو کب مسلمانوں کو صلاح دیا کرتا تھا جو آج بنی ہاشم اور بنی اُمیہ سے کلام کرتا ہے ایہا الناس اللہ تعالی نے اپنے نبی کو صاحب اکرام کیا اور ہمکو اپنے دین سے عزت دی - پس امر خلافت کو اپنے نبی کے اہل بیت سے نکالکر کہاں لیجاتے ہو - اسپر بنی مخزوم میں سے ایک شخص نے عمار سے کہا کہ اے ابن سمیہ تو اپنے طور سے پھر گیا - تو کجا اور قریش کا امیر بنانا کجا - جب گفتگو زیادہ بڑھ گئی تو سعد نے کہا کہ اے عبدالرحمن قبل اسکے کہ فتنہ و فساد برپا ہو جائے تم جسکو چاہو خلیفہ منتخب کرلو - عبدالرحمن نے کہا میں نے اپنے ذہن میں خلیفہ منتخب کر لیا ہے اور رائے قایم کرلی ہے اے لوگو ذرا خاموش ہو جاؤ پس علی کو اپنے پاس بلایا اور ہاتھ پکڑکر کہا کہ خدا سے عہد و میثاق کرو کہ کتاب اللہ اور سنت رسولؐ اور سیرت ابوبکر و عمر پر ضرور عمل کروگے - حضرت علی نے فرمایا کہ اپنے مبلغ علم اور طاقت کے موافق کرونگا - پس عبدالرحمن نے حضرت علی کا ہاتھ چھوڑ دیا اور کہا ایسا ضعیف عہد میں نہیں چاہتا - پھر عثمان کو بلایا اور ہاتھ پکڑکر وہی شرط پیش کی جو علی سے کی تھی - عثمان نے کہا بسر و چشم میں ایسا ہی کرونگا - پس عبدالرحمن نے اپنا سر مسجد کی چھت کی طرف بلند کیا اور کہا بار الہٰ سن اور گواہ رہیو کہ جو کچھ میری گردن میں تھا وہ میں نے عثمان کی گردن میں ڈالدیا یہ کہکر عثمان سے بیعت کرلی ❊

اور ایک روایت یہ ہے کہ علی کا ہاتھ پکڑکر عبدالرحمن نے کہا کہ اگر میں تمکو خلافت کے واسطے اختیار کروں تو طریق عدالت و انصاف سے عدول نکرنا اور اگر عثمان کو خلیفہ کروں تو مخالفت نکرنا - بعد ازاں عثمان سے بھی یہی کہا اور جب دونوں سے عہد لیلیا تو کہا اے عثمان ہاتھ لاؤ تاکہ تم سے بیعت کروں یہ کہکر عثمان سے بیعت کرلی - پھر عام لوگوں نے بیعت کرلی ❊

ابن قتیبہ لکھتا ہے کہ عبدالرحمن نے علی اور عثمان سے جدا جدا عہد لیا کہ اگر میں تم سے بیعت کروں تو کتاب اللہ

---

(۱) طبری اور روضۃ الاحباب میں ہے کہ راستہ میں عثمان نے مسور سے پوچھا کہ آج رات کو عبدالرحمن کے پاس کون کون تھا مسور نے کہا تم اور سعد اور زبیر اور اُنکے بعد علی بن ابی طالب - پھر پوچھا سعد اور زبیر اور عبدالرحمن میں کیا کیا باتیں ہوئیں کہا سعد اور زبیر دونو علی کی طرف تھے عثمان کے دل میں سعد کی طرف سے کینہ پیدا ہو گیا اور بعد میں سعد کے ساتھ جو جو جفا عثمان نے کی وہ اسی کینے کے سبب سے تھی ❊

اور سنت رسول اللہ اور سیرت شیخین پر عمل کرنا ہوگا اور اگر تمہارے سوا تمہارے غیر سے بیعت کرونگا تو تمکو تسلیم کرنا پڑیگا
اور جو انکار کروگے تو سر اڑا دیا جائیگا - جب یہ عہد دونوں سے لے لیا تو عثمان کا ہاتھ پکڑکر کہا کہ علاوہ ان شرطوں
کے جو ہو چکیں ایک یہ ہے کہ بنی امیہ کو لوگوں کا سردار و حاکم نہ بنانا عثمان نے کہا ایسا ہی ہوگا نہیں بناونگا - پھر عبدالرحمن
نے علی کا ہاتھ پکڑا کہا میں تم سے اس شرط پر بیعت کرتا ہوں کہ بنی ہاشم کو لوگوں کا حاکم اور سردار نہ بنانا - آپنے
علی نے کہا کہ اس سے تمکو کیا غرض جب میں خلیفہ ہوا تو امت محمد کے حق میں جو بہتر سمجھونگا وہ کرونگا اپنے
اجتہاد پر عمل کرونگا - جس میں قوت اور امانت داری دیکھونگا خواہ بنی ہاشم ہو خواہ کوئی اور اسے سردار بناؤں گا
عبدالرحمن نے کہا لا واللہ جبتک تم اس شرط کو منظور نہ کرو خلیفہ نہیں ہو سکتے - علی نے کہا یہ تو کبھی نہ مانونگا
پس عبدالرحمن نے کہا کہ اے علی اب اپنی جان پر ہلاکت کا راستہ نہ نکالنا کیونکہ اب اسکا جواب تلوار ہوگا -
اور عثمان کا ہاتھ پکڑکر بیعت کرلی اور پھر اور لوگوں نے بیعت کرلی +

اعثم کوفی میں ہے کہ اثنائے شوریٰ میں حضرت علی نے فرمایا کہ اے عزیزو تمہیں معلوم ہے کہ ہم اہل بیت نبوت ہیں
اور ہر بلا و مصیبت سے امت کے بچاؤ کا ذریعہ ہیں اگر تم ہمارا حق ہمیں پہنچاؤگے تو حق اپنے مرکز پر پہنچے گا اور اگر
ہمارا حق ہمیں نہ دوگے تو ہم اپنے اونٹوں پر سوار ہوکر جہاں مناسب سمجھیں گے چلے جائیں گے - اگرچہ کتنا ہی
زمانہ گذر رہی ہمیں کچھ پروا نہیں جب ہمارا مقرر وقت آپہنچے گا چلے آئیں گے خدائے جلیل کی قسم اگر رسول اللہ
صلعم ہمسے عہد نہ لیتے اور ہمکو اس امر سے اطلاع نہ کرچکے ہوتے تو میں اپنا حق کبھی نہ چھوڑتا - اور کسی شخص کو
اپنا حق نہ لینے دیتا اپنے حق کے حاصل کرنے کے لئے اسقدر کوشش بلیغ کرتا کہ حصول مطلب سے پہلے معرض ہلاکت
میں پڑنے کا بھی کچھ خیال نہ کرتا اسکے علاوہ میں تمہیں میں سے ایک شخص ہوں اور تم سب سے پہلے دین اسلام
اختیار کیا ہے میری بات سنو جو کچھ تم کروگے مجھے قبول ہے میں تمہارا مددگار رہوں گا لیکن تمہیں ٹھیک
ٹھیک کرنا چاہیئے خود غرضیوں کو جانے دو وہ کام لازم ہے جس سے خدا اور رسول خوش ہوں - عبدالرحمن
بن عوف علی کی تقریر میں اپنا مطلب نکلتا ہوا دیکھکر خوش ہوا اور کہا کہ اے ابوالحسن اگر عثمان خلافت
آپکے ہاتھ میں دیجائے تو کس طرح پیش آؤگے اور امت رسول کے ساتھ کیا برتاؤ کروگے جناب علی نے فرمایا
"طریق عدل و انصاف اور ہمیشہ امت محمد میں مساوات قایم رکھونگا" - عبدالرحمن نے پوچھا اگر یہ کام آپکے ہاتھ سے
نکلکر کسی دوسرے شخص کے سپرد ہو تو کیا کروگے - آپنے فرمایا صبر کرونگا اور مسلمانوں کے مشورہ پر رضامند
رہونگا - عبدالرحمن نے آپکو دعائے خیر دیکر پھر عثمان سے یہی پوچھا عثمان نے کہا جیسی خدا توفیق دیگا
اس سے بڑھکر عمل درآمد رکھونگا - اور سیرت عمر پر چلنے میں کوئی تقصیر نکرونگا - اور جہانتک ہو سکیگا
حسن سیرت انصاف پروری اور مساوات امت میں سعی کرتا رہونگا - یہ سنکر عبدالرحمن نے کہا اے
مسلمانو میں نے تمام قوم کو آزما دیکھا سب عثمان کی خلافت کے آرزومند ہیں - یہ کہکر عثمان کا ہاتھ پکڑکر
بیعت کرلی پھر خاص و عام لوگوں نے بیعت کی مگر بنی ہاشم نے بیعت نہ کی - جب سب چلے گئے تو عبداللہ بن
عباس نے علی سے کہا اے ابوالحسن لوگوں نے تمہیں دہوکہ دیکر خلافت عثمان کو دیدی - علی نے کہا
میں جانتا تھا میں نے دہوکا نہیں کھایا - مگر مجھے مسلمانوں کی مخالفت منظور نہ تھی کیونکہ امت میں فساد
پڑجاتا - بیعت کے دوسرے دن اور بروایت طبری اسیدن طلحہ آئے اور انہوں نے بھی بلا تکرار عثمان کی
بیعت کرلی + طبری ابن اثیر اور ابو الفدا نے لکھا ہے کہ جب عبدالرحمن نے عثمان کی بیعت کرلی

توحضرت علی نے فرمایا کہ یہ پہلا دن نہیں ہے کہ تمنے ہمپر زبردستی اور اس معاملہ میں ہمپر ظلم کیا اور ہمکو محروم کیا
فصبر جمیل واللہ المستعان علی ما تصفون پس صبر ہی بہتر ہے اور جو کچھ تم کرتے ہو اسپر اللہ (ہمارا) مددگار ہے
واللہ تو نے عثمان کو صرف اس غرض سے خلیفہ بنایا ہے کہ امر خلافت تیری طرف لوٹ آئے اور اللہ ہر روز نئی
شان میں ہے۔ عبدالرحمن نے کہا کہ اے علی اپنے نفس پہ محبت اور راہ (ہلاکت) قایم نکرو (یعنی مخالفت کرکے
بغاوت کے ملزم نہ بنو) حضرت علی یہ کہتے ہوئے باہر آئے عنقریب وہ ضرور ہوگا جو خدا نے لکھدیا ہے۔ پس
مقداد بولے قسم خدا کی اے عبدالرحمن تو نے علی کو انکا حق نہ دیا حالانکہ وہ شخص عدل و انصاف کرنے
والا ہے میرے نزدیک تو کوئی بھی اُسکے برابر نہیں ہے۔ عبدالرحمن نے کہا اے مقداد میں نے مسلمانوں کے
ساتھ حق اجتہاد پورا کیا پھر بروایت مسعودی وابن اثیر عمار کھڑے ہوئے اور کہا کہ اے قریش جب تم نے
اس امر کو اہل بیت نبی سے باز رکھا اور کبھی اسے خلیفہ کر دیا اور کبھی اُسے خلیفہ بنا دیا اسیطرح مجھے اطمینان
اور امن نہیں ہے اس بات سے کہ خدا اُسے تمسے بھی چھین لے اور تمہارے غیر میں کر دے جبکہ تمنے اُس کے
اہل سے چھین لیا اور خلافت اُسکے غیر اہل کو دیدی۔ پھر مقداد کھڑے ہوئے اور کہا میں نے کسیکو اتنی تکلیف اور ایذا
اُٹھاتے نہیں دیکھا جتنی کہ اہل بیت نبی نے بعد اپنے نبی کے ایذا اُٹھائی۔ عبدالرحمن نے کہا اے مقداد تجھے
کیا تعلق ہے جو ایسا کہتا ہے۔ مقداد نے کہا قسم بخدا میں اُن سے بسبب محبت رسول اللہ کے محبت کرتا ہوں اور
حق اُنہیں کے ساتھ ہے اور اُنہیں میں ہے۔ اے عبدالرحمن مجھے تعجب ہے قریش سے اور تجھ سے کہ غیر لوگوں سے
اہل بیت کو پیچھے رکھا جائے اور تم لوگوں نے اجتماع اور ایکا کر لیا ہے کہ رسول اللہ کی سلطنت اُنکے بعد اُنکی اولاد
سے چھین لیں۔ قسم خدا کی اے عبدالرحمن اگر مجھے قریش سے لڑنیکے واسطے انصار ملجائیں تو میں اُن سے اُسی طرح
جہاد کروں جیسا رسول اللہ کے ہمراہ بدر میں لڑا تھا۔ عبدالرحمن بولا اے مقداد خدا سے ڈر مجھے اندیشہ ہے کہ
تجھ پر فتنہ نہ نازل ہو۔ صاحب روضۃ الاحباب وحبیب السیر لکھتے ہیں کہ عبدالرحمن نے عثمان سے
بیعت کرلی اور حضار مجلس نے اس امر میں اُس سے موافقت کرلی تو حضرت علی نے فرمایا ایہا الناس میں
تمسے قسم دیکر پوچھتا ہوں سچ کہنا (۱) اصحاب رسول میں سے میرے سوا کوئی بھی ہے جس کے حق میں رسول اللہ
نے فرمایا ہو انت اخی فی الدنیا والآخرہ تو دنیا اور آخرت میں میرا بھائی ہے۔ حضار مجلس نے کہا نہیں۔ پھر فرمایا
(۲) سوائے میرے کوئی تم میں ہے کہ اُن جناب نے اُسکے حق میں فرمایا ہو انت منی بمنزلۃ ہارون من موسی الا انہ
لانبی بعدی تو مجھ سے ایسا ہے جیسا ہارون موسی سے تھا مگر بدرستیکہ میرے بعد نبی نہیں ہے۔ تمام حضار صحابہ
کبار نے کہا۔ نہیں۔ پھر فرمایا (۳) سوائے میرے کوئی بھی تم میں سے ہے کہ اُن سرور نے اُسکے حق میں فرمایا ہو من
کنت مولاہ فہذا علی مولاہ جسکا میں مولا ہوں اُسکا یہ علی بھی مولا ہے۔ سب نے کہا نہیں یا مولا پھر فرمایا کہ (۴)
سوائے میرے تم میں کوئی بھی ہے جسے سورہ برات پڑھنے کے لئے امین کیا ہو اور جس کی شان میں جناب سید الثقلین نے
فرمایا ہو کہ لا یودی عنی الا انا او رجل من عترتی نہیں ادا کر سکتا میری طرف سے کوئی سوا میرے یا اُس شخص
کے جو میری عترت سے ہو۔ سب نے کہا۔ نہیں۔ پھر فرمایا کہ (۵) آیا نہیں جانتے کہ جناب سید البشر نے تمام مہاجرین و انصار
پر مجھکو تمام غزوات و سرایا میں امیر لشکر بنا کر بھیجا اور اُنکو وصیت کی کہ امیر جیش کی متابعت اور فرمانبرداری
کرنا اور مجھے کبھی کسیکا ماتحت نہیں بنایا۔ سب نے متفق ہوکر کہا بیشک آپ صحیح فرماتے ہیں یہی بات ہے
پھر فرمایا (۶) آیا تمکو معلوم ہے کہ معلم علم اولین و آخرین نے میرے علم کو اسطرح مشہور و مشتہر فرمایا

اور یاروں کو یہ کہکر مطلع کیا کہ انا مدینۃ العلم و علیؓ بابہا و بروایتے انا دار الحکمۃ و علیؓ بابہا میں علم کا شہر یا گھر ہوں اور علیؓ اُسکا دروازہ ہے۔ سب نے کہا بیشک ہمکو معلوم ہے۔ پھر فرمایا (۷) آیا تم نہیں جانتے کہ اصحاب رسول اللہ صلعم کرہ اُن حضرت کو مقام خطر میں اعدا میں چھوڑکر معرکہ جہاد سے فرار کر گئے۔ اور میں نے کسی موقعہ خوف پر اُن حضرت کو اکیلا نہیں چھوڑا اور ہمیشہ اپنی جان کو حضرت کی سپر کرتا رہا۔ سب نے کہا بیشک یہی بات ہے۔ پھر فرمایا (۸) آیا نہیں جانتے کہ اول جس مرد نے دائرہ ایمان و اسلام میں قدم رکھا ہے میں ہوں۔ سب نے کہا بیشک ہم جانتے ہیں۔ اُسوقت فرمایا (۹) ہم میں سے کون از روے نسب کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم سے زیادہ قریب ہے سب نے کہا کہ ہر تبہ اقربیت آپ کے واسطے ثابت اور مسلم ہے۔ اسوقت عبدالرحمن نے کہا اے ابو الحسن جو جو فضائل و کمالات آپ نے بیان فرمائے واقعی درست ہیں اور اسی طرح پر ہیں جس طرح آپ نے فرمائے اور تمام اصحاب ان امور پر اقرار و اعتراف رکھتے ہیں لیکن اب اکثر آدمیوں نے عثمان سے بیعت کر لی ہے آپ کے اعلے درجہ کے اخلاق سے اُمید ہے کہ آپ بھی جمہور اہل اسلام سے موافقت کرینگے اور میرے التماس کو قبول کرینگے جناب علی نے فرمایا قسم بخدا تم جانتے ہو کہ امر خلافت کا زیادہ سزاوار اور حقدار کون ہے اور باوجود اسکے اپنے اغراض و مصالح دنیوی کا خیال کرکے اپنے علم کے موافق تمنے عمل نہیں کیا۔ واللہ کہ میں اس امر کو اپنے غیر پر بمقتضاے مصلحت وقت اس سبب سے تسلیم کئے لیتا ہوں کہ میں جانتا ہوں کہ سلامتی مسلمانوں کی اسی تنزل اور تسلیم میں ہے۔ کیونکہ اس صورت میں ظلم و تعدی مخصوص میری ذات پر ہوتی ہے نہ مسلمانوں پر۔ پس یہ فرما کر بعقیدہ اہل سنت حضرت علی نے حضرت عثمان کی بیعت کر لی اور مسجد سے چلے آئے اور بعقیدہ امامیہ ہرگز بیعت نہ کی مگر اسکے بعد اس معاملہ میں مطلق گفت و شنود نفرمائی[1] + یہ بیعت بروایت روضۃ الاحباب دوسری یا تیسری محرم ۲۴؁ھ کو اور بروایت تاریخ الخمیس ۲۹ ذیحجہ ۲۳؁ھ کو حضرت عمرؓ کی وفات کے بعد چوتھے دن ہوئے۔ مگر اعثم کوفی نے لکھا ہے کہ حضرت عمرؓ یکم محرم ۲۴؁ ہجری کو دفن ہوئے تھے تین دن شورے ہوتا رہا۔ پانچویں محرم ۲۴؁ ہجری کو حضرت عثمان کی بیعت ہوئی +

(۴) شوری کی نسبت بعض مورخین کی رائیں

سید امیر علی اپنی انگریزی تاریخ اسلام میں لکھتے ہیں کہ خلافت کو شوری پر چھوڑنے میں خلیفہ ثانی سے ایسی غلطی سرزد ہوئی جس نے بنی امیہ کی سازشوں کے لئے راستہ صاف کر دیا۔ بنی اُمیہ اب مدینہ میں نہایت زبردست ہو گئے تھے اور رسول صلعم کے خاندان کے مدت سے رقیب تھے اور بنی ہاشم سے سخت نفرت رکھتے تھے یہی وہ لوگ تھے جنہوں نے جناب رسالتماب کا نہایت تندی سے تعاقب کیا تھا اور فتح مکہ کے بعد محض ذاتی مفاد اور اغراض کی خاطر مسلمان ہو گئے تھے۔ اسلام کی ترقی کو وہ اپنے ذاتی اقبال کا ذریعہ بنانے کی ٹھانے ہوئے تھے یہ لوگ رسول صلعم کے سیدھے سادے جفاکش صحابیوں سے جو مسلمانوں پر حکومت کرتے تھے سخت کینہ و عناد رکھتے تھے۔ وہ قدیم مسلمانوں کو کارکن اور سرکاری عہدہ پر سرفراز ہوتا دیکھکر آتش حسد سے اندر ہی اندر جل بھن کر کباب ہو رہے تھے اُن بزرگان دین کی پاک

[1] ابو الفدا لکھتا ہے کہ جب عثمان نے اپنے اقارب اور رشتہ داروں کو شہروں اور ملکوں پر مسلط کیا اسوقت عبدالرحمن بن عوف سے لوگوں نے کہا کہ یہ سب تیرے کرتوت ہیں اُس نے کہا کہ مجھے عثمان سے اسکا گمان نہ تہا لیکن قسم بخدا اب میں اُس سے کبھی کلام نکرونگا چنانچہ مرتے دم تک عبدالرحمن عثمان سے الگ رہا اور نہ ملا۔ ایام مرض میں عثمان بیمار پرسی کو گئے۔ عبدالرحمن دیوار کی طرف مڑ گیا اور عثمان سے کلام نہ کیا + +

زندگیاں اُنکو اپنی عیاشی اور خود غرضی کے باعث زہر لگتی تھیں - اُنہوں نے نہایت سہولت سے یہ دوسرا گروہ جو اُنکے اپنے بھائی بند تھے اپنے ساتھ گانٹھ لیا اپنے چال بازیوں سے وہ حضرت علی کو خلافت سے محروم کرنے میں کامیاب ہو گئے چند دن کے بحث مباحثہ کے بعد امیہ خاندان کے ممبر حضرت عثمان کو خلیفہ منتخب کیا اُنکا انتخاب آخرکو اسلام کی تباہی کا باعث ہوا - حضرت عثمان اگرچہ پارسا ایماندار تھے کمزور اور ارادے کے کچے تھے - اور کسی ایک طرح بھی انتظام حکومت کے قابل نہ تھے - بنی امیہ کے حسب منشا وہ فوراً اپنے خاندان کے اثر میں آ گئے - وہ بالکل اپنے سکرٹری مروان کے کہے پر چلتے جو بنی امیہ میں سخت بدطینت تھا - اور پیمان شکنی کے جرم میں رسول خدا کے حکم سے جلاوطن ہو چکا تھا اور اسلئے طرید کہلاتا تھا - جسوقت حضرت عثمان منتخب ہوئے اُسوقت حضرت علی نے جو کمال درجہ کی حب الوطنی اور غیرت دینی رکھتے تھے سکوت ہی اختیار کیا" ❊

حضرت عثمان کے عہد خلافت میں بنی اُمیہ اور بنی ہاشم کے درمیان دو آگ پھر مشتعل ہو گئی جو ایک مدت تک قایم رہی - اُنکی عہد میں صرف یہی رخنہ نہیں پڑا - عرب کے عام لوگ ہمیشہ با امن زندگی سے گھبراتے ہیں صرف رسول خدا کی زبردست شخصیت سے ایک رشتہ میں منسلک ہوئے تھے - حضرت ابوبکر اور حضرت عمر کی مستعدی اور ہوشیاری نے اُنکو ضابطہ میں رکھا اب وہ قریش کی سرداری سے بلبلانے اور دور دراز مقامات میں بغاوت کے بیج بونے اور مضری اور حمیری فرقوں کے درمیان قومی حسد جو تقریباً معدوم ہو چکا تھا پھر تازہ کرنے کے درپے ہوئے جسکا نتیجہ اسلام کے لئے نہایت تباہی بخش نکلا - حضرت عثمان نے حضرت عمر کے بہت سے گورنر موقوف کر کے اُنکی جگہ اپنے خاندان کے آدمی جو سخت نالایق اور ناقابل تھے مقرر کئے" ❊

ابن عبدربہ عقد الفرید میں لکھتا ہے کہ زیاد نے ابن حصین کو معاویہ کے پاس وفد کر کے یعنے بطور ایلچی کے بھیجا وہ کچھ دنوں معاویہ کے ہاں رہا - ایک دن رات کے وقت معاویہ نے اُسے خلوت میں اپنے پاس بلایا اور کہا اے ابن حصین کہتے ہیں کہ تو بڑا ذہین اور عقیل ہے بھلا ایک بات تو بتا - بولا فرمایئے - معاویہ نے کہا کونسا امر مسلمانوں میں پراگندگی اور اختلاف کا باعث ہوا - ابن حصین نے کہا لوگوں کا عثمان کو قتل کرنا معاویہ نے کہا یہ تو کچھ نہ بتایا - کہا تو پھر علی کا خلیفہ ہونا اور اُسکا تجھ سے قتال کرنا - کہا یہ بھی کچھ نہیں کہا تو طلحہ زبیر اور عائشہ کا بصرہ جانا اور علی کا اُنسے لڑنا - کہا یہ بھی کچھ نہیں - کہا اے امیرالمومنین اور تو کچھ میری سمجھ میں نہیں آتا - معاویہ نے کہا اے میں تجھے بتاتا ہوں یہ جتنا کچھ اختلاف اور خواہشوں میں لوگوں کی فرق ہوا ہے اُس شوریٰ کی وجہ سے ہوا ہے جو حضرت عمر نے چھ آدمیوں پر منحصر کیا تھا - اور سبب اُس کا یہ ہے کہ خداوند تعالیٰ نے جناب محمد مصطفےٰ صلعم کو ہدایت اور دین حق کے ساتھ مبعوث کیا - پس جس طرح اللہ تعالے نے حکم دیا اُس پر اُن جناب نے عمل کیا - پھر خدا نے اُن کو بلا لیا - اور ابوبکر نماز پڑھانے لگے پس لوگ اپنے اپنے دنیوی کاروبار کے واسطے راضی ہو گئے - چونکہ رسول اللہ نے اُنکو اُنکے دین کے لئے پسند کیا تھا پس وہ سنت رسول پر چلتے رہے اور اُنکی سیرۃ پر عمل کرتے رہے یہانتک کہ خدا نے اُنکو اُٹھا لیا - اور عمر کو خلیفہ بنا گئے - عمر بھی سیرۃ ابوبکر پر چلتے رہے پھر عمر شوریٰ مقرر کر گئے چھ آدمیوں کے درمیان - اور اُن چھ میں سے ہر ایک اپنے نفس کے لئے خلافت چاہتا تھا اور اُنہیں سے ہر ایک کی قوم اپنے کو چاہتی تھی اور ہر ایک اپنے واسطے حریص تھا - اور اگر عمر اسی طرح خلیفہ مقرر کر جاتے جیسا ابوبکر نے کیا تھا تو اُس میں اختلاف پیدا نہ ہوتا ❊

فصل دوم۔ تفصیل واقعات در عہد خلافت جناب عثمان

(۱) قتل ہرمزان — جب جناب عمر زخمی ہوئے عبدالرحمن بن ابوبکر نے عبیداللہ بن عمر کو خبر دی کہ کل میں نے ابولولو فیروز اور جفینہ[۱] نصرانی اور ہرمزان[۲] کو ایک جگہ بیٹھے اور کچھ باتیں کرتے دیکھا تھا مجھے دیکھکر کچھ شرمندہ ہوکر منتشر ہوگئے اور ایک خنجر دو دھارا انمیں سے ایک کے پاس سے گرا۔ عبیداللہ نے جو خنجر ابولولو سے جسنے زخمی کیا تھا حضرت عمر کے چھینا گیا تھا ویسا ہی پایا جیسا عبدالرحمن نے بیان کیا تھا۔ اُسے گمان ہوا کہ یہ تینوں قتل عمر میں شریک تھے فقط اس گمان پر عبیداللہ فوراً ہرمزان کے گھر گیا اور اُسے قتل کر ڈالا۔ پھر جفینہ[۳] کے گھر آکر اُسے مار دیا اور پھر ابولولو کی یتیم لڑکی کو بھی قتل کیا۔ اور دعوی کیا کہ عجمی قیدیوں میں سے کسیکو زندہ نہ چھوڑونگا۔ جب بزرگان مہاجرین و انصار کو عبیداللہ کے اس ارادہ کی خبر ہوئی تو عبیداللہ کو سمجھایا اور دھمکایا۔ اور بہت کچھ تہدید و تخویف کی عبیداللہ نے جواب دیا کہ اگر امیرالمومنین ابولولو کے خنجر سے مقتول ہوئے ہیں تو بہت سے لوگوں کو قتل کرونگا۔ اور بہت سے مہاجروں پر بھی تعریض کی۔ اور عبیداللہ اور سعد بن ابی وقاص میں سخت تو تو میں میں اور بڑی گالی گلوج ہوئی اور دونوں میں گتھم گتھا ہونے لگی۔ یہانتک کہ بعض لکھتے ہیں کہ سعد نے اُسکی تلوار چھین لی اور بال پکڑکر دے مارا اور گھسیٹتے ہوئے اُسے اپنے گھر لاکر بند کر دیا اور بعض نے لکھا ہے کہ جبتک حضرت عثمان کی خلافت کے لئے شوری ہوتا رہا صہیب نے نظربند رکھا اور حضرت عثمان کی بیعت کے دوسرے دن حضرت عثمان کے سامنے پکڑ کر لائے۔ حضرت عثمان نے مہاجرین و انصار کو جمع کرکے پوچھا کہ عبیداللہ بن عمر کے معاملہ میں تمہاری کیا رائے ہے جس نے دین محمدی کو شکستہ اور امت احمدی پر فتنہ برپا کر رکھا ہے۔ اور ایک مرد نمازگذار (یعنے ہرمزان) کو اور ایک اور کو جو خدا کے ذمہ اور پناہ سے بہرہ ور تھا (یعنی جفینہ نصرانی کو) اور ایک نابالغ لڑکی (یعنی یتیمہ ابولولو) کو بے جرم و گناہ صرف گمان پر بغیر دلیل و برہان کے قتل کر ڈالا۔ تمام بنی ہاشم خون ہرمزان کے دعویدار تھے۔ جمہور مہاجرین نے اور خاصکر حضرت علی نے قتل عبیداللہ بن عمر کی ترغیب دی اور یہ رائے دی کہ عبیداللہ بن عمر کو قصاص میں قتل کرنا چاہئے۔ اور ایک گروہ کثیر عبیداللہ کا طرفدار تھا۔ عمرو عاص نے کہا لوگ چاہتے ہیں کہ کل تو باپ مارا گیا (یعنے حضرت عمر) اور آج بیٹا (عبیداللہ) مارا جائے۔ غرض اس معاملہ میں دربار عثمانی میں بہت کچھ اختلاف اور اختلاط اصوات اور کشاکش و مباحثہ واقع ہوا۔ آخر عمرو عاص نے کہا کہ یہ امر آپ کے خلیفہ ہونے سے پہلے واقع ہوا ہے لہذا آپکو دخل دینے کی کیا ضرورت۔ آپکو درگذر مناسب ہے۔ عثمان نے کہا ٹھیک ہے میں اسکی دیت بیت المال سے ادا کئے دیتا ہوں۔ علی نے کہا تمہیں یہ مجاز نہیں ہے کہ بیت المال سے ادا کرو۔ عثمان نے کہا اچھا میں اپنے خاص سے ادا کر دیتا ہوں۔ الغرض عثمان نے دیت اپنے خاص سے ادا کرکے عبیداللہ کو چھوڑ دیا[۴] (ابن اثیر۔ طبری۔ روضۃ الاحباب۔ حبیب السیر)۔

---

[۱] عربی تاریخوں میں جفینہ اور فارسی تاریخوں میں جہینہ لکھا ہے [۲] ہرمزان اہواز کا ایرانی صوبہ دار تھا۔ جو حضرت عمر کے زمانے میں فتح اہواز کے بعد اسیر ہوکر آیا تھا اور عباس عم رسول کے ہاتھ پر مسلمان ہو گیا تھا۔ دو ہزار درہم بیت المال سے اسکا سالانہ مقرر ہوگیا تھا اور عباس اور دیگر بنی ہاشم کے ظل حمایت میں رہتا تھا (طبری وغیرہ) [۳] جفینہ نصرانی اہل ذمہ سے تھا اور سعد بن ابی وقاص کا ظہیر اور اسکی زیر حمایت تھا (طبری۔ روضۃ الاحباب وغیرہ) [۴] جب عثمان مارے گئے تو عبیداللہ بن عمر حضرت علی کے خوف سے معاویہ کے پاس چلا گیا اور معاویہ کی طرف سے جنگ صفین میں لڑتا ہوا مارا گیا۔

(۶) خطبۂ جمعۂ اول — جناب عثمان کی بیعت کے بعد جب اول جمعہ آیا تو منبر رسول اللہ صلعم پر خطبہ کے واسطے تشریف لے گئے مگر نہایت دہشت اور ہول کی وجہ سے زبان نے یاری نہ دی فقط الحمد للہ کہنے پائے تھے کہ زبان بند ہو گئی اور یہ کہکر اُتر آئے کہ ہر مرکب کا اول سخت ہوتا ہے آیندہ مجھ سے اچھے اچھے خطبے سنوگے (روضۃ الاحباب)

(۷) معزولی مغیرہ — بیعت کے تیسرے دن مغیرہ بن شعبہ کو حکومت کوفہ سے معزول کر کے حسب وصیت جناب عمر سعد بن ابی وقاص کو حاکم کوفہ بنایا۔ اور بوجہ وصیت عمری اسوقت اُس کینے سے چشم پوشی کی جو سعد سے اپنے دل میں رکھتے تھے (روضۃ الاحباب) ✣

(۸) وبای رعاف — اہل مدینہ میں رعاف نکسیر جاری ہو گئی تین مہینے تک یہ وبا رہی کوئی باقی نہ رہا جسکی نکسیر نہ پھوٹی ہو اسی وجہ سے یہ سنہ سنۃ الرعاف مشہور ہو گیا (روضۃ الاحباب) حضرت عثمان کی اسقدر نکسیر بہی کہ حج نہ کر سکے (تاریخ الخلفاء)

(۹) بغاوت اہل اسکندریہ — اسکندریہ میں جو رومی رہتے تھے اُنہوں نے بادشاہ قسطنطنیہ سے سازش کر کے فساد برپا کی اور رومیوں کا سردار منویل خصی لشکر کثیر لیکر اہل اسکندریہ کی مدد کو آیا۔ مگر مقوقس اپنی قدیم صلح پر قائم رہا اُسنے رومیوں کا ساتھ نہ دیا۔ سخت لڑائی کے بعد عمرو عاص نے رومیوں کو شکست دی منویل مارا گیا۔ عمرو عاص نے اسکندریہ کی فصیل ڈھوا دی۔

(۱۰) بغاوت ہمدان و رے — اہل ہمدان و رے نے بغاوت کی سعد بن ابی وقاص نے لشکر بھیجکر بغاوت کو فرو کیا۔ پھر دیلم میں ایک جنگ ہوئی ✣

(۱۱) سعد کی معزولی — سعد نے بیت المال سے کچھ روپیہ قرض لیا تھا اور اُسکے ادا کرنے میں لیت و لعل کرتا تھا اور عبد اللہ بن مسعود عامل بیت المال اُس روپیہ کا تقاضا کرتا تھا۔ عبد اللہ و سعد میں سخت جھگڑا ہوا گالی گلوچ تک نوبت پہنچی۔ جب اس معاملہ کی خبر حضرت عثمان کو پہنچی اُنہوں نے سعد کو معزول کر کے اپنے چھوٹے بھائی ولید بن عقبہ بن ابی معیط کو کوفہ کا گورنر بنایا اور عبد اللہ کو بدستور بیت المال پر بحال رکھا۔ مگر بعد میں عبد اللہ بن مسعود کو بھی معزول کر دیا اور بیت المال کا اختیار بھی ولید ہی کو دیدیا۔ ولید پانچ سال تک کوفہ کا گورنر رہا۔ یہ شخص حضرت عثمان کا مادری بھائی دوسرے باپ سے تھا فتح مکہ کے دن مسلمان ہوا تھا مگر شراب پیتے جوا کھیلتا تھا اہل کوفہ کو سخت ناگوار گذرا کہ سعد کو جو عشرہ مبشرہ سے تھا معزول کر کے ایک شخص فاسق و فاجر کو مقرر کیا۔ اور یہ امر حضرت عثمان پر نکتہ چینی کا باعث ہوا۔ سعد حکومت کوفہ سے معزول ہوئے تو مدینہ میں آکر رہنے لگے۔ اسی طرح جب عمرو عاص حکومت مصر سے معزول ہوا تو وہ بھی مدینہ میں آکر رہنے لگا اور یہ دونوں ملکر حضرت عثمان کی برائیاں کرتے تھے ✣

(۱۲) صلح اہل ارمینیہ و آذربیجان — جب حضرت عثمان نے ولید بن عقبہ کو کوفہ کا حاکم بنایا اور عتبہ بن فرقد کو امارت آذربیجان سے معزول کیا اہل آذربیجان نے سرکشی اختیار کی۔ حضرت عثمان کے حکم سے ولید بن عقبہ نے چڑھائی کی اور راستہ میں اہل موقان و برزند و طیلسان پر شبخون مارتا اور بندور تیغ فتح کرتا اور لوٹنے والوں کو قید کرتا ہوا آذربیجان پہنچا۔ اہل آذربیجان نے مجبور ہو کر حسب قرارداد حذیفہ بن الیمان آٹھ لاکھ درہم پر صلح کر لی ✣ پھر ولید نے سلمان بن ربیعہ باہلی کو بارہ ہزار فوج دیکر ارمینیہ کی طرف روانہ کیا اُس نے پہنچکر علاقہ ارمینیا کا فتح کر کے مال غنیمت و رقیق بے حد و حصر لیکر معاودت کی اور ولید کے لشکر میں آملا اور فتح و ظفر کے پھریرے اُڑاتا ہوا موصل کی راہ سے کوفہ کی طرف مراجعت کی ✣

ف اس موقعہ پر اہل تشیع ابن حجر مکی کی کتاب تطہیر الجنان (صفحہ ۱۴۱) سے یہ حدیث پیش کرتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلعم نے کہ میری اس منبر پر بنی امیہ کے جابروں میں سے ایک جابر تقدم کریگا پس اُسکی نکسیر جاری ہو جائیگی ۔ ۱۲ سعد ایک سال تک گورنر ...

ولید نواح موصل میں پہنچا تھا کہ ایک فرمان جناب عثمان کا وصول ہوا جس میں لکھا تھا کہ جہاں تجھے یہ فرمان پہنچے وہیں سے آٹھ دس ہزار اہل کوفہ سے معاویہ کو مدد دے کہ اہل روم نے اُس پر چڑھائی کی ہے پس ولید نے سلمان بن ربیعہ کو ۸ ہزار فوج سے معاویہ کی مدد کے واسطے روم کی طرف روانہ کیا۔ یہ فوج علاقہ روم میں قتل وغارت کرتی ہوئی شام کی طرف بڑھی اور شام کی فوج کے ساتھ ملکر کل بارہ ہزار آدمی روم پر چڑھ گئے اور بہت سے علاقے رومیوں کے فتح کرکے اور اپنے حسب منشا کارروائی کرکے شام کو واپس آئے ❖

ایک روایت یہ ہے کہ حضرت عثمان کے حکم سے معاویہ نے حبیب بن مسلمہ فہری کو ۴ ہزار سوار اور ۲ ہزار پیادوں کے ساتھ ارمینیہ کیطرف روانہ کیا تھا۔ حبیب ارمینیہ جا پہنچے اور قالیقلہ فتح کرلیا اور وہاں ایک مہینہ تک ٹھیرے رہے اسوقت یہ سنکر کہ بطریق ارمنیاقس ۸۰ ہزار فوج ملاطیہ اور اقسرائی اور سیواس اور قونیہ سے جمع کرکے چڑھا چلا آتا ہے حبیب نے معاویہ کو لکھا اور معاویہ نے حضرت عثمان کو خبر دی۔ اُسوقت حضرت عثمان نے حکم سے سعید بن العاص نے سلمان بن ربیعہ کو حبیب کی مدد کے واسطے ۔ ۔ ۔ روانہ کیا۔ یہ قتل وغارت کرتے ہوئے شام کی طرف بڑھے بروایت روضۃ الاحباب حبیب نے یہ خیال کرکے کہ اگر سلمان کی مدد سے فتح ہوگی تو اہل کوفہ فتح کو اپنی طرف منسوب کرینگے پیش قدمی کرکے رومیوں پر شبخون مارا۔ بہت سے رومی مارے گئے باقی بھاگ گئے اُنکا سارا مال مسلمانوں کے ہاتھ آیا۔ دوسرے دن مال غنیمت تقسیم کرنے کو تھے کہ لشکر سلمان آپہنچا اور مال غنیمت میں حصہ مانگا حبیب نے انکار کیا دونو لشکروں میں تلوار کھنچ گئی بہت سے آدمی جانبین سے ، ے گئے لشکر کوفہ غالب آیا۔ صاحب روضۃ الاحباب لکھتے ہیں کہ اُسوقت سے کوفیوں اور شامیوں میں اول دشمنی قایم ہوئی۔ ناچار حبیب بن مسلمہ نے سلمان کے پاس پیغام بھیجا کہ ہم دونو فریق مسلمان ہیں دشمن کے ملک میں ہمکو مال کیلئے لڑنا مناسب نہیں مناسب یہ ہے کہ تقسیم مال کا فیصلہ دربار خلافت سے کرالیں۔ سلمان نے منظور کیا لڑائی سے ہاتھ روک لیا۔ الغرض حضرت عثمان کے پاس یہ معاملہ پیش ہوا تو اُنہوں نے حبیب کے پاس فرمان بھیجا کہ جب لشکر کوفہ مدد دینیکے خیال سے تکلیف اُٹھاتا ہوا تم تک آیا تو مقتضائے مروت یہ نہیں ہے کہ اُنکو مال غنیمت سے حصہ نہ دیا جائے۔ پس حبیب نے مال غنیمت میں سے کوفیوں کو بھی حصہ دیدیا۔ اسکے بعد حبیب اور سلمان دونوں نے ارمینیہ پر چڑھائی کی اور خلاط بزور اور اسکے مضافات نے صلح کرلی پھر شمکور جو اب میں متوکلیہ کہلاتا ہے فتح کیا اور شروان سیسجان اردستان دبیل وشمشاط ۔ ۔ ۔ فتح کئے پھر خزران رجوجیا وتفلیس اور کل بلاد جبال ۔ ۔ ۔ فتح کرلی

سلمان اس ۔ ۔ ۔ کی مدد سے فتح آرمینیہ ۔ ۔ ۔ ہوئی۔ سلمان ۔ ۔ ۔ حبیب ۔ ۔ ۔ کہا ہے کہ اسکے بعد حبیب حدود روم میں متوقف رہا اور سلمان ارمنیہ پر چڑھ گیا اور فتح کرتا ہوا شروان پہنچا وہاں کے بادشاہ نے صلح کرلی یہ ورثہ کی طرف بڑھا جہاں اسوقت خاقان ترک موجود تھا تین لاکھ آدمی اُسکے ساتھ موجود تھے مگر مسلمانوں سے ڈر کر بھاگ گیا سلمان بلنجر تک اُسکا تعاقب کرتا چلا گیا وہاں قیام کیا خاقان اپنے تین لاکھ آدمیوں کے ساتھ پھر پلٹا اہل اسلام کو شکست ہوئی اور سلمان ۔ ۔ ۔ ساتھ کے دس ہزار آدمی سب مارے گئے۔ مدینہ میں یہ خبر پہنچی تو حضرت عثمان نے حبیب بن مسلمہ کو لکھا کہ جاکر خاقان سے بدلہ لے حبیب روانہ ہوا اور خلاط فتح کرتا ہوا بلاد سطامیر کیطرف گیا وہاں کے سرداروں نے ۸۰ ہزار درہم پر صلح کرلی۔ اب خلیفہ نے مدینہ سے حذیفہ بن الیمان کو روانہ کیا یعنے حبیب کو اس کام سے معزول کیا اور حذیفہ کو مقرر کیا۔ حبیب شام کو اُلٹے آئے حبیب ایک سال تک اُس علاقہ میں حکمراں اور اسلام پھیلانے میں مصروف رہے پھر وطن کو اُلٹے آگئے اور اُنکی جگہ مغیرہ بن شعبہ مقرر ہوا تھوڑے عرصہ بعد وہ بھی معزول ہوا اور اشعث بن قیس وہاں کا حاکم بنایا گیا۔ چنانچہ قتل عثمان تک اشعث ہی ولایت اران (اربان) اور آذربیجان اور اُنکی توابع ولواحق میں حکمران رہا ❖

(۱۳) روم پر چڑھائی بعد ان واقعات کے معاویہ نے روم پر چڑھائی کی اور عموریہ (بروسا) تک بڑھتا چلا گیا رومی لشکر خائف ہو کر انطاکیہ اور طرسوس کے درمیانی قلعے خالی چھوڑ کر بھاگ گیا۔ معاویہ نے اپنے لشکریوں کو وہیں جمع کیا اور اُن میں سے بعض کو ویران و مسمار کر دیا +

(۱۴) غزوہ افریقیہ حضرت عثمان کے حکم سے عمرو عاص عامل مصر نے عبداللہ بن سعد بن ابی سرح کو جو لشکر مصر کے افسروں میں سے تھا افریقیہ فتح کرنے کے واسطے روانہ کیا اور اسکے بعد عبداللہ بن نافع بن حارث کو ایک فوج کا سردار بنا کر اُسکی مدد کو بھیجا۔ چونکہ غنیم کی تعداد زیادہ تھی اس سبب سے یہ لوگ لوٹ مار کر کے اور جزیہ پر صلح کر کے واپس چلے آئے + ایرونگ لکھتا ہے کہ اسکے بعد عمرو عاص نے نوبہ پر چڑھائی کی۔ یہاں کے عیسائی بادشاہ نے اطاعت قبول کی اور کچھ لونڈیاں سالانہ خراج میں دینی کر کے صلح کر لی +

(۱۵) غزوۂ کابل حضرت عثمان نے عبداللہ بن عامر کو کابل کی طرف بھیجا اور کابل اسوقت علاقہ سیستان میں شامل تھا۔ مگر کابل کے باشندوں نے اُسے دفع کیا +

(۱۶) توسیع مسجد الحرام حضرت عثمان مکہ میں آئے اور مسجد الحرام کی توسیع کا حکم دیا اور اس غرض کے لئے چند مکانات جو جوار مسجد میں تھے خریدے گئے۔ بعضوں نے بیچنے سے انکار کیا حضرت عثمان نے اُن سے زبردستی چھینکر مسمار کروا ڈالے۔ جب لوگ فریاد کو آئے حضرت عثمان نے اُنہیں قید کر دیا۔ اور کہا کہ جب عمرؓ کے زمانہ میں اس قسم کا داعیہ زبردستی عمل میں آتا تھا تم لوگ کان بھی نہ ہلاتے تھے۔ آخر عبداللہ بن خالد بن اُسید کے التماس سے قیدیوں کے رہا کرنیکا حکم دیا۔ (ابن اثیر) +

(۱۷) فتح دژ سفید عثمان بن ابی العاص حاکم بحرین سابور (شاپور الجنود) کی فتح کو روانہ کیا گیا۔ اہل سابور نے ۳۳ لاکھ مثقال چاندی سالانہ پر صلح کر لی۔ اہل کازرون نے بھی صلح کر لی۔ اسکے بعد دژ سفید جسے قلعۃ الشیوخ بھی کہتے ہیں بعد لڑائی کے فتح ہوا +

(۱۸) معزولی عمرو عاص حضرت عثمان نے عمرو عاص عامل مصر سے بیت المال کا اختیار چھین کر اپنے رضاعی بھائی عبداللہؓ بن سعد بن ابی سرح کو دیدیا۔ مگر فوج کا کمانڈر انچیف عمرو عاص ہی کو رکھا ان دونوں میں جھگڑا رہنے لگا اور ایک دوسرے کی شکایت حضرت عثمان کے پاس بھیجنے لگا۔ آخر جناب عثمان نے عمرو عاص کو بالکل معزول کر دیا اور مصر کے بیت المال اور فوج دونوں کی سرداری عبداللہ بن سعد بن ابی سرح کو عطا ہوئی۔ عمرو عاص مدینہ میں آ کر رہنے لگا اور حضرت عثمان کی عیب جوئی اور غیبت میں سعد ابی وقاص کا شریک ہو گیا اور یہانتک بغض و نفاق بڑھا کہ عمرو عاص نے حضرت عثمان کی بہن کو جو اُسکے نکاح میں تھی طلاق دیدی۔ (حبیب السیر) +

(۱۹) فتح افریقیہ[1] عبداللہ بن سعد نے حضرت عثمان سے افریقیہ پر حملہ کرنے کی اجازت مانگی اور ساتھ ہی مدد کی درخواست کی۔ حضرت عثمان نے بہت سا لشکر دیا۔ اس لشکر میں عبداللہ بن عباس عبداللہ بن عمرو بن عاص۔ عبداللہ بن جعفر اور حسن اور حسین بھی تھے۔ یہ سب عبداللہ بن سعد کے ساتھ افریقیہ پر چڑھ گئے۔ راستہ میں علاقہ برقہ میں عبداللہ بن نافع بھی آیا۔ گروہ مسلمین کے ساتھ جو اس علاقہ میں تھے انکے ہمراہ ہو لیا طرابلس میں پہنچکر رومیوں کی فوج کو جو وہاں پڑی تھی لوٹا۔ سوٹ کر یہاں سے افریقیہ میں آئے اور لشکر کے ٹکڑے کر کے مختلف علاقوں کی طرف روانہ کئے۔ افریقیہ کا حاکم اسوقت بادشاہ قسطنطنیہ کی طرف سے جرجیر (گریگوریس)

[1] بروز فتح مکہ جناب رسول خدا نے عبداللہ بن سعد کا خون ہدر کر دیا تھا لیکن حضرت عثمان نے اسکی جان بخشی کرا دی تھی (ابوالفدا) [2] از ... عاص سے باپ بیٹا ... سے مراد ہے +

ناحی طرابلس سے حدود طنجہ تک یعنی کل ممالک بربر پہ حکمراں تھا ان علاقوں کا خراج قیصر روم کو بھیجا کرتا تھا۔ شہر سبیطلہ اسکا دار الحکومت تھا۔ مسلمانوں کی آمد کی خبر سنکر اُسنے ایک لاکھ بیس ہزار فوج سے مقابلہ کیا۔ قیروان کے قریب ایک مقام پر جہاں سے سبیطلہ ایک دن رات کے فاصلہ پر ہے تلاقی فریقین واقع ہوئی۔ عبداللہ بن سعد نے جرجیر کو اسلام یا جزیہ کا پیغام بھیجا اُس نے منظور نہ کیا۔ لڑائی شروع ہوگئی۔ چالیس دن تک مقابلہ میں فوجیں پڑی رہیں متعدد لڑائیاں ہوئیں۔ جب لڑتے لڑتے تھک جاتے تھے اپنے اپنے لشکرگاہ کو لوٹ آتے تھے۔ آخر لشکر اسلام کی خبر حضرت عثمان کو آنی بند ہوگئی۔ آپ کو نہایت اضطراب ہوا۔ پس حضرت عثمان نے عبداللہ بن زبیر کو ایک فوج کثیر کے ساتھ اُس فوج کی کمک کے واسطے روانہ کیا۔ عبداللہ بن زبیر نہایت تیزی سے روانہ ہوکر عبداللہ بن سعد کی فوج سے عین ہنگام جنگ میں جا ملے اہل اسلام کی ہمت بڑھ گئی اور جرجیر اور اُسکی فوج کا دل چھوٹ گیا۔ عبداللہ بن زبیر جب پہنچا تو پوچھا کہ عبداللہ بن سعد کہاں ہے لوگوں نے کہا اُس نے سُن پایا ہے کہ جرجیر نے ایک لاکھ دینار سرخ اُسکے سر کی قیمت مقرر کی ہے اور اقرار کیا ہے کہ جو کوئی اُسکا سر لائیگا اپنی بیٹی بھی اُس سے بیاہ دیگا اس سبب سے وہ معرکہ حرب سے پوشیدہ و مخفی رہتا ہے۔ عبداللہ بن زبیر نے جاکر عبداللہ بن سعد کی دلجوئی کی اور کہا اسکا علاج یہ ہے کہ تم بھی اپنے لشکر میں جاکر منادی کردو کہ جو کوئی جرجیر کا سر لائے گا اُسنے اموال غنائم میں سے ایک لاکھ دینار ملیں گے اور جرجیر کی بیٹی جو نہایت خوبصورت ہے اُسکو دیدی جائیگی۔ اور اُسکے ملک کی حکومت اُسکو ملیگی جب یہ منادی کیگئی تو جرجیر پہ نہایت خوف غالب ہوا۔ ہمیشہ ہنگام جنگ اپنی فوج کے پیچھے سوار رہنے لگا۔ کہ اگر شکست کی صورت نمودار ہو تو فوراً بھاگ جائے۔ اب عبداللہ بن زبیر نے عبداللہ بن سعد کو صلاح دی کہ تجربہ کار اور بہادر لوگوں کے ایک گروہ کو حکم دو کہ وہ خیمہ میں مسلح اور آمادۂ کارزار رہیں اور باقی تمام مسلمانوں کو لیکر کارزار میں مشغول ہوجاؤ۔ یہانتک کہ غنیم تھک تھکا کر اپنی چھاونی کیطرف پھر جائے اور اُس کی فوج کے لوگ ہتیار کھولکر آرام کرنے لگیں اُسوقت وہ تجربہ کار اور بہادر لوگ جو خیموں میں مسلح ہوں یکایک سوار ہوجائیں اور ایکا ایکی اُنپر حملہ کردیں شاید یہ تدبیر کارگر ہو اور خدا فتح عنایت کرے۔ دوسرے دن ایسا ہی کیا گیا کہ ایک گروہ مسلمانوں کا دو پہر تک خوب لڑتا رہا۔ اور جب رومیوں نے عادت معہود پر مراجعت کرنی چاہی مسلمانوں نے اُنہیں فرصت ندی اور خوب دل توڑ کر لڑتے رہے یہانتک کہ چور ہوگئے اور لڑنے کی بالکل طاقت نہ رہی۔ اُسوقت طبل بازگشت بجایا گیا۔ اور فریقین نے مراجعت کی۔ جب غنیم نے اپنی چھاونی میں جاکر اپنے ہتیار کھول ڈالے اُسوقت اسلام کی تازہ دم فوج خیموں سے نکل کر اُنپر جا پڑی وہ ناچار بھاگ نکلے مسلمانوں نے تعاقب کیا یہانتک کہ جرجیر عبداللہ بن زبیر کے ہاتھ سے مارا گیا اور اُسکی بیٹی پکڑی گئی اور وہ مع ایک لاکھ اشرفیوں کے عبداللہ بن زبیر کو دیگئی۔ پھر عبداللہ بن سعد نے جاکر سبیطلہ کا محاصرہ کرلیا اور بعد چندے فتح کرلیا۔ یہاں اتنا مال ہاتھ آیا کہ رومیوں کے کسی علاقے سے ہاتھ نہ آیا تھا غنیمت لشکر اسقدر زیادہ تھی کہ فی سوار ۳ ہزار اشرفیاں اور فی پیادہ ایکہزار اشرفیاں حصہ میں آئیں۔ پھر فوج اسلام نے شہر قفصہ فتح کیا۔ پھر حصن الاجم بصلح فتح ہوا۔ اسکے بعد اہل افریقیہ نے ۲۵ لاکھ دینار پر صلح کرلی

لہٰ اس لڑائی کو حرب عبادلہ اس سبب سے کہتے ہیں کہ عبداللہ بن سعد سردار لشکر قلب میں تھا اور میمنہ پہ عبداللہ بن عمر اور میسرہ پہ عبداللہ بن زبیر اور مقدمہ پر عبداللہ بن عباس تھے ✤

اور عبداللہ بن سعد نے مال غنیمت کا خمس (یا پانچواں حصہ) مع بشارت فتح عبداللہ بن زبیر کے ساتھ دربار خلافت میں روانہ کیا۔ حضرت عثمان نے وہ خمس بقول اکثر مورخین کے مروان کو بخشدیا۔ اور بقول بعض کے اُس خمس کو مروان نے حضرت عثمان سے پانچ لاکھ دینار کو خرید لیا اور حضرت عثمان نے اُس میں سے ایک لاکھ دینار مروان کو دیدیے اور یہ امر باعث طعن حضرت عثمان پر ہوا۔ عبداللہ بن سعد کا قیام افریقیہ میں سوا برس تک رہا۔ اور مسلمانوں میں سے سوائے تین آدمیوں کے کوئی ضایع نہیں ہوا ان تین میں ابوذویب ہزلی شاعر تہا۔ پس یہ وہیں دفن ہوا + اسکے بعد عبداللہ بن سعد حضرت عثمان کے حکم سے افریقیہ کی حکومت عبداللہ بن نافع بن عبد قیس کو حوالہ کرکے مصر کو واپس آیا +

(۲۰) فتح ملک مغرب | جب افریقیہ فتح ہوچکا تو حضرت عثمان نے عبداللہ بن نافع بن حصین اور عبداللہ بن نافع بن عبد قیس کو حکم دیا کہ ملک مغرب پر چڑہائی کریں اُنہوں نے دس ہزار فوج سے چڑہائی کی ملک مغرب کو فتح کرلیا۔ خمس غنایم مع بشارت فتح کے دربار خلافت میں روانہ کیا اور عبداللہ بن نافع بن حصین ملک مغرب کا گورنر مقرر کیا گیا +

(۲۱) غزوہ قنسرین | معاویہ قنسرین پر جا لڑا لوٹ مار کرکے اور مال غنیمت اور قیدی لیکر واپس آیا +

(۲۲) فتح قبرس | معاویہؓ نے ایک جماعت صحابہ کے ساتھ جن میں ابوذر غفاری اور ابودرداء عبادہ بن صامت اور عبادہ کی بیوی ام حرامؓ بنت ملحان اور شداد بن اوس وغیرہ بھی تھے۔ حضرت عثمان سے اجازت لیکر قبرس پر چڑہائی کی۔ ادہر عبداللہ بن سعد بن ابی سرح مصر سے مدد کو روانہ ہوا۔ اور ان لوگوں سے آملا۔ اس لڑائی میں مسلمانوں نے تحفہ و ہدایا سے لدی ہوئی کشتیاں جو اہل قبرس نے شاہ قسطنطنیہ کو روانہ کی تہیں گرفتار کرلیں۔ اور رومیوں کو پچاس بری و بحری لڑائیوں میں شکست دی مسلمان کوئی ضایع نہیں ہوا بے حد قیدی گرفتار کئے۔ عبداللہ بن قیس ان مجاہدین کے سردار تھے۔ اہل قبرس نے اس شرط پر صلح کی کہ سات ہزار دینار سالانہ مسلمانوں کو اور سات ہزار دینار سالانہ شاہ قسطنطنیہ کو دیتے رہیں گے۔ قبرس میں مسلمانوں نے ایک مسجد بنائی گئی آٹھ ہزار قیدی ہاتھ آئے جن میں دو سو دختران دوشیزہ تہیں۔ فتح قبرس کے بعد ایک دن عبداللہ بن قیس خشکی پر اُترکر مرقا میں گئے جو سرزمین روم میں ہے لوگوں نے فوراً حملہ کرکے اُنہیں شہید کرڈالا مگر عبداللہ بن قیس کے نائب سفیان بن عوف نے اہل مرقا کو شکست دی + اعثم کوفی میں ہے کہ اسکے بعد معاویہ نے صقلیہ پر چڑہائی کی اور لوٹ مار کرکے واپس آیا بلکہ اس کتاب میں رودس کا فتح ہونا بھی اسی سال میں لکہا ہے +

(۲۳) نائلہ | اسی سال حضرت عثمان نے نائلہ بنت فرافصہ کلبیہ سے نکاح کیا یہ نصرانیہ تہی۔ اکثر مورخین نے لکہتے ہیں

سنہ الجزائر و مراکش ۲۵ابوعبیدہ حاکم شام نے حالت احتضار میں اپنے ممالک مقبوضہ پر عیاض بن غنم کو اور عیاض نے اپنی وفات کے وقت سعد بن حذیم کو مقرر کیا تہا۔ جب یہ بہی انتقال کرگئے تو انکی جگہ حضرت عمر نے عمیر بن سعید کو مقرر کیا۔ اور بعد وفات یزید بن ابوسفیان کے دمشق پر معاویہ کو حاکم مقرر کیا تہا پس معاویہ دمشق و اردن کا گورنر رہا۔ اور عمیر حمص و قنسرین پر عہد خلافت عثمانی میں استعفا دیدیا تو اُن کا علاقہ بہی معاویہ کو ملگیا بعد وفات عبدالرحمن بن علقمہ کے فلسطین بہی حضرت عثمان نے معاویہ کے سپرد کردیا۔ پس حضرت عثمان کی خلافت کے دو تین برس تک معاویہ کل اضلاع شام کا حاکم ہوگیا۔ (ابن خلدون) ۲۳ یہ قبرس میں گہوڑے سے گرکر مرگئیں +

ہیں کہ قبل از دخول مسلمان ہوگئی تہی۔ اور بعض نے لکہا ہے کہ عیسائی ہی مذہب پر قایم رہی +

(۲۴) دار زوراء اسی سال حضرت عثمان نے اپنے لئے ایک نہایت عالیشان محل مدینہ میں تعمیر کرایا اور اُسکا نام زوراء رکہا گیا

(۲۵) معزولی ابوموسیٰ اہل بصرہ نے ابوموسیٰ اشعری کی شکایت کی حضرت عثمان نے اُسکے جگہ اپنے ماموں زاد بہائی عبداللہ بن عامر بن کریز بن ربیعہ کو بصرہ کا گورنر بنا دیا۔ اسوقت اسکی عمر صرف ۲۵ سال کی تہی۔ حضرت عثمان نے حکم دیا کہ ابوموسیٰ اشعری اور عثمان بن ابوالعاص جو عمان و بحرین میں حکمراں تھے عبداللہ بن عامر کے نائب رہیں۔ یعنے یہ دونو سرداران لشکر ابن عامر کے ماتحت رہیں۔ اور انتظاماً عبیداللہ بن معمر تمیمی کو خراسان سے تبدیل کرکے فارس کا والی کیا اور خراسان میں عمیر بن عثمان بن سعد کو گورنر کیا۔ عمیر نے جاتے ہی فرغانہ تک تمام ملک پر قبضہ جما لیا +

(۲۶) فارس کی بغاوت اہل فارس نے سرکشی کرکے عبیداللہ بن معمر کو مار ڈالا اور لشکر اسلام حدود فارس سے بہاگ گیا۔ لشکر فارس نے اصطخر کو لشکرگاہ بنایا یزدجرد آخر بادشاہ ایران انکے ساتھ تھا۔ حضرت عثمان نے عبداللہ بن عامر کو حکم دیا کہ بصرہ اور عمان کے لشکر کو ملاکر فارس پر چڑھ جائے۔ حدود اصطخر میں مقابلہ ہوا۔ لشکر اسلام کے مقدمہ پر عثمان بن عاصی۔ میمنہ پر ابوبرزہ اسلمی اور میسرہ پر معقل بن یسار اور قلب میں عمران بن حصین تھا۔ جنگ عظیم ہوئی دو پہر سے پہلے پہلے بہت سے سردار مارے گئے۔ آخر مسلمانوں نے فتح پائی فارس کی فوج ماری گئی بہت سے بہاگ گئے اور بہت سے قید ہوئے۔ اصطخر فتح ہوگیا۔ اسکے بعد دار بجرد دار رجرد (یعنے شہر اردشیر یا فیروزآباد شیراز) فتح ہوئے اسی اثناء میں اصطخر کی بغاوت کی پہر خبر آئی اور اصطخر دوبارہ محاصرے اور جنگ عظیم کے بعد فتح ہوا۔ مفسد و سرکش بہت سے قتل کئے گئے۔ اور اکثر مقامات فارس کے مثل اصفہان وغیرہ کے طوعاً و کرھاً مطیع و منقاد اسلام ہوئے خمس غنائم و قیدی دربار خلافت میں بہیجے گئے +

(۲۷) توسیع مسجد نبوی اسی سال جناب عثمان نے مسجد نبوی کو وسیع کیا +

(۲۸) حج میں اظہار شوکت حضرت عثمان بارادہ حج ایک گروہ بزرگان اہل بیت و اکابر مہاجرین و انصار کا لیکر منزل منی پر اُترے اور میدان منی میں اپنے واسطے ایک سراپردہ نصب کرایا اور اعیان حجاج بیت الحرام کو اُس سراپردہ میں جمع کیا اور خوب دعوتیں ضیافتیں کیں اور کمال حشمت و شوکت دکھائی۔ حضرت عثمان کی یہ حرکت ہر شریف و وضیع کو نہایت معیوب اور بری معلوم ہوئی کیونکہ اس طریقہ کو شعار اہل جاہلیت سے جانتے تھے اور وقت بعثت سے ابتک کسی دیندار نے اس امر کا اقدام نہیں کیا تھا۔ کیونکہ رسول صلعم سے جو حضرت کے واسطے خیمہ نصب کرنے کے واسطے کہا گیا تھا تو حضرت نے فرمایا تھا کہ منی خیمہ گاہ نہیں ہے + دوسری خلاف بات اسی موقعہ پر حضرت عثمان سے یہ ظہور میں آئی کہ رسول صلعم اور شیخین اور یہ خود اسوقت سے پہلے منزل منی اور عرفات میں چہار رکعتی نماز کو قصر کرتے تھے یعنے دو رکعت پڑہتے تھے اسوقت اِنہوں نے چار رکعت پڑہیں اور قصر نکیا [۱] اور اکابر اسلام نے

---

[۱] فارسی کتابوں میں خالہ زاد لکہا ہے جو غلط ہے [۲] حضرت علی اکثر حضرت عثمان کو ایسی خلاف شریعت باتوں سے روکتے تھے مگر جناب عثمان بجائے باز آنیکے اُلٹا حضرت علی اور اُنکے اصحاب کو آزار پہنچانیکے درپے ہو جاتے تھے چنانچہ ازالۃ الخفاء (ترجمہ اردو جلد دوم صفحہ ۲۹۴) میں لکہا ہی کہ ایکمرتبہ عباس نے عثمان کو بلا بہیجا وہ آئے تو عباس نے کہا کہ میں تمکو خدا کا واسطہ دیتا ہوں علی کے بارہ میں جو تمہارے ابن عم اور برادر اسلامی اور صحابی اور داماد رسول ہیں۔ مینے سنا ہے کہ تم علی اور اُنکے اصحاب پر کوئی حد قایم کرنیوالے ہو بس ہم اُمید کرتے ہیں کہ تم معاف کر دوگے حضرت عثمان نے کہا کہ میں بخوشی تمہاری شفاعت کو قبول کرتا ہوں اگر علی چاہتے تو اُنکے سوا کوئی ودیا اُن سے زیادہ میرا مقرب نہ ہوتا مگر وہ اپنی رائے سے باز نہیں آتے۔ پہر عباس نے حضرت علی کو بلا بہیجا اور اسبطرح عثمان کے بارہ میں خدا کا واسطہ دیا حضرت علی نے جواب دیا خدا کی قسم اگر عثمان مجہے حکم دیں کہ گہر سے نکلجاؤ تو میں نکلجاؤنگا لیکن احکام الٰہی کے قیام میں جب مجہسے سستی

اعتراض کیا اور کہا کہ حضرت عثمان نے خلاف سنت رسول کیا۔ اور حضرت عثمان کی مذمت کی۔ علی مرتضیٰ اور عبدالرحمن بن عوف نے حضرت عثمان کے پاس جاکر سبب پوچھا خاصکر حضرت عثمان اور عبدالرحمن بن عوف میں ان دونوں معاملوں میں بڑی بحث ہوئی اور جب عثمان لاجواب ہوئے تو عبدالرحمن بن عوف باہر چلے آئے۔ پس اول طعن جو حضرت عثمان پر ہوئی ان دو امروں کے باعث ہوئی جو خلاف سنت رسول تھی (روضۃ الاحباب)

(۲۹) رجم زائندہ بشش ماہہ | قبیلۂ جہینہ کی ایک عورت کو حضرت عثمان کے پاس لائے جو نکاح کے چھ ماہ بعد بچہ جنی تھی۔ حضرت عثمان نے زنا کا خیال کرکے سنگسار کرنے کا حکم دیا۔ علی مرتضیٰ کو خبر پہنچی۔ دربار خلافت میں تشریف لائے اور فرمایا کہ اس امر میں تامل کرنا مناسب تھا۔ کیونکہ خدا تعالیٰ کلام مجید میں فرماتا ہے کہ حمل اور دودھ چھڑانے کی مدت تیس ماہ ہے اور دودھ پلانے کی کم سے کم مدت ۲ سال کامل ہے۔ پس اقل مدت حمل ۶ ماہ ہوئے اس سبب سے اس عورت کا زنا ثابت نہیں ہوتا۔ حضرت عثمان نے حضرت علی سے یہ سنکر منع کرا بھیجا کہ اس عورت کو سنگسار نکرنا مگر قاصد کے پہنچنے سے پہلے وہ سنگسار ہوچکی تھی (روضۃ الاحباب)

(۳۰) معزولی ولید بن عقبہ | ولید کی شرابخوری کا چرچا تھا ایک دن حالت نشہ میں صبح کی نماز چار رکعت پڑھائے اور پھر لوگوں کی طرف مخاطب ہوکر کہا کہ اچھا وقت ہے کہو تو کچھ اور زیادہ رکعتیں پڑھا دوں۔ ابن مسعود کو کہ یہ بھی مقتدیوں میں تھے اور اہل کوفہ کو یہ امر نہایت شاق گذرا اور ایک گروہ نے کوفہ سے مدینہ میں آکر حضرت عثمان سے شکایت کی۔ ولید مدینہ بلایا گیا۔ اور بعد تحقیق جب حضرت عثمان نے ولید پر حد لگانے میں تساہل اور لیت و لعل کیا تو لوگ حضرت عثمان پر طعن کرنے لگے۔ اور انکی غیبت کرنے لگے۔ جب مجبور ہوئے تو حضرت علی کو حکم دیا کہ ولید پر حد خمر جاری کریں حضرت علی نے ولید کی پیٹھ ننگی کراکے عبداللہ بن جعفر سے چالیس کوڑے لگوائے (ابن قتیبہ وابن ہشام) ولید ۵ سال کوفہ کا گورنر رہا۔ اسکے بعد سعید بن العاص کوفہ کا گورنر مقرر ہوا ۔

(۳۱) غزوہ طبرستان | حضرت عثمان کے حکم سے سعید بن العاص نے بہت سی فوج سے طبرستان پر چڑھائی کی[1]۔ اس غزوہ میں حضرت امام حسن اور حضرت امام حسین سردار تھے اور عبداللہ بن عباس اور عبداللہ بن عمر اور عبداللہ بن عمرو عاص اور حذیفہ بن الیمان اور دیگر صحابہ رسول بھی شریک تھے۔ جرجان۔ طمیسہ۔ نامیہ بصلح فتح ہوئے (روضۃ الاحباب وفتوحات الاسلامیہ) ۔

(۳۲) اختلاف قرآن کی اصلاح | اسی سال حذیفہ رے کی لڑائی سے فارغ ہوکر باب (دربند) پر عبدالرحمن بن ربیعہ کی مدد کو گئے۔ سعید نے آذربیجان میں قیام کیا یہانتک کہ حذیفہ باب سے واپس آئے۔ پھر دونوں نے کوفہ کو مراجعت کی۔ اسی سفر میں حذیفہ نے مختلف مقاموں پر اختلاف قراءت قرآن ملاحظہ کیا۔ کوفہ آکر اس معاملہ پر غور کی اور زور دیا۔ جب یہاں اصحاب میں اختلاف ہوا اور ابن مسعود کے طرفداروں نے نمانا تو حذیفہ حضرت عثمان کے پاس مدینہ میں آکر شاکی ہوئے۔ پس جب حضرت عثمان نے یکساں قرآن لکھواکر ایک ایک نسخہ ہر علاقے میں بھیجا اور باقی قرآنوں کو جلادیا اور جلانے کا حکم دیا تو عبداللہ بن مسعود کے اصحاب نے جو کوفہ میں تھے نامنظور کیا اور لوگوں کو عیب لگایا اور ابن مسعود نے انہیں کھڑے ہوکر کہا کہ یہ باتیں نہ ہونی چاہئیں لیکن تمکو منظور کرنی چاہئیں کیونکہ واللہ تمنے سبقت عظیمہ حاصل کی ہے پس تم اپنی حالت اور شان پر قایم رہو اور اپنے پہلے ہی قرآن کو پڑھے جاؤ (ابن اثیر وابن خلدون)

(۳۳) عمار سے بدسلوکی | ذہبی وغیرہ نے لکھا ہے کہ ۶ سال تک حضرت عثمان تاضی اچھی طرح خلافت کرتے رہے

[1] ابن اثیر اور ابن خلدون لکھتے ہیں کہ ابتک طبرستان پر مسلمانوں میں سے کسی نے چڑھائی نہیں کی تھی۔ یہ پہلا موقعہ ہے ۔

اُن پر زیادہ اعتراض نہیں ہوئے مگر جب بہت سے ممالک فتح ہوئے اور مال بہت آنے لگا اور عثمان اپنے رشتہ داروں کو مال دینے لگے اور اُنکو بڑے بڑے ملکوں کا والی بنانے لگے اور سنت رسول کے خلاف کرنے لگے اور اُنکے پاس بھی بہت مال جمع ہوگیا اور اُنکے پاس ہزار غلام ہوگئے اور اُنہوں نے اپنے واسطے ایک عالیشان محل تعمیر کیا تو لوگ اُن پر اعتراض کرنے لگے اور عبدالرحمن بن عوف سے شکایت کی اور کہا کہ جو کچھ عثمان کریگا اُسکا وبال تیری گردن پر ہوگا۔ کیونکہ تو نے ہی اُسے خلیفہ بنایا ہے سے لے باد صبا این ہمہ آوردہ تست۔ عبدالرحمن نے کہا مجھے ان معاملات کی خبر نہیں اگر سچ ہے تو عثمان پر تلوار کھینچو اور میں بھی تلوار کھینچتا ہوں۔ جب حضرت عثمان کو عبدالرحمن کے اس قول کی خبر ہوئی تو کہا عبدالرحمن منافق ہے۔ جب عبدالرحمن نے یہ سُنا تو بہت بھڑکا اور قسم کھائی کہ جبتک زندہ ہونگا عثمان سے بات نکرونگا۔ اب تمام حالات مشہور ہوگئے اور ہر شخص عثمان کی نسبت سختی کرنے لگا حضرت عثمان کو بھی خبریں پہنچتی رہیں۔ ایک دن مسجد رسول میں مسلمانوں کو جمع کرکے خطبہ دیا اُس میں فرمایا مطلع رہو کہ رسول خدا کی جگہ پانا اور خلافت کا بندوبست کرنا نہایت مشکل کام ہے اور خلافت کا رتبہ اُس سے کہیں زیادہ ہے جتنا تم خیال کرتے ہو۔ اللہ تعالی نے مجھے خلافت رسول عطا کی ہے آج میں اُسکے لائق و سزاوار ہوں اس اہم اور خطرناک خدمت کو میں انجام دے رہا ہوں جس خدا نے مجھے خلافت دی ہے وہی اپنی تقدیرات کے موافق مجھے توفیق عطا کرتا ہے میں خوب اس رمز کو سمجھے ہوئے ہوں کہ حاکم سے رعیت کے ہر امر کی نسبت ذرہ ذرہ بھر کا حساب لیا جائیگا۔ بعض آدمی میرے خرچ کردہ مال پر اعتراض کرتے ہیں کہ یہ روپیہ اگر سپاہیوں اور اُنکی اولاد کو دیا جاتا تو بہت اچھا ہوتا از راہ مصلحت بھی ٹھیک ہوتا اور درگاہ باری میں بھی مقبول ہوتا۔ میں تسلیم کرتا ہوں اور بعد ازیں ایسا ہی کرونگا۔ بوڑھوں۔ فقیروں۔ یتیموں اور بیوہ عورتوں کے حقوق اُنکو پہنچاتا رہونگا۔ اور امور درپیش آمدہ کی نسبت تم سے مشورہ لیتا رہونگا اور تمہاری رائے پر عمل کرونگا والسلام۔ اس خطبہ پر ایک سال تک عمل کیا۔ بعد حضرت عثمان کی عادتیں پھر بدلگئیں اور وہ امور اختیار کئے جو سنت اور نیکی کے خلاف تھے۔ اصحاب رسول کو سخت ناگوار گذرا اُنہوں نے آپس میں مشورہ کرکے ایک فہرست اُن امور کی تیار کی جو حضرت عثمان سے مسند نشین خلافت ہونے کے وقت سے تا وقت تحریر خلاف شریعت نبوی ظہور میں آئی تہی اور عمار یاسر کے ہاتھ جناب خلیفہ کی خدمت میں بھیجی۔ جب عمار پہنچے عثمان دروازہ سے نکلتے تھے۔ عمار نے وہ تحریر اُنکے ہاتھ میں دی۔ اور کہا اصحاب رسول اللہ نے مجتمع کرکے تمہارے واسطے اُن اُمور کی فہرست تیار کی ہے جو تمنے خلاف شرع اختیار کئے ہیں تاکہ تم اُنکا جواب دو۔ عثمان نے چند سطریں پڑھکر وہ نامہ پھینکدیا۔ عمار نے کہا یہ تحریر اصحاب رسول کی ہے اسے اچھی طرح پڑھیے پھینکیے نہیں بلکہ اسپر اچھی طرح عمل کیجیے۔ عثمان نے کہا اے سمیہ کے بیٹے تو جھوٹ بولتا ہے اور عمار کو غلاموں سے اتنا پٹوایا کہ وہ بیہوش ہوکر گر پڑے۔ پھر آپ بڑھکر اُنکے پیٹ اور خصیوں پر کئی لاتیں ایسی ماریں کہ عمار کو فتق کا عارضہ ہوگیا اور غش آگیا۔ بنی مخزوم جو عمار کے چچا کی اولاد تھے خبر پاکر ہاشم بن ولید بن مغیرہ کے ہمراہ آئے اور عمار کو اُٹھا کر لیگئے۔ بعض نے لکھا ہے کہ ام سلمہ زوجہ رسول نے اپنے گھر بلا لیا عمار کو بستر پر لٹایا اور بنی مخزوم نے قسم کھائی کہ اگر عمار اس صدمہ سے مرجائیں گے تو ہم عثمان کو زندہ نہیں چھوڑینگے۔ اس حالت غش میں عمار کی ظہر عصر مغرب اور عشا کی چار نمازیں قضا ہوگئیں جب ہوش آیا تو پڑہیں۔ (اعثم کوفی۔ و تاریخ الخمیس)

(۳۴۳) ابو ذر کی جلاوطنی ابو ذر حضرت عمر کے زمانہ میں ملک شام میں لڑائی پر گئے تھے اور حضرت عمر کی وفات کے بعد شام ہی کی سکونت اختیار کر لی تہی۔ چونکہ (معاویہ بقول طبری وغیرہ) مرد دنیا دوست تھا اور

تجملات دنیاوی میں گرویدہ رہتا تھا۔ ابوذر اُسے سمجھاتے اور سرزنش کرتے تھے اور کہتے تھے کہ تیرے اعمال سنت نبوی اور سیرت شیخین کے خلاف ہیں۔ ایک دن معاویہ اور ابوذر میں آیہ کریمہ ان الذین یکنزون الذہب والفضہ کے معنوں میں مخالفت واقع ہوئی اور نیز مجلس خاص میں معاویہ نے لفظ بیت المال بیت مال اللہ سے تعبیر کیا ابوذر نے کہا کہ تو نے یہ نام اس سبب سے رکھا ہے کہ خود تصرف کرو اور مسلمانوں کو نہ دو۔ یہ یہی تھا کہ ابوذر غفاری طریق امر بالمعروف اور نہی عن المنکر سے ہرگز درگزر نہ کرتے اور باز نہ آتے تھے۔ اور کلمۂ حق کے پہنچانے میں بالکل خوف نہ کرتے تھے پس ابوذر ادہر معاویہ کی عیب چینی کرتے تھے اُدہر یہ سنکر کہ عثمان نے عمار یاسر کو بلاوجہ سخت زدوکوب کیا ہے اور بہت سے امور خلاف سنت رسول کئے ہیں حضرت عثمان کے حق میں طعن آمیز کلام کہنے شروع کر دیئے (اعثم کوفی) معاویہ نے رنجیدہ ہوکر عثمان کو لکہا کہ اگر آپ کو ولایت شام کی احتیاج ہے تو ابوذر کو کسی اور ولایت میں بہیج دیجئے کیونکہ ابوذر آپ کی طرف سے لوگوں کے عقیدہ کو فاسد کرتا ہے۔ حضرت عثمان نے حکم بہیجا کہ ابوذر کو اس حکم کے پہنچتے ہی ایک بدرفتار ننگی پیٹھ والے اونٹ پر سوار کرکے کسی درشت مزاج رہبر کو اُسکے ساتھ کرکے جو رات دن اونٹ کو ہہنکاتا لائے اور کسی جگہ نہ ٹہیرے کہ ابوذر پر نیند ایسا غلبہ کرے جس سے وہ میرا اور تیرا دونوں کا ذکر کرنا بھول جاسئے۔ مدینہ بہیج دے۔ معاویہ نے ایسا ہی کیا۔ ابوذر طویل بالا لاغر اندام شخص تھے اور اسقدر ضعیف العمر ہوچکے تھے کہ تمام سر اور ڈاڑھی کے بال سفید ہوگئے تھے نہایت کمزور و نحیف تھے۔ اونٹ کی پشت پر نہ کپڑا تھا نہ ساز پھر رہبر بہت بُری طرح سختی سے ہنکاتا لایا ان تکلیفوں اور صدموں سے ابوذر کی رانوں کا گوشت چھل چھل کر جدا ہوگیا۔ اور سخت تکلیف اور تکان لاحق ہوگئی۔ آخر بایں حال تباہ حضرت عثمان کے سامنے حاضر ہوئے حضرت عثمان نے نظر اُٹھاکر دیکہا اور کہا کہ اے جندب (ابوذر کا نام ہے) تجھے دیکھکر کوئی آنکھ روشن نہو کیا تیرا یہ گمان ہے کہ میں کہتا ہوں کہ خدا فقیر ہے اور ہم دولتمند ہیں۔ ابوذر نے جواب دیا کہ مینے کبھی ایسا نہیں کہا۔ مگر اس بات کی گواہی دیتا ہوں کہ حضرت رسول خدا نے فرمایا ہے کہ "جب ابوالعاص کی تیس اولادیں ہو جائیں گی تو وہ خدا کے مال کو اپنی دولت واقبال کا ذریعہ ٹہیرائیں گے خدا کے بندوں کو اپنے خدمت گار اور نوکر قرار دینگے خدا کے دین میں خیانت کرینگے اسکے بعد اللہ تعالی اپنے بندوں کو اُن سے آزادی بخشے گا" حضرت عثمان نے حاضر الوقت لوگوں سے پوچھا کہ تمنے رسول صلعم سے یہ حدیث سنی ہے اُنہوں نے کہا ہمنے نہیں سنی۔ حضرت عثمان نے حضرت علی کو بلایا اور اُن سے پوچھا۔ حضرت علی نے فرمایا کہ مینے حضرت رسول کی زبانی یہ حدیث تو نہیں سُنی مگر ابوذر جھوٹ نہیں کہتا ہے کیونکہ حضرت رسول اللہ نے فرمایا ہے کہ نیلے آسمان کے نیچے اور تیرہ زمین کے اوپر کوئی شخص ابوذر سے زیادہ راست گو پیدا نہیں ہوگا۔ اُسیوقت حاضرین مجلس بول اُٹھے کہ یقیناً ابوذر سچ کہتا ہے۔ ابوذر نے کہا مجھے گمان ہی تہا کہ تم مجھے جھوٹ سے متہم کروگے۔ جناب خلافت مآب نے فرمایا کہ تو جھوٹ بولتا ہے اور فساد کرانا چاہتا ہے ابوذر نے کہا تو ابوبکرؓ اور عمرؓ کی سیرت پر قایم رہ پھر تیرے قول وفعل پر کوئی معترض نہ ہوگا۔ عثمانؓ نے کہا تجھے ان باتوں سے کیا واسطہ ابوذر نے کہا کہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کوئی گناہ بھی نہیں ہے۔ اب عثمان کو بہت غصہ آیا اور فرمایا بتاؤ اس بوڑہے دروغگو کا کیا حال کروں وہ فتنہ برپا کرنا اور مسلمانوں میں تفرقہ پھیلانا چاہتا ہے۔ حضرت علی نے فرمایا تم اسے تکلیف نہ دو اگر وہ اس روایت میں جھوٹا ہے تو اسکا وبال اسپر پڑیگا

ف ابن قتیبہ نے امامۃ والسیاسۃ میں لکہا ہے کہ ابوذر شام میں قاضی تہے جب انکو عمار کے پیٹنے کی خبر شام میں پہنچی تو عثمان سے ناراض ہوئے اور احداثات عثمانی کے شکایت کرنی شروع کردی +

اور اگر سچا ہے تو جیسا بیان کرتا ہے ویسا ظہور میں آ ہی جائیگا۔ عثمان نے خفا ہو کر کہا ای علی تیرے منہ میں خاک۔ علی نے کہا تیرے منہ میں خاک ہو جیو۔ تو یہ کیا کہتا ہے اور کیسی بے انصافی کرتا ہے۔ معاویہ کی نامعلوم باتوں کے لکھنے سے رسولخدا کے دوست ابوذر کے حق میں یہ کیا باتیں کہتا ہے۔ کیا تجھے معاویہ کی دشمنی ظلم اور فتنہ و فساد کا حال معلوم نہیں ہے عثمان خاموش ہوگئے۔ علی سے تو کچھہ نہ کہا مگر ابوذر کو ربذہ میں جلاوطن کردیا جو مدینہ سے ۳ منزل پر جنگل میں ایک مقام ہے۔ حکم دیا کہ ربذہ سے کہیں نجانے پائے۔ اور مروان بن حکم سے کہا کہ اسے ایک اونٹ پر بٹھا کر مدینہ کے باہر نکال آ اور کسیکو اسکے رخصت کرنے کے لئے مدینہ سے باہر نہ جانے دیجو۔ مگر اصحاب رسول اللہ میں سے چند لوگ اس امر سے بہت رنجیدہ ہوئے اور ابوذر کو رخصت کرنے آئے یہ لوگ علی۔ حسن۔ حسین۔ عبداللہ بن عباس۔ عمار یاسر۔ اور مقداد بن اسود وغیرہ تھے۔ ابوذر کے پاس پہنچکر تسلی دینے لگے۔ اور صبر کی ہدایت کرنے لگے۔ مروان نے اعتراض کیا کہ تم لوگ خلاف حکم عثمان کے ابوذر کو رخصت کرنے کیوں آئے۔ حضرت علی کو برا معلوم ہوا اور مروان کے اونٹ کے دونوں کانوں کے بیچ میں کوڑا رسید کیا۔ اور کہا دور ہو پسر زرقا تو ہمارے فعل پر اعتراض کرنے والا کون ہوتا ہے۔ مروان نے حضرت عثمان سے جا کر شکایت کی۔ حضرت عثمان نے حضرت علی کو بلایا اور کہا میرے حکم کے خلاف ابوذر کی مشایعت کو کیوں گئے اور دیگر صحابہ کو بھی ساتھ لیگئے۔ اور پھر مروان کے اونٹ کو کوڑا مارا۔ مروان سے معافی مانگو۔ حضرت علی نے فرمایا کہ تمہارا حکم کوئی خدا اور رسول کا حکم نہیں ہے۔ کہ اُسے ضروری عمل میں لایا جائے۔ رہا مروان کے اونٹ کو مارنا اور اسکو برا کہنا سو مروان بھی میرے اونٹ کو ایک کوڑا مارلے مگر یہ مجال نہیں کہ مجھے گالی دے۔ اگر وہ ملعون مجھے گالی دے گا تو قسم بخدا اُسکو تلوار سے جواب دونگا اور تجھکو گالی دونگا کیونکہ وہ میرا ہمسر نہیں ہے۔ خوب یقین سمجھ لے میں سچ کہتا ہوں۔ عثمان نے کہا کہ جب تو نے گالی دے وہ تجھے گالی کیوں نہ دے کیونکہ قسم بخدا تو میرے نزدیک مروان سے افضل نہیں ہے پس حضرت علی نے غضبناک ہو کر کہا کہ تو یہ کیا سمجھکر کہتا ہے اور کس وجہ سے مجھے مروان کے برابر بناتا ہے۔ اور میں تو تجھ سے بھی افضل ہوں اور میرا باپ تیرے باپ سے افضل ہے اور میری ماں تیری ماں سے افضل ہے اور یہ لے میں نے تو اپنا تیر ترکش سے نکالا اب تو اپنا تیر نکال۔ پس عثمان غصہ کے مارے سرخ ہوگئے اور کھڑے ہوئے اور گھر میں گھس گئے۔ اور علی غصہ میں بھرے چلے آئے۔ جب دوسرا دن ہوا اور عثمان کے پاس لوگ جمع ہوئے تو حضرت عثمان نے حضرت علی کی شکایت کی اور کہا وہ میری عیب جوئی کرتے ہیں اور اُن لوگوں کی مدد کرتے ہیں جو میری عیب جوئی کرتے ہیں یعنے ابوذر اور عمار یاسر کی پس لوگ بیچ میں پڑے اور علی نے عثمان سے کہا واللہ میں نے خدا کے واسطے ابوذر کی مشایعت کی تھی (مروج الذہب مسعودی۔ اعثم کوفی۔ روضۃ الصفا۔ تاریخ الخمیس)

خلاصہ یہ کہ ابوذر ۳۲ھ تک ربذہ میں رہے آنے جانے والے حاجی اُنکے پاس پہنچتے دلداری کرتے اور تحفے بھیجتے مگر وہ کسیکی کوئی شے قبول نکرتے۔ جب وقت وفات قریب آیا بیوی سرہانے بیٹھی رو رہی تھی کہ اس غربت و بیکسی میں تجہیز و تکفین کیونکر کرونگی۔ ابوذر نے تسلی دیکر کہا کہ میں نے رسول صلعم سے سنا ہے کہ میں پردیس میں وفات پاؤنگا اور اُسوقت کچھہ نیک آدمی آکر مجھے دفن کرینگے جب میں مرجاؤں تو ایک بکرے کو ذبح کرکے پکا کر رکھہ چھوڑنا اور سرراہ منتظر رہنا کچھہ مسلمان گذرینگے اُن سے میری وفات کا حال کہکر کفن و دفن کی درخواست کرنا جب وہ میرے کفن و دفن سے فارغ ہوں (جیسا کہ رسول اللہ کی پیشینگوئی کے موافق ہوگا) تو اُنکو کھانا کھلانا جب وہ چلے

ـــــــــــــــــــ

لہ ابوذر نے بوقت روانگی عثمان سے کہا مجھے تیری ہمسائیگی سے کتوں اور بھیڑیوں کی ہمسائیگی زیادہ پسند ہے مگر خوب سمجھ لے کہ جہاں جاؤنگا اگر شمشیر بھی میری گردن پر چل جائیگی تو بھی امر بالمعروف اور نہی عن المنکر سے اور ان باتوں کے پہنچانے سے جو میں نے رسول اللہ صلعم سے سنی ہیں باز نہیں آؤنگا

جا ئیں - کچھہ دنوں تم ربذہ ہی میں رہنا پھر مدینہ چلے جانا۔ اور اپنی زمانہ وفات تک وہیں رہنا - غرض ابوذر کا انتقال ہوگیا اور تھوڑی دیر بعد کچھہ لوگ بقول بعض مورخین زیارت مکہ سے واپس آتے ہوئے اور بقول بعض کوفہ سے مکہ جاتے ہوئے نظر پڑے - یہ اشخاص احنف بن قیس تمیمی صعصعہ بن صوحان عبدی - خارجہ بن صلت تمیمی عبداللہ بن مسلمہ تمیمی ہلال بن مالک مزنی جریر بن عبداللہ بجلی - مالک اشتر بن حارث نخعی وغیرہ تھے - اور بعض مورخین نے عبداللہ بن مسعود کا نام بھی لکھا ہے - جب یہ قریب پہنچے تو ام ذر زوجۂ ابوذر نے کھڑے ہوکر کہا اے مسلمانو! رسول خدا کا مصاحب ابوذر دنیا سے سفر کرگیا میں اُسکی بیوہ غریب و بیکس ہوں مجھہ میں اُسکے کفنانے اور دفنانے کی طاقت نہیں اگر تم اس کام میں امداد کروگے تو اللہ تعالی تمسے راضی ہوگا - یہ سنتے ہی سب رونے لگے اور اللہ تعالی سے ابوذر کی بخشش کی دعا مانگنے لگے - ہر شخص نے اپنے کپڑے کا کفن دینے کی خواہش کی - آخر یہ صلاح ٹھیری کہ ہر ایک سے تھوڑا تھوڑا کپڑا لیکر سیکر کفن دیا جائے - چنانچہ یہی کیا گیا - ایک شخص کے اسباب میں کافور بھی نکل آیا اُس سے حنوط اور غسل و کفن کرکے نماز جنازہ پڑھکر دفن کردیا - دفن سے فارغ ہوکر اشتر نخعی نے اُسکے قبر کے سرہانے کھڑے ہوکر خدای تعالی کی حمد و ثنا کے بعد کہا کہ اے خدا! ابوذر غفاری تیرے رسول کا مصاحب ہے وہ تیرے پیغمبروں اور کتابوں پر ایمان لایا ہے تیری راہ میں جہاد کئے ہیں شریعت اسلام پر ثابت قدم رہا ہے اور شرعی طریقوں میں اُسنے تغیر و تبدل کو راہ نہیں دی اُس نے سنت و اجماع کے خلاف کچھہ امور دیکھہکر اُن سے انحراف اختیار کیا جسکے سبب سے لوگوں نے اُسے ستایا - اور ذلیل سمجھا تیرے حبیب کے ہمسایہ کی دولت سے اُسے محروم کردیا مدینہ سے نکالکر بربادی میں چھوڑ دیا - یہانتک کہ وہ پردیس میں مرگیا - اے خدا! تونے مومنوں سے جن جن بہشتی نعمتوں کا وعدہ فرمایا ہے اُنکا حظ ابوذر کے لئے زیادہ کر! اور اُس شخص کو جس نے اُسے تیرے رسول کے مدینہ سے نکالا اور تباہ کیا سزاے مستوجبہ دے - اشتر نے یہ دعا مانگی اور سب مسلمانوں نے آمین کہی - یہ لوگ رات کو دفن سے فارغ ہوئے اور دوسرے دن صبح کو رخصت ہوئے ٭

ابن مسعود نے مدینہ میں آکر حضرت عثمان کو ابوذر کی وفات کی خبر دی - اُسوقت عمار یاسر بھی دربار خلافت میں موجود تھے عمار بولے ابوذر پر اللہ کی رحمت ہو ای خدا میں یہ دعا اُسکے حق میں جان و دل سے مانگتا ہوں اُسے بخشدیجو - عثمان نے غصہ ہوکر کہا کہ اے نالایق تیرا بھی یہی حال ہوگا میں ابوذر کو جلاوطن کرنے سے پشیمان نہیں ہوا ہوں - عمار نے کہا خدا کی قسم میرا یہ حال نہیں ہوگا عثمان رضؓ نے کہا اسے دھکے دیکر شہر سے نکالدو اسے بھی ربذہ بھیجدو پھر زندگی میں مدینہ میں نہ آنے پائے - عمار نے کہا واللہ مجھے بھیڑیوں اور کتوں کی ہمسایگی تیرے پاس رہنے سے زیادہ پسند ہے - یہ کہکر عثمان کے پاس سے چلے آئے - بنی مخزوم یہ سنکر کہ عثمان کا ارادہ عمار کو جلاوطن کرنے کا ہے حضرت علی کے پاس آئے اور کہا کہ اے ابوالحسن عثمان ایک دفعہ عمار کو مارکر اذیت دیچکا ہے اب وہ اُسے جلاوطن کرنا چاہتا ہے اب اگر وہ ایسا کریگا تو ہماری ہاتھوں سے ایسا کچھہ ظہور میں آئیگا کہ پچھتائیگا - عثمان کو جاکر سمجھائیے کہ عمار کے پیچھے نہ پڑے - حضرت علی یہ فرماکر کہ اس معاملہ میں مجھہ پر سعی کرنا واجب ہے حضرت عثمان کے پاس آئے اور کہا کہ اے عثمان دیکھو اس سے پہلے تم ابوذر کو تم جلاوطن کرچکے ہو کہ وہ غریب پردیس ہی میں مرگیا - مسلمان اس امر کے سبب سے تمسے اور بھی زیادہ برگشتہ ہوگئے ہیں اب سنتا ہوں کہ عمار کو جلاوطن کرنا چاہتے ہو - تم دوستوں اور نصیحت کرنے والوں کی بات نہیں مانتے خدا سے ڈرو صحابۂ رسول خدا کو ایسے رنج نہ دو - عثمان بولے عمار اور تم سب اکو تم ہی برباد کررہے ہو تجھی تو نکالدینا چاہیئے - علی بولے تیری کیا مجال ہے جو ایسا خیال بھی کرسکے اور اگر چاہے گا تو بھی اسپر قادر نہ ہوسکے گا - اگر شک ہو تو آزمادیکھہ - حقیقت معلوم ہوجائے اور تیرا

یہ کہنا کہ عمار وغیر عمار کو تو ہی خراب کر رہا ہے خدا کی قسم اُنکا فساد صرف تیری ہی طرف سے ہے - میں اُنکی کوئی خطا نہیں دیکھتا
تو شریعت محمدی کے خلاف کام کر رہا ہے - لوگ اسکی برداشت نہیں کر سکتے - ہر ایک پر غصہ ہوتا ہے پھر اُنہیں ستاتا ہے
یہ امر بزرگوں کے طریقہ سے بہت بعید ہے - حضرت علی یہ نرم گرم باتیں کہکر چلے آئے - اور بنی مخزوم اور صحابۂ رسول سے
آکر کل حال بیان کیا - وہ بولے جی ہاں اب تو عثمان غصہ میں آپ کی نسبت ایسے ہی کلمات کہے گا - اور جس پر ناراض ہوگا اُسے
شہر بدر کر دے گا معلوم ہوتا ہے کہ ہم سب اپنی اہل وعیال سے جدا جدا ہو کر پردیس ہی میں مرینگے کہ کسیکو وصیت بھی
نکر سکیں گے حضرت علی اُن سے یہ مایوسی کے کلام سُنکر روئے اور کہا عمار سے کہدو اپنے گھر میں رہے باہر نہ نکلے خدا اُسے
عثمان اور دیگر شخصوں کی شرارت سے محفوظ رکھے گا - بنی مخزوم نے کہا اے ابوالحسن ہم سب آپ کے ہوا خواہ ہیں اگر آپ
ہمارے مددگار ہونگے تو پھر عثمان ہمیں کوئی ضرر نہیں پہنچا سکتا - عثمان کو بھی یہ حال معلوم ہو گیا - عمار کا پیچھا
چھوڑ دیا - اور اپنے کہے پر افسوس کیا (اعثم کوفی)

(۳۵) انگشتری رسول کا گم ہونا — حضرت رسول صلعم کی انگشتری جو حضرت عائشہ کے پاس تھی اور وہ عائشہ نے ابوبکر
کو دی تھی اور وہ احکام وفرامین پر تبرکاً اُس سے مہر کیا کرتے تھے - حضرت عمر کو پہنچی تھی اور حضرت عمر حفصہ کے حوالے
کر گئے تھے کہ جو کوئی خلیفہ ہو اُسے دیدینا اس طرح وہ عثمان کو پہنچی تھی اور یہ بھی مثل حضرت ابوبکر وحضرت عمر کے
مہر لگانے کے کام میں لاتے تھے اس سال چاہ اریس میں جو مدینہ سے ۲ میل پر ہے گر پڑے اور باوجود جستجوئے بالا
کلام کے نہ نکلی - اور اُس روز سے ابواب فتنہ وحوادث حضرت عثمان پر کھل گئے - اگرچہ حضرت عثمان نے اُسی ہیئت
اور نقش کی انگوٹھی تیار کرائی لیکن مشابہت ظاہری سے کچھ فائدہ نہوا +

(۳۶) بانگ ثالث — اسی سال جمعہ کے روز اس سبب سے کہ بہ کثرت اہالی مدینہ کی اتنی ہو گئی تھی کہ ایک بانگ سے
لوگوں کو اطلاع نہ ہوتی تھی حضرت عثمان نے حکم دیا کہ موذن موضع زورا پر کہ مقام بلند تھا ندا کیا کرین - یہ ندائے ثالث
حضرت عثمان کا احداث ابتک جاری ہے +

(۳۷) فتح خراسان — عبداللہ بن عامر فارس فتح کرکے شریک بن اعور حارثی کو اصطخر کا والی کرکے بصرہ واپس آگیا تھا
اب اسنے حضرت عثمان سے اجازت لیکر اور زیاد بن عامر کو بصرہ میں اپنا نائب چھوڑکر کرمان کی راہ سے خراسان پر چڑھائی
کی کیونکہ ان اضلاع میں بھی بغاوت پھوٹ نکلی تھی - چونکہ اہل کرمان نے سرکشی کی تھی مجاشع ابن مسعود کو ہزار
سوار جرار کے ساتھ کرمان میں چھوڑا - اور اس علاقہ کی حکومت اُسکو دی - اور حکم دیا کہ شہر کرمان کا محاصرہ کرے تاکہ
کہ فتح ہو - اور چونکہ اہالی سجستان اس بغاوت میں اہل کرمان کے شریک تھے - ربیع بن زیاد حارثی کو سجستان کی طرف
بھیجا اور خود نیشاپور (خراسان) کی طرف بڑھا - احنف بن قیس مقدمۃ الجیش پر تھا - غرض طبسین پر جاکر اُترا اہالی
طبسین اول تو لڑے پھر ۶ لاکھ درہم دیکر صلح کرلی - پھر قہستان کے دیگر علاقوں جوین - بجر آباد - بیہق - بست -
باہرز (یا باخرز) خاف - اسفراین - ارغیان - نسا - ابیورد کی طرف فوج بھیجی - ان میں سے بعض لڑکر اور بعض
صلح سے فتح ہوئے طوس کے حاکم نے ۶ لاکھ درہم پر صلح کرلی - پھر عبداللہ بن عامر نے ایک ماہ تک نیشاپور کا محاصرہ
رکھا جب اہل نیشاپور پر پانی بند ہوا تو اُنہوں نے دس لاکھ درہم دیکر صلح کرلی - بعض کہتے ہیں کہ عبداللہ صلح پر
راضی نہ ہوا بلکہ لڑکر فتح کیا اور خود وہاں سکونت اختیار کی - اور سرخس - ہرات[1] - بادغیس اور فوشنج کی طرف فوج روانہ
کی ان قلعوں کے فتح کے بعد مرو پر چڑھائی ہوئی - اور مرو کے حاکم ماہویہ مرزبان نے ۲۲ لاکھ نقد درہم دیکر

[1] اہل ہرات نے دس لاکھ درہم پر صلح کی +

۳ لاکھ سالانہ خراج پر صلح کرلی۔ اسکے بعد عبداللہ بن عامر نے احنف بن قیس کو طخارستان پر بھیجا۔ اُس نے مرو روذ۔ جوزجان۔ طالقان اور فاریاب فتح کیا۔ اور اہل بلخ نے ۴ لاکھ درہم نقد اور ایک لاکھ درہم اور کچھ غلہ سالانہ خراج پر صلح کرلی۔ بلخ سے آگے خوارزم کا مدت تک محاصرہ رکھا مگر فتح نہوا ناچار بلخ کو مراجعت کی +

(۳۸) فتح کرمان مجاشع بن مسعود نے جو اہل کرمان کے بغاوت فرو کرنے پر مقرر ہوا تھا۔ ہمید۔ سیرجان (کرمان کا صدر مقام) جیرفت فتح کرکے قفص پہ جہاں ایرانیوں کا بڑا مجمع تھا اور جہاں بہت سخت لڑائی ہوئی ایرانیوں کو مار بھگایا اور کرمان فتح ہوگیا +

(۳۹) فتح سجستان وکابل سیسان یا سجستان حضرت عمرؓ کے زمانہ میں فتح ہوا تھا اب یہاں کے باشندوں نے بغاوت کی تھی اور ربیع بن زیاد حارثی اُنکی بغاوت فرو کرنے کو مقرر ہوا تھا۔ یہ قلعہ زالق۔ کرکویہ۔ روشت ناشروذ۔ شروان فتح کرتا ہوا زرنج پہنچا اہل زرنج نے ایک ہزار لونڈیوں پر صلح کرلی جن میں سے ہر ایک کے ہاتھ میں سونے کا جام تھا۔ ربیع بن زیاد ڈیڑھ سال تک زرنج کا حاکم رہا حسنؒ بصری اسکے کاتب تھے[1] ڈیڑھ برس کے بعد ربیع اپنا ایک نائب زرنج میں چھوڑ کر ابن عامر کے پاس آیا اور اہالی زرنج نے اُس نائب کو نکال دیا اور بغاوت کی۔ اب عبداللہ بن عامر نے اپنے عمزاد بھائی عبدالرحمن بن سمرہ کو سجستان کا گورنر کرکے بھیجا اُنہوں نے سجستان (زرنج) کی بغاوت کو فرو کیا اور تمام وہ علاقہ فتح کرلیا جو زرنج اور کش (کیچ) کے درمیان ہے پھر رخج اور داون کے درمیان کا علاقہ اور جبل الزور کو فتح کرکے کابل۔ خشک۔ رخج اور زابلستان (غزنی) بصلح وامان فتح کرلیا۔ شاہ کابل مسلمان ہوگیا۔ پھر عبدالرحمن نے زرنج واپس آکر کچھ دنوں قیام کیا اور پھر امیر بن احمر یشکری کو زرنج کا حاکم بناکر چلا آیا مگر اہل زرنج نے امیر بن احمر کو نکالدیا +

(۴۰) عبداللہ بن عامر کا حج جب فارس۔ کرمان۔ سجستان۔ خراسان عبداللہ بن عامر فتح کر چکا تو قیس بن ہیثم کو نیشاپور میں کل خراسان کا اور احنف بن قیس کو مرو وطالقان پر اور خالد بن عبداللہ کو ہرات وبادغیس وغور وغرجستان پر اُسکا نائب مقرر کرکے شکریۂ فتح میں حج کو روانہ ہوا۔ اور مدینہ میں حضرت عثمانؓ سے ملکر حج کرکے اپنے صدر مقام بصرہ میں واپس آیا۔ ابن عامر کے جانے کے بعد قیس نے طخارستان کا علاقہ سمنگان تک فتح کرلیا۔ قیس کے نائب خراسان۔ سجستان اور جبال وغیرہ پر مقرر تھے۔ اب خراج کی آمدنی بہت بڑھ گئی۔ اور بہت سا مال حضرت عثمانؓ کے پاس علاقوں سے آتا تھا۔ کہتے ہیں کہ مسلمانوں کو خزانہ کسریٰ کے ایک لاکھ بدرے ہاتھ لگے تھے کہ وزن ہر بدرے کا چار ہزار تھا (خمیس) +

(۴۱) قتل یزدجرد ۳۱ھ یزدجرد آل دارا سے ایران کا آخری بادشاہ مسلمانوں سے اصطخر کی شکست کے بعد اور بڑے سے خراسان اور خراسان سے بھاگتا ہوا مرو پہنچا۔ چار ہزار آدمی اُسکے ساتھ تھے۔ مرو میں آکر سکونت اختیار کی اور عیش ونشاط کی زندگی گزارنے لگا اور خرچ بے اندازہ فسق وفجور میں کرنے لگا۔ ماہویہ مرزبان مرو نے یزدجرد کی حرکات ناشایستہ اور خرچ بے انتہا سے عاجز آکر اُسکے دفع کرنے کے واسطے خاقان چین سے مدد مانگی۔ خاقان نے ۷ ہزار فوج ماہویہ کی مدد کو بھیجی اُنہوں نے یزدجرد کا مکان گھیر لیا بدقت تمام کمند کے ذریعہ سے نکلکر ایک چکی والے کے گھر پہنچا۔ چکی والے نے اُسکے تاج مرصع پر لالچ کرکے بڑے تملق سے خواب خرگوش میں کرکے ایک تیر سے کام تمام کردیا۔ اور یزدجرد اصطخر میں لاکر گورستان شاہان عجم میں دفن کیا گیا۔ یزدجرد نے ۲۰ سال حکومت کی ۴۰ سال عیش وآرام میں اور ۱۶ سال مسلمانوں سے لڑتے میں + جسوقت ماہویہ یزدجرد کے مارے جانیکے بعد

[1] یہ معاملہ تعجب خیز ہے۔ کیونکہ حسن بصری سنہ ۲۱ھ میں پیدا ہوئے تھے۔ اُنکی عمر اسوقت صرف دس سال کی تھی۔

واقعات ۳۲ ہجری

مرو کا خود مختار حاکم بن چکا تھا اُسوقت مسلمانوں نے مرو پر چڑھائی کی تھی جیسا بیان ہو چکا ہے +

(٣٢) غزوہ صواری[1] جب مسلمانوں نے افریقیہ فتح کر کے بہت سے آدمی قتل اور قید کئے قسطنطین پسر ہرقل پانچ چھ سو کشتیوں میں فوج لیکر مصر و اسکندریہ و ممالک بربر کو مسلمانوں سے چھڑانیکے ارادہ سے روانہ ہوا اُسکے مدافعہ کے واسطے معاویہ ولایت شام سے اور عبد اللہ بن سعد بن ابی سرح مصر و اسکندریہ سے بہت سا لشکر لیکر نکلے اور مقدمہ لشکر اسلام عبد اللہ بن سعد دو سو چالیس کشتیوں میں فوج لیکر روانہ ہوا سمندر میں اُس مقام پر جسے ذات الصوار کہتے ہیں ساحل عکہ کے پاس خلیج قسطنطنیہ پر مقابلہ ہوا۔ فریقین کی کشتیوں نے لنگر ڈالدیئے سخت گھمسان کی لڑائی خنجر اور تلوار سے ہوئی بہت سے آدمی مارے گئے آخر رومیوں نے شکست کھائی بہت سے پکڑے گئے ہوا قسطنطین کی بقیہ کشتیوں کو صقلیہ کیطرف لیگئے اُسکی صقلیہ کی رعایا نے شکست کی خبر سے ناراض ہو کر اُسے حمام میں مار ڈالا۔ اور مسلمان قیدی لیکر اپنے ملک میں واپس آئے +

صاحب روضۃ الاحباب لکھتے ہیں کہ اس غزوہ میں محمد بن حذیفہ اور محمد بن ابو بکر اور وہ لوگ جو انکی تابع تھے مصلحت حرب و جہاد بس ایسی باتیں کہتے تھے جو عبد اللہ بن سعد کی طبیعت کے خلاف تھیں۔ عبد اللہ نے کہا تمکو مصلحت حرب سے کیا غرض۔ محمد بن ابو بکر نے سخت جواب دیا۔ اور یہانتک نوبت پہنچی کہ یہ لوگ حضرت عثمان کے حق میں طعن کرنے اور برا بھلا کہنے لگے۔ اور اُن باتوں کی اشاعت لوگوں میں کرنے لگے جو سنت نبوی اور سیرت شیخین کے خلاف حضرت عثمان سے عمل میں آئی تہیں۔ کہتے تھے کہ عبد اللہ بن سعد بن ابی سرح سے حضرت رسول صلعم اسقدر تنگ آئے تھے کہ حل و حرم میں اُسکا خون مباح کر دیا تھا۔ اور قرآن اُسکے کفر میں نازل ہوا اُسکو والی ممالک اسلام بنایا ہے اور انہا بنی امیہ کو بلاد اسلامیہ میں زور دیا ہے اور ہرچند اُنکی ظلم و فسق کی شکایتیں عثمان کو پہنچتی ہیں مگر ذرا پروا نہیں کرتے اور اُن کا تسلط و غلبہ پہلے سے بھی زیادہ کر رکھا ہے اور اُن میں سے ہر ایک کو اُسکے رتبہ اور مرتبہ سے زیادہ مال اور غنیمت دیتا ہے اور جن لوگوں کو رسول اللہ صلعم نے مطرود اور مردود کیا تھا اُنکو آزاد اور مختار کر دیا ہے کہ جو چاہیں سو کریں جب اُن کی باتیں عبد اللہ بن سعد نے سنیں اُن پر بہت قہر و غضب کیا اور اپنی کشتی سے نکالدیا +

(٣٣) غزوہ بلنجر طرمیس کا کیشیا (قفقاز) میں ترک اور خزر دو قومیں مسلمانوں سے لڑنے کو متحد ہو گئی تہیں حضرت عثمان کے حکم سے عبد الرحمن بن ربیعہ نے جا کر بلنجر کا محاصرہ کر لیا۔ غنیم تین لاکھ فوج سے مقابلہ میں آیا سخت لڑائی ہوئی دس ہزار مسلمانوں میں سے صرف تھوڑے سے بچے اُنمیں سے بعض دربند کی طرف چلے گئے اور وہاں سلمان بن ربیعہ باہلی سے جنکو عثمان کے حکم سے سعید بن العاص نے مسلمانوں کی مدد کو روانہ کیا تھا جا ملے اور کچھ جن میں سلمان فارسی اور ابو ہریرہ بھی تھے جرجان کیطرف چلے گئے۔ ابن خلدون وغیرہ نے لکھا ہے کہ عبد الرحمن کے مارے جانے کے بعد سعید بن العاص نے باب (دربند) کا والی سلمان بن ربیعہ کو کر دیا۔ سلمان کے ساتھ جو لشکر کوفہ گیا تھا اُسکے سردار حذیفہ بن الیمان تھے اور اُنکی کمک پر حضرت عثمان نے شام کا لشکر بسر کردہی حبیب بن مسلمہ روانہ فرمایا اور سلمان بن ربیعہ کوفہ اور شام دونو لشکروں کا سردار مقرر کیا گیا۔ جسوقت دونوں لشکر ایک جا ہوئے کوفیوں اور شامیوں میں جھگڑا ہو گیا۔ حبیب نے سلمان کی امارت سے انکار کیا یہ پہلی مخالفت تھی جو عساکر کوفہ اور شام میں واقع ہوئی۔ مگر روضۃ الاحباب جبیب السیر میں پہلی مخالفت کا وہ سبب بیان کیا ہے جو ۲۵ھ کے واقعات میں صلح ارمینیہ کے حال میں لکھا گیا ہے +

[1] یعنے مستولوں کی لڑائی ۶۵۲ء ایڈورڈ گبن لکھتا ہے کہ فتح قبرس و صواری کے بعد معاویہ نے قراطیش اور مالٹا پر بھی چڑھائی کی اور روڈس فتح کیا۔ روڈس کے مشہور بت کو توڑ ڈالا اُسکے ٹکڑے اتنے تھے کہ ۹۰۰ اونٹوں پر لدے تھے یہ ٹکڑے اسکندریہ میں ایک یہودی سوداگر کے ہاتھ بیچے گئے پھر معاویہ ایشیا کوچک کے کنارہ کنارے لڑتا ہوا خلیج قسطنطنیہ تک جا پہنچا [illegible] +

صاحب حبیب السیر نے واقعہ بلنجر کو سنہ ۳۲ھ کے واقعات میں دوسری طرح بیان کیا ہے دیکھو نوٹ متعلق صلح ارمینیہ +

(۴۴) خروج قارن اسی سال کے آخر میں قارن نے جو عجم کے مرزبانوں میں سے تہا - یہ دیکھکر کہ عبداللہ بن عامر خراسان سے حج کو گیا ہوا ہے حکومت کی ہوس کر کے ایک گروہ کثیر نواحیہ طبسین و ہرات و بادغیس و قہستان وغیرہ سے جمع کر کے مسلمانوں پر خروج کیا اور چالیس ہزار فوج سے نیشاپور پر جو قیس بن ہیثم کا صدر مقام تھا چڑھائی کی یہ سنکر قیس کے عمزاد بھائی عبداللہ بن حازم نے کہ سرداران لشکر خراسان سے تھا قیس کو صلاح دی کہ آپ عبداللہ بن عامر کے پاس جاکر کثرت لشکر دشمن کی خبر دیکر مدد لائیے - اتنے آپ خراسان میں مجھے اپنا نائب کر جائیے میں دشمن کو روکے رکھوں گا پس قیس تو بصرہ کو روانہ ہوا (کیونکہ عبداللہ حج سے فارغ ہوکر اپنے صدر مقام بصرہ میں آگیا تھا) اور ادہر عبداللہ بن حازم نے اسکے خراسان سے نکلتے ہی ایک تحریر لوگوں کو دکھائی جس میں لکھا تھا کہ قیس کے خراسان سے جانے کے بعد عبداللہ بن حازم خراسان حدود خراسان کا گورنر سمجھا جائیگا اسطرح خراسان کا گورنر بنکر ہزار فوج لیکر قارن پر اس طرح حملہ کیا کہ قریب شب اپنے لشکریوں کو حکم دیا کہ نیزوں پر کپڑے لپیٹ کر تیل سے تر کر کے روشن کریں اور اس طرح چھ سو چیدہ آدمیوں کا مقدمۃ الجیش مرتب کر کے رات کو حملہ کر دیا - ترکوں نے رات کے وقت چاروں طرف مشعلیں اور آگ روشن دیکھ کر ہمت ہار دی ابن حازم نے ہر طرف سے گھیر کر لڑائی شروع کر دی قارن مارا گیا اسکی بہت سی فوج قتل ہوگئی بہت سے قید ہوئے باقی بھاگ گئے - بہت سا سامان اور مال غنیمت مسلمانوں کے ہاتھ آیا - ابن حازم نے فتح نامہ مع خمس غنایم ابن عامر کے پاس بصرہ بھیجا - اور حضرت عثمان کے حکم سے عبداللہ بن حازم باقاعدہ خراسان کا گورنر بنا یا گیا - برابر خراسان پر حکومت کرتا رہا یہانتک کہ جنگ جمل کے موقع پر بصرہ آیا

(۴۵) جنگ ابنائے قسطنطنیہ معاویہ آبنائے قسطنطنیہ پر جاکر لڑا اور بہت سے قیدی اور مال غنیمت لیکر لوٹا پھرا + نفحات کامل اور خمیس میں ہے کہ اسی سال عامل مصر نے کچھ حصہ حبشہ (نوبہ) کا فتح کر لیا +

(۴۶) جنگ حصن المراۃ معاویہ رومیوں سے ملطیہ کے قریب حصن المراۃ پر لڑا اور مال غنیمت اور قیدی لیکر واپس آیا

(۴۷) بغاوت اہل قبرس رومیوں کی مدد اور سازش سے اہل قبرس نے بغاوت کی - معاویہ نے چڑھائی کی - لڑائی ہوئی - معاویہ نے فتح پائی - بہت سے قیدی اور مال غنیمت ہاتھ آیا - پھر صلح ہوگئی - معاویہ نے بارہ ہزار آدمی قبرس میں بھیجے جنہوں نے ایک شہر آباد کیا اور مسجدیں بنائیں +

سید احمد دحلان نے تاریخ حنابلی سے نقل کیا ہے کہ سنہ ۳۱ھ میں عبداللہ بن ابی سرح امیر مصر اسکندریہ سے قسطنطنیہ پر حملہ کرنیکے واسطے سو کشتیوں میں سوار ہوا بادشاہ قسطنطنیہ ہزار کشتیوں سے مقابلہ میں آیا - اسکندریہ تک کہ بحر اطلانٹک کے مغرب میں ہے تلاقی طرفین ہوئی - مسلمانوں نے فتح پائی بہت سے عیسائی سمندر میں غرق ہو گئے بہت سے مارے گئے - بہت سا مال غنیمت اور قیدی مسلمانوں کے ہاتھ آئے بہت سی کشتیاں پکڑی گئیں - پھر روڈس پر حملہ کر کے لوٹا اور جزیہ لیکر امان دی +

اعثم کوفی میں ہے کہ حضرت عثمان کے زمانہ کی آخر فتح ساحل شام پر معاویہ کا جزیرۂ ارواد کو فتح کرنا ہے +

(۴۸) اہل کوفہ کی مخالفت سعید بن عاص سنہ ۳۰ھ میں کوفہ کا گورنر مقرر ہوا تھا - اس نے کوفہ میں آتے ہی عبدالرحمن بن اخنس کو کوتوال شہر بنایا - ایک دن سعید بن عاص اور ہاشم بن عتبہ میں جو سعد بن ابی وقاص کا بھتیجا تھا کچھ گفت و شنید ہوپڑی سعید نے اسے یک چشم کہا اور اسے ایسا پٹوایا کہ بیہوش ہوگیا - پھر اسکا گھر جلوا دیا - جب سعد کو مدینہ میں خبر پہنچی کہ کوفہ میں سعید نے میرے بھتیجے کے ساتھ یہ کچھ سلوک کیا ہے تو ایک گروہ مہاجرو انصار کا لیکر حضرت

عثمان کے پاس آیا اور فریاد کی اور کہا کہ میں آپکے پاس سے نہ جاؤنگا جبتک آپ سعید سے بدلہ نہ لینگے اور میرا انصاف نہ فرمائینگے ورنہ نتیجہ اچھا نہ ہوگا - حضرت عثمان نے سعد کو سمجھایا اور کہا کہ مجھے ان معاملات کی بالکل خبر نہیں ہے لیکن جو کچھہ تو چاہتا ہے اُسے بجالاؤنگا - سعد یہ ڈھیل دیکھکر واپس آیا اور سعید بن عاص کے مکان میں جو مدینہ میں تھا آگ لگادی - پھر حضرت عائشہ کے کہنے سے اپنے گھر جا بیٹھا - حضرت عثمان نے سعید کو ہاشم کے مارنے پر ملامت لکھہ بھیجی سعید چپ ہو رہا کچھہ جواب نہ دیا ✦ اسکے تھوڑے دنوں بعد سعید بن عاص اور مالک اشتر میں کسی معاملہ میں بحث و جھگڑا ہوا اُس نے مالک کو مجلس میں اتنی لاتیں اور گھونسے مارے کہ بیہوش ہوگیا جب ہوش آیا مالک اپنے گھر آئے اور یہ حرکت اعیان و اشراف کوفہ کو نہایت ناگوار گذری اور کوفہ کے لوگ سعید کے دشمن ہوگئے - پس کچھہ لوگ اعیان کوفہ سے ہر شب کو ایک مکان میں جمع ہوکر سعید اور عثمان کی بابت عیب جوئی اور نکتہ چینی کیا کرتے - اور ہر جگہ مجالس میں اُنکو برا کہتے تھے - سعید کو معلوم ہوا تو ایک رات کو اپنے کوتوال کو اُنکے مکان مجلس میں بھیجا کہ مجلس کو متفرق کردے اُن لوگوں نے کوتوال کو اتنا مارا کہ وہ بیہوش ہوگیا اور ٹانگ پکڑکر باہر ڈالدیا - ہوش آیا تو سعید کے پاس آکر حال بیان کیا سعید نے حضرت عثمان کو لکھا کہ مالک اشتر بن حارث نخعی اور اُسکے دوست ثابت بن قیس نخعی اور صعصعہ بن صوحان عبدی - اور صعصعہ کا بھائی زید - اور عروہ بن الجعد اور عمرو بن الحمق خزاعی - اور عامر بن قیس - اور جندب بن کعب ازدی - اور کمیل بن زیاد اور عمیر بن ضابی وغیرہم مجھے اور آپ کو برا بھلا کہتے اور لوگوں میں بدنام کرتے ہیں ✦ اور آپکے حق میں ازحد بے ادبی کرتے ہیں - انکا قرار واقعی کوئی تدارک کیجیے ورنہ فتنہ کی آگ ایسی بھڑکیگی کہ کسیطرح نہ بجھہ سکیگی - پس حضرت عثمان نے ادہر تو سعید کو لکھا کہ ان لوگوں کو شام میں جلاوطن کردے اور ادہر مالک کو لکھا کہ تو کوفہ میں فتنہ و فساد برپا کرتا اور وہاں کے لوگوں کو میری طرف سے بھڑکاتا ہے اپنے دوستوں کو لیکر شام کو چلا جا ورنہ انجام برا ہوگا - اور معاویہ کو لکھا کہ کوفہ کے چند مفسدوں کو تیرے پاس بھیجا جاتا ہے اگر تیری نصیحت سے باز آئیں تو بہتر ورنہ مجھے خبر دیجو کچھہ اور علاج کیا جائیگا - پس اشتر معہ اپنے بیس رفیقوں کے شام میں جاکر کلیسائے مریم میں رہنے لگے اور معاویہ نے کچھہ آدمی اُنپر مقرر کردیے کہ اُنکی نگرانی رکھیں اور کہیں جانے نہ دیں - معاویہ اکثر صبح و شام کا کھانا اُنکے ساتھہ کھاتا - جائزے اور انعام دیتا اور سمجھاتا مگر اُنکا انکار بڑھتا جاتا بلکہ اُس سے بھی سختی سے بولتے اور عیب و طعن کی زبان دراز کرتے ایک دفعہ جب معاویہ نے دھمکایا اور ڈرایا تو مالک اشتر نے کودکر معاویہ کی ڈاڑھی پکڑلی - ناچار معاویہ نے حضرت عثمان کو لکھا کہ یہ لوگ کسیطرح باز نہیں آتے - حضرت عثمان نے لکھا کہ انھیں حمص میں عبدالرحمن بن خالد بن ولید کے پاس بھیجدو کہ وہ انہیں سختی سے نرم کردے - جب یہ لوگ حمص میں پہنچے تو عبدالرحمن نے ایک ماہ تک تو انسے ملاقات ہی نہ کی اور پھر جب دربار میں بلایا تو حضرت عثمان سے اجازت لیکر انکے ساتھہ نہایت سخت برتاؤ کیا - بدزبانی سے پیش آتا - دربار میں کھڑا رکھتا بیٹھنے کی اجازت نہ دیتا - سوار ہوتا تو اپنی رکاب میں دوڑاتا - کچھہ عرصہ تک یہ لوگ اسی حال میں رہے پھر وسیلے بہم پہنچاکر عبدالرحمن سے اجازت لیکر کوفہ واپس چلے آئے - مگر مالک اشتر ۳۴؁ھ تک حمص ہی میں رہے یہانتک کہ جب حضرت عثمان نے سعید کو کوفہ سے مدینہ میں مشورہ کے واسطے بلایا تو موقعہ پاکر اشتر کے دوستوں نے اشتر کو بھی کوفہ میں بلالیا ✦

فتوحات اعثم کوفی میں لکھا ہے کہ جب مالک اشتر مع اپنے چند رفیقوں کے شام میں جلاوطن کئے گئے تو کوفہ کے ذی عزت اور نامی اشخاص نے حضرت عثمان کی خدمت میں حاضر ہوکر اشتر کی جلاوطنی پر اظہار تاسف کیا اور

کی شکایتیں کیں۔ ساتھ ہی بصرہ والوں نے آکر اپنے عامل عبداللہ بن عامر کی شکایتیں کیں اور دادخواہ ہوئے۔ اور دیگر علاقوں سے بھی عاملوں کی بابت تحریری شکایتیں پہنچیں۔ جناب خلافت مآب نے سب شہروں سے عاملوں کو طلب کیا اور اُن سے عدل و انصاف کرنے اور رعایا کو خوش رکھنے کا عہد لیکر واپس کر دیا۔ مگر معاویہ نے شام میں عبداللہ بن عامر نے بصرہ میں۔ سعید نے کوفہ میں۔ عبداللہ بن سعد نے مصر میں پہنچکر نئی نئی طرح کے ظلم و ستم کرنے شروع کر دیے۔ انجام کار کوفہ کے نامور لوگوں نے متفق ہو کر حضرت عثمان کو لکھا کہ "یہ خط ہم سب مسلمانان کوفہ کی طرف سے روانہ کیا جاتا ہے۔ اسمیں ہماری کوئی ذاتی غرض نہیں ہے بلکہ یہ غرض ہے کہ فتنہ و فساد نہ ہو۔ کیا خدا نے تم کو فتنہ و فساد ہی کے لئے پیدا کیا ہے جو تمہاری مدد کرے وہ بھی ظالم جو شخص تمہارے افعال کو پسند نہیں کرتا تم اُسکو تکلیف دیتے اور جلاوطن کر دیتے ہو۔ بے تقاضا حکم دیتے ہو۔ خدا سے ڈرو۔ اصلاح کرنیوالوں کو شہر بدر نہ کرو۔ شریروں کو مال غنیمت نہ دو۔ نالائقوں۔ جاہلوں۔ بیوقوفوں کو ہمپر مقرر نہ کرو۔ تم اُسیوقت تک ہمارے حاکم ہو جبتک حکم خدا پر عمل کرو اور زیردستوں سے عمدہ اور نرمی کا سلوک کرو۔ جن شخصوں کو شہر بدر کیا ہے اُنکو واپسی کا حکم دو۔ امور حقہ میں اپنے پرائے قوی ضعیف سب یکساں سمجھو۔ ہم نے سمجھانیکا حق پورا کر دیا آگے تمہیں اختیار ہے۔ اگر ان کاموں سے باز آکر توبہ کروگے تو حق کے راستہ میں ہم سب تمہارے معین و مددگار رہوں گے۔ اگر باز نہ آئے اور ہم سے کچھ سرزد ہوجائے تو اپنے ہی نفس کو ملامت کرنا کیونکہ بدعت اور ترک سنت پر ہم تمہارے دوست نہ ہونگے۔ اگر ایسے کاموں میں جو حکم خدا کے خلاف ہے ہم تمہارا ساتھ دیں تو خدا کو کیا جواب دینگے"۔

ساتھ ہی کعب بن عبدۃ النہری نے جو بڑا عابد و زاہد تھا ایک خط جدا کوفہ سے حضرت عثمان کے پاس روانہ کیا جسکا خلاصہ مضمون یہ ہے کہ "اے عثمان میں آپ کو فتنہ و فساد برپا ہونے اور امت میں تفرقہ پڑنے سے خوف دلاتا ہوں تمنے کتاب خدا کو چاک کر دیا ہے تمنے اپنے افعال سے آسمان سے مینہ کو اور زمین سے روئیدگی کو بند کر دیا ہے۔ تمنے نیکوں کو شہر بدر کر دیا اور اپنے نالائق رشتہ داروں کو مسلط کر دیا ہے اپنے رشتہ داروں کو تمنے ہمارے شہر لوٹ لوٹ کر مقرب اور دولتمند بنایا ہے۔ ان امور سے سب مسلمان تم سے ناراض ہیں ہم ہیں اور تم ہیں خداوند جلیل انصاف کرنیوالا ہے اگر ظلموں اور بدکرداریوں سے باز نہ آؤگے خدا سے فریاد کرینگے"۔ قبیلہ عنزہ کا ایک جوان یہ دونوں خط لیکر مدینہ پہنچا جناب عثمان دیوانخانہ میں اپنے چند اصحاب کے ساتھ جلوہ افروز تھے۔ پڑھتے ہی رنگ فق ہوگیا۔ پوچھا یہ خط کس نے لکھے ہیں۔ جواب پا کوفہ کے نیک شعار و دیندار امانت گذار عابد زاہد لوگوں نے لکھے ہیں۔ حضرت عثمان بولے تو جھوٹ کہتا ہے بلکہ بیوقوفوں باغیوں اور حاسدوں نے لکھے ہیں اور حکم دیا کہ اسکے کپڑے اُتار کر اسقدر پیٹیں کہ اور لوگوں کو عبرت ہو جائے۔ علی ابن ابی طالب نے منع کیا کہ یہ صرف قاصد ہے اور ایلچی کو کچھ کہنا یا مارنا جائز نہیں۔ حضرت عثمان نے کہا تو اسے قید کر دو۔ حضرت علی نے کہا قید بھی نہیں ہو سکتا۔ غرض قاصد کوفہ واپس گیا۔ لوگوں سے سب حال بیان کرکے علی کی تعریفیں کرنے لگا کہ اُنہوں نے مجھے قید اور مار سے بچوایا۔ ادہر تو قاصد واپس گیا ادہر حضرت عثمان نے سعید بن عاص کو لکھا کہ کعب بن عبدہ کو کسی سخت مزاج بدخصلت آدمی کے ساتھ میرے پاس روانہ کر دے۔ جب کعب آیا تو عثمان نے اُسکے کپڑے اُتروا کر اور بیس کوڑے لگوا کر کوفہ واپس بھیجدیا[1]۔ اور سعید بن عاص کو لکھدیا کہ جب کعب داخل کوفہ ہو اُسے گرفتار کرکے کسی بدخو آدمی کے ساتھ شام کے فلاں پہاڑ پر پہنچا دینا کہ وہیں رہا کرے چنانچہ جب کعب کوفہ پہنچا تو سعید نے ایسا ہی کیا۔

(۴۹) صحابہ رسول کا عثمان سے شاکی ہونا جب کعب جلاوطن ہوئے تو طلحہ اور زبیر حضرت عثمان کے پاس آئے اور کہا کہ کیا

[1] تاریخ الخمیس میں ہے کہ کعب کو مدینہ نہیں بلایا بلکہ سعید کو حکم دیا کہ کوفہ ہی میں اُسے ۲۰ کوڑے مار کر جلاوطن کر دو۔

حضرت عمر نے تمسے عہد نہیں لیا تھا کہ آل ابی معیط کو خلق اللہ پر تعینات نہ کرنا - حضرت عثمان نے فرمایا ہاں عہد لیا تھا - اُنہوں نے کہا کہ پھر تمنے ولید بن عقبہ اور معاویہ کو کیوں مسلط کیا فرمایا کہ یہ تو حضرت عمر کے زمانہ سے سرداری پر تھے - پوچھا رسول اللہ کے دوستوں کو کیوں سخت وسست کہا حالانکہ تم اُن سے بہتر نہیں ہو - جواب دیا "میں نے تمکو برا نہیں کہا ہے" - کہا تمکو عبد اللہ بن مسعود سے کیا تعلق تھا جو اُس کی قرأت کو خراب بتایا - حالانکہ اُس نے رسول صلعم سے قرأت سیکھی ہے - اور اُسے اسقدر کیوں مارا کہ وہ اب تک گھر میں ایسا بیہوش پڑا ہے کہ اُٹھ نہیں سکتا - حضرت عثمان نے کہا کہ میں نے جو عبد اللہ بن مسعود سے کلام سنے ہیں تمنے نہیں سُنے اُس نے یہ کہا تھا کاش میں اور عثمان ایک حالت پر ہوتے کہ وہ مجھپر اور میں اُسپر ریت ڈالتا یہانتک کہ دونوں میں سے ایک دبکر مرجاتا - جب لوگوں نے اُس سے کہا کہ عثمان تجھسے زیادہ مضبوط ہے تو اُس نے کہا کہ اللہ تعالیٰ کافر کو مومن پر غالب نہیں ہونے دیتا" پھر طلحہ و زبیر نے کہا تمنے عمار یاسر کو لاتوں سے کیوں مارا کہ اُنسے عارضہ فتق لاحق ہوگیا - جواب دیا وہ لوگوں کو بہکاتا اور میرے قتل پر آمادہ کرتا تھا - پوچھا ابو ذر کو کیوں جلا وطن کیا جواب دیا وہ اہل شام کو میری طرف سے بھڑکاتا اور میرے عیبوں کو ظاہر کرتا تھا - کہا مالک اشتر اور اُسکے رفیقوں کو کیوں جلا وطن کیا - فرمایا وہ کوفیوں کو میرے عامل سعید کی عزت نکرنے دیتا تھا اور کوفیوں کو میرے خلاف بھڑکاتا تھا - زبیر نے کہا ای عثمان تمہاری یہ باتیں ٹھیک نہیں ہمنے یہ بہت کم باتیں تمہاری بیان کی ہیں - ہمیں اندیشہ ہے کہ تمہاری باتوں سے تمپر کوئی ایسا امر واقع ہو جسکا تدارک نا ممکن ہو جائے - پھر طلحہ نے کہا اے عثمان بنی اُمیہ تمکو ہلاک کردینگے تمکو ہمارے ساتھ رہنا چاہیئے ورنہ ہم تمہارے دشمنوں سے ل بیٹھیں گے - اور تمکو اپنے افعال کی برائی بھلائی خاتمہ کے وقت معلوم ہو جائیگی - یہ کہکر طلحہ و زبیر حضرت عثمان کے پاس سے چلے آئے اور حضرت عثمان نے سعید کو لکھکر کعب کو جلا وطنی سے واپس بلا لیا +

انہیں دنوں میں شام کے کچھہ لوگ معاویہ کی اور کوفہ کے کچھہ لوگ سعید کی شکایتیں لیکر آئے - حضرت عثمان نے کہا ان دونوں کی شکایتیں کبتک آتی رہیں گی - ایک خیر خواہ بولا انہیں دو کی نہیں بلکہ آپ کے تمام عاملوں کی شکایتیں کرتے ہیں - اب بعض صحابہ رسول بھی مدینہ میں جمع ہوئے اور سخنان پریشان طعن وعیب کے حضرت عثمان کی شان میں کہتے تھے اور اُن افعال کی مذمت کرتے تھے جو اُنہوں نے برخلاف سنت رسول کے کئے تھے اور اُن کے عاملوں کے اعمال جو اطراف واکناف میں رذیلوں اور اشرافوں پر اُن سے سرزد ہوئے تھے اُنکی اشاعت کرتے تھے - آخر وہ مشورہ کرکے علی مرتضیٰ کے پاس گئے اور اپنی شکایت اُن سے بیان کی - اور اُن سے التماس کیا کہ عثمان کے پاس جاکر اُنکو سمجہائیے اور اُنکو ہوشیار کیجئے - حضرت علی حضرت عثمان کے گھر گئے - اور فرمایا کہ لوگ تمہارے عاملوں کے ہاتھ سے تنگ آکر استغاثہ کو آئے ہیں اور تمہارے عیب و نقص مجلسوں اور محفلوں میں ذکر کرکے تمپر مواخذہ کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ بار ہا ہمنے اُن ظالموں کی شکایت دربار خلافت میں کی مگر اُنہوں نے قطعاً اُنکی شر کا انسداد نہیں کیا - اب اے عثمان دو صورتیں ہیں تم ان شکایت کرنیوالوں کو یا تو دوست جانتے ہوگے یا دشمن - اگر دوست جانتے ہو تو اُنکی نصیحت کو غنیمت جانو اور اگر دشمن سمجھتے ہو تو اسکی بھی دو صورتیں ہیں اگر وہ خلاف واقع کہتے ہیں تو کچھہ پروا نکرو اور اگر وہ سچ کہتے ہیں تو اُنکے مشکور ہوکر اُن امور کو بدل دو جو تمہارے نقص و عیب کے ہوئے ہیں - اور سمجھہ لو کہ تمہارے عیب ہی تمہارے دشمن ہیں - خدا کے نزدیک سب سے بدتر شخص وہ حاکم ہے جو ظالم اور جابر ہو سنت کو ترک اور بدعت کو جاری کرے اور فتنوں کے دروازے کھولدے - خدا سے ڈرو کیونکہ ایسی باتوں کا عذاب شدید اور سخت ہے ان لوگوں کو ایسے عمدہ طور سے تسلی دیکر رخصت کرو کہ قرار سے بیٹھیں اور سرکشی نکریں تاکہ تمکو ندامت نہ اُٹھانی پڑے - اسی طرح بہت سی نصیحت کی - عثمان بولے تجھے خدا کی سوگند اگر تم میری جگہ ہوتے تو میں ہرگز تمکو صلہ رحم اور اقارب کے ساتھ احسان

کرنے پر ملامت نکرتا - ایمان سے کہنا کیا مغیرہ بن شعبہ سیرت میں میرے عاملوں سے اچھا ہے جو عمر نے اُسکو بصرہ کا حاکم تیار کیا تھا اور جب باہر والوں اُس سے اعمال شنیعہ وقوع میں آ ئے تو اُسے کوفہ کا گورنر بنا دیا - اور کسیکو اتنی جرأت نہ ہوئی کہ عمر کو ملامت کرتا - پس مجھے کیوں ملامت کرتے ہو - اگر میں نے عبداللہ بن عامر وغیرہ کو صلۂ رحم و احسان برا قربا کا خیال کرکے عامل بنایا[1]- جناب علی نے فرمایا کہ اگرچہ عمر نے ایک ایسے گروہ کو والیت و امارت دی کہ اصحاب رسول میں اُس گروہ سے زیادہ حقدار اور اولی موجود تھے مگر عمر کی توبیخ و تہدید و تادیب سے اُنکا دم نکلتا تھا - اور اس سبب سے ظلم و ستم سے اجتناب کرتے اور انصاف کرتے تھے اگر اُنکو کسی عامل کی شکایت آتی تھی تو وہ فوراً بلاتا اور تحقیقات کرکے سزا دیتا تھا - اور تو برخلاف اسکے کرتا ہے - اور جو مواخذہ اور تعزیر کرنے میں بے پرواہی کرتا ہے - اُنکی برائیوں کا خیال ہی نہیں کرتا - اور اُنکو بڑے بڑے بخشش دیا کرتا ہے اور رسول اللہ صلعم کے بڑے بڑے صحابیوں کو محروم رکھتا ہے" عثمان بولے اے علی میرے رشتہ دار تمہارے بھی رشتہ دار ہیں - فرمایا بیشک مگر فضل اور بزرگی اُنکے سوا اوروں میں ہے - پھر عثمان بولے اے علی معاویہ کو تو عمر ہی نے سردار بنایا تھا - میں نے تو صرف اُسے بحال رکھا ہے - علی نے جواب دیا ایمان سے کہنا کیا معاویہ عمر سے اُنکے غلام یرفا سے زیادہ نہیں ڈرتا تھا - عثمان بولے ہاں یہ تو سچ ہے - پھر حضرت علی نے فرمایا کہ معاویہ بڑے بڑے کام اور بڑے بڑے افعال بغیر آپکی اطلاع اور خبر کے کرتا ہے اور لوگوں سے کہدیتا ہے کہ یہ حکم حضرت عثمان کا ہے اور آپ بھی جانتے ہیں کہ یہ بات اسی طرح ہے اور آپ معترض اور متغیر نہیں ہوتے - عثمان نے جواب میں کچھہ نہ کہا علی اُٹھکر چلے آئے اور حضرت عثمان نے ... منبر پر جاکر خطبہ میں فرمایا کہ "حاکموں پر طعن نکرنی چاہیئے اپنے والیوں کی مذمت کو اس اُمت کی تباہی سمجھنا چاہیئے تحقیق تم نے ایسی باتوں کو مجھپر معیوب سمجھا جن کو تمنے عمر پر جائز سمجھا تھا یہ ضرور ہے کہ وہ عالی قدر تمہدیدکے تازیانہ سے تمہارا ... روندتا اور تمہاری خوب تعزیر و تادیب کرتا تھا - اور اُسکی سختی سے طوعاً و کرہاً تمکو مطیع و منقاد رہنا پڑتا تھا - میں تم سے نہایت نرمی و ملائمت سے پیش آتا ہوں اور تمسے وقتیں اور مشقتیں برداشت کرتا ہوں اور اپنے ہاتھہ اور زبان کو تم سے روکے رکھتا ہوں حالانکہ واللہ میں عمر سے برتر اور بزرگ تر ہوں - اسکا نتیجہ یہ ہوا کہ تم مجھپر گستاخ ہوگئے - قسم خدا کی میں زیادہ عزیز ہوں از روئے تفرد اور زیادہ اقرب ہوں از روئے نصرت اور اکثر ہوں از روئے عدد - آیا تمہارا حق چھین کر اپنے تصرف میں لایا ہوں ؟ میں نے بیت المال سے ایک دانگ بھی اپنی معیشت کے لئے صرف نہیں کیا ابوبکر اپنی اور اپنے اہل و عیال کی معاش بیت المال سے لیتے تھے اور اگر یہ کہو کہ بیت المال سے بہت بہت سا عطیہ اپنے رشتہ داروں کو دیا ہے - پس رائے سلطان کو بیت المال میں پورا پورا اختیار ہے اب مجھے اور باتیں کرکے زیادہ مت ستاؤ - اتنے میں مروان کھڑا ہوا اور لوگوں سے بڑی سختی اور درشتی کے کلام کئے مگر حضرت عثمان نے اُسے دہمکا کر بٹھا دیا اور منبر سے اُتر آئے - اسکے بعد حضرت عثمان نے معاویہ - عبداللہ بن ابی سرح - سعید بن عاص - عبداللہ بن عامر کو مشورہ کے لئے طلب کیا اور فرمایا تم لوگ میرے وزیر میرے ناصح اور میرے معتمد علیہ ہو تم سے مجھے اطمینان ہے کہ نیک نیتی سے رائے دوگے دیکھتے ہو لوگ طرح طرح کے الزام مجھپر لگاتے ہیں میرے عمال کی معزولی چاہتے ہیں - غور کرکے بتاؤ کیا کیا جائے کہ یہ یورش فرو ہو ابن عامر نے کہا انکا دھیان بٹانے کیلئے جہاد میں مصروف کیجئے - سعید نے کہا انکے سرغنوں کو ہلاک کرنا چاہیئے عثمان بولے یہ رائے تو اچھی ہے مگر اسپر عمل کرنا مشکل ہے - معاویہ بولا اس کام کو امرائے لشکر کے سپرد کیجئے میں شام کو ان لوگوں سے صاف کردونگا[2] - آپ مدینہ کو سنبھالئے - اور دیگر امراء اپنے اپنے صوبہ کو صاف کریں - عبداللہ بولا یہ لوگ لالچی ہیں زر و مال دیکر اپنا بنا لیجئے -

[1] اور بروایت ابن اثیر (جلد ۳ صفحہ ۶۱) فرمایا مجھہ سے پہلے دونوں شخص تو اپنی جانوں پر بڑے بڑے ظلم کر گئے ہیں - اُن سے کسی نے بھی باز پرس نہ کی [2] ابن اثیر و ابن قتیبہ وغیرہ [3] امامۃ والسیاستہ میں ابن قتیبہ نے لکھا ہے کہ معاویہ نے عثمان سے کہا کہ آپ اجازت دیجئے کہ علی اور طلحہ اور زبیر کو گردن مار دوں ورنہ یہ آپ کو قتل کرینگے - مگر عثمان نے منظور نہ کیا ❊

عثمان نے یہ رائے لیکر اُنکو اپنے اپنے صوبجات کی طرف واپس کر دیا اور حکم دیا کہ لوگوں کو جہاد پر روانہ کرو کہ اُن کا دھیان بٹا رہے۔ اتنے میں خبر آئی کہ ادھر تو سعید بن عاص حضرت عثمان کی طلبی سے مدینہ میں آیا ادھر اُدھر کوفیوں نے مالک اشتر کو شام سے بلا لیا۔ اور اُسے پیش نماز بنا کر نماز ظہر اُسکے پیچھے پڑھی ہے اور اُسے اپنا والی بنایا ہے۔ اور اُس نے سعید کا تمام مال و اسباب جو کوفہ میں تھا لوٹ لیا ہے۔ اور اُسکے گھر میں آگ لگا دی اور مسمار کر دیا ہے حضرت عثمان کو خیال گذرا کہ یہ کارروائی علی کی سازش سے ہوئی ہے۔ فرمایا میں نہیں جانتا کہ علی کا کیا علاج کروں وہ لوگوں کو میرے اور میرے عاملوں کی طرف سے بہکاتے رہتے ہیں ✤

الغرض جب سعید مدینہ سے کوفہ کیطرف روانہ ہوا اور قادسیہ اور عذیب کے قریب مقام جرعہ پر پہنچا عبد اللہ بن کنانہ جو تین سو سوار سے ساتھ مالک اشتر کی طرف سے ناکہ پر تعینات تھا مزاحم ہوا۔ سعید تاب مقابلہ نہ لاکر مدینہ واپس آیا۔ اور حضرت عثمان سے کل ماجرا بیان کیا۔ حضرت عثمان نے بعد از تامل سعید کو حکومت کوفہ سے معزول کر کے حسب منشا اہل کوفہ ابو موسی اشعری کو کوفہ کا اور حذیفہ کو نواح کوفہ کا حاکم کر کے روانہ کیا اور اہل کوفہ نے انکو بخوشی اپنا عامل منظور کر لیا ✤ انہیں دنوں میں جب معاویہ مدینہ میں آیا ہوا تھا بازار مدینہ میں معاویہ کعب الاحبار سے ملا اور پوچھا عثمان کا انجام کیا ہوگا۔ کعب نے کہا عنقریب انکا خاتمہ ہونے والا ہے۔ اور انکے بعد حکومت تجھکو پہنچیگی مگر بڑی خونریزی کے بعد۔ کعب سے یہ سنکر معاویہ کے دل میں سلطنت کی تمنا غالب ہوگئی ✤ یہ اُس زمانہ کا واقعہ ہے جب جناب عثمان نے اپنے عاملوں کو صلاح مشورے کے واسطے مدینہ بلایا تھا (روضۃ الصفا۔ حبیب السیر) ✤

عمال عثمانی نے جاکر پھر ظلم و ستم پہلے سے زیادہ شروع کر دیا اور رعایا کی طرف سے [illegible] کی ایک جماعت نے مسجد رسول میں آکر حضرت عثمان سے فریاد کا شور مچایا۔ حضرت عثمان نے رعایا کو تو یہ فرمان بھیجا [illegible] کل عمال کو ایام حج میں اپنے پاس بلایا ہے جس کسیکو میرے عمال کی شکایت ہو وہ میرے مواجہہ میں ثابت کرے۔ اور عمال کو موسم حج میں اپنے پاس طلب کیا چنانچہ مصر۔ شام۔ کوفہ اور بصرہ کے حاکم آئے مگر رعایا اپنے حاکموں کے سامنے کچھہ نہ بول سکی۔ حج کر کے یہ لوگ حضرت عثمان کے ساتھ مدینہ آئے عثمان نے علی۔ طلحہ اور زبیر کو بلوایا معاویہ بھی اُس وقت عثمان کے پاس موجود تھا اور عثمان نے لوگوں سے اقرار [illegible] کر کے راضی کر دیا اور وہ لوگ واپس چلے گئے ✤ معاویہ نے مراجعت کے وقت عثمان سے کہا کہ ہر جگہ آپکے دشمن بہت ہو گئے ہیں میرے ساتھ شام چلے چلیے۔ عثمان نے منظور نہ کیا ✤

اب مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اُن اُمور کی فہرست تحریر کیجائے جن میں بقول ابن قتیبہ جناب عثمان نے سنت رسول اور سیرت شیخین سے مخالفت کی اور جو جناب عثمان کی ہلاکت کا باعث ہوئے[1] ✤

فہرست اُن اعتراضات کی جو حضرت عثمان پر ہوئے

(۱) [illegible] خیمہ لگا دینا اور حسب دستور ایام جاہلیت تزک و احتشام سے دعوتیں اور ضیافتیں کرنا۔ اور [illegible] رسول اس مقام پر قصر نماز نکرنا۔ او بروایت ابن قتیبہ دُرّہ یا بید کے بدلے خلاف شیخین لوگوں کی پیٹھ پر کوڑے مارنا اول آپ ہی کی ایجاد ہے ✤

(۲) ایک گروہ صحابہ کو معزول کر کے صوبجات کا والی اپنے نا اہل رشتہ داروں کو بنانا جن کو شرف صحابیت بھی حاصل نتھا مثلاً ابو موسی اشعری کو بصرہ سے معزول کر کے اُسکی جگہ عبد اللہ بن عامر کو۔ عمرو عاص کو معزول کر کے عبد اللہ بن ابی سرح کو مصر کا۔ عمار یاسر اور مغیرہ بن شعبہ کو کوفہ سے معزول کرنا۔ اور سعید بن عاص کو کوفہ کا گورنر بنانا ✤

(۳) بیت المال میں اصراف کرنا حکم بن عاص مطرود رسول کو جسے شیخین نے بھی واپس نہ بلایا تھا۔ مدینہ میں [illegible]

---

[1] دیکھو تاریخ الخمیس والامامۃ والسیاسۃ [illegible] عثمان کا چچا تھا ✤

اور بیت المال سے اُسے ایک لاکھ درہم دینا۔ حکم کے بیٹے حارث کے نام (جو جناب عثمان کا داماد تھا) مدینہ کی شہبازی (یعنے فروخت مال کا دسواں حصہ) مقرر کر دینا۔ جو رسول اللہ نے مسلمانوں پر تصدق کی تھی۔ دوسرے داماد مروان بن حکم کو افریقیہ کا خمس دے ڈالنا۔ اور بروایت ابوالفدا و ابن قتیبہ فدک اُسے جاگیر میں دیدینا جو اُسکی اولاد کے قبضہ میں عمر بن عبدالعزیز کے عہد تک رہا۔ عمر بن عبدالعزیز نے اولاد فاطمہ کو دیدیا۔ ایرونگ لکھتا ہے کہ مروان کو کل پانچ لاکھ اور چار ہزار دینار سے کم نہیں دیئے اور خمس افریقیہ جو دیا گیا یہ اہل بیت رسول کا حق تھا۔ اور ابن قتیبہ نے لکھا ہے کہ یہ حق اللہ اور رسول اور ذوالقربیٰ اور یتیموں اور مسکینوں کا تھا جو سب کا سب مروان کو دیا گیا۔ عبداللہ بن خالد بن اسید اُنکے پاس آیا تو اُسے تین یا چار لاکھ دینار دیدیئے۔ (۳) محل مدینہ میں بنانا ایک نائلہ کے لئے اور ایک ایک اپنے بیٹوں کے لئے۔ مروان کا خمس عطیۂ عثمانی کو مقام ذیحشب[له] میں محل وغیرہ بنانے میں صرف کرنا۔ حالانکہ یہ خدا اور رسول کا حق تھا۔ ایسے لوگوں کو جاگیریں اور روزینے اور وظیفے دینا جو اصحاب رسول سے تھے نہ لڑائی پر جاتے تھے نہ مسلمانوں کی حمایت کرتے تھے بلکہ گھر میں پڑے عیش مناتے تھے سیرت شیخین کے خلاف جاہ وحشم کی زندگی اختیار کرنا ✤

(۴) مروان کو اپنا وزیر بنانا اور اُسکو سیاہ وسفید کا مختار کر دینا اور اسقدر اُسکے مشورہ کا مرید ہو جانا کہ سوائح امور میں اکابر صحابہ کی رائے پر عمل نہ کرتے تھے جو خود چاہتے تھے یا مروان چاہتا تھا وہ کرتے صحابہ کو خبر بھی نہ کرتے تھے یہانتک کہ علی اور عبداللہ بن عباس اور طلحہ اور زبیر اور سعد بن ابی وقاص تک کسی گنتی میں نہ رہے اور ان لوگوں نے حضرت عثمان کی ملاقات سے گریز اختیار کیا ✤

(۵) عبداللہ بن مسعود اور ابوذر کا روزینہ بند کر دینا۔ ابوذر کو جلاوطن کرنا یہانتک کہ وہ پردیس ہی میں مر گیا بالاشتر اور کعب بن عبدۃ النہدی کو جلاوطن کرنا۔ اور عامر بن عبد قیس کو جو عابد وزاہد شخص تھا بصرہ سے شام میں جلاوطن کرنا ✤

(۶) عمار یاسر کو اتنا مارا کہ وہ بیہوش ہو گئے اور اُنکے پیٹ اور پیڑو پر خود اتنی لاتیں ماریں کہ وہیں عارضہ فتق لاحق ہو گیا۔ (۷) عبداللہ بن مسعود کو بیت المال کوفہ سے معزول کر کے مدینہ بلا لینا۔ اور عبداللہ بن مسعود اور ایسے کے اور مصاحف کو جلا دینا اور زید بن ثابت سے مصحف مرتب کرا کر اُسپر لوگوں کو جمع کرنا۔ تفصیل اسکی یہ ہے کہ جب ابن مسعود کو حضرت عثمان نے معزول کر کے بیت المال کا اختیار ولید بن عقبہ کو دیدیا اور ابن مسعود نے ولید کا

[له] ایک موضع ہے مدینہ میں۔ بلکہ ابو موسیٰ کہتے ہیں جب میں عمر کے پاس مال اور چاندی سونے کا زیور لاتا تھا تو وہ رکھتے نہ تھے بلکہ مسلمانوں میں تقسیم کر دیتے تھے اور کچھ باقی نہ رکھتے تھے۔ لیکن جب عثمان خلیفہ ہوئے اور مال وزیور میں نے لا کر دیا تو وہ اپنی بیویوں اور بیٹیوں میں بھیج دیتے تھے میں یہ دیکھکر رو دیا پوچھا کیوں روتے ہو۔ میں نے اُنکی کیفیت اور عمر کی حالت کی تشریح کی در بارۂ مال و زیور کے پس فرمایا وہ بھی اچھے تھے میں بھی اچھا ہوں۔ اور ہر شخص کے افعال اُسی کے لئے ہیں۔ پھر ابو موسیٰ نے کہا کہ عمر تو اپنے بچوں سے درہم لیکر بیت المال میں داخل کرتے تھے اور مسلمانوں میں تقسیم کرتے تھے۔ اور تمہیں دیکھتا ہوں کہ کسی بیٹی کو زیور مکلل بجواہر یعنے موتی جواہرات جڑا ہوا دیتے ہو اور کسیکو وہ موتی دیتے ہو جنکی قیمت نہیں لگ سکتی۔ حضرت عثمان نے فرمایا وہ اپنی رائے سے کام کرتے تھے اور میں اپنی رائے سے کام کرتا ہوں حضرت عثمان نے بیت المال کا بہت سا حصہ اپنے باغات زمینوں اور مکانوں میں خرچ کیا جو خاص اپنی ذات کے لئے تھے عبداللہ بن ارقم اور معیقیب بیت المال کے داروغہ تھے عمر کے وقت سے اُنہوں نے یہ حال دیکھ کر استعفا دیدیا پس انہیں معزول کر کے زید بن ثابت کو داروغہ بیت المال مقرر کیا۔ ایک دن بیت المال میں

[illegible] درہم فاضل بچے تھے وہ حضرت عثمان نے زید بن ثابت کو بخشدیئے (خمیس وغیرہ).

ظلم و جور دیکھا اور ادھر ابوذر کی جلا وطنی کی خبر پہنچی تو عثمان اور ولید کی عیب جوئی کرنے لگے اور لوگوں کو مسجد کوفہ میں جمع کیا اور احداثات عثمانی اُنکے آگے بیان کئے۔ ولید نے حضرت عثمان کو اطلاع دی حضرت عثمان نے مدینہ میں بلایا جب عبداللہ بن مسعود مسجد نبوی میں آئے حضرت عثمان نے ایک حبشی غلام کو حکم دیا اُس نے ابن مسعود کو نکال دیا اور زمین پر دے پٹکا اور بموجب حکم عثمانی اُنکے مصحف کو جلا دیا اور اُنکے گھر میں اُنہیں نظر بند کر دیا اور روزینہ موقوف کر دیا۔ یہانتک کہ ابن مسعود نے وفات پائی ایک روایت یہ ہے کہ ابن مسعود کی بیماری کے زمانہ میں عثمان اُنکے پاس اپنی خطا معاف کرانے گئے مگر ابن مسعود نے معاف نہ کیا اور کہا کہ بار الہا تو عظیم العفو اور کثیر التجاوز ہے مگر عثمان سے تجاوز نہ کیجو۔ جبتک اُسسے میرے معاملہ میں ماخوذ نکرے۔ بقریب وفات ابن مسعود نے زبیر کو وصیت کی کہ عثمان میرے جنازہ پر نماز نہ پڑھے۔ پس عمار یاسر نے جنازہ ابن مسعود پر نماز پڑھی +

طبری میں ہے کہ ابن مسعود عثمان سے اجازت لیکر چار آدمیوں کے ہمراہ کوفہ سے حج کو آتے تھے راستہ میں بمقام ربذہ سنا کہ ابوذر کا ابھی انتقال ہوا ہے پس ابن مسعود نے ابوذر پر نماز پڑھکے دفن کیا۔ پھر مدینہ آکر قیام کیا یہانتک کہ ۳۲ھ میں انتقال کیا۔

مؤلف کہتا ہے کہ اس سے مفہوم ہوتا ہے کہ ابن مسعود ۳۲ھ میں پہلے کچھ دنوں کوفہ میں نظر بند رہے ہونگے پھر اسی سال اجازت عثمانی حاصل کرکے حج کو آئے حج سے واپس آکر مدینہ آئے ہونگے اُسوقت حضرت عثمان نے اُن سے بدسلوکی کرکے دوبارہ مدینہ میں نظر بند کیا ہوگا

(۸) بارش کا پانی جو منجاب پروردگار بندوں کے لئے کارآمد ہے اُسکے ذخیرہ کو اپنے عزیزوں کے حوالہ کرکے باقی لوگوں کو اُس سے محروم کر دیا۔ (۹) مدینہ میں لوگوں کو چارہ کی خرید و فروخت سے منع کیا جبتک جناب خلیفہ کا وکیل شتران عثمانی کے واسطے حسب ضرورت نہ خرید لے۔ (۱۰) سمندر میں ممانعت کر دی کہ ہمارے سوا کسی اور کا تجارتی جہاز نہ چلے +

(۱۱) اپنے اصحاب اور رشتہ داروں کو ممالک اسلام سے بہت سی جاگیریں دیں +

(۱۲) عبادہ بن صامت شام میں تھے ایک جگہ دیں۔ اُنکے پاس سے اونٹوں کی ایک قطار گذری معلوم ہوا کہ یہ شراب ہے جو معاویہ کے واسطے خرید کر لیجا رہے ہیں۔ عبادہ نے ایک رانبی لیکر سب مشکوں کو چیر دیا۔ پھر اہل شام سے عثمان اور معاویہ کی برائیاں بیان کرنی شروع کیں معاویہ نے حضرت عثمان کو لکھا جناب خلیفہ نے عبادہ بن صامت کو مدینہ بلا لیا +

(۱۳) عثمان کا عبدالرحمن بن عوف کو منافق کہنا جسپر یہ اعتراض ہوا کہ اگر ابن عوف منافق تھا جیسا کہ عثمان نے کہا تو عثمان کی بیعت ہی صحیح نہ ہوئی اور نہ اُسکو خلیفہ بنانے کا اختیار تھا۔ اور اگر منافق نہ تھا تو عثمان نے اُسے منافق کہکر فسق کیا اور اس سبب سے عثمان اہلیت خلافت کی نہ رکھتا تھا +

(۱۴) ترک حدود خدا کیا۔ عبیداللہ بن عمر سے قتل ہرمزان و جفینہ و بیٹیہ ابولولو کا قصاص نہ لیا اور اس معاملہ میں عثمان کی ایک نہ سنی جو اُسکے قتل کی رائے دیتے تھے۔ ولید بن عقبہ کی شراب نوشی کی تعزیر میں لیت و لعل کیا +

(۱۵) فرائض وغیرہ میں اقوال شاذہ میں منفرد تھے۔ اور تمامی اُمت سے مخالف +

(۱۶) وعدہ خلافی کے عادی اور غادر[1] تھے۔ اہل مصر سے وعدہ کیا کہ جسے چاہو گے اُسے مصر کا والی بنا دونگا۔ پس اُنکے کہنے کے موافق محمد بن ابوبکر کو مصر کا گورنر بنا کر روانہ کیا اور ساتھ ہی ابن ابی سرح کو لکھا کہ محمد بن ابی بکر مصر میں پہنچے تو پکڑ کر اُسکے ہاتھ اور پاؤں کاٹ ڈالیو +

(۱۷) صدقہ[2] کے اُونٹوں میں سے ایک اونٹ بعض بنی حکم کو دیدیا جس پر بعض اصحاب نے جو مدینہ میں تھے تمام علاقوں کے

---

[1] اسیطرح علی اور عباس شیخین کو بھی غادر سمجھتے تھے جیسا کہ صحیح مسلم (جلد ۲ صفحہ ۹۱) باب الفئ میں لکھا ہے کہ عمر نے کہا جب علی اور عباس نے فدک کا دعوی کیا۔ تم نے کہا کہ تم دونوں ابوبکرؓ کو اور مجھکو کاذب۔ آثم۔ غادر اور خائن سمجھتے ہو حالانکہ وہ ایسے تھے نہ میں ایسا ہوں بلکہ ہم تو صادق نیک و تابع حق ہیں

[2] مسٹر ایرونگ نے منجملہ ان امور کے یہ بھی لکھا ہے کہ حضرت عثمان منبر رسول کے اول درجہ پر بیٹھے جہاں کہ خود رسول اللہ صلعم بیٹھا کرتے تھے حالانکہ حضرت ابوبکرؓ ایک درجہ نیچے اور حضرت عمرؓ دو درجہ اُترکر بیٹھا کرتے تھے +

لوگوں کو لکھا کہ اگر جہاد کرتے ہو تو عثمان پر جہاد کرنے آؤ کیونکہ اسنے دین محمدی کو بگاڑ ڈالا ہے۔ پس آکر دین کو سنبھالو۔ پس اختلاف پیدا ہوا لوگوں کے دلوں میں اور فتنہ برپا ہوا جسکا کچھہ حال آگے لکھا جاتا ہے ؀

(۱۵) عبد اللہ بن وہب بن سبا | انہیں دنوں میں جبکہ حضرت عثمان پر ہر طرف سے یورش ہو رہی تھی اور لوگ اُنکے عاملوں کی فریادیں کر رہے تھے ایک شخص عبد اللہ بن سبا معروف بہ ابن السوداء کا ظہور ہوا۔ یہ ایک یہودی عالم تھا صنعاء کا باشندہ تھا کتب سابقہ توریت و انجیل وغیرہ اور دیگر علوم سے خوب واقف تھا۔ حضرت عثمان کے عہد خلافت میں اس امید پہ مسلمان ہوا تھا کہ حضرت عثمان مجھہ سے اچھا سلوک کرینگے۔ مگر خلاف اُسکی اُمید کے دربار خلافت سے کوئی حکم اُسکے خلاف میں صادر ہوا تھا اس سبب سے جناب عثمان سے عداوت رکھتا تھا۔ حضرت علی سے نسبت مولائیت کی رکھتا تھا۔ اور اُنکی بیعت کیطرف لوگوں کو ترغیب دیتا تھا۔ جب لوگ حضرت عثمان کی بیعت کے توڑنے میں کوشش کرنے لگے یہ بھی کوشش کرنے لگا۔ حضرت عثمان نے یہ سنکر اُسے مدینہ سے نکلوا دیا ۳۲ھ میں حجاز سے بصرہ بصرہ سے کوفہ اور کوفہ سے شام کو گیا۔ معاویہ نے شام سے نکلوا دیا مصر میں آیا۔ اہل مصر اُسکے علم کی وجہ سے اسکی بڑی عزت کرتے تھے یہاں اُسنے (۳۳ھ میں) مصر کے لوگوں کو بھڑکانے کا خوب موقع پایا اور شیخین کے گھڑے ہوئے مصائب کی تعلیم دیتا رہا۔ سمجھانے لگا کہ نصاری کہتے ہیں کہ قبل از قیامت حضرت عیسی دنیا میں آئیں گے اور اپنے دین کی نصرت کرینگے اور جو پیرو اُنکے باقی ہونگے اُنکے پاس آکر جمع ہونگے مسلمان کیوں نہیں کہتے کہ محمد صلعم بھی دوبارہ آئینگے اور خدا عز و جل کہتا ہے ان اللہ فرض علیک القرآن لرادک الی معاد[۲] اگر عیسے دوبارہ آئیں گے تو محمد صلعم زیادہ حق رکھتے ہیں دوبارہ آنے کا کیونکہ جہان انہیں کا ہے اور خدا کے نزدیک زیادہ گرامی اور برتر ہیں۔ اُن کا دین قیامت تک رہیگا اور جب برا ہونا ہو جائیگا تو اُسے تازہ کرنے کے واسطے تشریف لائینگے جب یہ بات مصریوں کے دل میں اثر کر چکی تو کہا خدا نے ایک لاکھ ۲۴ ہزار پیغمبر بھیجے اُنمیں سے ہر ایک کا ایک وصی تھا اور ہمارے پیغمبر کا وصی علی ہے اور حق خلافت اُسکا ہے اور ثلاثہ کے اور خصوصاً عثمان کے عیب سمجھانے لگا۔ اور نہی عن المنکر کا سبق دینے لگا۔ کہ عثمان کو بدعتوں اور خرابیوں سے روکنا ورنہ خلافت سے معزول کرنا چاہیئے۔ لوگ عمال و حکام عثمان سے خصوصاً عبد اللہ بن ابی سرح سے آزردہ تھے اُس سے متفق ہوگئے عبد اللہ بن سبا نے اہل کوفہ اور اہل بصرہ سے بھی خط کتابت شروع کر دی اور اپنے داعیوں کو منتشر کیا[۱] اور محمد بن ابی بکر اور محمد بن ابی حذیفہ مصریوں کو شیعیت علی کی پوشیدہ ترغیب دیتے تھے ؀

(۲۵) حضرت عثمان پر رعایا کی یورش | جب رعایا عاملان عثمانی سے کمال تنگ آئی اور باوجود بار بار وفد بھیجنے اور فریادیں کرنے کے کوئی صورت اصلاح کی نظر نہ آئی تو لوگوں نے اتفاق کیا کہ فلاں تاریخ کو ہر ناحیہ سے ایک گروہ مدینہ میں جاوے اور حضرت عثمان سے ترک خلافت کی درخواست کرے اور اصحاب رسول میں سے کسی دوسرے کو جو خلافت کے لائق ہو خلیفہ بنا دے۔ چنانچہ مصریوں۔ شامیوں۔ کوفیوں اور بصریوں کے کچھہ لوگ ماہ ربیع الاول میں مدینہ میں حضرت عثمان کے پاس آکر

[۱] ابن قتیبہ نے اُسکو اپنی کتاب الامامۃ والسیاسۃ میں نقل کیا ہے اُسکا ترجمہ یہ ہے بسم اللہ الرحمن الرحیم مہاجرین اولین وبقیۃ الشوریٰ کیطرف سے تمام صحابہ اور تابعین کو جو کسی شہر میں ہوں معلوم ہو کہ ہماری طرف آؤ اور خلافت رسول اللہ کی خبر لو قبل اسکے کہ وہ اُسکے اہل سے سلب ہو جاے کیونکہ بتحقیق کتاب خدا بدل دی گئی اور سنت رسول میں تغیر کر دیا گیا اور ابوبکر اور عمر کے احکام تبدیل کر دیے گئے۔ پس اصحاب و تابعین میں سے جو کوئی ہمارے اس خط کو پڑھے اُسے ہم قسم دیتے ہیں کہ ہماری طرف آئے اور ہماری داد رسی کرے اور ہمارا حق ہمکو دلوائے پس اگر تم خدا اور آخرت کا ایمان رکھتے ہو تو ہماری خبر لو اور حق کو اس راستہ پر قایم کرو جسپر رسول اللہ چھوڑ گئے تھے اور جسپر شیخین نے چھوڑا تھا۔ ہمارے حقوق اور ہمارے فے ہم سے چھین لئے گئے اور ہمارے معاملات میں جنکے حوالے کیے جاتے ہیں۔ ہماری بیعت بعد خلافت نبوت اور رحمت کی تھی اور آجکل تو پھاڑ کھانیوالا بادشاہ ہے کہ جو ہاتھ لگا اُسنے کھا لیا۔ یہ خط بایام محاصرہ میں مالک اشتر نے طلحہ کو دکھایا تھا اور کہا تھا کہ تم لوگوں نے یہ خط لکھکر روانہ کیا تھا ؀ [۲] اے پیغمبر وہ خدا جس نے احکام (دیکھو صفحہ ۱۴۷)

مگر حضرت علی اور دیگر صحابہ کے سمجھانے سے اپنے علاقوں کو واپس چلے گئے پھر کوئی صورت اصلاح نظر نہ آئی۔ یہانتک کہ ماہ شوال ۳۵ھ میں ایک گروہ روسائے مصر کا مثل عبدالرحمن بن عدلیس بلوی اور محمد بن ابوبکر[۱] اور عمرو بن حمق اور کنانہ بن بشیر لیثی اور سودان بن احمر سکونی کے پانسو چھ سو یا ہزار آدمیوں کے ساتھ کہ انکو سردار غافقی بن حرب عکی تھا اور ایک گروہ اہل کوفہ کا مانند زید ابن صوحان اور زیاد بن نصر حارثی اور عبداللہ بن اصم عامری اور یزید بن قیس نخعی کے دو سو تین سو یا پانسو لوگوں کے ساتھ کہ سردار اُن کا مالک اشتر نخعی تھا اور ایک گروہ اہل بصرہ کا مثل حکیم بن جبلہ عبدی اور ذریح بن عباد اور بشیر بن شریح قیسی اور ابن محرش اہل کوفہ کی تعداد کی برابر آدمی لیکر کہ سردار انکا حرقوص بن زہیر تھا یہ سب اپنے اپنے ملک سے روانہ ہوئے۔ ظاہر ارادہ حج تھا لیکن باطن میں یہ ارادہ تھا کہ عثمان کو خلافت سے دست بردار ہونے پر مجبور کریں گے اگر نہ مانینگے تو قتل کر ڈالینگے۔ ان میں سے مصری جو علی کو خلیفہ بنانا چاہتے تھے مقام ذی مروہ میں اُترے اور بصری جو طلحہ بن عبیداللہ کو چاہتے تھے موضع ذی خشب[۲] میں اور کوفی جو زبیر بن العوام کو خلافت دینی چاہتے تھے منزل اعوص میں اُترے۔ کوفیوں اور بصریوں میں بھی اکثر لوگ علی کے طرفدار تھے پس مصریوں کے کچھ لوگوں نے حضرت علی کے پاس آکر عرض کیا کہ ہم عثمان کو معزول کرنے اور آپ کو خلیفہ بنانے آئے ہیں اور محمد بن ابی حذیفہ کا خط بھی دیا جو مصر ہی میں رہ گئے تھے مگر جناب علی نے جواب نہ دیا اور وہ لوگ اپنی قیامگاہ کو واپس آئے۔ اسی طرح کوفیوں اور بصریوں میں سے کچھ لوگوں نے طلحہ اور زبیر سے بھی کہا مگر اُن دونوں نے بھی نامنظور کیا پس یہ لوگ بھی اپنی اپنی قیامگاہ کو واپس آئے جب حضرت عثمان کو ان لوگوں کی آمد اور دعوی کی خبر ہوئی تو مغیرہ بن شعبہ اور عمرو عاص کو اُنکے سمجھانیکے واسطے بھیجا مگر وہ نہ مانے تو رات کیوقت جناب عثمان حضرت علی کے پاس گئے اور کہا کہ اے ابوالحسن یہ لوگ فتنہ برپا کرنے اور مجھے تباہ کرنے آئے ہیں۔ آپ سے جس طرح ہوسکے ان کو اُلٹا پھیر دیجیے علی نے کہا کس شرط پر۔ عثمان بولے جو آپ کی مصلحت ہو بیان فرمایئے میں اُسپر عمل کرونگا۔ علی نے کہا ابتک تو تمنے میری کسی مصلحت اور نیک رائے پر عمل نہیں کیا مخالفت ہی کرتے رہے اور مروان اور سعید بن عاص اور معاویہ اور عبداللہ بن ابی سرح ہی کی رائے پر چلتے رہے۔ اور اُن کی رائے کو میری رائے پر ترجیح دیتے رہے۔ اُنکو خوش کرکے فتنہ اور خطرہ کا دروازہ اپنے اوپر کھول لیا سو چہ سو عہد ہوا عہد رہے کہ میں کسی بامن۔ تو عہد میں کسی امان بجانے آرہی۔ عثمان نے کہا اب تو جو کچھ ہوا سو ہوا اب کبھی اُنکی رائے پر نہ چلوں گا اور آپ کی صلاح سے کبھی تجاوز نکرونگا۔ علی نے کہا اچھا کل اُنہیں سمجھا کر لوٹا دونگا۔ دوسرے دن بعض بزرگان مہاجر و انصار کو ساتھ لیکر اُن لوگوں کے پاس تشریف لیگئے عثمان نے مروان اور سعید بن عاص کو بھی ساتھ کر دیا۔ حضرت علی نے اُنکی ہر طرح دلجوئی کی اور رفق آمیز اور صلح انگیز باتوں سے اُن کے دلوں کو پانی کر دیا اور وہ اپنے اپنے وطنوں کو واپس چلے گئے[۳] مگر شرط یہ کی کہ عثمان اسکے بعد ایسے کام نکریں جن سے اہل اسلام کو نفرت ہو اور رائے و صوابدید صحابہ سے جو مدینہ میں ہیں اختلاف نکریں۔ اس کے بعد علی اور تمام اصحاب مدینہ واپس آئے اور عثمان کو خبر پہنچی کہ علی نے حسن تدبیر سے اُن لوگوں کو لوٹا دیا۔ جب سب طرح خاطر جمع ہو گئی

(بقیہ صفحہ ۱۲۶) قرآن کی تعمیل کو تجپر فرض کیا ہے وہ ضرور تمکو جانے بازگشت کی طرف پھیر دیگا (معاد سے اس جگہ بعض مفسرین نے مکہ اور بعض نے آخرت مراد لی ہے بروایت شیعہ ائمہ اہلبیت فرماتے ہیں کہ اسجگہ معاد سے رجعت مراد ہے[۱] منہج المقال میں لکھا ہے کہ عبداللہ بن سبا غالی ملعون تھا وہ گمان کرتا تھا کہ علی خدا ہیں اور میں نبی ہوں۔ حضرت علی نے اُس سے توبہ کرنے کو کہا جب نہ مانا تو اُسکو آگ میں جلوا دیا ۔

[۱] ایرونگ لکھتا ہے کہ محمد بن ابی بکر کو اُنکی بہن ام المومنین عائشہ حضرت عثمان کے معاملہ میں نہایت بھڑکاتی رہتی تھیں کیونکہ عائشہ طلحہ کا خلیفہ ہونا چاہتی تھیں مگر حبیب السیر میں باعث دشمنی یہ لکھا ہے کہ حضرت عثمان نے حضرت عائشہ کا روزینہ کم کر دیا تھا [۳] عقد الفرید میں امام ابن عبدربہ نے لکھا ہے کہ بلوائی لوگ حضرت علی کے پاس آئے اور کہا کہ ہمارے شریک ہو کر عثمان پر چڑھائی کیجیے فرمایا میں تو تمہارا ساتھ نہیں دونگا۔ کہا پھر آپنے ہمیں کیوں لکھا تھا۔ فرمایا میں نے تو ہرگز تمہیں کوئی خط نہیں لکھا۔ پس اُن لوگوں نے ایک دوسرے کا مونہہ دیکھا اور علی مدینہ سے باہر چلے گئے[۴] حالانکہ عمرو عاص جس کسیکو دیکھتا اُسکو قتل عثمان کی ترغیب دیتا تھا ۔

[۲] مدینہ کے متصل ایک مقام ہے۔

تو مروان نے پھر حیلہ بازی شروع کی اور کہا کہ ان لوگوں کا واپس جانا کوئی بڑی بات نہ تھی تم ناحق علی بن ابیطالب کے ممنون ہوئے اہل مدینہ کا یہ گمان ہے کہ تمنے روپیہ پیٹ کر اس گروہ کو واپس کیا ہے اگر تم کچھہ نہ بولوگے تو لوگوں کا گمان پختہ ہو جائیگا اور دوسروں کی جسارت اور جرات کا باعث ہوگا۔ اُن کو جتا دینا چاہیئے کہ یہ لوگ باطل پر جمع ہوئے تھے۔ جب اُنہیں اپنا بطلان ظاہر ہوا اور جان لیا کہ کچھہ پیش نہیں چلنے کا متفرق ہو کر اُلٹے چلے گئے۔ حضرت عثمان نے مروان سے یہ کلام سُنکر اہالی مدینہ کو جمع کیا اور منبر رسول پر جا کر خطبہ میں ارشاد فرمایا "جب ان لوگوں نے دیکھا کہ جو کچھہ ہمارے دشمنوں نے اُنکو خبر پہنچائی تھی جھوٹ ہے اور جو منشا اُن کا تھا پورا نہیں ہو سکتا مجبور پشیمان ہو کر اُلٹے چلے گئے" عمرو عاص اُس خاص مجمع میں موجود تھا باواز بلند بولا اے عثمان اگر خیر چاہتا ہے تو خدا سے ڈر اور اُن افعال سے توبہ کر جو تو نے کئے ہیں اور بنی امیہ کے دست ظلم سے مظلوموں کو چھڑا۔ تو نے تو ان لوگوں کو بڑی بڑی درخواستوں اور حسن تدبیر اور لطف تقریر سے واپس کیا ہے۔ عثمان نے ڈانٹ کر کہا کہ اے زن خاحشہ کے لونڈے تیری کیا مجال کہ مجھسے توبہ کرائے۔ کیا تو نے توبہ کرلی ہے جو مجھسے توبہ کراتا ہے اور اہل بغی وضلالت کی تقویت کرتا ہے۔ تو یہ اس سبب سے کہتا ہے کہ تجھے حکومت مصر سے معزول کر دیا گیا ہے۔ میں تجھہ جیسے کمینہ کو کوئی کام نہیں دیسکتا۔ عمرو عاص نے کہا کہ میں تو ابوبکر اور عمر کے زمانہ میں عامل رہا ہوں جو تجھہ سے بمراتب اعلی اور افضل تھے۔ اپنی رائے صائب سے مشکلوں کو حل کرتا تھا۔ تو خدا سے ڈر اور توبہ کر۔ اور آیندہ سے سنت رسول کی مخالفت کرنی چھوڑ دے اتنے میں مسجد کے دوسرے گوشہ سے آواز آئی کہ اے عثمان نادم اور تائب ہو پھر تو مسجد کے ہر گوشہ سے یہی آواز آنے لگی کہ اے عثمان خدا سے ڈر اور توبہ کر اور اُس روز کسی نے عثمان کو امیر المومنین کہکر خطاب نہ کیا۔ عثمان نے حیران ہو کر ہاتھ اُٹھا کر دعا کی کہ اے خدا میں توبہ کرتا ہوں بدرستیکہ میں اول توبہ کرنے والا ہوں اور منبر سے اُتر آئے اور اپنے گھر چلے آئے عمرو عاص بھی اپنے گھر آیا اور کہا کہ بخدا اسوقت سے جس شخص سے ملونگا اُسے عثمان کی طرف سے بھڑکاؤں گا۔ اور علی اور زبیر اور طلحہ کے پاس آ کر اُنہیں ترغیب دی کہ عثمان کو خلافت سے اُتار دیں اور پھر کچھہ دنوں بعد فلسطین میں آ کر اپنے محل میں مقیم رہا بعد چندے عثمان کے محصور ہونے اور شہادت کی خبر مشتہر ہوئی تو بولا کہ میں جب نشانہ لگاتا ہوں تو خطا نہیں کرتا

جب حضرت علی کو حضرت عثمان کے اس خطبہ اور اس تمام واقعہ کی خبر ہوئی تو عثمان کے گھر جا کر کہا کہ اے عثمان بھلا اس خطبہ کا کیا موقع تہا سب مدینہ کے لوگوں کو معلوم ہے کہ ہمنے بڑی مشکل سے ان لوگوں کو واپس کیا ہے عثمان بولے کہ خیر جو ہوا سو ہوا اب کیا کرنا چاہیئے۔ علی نے کہا کہ لوگوں کو جمع کر کے پھر خطبہ دو اور گفتار و کردار سابق سے توبہ کرو تاکہ لوگوں کے دل تمہاری طرف مائل ہو جائیں۔ پس عثمان مسجد میں آ کر منبر پر گئے اور خطبہ میں فرمایا کہ فرزندان آدم سے خطا بعید نہیں ہے۔ میں بھی آدمی ہوں اور معصوم نہیں ہوں۔ پس میں اُن نالایق امور سے توبہ کرتا ہوں جو مجھہ سے واقع ہوئے ہیں۔ جب میں اپنے گھر جاؤں تم میں سے اشراف اور بزرگ لوگ میرے پاس آویں اور معاملات میں اپنی رائے اور صلاح ظاہر کریں میں اُسپر عمل کرونگا۔ اگر کوئی غلام بھی مجھے حق کام کرنے کو کہے گا میں اُسکی بات پر عمل کرونگا۔ اور مروان اور اُسکے اتباع کو جنکی نالایق حرکتوں کے سبب تم مجھہ سے ناراض ہوا اپنے پاس سے دور کر دونگا۔ آج سے میں اپنے دروازہ پر دربان بھی نہیں رکھونگا۔ تاکہ ہر حاجتمند کو میرے پاس آنے میں سہولت ہو لوگ اس نرم کلام پر رونے لگے عثمان بھی بہت روئے۔ منبر سے اُتر کر گھر گئے۔ علی مرتضی نے لوگوں سے کہا کہ جو کچھہ عثمان نے اظہار کیا اس سے زیادہ امید واجب نہ تھا۔ اب خدا اُسکو یہ توفیق دے کہ جو کچھہ اُس نے کہا ہے اُسپر ثابت اور قایم رہے۔ پھر اُسیدن بزرگان مدینہ عثمان کی باتوں پر یقین کر کے اُنکے خطبہ کی توصیف اور تحسین کرنے کی غرض سے اُنکے گھر گئے۔ مروان اور سعید بن عاص اور ایک گروہ بنی اُمیہ کا جو اُس خطبہ کے وقت موجود نہ تھے عثمان کے دروازہ پر آئے اور مروان نے مبادرت کر کے کہا

کہ اے امیر المومنین کچھ عرض کرنا ہے۔ نائلہ بنت فرافصہ جو نہایت عقلمند تھیں پس پردہ سے بولیں اے مروان خاموش رہ تو امیر المومنین کو آج کے خطبہ پہ ملامت کرنی چاہتا ہے۔ اگر آج اسطرح کا خطبہ ادا نکرتے تو مارے جاتے واللہ جو باتیں آج کہیں ان سے ہرگز تجاوز نکرنا چاہیئے۔ مروان نے پہر کہا کہ اے امیر المومنین بولوں یا نہ بولوں۔ عثمان نے کہا کہو کیا کہتے ہو۔ مروان نے کہا حضور کو یہ خطبہ دینا مناسب نہ تھا۔ آپ نے اپنی عزت و وقار پہ بالکل پانی پہیر دیا۔ پسر ابوطالب کو منظور یہی تھا کہ آپ کی آبرو ریزی کرلے اور اس طرح جرموں کے ساتھ متصف کرے کہ آپ اپنی زبان سے قبولدیں۔ وہی اُسکا مطلب پورا ہوگیا۔ اب مناسب یہ ہے کہ یہ لوگ جو دروازہ پہ آبیٹھے ہیں اُنکو اندر آنے کی اجازت نہ دیجیے۔ تاکہ عاجز و پریشان ہوکر اُلٹے پہر جائیں مبادا کہ کوئی گستاخی کی بات آپ کے سامنے کہیں جو فتنہ و فساد کا باعث ہو۔ حضرت عثمان نے کہا کہ اچھا جاؤ اور درشتی سے کلام کرکے اُنکو اُلٹا پہیر دو مروان نے دروازہ پر آکر کہا کہ تم لوگ کیوں اجتماع کرکے یہاں آئے ہو کیا کسیکا گھر لوٹو گے۔ یا ہمارا ملک چھینو گے اور تکرار و سختی سے جہڑک جہڑک کر ایسی سخت اور وحشت آمیز باتیں کہیں کہ وہ بیچارے محزون و ملول ہوکر اُلٹے چلے گئے۔ اُنمیں سے کچھ علی کے پاس آئے اور جو کچھ گذرا تھا بیان کیا۔ علی مرتضی نے عبدالرحمن بن اسود بن عبد یغوث سے پوچھا کہ تو عثمان کے خطبہ میں حاضر تھا اُس نے کہا ہاں۔ پوچھا اُن لوگوں میں حاضر تھا جنکو مروان نے دہمکاکر واپس کیا۔ کہا ہاں۔ یہ لوگ سچ کہتے ہیں یہی واردات ہوئی ہے جو یہ لوگ بیان کرتے ہیں۔ جناب علی نے غصہ ہوکر فرمایا کہ اے مسلمانو! جانو اور آگاہ ہو کہ میں اس مرد (عثمان) سے عجب وقت میں پہنسا ہوں اگر اپنے گھر میں بیٹھ رہتا ہوں اور اُسکے معاملات سے الگ ہوجاتا ہوں تو کہتا ہے کہ قطع رحم کرتے ہو اور مجھے فتنوں میں تنہا چھوڑ دیتے ہو اور اگر اُس کے معاملات میں دخل دیتا ہوں تو اُس سے ایسی باتیں ہوتی ہیں۔ مروان نے اُسے کھلونا بنا رکھا ہے اور اُسنے اپنے اختیار کی مہار اسکے ہاتھ میں دیدی ہے۔ مروان جدہر چاہتا ہے اُسکی نکیل تھام کر دوڑا دیتا ہے۔ پھر غصہ میں بھرے ہوئے عثمان کے پاس آئے اور فرمایا کیا یہ روا ہوسکتا ہے کہ مروان تجھکو عقل اور دین کی راہ سے منحرف کرکے مانند اونٹ کے کھینچتا ہوا جدہر چاہے لیجائے۔ اور تجھے خبر ہی نہو بخدا وہ صاحب رائے و تجربہ نہیں ہے تجھکو مہلکوں میں پھنسا دیگا مگر نکال نہیں سکے گا۔ پس اب میں تیرے معاملہ سے دست بردار ہوں آیندہ دخل نہیں دونگا۔ تیرے پاس آنا بند کردونگا۔" یہ فرماکر عثمان کے پاس سے اُٹھکر چلے آئے۔ علی کے جانے کے بعد نائلہ نے عثمان کو سمجھایا کہ علی سچ کہتے ہیں اُنہیں جاکر مناؤ۔ پس رات کو عثمان حضرت علی کے گھر آئے اور ہر چند التماس مدد و معاونت کی مگر علی نے منظور نہ کیا۔ انہیں دنوں میں بزرگان مصر کا ایک گروہ عبداللہ بن ابی سرح کی ناستودہ اعمال کی شکایت لیکر آیا عثمان نے ایک خط عبداللہ کو لکھا اور نصیحت کی کہ مظلوموں کی فریادرسی کرنی چاہیئے مگر جب وہ واپس گئے تو عبداللہ نے اُنمیں سے بعض کو قید کر دیا اور ایک کو قتل کر ڈالا اس واقعہ کے بعد سو مصری مدینہ میں آئے اور عبداللہ کی معزولی کی درخواست کی۔ اور مقتول کا قصاص چاہا علی نے مصریوں کے شکایت سنکر فرمایا کہ اس قضیہ میں توجہ کرنی چاہیے اور طلحہ بن عبیداللہ اور عائشہ نے بواسطہ و بیواسطہ اسی معاملہ میں سخت باتیں ذوالنورین سے کہیں اور عبداللہ کی معزولی کی تاکید کی اُنکے جمع ہونے کے بعد مہاجر و انصار میں سے کچھ لوگ جنکے دلوں میں عثمان کی طرف سے گہری رنجش تہی اُنکے شریک ہوگئے یہانتک کہ بروایت طبری مدینہ میں بلوائیوں کی تعداد دس ہزار ہوگئی۔ پھر سب نے یہ صلاح کی کہ عثمان کو خلافت سے اُتار دیں اگر نہ مانے قتل کردیں۔ عثمان اندیشناک ہوکر اپنے مکان میں جا بیٹھے اور دروازہ بند کرلیا۔ اور کوٹھے پر چڑھ کر پوچھا کہ تم لوگ کیا اعتراض رکھتے ہو اُن لوگوں نے وہی اعتراض پیش کیے جنکی فہرست ہم بیان کرچکے ہیں حضرت عثمان نے فرمایا میں ان سب باتوں سے توبہ کرتا ہوں جن کو میں نے مارا ہے وہ مجھے مارلیں جن کو جلاوطن کیا ہے اُنکو واپس بلائے لیتا ہوں اپنے عاملوں کو موقوف کیئے دیتا ہوں جن کو مناسب سمجھو عامل بنالو اور بیت المال کا

روپیہ جو اپنے رشتہ داروں کو بخشدیا ہے سو خلیفہ عمر کا بھی یہی قاعدہ تھا وہ جس کسیکو صاحب تمیز اور فاضل دیکھتے تھے اور وں کی نسبت اُسے زیادہ دیتے تھے اور جو کچھہ بیشنے دیا ہے مجھہ سے حساب کرکے لیلو اگر میرا مال کافی نہ ہوگا باقی بعد میں ادا کر دونگا۔ تمکو میرے قتل سے باز آنا چاہیئے۔ اس گفتگو سے لوگوں پر کچھہ اثر پڑا اور ہٹ گئے اسکے بعد حضرت عثمان نے عمار یاسر کو صفائی کے لیئے بلایا اُنہوں نے سخت و سست کہا اور نہ آئے۔ پھر عبداللہ بن عمر کو بلاکر کہا کہ تم میری مدد کرو عبداللہ نے صلاح دی کہ تم خلافت سے ہرگز دست بردار نہو اور ان لوگوں کو سنادو کہ میں بموجب کتاب الہی و سنت رسالت پناہی کے عملدرآمد کرونگا۔ اور ہر امر میں تمہاری رضامندی چاہتا رہونگا۔ عثمان نے یہ رائے پسند کی اور مغیرہ بن شعبہ کی معرفت یہ پیغام بھیجا اُنہوں نے للکار کہا او کانے بدکار اُلٹا پھر جا۔ مغیرہ واپس چلا آیا۔ پھر عثمان نے عمرو عاص کو بلوایا[1] اور یہی پیغام دیکر بھیجا بلوائیوں نے کہا زناکار کے بیٹے اُلٹا پھر جا ہم تجھے امین نہیں سمجھتے نہ تیری کسی بات کا اعتبار کرتے ہیں عمرو بھی واپس آیا اُسوقت عبداللہ بن عمر نے کہا یہ لوگ علی کی بات مانینگے عثمان نے علی کو بلوا کر کہا اے ابوالحسن آپ ان لوگوں کے پاس جایئے اور جو کچھہ وہ چاہتے ہیں میری طرف سے قبول کرلیجئے تمام کام آپ کی حسب منشا عمل میں لاؤنگا علی نے فرمایا کہ اگر تم مجھہ سے عہد کرلو کہ اُن سب امور کو بجا لاؤگے اور جو کچھہ اُنکی خواہش ہوگی اُسے اختیار کروگے تو میں اس کام کو کرلاؤنگا عثمان نے کہا مجھے منظور ہے عہد و پیمان کرکے قسم کھائی کہ جو کچھہ وہ کہینگے وہی کرونگا۔ اور مسلمانوں کی رضامندی سے باہر نہ ہونگا۔ علی عثمان سے پختہ عہد لیکر اُن لوگوں کے پاس گئے اُنہوں نے دیکھتے ہی کہا کہ اے ابوالحسن آپ سعادت کے ساتھہ واپس تشریف لیجائیں۔ آپ ہمارے سید اور سردار ہیں ایسا نہو کہ ہمسے کوئی امر آپ کی خلاف طبیعت واقع ہو۔ حضرت علی نے فرمایا جلدی نکرو جو کچھہ تم چاہتے ہو عثمان اُنکو قبول کرتے اور تمہاری رضامندی کا وعدہ کرتے ہیں۔ جس حاکم کو تم کہوگے وہ مقرر کردینگے۔ اُنہوں نے کہا ضامن کون ہے حضرت علی کہا ضامن میں ہوں وہ بولے تو ہم راضی ہوگئے۔ اور علی اُنکے بڑے بڑے سرداروں کو لیکر عثمان کے پاس آئے عثمان نے عزت و آبرو سے بٹھایا۔ اُنہوں نے کہا کہ اُن امور کی نسبت جو آپ قبول فرماتے ہیں ایک دستاویز تحریر کیجیے اور حضرت علی کو اُس میں ضامن قرار دیجیے عثمان نے منظور کیا اُنہوں نے اس مضمون کی دستاویز تحریر کی۔ بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ امیرالمومنین عثمان کی طرف سے یہ دستاویز اُن اہل کوفہ و بصرہ و مصر کو لکھکر دیجاتی ہے جنہوں نے اعتراض کیا ہے اور قبول کرتا ہوں کہ اب سے کتاب الہی اور سنت رسالت پناہی پر عمل کرونگا اُنکی رضامندی کو نظرانداز نہ ہونے دونگا۔ اور خطرناک امور کیطرف سے امن رکھونگا۔ جن لوگوں کو اُنکے وطنوں سے نکالدیا ہے اُنکو واپس بلالونگا۔ اور جن کے عطیات ضبط کیئے ہیں واپس کردونگا عبداللہ بن سعد بن ابی سرح کو حکومت مصر سے علیحدہ کرکے اُس شخص کو مقرر کرونگا جسے مصری پسند کرینگے۔ مصریوں نے کہا ہم چاہتے ہیں کہ محمد بن ابوبکر مقرر کیا جائے عثمان نے کہا بہتر ہے۔ غرضکہ ان سب امور پر حضرت علی کو ضامن قرار دیا اور زبیر بن العوام۔ طلحہ بن عبیداللہ۔ سعد بن مالک۔ عبداللہ بن عمر۔ زید بن ثابت۔ سہیل بن حنیف۔ اور ابوایوب بن زید کی گواہیاں اور مہریں ثبت کی گئیں۔ آخر جملہ یہ تھا کہ یہ دستاویز ماہ ذیقعد ۳۵ھ میں لکھی گئی۔ اسکے بعد حضرت علی اور وہ سردار حضرت عثمان کے پاس سے اُٹھ کر چلے آئے۔

(۵۳) حضرت عثمان کے خط کا گرفتار ہونا جب حضرت عثمان نے دستاویز لکھدی اور محمد بن ابوبکر کو حاکم مصر مقرر کردیا تو مصریوں نے محمد کو ساتھہ لیکر اور خلیفہ سے رخصت ہوکر واپسی اختیار کی تین منزلیں طے کی تھیں کہ مقام بویب پر اور بروایتے منزل ایلہ پر ایک حبشی غلام کو دیکھا کہ ایک تیزرفتار اونٹ پر بعجلت تمام سراسیمہ راستہ سے علیحدہ جارہا ہے لوگ پکڑ کر محمد بن ابوبکر کے پاس لائے۔ پوچھا تو کون ہے اور کہاں جاتا ہے جواب دیا عثمان کا غلام ہوں مصر کو

[1] اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس تک عمرو عاص فلسطین واپس نہیں گیا تہا۔ اسکے بعد گیا ہے [2] عثمان کا داماد تھا۔

عبداللہ بن ابی سرح والی مصر کے پاس جاتا ہوں - پوچھا کوئی پیغام ہے کہا میں اپنے آقا کے راز کو فاش نکرونگا - تلاشی لی کچھ نہ نکلا آخر پانی کی چھاگل کو چیرا اُسمیں سے ایک خط سربمہر چپکا ہوا نکلا - لفافہ پر لکھا تھا عثمان کی طرف سے عبداللہ بن ابی سرح کو - محمد بن ابی بکر نے اُن مہاجرین و انصار کو جو اُسکے ساتھ آئے تھے جمع کیا اور اُن سب کے سامنے وہ لفافہ کھولا مضمون یہ تھا کہ جسوقت عمر بن بدیل خزاعی تیرے پاس پہنچے اُسکا سر تن سے جدا کر دینا اور علقمہ بن عدیس کنانہ بن البشر اور عروہ بن لیسی کے چاروں ہاتھ پانو کاٹکر چھوڑ دینا کہ اپنے خون میں لوٹ لوٹ کر مرجائیں - پھر اُنکی لاشیں کھجور کے درختوں میں لٹکوا دینا - اور عبدالرحمن بن عدیس اور عمرو بن الحمق اور عروہ بن البیاع کو درّے مارو اور ڈاڑھیاں منڈوا کر قید کر دیجیو - محمد بن ابوبکر جو فرمان میرے ہاتھ کا لکھا ہوا لاتا ہے اُسکو نا چیز سمجھنا اور ممکن ہو تو کسی تدبیر سے اُسے بھی مار ڈالنا - اپنی جگہ پر دلجمعی سے قایم رہ - کسی طرح نہ گھبرا - خاطر خواہ حکمرانی کئے جا - محمد نے اُس نامہ پر اعیان رفقا کی مہریں کرا کے ایک معتمد کے سپرد کیا اور مدینہ کی طرف مراجعت کی - اور اکابر صحابہ مانند علی و زبیر و طلحہ و سعد وغیرہم کو جمع کیا اور مکتوب اُنکے سامنے کھولا اور پڑھا اور کل کیفیت بیان کی کہ غلام اس اس طرح اس خط کو لیجا رہا تھا -

اب مدینہ میں ایک بھی ایسا نہ تھا جو عثمان کی مخالفت پر آمادہ نہ ہو گیا ہو - پس علی و زبیر و سعد و طلحہ و بعض اعیان مصر مکتوب کو لیکر عثمان کے پاس آئے اور کہا یہ غلام اور اونٹ تمہارا ہے ؟ عثمان نے کہا ہاں - علی نے کہا تو یہ مکتوب تمنے لکھا ہوگا ؟ عثمان نے کہا حاشا جو میںنے یہ مکتوب لکھا ہو - اور قسم کھائی کہ نہ میںنے لکھا نہ کسی سے لکھوایا نہ اس غلام کو مصر کی طرف بھیجا مجھے تو اسکا حال ہی معلوم نہیں - اصحاب رسول اور مصریوں نے کہا تعجب ہے کہ خط تمہاری مہر سے لکھا جائے تمہارا غلام تمہارے اونٹ پر اُسے لیکر جائے اور تمہیں خبر نہ ہو پس اگر یہ کارستانی حقیقت میں تمہاری ہے اور اسوقت جھوٹ بول رہے ہو تو اور اگر تم سچے ہو اور یہ کام تمہاری لاعلمی میں ہوا ہے تو - دونو صورتوں میں تم خلافت کے لایق نہیں ہو - کیونکہ اگر آپ جھوٹے ہیں تو ضرور خلافت سے اُتار دینے کے مستحق ہیں کیونکہ آپنے ناحق ہماری قتل کا حکم دیا اور اگر آپ اپنے بیان میں سچے ہیں تو بھی آپ خلافت سے اُتار دینے کے مستحق ہیں اپنے ضعف اور غفلت اور بدطینتی کی وجہ سے - اور ہمیں مناسب نہیں ہے کہ امر خلافت ایسے غافل و ضعیف کے ہاتھ میں چھوڑ دیں کہ دوسرے اُس کی غفلت میں کسی کام کو کر جائیں اور اُسے خبر بھی نہ ہو - اب خلافت سے علیحدہ ہو جائیے جیسا کہ خدا نے آپ کو علیحدہ کیا ہے عثمان نے کہا میں اُس قمیص کو نہیں اُتار سکتا جو مجھے خدا نے پہنایا ہے لیکن میں توبہ کرتا ہوں - اُنہوں نے کہا اگر یہ پہلا گناہ ہوتا اور تم اُسپر توبہ کرتے تو ہم قبول کر لیتے - مگر تم تو بار بار توبہ کرتے ہو اور پھر گناہ کرتے ہو اور ہم تو اب نہیں ٹلینگے جبتک آپ کو خلافت سے علیحدہ نہ کر دیں یا قتل نہ کر ڈالیں - یا ہم آپکے مقابلہ میں مارے جائیں - اور اگر آپکے اصحاب و رشتہ دار اس امر میں مانع ہوں گے تو ہم اُن سے لڑینگے - عثمان بولے مجھے خلافت چھوڑنے کی نسبت قتل ہونا زیادہ گوارا ہے اور یہ جو تمنے کہا کہ جو مانع ہوگا اُس سے ہم لڑینگے پس تحقیق میں کسیکو تمسے لڑنے کا حکم نہ دونگا - اور اگر مجھے تم سے لڑنا منظور ہوتا تو میں اپنے عاملوں سے فوج منگا لیتا - اسکے بعد حضرت علی بولے اے عثمان میں نہیں جانتا کہ آپ کے معاملہ میں کیا فیصلہ کروں تمنے مجھے بلا کر کہا کہ جا کر اس گروہ کو راضی کر دو - میںنے اُنکو مختلف تدبیروں سے راضی کیا اپنی ضمانت سے تمہارے بگڑے ہوئے کام کو سنوارا - وہ مجھپر بھروسہ کرکے وطن کیطرف روانہ ہو گئے اب تمہیں کہو کہ یہ کیسا خط ہے - عثمان نے قسم کھا کر کہا کہ میں اس تمام واقعہ سے بیخبر ہوں - دنیا میں اکثر ایسے واقعے ہو جاتے ہیں کہ خط سے خط ملجاتا ہے اور مہر جیسی اور مہر بنا لیتے ہیں اور ممکن ہے بغیر میری اجازت کے میرے غلام کو میرے اونٹ پر سوار کرکے بھیجدیا گیا ہو - حضرت علی نے کہا یہ کیونکر ہو سکتا ہے کس شخص پر کس بات کا گمان کیا جائے کسنے ایسی دلیری کی ہوگی عثمان نے کہا میرا گمان میرے

منشی پر ہے کہ اُس نے بغیر میرے اجازت کے یہ کام کیا۔ علی نے کہا یہ تو ممکن ہے مگر تمہارا غلام بغیر تمہاری اجازت کے تمہارے اونٹ پر سوار ہوکر نہیں جاسکتا۔ اب جس کام میں اپنی بھلائی سمجھتے ہو وہ کرو یہ کہکر غصہ میں بھرے ہوئے عثمان کے پاس سے چلے آئے اور بروایت طبری غیبر میں اپنی زمین پر چلے گئے۔ مگر لوگوں نے غور سے دیکھا تو خط بیشک مروان کا تھا۔ کہا بس مروان کو ہمارے حوالہ کر دیجیے تاکہ اُس سے معاملہ مکتوب کی تفتیش کریں۔ مگر عثمان نے کہا کہ میں مجبور اس بات پر مروان کو تمہارے حوالہ نہیں کرسکتا تم اُسے قتل کرڈالوگے ممکن ہے کہ اس خط کو دشمنی سے کسی اور شخص نے لکھکر بیخبری میں میری مہر لگادی ہو اور غلام کو فریب دیکر اونٹ پر بٹھادیا ہو۔ اور مروان تو یہ کہتا ہے کہ اگر میں عبداللہ بن سعد کو خط لکھنا چاہتا تو سمندر کی راہ سے بھیج سکتا تھا۔ کہ زود تر اُسکو پہنچ جاتا۔ یہ کارروائی ان لوگوں نے اہل مدینہ سے ملکر کی ہے یہ سب لوگ علی کے پاس تھے اور اسی لئے آج علی اپنی زمین پر چلے گئے ہیں۔ کہ ہماری مدد نکرنی پڑے یہ سنکر اصحاب غضبناک ہوکر چلے آئے۔ عثمان کے معاملات میں دخل دینا بالکل چھوڑ دیا اور اپنے اپنے دروازے بند کرکے ہو بیٹھے اور بعض مدینہ کے باہر اپنے باغوں اور زمینوں پر چلے گئے اہل مدینہ میں کوئی ایسا نتھا جو اس امر میں عثمان پر طعن نکرتا یا عیب نہ لگاتا ہو۔ اور مصریوں نے مع دیگر بلوائیوں کے عثمان کے گھر کا محاصرہ کرلیا یہ واقعہ شروع ذیقعدہ کا ہے۔

جب یہ خبر فتنہ انگیزان کوفہ و بصرہ کو پہنچی وہ بھی مدینہ میں آکر مصریوں سے ملگئے اور قبائل بنو زہرہ و ھذیل اور بنی مخزوم کہ بسبب عبداللہ بن مسعود اور عمار یاسر اور ابوذر غفاری کے عثمان سے ناراض تھے اُنہوں نے اس فتنہ میں زیادتی کی اور ایک گروہ بنی تیم کا محمد بن ابوبکر کی مدد کو اُٹھ کھڑا ہوا اور اہل مدینہ کا بھی ایک گروہ اُسکا مددگار ہوگیا۔ طلحہ بن عبیداللہ اور ام المومنین عایشہ نے بھی اس فتنہ کو بہت بھڑکایا عایشہ عثمان کو بہت کچھ الزام دیتی اور برا کہتی تہیں۔ اور فرماتی تہیں (اقتلوا نعثلاً قتل اللہ نعثلا (نعثل کو قتل کرو خدا نعثل کو قتل کرے) چونکہ موسم حج آگیا تھا اس سبب سے یہ فرماتی ہوئی حج کو روانہ ہوگئیں۔ غرض سب نے زور دیا کہ خواہ تو مروان کو حوالہ کریں خواہ خلافت چھوڑکر مدینہ سے نکل جائیں۔ جب حضرت عثمان نے دیکھا کہ لوگ کسی طرح نہ مانینگے تو مسجد میں تشریف لاکر منبر پر گئے اور فرمایا اے عزیزو مجھ پر تہمت نہ لگاؤ قسم خدا کی نہ میں نے یہ خط لکھا نہ لکھوایا میں برابر کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ پر چلتا رہوں گا اور کوئی امر تمہاری ناراضی کا نکرونگا کنانہ بن بشیر نے کہا اے عثمان تم یہی کہا کرتے ہو اور اپنے قول پہ قایم نہیں رہتے ہو بغیر عمل درآمد ہم تمہاری باتوں سے کیونکر خوش ہوجائیں اس ہفتہ میں کیا کچھ کہا سنی نہیں ہوچکی تمنے دستاویز لکھکر دی حضرت علی کو ضامن بنایا مشہود اور ثقہ صحابہ کی گواہیاں درج کرائیں جب ہم واپس ہوئے تو تم نے اس قسم کا خط لکھا اب تم ہی کہو ہم تمہارے کہنے پر کس طرح اعتماد کریں۔ عثمان نے کہا تم جانتے ہو میں جھوٹ نہیں بولا کرتا اور میں قسم کھاکر کہتا ہوں اور تم میرا یقین نہیں کرتے کنانہ نے کہا مجھے تمہاری قسم کا یقین نہیں۔ اسکے بعد کثیرہ بن عبداللہ بجلی بولا اے عثمان تیرے لئے یہی بہتر ہے کہ ہم سے بچکر کہیں نکلجا کیونکہ تونے ہمارے ساتھ جو کچھ کیا سو کیا عثمان کے دوست اُسکے مارنے کے درپے ہوئے لوگوں نے بیچ بچاؤ کرادیا مخالف بھی ہر طرف سے ٹوٹ پڑے عثمان کے خیرخواہوں کو پیٹ ڈالا اور چار طرف سے عثمان پر پتھراؤ ہونے لگا اور عصائے رسول سے ایسا مارا کہ وہ عصا ٹوٹ گیا۔ حضرت

لہ بعد میں حضرت عثمان کا حال جب بہت تنگ ہوا اور طلحہ نے بیت المال پر قبضہ کرکے لوگوں کو اپنے سے ملالیا تو لوگوں کو بھیجکر علی کو بلا بھیجا

لعہ اور حالانکہ مروان عثمان کے گھر میں تھا مگر حوالہ نہ کیا۔ لعہ لغت کی کتابوں میں ہے النعثل الشیخ الاحمق یعنی نعثل شیخ احمق کو کہتے ہیں۔

نعثل مصر میں ایک دراز ریش کا نام تھا۔ چونکہ حضرت عثمان کے داڑھی بھی ویسی ہی تہی اس سبب سے صحابہ اور خصوصاً حضرت عایشہ غصہ میں حضرت عثمان کو نعثل کہتے تھے (روضۃ الصفا۔ حبیب السیر۔ مجمع البحار۔ نہایہ ابن اثیر۔ تاریخ الخمیس) صاحب تاج العروس نے لکھا ہے کہ خاص مدینہ میں بھی ایک یہودی نعثل نام دراز ریش تھا اُسکی مشابہت سے حضرت عایشہ عثمان کو غصہ میں نعثل کہا کرتی تہیں۔

عثمان منبر سے نیچے آتے آتے بیہوش ہوگئے - لوگ اُٹھا کر گھر لائے حضرت علی اور کچھ اصحاب عیادت کو گئے بنی اُمیہ نے علی سے کہا یہ سب کچھ تم ہی نے کیا ہے تم ہی نے ہمارے والی کے عیب بیان کرکے لوگوں کو برہم اور ہمارے عیش کو منغص کیا ہے قسم خدا کی ہم تم سے ایسی جنگ کرینگے کہ دنیا میں کبھی اُس سے زیادہ سخت جنگ نہ ہوئی ہوگی - حضرت نے ڈانٹ بتائی اور کہا اے نالائقو چپ رہو تمہارا یہ رتبہ کہاں کہ مجھ سے کلام کرو - نہ مجھی کو شایاں ہے کہ تمہاری بات کا جواب دوں کیونکہ تم محض احمق نادان فوجی گروہ اور آزاد کئے ہوئے غلاموں کی اولاد ہو یا آزاد کردہ غلام - تمام عالم اچھی طرح جانتا ہے مجھے اس معاملہ میں کسیطرح کا لگاؤ نہیں ہے - بلکہ میں نے تمہاری بگڑی ہوئی حالت کو سنبھالا خراب خود تم نے کیا ہے اور زیادہ خراب کرتے چلے جاتے ہو یہ فرما کر غصہ میں بھرے ہوئے اُٹھکر چلے آئے +

دوسرے دن عثمانؓ نے تمام مسلمانوں کے نام ایک مضمون کا خط لکھا جس میں بہت کچھ وعظ و پند کے بعد تحریر فرمایا کہ اے مومنو آگاہ رہو کہ خدا اطاعت اور فرمانبرداری کو پسند کرتا ہے اور گناہوں اور تفرقہ پردازیوں سے بچنے کا حکم دیتا ہے خدا سے ڈرو حق راہ پہ چلو اور خوب سمجھ لو کہ پہلی قوموں کی ہلاکت کا سبب یہی ہوا ہے کہ اُنہوں نے ہادی اور رہنما نہونے کے سبب باہمی مخالفت اختیار کی ہے - اگر تم مجھ سے مخالفت کروگے ایسا فساد برپا ہوگا کہ تمہارا دین و دنیا تباہ ہو جائیگا - میں تم سے اقرار کرتا ہوں کہ کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ پہ عمل کرتا رہونگا - اور نیک خصلتیں اور عمدہ طرز عمل اختیار کرونگا اور تمہاری مرضی کے موافق عامل مقرر کرونگا میں تم سے قول و قسم کرتا ہوں اس خط کے ذریعہ سے جو تمام مسلمانوں کے نام لکھتا ہوں گزشتہ گناہوں سے توبہ کرتا ہوں اور اقرار کرتا ہوں کہ خدا کی قسم میں اُن تمام باتوں سے جنہیں تم برا جانتے ہو باز آگیا" جب یہ خط بلوائیوں کو پہنچا اُنہوں نے اب عثمان کے قول قسم پر اعتبار نکیا بلکہ محاصرہ میں اور زور دیا پس حضرت عثمان نے معاویہ اور عبداللہ بن عامر کو لکھا کہ فوراً شام اور بصرہ سے میری مدد کے واسطے لشکر روانہ کرو - کامل میں ہے کہ اُدہر تو امداد کے واسطے خط روانہ ہوتے اور اِدہر مروان وغیرہ مشیروں نے صلاح دی کہ امداد کے پہنچنے تک ان بلوائیوں کی ہر بات کو قبول کرکے ٹالتے رہو اور آخر یہ ہوا کہ علی کو بلا کر اُن کے سمجھانے کو بھیجا اور علی نے بدقت تمام تین دن کے مہلت عمال کی موقوفی اور اصلاح امور کے واسطے دلوائے مگر تین دن گذر گئے اور کوئی اصلاح نہ ہوئی اور محاصرین کو فوج منگانے کی خبر لگ گئی اُنہوں نے قتل عثمان میں جلد ہی شروع کردی اور پانی بند کر دیا + ابن قتیبہ نے امامۃ والسیاسۃ میں لکھا ہے کہ حج کے موقعہ پر ایک خط لکھکر حضرت عثمان نے نافع بن طریف کے ہاتھ ابن عباس کے پاس جو حاجیوں کو حج کرانے گئے تھے بھیجا کہ حاجیوں کو سنائیں اسکا مضمون یہ تھا "میں گھرا ہوا ہوں اور کھاری پانی پی رہا ہوں اور کھانا بہت تھوڑا کھاتا ہوں کہ گھر کا ذخیرہ ختم ہو جائیگا تو کہاں سے کھاؤنگا کوئی میری توبہ اور حجت کو نہیں سنتا پس میں تم سب کو قسم دیتا ہوں کہ جو کوئی میرا حال سنے وہ میری مدد کو آئے اور ان ظالموں کے ہاتھ سے چھڑائے پس ابن عباس نے یہ خط حاجیوں کو پڑھکر سنایا مگر کوئی نتیجہ نہ نکلا +

جب[1] مسور معاویہ کے پاس خط لیکر پہنچا تو معاویہ نے کہا "سچ تو یہ ہے کہ عثمان نے خلافت پانے کے بعد پہلے تو نیک طریقہ اختیار کیا اور محض خوشنودی خلق خدا کے لئے ہر کام کرتا تھا اسلئے اللہ تعالیٰ بھی اُسکا مددگار تھا - لیکن بعد میں اپنی حالت بدلدی شریعت اور سیرت شیخین کے خلاف کام کرنے شروع کردیے اچھے قاعدے اور نیک خصلتیں ترک کردیں خدا نے بھی اُس سے دولت چھین لی اب مجھ سے کیا ہو سکتا ہے خدا کی چھینی ہوئی نعمت کو میں کس طرح واپس دلا سکتا ہوں میں علیحدہ پڑا ہوا علاقہ شام کے سرحد کی حفاظت کر رہا ہوں ہر طرف سے دشمن تاک لگائے بیٹھے ہیں اگر میں مدینہ چلا گیا تو اندیشہ ہے کہ دشمن چڑھ آئیں غرض معاویہ نے عثمان کے مدد نہ کی اور قاصد سے لیت و لعل سے پیش آتا رہا آخر شدہ

[1] اعثم کوفی -

مایوس ہوکر اُلٹا چلا آیا۔ عبداللہ بن عامر نے بصریوں کو خط سنایا اور بڑی کوشش کی مگر کوئی مدد پر راضی نہوا۔

حبیب بلوائیوں نے حضرت عثمان پر پانی بند کر دیا اور حضرت علی کو معلوم ہوا تو اُنہوں نے اہل فتنہ کو پانی بند کرنے پر ملامت کی کہ یہ کام مسلمانوں کی عادت نہیں ہے اور نہ کافروں کی۔ کیونکہ کفار روم بھی اگر کسیکو قید اور اسیر کرتے ہیں تو دانہ پانی بند نہیں کرتے اور خلاف مروت سمجھتے ہیں اور بہت سمجھایا کہ پانی بند کرنے سے باز آئیں۔ مگر وہ نہ مانے تو حضرت علی نے کچھ مشکیں پانی کی بھری ہوئی اپنے نہایت قریبی رشتہ دار بنی ہاشم کے ساتھ بھجوادیں بلوائی حضرت علی کے رشتہ داروں کو دیکھکر کچھ نہ بول سکے اور پانی اندر پہنچ گیا۔ سبنے سیر ہو کر پیا +

اسکے بعد عثمان نے اوپر سے گردن نکالکر سلام کیا کسی نے جواب نہ دیا پھر پوچھا طلحہ بن عبیداللہ بھی تم میں ہے لوگوں نے کہا ہے۔ عثمان نے کہا انا للہ وانا الیہ راجعون میں مسلمانوں کو سلام کرتا ہوں اور وہ مجھے جواب نہیں دیتے اور طلحہ کہ عشرہ مبشرہ میں سے ہے انیں موجود ہے اور میرے سلام کا جواب نہیں دیتا طلحہ نے کہا مینے جواب دیا تھا تمنے سنا ہوگا پھر عثمان نے کہا کہ اے طلحہ تجھے خدا کی قسم سچ کہیو آیا تونے رسول اللہ صلعم سے نہیں سنا کہ فرمایا ہے کہ سوائے تین صورتوں کے مسلمان کو قتل کرنا حلال اور جائز نہیں ہے یا تو بعد ایمان کے کافر ہوگیا ہو یا بعد نکاح کے زنا کیا ہو یا کسی برادر مسلمان کو ناحق قتل کیا ہو۔ اور خدا کا شکر ہے کہ مینے ان تینوں باتوں میں سے کوئی نہیں کی ہے۔ طلحہ اور اہل بلوہ بولے کہ قرآن میں ان تین صورتوں کے علاوہ بھی قتل کا حکم موجود ہے اور وہ قتل ساعی فساد ہے اور قتل باغی جو اصرار کرتا اور مقاتلہ کرتا ہو اپنی بغاوت پر۔ عثمان نے لاجواب ہوکر پوچھا کہ سعد بن ابی وقاص اور زبیر بن العوام بھی تم میں ہیں دونو نے کہا موجود ہیں کیا حکم ہے۔ عثمان نے اپنے کچھ فضائل اُنکے آگے بیان کئے اُنہوں نے کہا یہ سچ ہیں تم کار ہائے خیرات اور قواعد حسنہ کے استحکام میں سچا شوق اور دلی جوش رکھتے تھے مگر اسکے بعد تمنے اپنا طریق عمل بدلدیا حضرت عثمان نے قسم کھائی اور توبہ کی کہ اب ایسے نالائق امور مجھ سے سرزد نہوں گے اسپر مصر کے کچھ لوگ بولے ہمیں اب تمہارا اعتبار نہیں رہا۔ اے عثمان اب تم ہمیں نہیں پھسلا سکتے پس اب یا تو خلافت سے دست بردار ہو جئے یا قتل گوارا کیجئے حضرت عثمان یہسنکر نیچے اُتر گئے۔ اور یہودیوں کے سردار عبداللہ بن سلام کو جو مسلمان ہوگیا تھا اُنکے سمجھانے کے واسطے بھیجا اُسنے آکر بہت کچھ وعظ و پند کی بہت کچھ سمجھایا مگر کسیکی سمجھ میں نہ آیا چاروں طرف سے آوازیں پڑنے لگیں اے یہودی دور ہو خدا تجھے دفع کرے عثمان نے تجھے رشوت دیکر بھیجا ہوگا۔ عبداللہ واپس آیا تمام ماجرا بیان کیا حضرت عثمان حیران ہوئے کہ اب کیا تدبیر کریں +

میر آخوند اور اعثم کوفی لکھتے ہیں کہ عائشہ بھی اُس روپے کی وجہ سے جو اُنکے لئے ابوبکر اور عمر نے مقرر کر رکھا تھا اور اب عثمان نے اُسکی ادائیگی میں تساہل اختیار کیا تھا اور بقول صاحب حبیب السیر کم کر دیا تھا رنجیدہ خاطر تھیں اسوقت قوم کو قتل عثمان پر آمادہ دیکھکر کہا اے عثمان تونے بیت المال کو اپنا ہی مال سمجھ لیا ہے امت رسول کو تکلیف اور معصیت کے حوالہ کر دیا ہے اپنے آپ کو اور اپنے رشتہ داروں کو مسلمانوں کے مال میں دخیل کر دیا ہے۔ ہر ایک کو ملکی انتظام دے رکھا ہے اللہ تعالی تجھکو آسمانی نعمتوں سے بے نصیب اور زمینی برکتوں سے محروم کرے اگر اتنی بات بھی نہ ہوتی کہ تو مسلمانی سیرت رکھتا اور پنجوقتی نماز ادا کرتا ہے تو تجھے اسطرح ذبح کر دیا ہوتا جس طرح اونٹ کو ذبح کرتے ہیں۔ عثمان نے ان باتوں کے جواب میں وہ آیۂ مبارکہ پڑھی جسکا ترجمہ یہ ہے "اللہ تعالی نے اُن لوگوں کے لئے جنہوں نے کفر کیا مثال دی ہے کہ نوح اور لوط کی بیویاں دو عورتیں تھیں جو ہمارے دو نیک بندوں کے تصرف میں تھیں دونوں نے خیانت کی اور اللہ تعالی

۱۵۔ اکثر مورخین نے تین مشکیں لکھی ہیں +

کی کسی شے نے اُنکو کفایت نہ کی۔ اور اُن دونوں سے کہا گیا کہ داخل ہونے والوں کے ساتھ دوزخ میں داخل ہوں"۔ غرض عایشہ نے قتل عثمان میں بہت بڑی کوشش کی اور فرمایا کرتی تھیں ابتک تو حضرت مصطفےٰ کا کفن بھی میلا نہیں ہوا اور عثمان نے اُنکی شریعت کو کہنہ کردیا ہے۔ اے لوگو اس بڈھے ساحر کو مار ڈالو۔ خدا اسے مارے اور اسی عالم میں خود سفر مکہ اختیار کیا۔ مروان نے کہا کہ آگ لگا کر اب الگ ہوتی ہو عثمان کا تو تم کام تمام کرچکیں۔ عایشہ نے کہا کہ خدا کی قسم میری تو یہ آرزو ہی کہ عثمان کو بوری میں بند کرکے بجائے طوق میرے گلے میں ڈالدیں اور میں اُس بوری کو لیجا کر بحیرۂ خزر میں پھینک آؤں۔ یہ کہکر مکہ کو روانہ ہوگئیں۔ عبداللہ بن عباس بھی عایشہ کے پاس گئے عایشہ نے کہا اے عبداللہ خدا نے تجھے علم و فضل و عقل و گویائی عطا کی ہے خبردار لوگوں کو اس طاغی یعنی عثمان کے قتل سے نہ روکنا کیونکہ یہ اپنی قوم کے لئے ایسا ہی منحوس ہے جیسا جنگ بدر کے دن ابوسفیان اپنی قوم کے حق میں نحس تھا۔ یہ کہکر سواری ہانکدی اور عثمان کو کشمکش میں چھوڑ دیا ✣

صاحب روضۃ الصفا لکھتے ہیں کہ اس موقع پر اصحاب رسول کا ایک گروہ تو اپنے گھروں میں دروازہ بند کرکے بیٹھ رہا اور ایک گروہ مدینہ کے باہر اپنے باغوں اور زمینوں میں چلا گیا اور فتنہ سے کنارہ ڈھونڈا۔ طلحہ نے بیت المال پر قبضہ کرکے لوگوں کو اپنے سے ملالیا تھا[1]۔ اسوقت علی نے حسن اور حسین کو حفاظت کے واسطے دروازہ عثمان پر بھیجدیا تھا علی کی دیکھا دیکھی زبیر نے اپنے بیٹے عبداللہ کو بھی بھیجدیا اور طلحہ نے رفع تہمت کے خیال سے اپنے بیٹے کو بھی بھیجدیا اور ابن قتیبہ نے کتاب امامۃ والسیاستہ میں لکھا ہے کہ جب عثمان پر طعن کی زیادتی ہونے لگی تو علی عثمان سے اجازت لیکر کسی بادیہ کی طرف چلے گئے۔ علی کے جانے کے بعد طعن کی اور زیادتی ہوئی اور طلحہ و زبیر لوگوں کو اپنی طرف مائل کرتے تھے اور اُنپر غلبہ کرتے اور علی کی عدم موجودگی کو غنیمت سمجھتے تھے۔ جب عثمان نے یہ حال دیکھا تو علی کو یہ لکھکر کہ لوگ میرے خون کے خواہاں ہیں بلالیا اور طبری فارسی میں ہے کہ علی بعد قتل عثمان کے واپس آئے اپنی زمین پر چلے گئے تھے اور حسن کو بھیجدیا تھا کہ دروازہ عثمان پر جاکر چپکے کھڑے ہو جانا اور کسی کو اندر نہ گھسنے دینا۔ ابن خلدون نے لکھا ہے کہ آخر ایام محاصرہ میں علی عثمان سے اجازت لیکر کسی کام کو بمقام احجار الزیت چلے گئے تھے اور حضرت حسن کو عثمان کے دروازہ پر بھیجدیا تھا۔ اہل مدینہ اپنے اپنے مکانوں میں گوشہ گزین رہے بلوائیوں نے عثمان کو لوگوں سے بات کرنے سے روکدیا۔ ابن قتیبہ لکھتا ہے کہ طلحہ ترغیب دیتا تھا ان لوگوں کو قتل عثمان پر اور کہتا تھا کہ عثمان تمہارے محاصرہ کی پروا نہیں کرتا کیونکہ دانہ پانی اُسے پہنچ جاتا ہے پس اُنہوں نے پانی اُسپر بند کردیا روضۃ الاحباب میں ہے کہ جب ایام محاصرہ کو مدت گذر گئی تو عثمان نے عمار یاسر کو بلایا اور پوچھا یہ لوگ مجھ سے کیا چاہتے ہیں عمار نے کہا تین باتوں میں سے ایک اختیار کرو۔ اول یہ کہ خلافت سے دست بردار ہو۔ دوسرے یہ کہ اپنے قصاص کا حکم دو تیسرے یہ کہ مروان کو حوالہ کردو۔ اور اگر دو باتوں سے انکار کروگے تو وہ تمکو قتل کرینگے۔ عثمان نے کہا واللہ قتل منظور ہے مگر وہ خلعت جو مجھے خدا نے عطا کیا ہے اُسے نہیں اُتارونگا۔ اور قصاص کی بابت جو کہتے ہو مینے کوئی قصاص کا کام نہیں کیا۔ عبداللہ بن عباس بن ربیعہ کہتا ہے کہ بعض ایام محاصرہ میں عثمان میرا ہاتھ پکڑکر دروازہ کے پاس یہ سننے آئے

---

[1] طبری میں ہے کہ اسی وقت حضرت عثمان نے لوگوں کو بھیجکر علی کو خیبر سے بلایا وہ آئے تو بہت سی منت کرکے اپنے حقوق جتائے علی نے آکر طلحہ کو سمجھایا وہ نمانا تو علی بیت المال پر آئے کنجیاں نہ تھیں دروازہ توڑوا کر بیت المال لوگوں میں تقسیم کرنا شروع کیا جب اُن لوگوں کو جو طلحہ کے پاس تھے اس تقسیم کا حال معلوم ہوا تو وہ طلحہ کو اکیلا چھوڑ کر علی کے پاس آگئے عثمان یہ سنکر بہت خوش ہوئے اور طلحہ مجبور عثمان کے پاس آکر اپنے کئے پر توبہ کرنے لگے اور کہا مینے ایک امر کا ارادہ کیا تھا عفا دو خدا نے نہ ہونے دیا عثمان نے کہا تم تائب ہوکر نہیں آئے ہو بلکہ مغلوب ہوکر آئے ہو اے طلحہ تم سے خدا سمجھے ✣

کہ بلوائی کیا باتیں کر رہے ہیں سنا کہ بعض تو کہتے تھے کہ اسی کیوں مہلت دے رکھی ہے اور بعض کہتے تھے کہ مہلت دینی چاہیئے شاید اپنی حرکتوں سے باز آئے۔ پس طلحہ نے ابن عدیس سے کہا کہ اب لوگوں سے کہدو کہ اب سے کسیکو عثمان کے گھر میں نہ جانے دیں اور نہ کسیکو باہر آنے دیں۔ یہ سنکر عثمان نے کہا خدایا طلحہ خلافت حاصل کرنے کا ارادہ رکھتا ہے اُس کا خون اسکی طلب میں خواری سے گرائیو اور مجھے اسکے شر سے بچا ئیو +

(۴۵) **حضرت عثمان کو بلوائیوں اور صحابہ دونوں نے ملکر قتل کر ڈالا** طبری میں ہے کہ اول محاصرہ بائیس دن اور دوسرا محاصرہ ۸ دن زیادہ سخت رہا اکثر مورخین نے کل تعداد ایام محاصرہ کی چالیس سے ۴۹ دن تک لکھی ہے[۱] آخر ایام محاصرہ میں عثمان علی کو طلب کرتے تھے لوگ کہتے تھے کہ وہ تو دکھائی نہیں دیتے عثمان نے جان لیا کہ وہ اس لئے چلے گئے ہیں کہ میری مدد نکریں۔ ناچار محمد بن مسلمہ کو بلایا کہ بلوائیوں کو سمجھائے اُس نے آکر کہا کہ میں سال میں ایک دفعہ سے زیادہ جھوٹ نہیں بول سکتا۔ ایک دفعہ تمہاری خاطر سے جھوٹ بول چکا ہوں اب نہیں بول سکتا عثمان نے جان لیا کہ اب سب مجھ سے روگردان ہوگئے اور مجھے دشمنوں کے سپرد کر دیا ہے جان سے ہاتھ دھو لئے اب مروان کے غلام حفص نے ایک تیر مار کر ایک مصری کو ہلاک کر دیا[۲]۔ مصریوں نے برانگیختہ ہوکر پتھر اور تیر برسانے شروع کر دیے اور محمد بن ابی بکر نے دروازہ میں آگ لگوا دی۔ حضرت عثمان کا مکان بہت بڑا تھا[۳] درجہ بدرجہ کئی دروازے تھے اور اُس میں پانچسو مرد اور پہلے درجہ میں تھے پیچھے زنانہ تھا۔ جب بلوائی دیوار توڑ کر گھسے تو یہ پانچسو مرد لڑے مکان میں خون کی ندیاں بہنے لگیں سب مارے گئے۔ مروان کے گلے میں تیر کا زخم آیا تھا لوگوں نے جانا مارا گیا غلام چپکے سے فاطمہ بنت اوس کے گھر اُٹھا لیگئے اور وہ وہاں علاج سے اچھا ہوگیا۔ جبتک وہ عورت زندہ رہی مروان اُسکا حق جانتے رہے۔ سعید زخمی ہوکر بھاگ گیا[۴] کہتے ہیں کہ عثمان کو مارنے کے واسطے سب سے پہلے محمد بن ابی بکر گھسے تھے خمیس میں ہے کہ یہی محاصرہ

[۱] ایام محاصرہ میں حج عبداللہ بن عباس نے کرایا اور نماز لوگوں کو علی بن ابی طالب پڑھاتے تھے خمیس۔ ابن جوزی نے لکھا ہے کہ جب بلوائی جمع ہوئے تو ایک مہینہ عثمان کے پیچھے نماز پڑھتے رہے پھر ایک جمعہ کو نماز پڑھانے نکلے تو لوگوں نے اتنے پتھر مارے اور جہجاہ غفاری نے رسول صلعم کا عصا چھینکر ایسا پٹہا کہ عصا ٹوٹ گیا انکے بعد دس دن تک حضرت عثمان کے پیچھے نماز نہیں پڑھی گئی (خمیس و ابن خلدون)

[۲] روضۃ الصفا میں ہے کہ اصحاب رسول میں سے ایک نے عثمان سے التماس کیا کہ کوٹھے پر آیئے ہم آپ کچھ سمجھائیں۔ جب عثمان کوٹھے پر آئے اُسنے کہا اے عثمان خلافت سے دست بردار ہوجایئے تاکہ آپ قتل سے بچ جائیں وہ یہ کہہ رہا تھا کہ کثیر بن صلت کندی نے کوٹھے پر سے اُسے تیر سے مار دیا مخالفوں نے نہایت مبالغہ کے ساتھ کثیر کو عثمان سے طلب کیا کہ قصاص لیں عثمان نے کہا کہ میں کیونکر اُس شخص کو حوالہ کر دوں جسنے میری مدد کی اسپر بلوائیوں نے دروازہ میں آگ لگا دی۔ [۳] اعثم کوفی لکھتا ہے کہ آگے پیچھے کئی دروازے تھے یکے بعد دیگرے سب کو پھونک کر بلوائی اندر گھس گئے مگر مروان بن حکم سعید بن عاص۔ مغیرہ بن اخنس عبداللہ بن ربیعہ۔ عبداللہ بن عبدالرحمن بن عوام اور عثمان کے رشتہ دار اور غلاموں نے جمع ہوکر اُنہیں پسپا کرکے نکالدیا۔ اس ہنگامہ میں جناب حسن کا چہرہ خون آلودہ ہوگیا محمد بن طلحہ زخمی ہوا اور قنبر کا سر ٹوٹ گیا (یہ لوگ عثمان کی حمایت کو دروازہ پر کھڑے تھے) اور ایک تیر گھر میں مروان کی گردن میں جاکر لگا۔ حسن کو زخمی دیکھکر بلوائیوں کو بنی ہاشم کیطرف سے اندیشہ ہوا۔ عثمان کے گھر سے ملا ہوا عمر بن حزم انصاری کا مکان تھا اُسکی دیوار توڑ کر عثمان کے گھر میں گھس گئے (روضۃ الاحباب وخمیس) مگر یہ روایت درایت کے خلاف ہے اگر حفاظت مدنظر تھی تو علی خود جاتے حسنین تو امانت رسول تھے علی سے بعید ہے کہ امانت رسول کو اسطرح معرض خطر میں ڈالدیتے (مولف) سید امیر علی وغیرہ بعض مورخین نے لکھا ہے کہ اس موقعہ پر بنی اُمیہ اپنے بوڑھے سردار کو خطرہ میں چھوڑ کر شام کی طرف چلے گئے جہاں اُنکا رشتہ دار معاویہ حکمرانی کر رہا تھا[۴] ابن قتیبہ لکھتا ہے کہ جب مصری گھر میں گھسے تو گھر میں جو لوگ تھے کچھ تو مع مروان کے زخمی ہوکر بھاگے اور کچھ دروازہ پر قتل کئے گئے اور صاحب حبیب السیر نے لکھا ہے کہ اس ہنگامہ کے وقت بنی امیہ شام کی طرف بھاگ گئے +

ہیں سب سے زیادہ سختی کرتے تھے - یہ محاصرہ سلخ شوال کو شروع ہوا تھا - ابن خلدون نے اُن لوگوں کی تعداد جو اندر تھے ۲سو لکھی ہے - انمیں عبداللہ بن عمر - مغیرہ بن شعبہ - عبداللہ بن زبیر - حسن بن علی - عبداللہ بن سلام اور ابو ہریرہ بھی تھے چونکہ عثمان نے لڑنے کو منع کیا تھا اس سبب سے یہ لوگ چلے آئے تھے - اور جلال الدین سیوطی نے لکھا ہے کہ چونکہ بلوائی لوگ پیچھے کی دیوار توڑکر آئے تھے اس سبب سے اوپر والوں کو خبر نہوئی یہانتک کہ عثمان قتل ہو گئے پیچھے صرف نائلہ تہی بتاریخ اعثم کوفی میں ہے کہ اس کشت و خون کے بعد مالک اشتر خلیفہ کی طرف چلا دیکھا اکیلے ہیں تنہا ہی خوف خدا اور حیا دامنگیر ہوئی پلٹ کر چلا آیا مگر محمد بن ابی بکر دلیرانہ خلیفہ کے پاس پہنچا سامنے آتے ہی کہا کہ اے پیر کفتار سنبہل جا عثمان نے کہا میں عثمان بن عفان رسول خدا کا خلیفہ ہوں تو جہوٹا ہے میری توہین کرتا ہے محمد بن ابی بکر نے ہاتھ بڑہا کر ڈاڑہی پکڑلی اور کہا کہو کیسی قدرت خدا نظر آتی ہے - خلیفہ نے کہا اے بہتیجے خدا سے ڈر اور میری ڈاڑہی چہوڑ دی اگر تیرا باپ ابو بکر زندہ ہوتا تو وہ کبہی میری ڈاڑہی نہ پکڑتا اور تیرے اس فعل کو پسند نکرتا - محمد نے کہا اگر میرا باپ زندہ ہوتا تو ہرگز ایسے فعلوں کی اجازت نہ دیتا جو طریقۂ شریعت سے باہر ہیں - عثمان نے ہاتھ بڑہاکر قرآن شریف اُٹھالیا اور کہا یہ اللہ کی کتاب ہے اور میں اسکے مطابق تمہارے ساتھ برتاؤ کرونگا اور تمہاری رضامندی چاہتا رہونگا محمد بن ابی بکر نے جواب دیا الآن وقد عصیت من قبل و کنت من المفسدین یعنی اب توبہ کرتا ہے تو نے پہلے نافرمانی کی اور تو نے فساد برپا کیا ہے - اور بیلچہ عثمان کی گردن پر مارا کہ خون بہنے لگا کہتے ہیں کہ خون کا پہلا قطرہ اس آیت پر پڑا تہا - فسیکفیکہم اللہ وہو السمیع العلیم اب محمد بن ابو بکر خلیفہ کی ہلاکت سے شرماکر باہر چلا آیا اور بروایت صاحب تاریخ الخمیس اپنے ساتھ والے کو اشارہ کر دیا اُس نے عثمان کا کام تمام کر دیا بعض کہتے ہیں کہ حضرت عثمان کو محمد بن ابی بکر نے قتل کیا اور بعض کہتے ہیں کہ محمد بن حذیفہ نے قتل کیا - اور اُس دن عثمان روزے سے تھے) کنانہ بن بشیر نے عثمان کے سر پر گرز مارا اور سبدان بن حمران مرادی نے (اور بروایت صاحب خمیس سیار بن عیاض اسلمی نے) عثمان کے سر پر تلوار ماری ایک شخص نے ایک اینٹ ماری کہ حضرت کا مونہہ ٹوٹ گیا - پھر ابو حرب غافقی نے ایک ضرب لگائی اور کام تمام کر دیا سودان بن حمران نے ناک کاٹ لینی چاہی نائلہ بنت فرافصہ نے جو قوی ہیکل عورت تہی جہٹ سے اُسکی تلوار پکڑلی جس سے نائلہ کا انگوٹھا اور بقولے اُنگلیاں کٹ گئیں وہ بہاگی اور عثمان کے غلام رباح نے آکر سودان کو قتل کر ڈالا کامل میں ہے کہ عثمان میں کچھہ جان باقی تہی کہ عمرو بن حمق نے سینہ پر چڑھکر ۹ کچوکے دیئے اور کہا کہ یہ تین کچوکے خدا کے واسطے ہیں اور باقی اُس کینہ کے سبب سے جو میرے دل میں اس کی طرف سے تہا اور عمیر بن ضابی نے ایک لات ایسے زور سے ماری کہ حضرت عثمان کی ایک پسلی ٹوٹ گئی اور کہا کہ تو نے میرے باپ کو قید کیا تہا یہانتک کہ وہ بیچارہ قید ہی میں مرگیا - پھر لوگوں نے عثمان کا سر جدا کرنا چاہا مگر نائلہ نے اپنے تئیں عثمان پر ڈالدیا اور ابن عدیس نے لوگوں کو سر کاٹنے سے منع کر دیا - طبری میں ہے کہ جب عثمان قتل ہو گئے تو غافقی نے باہر آکر کہا کہ اے طلحہ ہمنے عثمان کو مارڈالا اصحاب پیغمبر اس موقع پر مدینہ سے باہر چلے گئے تہے - بعض کہتے ہیں کہ اس موقع پر عثمان کے گھر میں صرف پانچ آدمی مارے گئے باقی شام کی طرف بہاگ گئے عمرو عاص قتل عثمان کا حال سنکر بہت خوش ہوا -

کامل وغیرہ میں ہے کہ حضرت عثمان جمعہ کے دن ۱۸ ذیحجہ ۳۵ھ کو قتل ہوئے اسکا یوم قتل یوم الدار کے نام سے مشہور ہے -

---

سلے استیعاب میں ہے کہ سب سے پہلے محمد نے داخل ہو کر عثمان کی ڈاڑہی پکڑی اور بروایت ابن قتیبہ سینہ پر چڑہکر ڈاڑہی پکڑلی) اور اُسے جہٹکے دیئے اور کہا اے نعثل اب تجھے معاویہ نہیں بچاتا - ابن ابی سرح اسوقت کام نہیں آتا - ابن عامر مدد کو نہیں آتا عثمان نے کہا اے بہتیجے میری ڈاڑہی چہوڑ دے تیرا باپ اسکی عزت کرتا تہا پس محمد شرماکر چلے آئے ✦

تاریخ اعثم کوفی میں ہے حضرت عثمان کو قتل کرکے اُن کا گھر لوٹا گیا عورتوں بچوں کے پاس جو کچھ پایا چھین لیا خزانہ میں سے دو بورے درہموں کے بھرے ہوئے نکلے ؛ ابوہریرہ کا گھر پاس تھا وہ بھی لوٹا گیا اور کئی گھر جو پاس تھے لوٹے گئے اور بیت المال بھی لوٹا گیا۔ (روضۃ الاحباب)۔ ایروناگ لکھتا ہے کہ باوجود روپیہ اُڑانے کے اور اپنے یار دوستوں کو دینے کے بے انتہا دولت اُن کے گھر میں سے نکلی ٭

حضرت عثمان ۱۱ سال ۱۱ ماہ ۱۴ دن خلیفہ رہے کیونکہ غرہ یکم محرم کو دفن ہوئے تھے تین دن شوری ہوتا رہا۔ پانچویں محرم کو انکی بیعت ہوئی۔ عمر ۸۲ سال ٭

روضۃ الاحباب وکامل و دیگر کتب تواریخ میں لکھا ہے جب قتل عثمان کی خبر علی۔ طلحہ۔ زبیر اور سعد اور تمام اصحاب کو جو مدینہ میں تھے پہنچی تو سب اپنے اپنے گھروں سے دوڑے ہوئے خانہ عثمان پر پہنچے علی حسنین پر خفا ہوئے کہ تم موجود تھے اور عثمان قتل ہوگئے اور حسن کو ایک طمانچہ مارا اور حسین کے سینہ پر ایک گھونسا[1] اور محمد بن طلحہ اور عبداللہ بن زبیر کو برا بھلا کہا اور اپنے گھر واپس آئے۔ چونکہ حضرت علی کو گمان تھا کہ طلحہ نے قتل عثمان میں اعانت کی ہے طلحہ جناب امیر پاس آئے اور کہا کہ ای ابوالحسن آپ کیوں خفا ہوتے ہیں اور حسنین کو بلاوجہ کیوں مار فرمایا کیونکر خفا نہوں کہ عثمان بلاوجہ مظلوم قتل ہوگئے طلحہ نے کہا کہ اگر مروان کو حوالہ کر دیتے تو ہرگز قتل نہوتے[2] کتاب الامامۃ والسیاسۃ میں ابن قتیبہ نے لکھا ہے کہ اسکے بعد علی اپنے گھر کا دروازہ بند کرکے ہو بیٹھے تو انہوں نے تین دن تک عثمان کی لاش کو مزبلہ (گوڑی) پر پڑا رہنے دیا یہانتک کہ بروایت اعثم کوفی ایک ٹانگ کتے لیگئے۔ عبداللہ بن سواد جو مصریوں میں بزرگ شخص تھا یہی کہتا رہا کہ عثمان مسلمان نہ تھا اسے مسلمانوں کے قبرستان میں دفن نہ ہونے دونگا کیونکہ یہ تحقیق ہے کہ اسکے خلافت کے زمانہ میں ایک دن مسجد سے گھر جاتے ہوئے ابوسفیان آیا اور کہا یا بنی امیۃ تلقفوھا تلقف الکرۃ فوالذی یحلف بہ ابوسفیان ما من عذاب ولا حساب ولا نار ولا بعث ولا قیامۃ۔ یعنے اے بنی اُمیہ اس بادشاہت کو حاصل کرو بخدا کہ نہ عذاب کوئی شے ہے اور نہ حساب نہ بہشت نہ دوزخ نہ حشر نہ قیامت۔ اور عثمان نے اُسپر حد شرع جاری کرنے اور مار ڈالنے کی عوض مسلمانوں کے خزانہ عامرہ سے اُسے دو لاکھ دینار دلائے۔ القصہ حکیم بن حزام اور جبیر بن مطعم حضرت علی کے پاس آئے کہ کسی ترکیب سے عثمان کو دفن کرادیں۔ مگر بروایت روضۃ الصفا) گو کہ علی نے حضرت حسن کی معرفت کہلا بھیجا مصریوں نے لاش دفن کرنیکو ندی آخر عائشہ دختر عثمان اور ۱۲ دیگر اشخاص نے رات کے وقت مغرب عشا کے درمیان ایک دروازہ توڑ کر پیچھے سے نکالا اور لاش کو ایک چھوٹے سے تختہ پر ڈالکر جس پر سے ایک ٹانگ نیچے لٹکتی رہی لے چلے۔ ابن قتیبہ لکھتا ہے کہ کواڑ پر اُنکی لاش ایسی جلدی جلدی لے گئے کہ اُنکا سر برابر کواڑ پر کھٹ کھٹ کرتا جاتا تھا مگر باوجود تاریکی کے بلوائیوں نے تعاقب کرکے پتھر مارے۔ آخر بدقت تمام مقبرہ میں پہنچے جبلہ بن عمرو انصاری اور ساعدی انصاری مسلمانوں کے قبرستان بقیع میں دفن کرنے اور نماز جنازہ پڑھنے سے مانع ہوئے۔ ناچار بروایت ابن خلدون و ابن قتیبہ و ایروناگ وغیرہ بغیر نماز و غسل و کفن کے حش کوکب میں دفن ہوئے جو مسلمانوں اور یہودیوں کے قبرستان کے درمیان میں تھے بعد ازاں معاویہ نے دیوار توڑ وا کر مسلمانوں کے گورستان میں ملالیا اور حکم دیا کہ مسلمان اپنے مردوں کو بقیع کے اُس طرف دفن کیا کریں جس طرف عثمان کی قبر ہے تاکہ وہ قبرستان بقیع سے ملجائے اور اُس وقت سے عثمان والا قبرستان۔ قبر عثمان ...

[1] بروایت موضوع ہی معلوم ہوتی ہے علی کی شان سے بعید ہے کہ حسین کو جو امانت رسول تھے معرض خطر میں بھیجے اور پھر ما مارتے۔ [2] حالانکہ کتاب الامامۃ میں حضرت علی کا یہی قول موجود ہے کہ نہ میں نے عثمان کے قتل کرنے کا حکم دیا نہ میں نے قتل کرنے سے منع کیا تھا۔ [3] تاریخ طبری میں ہے کہ بلوائیوں نے عثمان کو مسلمانوں کے مقبرہ میں دفن نہ ہونے دیا بلکہ یہودیوں کے مقبرہ میں ٭

بنی اُمیہ کہلانے لگا ✣ کامل و روضۃ الاحباب وغیرہ میں لکھا ہے کہ جب حضرت عثمان قتل ہو گئے تو جناب عائشہ نے کمال اظہار تاسف کیا اور فرمایا کہ عثمان مظلوم مارے گئے مگر اعثم کوفی نے لکھا ہے کہ جب عائشہ نے جو سفر مکہ کے وقت تک حتی الامکان لوگوں کو قتل عثمان کی ترغیب و تحریص دیتی تھیں بمقام مکہ اطلاع پائی کہ عثمان ممتاز صحابہ کے ہاتھ سے قتل ہوئے نہایت شاد ہوئیں اور فرمایا ابعدہ اللہ بما قدمت یداہ الحمد للہ الذی قتلہ (خدا اسے رحمت سے دور کرے بسبب اُن کاموں کے جو اُس نے کئے شکر ہے اُس خدا کا جس نے اُسے قتل کیا) پھر اعثم کوفی لکھتا ہے سچ تو یہ ہے کہ عثمان نے آخر کی وقت میں کچھ ایسے شعر بھی لکھے ہیں جیسا کوئی اپنے افعال سے پشیمان ہوتا ہے اور راویوں کا قول ہے کہ یہ دونو شعر اُنہیں کے ہیں ✣ ؎ تفنی اللذاذۃ ممن قال صفوتہا۔ من الحرام ویبقی الاثم والعار ✣ تبقی العواقب سوء من مغبتہا لا خیر فی لذۃ من بعدھا النار[1] ✣ روضۃ الاحباب و الامامۃ والسیاسۃ میں لکھا ہے کہ بعد میں نائلہ زوجۂ عثمان نے اپنی کٹی ہوئی اُنگلیاں اور وہ بال جو محمد بن ابو بکر نے عثمان کی ڈاڑھی کے نوچے تھے عثمان کے خون آلودہ پیراہن کی آستین میں ٹانک کر نعمان بن بشیر کے ہاتھ معاویہ کے پاس بھیجے معاویہ نے منبر کے پاس لیجا کر وہ پیراہن اہل شام کو دکھایا اور بہت رویا اور اشراف و خواص شام کو قسم دی کہ اپنی عورتوں سے نزدیکی نکرنا اور خوابگاہ کے بچھونے پر تکیہ نکرنا جبتک قاتلان عثمان سے قصاص نہ لے لو چنانچہ ایک سال تک اُس قمیص کے گرد روتے رہے اور کتاب الاکتفا اور حیواۃ الحیوان وغیرہ میں لکھا ہے کہ بعد میں عثمان کے خون کا بدلا لینے میں نوے ہزار مسلمان قتل ہوئے۔ روضۃ الصفا میں ہے کہ جب احنف بن قیس کو بلخ میں قتل عثمان کی خبر پہنچی تو بصرہ میں آکر مقیم ہو گیا[2]۔ روضۃ الصفا میں ہے کہ حضرت عثمان کے مکان میں جو طرفداران عثمانی مارے گئے بلوائیوں نے اُنکی لاشیں دفن نہ ہونے دیں کتوں اور کتّوں اُن کو کھا گئے ✣

(د ۵) قتل عثمان کی بابت صحابہ کی رائے

ابن عبد ربہ نے عقد الفرید میں لکھا ہے کہ کسی نے سعد بن ابی وقاص سے پوچھا کہ عثمان کو کس نے قتل کیا سعد نے کہا اس تلوار نے قتل کیا جو عائشہ نے کھینچی تھی اور طلحہ نے تیز کی تھی اور علی نے زہر آلود کی تھی۔ پھر اُس نے پوچھا اور زبیر کا کیا حال ہے سعد نے کہا اُس نے ہاتھ سے اشارہ کیا اور زبان سے چپکا رہا[3] ✣ ایک دن مغیرہ بن شعبہ عائشہ کے پاس گیا عائشہ نے کہا جمل کی لڑائی میں تو نے خوب تیر میرے ہودج پر مارے یہانتک کہ بعض میری جلد میں گھس گئے۔ مغیرہ نے کہا واللہ میں تو اس ارادہ سے مارتا تھا کہ کوئی تیر ایسا لگے کہ تو ہلاک ہو جائے۔ عائشہ نے کہا یہ کیوں۔ مغیرہ نے کہا تا کہ قتل عثمان میں جو تو نے کوشش کی تھی اُسکا

---

[1] جو کوئی حرام سے لذت حاصل کرتا ہے وہ لذت تو فنا ہو جاتی ہے مگر گناہ اور عار باقی رہ جاتی ہے۔ بعد میں برے نتیجے باقی رہ جاتے ہیں۔ ایسی لذت میں کیا خوبی ہے جسکا انجام جہنم ہو۔ [2] احنف اصل میں خراسان سے حج کو آتے تھے قتل عثمان کے بعد انہوں نے بصرہ کی سکونت اختیار کی [3] کتاب الامامۃ والسیاستہ میں ابن قتیبہ نے لکھا ہے کہ جب عمرو عاص کو فلسطین میں قتل عثمان کی خبر پہنچی تو سعد بن ابی وقاص سے بذریعہ خط کے دریافت کیا کہ عثمان کو کس نے قتل کیا سعد نے کہا کہ عثمان اُس تلوار سے مارے گئے جو عائشہ نے کھینچی تھی اور طلحہ نے صیقل کی تھی اور علی نے زہر آلود کی تھی اور زبیر موقع سے کچھ نہ بولے مگر ہاتھ سے اشارہ کیا۔ اور ہم نہ ادھر بولے نہ اُدھر بولے اور اگر ہم چاہتے تو عثمان سے اس بلا کو دفع کر سکتے تھے لیکن عثمان کی عادتیں بدل گئی تھیں اور اُنہوں نے تغیر و تبدل اختیار کیا تھا نیک کام کرنے کے بعد بُرے کام کرنے لگے تھے۔ پس اگر ہم نے اچھا کیا تو اچھا کیا اور اگر بُرا کیا تو استغفار کرتے ہیں میں تجھے خبر دیتا ہوں کہ زبیر اپنی بیوی کے غلبہ میں دبا ہوا ہے اور طلحہ کا دل چیر کر دیکھا جائے تو حب امارت سے بھرا ہوا ہو گا۔ اسی کتاب میں ہے کہ ولید بن عقبہ نے علی سے قتل عثمان کی بابت دریافت کیا فرمایا نہ میں نے حکم دیا منع کیا نہ خوش ہوا نہ ناراض ہوا جابد افضلو

کفارہ ہو جائے۔ ابن سیرین کہتا ہے کہ اصحاب رسول میں سے کوئی عثمان کے معاملہ قتل میں ایسا سخت نہ تھا جیسا طلحہ بن عبید اللہ

(۲۶ھ) حضرت عثمان اور انکے اصحاب کا تمول مسعودی لکھتا ہے کہ حضرت عثمان جس دن قتل ہوئے انکے خزانچی کے پاس ڈیڑھ لاکھ دینار اور دس لاکھ درہم موجود تھے اور قیمت انکی زمینوں اور باغوں وغیرہ کی وادی القریٰ اور حنین وغیرہ میں ایک لاکھ دینار کی تھی اور بہت سے گھوڑے اور اونٹ چھوڑے مدینہ میں بھی بہت سی جائیداد باغوں اور چشموں پر قابض تھے۔ حضرت عثمان کا محل بہت مضبوط۔ پتھروں سے خوب مضبوط بنا ہوا تھا اسکے دروازے سال کی لکڑی اور شمشاد کوہی کے تھے (اور بروایت سید امیر علی بہت ہی وسیع اور خوبصورت اور نہایت خوشنما تھا اور جامع مسجد کو منہدم کرکے اسکی جگہ پتھر اور سنگ مرمر کی عمارت بنائی تھی) انکے عہد میں دیگر اصحاب رسول نے بھی اپنے لئے بڑی بڑی شاندار عمارتیں تعمیر کیں چنانچہ زبیر بن العوام نے بصرہ میں ایک عالیشان مکان بنایا تھا جو مسعودی کے زمانہ ۳۳۲ھ میں بھی بہت مشہور تھا جہاں بحرین وغیرہ کے تجار اور ارباب اموال وغیرہ آکر اترتے تھے اور اغراض تجارت میں کام آتا تھا۔ زبیر نے کئی محل کوفہ۔ فسطاط اور سکندریہ میں بھی بنائے تھے اور یہ محل مع اپنے باغوں کے مسعودی تک کے زمانہ میں مشہور و معروف تھے۔ جب زبیر مرا ہے تو اسکا مال پچاس ہزار دینار کا تھا۔ اور ہزار گھوڑے۔ ہزار غلام ہزار لونڈیاں اور بہت سی جاگیریاں اور زمینیں شہروں میں تھیں۔ اسیطرح طلحہ بن عبید اللہ نے اپنا گھر کوفہ میں بنایا تھا یہ بھی مسعودی کے وقت میں مشہور تھا۔ طلحہ کی روزانہ آمدنی عراق سے ایک ہزار دینار بلکہ اس سے بھی زیادہ تھی۔ اور ناحیہ سراۃ میں اس سے بھی زیادہ۔ طلحہ نے اپنا مکان مدینہ میں اینٹوں اور چونے کا بنایا اور سال کی لکڑی لگائی اسیطرح عبد الرحمن بن عوف نے اپنا گھر بنایا اور اسے وسیع کیا اسکے اصطبل میں سو گھوڑے تھے اور ہزار اونٹ اور دس ہزار بھیڑ بکریاں انکی وفات کے بعد انکے مال کی چوتھائی قیمت ۸۴ ہزار حساب کی گئی۔ سعد بن ابی وقاص نے اپنا مکان عقیق میں بنایا جو بہت بلند اور وسیع تھا۔ زید بن ثابت جب مرے تو علاوہ بہت سے سونے چاندی کے ایک لاکھ دینار کا مال اور جاگیریں چھوڑیں۔ مقداد نے اپنا گھر مدینہ کے علاقہ جرف میں بنایا جسپر اندر باہر چونے کی استرکاری تھی۔ یعلیٰ بن امیہ ۵ لاکھ دینار اور علاوہ اسکے لوگوں پر قرضہ اور جاگیر وغیرہ چھوڑکر مرا جسکی قیمت ایک لاکھ دینار تھی۔ غرض انکے زمانہ میں لوگ اتنے مالدار ہوگئے کہ جسکے بیان کرنے میں طول ہوگا اور یہ بات عمر خطاب کے زمانہ میں نہ تھی چنانچہ عمر نے ایک دفعہ مدینہ سے حج کی آمد و رفت میں ۱۶ دینار خرچ کئے تھے اور پھر اپنے بیٹے عبد اللہ سے کہا تھا کہ ہمنے بڑی فضول خرچی کی ۔

(۲۷ھ) حضرت عثمان کی خصلت مسعودی لکھتا ہے کہ جناب عثمان قریب و بعید سب سے نہایت سخاوت سے پیش آتے تھے۔ ایرونگ لکھتا ہے کہ فرائض مذہبی میں بڑے پابند تھے۔ روزہ رکھتے تھے۔ مراقبہ میں رہتے تھے۔ قرآن پڑھتے تھے مگر اپنی عادتوں میں ایسے سادہ نہ تھے جیسے انکے پیشرو۔ بلکہ بڑی فضول خرچ اور روپیہ اڑانے والے تھے۔ مگر بعض اوقات اپنی فیاضانہ عادت سے ایسے کام بھی کر جاتے تھے جس سے لوگ انکو بہت عزیز سمجھتے تھے ایک قحط کے زمانہ میں انہوں نے اہل مدینہ کے واسطے غلہ کا سرانجام کردیا۔ ازواج رسول کے مکانات کے واسطے مسجد مدینہ کے قریب بہت سے دام خرچ کرکے زمین خریدی۔ جنگ تبوک میں ۹۵۰ اونٹ سے مدد دی تھی حضرت عثمان نے دو ہجرتیں کیں ایک حبشہ کی طرف دوسرے مدینہ کی طرف ۔

(۲۸ھ) حلیہ خوبصورت۔ گندمی رنگ۔ سیتلا منہ داغ۔ پیش سر پہ بال نہ تھے۔ ڈاڑھی گھنی اور بہت بڑی تھی اسیوجہ سے

لہ حبیب السیر میں ہے کہ جب انکی وصیت کے موافق انکا مال تقسیم ہوا تو اہل بدر میں سے جو اسوقت سو آدمی زندہ تھے ہر ایک کو چار چار سو دینار حصہ میں آئے اور انکی باقی ترکہ کو ۱۶ وارثوں میں تقسیم کیا ہر وارث کے حصہ میں اسی ہزار درہم آئے ۔

اُنکے دشمن اور ام المومنین جناب عائشہ غصہ کے وقت انہیں نعثل کہا کرتی تہیں اور نعثل ایک یہودی مدینہ میں تھا جسکی ڈاڑہی ایسی ہی گہنی اور لمبی تہی۔ قامت جناب عثمان کا متوسط مائل بطول تھا۔ ڈاڑہی پر زرد خضاب کرتے اور دانتوں میں سونے کی میخیں لگواتے (مرویات) کتب احادیث میں ۱۴۶ حدیثیں آپ سے مروی ہیں +

(۵۹) اولیات حضرت عثمان | جاگیریں دینا۔ مینہ کا پانی روک رکھنا۔ تکبیر دہیمی آواز سے کہنا۔ مسجد کو معطر کرنا۔ جمعہ میں اذان اول دینا۔ موذن کا روزینہ مقرر کرنا۔ اول روز خطبہ میں زبان بند ہو جانا۔ عید کو نماز سے پہلے خطبہ دینا۔ زکوۃ کا مال لوگوں کو بخشدینا۔ اپنے ماں کی زندگی میں خلیفہ ہونا۔ کوتوال مقرر کرنا۔ مسجد میں مقصورہ اختیار کرنا کہ عمر خطاب کی سی صورت پیش نہ آئے۔ لوگوں میں اختلاف کا پیدا ہونا اور خلیفہ پر عام نکتہ چینی کا پہیلنا۔ سب سے پہلے ہجرت کرنا۔ ایک سال قرآن پر لوگوں کو مجتمع کرنا۔ کبوتر اُڑانے اور غلیل چلانے کو منع کرنا +

(۶۰) عثمانؓ کے عمال ۳۵ھ میں | (۱) مکہ میں عبداللہ بن الحضرمی (۲) طائف میں قاسم بن ربیعہ ثقفی (۳) صنعاء میں یعلی بن منیہ (۴) جند میں عبداللہ بن ربیعہ (۵) بصرہ میں عبداللہ بن عامر (۶) شام میں معاویہ بن ابوسفیان اور معاویہ کی طرف سے حمص میں عبدالرحمن بن خالد۔ قنسرین میں حبیب بن مسلمہ فہری۔ اردن میں ابوالاعور سلمی۔ فلسطین میں علقمہ بن حکیم کنانی۔ بحری علاقہ پر عبداللہ بن قیس فزاری اور قضاوت پر ابودرداء (۷) کوفہ میں ابوموسیٰ (۸) قرقیسیا میں جریر بن عبداللہ (۹) آذربیجان میں اشعث بن قیس کندی (۱۰) حلوان میں عتیبہ بن النہاس (۱۱) ماہ میں مالک بن حبیب (۱۲) ہمدان میں نُسیر (۱۳) رے میں سعید بن قیس (۱۴) اصفہان میں سائب بن اقرع (۱۵) ماسبذان میں حنیس (۱۶) مصر میں عبداللہ بن سعد بن ابی سرح۔ حضرت عثمان کے بیت المال کے افسر اعلی عقبہ بن عامر اور قاضی زید بن ثابت تھے (ابن اثیر) +

فصل سوم

(۶۱) ازواج واولاد | حضرت عثمان کی ۸ بیویاں تہیں ۷ بیویوں سے ۱۷ اولادیں ہوئیں۔ حضرت ام کلثوم بنت رسول سے کوئی اولاد نہیں ہوئی (ابن اثیر و ابن قتیبہ و تاریخ الخمیس)

زوجہ	اولاد	کیفیت
رقیہ بنت رسول	عبداللہ	۶ برس کی عمر میں مرغ نے آنکھ میں چونچ ماری بیمار ہوکر مرگئے +
فاختہ بنت غزوان	عبداللہ اکبر	ان کے اولاد ہوئی اور منی میں انتقال ہوا
ام عمرو بنت جندب	عمرو	انکی بہی اولاد ہوئی یہ عمر میں حضرت عثمان کی اولاد میں سب سے بڑے تہے۔
بن عمرو بن جمہ دوسیہ	ابان	کنیت ابوسعید۔ ان سے احادیث مروی ہیں۔ جنگ جمل میں حضرت عائشہ کے ساتھ تھے سب سے اول یہی بہاگے تھے ابرص اور احول اور اصم تھے عبدالملک بن مروان کے زمانہ میں مدینہ کے والی تہے۔ یزید بن عبدالملک کے زمانہ میں مرے انکی اولاد بہت ہوئی اور اندلس میں بہت ہے +
	خالد	انکو کبیر بہی کہتے ہیں۔ انکی بہی اولاد ہوئی یہ اپنے باپ کے ایام خلافت میں مرگئے +
	عمر	ان کی بہی نسل پہیلی +
	مریم کبری	سعید بن العاص سے نکاح کیا اور اُسکے انتقال کے بعد عبدالرحمن بن حارث بن ہشام سے۔
فاطمہ بنت ولید	ولید	جب انکے والد قتل ہوئے تھے یہ حجلہ عروسی میں عیش منا رہے تھے +
	سعید	کنیت ابوعثمان۔ انکو معاویہ نے خراسان کا گورنر بنایا اور وہیں قتل ہوئے۔ یک چشم اور بخیل تھے حبیب

ملا حبیب السیر۔ روضۃ الاحباب۔ تاریخ الخمیس وغیرہ +

بن مغیرہ مخزومی		معاویہ نے انکو معزول کیا تو صدقہ کچھ تینیس دی بطور اول انکے قابو میں تھے انکو مدینہ میں لاکر اپنی اراضی میں جلپہاری پر لگا دیا۔ انہوں نے جلکر ایک دن انکو قتل کر ڈالا +
	ام سعید	عبداللہ بن عمر سے نکاح کیا +
ملیکہ بنت عیینہ	عبدالملک	بچپن میں انتقال کیا۔ ملیکہ ابوجہل کی بیٹی اسماء کی دختر تہی۔ ملیکہ کی کنیت ام البنین تھی +
رملہ بنت شیبہ بن ربیعہ بن عبدشمس	عائشہ	حارث بن حکم بن ابوالعاص سے شادی کی اور اسکے مرنیکے بعد عبداللہ بن زبیر سے +
	ام ابان	مروان بن حکم سے شادی کی +
	ام عمرو	×
نائلہ بنت فرافصہ کلبیہ نصرانیہ	(ام خالد) ام صغیر	اسکی شادی عمرو بن ولید بن عقبہ بن ابی معیط سے ہوئی +
	اروی	
	ام ابان صغرا	

(۶۴) وفیات در عہد عثمانی: سنہ ۳۰ھ میں حاطب بن ابی بلتعہ لخمی۔ عمرو بن ابی سرح فہری۔ مسعود بن الربیع۔ عبداللہ بن کعب بن عمرو انصاری۔ عبداللہ بن مظعون برادر عثمان۔ جبار بن صخر +

سنہ ۳۱ھ میں ابوسفیان بن حرب (عمر ۸۸ سال) حکم بن عاص۔

سنہ ۳۲ھ میں۔ ابودرداء (عویمر) انصاری قاضی دمشق۔ عبدالرحمن بن عوف (عمر ۷۵ سال)۔ عباس بن عبدالمطلب (عمر ۸۸ سال) عبداللہ بن مسعود (مدینہ میں۔ عمر ۶۰ سال سے زیادہ) ابوذر۔ عبداللہ بن زید انصاری (عمر ۶۴ سال)

سنہ ۳۳ھ میں مقداد بن اسود (عمر ۷۰ سال +

سنہ ۳۴ھ میں ابوطلحہ انصاری (عمر ۷۰ سال۔ مدینہ میں) عبادہ بن صامت انصاری قاضی بیت المقدس۔ مسطح بن اثاثہ مطلبی حضرت ابوبکر کا خالہ زاد +

ابن اثیر نے لکھا ہے کہ سنہ ۳۲ھ میں کعب الاحبار (حمص میں)۔ عبدالرحمن بن جبر انصاری بدری اور عبادہ بن صامت کا انتقال ہوا علاوہ انکے جلال الدین سیوطی نے عہد عثمانی میں ان لوگوں کا وفات پانا لکھا ہے۔ صحابہ میں سراقہ بن مالک عیاض بن زہیر۔ ابو اسید ساعدی۔ اوس بن صامت۔ حرث بن نوفل۔ عبداللہ بن حذافہ۔ زید بن خارجہ۔ لبید شاعر۔ مسیب والد سعید۔ معاذ بن عمرو۔ معبد بن عباس۔ معیقیب بن ابی فاطمہ دوسی۔ ابولبابہ بن عبدالمنذر نعیم بن مسعود اشجعی۔ اور غیر صحابہ میں حطیئہ شاعر اور ابوذویب شاعر +

۵۱ عثمان کا عمزاد بہائی۔ اسکی ایک آنکھ جنگ طائف میں اور ایک جنگ یرموک میں جاتی رہی تہی۔ اسکی اولاد یہ تہی۔ ام حبیبہ زوجہ رسول۔ یزید۔ معاویہ۔ عتبہ۔ عمرو۔ حنظلہ۔ فارعہ۔ عزہ۔ ۵۲ سعد بن ابی وقاص کا عمزاد ۳۰ سال کی عمر میں مسلمان ہوا تھا۔ ۵۳ جناب سرور کائنات کی ایک پہوپی زاد بہن ان سے بیاہی ہوئی تہی (حبیب السیر) ۵۴ اکثر کا قول ہے کہ جناب امیر کے ساتھ ۹۰ سال کی عمر میں جنگ صفین میں شہید ہوئے +

باب پنجم - حضرت علی بن ابیطالب علیہ السلام

تمہید

(۱) نسب صاحب حبیب السیر لکھتے ہیں کہ شجرۂ نسب اُن جناب کا جیسا کہ خود رسالتمآب نے فرمایا ہے انا و علی من شجرة واحدة والناس من اشجار شتی (میں اور علی ایک شجر سے ہیں اور اور لوگ مختلف شجروں سے) وہی ہے جو خود جناب سرور کائنات کا - علی کے والد ابوطالب حقیقی بھائی تھے جناب عبداللہ والد جناب رسالت پناہ صلعم کے +

والدہ ماجدہ حضرت علی کی فاطمہ بنت اسد بن ہاشم بن عبد مناف - اول ہاشمیہ ہیں جن سے ہاشمی پیدا ہوا - انہوں نے بھی اسلام قبول کیا تھا اور مدینہ کی طرف ہجرت کی تھی - حضرت ابوطالب کے اسلام کی بحث رسول اللہ صلعم کی سوانح عمری میں حوالہ قلم ہو چکی ہے +

(۲) ولادت سنہ ۳۰ عام الفیل میں جبکہ حضور صلعم کی عمر ۳۰ سال کی تھی جناب علی ۱۳ رجب کو جمعہ کے دن عین خانہ کعبہ کے اندر پیدا ہوئے[1] - صاحب فصول المہمہ اور مسعودی وغیرہ نے لکھا ہے کہ یہ شرف ابتدائے آفرینش سے کسی کو حاصل نہیں ہوا - صاحب حبیب السیر لکھتے ہیں ۔۔ ۵ شد او در رو بیت الحرام شد صدف - کسے را میسر نشد این شرف +

(۳) نام والد نے زید والدہ نے حیدر اور اسد اور جناب رسالت مآب نے علی نام رکھا +

کنیت - ابوالحسن - ابوالحسین - ابوالسبطین - ابوالریحانتین اور ابوتراب - پچھلی کنیت جس کی وجہ تسمیہ آنحضرت کی سوانح عمری میں سنہ ۲ھ کے واقعات میں غزوۂ ذوالعشیرہ میں بیان ہو چکی ہے جناب علی کو کمال پسند تھی - اگرچہ حضرت کے دشمن معاویہ وغیرہ حقارتاً اس کنیت سے پکارتے تھے +

لقب - صدیق الاکبر[2] - فاروق الاعظم - امیر المومنین[3] - امام المتقین - یعسوب المسلمین - قائد الغر المحجلین - امیر النحل - مرتضیٰ - اسد اللہ - ولی اللہ - بیضۃ البلد - وصی الاحمد - سید الوصیین - قسیم النار والجنۃ - حیدر کرار (حبیب السیر) +

---

[1] نور الابصار میں لکھا ہے فاطمہ بنت اسد فرماتی ہیں کہ جس زمانہ میں علی پیٹ میں تھے جب میں کسی بت کو سجدہ کرنا چاہتی تھی تو علی میری پیٹھ سے پیٹھ لگا کر پیٹ میں ٹانگیں اڑا کر مجھے سجدہ نہ کرنے دیتے تھے - اسی واسطے جب حضرت کا نام آتا ہے تو کرم اللہ وجہہ (خدا نے اُنکے منہ کو ہمیشہ بتوں کے سجدہ سے بچائے رکھا) کہتے ہیں - مگر محقق دوانی نے نور الہدایہ میں لکھا ہے کہ جب وہ جناب رحم مادر میں تھے جس وقت حضرت سید البشر فاطمہ بنت اسد کے پاس آتے تھے تو وہ بے اختیار کھڑی ہو جاتی تھیں اور جب اُن سے سبب پوچھا جاتا تو فرماتیں کہ جس وقت سید البشر تشریف لاتے ہیں تو وہ بچہ جو میرے پیٹ میں ہے اُٹھنے کے واسطے حرکت کرتا ہے اور جب وہ حضرت ایک طرف سے دوسری طرف جاتے ہیں تو وہ بچہ بھی اُسی طرف حرکت کرتا ہے اور مجھے معلوم ہوتا ہے کہ وہ اُسی رخ منہ کر لیتا ہے جدھر آنحضرت نے رخ کیا ہے - اکثر علماء اہل سنت نے لکھا ہے کہ علی کو کرم اللہ وجہہ اسی سبب سے کہتے ہیں [2] تاریخ الخمیس میں لکھا ہے کہ رسول اللہ صلعم نے اُن حضرت کو صدیق کے لقب ممتاز کیا تھا - چنانچہ ابن ابی لیلیٰ سے روایت لکھی ہے کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا صدیق تین ہیں حبیب بن مری النجار مومن آل یٰسین جس نے کہا تھا کہ اے قوم مرسلین کی اطاعت کرو اور حزقیل مومن آل فرعون جس نے کہا تھا کہ آیا تم آدمی کو اس بات پر قتل کرتے ہو کہ وہ کہتا ہے کہ اللہ میرا پروردگار ہے اور علی ابن ابیطالب تیسرا ہے اور وہ ان سب میں افضل ہے - یہ حدیث احمد بن حنبل نے مناقب میں لکھی ہے - بروایت محب طبری و بیہقی و طبرانی رسول اللہ نے علی کو صدیق اکبر اور فاروق اعظم کا خطاب دیا تھا - خصائص نسائی - مناقب احمد حنبل - مستدرک حاکم حلیہ ابونعیم وغیرہ میں لکھا ہے کہ جناب امیر فرماتے تھے "میں خدا کا بندہ اور رسول خدا کا بھائی ہوں - میں صدیق اکبر ہوں یہ بات میرے سوا کوئی نہیں کہہ سکتا مگر جھوٹا" + [3] بینۃ الی نسبت پہلا مانذ جھوٹی ہو دارج المطالب صفحہ ۲۴ سے ۲۵ امیر المومنین کا خطاب جو آنحضرت نے صرف حضرت علی کو دیا تھا اُن جناب کی ذات سے ایسا مخصوص ہے کہ اگرچہ ؟

(۴۹) پرورش | فقیہہ حسین بکاکی نے اپنی کتاب راحۃ ذی الصلابہ فی محبۃ الصحابہ میں جناب فاطمہ بنت اسد مادر علیؑ سے روایت کیا ہے کہ جب علی پیدا ہوئے تو میں نے اُنکو ایک کپڑے میں لپیٹ رکھا - ابوطالب کہنے لگے جبتک محمد صلعم تشریف نہ لائیں اسکو مت کھولنا وہ آکر خود اپنے حق کو لے لینگے - اتنے میں آنحضرت صلعم تشریف لائے اور اُس کپڑے کو کھولا اور ایک خوبصورت لڑکا اُس میں سے نکالا اور اپنے ہاتھ سے اُسے غسل دیا اور علی اُسکا نام رکھا اور اُسکے منہ میں اپنا لعاب دہن ڈالا وہ لڑکا حضور صلعم کی زبان کو چوسنے لگا - اور چوستے چوستے سو گیا - دوسرے روز ہم نے دودھ پلانے والی عورت بلائی - اُس لڑکے نے اُس عورت کا پستان منہ میں نہ لیا - آنحضرت صلعم کو بلا بھیجا - حضرت نے آکر اپنی زبان مبارک کو اُسکے منہ میں ڈالا وہ حضرت کی زبان مبارک چوستا چوستا پھر سو گیا - اسی طرح سے خدا نے جبتک کہ چاہا حضرت صلعم کی زبان ہی کو چوستا رہا - (ارجح المطالب وسیرۃ الحلبیہ جلد ا صفحہ ۲۹۴) +

صاحب حبیب السیر لکھتے ہیں کہ جب جناب ولایت مآب کی عمر ۵ سال کی ہوئی تو جناب رسالت مآب اس طفل خوش خصال کو اپنے عم عالیمقدار کے مکان سے لے آئے (بروایت تنقید الکلام متبنیٰ کرلیا) اور اپنے خانہ رسالت کاشانہ میں پرورش فرمانے لگے سے
بہ ایام طفلی امام البشر - بہ سر برد تا در سرائے پدر + بہ سن صبی نزد خیر الانام - بہ کسب کمالات کرد اہتمام +

(۵۰) اظہار اسلام | مسلمانوں کا اتفاق ہے کہ رسول اللہ صلعم نے کبھی بتوں کو سجدہ نہیں کیا ابتدا سے موحد مسلمان تھے حضرت نے یہ بھی فرمایا ہے کہ ہر بچہ اسلام پر پیدا ہوتا ہے بعد میں اُسکے ماں باپ اُسے یہودی یا نصرانی یا مجوسی بنا لیتے ہیں - علی کا حالت حمل ہی میں یہ حال تہا کہ ٹانگیں اڑا کر اپنی ماں کو بتوں کے آگے نہ جھکنے دیتے تھے - پھر یہ بھی ہوا کہ سن طفولیت ہی سے ہادی کے پاس تربیت پائی جس کے پاس توحید کے سوا دوسرا سبق نہ تہا - یہانتک کہ ہادی کو ہدایت کا عہدہ ملا یعنی جناب رسالتمآب مشرف بہ بعثت ہوئے اُسوقت علی دس برس کے تھے اگرچہ بعض مورخین نے ۸ یا ۱۱ یا ۱۲ یا ۱۳ سال کا سن بھی لکھا ہے +

صاحب ارجح المطالب نے طبرانی - دیلمی اور محب طبری سے نقل کیا ہے کہ رسول اللہ صلعم ارشاد فرماتے تھے کہ پیر کی صبح کو مجھے نبوت عطا ہوئی اُسی روز دن کے پچھلے حصے میں خدیجہ نے نماز پڑہی اور دوسرے دن منگل کو علی نے نماز پڑہی علی نے سات سال اور کئی مہینے ہمارے ساتھ پوشیدہ نماز پڑھی قبل اسکے کہ کوئی اور ہمارے ساتھ نماز پڑھتا +

(بقیہ نوٹ صفحہ ۱۶۳) مسلمان بادشاہ نے اُسے اپنے نام کے ساتھ لگا لیا لیکن جسوقت صرف امیر المومنین بغیر کسی نام کے مستعمل ہوتا ہے تو ہر شخص سمجھ جاتا ہے کہ خاص جناب علی سے مراد ہے - اسیطرح جملہ جناب امیر سے ہر کوئی حضرت علی ہی سمجھتا ہے حلال مشکلات اور اُسکا ترجمہ مشکلکشا حضرت عمر کی اس حدیث سے ماخوذ معلوم ہوتا ہے کہ بروایت ازالۃ الخفا حضرت عمر فرمایا کرتے تھے اعوذ باللہ من معضلۃ لیس لہا ابو الحسن (خدا! عمر پہ کوئی مشکل نہ ڈالے جسکے حل کرنے کو ابو الحسن موجود نہ ہو)۔ ۵۱ کیونکہ اسی کتاب میں ہے کہ حمل ہی کی حالت میں حضرت ابوطالب نے آنحضرت سے وعدہ کر لیا تہا کہ لڑکا ہوگا تو تمہارا غلام ہوگا اور لڑکی ہوئی تو تمہاری لونڈی ہوگی ۵۲ مصنف المرتضیٰ لکھتے ہیں کہ رسول کریم صلعم کا علی مرتضیٰ کو اپنے سایہ عاطفت میں لینا ایک طرح پر ابوطالب کے اُن احسانات سے سبکدوشی حاصل کرنا تہا جو ابوطالب کی طرف سے رسول اللہ صلعم کی پرورش کے متعلق آپ کے ایام یتیمی میں عمل میں آئے تھے اور جو خدمات شایستہ علی مرتضیٰ کی طرف سے اسلام کی اشاعت میں ظاہر ہوئیں اُنکے واسطے ضروری تہا کہ اُنکی پرورش و پرداخت خانۂ نبوت ہی میں ہوتی - پس اس نعمت کو باری تعالیٰ کا عطیۂ خاص تصور کرنا چاہیئے - مورخین لکھتے ہیں کہ اس موقع پر مکہ میں قحط پڑا تھا ابوطالب کثیر العیال تھے اس سبب سے آنحضرت نے جناب علی کو اور حضرت عباس نے جناب جعفر کو اپنی کفالت میں لے لیا تہا - عقیل ابوطالب کے پاس رہے - اور طالب خود جوان تھے کہ اُسوقت ۵۰ سال کے تھے +

صاحب حبیب السیر لکھتے ہیں اس امر پر اجماع ہے کہ اول مرد جس نے اسلام قبول کیا[1] جناب علی ہیں۔ اسیوقت سے تقویت امور دین اور تمشیت مہام شرع متین میں نہایت کوشش و اہتمام شروع کردیا۔ کمر بست در خدمت مصطفےٰ۔ شد از سالکان طریق وفا۔ باوصاف اشراف موصوف شد۔ بروبہتر کونین مکشوف شد۔ دراسلام کارش بجائے رسید کہ چشم فلک مثل او کس ندید۔ اور تمام مواقف و معارک میں حضرت رسالت پناہ کے ساتھ شجاعت و جہاد اور ہدایت و اجتہاد کی شرطیں بجالائے اور عنایت و الطاف الٰہی سے تمام عالم میں اپنی ولایت اور کرامت کا جھنڈا گاڑ دیا۔ زرایش اساس شریعت متین۔ دلش مہبط نور علم الیقین ضمیرش منور بانوار وحی۔ کلامش مفسر ز اسرار وحی (حبیب السیر) تمام معرکوں میں رسول اللہ صلعم کے ساتھ رہے سوائے جنگ تبوک کے جبکہ رسول اللہ خود حکماً مدینہ میں اپنا خلیفہ کرکے چھوڑ گئے تھے۔ اور تمام معرکوں میں یہی جناب حضرت پیغمبر کے علمبردار رہے (نور الابصار۔ تاریخ الخمیس وغیرہ) کتب احادیث اہل سنت میں آپ سے ۵۸۶ حدیثیں مروی ہیں (تہذیب)

(۶) حلیہ — آپ کا قد میانہ۔ رنگ تیز گندم گوں۔ آنکھیں بڑی بڑی۔ پیٹ بھاری۔ ڈاڑھی بڑی۔ پیشانی پہ بال کم۔ بڑھاپے سے آپ کی ہیئت میں کچھ تغیر نہیں آیا تھا۔ کثیر التبسم یعنے ہنسمکھ اور کمال خوبصورت تھے۔ سینہ پر بال بہت تھے۔ ہاتھ پاؤں کے پٹھے بڑے زبردست (ابن اثیر)[2]

(۷) گذراوقات و طرز زندگانی — علی مرتضیٰ کا بچپن کا زمانہ رسول اللہ صلعم کی کفالت میں گذرا۔ ہجرت کے بعد جب آپ مدینہ میں آئے تو محنت مزدوری سے کچھ کماتے اُس سے اپنا گذارہ کیا کرتے +

شاہ ولی اللہ نے ازالۃ الخفا میں مدینہ کا ایک قصہ اس طرح پر لکھا ہے حضرت علی فرماتے ہیں کہ ایکمرتبہ مجھے مدینہ میں سخت بھوک لگی۔ مزدوری کی تلاش میں نکلا دیکھا کہ ایک عورت کو گارا بنانے کے لیئے پانی کی ضرورت ہے اُس سے ایک ڈول پر ایک کھجور اُجرت ٹھیری سولہ ڈول نکالے تھے کہ ہاتھوں میں چھالے پڑ گئے۔ اُس عورت سے سولہ کھجوریں لیکر رسول اللہ صلعم کے پاس آیا۔ ماجرا بیان کیا اور آپ نے وہ کھجوریں میرے ساتھ تناول فرمائیں +

جب فاطمہ بنت رسول اللہ سے آپ کا نکاح ہوا اُسوقت والدہ کے سوا کوئی قریبی گھر میں نہ تھا۔ نہ کوئی لونڈی غلام خدمت کرنیوالا تھا۔ حضرت علی نے مقرر کردیا کہ باہر کے کام مثل آب کشی اور دیگر ضروریات کے میں سرانجام دونگا اور گھر کا کام مثل چکی پیسنے۔ آٹا گوندھنے اور روٹی پکانے کے فاطمہ دختر رسول کرلیا کریں گی۔ اس تنگی اور تکلیف کے ساتھ زندگی بسر کرنیکا جو سادہ طریق آپ نے اختیار کیا تھا وہ آپ کی آخر عمر تک قایم رہا۔ خلافت کے مال و دولت اور مسلمانوں کی حکومت سے اُسمیں کوئی تغیر واقع نہیں ہوا +

روایت ہے کہ ایک روز اپنی ایام خلافت میں آپ مسجد کوفہ کے منبر پر فرمارہے تھے کون شخص ہے جو یہ تلوار مجھ سے خرید

---

[1] ایسے شخص کے حق میں جو ماں کے پیٹ میں مسلمان تھا۔ جو مسلمان پیدا ہوا۔ جس نے ہادی برحق کی گود میں پرورش پائی جس نے کبھی بتوں کو سجدہ نہیں کیا جیساکہ خود ہی فرمایا ہے۔ ہمیں مورخین کا یہ قول "اسلام قبول کیا" عقل کے خلاف حیرت انگیز معلوم ہوتا ہے۔ اسیواسطے ہمنے اس نفس قدسی کے لئے قبول اسلام کے بدلہ اظہار اسلام کا عنوان پسند کیا ہے +

[2] ابن عبدالبر نے استیعاب میں یہ اور زیادہ لکھا ہے کہ کندھوں کی ہڈیاں چوڑی اور مثل شیر کے کندھوں کی ہڈیوں کے تھیں۔ اور ہتھیلیاں سخت تھیں۔ گردن مثل ایک چاندی کی صراحی کے تھی پیشانی پر بال کم تھے مگر باقی سر بالوں سے بھرا ہوا تھا۔ ڈاڑھی اس قدر گھنی تھی کہ کندھوں کے دونوں طرف تک جھکی ہوئی تھی۔ کلائیوں اور بازوؤں میں فرق نہیں تھا۔ دونوں ایک سے تھے۔ اور ٹھوس سخت اور مضبوط۔ کسیکی کلائی پکڑ لیتے تو اُس کا دم گھٹنے لگتا۔ جنگ کو جاتے تو ٹھنڈے دل اطمینان سے دوڑ کر۔ ایسے بہادر کہ جس سے لڑتے اُس پر ضرور فتحیاب ہوتے +

ہوسنے۔ قسم بخدا اگر میرے پاس پاجامہ کی قیمت ہوتی تو میں اسکو فروخت نکرتا۔ ایک شخص نے کھڑے ہوکر کہا میں آپکو پاجامہ کی قیمت قرض دیتا ہوں ۔

(۸) مختصر حالات یوم بعثت سے یوم وفات جناب رسالت تک اس نفس رسول کے حالات زندگانی اُن حضرت صلعم کے ساتھ ایسے شریک ہیں کہ اُنکو اسجگہ تحریر کرنا جناب رسالت مآب صلعم کی سوانح عمری کو دُہرانا ہے۔ لہذا اُن حالات کو آنحضرت صلعم کی سوانح عمری میں ملاحظہ کریں۔ یہاں ہم جناب ولایت مآب کے مختصر حالات وفات رسول صلعم کے بعد سے کتاب حبیب السیر سے نقل کرتے ہیں ۔

حضرت ابو بکر۔ عمر اور عثمان کے عہد خلافت میں وہ جناب امور دنیوی سے بالکل دست بردار رہے اور اپنے تمام وقت کو درجات اُخروی کے حاصل کرنے میں صرف کرتے رہے۔ جب بڑے بڑے کام اور حادثے پیش آتے تو کمال مکارم اخلاق سے ان لوگوں کو اپنی صلاح و نصیحت و مشورہ سے مدد دیتے اور ہدایت و رشاد کا راستہ بتاتے۔ جب حضرت عثمان کے قتل کے بعد لوگوں کے مجبور کرنے سے خلافت قبول کی تو وہ دن بروایتے نوروز کا تھا ۔

حضرت علی کو اپنے ایام خلافت میں تین قسم کے لوگوں سے مقاتلہ کا اتفاق ہوا یعنے ناکثین۔ قاسطین اور مارقین سے۔ ناکثین سے مراد طلحہ اور زبیر اور انکے علاوہ دوسرے لوگ ہیں جنہوں نے اُن حضرت کی بیعت توڑ دی۔ ان سے جو لڑائی ہوئی وہ حرب جمل کے نام سے مشہور ہے کیونکہ جناب عائشہ جو طلحہ اور زبیر کے ساتھ تھیں لڑائی کے دن ایک جمل (اونٹ) پر سوار تھیں۔ اس لڑائی میں جناب علی فتحیاب ہوئے اور بہت سے مخالف مارے گئے ۔

قاسطین سے مراد ہے معاویہ اور اُن کے طرفداروں سے جو اُنکے ساتھ ہوکر حضرت علی سے لڑے۔ قاسطین سے صفین میں لڑائی ہوئی اور بڑی کشش و کوشش کے بعد اس مہم کا انجام مصالحت پر ہوا اور تحکیم کا قضیہ شنیعہ قرار پایا ۔

مارقین سے مراد نہروان کے خارجی ہیں جن کا سردار عبد اللہ بن وہب راسبی تھا۔ اس نہروان کی لڑائی میں بھی حضرت علی فتحیاب ہوئے اور ذو الثدیہ اور اکثر ملاعین خوارج کفار وو نہروان پر مارے گئے ۔

سنہ ۴۰ھ میں جمعہ کی صبح کو ۱۹ ماہ مبارک رمضان کو عبد الرحمن ابن ملجم لعین نے شقاوت جبلی و اغوای قطامہ ملعونہ سے شمشیر زہر آلود (حالت نماز) میں حضرت کے سر پر ماری اور اُس زخم سے شب یکشنبہ ۲۱ ماہ رمضان کو راہی جنت ہوئے امام حسنؑ نے حضرت پر نماز پڑھی اور نجف اشرف میں دفن کیا۔ اور حسب وصیت قبر کو زمین دوز بنایا کہ کسیکو معلوم نہو عمر شریف ۶۳ سال۔ زمانہ امامت موافق مذہب شیعہ ۲۹ سال ۶ ماہ چند روز۔ زمان خلافت ظاہری ۴ سال ۹ ماہ۔

فصل اول۔ تفصیل واقعات خلافت

(۹) تقرر خلافت ظاہری مسعودی اور صاحب تاریخ الخمیس و صاحب حبیب السیر نے لکھا ہے کہ بیعت اولی اُن حضرت کی بروز قتل عثمانؓ اور بیعت عامہ مسجد رسول میں قتل حضرت عثمان کے چوتھے دن وقوع میں آئی اسکی مختصر کیفیت یہ ہے کہ حضرت عثمان کے قتل کرنے کے بعد اشراف قبائل مصر و کوفہ و بصرہ و حاضرین معرکۂ بدر بلکہ تمام اصحاب رسول جناب علی کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کی کہ اہل اسلام کے واسطے ایک امام عالیمقام کا ہونا ضروری ہے اور بسبب علو نسب اور شرف حسب اور قربت قرابت نبوی اور خلق مصطفوی اور کمال علم و فراست اور زیادتی حلم و کیاست اور کسب درجات

ف اعثم کوفی نے اپنی تاریخ میں لکھا ہے کہ سب سے زیادہ عمار یاسر۔ ابو الہیثم بن التیہان۔ رفاعہ بن رافع۔ خزیمہ بن ثابت انصاری۔ مالک بن عجلان۔ ابو ایوب خالد بن زید حضرت علی کی خلافت کے خواستگار تھے۔ کوفہ میں سب سے پہلے ہاشم بن عتبہ بن ابی وقاص نے آنحضرت کی غائبانہ بیعت کی اور اُسکی دیکھا دیکھی اور لوگوں نے۔ اسیطرح اہل یمن نے حضرت علی کی بیعت غائبانہ کی ۔

علیہ السلام فرویہ اور ترک مزخرفات دنیویہ کوئی مخلوق آپ سے زیادہ سزاوار خلافت نہیں ہے۔ ہمکو توقع ہے کہ آپ اس امر کو منظور فرمائینگے۔ جناب ولایت مآب نے اول اس امر خطیر کے قبول کرنے سے انکار کیا۔ اور فرمایا کہ مجھے امارت کی نسبت وزارت پسند ہے لیکن جب لوگوں نے بہت زور دیا اور مبالغہ کیا تو فرمایا کہ بغیر طلحہ اور زبیر کی موجودگی کے نہیں ہو سکتا۔ آدمی اُن کے بلانیکو بھیجا گیا وہ نہ آسئے اور کہلا بھیجا کہ مسلمان جس کسی کی بیعت کرلینگے ہم بھی متابعت کرینگے۔ اُنکا یہ کہنا لوگوں کو پسند نہ آیا اور مالک اشتر نے طلحہ کو اور حکیم بن جبلہ نے زبیر کو طوعاً وکرہاً حاضر کیا۔ مگر طبری اور صاحب روضۃ الاحباب لکھتے ہیں تحقیق یہ ہے کہ طلحہ اور زبیر بغیر جبر و اکراہ حاضر ہوئے۔ جب وہ حاضر ہوئے تو امام دو جہاں نے نہایت مکارم اخلاق سے اُنکی تعظیم و توقیر کی اور فرمایا کہ اہل اسلام امام مقرر کرنا چاہتے ہیں۔ تم میں سے جس کسیکو اس کام کی رغبت ہو اختیار کرے میں مضائقہ نہ کرونگا۔ طلحہ و زبیر نے جواب دیا آپ کے ہوتے ہم ایسی تمنا کیونکر کرسکتے ہیں۔ حضرت علی نے فرمایا کہ اگر مجھ سے بیعت کرتے ہو تو جان لو کہ میں تو حد شرع سے تجاوز نہ کرونگا۔ اور نہ کسیکی طرفداری مجھ سے ہوسکیگی معاملات کا فیصلہ مشورۂ جمہور سے ہوگا۔ ایک درہم بھی بیت المال سے اپنے واسطے نہ لونگا۔ تم میں سے ایک کو دوسرے پر ترجیح نہ دونگا۔ سب کو ایک نظر رحمت و عاطفت سے دیکھونگا۔ اور لوگوں کے درمیان احکام بموجب کتاب خدا وحدہٗ و سنت رسول اللہ جاری کرونگا۔ پس لوگوں کو لیکر مسجد میں تشریف لائے اور سب سے پہلے طلحہ نے بیعت کی (روضۃ الاحباب) مگر چونکہ طلحہ کا ہاتھ اُس زخم کے سبب سے جنگ احد میں لگا تھا شل (ٹنڈا) تھا۔ حبیب بن ذویب نے اور بروایت کشف الغمہ و مقصد اقصیٰ خود شاہ ولایت نے کہا انا للہ وانا الیہ راجعون اول جس شخص نے بیعت لی وہ ہاتھ سے ٹنڈا ہے یہ امر بیعت تمام ہوتا معلوم نہیں ہوتا (حبیب السیر و روضۃ الاحباب وغیرہ)۔ القصہ اُس روز خواص اصحاب نے بیعت کی بعد میں خواص و عوام اس سعادت سے مشرف ہوئے (طبری) المرتضیٰ اور روضۃ الاحباب میں ہے کہ حضرت عثمان کی شہادت کے پانچ روز یا ایک ہفتہ بعد ۲۵ ذیحجہ ۳۵ھ روز پنجشنبہ کو بیعت عامہ عمل میں آئی ✦

مسعودی لکھتا ہے کہ اُن لوگوں نے جو حضرت عثمان کے مخصوصین سے تھے جناب علی سے بیعت نہیں کی۔ انمیں سے مشہور یہ ہیں۔ سعد[1] بن ابی وقاص۔ عبداللہ بن عمر۔ قدامہ بن مظعون۔ وہبان بن صیفی۔ عبداللہ بن سلام۔ مغیرہ بن شعبہ اور انصار میں سے کعب بن مالک۔ حسان بن ثابت۔ ابوسعید خدری۔ محمد بن مسلمہ۔ فضالہ بن عبید۔ کعب بن عجرہ مسلمہ بن خالد۔ اور بنی اُمیہ میں سے کسی نے بھی بیعت نہ کی۔ حبیب السیر میں بیعت نہ کرنیوالوں میں یہ نام اور لکھے ہیں۔ زید بن ثابت۔ سلمہ بن سلامہ۔ صہیب بن سنان۔ نعمان بن بشیر۔ حذاری۔ ابوموسیٰ اشعری۔ اسامہ بن زید۔ زید بن رافع (بروایت طبری رافع بن خدیج) صاحب روضۃ الاحباب لکھتے ہیں کہ جناب امیر نے فتنۂ عظیم کے اندیشہ سے ان متخلفین بیعت سے چشم پوشی کی ✦

صاحب حبیب السیر اور مسعودی نے لکھا ہے کہ نعمان بن بشیر کو ام حبیبہ زوجہ رسول خواہر معاویہ نے نائلہ کی کٹی ہوئی انگلیاں

[1] سعد نے بیعت سے یہ کہکر عذر کیا کہ مجھے بیعت کرنے میں کوئی تامل نہیں لیکن مجھ سے یہ نہ ہوگا کہ آپ کے حکم سے مسلمانوں پر تلوار اُٹھاؤں اُسی کے قریب قریب عبداللہ بن عمر اور محمد بن مسلمہ وغیرہ نے عذر کرکے بیعت سے انکار کیا اور ایسے لوگوں کا نام معتزلہ رکھا گیا بسبب اعتزال یعنے یکسو ہونیکے بیعت علی سے (حبیب السیر) ابن قتیبہ نے کتاب الامامۃ والسیاسۃ میں لکھا ہے کہ ان لوگوں کے پاس عمار یاسر جناب علی کی بیعت لینے کے واسطے گئے تھے۔ جناب عمار نے واپس آکر جب یہ جواب سنائے تو جناب امیر نے فرمایا کہ عبداللہ بن عمر ضعیف ہے اور سعد حسود ہے اور محمد بن مسلمہ کا یہ قصور کیا ہے کہ اُسکے بھائی مرحب یہودی کو میں نے جنگ خیبر میں قتل کیا ہے ✦ مسعودی لکھتا ہے کہ عبداللہ بن عمر نے علی کی بیعت نہ کی مگر بعد میں یزید کی بیعت کرلی اور پھر حجاج کی معرفت عبدالملک بن مروان کی بیعت کرلی ✦

اور پیراہن خون آلود عثمان دیکر اپنے بھائی معاویہ کے پاس شام کی طرف روانہ کیا بعض بنی اُمیہ تو اُسکے ساتھ شام کی طرف چلے گئے۔ اور بعض مثل مروان کے چند روز مدینہ میں روپوش رہکر مکہ کو حضرت عائشہ کے پاس روانہ ہوگئے ⁘

(۱۰) **اول خطبہ** صاحب روضۃ الاحباب اور ابن اثیر کے موافق حضرت علی خلیفہ ہوئے تو سب سے پہلے حضرت نے یہ خطبہ پڑھا الحمد للہ علی احسانہ قد رجع الحق الی مکانہ الی آخر قال - اللہ تعالیٰ نے ایک کتاب راہ دکھانے والی نازل کی اُس میں نیکی اور بدی کو بیان کیا - پس نیکی کو قبول کرو اور بدی کو چھوڑ دو - فرائض سب سے اہم ہیں اُنکو خدا کی درگاہ میں ادا کرو - تاکہ وہ تمکو جنت میں پہنچائے اور اللہ تعالیٰ نے تمام حرام چیزوں کو صاف بیان کر دیا ہے اور مسلمانوں کی عزت کو سب پر ترجیح دی ہے انکے حقوق کو اخلاص اور توحید سے مستحکم کیا - پس مسلمان وہ شخص ہے جس کے ہاتھ اور زبان سے مسلمان سلامت رہیں مسلمان کی خونریزی سوائے حکم شرعی کے جائز نہیں - امور عامہ میں سبقت کرو - تم میں سے ہر ایک کو موت لازم ہے - لوگ تمہارے آگے ہیں اور قیامت پیچھے - اُنہوں نے تمسے جلدی کی - پس تم سبکدوش ہو جاؤ - تاکہ اُن سے مل سکو - کیونکہ وہ اپنے پچھلے لوگوں کے منتظر ہیں - اے بندگان خدا! خدا کے شہروں اور بندوں کے حقوق میں خدا سے ڈرتے رہو کیونکہ تم سے اُنکی بابت بلکہ مکانات سکنی اور چوپایوں کی بابت باز پرس ہوگی - خدا کا حکم مانو اور نافرمانی نکرو جب نیک کام دیکھو تو اُسکو قبول کرو اور جب برائی دیکھو تو چھوڑ دو - اور اُسوقت کو یاد کرو جبکہ تم دنیا میں قلیل التعداد اور کمزور تھے ⁘

(۱۱) **تقسیم بیت المال** بیعت کے دوسرے دن جناب علی نے حکم دیا کہ بیت المال کا دروازہ کھولدو اور اُسکا کل مال لوگوں میں تقسیم کر دیا اور حضرت عثمان کے گھر میں جو ہتھیار تھے جو شتران صدقہ سے بہم پہنچائے تھے بیت المال کے واسطے ضبط کئے گئے - اور اُنکا مال وارثوں میں تقسیم کر دیا (روضۃ الاحباب) بروایت مسعودی حضرت علی نے حضرت عثمان کی تمام املاک اور بیت المال مسلمانوں میں تقسیم کر دیا - کسیکو کسی سے زیادہ نہیں دیا ⁘

(۱۲) **حضرت عثمان کے قصاص کا معاملہ** حضرت عثمان کے آخر زمانہ میں خلافت کا ڈھیچر بالکل بگڑ گیا تھا - اس بگاڑ اور کمزوری کا یہ نتیجہ ہوا کہ ایک بلوائے عام ہو کر خلیفہ شہید ہوگئے - اب جناب علی کے خلیفہ ہوتے ہی پہلے جو معاملہ عامہ خلائق کی طرف سے اُنکے سامنے پیش ہوا وہ قاتلوں سے قصاص کا لینا تھا - عثمان اپنے گھر میں بحالت محاصرہ شہید ہوئے تھے اور اُسوقت اُنکے پاس نائلہ اور مروان موجود تھے - علی مرتضیٰ نے مروان کو طلب کیا مگر اُسکا پتہ نہ چلا - نائلہ سے قاتلوں کا نام پوچھا تو اُس نے دو نامعلوم الاسم شخصوں کو بتایا - یہ حال دیکھکر علی مرتضیٰ نے حاضرین سے کہا کہ کئی آدمی اس قتل سے متہم بیان کئے جاتے ہیں بدون گواہی و شہادت کے سبکو سزا دینا ٹھیک نہیں - میں قصاص لینے میں تمسے متفق ہوں - مگر تحقیقات کے مکمل ہونے اور مجرم کے پکڑے جانے تک صبر کرنا واجب ہے - غرض علی مرتضیٰ نے مصلحت وقت پر نظر کر کے کسی دعویدار کے پیدا ہونے تک اس کارروائی کو روک دیا (المرتضیٰ)

(۱۳) **حضرت عثمان کے گورنروں کی معزولی** علی مرتضیٰ نے خلیفہ ہونیکے بعد سب سے پہلے جو کام کیا وہ یہ تھا کہ عثمان کے گورنروں کو معزول کیا جائے - لوگوں نے خاصکر عبد اللہ بن عباس نے سمجھایا کہ یہ امر خلاف مصلحت ہے - طلحہ اور زبیر کا کوئی اعتبار نہیں اور خاصکر معاویہ جو طالب جاہ و حکومت ہے اپنی معزولی کا حکم پاکر آپ کا دشمن ہو جائیگا - اور یہ لوگ اہل شام اور اہل عراق کے

سلہ بروایت طبری حضرت علی نے فرمایا میں بھی اس معاملہ سے بیخبر نہیں ہوں مگر میں اُن لوگوں کا کیا کر سکتا ہوں جو ہمپر غالب بنے ہوئے ہیں اور ہم اُنپر غالب نہیں ہیں - وہی تو ہیں کہ تمہارے غلام اور اعراب اُنکے ساتھ ہوگئے اور جو چاہا سو کیا - آیا اُنپر قدرت پاسکتے ہو؟ اُنہوں نے جواب دیا نہیں - حضرت نے فرمایا تو یہی سمجھ لو - ذرا دم لو دیکھو تو ہوتا کیا ہے ⁘

اعتقاد کو بگاڑ کر آپ کو قتل عثمان سے متہم کریں گے۔ ذرا اپنی خلافت کو جم جانے دیجئے۔ بعد میں اس طرح نکال پھینکیں گے جسطرح خمیر میں سے بال کو نکال پھینکتے ہیں۔ علی مرتضی نے جواب دیا مصلحت دنیوی تو وہی ہے جو تم کہتے ہو مگر میری نظر عقلی مصلحت دین ہے اور رعایت دنیا اگر بغیر رعایت دین کے کیجائے تو نہ دین رہتا ہے نہ دنیا۔ دنیا مطلب تا ہمہ ونیست باشد۔ دنیا طلبی نہ آں نہ اینست باشد اور ان گورنروں کی بے اعتدالیوں پر نظر کرکے فرمایا کہ ان گورنروں کی ناہنجاریاں حد درجہ کو پہنچ گئی ہیں میں امت رسول پر شریر لوگوں کو حکمراں نہیں رکھ سکتا بندگان خدا کو انکی تکلیفوں سے فوراً نجات دلانی چاہئے (روضۃ الاحباب حبیب السیر و طبری)۔ پس محرم ۳۶ھ میں علی مرتضی نے بلاد اسلامی میں حسب ذیل گورنر اپنی طرف سے مقرر کرکے روانہ کئے (از المرتضی حبیب السیر روضۃ الاحباب وغیرہم) +

(۱) عبید اللہ بن عباس بن عبد المطلب	یمن میں	(۶) قیس بن سعد بن عبادہ	مصر میں
(۲) سعید بن عباس	بحرین میں	(۷) عثمان بن حنیف	بصرہ میں
(۳) سماحہ بن عباس	تہامہ میں	(۸) عمارہ بن شہاب	کوفہ میں
(۴) عون بن عباس	یمامہ میں	(۹) سہل[۱] بن حنیف	شام میں
(۵) قثم بن عباس	مکہ میں		

منجملہ ان ۹ گورنروں کے پہلے پانچ خاندان بنی ہاشم سے اور علی مرتضی کے چچا کے بیٹے تھے۔ قیس۔ عثمان۔ سہل تینوں انصاری اور عمارہ مہاجر تھے۔ اس تقرری میں بنی ہاشم کو جو زیادہ حصہ دیا گیا تو یہ کوئی ناواجب بات نہ تھی۔ بنی ہاشم کے ملک پر بڑے بڑے حقوق تھے جو پہلی تین خلافتوں میں کسی وجہ سے پامال ونظر انداز کئے گئے تھے اسوقت علی مرتضی نے کچھ تو انکے حقوق کو مقدم سمجھا تلافی مافات کی۔ اور زیادہ تر عثمانیہ گورنروں کی بے اعتدالیاں اس عزل ونصب کا باعث ہوئیں (المرتضی)

عبید اللہ بن عباس یمن کو روانہ ہوئے اور جاتے ہی گورنری کا چارج لیلیا۔ مگر یعلی بن امیہ نے جو حضرت عثمان کی طرف سے یمن کا گورنر تھا یہ چالاکی کی کہ جسقدر روپیہ خزانہ میں موجود تھا اور جو سامان مل سکا اسکو ہمراہ لیکر مکہ کو بھاگ گیا اور (علی کے مخالفین) بی بی عایشہ اور طلحہ سے جا ملا اور سب مال انکے سپرد کر دیا۔ بروایت صاحب روضۃ الاحباب وابن خلدون وابن اثیر یعلی نے جناب عایشہ کو ساٹھ ہزار دینار جو ۶ لاکھ درہم ہوتے ہیں اور چھ سو اونٹ اس غرض سے دیئے تھے کہ علی سے لڑنے کی تیاری کریں۔ انہیں اونٹوں میں ایک نہایت عمدہ اور عظیم الجثہ اونٹ تھا جس کا نام عسکر تھا اور جسکی قیمت مسعودی اور اکثر دیگر مورخین نے دوسو دینار لکھی ہے۔ حضرت عایشہ اسی اونٹ پر سوار ہوکر جنگ جمل لڑی تہیں +

قیس بن سعد نے بھی جاتے ہی مصر میں اپنا منصب سنبھال لیا مگر فرقہ عثمانیہ نے جو بروایت ابن اثیر خربنا میں سکونت پذیر تھا اطاعت قبول نہ کی اور کہا جبتک عثمان کے قاتل مقتول نہوں گے اسوقت تک ہم علی مرتضی کی اطاعت ہرگز نہ کریں گے۔ یہ مخالفت عبد اللہ بن ابی سرح کی کوششوں کا نتیجہ تھی جو اس سے پیشتر مصر کا گورنر تھا اور حضرت عثمان کے شہید ہونے کی خبر سنکر شام کو بھاگ گیا تھا +

عثمان بن حنیف جب بصرہ میں گئے تو ایک فرقہ نے اطاعت قبول کی اور ایک نے مخالفت اختیار کی۔ عبد اللہ بن عامر

[۱] شام کے لئے عبد اللہ بن عباس کو نامزد کیا تہا۔ مگر جب انہوں نے معاویہ کو وہاں جما ہوا اور اہل شام اور بنی امیہ کو معاویہ کا گرویدہ دیکھکر مصلحت نہ دیکھی اور منظور نہ کیا تو حضرت علی نے سہل بن حنیف کو مقرر کیا +

بصرہ کا سابق گورنر علی کے خلیفہ ہونے کا حال سنکر اور یہ جانکر کہ[۱] مجھے معزول کئے بغیر نہ رہیں گے پہلے ہی تمام نقد و جنس لیکر مدینہ میں طلحہ و زبیر سے آملا اور علی کی مخالفت میں اُن کا شریک ہوگیا تھا۔ بروایت کامل اس نے بہی علی سے لڑنے کے لئے بہت سا مال دیا تہا ✦

عمارہ بن شہاب جب کوفہ کو گیا تو راستہ میں منزل زبالہ پر طلیحہ بن خویلد اسدی اور قعقاع بن عمرو اُسے ملگئے اور کہا کہ اہل کوفہ اپنے امیر کا بدلہ اور خون کا عوض لینا چاہتے ہیں۔ اور بروایت حبیب السیر و روضۃ الاحباب سنا کہ مردم کوفہ سوا ابو موسی کے کسی کی امارت قبول نہیں کرتے۔ ناچار مدینہ کو واپس آیا۔ پس ابو موسی ہی کوفہ کا گورنر رہا ✦

سہل بن حنیف جب تبوک کے پاس پہنچے تو راستہ میں ایلہ تک کے قریب عرب کے چند سوار اُنکو ملے اور پوچھا کہ تو کون ہے اُنہوں نے کہا کہ علی مرتضیٰ نے مجھے امیر شام مقرر کرکے بہیجا ہے اُنہوں نے کہا اُلٹا پھر جا کیونکہ ہم نہ علی کی خلافت پر راضی ہیں نہ تیری امارت پر اور کل اہل شام کا یہی حال ہے۔ اور علی سے عثمان کا خون طلب کرنے پر آمادہ ہیں۔ سہل یہ سُنکر مدینہ کو واپس آئے۔ علی مرتضیٰ سے کل حال بیان کیا حضرت سُنکر مغموم ہوئے۔ پس معاویہ ہی شام کے گورنر رہے اور اُنکے ماتحت حمص۔ قنسرین۔ اردن۔ فلسطین سوا اصل ۵ صوبے تھے جن کے حاکم خود معاویہ مقرر کیا کرتے تھے ✦

عبد اللہ بن عامر حضرمی جو امیر مکہ تھا اُس نے سپاہ مکہ کو جمع کیا اور بہت سے بنی اُمیہ بہی ان لوگوں سے آملے بالجملہ جا بجا سے مختلف لوگ اور فرقے علی کی مخالفت پر مجتمع اور متفق ہوگئے ✦

اسکے بعد علی مرتضیٰ نے ایک خط ابو موسی اشعری کو اور ایک خط معاویہ کو تحریر کیا ابو موسی نے جواب باصواب بہیجا مگر معاویہ خاموش ہو رہا اور قتل عثمان کے تین ماہ بعد اپنے سفیر کے ہاتھ ایک لفافہ سر بمہر بہیجا جب علی مرتضیٰ نے کہولا تو اُسمیں کوئی خط نہ تہا۔ سفیر سے پوچھا یہ کیا معاملہ ہے۔ اُس نے کہا ایسے گروہ کے پاس سے آیا ہوں جو قاتلان عثمان کے خواستگار ہیں اور کیفیت یہ ہے کہ اُنہوں نے عثمان کا خون آلودہ قمیص دمشق کے منبر پر ڈال رکھا ہے اور ساٹھ ہزار آدمی سفید ریش اُسکے نیچے گریہ و زاری کرتے ہیں۔ اس پر علی مرتضیٰ نے شام پر لشکر کشی کی تیاری کی[۱] (المرتضیٰ و طبری) اس موقع پر اسقدر یاد رکہنا چاہیئے۔ کہ حضرت عثمان نے اپنے زمانہ خلافت میں بلاد اسلامی کے گورنر اکثر بنی اُمیہ کے خاندان سے مقرر کئے تھے اور پہلی دو خلافتوں میں بہی عموماً یہی لوگ صوبجات کی حکومت پر نامزد ہوتے رہتے تھے۔ ملکداری اور ملک گیری کی قابلیت انکو خوب تہی معاویہ ان سب میں زیادہ زبردست اور مدبر تھا۔ مگر ان لوگوں کے طبایع میں عموماً اور معاویہ کے مزاج میں خصوصاً امارت دنیوی کی خواہشیں زیادہ تہیں۔ عمر فاروق کے زمانہ خلافت میں یہ لوگ اُن کے رعب سے دبے رہتے تھے مگر عثمان کی نرم مزاجی سے دلیر ہوگئے اور اپنے علاقوں میں خوب اقتدار حاصل کرلیا۔ علی مرتضیٰ کی خلافت اور اپنی معزولی اُنکو ناگوار گذری۔ کچھہ تو عثمان کے بیگناہ شہید ہونے سے مصر کوفہ اور شام میں مسلمانوں کے دلوں میں عثمانیوں کی ہمدردی پیدا ہوگئی تہی اور کچھہ معاویہ نے قصاص عثمان کے بہانہ سے ملک میں شورش برپا کردی تہی۔ غرض ان وجوہات سے علی مرتضیٰ کے گورنروں کا بلاد اسلامی میں پورا تسلط نہ ہوسکا۔ (المرتضیٰ)

جنگ جمل

(۱۴) **طلحہ و زبیر کا نکث بیعت** طلحہ اور زبیر[۲] جو اسوقت مدینہ میں سب سے زیادہ معزز مہاجر اور خلافت شوریٰ کے

[۱] ابن قتیبہ لکھتا ہے اس موقع پر عدی بن حاتم نے اپنے قبیلہ بنی طے جا کر ۱۳ ہزار سوار اور زید بن حذیفہ نے اس سے کم اپنے قبیلہ سے علی کے ساتھ جانے کو آمادہ کرلئے مگر یہ لشکر کشی بسبب بغاوت عائشہ و طلحہ و زبیر کے ملتوی کردی گئی [۲] طلحہ حضرت ابو بکر کے چچا کا (دیکھو صفحہ ۱۶۱)

ممبرہ چکے تھے علی مرتضی کے پاس آئے۔ طلحہ نے کوفہ کی اور زبیر نے بصرہ کی حکومت کی خواہش ظاہر کی اسپر علی نے بروایت ابن قتیبہ عبداللہ بن عباس کو بلا کر جن کو اپنا وزیر بنا رکھا تھا صلاح لی ابن عباس نے کہا یہ حکومت کے طالب ہیں زبیر کو بصرہ کا اور طلحہ کو کوفہ کا گورنر بنا دیجیے علی ہنسے اور فرمایا عراقین (بصرہ اور کوفہ) میں لوگ بھی زیادہ ہیں اور مال بھی۔ جب یہ وہاں کے حاکم ہونگے تو بیوقوفوں کو لالچ دیکر اپنی طرف مائل کر لیں گے۔ اور کمزوروں پر بلائیں نازل کرینگے اور زبردستوں سے زبردست ہو جائیں گے اور اگر کسیکو اسکے ضرر دفع کے لئے مقرر کرتا تو معاویہ ہی کو شام کا حاکم رہنے دیتا۔ اور اگر ان کو گورنر بننے کی حرص نہ ہوتی تو شاید میری انکی نسبت رائے ہی ہوتی۔ پس علی نے مصلحتاً طلحہ اور زبیر کو یہ جواب دیا کہ مجھے انصرام معاملات میں تمہارے مشورہ کی ضرورت ہے جب تم مدینہ سے باہر چلے جاؤگے تو میں کس سے مشورہ لونگا۔ ہرچند یہ جواب معقول تھا مگر دونوں اسکو شنکر ناخوش ہوئے اور لوگوں میں آکر کہنے لگے کہ علی مرتضے نے ہم سے بجبر واکراہ بیعت لی ہے ہم نے مالک اشتر کی تلوار کے خوف سے بیعت کی ہے ہمیں ان سے بیعت نہیں ہے۔ انہوں نے عثمان کے قاتلوں کا پتہ لگانے میں وقفہ کر رکھا ہے۔ جب طلحہ و زبیر کی یہ گفتگو لوگوں میں پھیلی اور بعض صحابہ کے بیعت سے تخلف کرنے کا حال مشہور ہوا تو ایک صورت فتنہ کی برپا ہو گئی اور لوگ طرح طرح کی باتیں بنانے لگے کوئی کہنے لگا کہ علی مرتضی قاتلوں پر حد قایم کرنے میں تساہل کرتے ہیں اور کسی کی یہ تقریر تھی کہ جو لوگ قتل کے شبہ میں متہم ہیں علی مرتضی نے انکو اپنے پاس دخیل کر رکھا ہے۔ علی مرتضی یہ خبریں شنکر مجمع عام میں آئے اور لوگوں سے کہا اگر قصاص کا کوئی دعویدار عدالت میں حاضر ہو کر اپنے دعوی کو ثابت کرے تو میں قاتلان عثمان پر حد قایم کرنے کیلئے اسیوقت آمادہ ہوں۔ علی مرتضی کی یہ تقریر سنکر لوگوں کو تسلی ہوئی اور اسکے بعد انہوں نے اس قسم کی گفتگو کم کر دی (المرتضی۔ روضۃ الاحباب۔ کامل۔ العبر۔ المختصر فی الاخبار البشر)

(۱۵) بی بی عایشہ کی بیدلی) قصاص کی شورش اور طلحہ و زبیر کی کارروائی سے جو بنیاد علی مرتضی کی مخالفت کی قایم ہو چکی تھی بی بی عایشہ کی ذات سے اسکو اور تقویت پہنچی۔ اسکی کیفیت یہ ہے کہ بی بی عایشہ حج کرکے واپس آرہی تھیں کہ راستہ میں علی مرتضی کے خلیفہ ہونے کی خبر پہنچی وہ فوراً راستہ سے مکہ کو لوٹ گئیں بروایت طبری حفصہ بھی عایشہ کے ساتھ تھیں یہ بھی واپس ہوئیں۔ اس حالت میں عبداللہ بن عباس سے کہ یہ بھی حج کرکے آرہے تھے ملاقات ہوئی عبداللہ نے پوچھا کہ الٹی کیوں آرہی ہو عایشہ بولیں کہ جب علی مرتضی خلیفہ ہوئے تو اب مدینہ میں میرا ٹھکانا نہیں طبری نے لکھا ہے کہ ابوسلمہ کا بیٹا عبد بن ام کلاب کہتا ہے مقام سرف میں مجھے عایشہ مکہ سے حج کرکے آتی ہوئی ملیں پوچھا کیا حال ہے میں نے کہا لوگوں نے اجتماع کرکے عثمان کو مار ڈالا اور علی کو خلیفہ بنایا ہے۔ عایشہ نے کہا مجھے اٹھا لے چلو مجھے اٹھا لے چلو اور مکہ کو لوٹ گئیں اور کہا عثمان مظلوم مارے گئے واللہ میں انکے خون کا بدلہ لونگی۔ ابن ام کلاب کہتا ہے میں نے کہا کیوں سب سے پہلے تمہیں نے تو لوگوں کو عثمان کی قتل کرنے کی ترغیب دی تھی اور کہتی تھیں اقتلوا نعثلاً فقد کفر (اس نعثل یہودی کو قتل کرو یہ کافر ہو گیا ہے) بولیں پھر لوگوں نے اس سے توبہ کرا لی اور پھر اسے قتل کیا۔ اور بیشک میں نے کہا تھا اور لوگوں نے بھی کہا تھا مگر میرا قول اخیر قول اول سے بہتر ہے میں نے کہا تم نے انکے قتل کرنیکا حکم دیا تھا اور کہا تھا کہ وہ کافر ہو گیا ہے ہم نے اسکے قتل کرنیمیں تمہاری اطاعت کی ہمارے نزدیک تو قاتل وہ ہے جس نے قتل کرنے کا حکم دیا۔ ابن ام کلاب نے وہ شعر جن کا مطلب بیان ہوا یہ پڑھے تھے ؎ منک البداء ومنک الغیر۔ ومنک الریاح

(بقیہ صفحہ ۱۷۰) بیٹے اور داماد تھے ام کلثوم بنت ابی بکر کا جو حضرت ابوبکر کی وفات کے بعد پیدا ہوئی تھی طلحہ سے نکاح ہوا تھا۔ انکی ماں ... بنت ابوسفیان معاویہ کی بہن تھی (مسعودی) زبیر رسول اللہ صلعم کی پھوپھی صفیہ بنت عبدالمطلب کے بیٹے تھے یہ بھی حضرت ابوبکر کے داماد اسماء بنت ابی بکر کے شوہر تھے۔

ومنک المنظر + وأنت امرت بقتل الامام - وقلت لنا انہ قد کفر + فہبنا اطعناک فی قتلہ - وقاتلہ عندنا من امر +

اور بی بی عائشہ کی اُسوقت عثمان کی طرفداری اور علی سے نفرت کرنے کی وجہ یہ تہی کہ بی بی عائشہ کو قصہ افک[1] کے باعث علی مرتضی کے ساتھ پرانی رنجش چلی آتی تہی - علامہ عباسی اپنی تاریخ اسلام میں ایک وجہ عداوت یہ بہی لکہتے ہیں[2] "چونکہ جناب رسول خدا جناب علی و فاطمہ سے ازحد محبت کرتے تہے اور حضرت عائشہ کو بہی بہت چاہتے تہے اس سبب سے عائشہ کو بمقتضائے بشریت اسکا رشک تہا - اور وہ رشک مختلف واقعات سے نفرت کی حد تک پہنچگیا تہا" - اس رنجش کا اظہار ایسے موقع پر طلحہ اور زبیر کے واسطے مفید ہوا - چنانچہ جب یہ خبر مدینہ میں پہنچی تو اسکے تہوڑے دنوں بعد (بروایت کفایت الطالب و تاریخ طبری بیعت کے چار ماہ بعد) یہ دونوں حضرت علی سے عمرہ بجالانے کے بہانہ[3] سے اجازت لیکر بی بی عائشہ سے مکہ میں جاملے اور پہر یہ بہانہ قصاص خون عثمان علی مرتضی سے جنگ کی ٹہیرادی جیسا کہ عنقریب مذکور ہوگا (المرتضی - روضۃ الاحباب - تاریخ الاسلام عباسی)

صاحب روضۃ الاحباب لکہتے ہیں کہ خاصکر عبداللہ بن زبیر جو عائشہ کی بڑی بہن اسماء کا بیٹا تہا اور جسکو عائشہ نے متبنے کرلیا تہا عائشہ کو مقاتلہ علی پر بہت ہی بہڑکاتا تہا - ولید بن عقبہ بہی شریک ہوا - طلحہ و زبیر نے بطایف الحیل سے عبداللہ بن عمر کو بہی جنہوں نے حضرت علی سے اجازت لیکر مکہ میں عبادت اور عزلت گزینی اختیار کی تہی اپنے سے ملانا چاہا مگر انہوں نے صاف انکار کردیا - بروایت طبری حفصہ بہی عائشہ کے ساتھ طلب خون عثمان کی لوگوں کو ترغیب و تحریص کرتی تہیں +

(۱۶) مکہ میں جنگ کی ابتدائی کارروائی | جب بی بی عائشہ علی مرتضی کے خلیفہ ہونیکا حال سنکر مکہ کو لوٹ گئیں اور لوگوں کو انکے خیالات معلوم ہوئے تو انکے پاس ایک مجمع اکٹہا ہوگیا - اُسوقت بی بی عائشہ نے کہنا شروع کیا کہ عثمان مظلوم شہید ہوئے - قسم بخدا میں انکے خون کا بدلہ لونگی - عثمان کی ایک انگلی میرے نزدیک روئے زمین سے بہتر ہے یہ تقریر سنکر مکہ کا گورنر عبداللہ حضرمی کہنے لگا کہ سب سے پہلے میں عثمان کے خون کا خواہاں ہوں اسپر بنی امیہ کے لوگ جو مدینہ سے بہاگ آئے تہے اُس سے ملگئے سعید بن عاص اور ولید بن عقبہ بہی ان لوگوں میں شامل تہے - عبداللہ بن عامر

[1] افک کے معنی جہوٹ کے ہیں غزوہ بنی مصطلق سے واپسی کے وقت منافقین نے ایک جہوٹا الزام بی بی عائشہ پر لگا دیا تہا - رسول کریم اُسکی وجہ سے تردد اور فکر میں تہے اور بی بی عائشہ کو بہی اسکا بہت رنج تہا - دوران تحقیقات میں آپ نے علی مرتضی سے رائے لی اُنہوں نے عرض کی اللہ تعالے نے آپ کو وقت میں نہیں ڈالا - عائشہ کے سوا اور عورتیں بہت ہیں - اس جواب سے علی مرتضی اور بی بی عائشہ میں رنجش کی بنیاد قایم ہوگئی (بخاری کتاب الاعتصام) اعثم کوفی میں ہے کہ عائشہ نے علی سے لڑنے کے لیئے طلب خون عثمان کا صرف بہانہ کیا تہا - ایرونگ - گبن اور ڈیون پورٹ نے لکہا ہے کہ عائشہ علی سے دشمنی رکہتی تہیں [2] اجازت طلبی کے وقت علی نے انکی طرف دیکہکر کہا واللہ یہ بہانہ ہے جہاں چاہو جاؤ (الامامت والسیاست ابن قتیبہ) علامہ مسعودی نے لکہا ہے کہ علی نے اُسوقت طلحہ و زبیر سے کہا کہ تم بصرہ جانیکا ارادہ رکہتے ہو - اُن دونوں نے کہا قسم بخدا ہم تو سوائے مکہ کے کہیں اور نہیں جائینگے - صاحب روضۃ الاحباب لکہتے ہیں کہ جب طلحہ و زبیر نے مکہ جانیکی اجازت مانگی تو علی نے کہا میں پہلے ہی جانتا تہا کہ تم سے عجیب عجیب باتیں ظاہر ہونگی - ہمیشہ سے میں خلافت منظور نکرتا تہا اور کہتا تہا کہ دوسرے کو خلیفہ بنا لو تم نے خود اپنی خوشی سے مجہہ سے بیعت کی اور اب فتنہ انگیزی کرتے ہو - تمہیں اجازت ہے جہاں چاہو چلے جاؤ - پس یہ دونوں (بیعت کرنے کے چار مہینے بعد) مکہ کو روانہ ہوگئے - اور عبداللہ بن عامر جو بصرہ سے مدینہ آگیا تہا ان کے ساتھ ہولیا +

[3] اعثم کوفی میں ہے کہ علی مرتضی سے لڑنے کی غرض سے عائشہ نے طلب خون عثمان کا صرف بہانہ کیا تہا +

[4] حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے اس سبب سے دشمنی رکہتا تہا کہ ایام گورنری کوفہ میں اُس نے شراب پی کر نماز پڑہائی تہی اور جناب عثمان نے حضرت علی کے حکم سے اسے دُرّے لگوائے تہے +

بصرہ کا گورنر اور یعلے بن امیہ یمن کا گورنر بھی بہت سا مال اور اونٹ لیکر انکے پاس آملے اسی اثناء میں طلحہ و زبیر مدینہ سے آپہنچے اور بیوی عایشہ سے مدینہ کے حالات کی ابتری بیان کی یہ مجمع علی مرتضی کی مخالفت پر متفق ہوگیا طلحہ و زبیر نے عبد اللہ بن عمر کو بھی ملانا چاہا (اور کہا ہم آپکو خلیفہ بنا دینگے) مگر انہوں نے صاف انکار کر دیا (المرتضی) اور بروایت ابن قتیبہ و اعثم کوفی زبیر کو جواب دیا کہ تم مجھے گھر سے نکالکر علی بن ابی طالب کے پنجوں میں پھنسانا چاہتے ہو۔ میری عافیت تو گوشہ نشینی ہی میں ہے میں تمہارے دہوکہ اور فریب میں نہیں آؤنگا اور بروایت طبری یہ جواب دیا کہ اگر اہل مدینہ تمہارے ساتھ چلینگے تو میں بھی چلونگا وہ نہ جائینگے تو میں بھی نہ جاؤنگا +

ان تمام کارروائیوں کے بعد بروایت طبری اول عایشہ کی یہ رائے ہوئی کہ علی پر مدینہ ہی میں حملہ کرنا چاہیئے مگر اس رائے کو یہ کہکر رد کیا گیا کہ اہل مدینہ سے ہم نہیں لڑسکتے اور زبیر نے کہا کہ شام کی طرف کوچ کرنا چاہیے۔ ولید بن عقبہ نے کہا کہ یہ رائے ٹھیک نہیں ہے اسواسطے کہ عثمان نے اپنے محصوری کے زمانہ میں معاویہ سے امداد کی درخواست کی تھی مگر اُس نے باوجود قوت و شوکت کے مدد نہ کی۔ جس سے ظاہر ہے کہ وہ شام کا مستقل حاکم ہونا چاہتا ہے وہ شام کا علاقہ تمہارے سپرد نکریگا اور تمہارا ماتحت ہونا منظور نکریگا۔ ادہر معاویہ کو جب ان لوگوں کے شام کیطرف آنیکا ارادہ معلوم ہوا تو اُس نے کسی دوسرے کے نام سے کچھ اشعار مکہ میں بھیجے جن کا مضمون یہ تھا کہ معاویہ ایک برا آدمی ہے وہ تم لوگوں کا شریک نہ ہوگا۔ اگر اُسے شرکت منظور ہوتی تو خود عثمان کی مدد کو وہ مدینہ کو چلا جاتا۔ تم یہاں آؤگے تو ناحق آپس میں فساد ہوگا۔ زبیر نے ان اشعار کو دیکھکر کہا یہ اشعار ضرور معاویہ نے لکھے ہیں جو ہم لوگ شام کی طرف نہ چلیں بصرہ کو جائیں تو اچھا ہے کیونکہ بصرہ میں زبیر کے اور قریب ہی کوفہ میں طلحہ کے ہواخواہ بہت ہیں (اعثم کوفی و طبری وغیرہ) +

(۱۷۱) **عایشہ ازواج رسول کو اپنے ہمراہ لیجانے کی کوشش کرتی ہیں** اس درمیان میں بی بی عایشہ نے چاہا کہ رسول صلعم کی دیگر ازواج کو بھی اس معاملہ میں اپنا شریک کریں چنانچہ پہلے ام سلمہ بنت ابو اُمیہ کے پاس گئیں جو حج کرنے مکہ آئی تہیں اور ابتک وہیں مقیم تہیں۔ اور کہا تم ازواج رسول میں خصوصیت اور امتیاز رکہتی ہو اور تمہاری شان کی رفعت اور مرتبہ کی عظمت سب لوگ جانتے ہیں۔ میں آپکی خدمت میں اس غرض سے حاضر ہوئی ہوں کہ خلیفۂ مرحوم امیر المومنین عثمان مظلوم شہید ہوئے ہیں لوگ انکا خون طلب کرتے ہیں میں ان لوگوں کے ساتھ بصرہ جاتی ہوں کہ قاتلان عثمان سے قصاص لوں اگر آپ بھی ہمارے ساتھ تشریف لیچلیں تو مناسب ہے۔ ام سلمہ نے تعجب و حیرت کرکے جواب دیا کہ اے دختر ابوبکر آج تو عثمان کا خون طلب کرتی ہے کل کی بات ہے تو ہی سب سے زیادہ اُس پر غضبناک تھی۔ سب لوگوں سے زیادہ اُس سے دشمنی کرتی تہی اُسکو سوائے نعثل کے دوسرے نام سے پکارتی نہ تہی۔ اور کہتی تہی لعن اللہ نعثلا و قتل اللہ نعثلا اور گالیاں دیتی تہی اور اُسے کافر بتاتی تہی اور آج اُسکو امیر المومنین اور خلیفہ مقتول و مظلوم کہتی ہے۔ اور اپنے کو اُسکا صاحب تعزیت بناتی ہے اور ایسے لوگوں سے موافقت کرتی ہے جو علی ابن ابیطالب پر خروج کرتے ہیں وہ علی جو رسول اللہ صلعم کا بھائی اور داماد اور فاطمہ زہرا کا شوہر ہے اور اہل روزگار میں مرتبہ خلافت و ریاست و وراثت اُسی کے لئے مسلم ہے۔ حالانکہ مدینہ کے تمام اصحاب مہاجر و انصار نے اُس سے بیعت کرکے اُسے مسلمانوں کا حاکم اور خلیفہ قبول کیا ہے۔ اور بہت فضائل و کمالات و خصائل و خصائص و حالات جناب علی ابن ابیطالب کے عایشہ سے بیان کئے دروازہ کے باہر عبد اللہ بن زبیر ام سلمہ کی یہ گفتگو سنکر بولے اے دختر ابو اُمیہ ہمیں پہلے ہی سے معلوم ہے کہ تو آل زبیر سے دشمنی رکہتی ہے + ام سلمہ نے اندر سے جواب دیا کہ طلحہ اور علی کی زندگی میں مہاجر و انصار تیرے باپ (زبیر) کی خلافت (پر راضی

ہو جائینگے - اور علی جو ہیں وہ بقول پیغمبرؐ ولی ہر مومن و مومنہ کے ہیں اگر تو نے یہ حدیث نہیں سنی تو اپنی خالہ عایشہ سے پوچھ لے کہ اُس نے بھی سنی ہے یا نہیں - اور بتحقیق مینے رسول اللہ صلعم کو یہ فرماتے سنا ہے کہ علی خلیفتی علیکم فی حیاتی وفی مماتی فمن عصاہ فقد عصانی (علی میرا خلیفہ ہے میری زندگی میں اور میرے مرنیکے بعد - جس نے اُسکی نافرمانی کی اُس نے میری نافرمانی کی) اے عایشہ کہہ تو تو نے رسول اللہ سے یہ حدیث نہیں سنی - عایشہ نے کہا بیشک مینے سنی ہے پھر ام سلمہ نے ازروئے نصیحت و خیر خواہی کہا کہ اے عایشہ اُس امر میں جس سے رسول اللہ نے تجھے ڈرایا ہے اپنے دل میں خدا کا خوف کر - اے عایشہ میں تجھے قسم دیتی ہوں کیا تو نے رسول اللہ صلعم کو یہ فرماتے نہیں سنا - تھوڑے دنوں بعد اُس پانی کے کتے جسے حوابؔ کہتے ہیں میری ایک بی بی پر بھونکیں گے - اور میری وہ بی بی ایک باغی گروہ کے درمیان ہوگی" یہ سنکر میرے ہاتھ میں ایک برتن تھا وہ مارے خوف کے چھوٹ پڑا تھا - رسول اللہ نے میری یہ حالت دیکھکر فرمایا اے ام سلمہ تجھے کیا ہو گیا مینے عرض کیا کہ یا رسول اللہ یہ خبر سنکر میرے حواس جاتے رہے - آنحضرت مسکرائے اور پھر عایشہ تیری طرف مخاطب ہوکر فرمایا کہ "اے حمیراؔ مجھے گمان ہے کہ وہ عورت تو ہوگی" - عایشہ نے کہا تم سچ کہتی ہو یوں ہی ہوا تھا - پھر ام سلمہ نے کہا کہ اے عایشہ طلحہ اور زبیر کے فریب میں نہ آ - اور گمان نکر کہ اگر وبال و نکال خدا اس کام کے مرتکب ہونیسے تجھ پر نازل ہوگا تو یہ دونوں اُسے دفع کر سکیں گے - پس عایشہ نے بصرہ جانیکا ارادہ فسخ کر دیا اور ام سلمہ کے پاس سے چلی آئیں - عبد اللہ بن زبیر نے جو عایشہ کا بھانجہ اور متبنے تھا اور عایشہ اُسے بہت چاہتی تھیں اس معاملہ کی خبر پاکر عایشہ سے کہا کہ اگر اس سفر میں تم میرے ساتھ نہ چلوگی تو میں اپنے تئیں ہلاک کر ڈالونگا یا سر و پا برہنہ کہیں صحرا و بیابان کو نکل جاؤنگا اور دیوانہ وار اپنے کو درندوں میں ڈالدونگا اور اتنا مکر و حیلہ کا جال پھیلایا کہ بار دیگر عایشہ نے پختہ ارادہ کر لیا اور مخالفان مرتضیٰ کے ساتھ بصرہ کو روانہ ہو گئیں (روضۃ الا[حباب] باب جیبیہ [illegible])

روانگی سے پہلے ایک شخص کو حفصہ بنت عمر کے پاس بھی جناب عایشہ نے بھیجا اور سفر میں انہیں ہمراہ چلنے کی درخواست کی - بی بی حفصہ رضامند ہو گئی تھیں مگر اُنکے بھائی عبد اللہ بن عمر نے اس کام سے اُنکو روکدیا - غرض کسی بی بی نے اُنکی رفاقت کی حامی نہ بھری (المرتضیٰ - روضۃ الاحباب - اعثم کوفی) +

(۱۸) مخالفین علی کا بصرہ کو روانہ ہونا روانگی سے پہلے مکہ میں منادی کرائی گئی کہ بی بی عایشہ طلحہ اور زبیر سب ملکے عثمان کا قصاص لینے کے واسطے بصرہ جاتے ہیں جو شخص اسلام کا مددگار اور خون عثمان کا طلبگار رہے وہ تیار ہو جائے چنانچہ ایک ہزار آدمی جن میں چھ سو اونٹوں پر اور چار سو گھوڑوں پر سوار تھے بصرہ کی طرف روانہ ہوئے - راستہ میں اور لوگوں کے ملنے سے تعداد تین ہزار ہو گئی کہتے ہیں کہ ان دنوں مغیرہ بن شعبہ مکہ ہی میں تھا طلحہ اور زبیر نے اُسکو بھی جبراً اپنے ساتھ لیا - جب مکہ سے ایک منزل مقام ذات العرق پر پہنچے مغیرہؔ نے خلوت میں طلحہ سے پوچھا کہ اگر تم لوگ

ــــ حمیرا جسکا ترجمہ اُردو میں لال یا للو ہے رسول اللہ صلعم حضرت عایشہ کو پیار سے کہا کرتے تھے کیونکہ اُنکے رخساروں کا رنگ سرخ تھا -

ــــ عسکرؔ نامی اونٹ (اہل جمل) کا جھنڈا لگا گیا تھا اور اسی پر ایک کاٹھ کا ہودج چمڑے اور لوہے سے منڈھ کر باندھا گیا تھا جس میں بروایت ابن قتیبہ آنکھوں کے واسطے صرف دو سوراخ رکھے گئے تھے ان میں حضرت عایشہ کو بٹھایا گیا تھا - اسی وجہ سے اس لڑائی کو جو حضرت عایشہ عسکر اونٹ پر سوار ہوکر علی سے لڑیں جنگ جمل کہتے ہیں کیونکہ عربی میں جمل اونٹ کو کہتے ہیں + ــــ تاریخ طبری میں ہے کہ ذات عرق پر سعید بن العاص مروان اور اُسکے ساتھیوں سے ملا اور کہا کیوں اپنے نفسوں کو ہلاک کرتے ہو اور طلحہ اور زبیر سے خلوت میں پوچھا بصورت کامیابی خلیفہ کون ہوگا کہا ہم دونوں میں سے جسے لوگ پسند کریں - سعید نے کہا عثمان کے بیٹے خلیفہ ہونے چاہئیں جن کے خون کا انتقام لینے تم اُٹھے ہو جواب دیا شیوخ مہاجرین کو چھوڑکر اُنکے بچوں کو خلیفہ بنائیں - سعید نے کہا پھر میں تو بنی عبد مناف سے خلافت نکالنے میں سعی نکروں گا - یہ کہکر سعید (دیکھو صفحہ ۱۷۵)

اس جنگ میں فتحیاب ہوئے تو خلیفہ کون ہوگا طلحہ نے کہا کہ میں یا زبیر دونوں میں سے جسے مسلمان پسند کریں۔ مغیرہ نے کہا کہ یہ تو ٹھیک نہیں۔ عثمان کے دو بیٹے آبان اور ولید تمہارے ساتھ ہیں اُن میں سے ایک کو خلیفہ بنانا مناسب ہوگا کیونکہ تم طلب خون عثمان کے بہانہ سے لڑتے ہو۔ اگر تم خلیفہ بنجاؤ گے تو لوگ کہیں گے کہ اُنہوں نے طلب جاہ و منصب کے واسطے جنگ کی تھی۔ صاحب مستقصیٰ لکھتے ہیں کہ سعید بن عاص بن ابی احیحہ کہ برائے مکہ اور مہاجرین اولین سے تھا ایک تیز اونٹ پر سوار طلحہ زبیر اور عائشہ کے لشکر میں آیا (بروایت ابن قتیبہ مغیرہ بن شعبہ بھی ساتھ تھا) اور عائشہ سے پوچھا کہ اے ام المومنین کدھر کا ارادہ ہے۔ عائشہ نے کہا طلب خون عثمان میں بصرہ جاتی ہوں۔ سعید نے کہا کہ قاتلان عثمان تو اسی لشکر کے سردار ہیں جو آپ کے ساتھ ہے اور طلحہ و زبیر قتل عثمان میں ساعی ہوئے تھے۔ اور اپنے واسطے خلافت و امارت کے خواہاں تھے۔ جب اُنکا مطلب حاصل نہ ہوا تو کہتے ہیں کہ ہم عثمان کے خون کا عوض لیتے ہیں۔ اور مغیرہ بن شعبہ نے لشکر میں کھڑے ہو کر کہا کہ اے لوگو! اگر تم ام المومنین کے کہنے سے گھر بار چھوڑ کر اُسکے ساتھ چلے آئے ہو تو تمہارا اور اُسکے لیئے یہی بہتر ہے کہ اُلٹے چلے جاؤ اور اگر درحقیقت تمہیں یہی جوش ہے کہ عثمان کے قاتلوں سے انتقام لو تو جان لو کہ عثمان کے قاتل تمہارے ہی سردار اور رئیس ہیں۔ اور اگر تم علی بن ابی طالب کی خلافت سے ناراض ہو تو اس کا باعث اور سبب بیان کرو۔ میں تمہیں قسم دیتا ہوں کہ ایک سال میں دو فتنے برپا نکرو (قتل عثمان اور علی سے لڑنا) پس سعید اور مغیرہ دونوں راستے سے پھر گئے۔ سعید یمن کو اور مغیرہ طائف کو چلا گیا۔ حرب جمل و صفین دونوں میں شریک نہ ہوئے (روضۃ الاحباب۔ امامۃ والسیاستہ۔ کامل ابن اثیر) اہل جمل ذات عرق سے آگے بڑھے راستہ میں حضرت عائشہ نے عبدالرحمن بن عتاب بن اُسید کو اور بروایتے عبداللہ بن زبیر کو نماز پڑھانے کی خدمت سپرد کی۔ اور بصرہ تک یہی وہی نماز پڑھاتے رہے (طبری)۔

(۱۹) **علی کو اہل جمل کی روانگی کی خبر پہنچتی ہے** ادہر تو یہ لوگ مکہ سے بصرہ کی طرف روانہ ہوئے اور اُدہر ام المومنین ام سلمہ نے حضرت علی کو اس مضمون کا ایک خط لکھا کہ طلحہ اور زبیر اور اُنکے بیٹے محمد بن طلحہ اور عبداللہ بن زبیر جو گروہ ضلالت اور فرقہ جہالت سے ہیں مکہ سے باہر گئے ہیں اور عبداللہ بن عامر بھی انکے ساتھ ہے اور طلب خون عثمان کے بہانہ سے درحقیقت خواہان خلافت و حکومت ہیں خدا اُنکے واسطے کافی ہے اور اُنکو مبتلائے بلا کریگا بخدا سوگند اگر خدا اور اُس کے رسول نے عورتوں کو اپنے گھروں سے نکلنے کی ممانعت نہ کی ہوتی اور رسول خدا صلعم نے اپنی وفات کے وقت وصیت نکی ہوتی تو میں تمہارے لشکر میں تمہارے ساتھ ہوتی لیکن اب بھی میں اپنے قرۃ العین اور بروایتے اپنے گوشت پوست کو جو مجھے سب سے زیادہ عزیز ہے جو ولائے محبت پیغمبر اور ولائے محبت حیدر صفدر میں درجۂ کمال رکھتا ہے اور جس نے رسول اللہ صلعم کے دامن عاطفت و رافت میں تربیت پائی ہے یعنے اپنے بیٹے عمر بن ابی سلمہ کو آپ کی خدمت میں بھیجتی ہوں کہ آپ کی رکاب دولت مآب میں حاضر رہے اور آپ کے دشمنوں سے لڑے۔ پس عمر بن ابی سلمہ خدمت بابرکت امیرالمومنین میں حاضر ہوئے اور اپنی والدہ کا رقعہ پیش کیا حضرت نے بڑی خاطر اور عزت کی۔ عمر حضرت کے ساتھ رہے پھر حضرت نے اُنکو بحرین کا عامل مقرر کر دیا تھا۔ عمر بن ابی سلمہ علم و فضل و عبادت و عقل و سعادت و طیب طینت اور صفائے صورت و سیرت اور حسن خصال و فصاحت و بلاغت و شاعری میں درجہ کمال رکھتے تھے (روضۃ الاحباب و اعثم کوفی)۔

(بقیہ نوٹ صفحہ ۱۷۴) اور عبداللہ بن خالد بن اُسید واپس ہوئے مغیرہ بن شعبہ نے کہا میری بھی وہی رائے ہے جو سعید کی یہ کہکر وہ بھی جو ثقیف نے کو لیکر واپس پھر گیا۔ اور اہل جمل آبان اور ولید ابنا عثمان کو ہمراہ لئے ہوئے بصرہ کی طرف آگے بڑھے ہے لے بروایت طبری خود مالکر کہا۔

میمونہ زوجۂ رسول کی بہن ام الفضل زوجۂ عباس مادر عبداللہ بن عباس نے بھی مکہ سے ایک خط میں علی کو لکھا کہ عائشہ۔ طلحہ اور زبیر وغیرہ مکہ سے تسخیر بصرہ کے ارادہ سے روانہ ہوتے ہیں۔ اور لوگوں کو مقاتلہ و محاربہ پر ترغیب و تحریض دیکر ساتھ لیا ہے صاحبان غرض اُنکے ساتھ ہوئے ہیں۔ یہ مکتوب لکھکر قبیلۂ جہینہ کے ایک مرد ظفر نام کو جو بڑا عقیل فصیح و بلیغ تہا یہ مکتوب دیکر کہا بتعجیل تعجیل یہ خط علی کو پہنچا دے اگر تیرا اونٹ مر بھی جائیگا تو اُسکی قیمت میں دونگی اور لے یہ سو اشرفیاں تجھکو پیشگی دیتی ہوں۔ پس اس قاصد نے نہایت جلد وہ مکتوب جناب علی تک پہنچایا وہ حضرت اس خبر کو پہلے ہی سن چکے تہے۔ اور لوگ حضرت کے ساتھ بصرہ چلنے کو جمع ہوگئے تھے۔ علی نے وہ مکتوب پڑھکر محمد بن ابی بکر سے کہا دیکھو تمہاری بہن کیا کیا کر رہی ہے۔ خدا نے تو حکم دیا کہ اپنے گھر میں رہے اور باہر نہ نکلے اور اپنے تئیں لوگوں کو نہ دکھائے۔ اُس نے خلاف حکم خدا و رسول باہر نکلکر اہل شقاق سے اتفاق کیا ہے اور میرے لوگوں کو متفرق کرتی اور مجھ سے خون عثمان طلب کرتی ہے۔ اس غرض سے کہ مجھ سے مقاتلہ و محاربہ کرے۔ محمد بن ابو بکر نے کہا الحق یعلو ولا یعلی آپ حق پر ہیں آپ ہی ظفریاب ہوں گے ان لوگوں کے اجتماع سے کچھ نہ ہوگا۔ (روضۃ الاحباب۔ اعثم کوفی) ✦

(۴۰) **علی مدینہ سے روانہ ہوتے ہیں** ایرونگ لکھتا ہے کہ جب علی کو عائشہ کی روانگی بصرہ کا حال معلوم ہوا تو مسجد نبوی میں لوگوں کو جمع کرکے خطبہ دیا اور باغیوں کے مقابلہ کے لئے لوگوں کو ترغیب دی مگر اُنکی فصاحت و بلاغت کا کوئی نتیجہ نہ نکلا لوگ بے پروا بنے ہوئے بیٹھے رہے بعض کو خانہ جنگی کا اندیشہ ہوا اور بعض کو ام المؤمنین کے مقابلہ میں تلوار اُٹھانی گوارا نہ ہوئی۔ بعض کو قتل عثمان کی تہمت کا کچھ کچھ یقین آگیا کہ شاید علی بھی حقیقت میں شریک ہوں (جیسا کہ مخالفین نے مشہور کر دیا تہا) آخر جب زیاد بن حنظلہ اور ابو قتادہ (اور بروایت طبری و ابن خلدون ابو الہیثم اور خزیمہ بن ثابت انصاری بھی) امداد علی کے لئے اُٹھ کھڑے ہوئے تو اُنکی دیکھا دیکھی بعض اور اہل مدینہ بھی نصرت علی کے لئے مستعد اور آمادہ ہوگئے[لہ]۔ پس آخر ماہ ربیع الثانی ۳۶ھ میں جناب علی مدینہ پر تمام بن عباس و سہل بن حُنیف کو اور قثم بن عباس کو اپنا نائب چھوڑ کر بصرہ کی طرف روانہ ہوئے (طبری۔ ابن خلدون) ✦ اس میں مورخین کو اختلاف ہے کہ وہ جناب مدینہ سے کسقدر آدمی لیکر روانہ ہوئے صاحب عقد الفرید نے لکھا ہے کہ چار ہزار اہل مدینہ ساتھ تھے جن میں آٹھ سو انصار اور چار سو بیعت کنندگان رضوان تھے۔ ابن خلدون لکھتا ہے کہ کوفیوں اور مصریوں کے ۹ سو آدمی بھی حضرت کے ساتھ روانہ ہوئے روضۃ الصفا میں ہے کہ صرف ۹ سو آدمی ساتھ لیکر روانہ ہوئے۔ ابن اثیر لکھتا ہے کہ ان لوگوں میں صرف ۹ سو کوفی اور مصری تھے ✦

ابو الفدا کہتا ہے کہ تمام بن عباس کو مدینہ کا عامل مقرر کرکے چار ہزار فوج کے ساتھ جو روانگی شام کے واسطے فراہم کی تہی۔ اور اُن میں چار سو بیعت کنندگان رضوان اور ۸ سو انصار تھے۔ ربیع الآخر ۳۶ھ میں حضرت علی مدینہ سے روانہ ہوئے۔ مسعودی لکھتا ہے کہ مدینہ میں سہل بن حُنیف انصاری کو نائب چھوڑ کر سات سو سواروں کے ساتھ روانہ ہوئے۔ جنمیں چار سو مہاجر و انصار تھے کہ ۷۰ اُنمیں سے بدری تہے اور باقی دیگر صحابہ۔ طبری نے لکھا ہے کہ سات سو کوفی اور مصری ساتھ ہوئے[لہ]۔ ربذہ آکر مقام کیا تو اہل مدینہ سے خزیمہ بن ثابت

[لہ] طبری میں ہے کہ جب اہل مدینہ کو عائشہ طلحہ و زبیر کے مقابلے کے لئے طلب کیا تو وہ لوگ سست ہوگئے اور کسی نے منظور نہ کیا۔ علی نے پے در پے تین دن خطبہ دیا اور دعائے بیعت نصرت کی درخواست کی تو تیسرے دن انصار جو موجود تھے مدد کو کھڑے ہوگئے[لہ] طبری دوسری جگہ لکھتا ہے کہ کل ۷ سو آدمی لیکر روانہ ہوئے منزل ذوقار میں ۷ ہزار کوفہ سے آئے اور گرد و نواح سے ۴ ہزار یا ۶ ہزار اور جمع ہوئے ✦

اور بہت سے انصار آملے اور چھ سو سوار بنی طے کے آکر ہمراہ ہوئے۔ کامل اور تاریخ طبری میں ہے کہ صرف ۶ یا ۷ بدریوں نے حضرت کا ساتھ دیا۔ طبری فارسی میں ہے کہ سہل بن حنیف کو مدینہ میں اپنا نائب چھوڑ کر ۷ سو آدمی لیکر طلحہ و زبیر کے روکنے کو روانہ ہوئے۔ راستہ میں بنی طے۔ بنی اسد اور بنی بکر بن وائل کے لوگ ہمراہ ہو لئے ۔

ابن اثیر۔ صاحب عقد الفرید اور ابو الفدا کے موافق حضرت علی نے محمد بن حنفیہ علم بردار مقرر کیا میمنہ پر امام حسن کو میسرہ پر امام حسین کو سواروں پر عمار یاسر کو پیادوں پر محمد بن ابی بکر کو مامور کیا۔ مقدمہ کے سردار عبد اللہ بن عباس تھے۔ امیر المومنین سے اہل مدینہ ایسی بیرخی سے پیش آئے تھے کہ جس وقت مدینہ سے روانہ ہوئے تو اہل مدینہ سے انکی نافرمانی کی وجہ سے اسقدر آزردہ خاطر تھے کہ ارادہ کر لیا تھا کہ اب مدینہ واپس نہ آونگا۔ بلکہ اس معاملہ کے بعد مکہ یا کوفہ کی سکونت اختیار کرونگا۔ غرض مکہ سے چلکر ربذہ میں پہنچے تو معلوم ہوا کہ اہل جمل اسقدر آگے نکل گئے ہیں کہ انکو راستہ میں لینا محال ہے۔ حضرت نے وہاں قیام کیا اور محمد بن ابی بکر اور محمد بن جعفر کو ابو موسی اشعری کے پاس کوفہ اس مضمون کا خط دیکر بھیجا کہ کوفہ سے فوج روانہ کرے۔ لیکن ایک تو ابو موسی حضرت علی سے اسوجہ سے دشمنی رکھتا تھا کہ پہلے اس کی معزولی کا حکم صادر کیا تھا اور بروایت طبری خود بھی علی کو خون عثمان سے متہم کرتا تھا اگرچہ دشمنی کو پوشیدہ رکھتا اور ظاہر اطاعت کرتا تھا۔ دوسرے عایشہ کی یہ تحریر اسسے پہلے وصول ہو چکی تھی کہ اہل کوفہ کو علی کی معاونت سے باز رکھے۔ اس سبب سے اس نے اہل کوفہ کو سمجھا دیا کہ علی کی نصرت سے انکار کردیں[1]۔ جب ربذہ سے روانہ ہو کر حضرت نے مقام ذی قار میں جو کوفہ اور واسط کے درمیان واقع ہے فوج جمع کرنے کے واسطے قیام کیا[2]۔ اور محمد بن جعفر اور محمد بن ابی بکر نے واپس آکر حضرت علی سے ابو موسی کی شدت عداوت کا حال بیان کیا۔ تو حضرت نے امام حسن اور عمار یاسر کو روانہ کیا اور قرظہ بن کعب انصاری کو کوفہ کا امیر نامزد کر کے روانہ کیا۔ اور اسکے ہاتھ لکھ بھیجا کہ ہمنے تجھے موقوف کیا ذلت و رسوائی کے ساتھ علیحدہ ہو جا۔ ورنہ ٹکڑے اڑا دیے جائینگے (ابن اثیر) کوفی امام حسن سے نہایت تعظیم و تکریم سے پیش آئے حضرت نے مسجد جامع میں لوگوں کو جمع کیا ابو موسی منبر پر آگیا اور امام حسن کے روبرو لوگوں کو نصرت علی سے روکا۔ امام حسن اور عمار یاسر۔ قعقاع بن عمر۔ صعصعہ بن صوحان وغیرہ محبان علی نے تلواریں کھینچ لیں اور حضرت علی کی مدد نہ کرنے پر ابو موسی کو بہت جھڑکا۔ اور کہا کہ اگر تو امام برحق کی اطاعت نہیں کرتا تو منبر سے تجھے کوئی علاقہ نہیں۔ ابو موسی شرمندہ ہو کر نیچے اتر آیا۔ اور کہا مجھے تو عایشہ نے منع کیا تھا کہ کوفیوں کو کوفہ کے باہر نہ جانے دینا۔ اور ہلاکت میں نہ پڑنے دینا۔ عمار یاسر نے کہا عایشہ کو اور حکم ہے اور ہمکو اور حکم ہے۔ عایشہ کو خدا تعالی کا حکم ہے کہ اسی گھر میں رہے جس میں رسول اللہ اسے بٹھا گئے ہیں۔ اس سے ہرگز باہر نہ نکلے اور ہمکو حکم ہے کہ ہم مقاتلہ کر کے فتنہ کو فرو کریں۔ اسکے بعد امام حسن نے منبر پر جا کر اپنے وعظ و نصیحت سے کوفیوں کو حضرت علی کی امداد پر آمادہ کر لیا۔ جب مسجد میں یہ کچھ ہو رہا تھا۔ مالک اشتر حضرت علی سے اجازت لیکر کوفہ میں آئے اور آتے ہی قصر امارت پر جا کر ابو موسی کے نوکروں کو گرز مار مار کر دار الامارہ سے نکال دیا۔ غلاموں نے آکر مسجد میں ابو موسی کو خبر دی ابو موسی دوڑا ہوا گیا۔ بروایت طبری مالک اشتر نے اسے دیکھا کہا کہ اے منافق ابھی دار الامارہ کو خالی کر دے۔ اور اسکا مال و اسباب پھکوانا شروع کیا۔ کوفی بھی جمع ہو گئے لوٹنے لگے مگر مالک اشتر نے منع کر دیا (ابن اثیر و ابن خلدون) آخر ایک دن کی مہلت لیکر دوسرے دن ابو موسی نے کہیں اور جگہ مکان تلاش کر لیا

---

[1] بروایت طبری ابو موسی نے یہ جواب دیا کہ جبتک عثمان کے قاتلوں میں سے ایک بھی باقی رہیگا ہم (علی کے ساتھ ہو کر) نہیں لڑینگے اور اہل کوفہ سے کہا اگر دین کی خیر چاہتے ہو تو ہرگز (علی کی مدد کو) کوفہ سے نہ نکلنا۔

[2] ذی قار پہنچتے پہنچتے علی مرتضی کے پاس دس ہزار آدمی ہو گئے تھے۔ اور کوفہ وغیرہ سے فوج آنے کے بعد ۲۰ ہزار ہو گئے (طبری) ۔

امام حسن کے خطبہ سے موثر ہو کر کوفیوں نے سامان مہیا کیا اور تین دن کے بعد ۷ ہزار کوفی امام حسن کے ساتھ منزل ذی قار میں حضرت علی کے پاس پہنچے (روضۃ الاحباب وحبیب السیر)
صاحب روضۃ الصفا لکھتے ہیں کہ ۷ ہزار کوفی امام حسن کے ساتھ اور پھر اسکے تین دن بعد ۱۲ ہزار کوفی مالک اشتر کے ساتھ ذی قار پہنچے۔ کامل میں کل ۸ ہزار یا ۱۲ ہزار اور کفایت الطالب میں کل گیارہ ہزار ۸ سو کوفیوں کی تعداد لکھی ہے۔ اعثم کوفی نے ۹ ہزار دو سو لکھے ہیں۔ اور طبری نے ۹ ہزار اور ۱۲ ہزار دونو روایتیں لکھی ہیں +
نہج البلاغہ میں ہے عبداللہ بن عباس کہتے ہیں کہ (جب حضرت ذی قار میں مقیم تھے) میں ایک دن حضرت کی خدمت میں حاضر ہوا دیکھتا کیا ہوں کہ حضرت اپنی نعلین میں پیوند لگا رہے ہیں۔ میری طرف دیکھکر فرمایا اے ابن عباس بھلا اس جوتی کی کیا قیمت ہے میں نے عرض کی کچھ بھی نہیں۔ اسکی قیمت ہی کیا ہو سکتی ہے۔ فرمایا قسم خدا کی اے ابن عباس تمہارے اس حکومت اور سلطنت سے مجھے اپنی یہ جوتی زیادہ عزیز ہے مگر کیا کروں میں حق کو قایم کرنے اور باطل کو دفع کرنے کے لئے کھڑا ہوا ہوں +

(۲۱) اویس قرنی کی بیعت عبداللہ بن عباس کہتے ہیں کہ ہم موضع ذی قار[۱] میں تھے کہ کوفہ اور علاقہ کوفہ کا لشکر آنے لگا۔ جناب امیر نے فرمایا آج ہماری فوج پوری بیس ہزار ہو جائیگی۔ مجھے شبہ رہا۔ جناب امیر میرے شک کو سمجھ گئے اور فرمایا دو نیزے گاڑ دو۔ جو کوئی ہماری مدد کو آئے ان نیزوں میں سے ہو کر گذرے اور حکم دیا کہ گنتے جاؤ۔ جب مغرب کا وقت ہوا تو ۲۰ ہزار سے ایک کم رہا۔ گننے والے نے عرض کیا کہ ایک کم رہا۔ حضرت نے فرمایا کہ گنتی پوری کرنے والا ہی آتا ہے۔ تھوڑی دیر کے بعد کیا دیکھتے ہیں کہ ایک شخص پیادہ اپنا زادراہ کمر سے باندھے پانی کی ڈولچی گلے میں ڈالے چلا آتا ہے۔ ضعیف ونحیف ہے رنگ زرد ہے۔ حضرت کے پاس آکر سلام کیا حضرت نے نام وقبیلہ پوچھا۔ اویس قرنی نام بتایا۔ اور جناب امیر سے بیعت کی درخواست کی حضرت نے فرمایا کس بات پر بیعت کرتا ہے عرض کیا کہ آپ کی نصرت و یاوری میں کبھی کوتاہی نکرونگا۔ اور اپنا سر گیند کی طرح آپ کی قدموں میں ڈالونگا۔ یہ کہکر بیعت کی۔ اسکے بعد امیرالمومنین نے باغیوں کے مقابلہ کے واسطے بصرہ کی طرف کوچ کیا (روضۃ الاحباب)
کفایۃ الطالب میں ہے اور مسعودی اور ابن اثیر نے لکھا ہے کہ حضرت علی نے ذی قار سے طلحہ زبیر اور عایشہ کو بھی خطوط لکھے تھے انکے جواب بھی ذی قار میں وصول ہوئے۔ وہ خطوط اور انکے جواب ہم روضۃ الاحباب سے نقل کرتے ہیں +

(۲۲) علی کا خط طلحہ وزبیر کے نام پہلے تم لوگوں نے اپنی خوشی میری بیعت کی اور پھر اغراض فاسدہ کی وجہ سے نقض بیعت کرکے خروج کیا اگر تمہاری رضا مندی نہ چاہتا تو زبردستی کس نے کی تھی۔ قتل عثمان کو جو تم میری طرف منسوب کرتے ہو یہ محض افترا اور بہتان ہے اور دانا اسبات کو خوب سمجھتے ہیں۔ طلب خون عثمان کو جو تم نے اس مہم کا ذریعہ قرار دیا ہے یہ بھی ٹھیک نہیں کیونکہ اُسکے بیٹے موجود ہیں وہ عدالت میں آیئں اور قاتلوں پر شہادت پیش کریں تاکہ شریعت محمدی کے موافق حکم صادر کیا جائے۔ تمکو عثمان کے قاتلوں کا خواستگار ہونا اور قصاص کا دعویٰ کرنا کسی طرح نہیں پہنچتا۔ تم میں سے ایک قبیلہ بنی تیم سے ہے اور دوسرا ہاشم کے چچا عبدالعزیٰ کی اولاد سے (خدیجۃ الکبریٰ کا بھتیجا ہے) اور عثمان بنی اُمیہ سے تھا۔ علاوہ اسکے اپنی بیویوں کو تو تم نے اپنے اپنے گھروں میں رکھا ہے اور رسول اللہ کی بیوی کو جس کو اپنے گھر سے نکلنے کا حکم نہیں ہے گھر سے نکالکر جابجا پھرا رہے ہو یہ سب سے بڑا کام ہے خدا تعالیٰ تمہیں اس کردار کی جزا دے (روضۃ الاحباب وکفایت الطالب) +

[۱] کوفہ اور واسط کے درمیان بصرہ کے قریب ایک چشمہ اور مقام ہے +

(۴۳) مکتوب علی بنام عائشہ تمہارا گھر سے نکلنا خدا اور رسول کے حکم کے خلاف ہے۔ اور جس کام کی تم ذمہ دار بنی ہو شریعت نے تمکو اُس سے سبکدوش کیا ہے اور یہ کام کسی طرح تمہارے مناسب نہیں۔ تم اپنے ذہن میں یہ سمجھے ہوئے ہو کہ میں مسلمانوں کی حالت کی درستی کر رہی ہوں۔ حالانکہ فی الواقع تمہاری اس کارروائی سے زیادہ بگاڑ ہوتا جاتا ہے۔ عثمان کے خون کا طالب ہونا تمکو کسی طرح نہیں پہنچتا۔ عثمان ایک مرد بنی اُمیہ سے تھا اور تم ایک ضعیفہ خاندان بنی تیم سے ہو۔ تم اس بات کو نہیں سمجھتیں کہ یہ جو کچھ ہو رہا ہے تمہارے واسطے باعث فتنہ ہے۔ اور عثمان کے خون سے اسکا وبال زیادہ ہے خدا سے ڈرو اور اپنے گھر میں جا کر بیٹھو (روضۃ الاحباب)

(۴۴) ان خطوط کا جواب طلحہ و زبیر نے زبانی کہلا بھیجا کہ ہم آپ کی اطاعت ہرگز نکرینگے۔ آپ کا جو جی چاہے کیجیے اور عائشہ نے لکھکر بھیجا کہ "اب تو معاملہ عتاب کی حد سے گذر گیا"۔
بلکہ عبداللہ بن زبیر نے قاصد کے سامنے بھری مجلس میں کہا کہ علی ابن ابیطالب وہ شخص ہے جس نے تمہاری خلیفہ عثمان کو مارا اور اب تمہارے ساتھیوں کو بہکانے اور ہتیار چھیننے کو آیا ہے تمہیں واجب ہے کہ اپنے خلیفہ مقتول کے انتقام کیواسطے کوشش کرو (روضۃ الاحباب)۔

(۴۵) ان جوابات پر امام حسن کا خطبہ جب علی مرتضیٰ کو خبر ملی کہ عبداللہ بن زبیر نے مجھکو برا بھلا کہا ہے اور قتل عثمان سے متہم کیا ہے تو امام حسن سے فرمایا تم ہی خطبہ دو۔ مگر کسیکو برا بھلا نہ کہنا۔ پس حسن کھڑے ہوئے اور فرمایا عبداللہ بن زبیر علی کو قاتل عثمان بتاتا ہے حالانکہ تمام مہاجر و انصار کو معلوم ہے کہ زبیر عثمان کی زندگی میں عثمان کی عیب جوئی کیا کرتا تھا۔ اور اُنکو معائب قبیحہ سے منسوب کرتا تھا۔ اور طلحہ بھی قتل عثمان سے پہلے غوغائیوں کے ساتھ تھا اور عثمان سے بیزاری اور تبرا کرتا تھا۔ اور اُس نے علی کو جو سب و شتم کیا ہے وہ ہم بھی کر سکتے ہیں اور لوگوں کے ذم و عیب گنوا سکتے ہیں ع کلاک مائیز بانسے و بیانئے وارد۔ مگر ہم اسکی پروا نہیں کرتے۔ رہا حضرت کا اہل بصرہ کی طرف آنا۔ پس اہل حق کو اہل باطل پر چڑھائی کرنا کوئی تعجب کی بات نہیں ہے۔ ہم لوگوں کی لڑائی مددگاران عثمان سے نہیں ہے۔ بلکہ ہماری جنگ مددگاران جمل سے ہے (روضۃ الاحباب)۔

(۴۶) عائشہ ماءِ حواَب پر پہلے لکھا جا چکا ہے کہ عائشہ پہلے مکہ سے بصرہ کی طرف روانہ ہو گئی تھیں۔ علی ربذہ میں پہنچے تھے تو معلوم ہوا تھا کہ اہل جمل اسقدر آگے پہنچ گئے ہیں کہ اُن تک راستہ میں جا پہنچنا ناممکن ہے۔ اسلئے چند روز ربذہ میں قیام کرکے ذی قار میں لشکر جمع کرنے کے واسطے مقام کیا تھا۔ عائشہ کو علی کے مکہ سے روانہ ہونے کی خبر ملی از بصرہ جاتے ہوئے راستہ میں معلوم ہوا تو اُنہوں نے حکم دیا کہ راستہ چھوڑ کر بے راہ کوچ کریں یہانتک کہ ایک چشمہ پر پہنچیں جسے حواَب کہتے ہیں وہاں کے کتے عائشہ کے اونٹ کو دیکھکر جمع ہوئے اور بھونکنے لگے عائشہ نے پوچھا اس چشمہ کا کیا نام ہے؟ لوگوں نے اور بروایت مسعودی عائشہ کے ساربان نے کہا اسے ماءِ حواَب کہتے ہیں۔ تب بی بی عائشہ نے بآواز بلند شور مچانا شروع کیا اور کہا انا للہ و انا الیہ راجعون میں نے رسول اللہ صلعم سے سنا ہے فرماتے تھے (اور اُسوقت آپکی تمام بی بیاں وہاں موجود تھیں) "مجھے گمان ہے کہ تم میں سے کوئی بی بی ایسی ہے کہ اُسپر حواَب کے کتے بھونکیں گے اے عائشہ خدا سے ڈرتی رہیو کہیں وہ عورت تو نہو۔ میں تو اب اُلٹی جاتی ہوں مجھے اُلٹا چلو یہ کہکر اپنا اونٹ بٹھا دیا اور ایک دن اور ایک رات وہ اونٹ وہیں بیٹھا رہا۔ اسپر عبداللہ بن زبیر نے کہا کہ اے ام المومنین قسم خدا کی اس چشمہ کا نام حواَب نہیں ہے۔ اور جس نے کہا ہے کہ یہ حواَب ہے غلط کہا ہے۔ اور اُس مقام کے پچاس ساکنین کو عائشہ کے پاس لاکر گواہی دلوائی کہ یہ ماءِ حواَب نہیں ہے۔ طبری فارسی میں ہے اور مسعودی اور ایروِنگ نے بھی لکھا ہے کہ خود طلحہ اور

زبیر نے کہا کہ یہ ماء حواب نہیں ہے اور اُنہوں نے جھوٹے گواہ بناکر پیش کئے۔ کہتے ہیں کہ یہ اول جھوٹی گواہی ہے جو اسلام میں واقع ہوئی۔ الغرض اُس چشمہ سے بہ تعجیل تمام گذر گئے۔ اور عائشہ کا اضطراب اُن لوگوں کی گواہی سے جاتا رہا (دیکھو روضۃ الاحباب۔ طبری فارسی مروج الذہب۔ مسعودی۔ ایرونگ)

(۲۷) عائشہ احنف بن قیس کو ملانے کی کوشش کرتی ہیں جب یہ لشکر بصرہ کے قریب پہنچا تو بی بی عائشہ نے مقام خریبہ میں چھاونی ڈالی اور احنف بن قیس کو بصرہ سے بلا بھیجا۔ احنف کی کنیت ابوالبحر تھی اور مقتدیان اہالی بصرہ سے تھے بڑے صالح حلیم۔ عالم اور عقیل تھے۔ احنف آئے تو عائشہ رضی نے کہا کہ عثمان ظلم سے شہید ہوئے اُن کے خون کے طلب کرنے میں تم ہماری مدد کرو۔ احنف نے کہا اے ام المومنین میں تم سے قسم دیکر پوچھتا ہوں کہ جس روز عثمان قریب بہلاکت تھے میں نے تمسے پوچھا تھا (اُسوقت طلحہ اور زبیر بھی تمہارے ساتھ تھے) کہ اگر عثمان مارے گئے تو میں کس سے بیعت کروں تو کیا تمنے نہیں کہا تھا کہ علی ابن ابیطالب سے بیعت کیجو۔ بی بی عائشہ نے جواب دیا ہاں اُسدن میں نے یہی کہا تھا مگر اسوقت ایسے معاملات درپیش ہیں جن کو میں تم سے بہتر سمجھتی ہوں احنف نے کہا قسم خدا کی میں ہرگز علی ابن ابیطالب سے مقابلہ نہیں کرونگا۔ حالانکہ رسولخدا نے روز عقد مواخات اُسے اپنے اہل بیت و اصحاب میں سے اپنی اخوت سے مخصوص اور ممتاز کیا ہے۔ وہ آنحضرت کا عمزاد بھائی اور اُسکا کرب و غم زائل کرنیوالا اور حضرت کی دختر نیک اختر کا شوہر اور سبطین رسول کا والد بزرگوار ہے۔ رسول اللہ صلعم کے صحابہ مہاجر و انصار نے اُسکو خلافت کے واسطے انسب و اولی اور احق سمجھا ہے۔ اسکے بعد مجلس عائشہ سے اُٹھ کر چلا آئے اور اپنے قبیلہ بنی تمیم سے چار ہزار اور بروایت روضۃ الصفا و کامل چھ ہزار آدمی جمع کرکے بصرہ سے دو فرسخ پر وادی السباع میں امیر المومنین کی تولا اور اُن کے دشمنوں سے تبرا کا دم بھرتے ہوئے قیام پذیر ہوئے (روضۃ الاحباب)

(۲۸) اہل جمل کا عثمان بن حنیف پر شب خون مارنا عثمان بن حنیف کو جو حضرت علی کی طرف سے بصرہ کا گورنر تھا جب عائشہ۔ طلحہ اور زبیر کی آمد کی خبر پہنچی تو عمران بن الحصین اور ابوالاسود دوئلی کی معرفت پچھوا بھیجا کہ آپ ادہر کس غرض سے آئی ہیں۔ عائشہ نے کہا کہ عثمان بیگناہ مارے گئے ہیں اُنکے خون کا بدلہ لینے آئی ہوں۔ ادہر تو یہ جواب بھیجا اور اُدہر بصرہ کی پر یڈ میں مقام مربد پر صف آرائی شروع کردی سپاہ ہودج کے گرد جمع ہوئی۔ طلحہ نے میمنہ اور زبیر نے میسرہ سنبھالا اُدہر سے عثمان بن حنیف بھی اپنی فوج لیکر مقابلہ کو نکلا۔ اور صف آرائی کردی تمام بصرہ کی خلقت اس معرکہ میں حاضر ہوئی طلحہ نے دونوں فوجوں کے درمیان کھڑے ہوکر عثمان کے طلب خون کی ترغیب و تحریص پر ایک خطبہ پڑہا اور اُنکے مناقب و فضائل بیان کئے پھر اسی مضمون کی تائید میں زبیر اور بی بی عائشہ نے تقریریں کیں۔

بصرہ والوں نے جب ان تینوں کی تقریریں سنیں تو اُنکے دو گروہ ہوگئے۔ بعض نے ان سے اتفاق رائے کیا اور امداد دینے کو

سلہ مروج الذہب مسعودی میں حربیہ لکھا ہے سلہ اور زید بن صوحان کو جو اکابر کوفہ سے تھے لکھا تھا اے میرے خالص بیٹے میرا خط پہنچتے ہی تم میری مدد کو روانہ ہو جاؤ اور اگر مدد کو نہ آؤ تو لوگوں کو علی کی نصرت سے باز رکھنا۔ زید بن صوحان نے جواب میں لکھا اے ام المومنین میں آپ کا خالص بیٹا ہوں اگر آپ اس امر سے کنارہ کشی کرکے اپنے گھر واپس چلی جائیں۔ ورنہ سب سے پہلا مخالف آپ کا میں ہی ہوں۔ اور کہا خدا ام المومنین پر رحم کرے۔ اُنہیں حکم دیا گیا کہ اپنے گھر سے نہ نکلیں اور ہمیں حکم دیا گیا کہ ہم قتال کریں۔ پس جس بات کا اُنہیں حکم دیا گیا تھا اُسکو خود تو اُنہوں نے ترک کیا اور ہم کو اُس کا حکم دیا۔ اور جس بات کا ہمیں حکم تھا وہ خود اُنہوں نے کی اور ہمیں اُس سے روکا (طبری)

آمادہ ہوگئے اور اکثروں نے یہ سمجھکر کہ ان کا اشارہ علی مرتضیٰ کی طرف ہی طلحہ اور زبیر سے تعرض کیا اور کہا جب یہ حال تھا تو تمنے علی مرتضیٰ کی بیعت کیوں کی تہی - پہلے بیعت کی اور اب خون عثمان کے بہانہ سے خلافت کی طمع میں مخالفت کر رہے ہو اور عثمان بن حنیف کے لشکر سے جاریہ بن قدامہ وغیرہ نے باواز بلند یہ بہی کہا کہ قسم خدا کی عثمان بن عفان کے مارے جانے سے یہ امر زیادہ سخت ہے کہ لوگوں نے حرم رسول خدا کو گھر سے نکالکر یہاں حاضر کیا ہے اور پھر بی بی عالیشہ کے ہودج کی طرف اشارہ کرکے کہا اگر تم آپ سے آئی ہو تو پہلے ہمیں تم سے محاربہ کرنا چاہئے - تاکہ تمکو تمہارے گھر واپس کریں - جو رسول خدا نے تمہارے واسطے پردہ عصمت مقرر کیا ہوا ہے - اور اگر یہ لوگ مکر و فریب سے تمکو لائے ہیں اور باطل کو بصورت حق تمہارے سامنے آراستہ کیا ہے تو پہر ہماری لڑائی ان سے ہے - اسکے بعد عثمان بن حنیف کی فوج میں سے ایک سردار حکیم بن جبلہ نامی نے بی بی عالیشہ کے لشکر پر حملہ کر دیا - اس حال میں اکثر اہل بصرہ طلحہ اور زبیر سے آملے - شام تک فریقین میں تیر اندازی - نیزہ بازی اور شمشیر زنی ہوتی رہی - دوسرے دن بہی نماز ظہر تک اسی طرح قتال ہوتا پہر حضرت عالیشہ نے قسمیں دیکر لڑائی بند کرادی اور کہا کہ ہم فتنہ فرو کرنے کے واسطے آئے ہیں مسلمانوں میں فتنہ انگیزی اور خونریزی کے واسطے نہیں آئے ہیں - پس صلح کا ہونا بہتر ہے - عثمان بن حنیف نے کہا میں تم سے صلح نہیں کر سکتا جبتک طلحہ اور زبیر کو اپنے سے علیحدہ نکر دو - کیونکہ انہوں نے نکث بیعت کیا ہے +

طبری لکہتا ہے اسپر عالیشہ نے کہا کہ مدینہ ایک قاصد کو بہیجکر جو فریقین کا امین ہو دریافت کرالیا جائے اگر طلحہ اور زبیر سے جبراً بیعت لی گئی ہی تو عثمان بن حنیف بصرہ سے چلا جائے اور طلحہ و زبیر کے حوالہ کر دے اور اگر ان پر جبر نہیں کیا گیا ہے تو طلحہ اور زبیر یہاں سے چلے جائیں گے - جبتک قاصد مدینہ سے واپس آئے فریقین اپنے اپنے مقام پر رہیں - اور ایک دوسرے کے ساتھ کہیں مزاحمت و مداخلت نکریں - صلحنامہ لکہا گیا اور کعب بن سور کو مدینہ روانہ کیا گیا - کعب جمعہ کے دن مدینہ پہنچا لوگ اسکے پاس آکر جمع ہوئے - کعب نے لوگوں سے دریافت کیا کہ طلحہ اور زبیر کو بیعت علی پر مجبور کیا گیا تہا یا انہوں نے بخوشی آکر بیعت لی ہے - کسی نے کچھہ جواب ندیا - مگر اسامہ بن زید نے کہا قسم خدا کی انہوں نے مجبوراً بیعت کی ہے - پس تمام بن عباس کے حکم سے سہل بن حنیف اور دیگر اشخاص اسپر حملہ کرنے کے لئے جہپٹے لیکن اور لوگوں نے بچا لیا کہ قتل نہ ہو جائے - اور صہیب نے ہاتھ پکڑ کر اسے گھر پہنچا دیا - اور کعب واپس ہوا - اور طلحہ و زبیر نے اس اندیشہ سے کہ مبادا قاصد ہمارے خلاف جواب لائے ہر طرح حکام بصرہ و لوگوں سے سازش کر لیا تھا - حضرت علی کو جب مدینہ کے اس واقعہ کی خبر پہنچی تو فوراً عثمان بن حنیف کو لکہا کہ تمنے کمزوری کی واللہ طلحہ اور زبیر بیعت پر مجبور نہیں کئے گئے تھے - بلکہ انہوں نے لوگوں کو مجبور کیا ہے - حضرت علی کا یہ خط عثمان بن حنیف کو پہنچا اور ادہر سے کعب بن سور مدینہ سے واپس آپہنچا - اہل جمل نے عثمان بن حنیف سے کہا - یہاں سے نکلجاؤ - عثمان نے علی کے خط کی حجت پیش کی اور کہا کہ یہ صورت تو معاہدہ سے جدا اور بات ہی دوسری ہے - پس طلحہ اور زبیر نے ایک اندہیری رات کو جبکہ سردی اور ہوا بہت تہی لوگوں کو جمع کیا اور مسجد پر جا چڑہے - جبکہ نمازی نماز عشا کے لئے جمع ہوئے تہے انپر چہاپا مارا اور چالیس آدمیوں کو مسجد میں گھیر کر مار دیا - عثمان بن حنیف کو پکڑ کر عالیشہ کے پاس لائے - بروایت طبری و ایرونگ عالیشہ نے اسکے قتل کرنے کا حکم دیا - مگر چونکہ وہ انصاری تہا اور مدینہ میں اسکے خویش و اقارب بہت تہے بلکہ اسکا حقیقی بہائی سہل بن حنیف مدینہ کا گورنر تہا [1] - اسکے سر اور ڈاڑہی کے بال اور بہویں اور پلکیں سب نوچکر اور چالیس کوڑے لگواکر چہوڑ دیا - یہ حال سنکر حکیم [2] بن جبلہ عثمان بن حنیف کی مدد کو آیا

[1] اور بروایت طبری و ایرونگ ایک عورت کی سفارش پر عثمان کے قتل سے درگذر کیگئی [2] مسعودی لکہتا ہے کہ حکیم بن جبلہ بڑے عابد و زاہد تھے -

اور ایک سخت خونریز لڑائی کے بعد مع ستر مسلمانوں کے مارا گیا۔ مسعودی لکھتا ہے کہ عثمان بن حنیف کو گرفتار کرنے کے بعد طلحہ اور زبیر نے جب بیت المال پر قبضہ کرنا چاہا تو خزان و موکلین بیت المال مانع ہوئے یہ ستر آدمی تھے قتل کر دیے گئے۔ اور کچھ آدمی انکے علاوہ مجروح بھی ہوئے۔ انمیں سے پچاس کو قید کر کے حالت صبر میں قتل کیا گیا اور اسلام میں یہ اول لوگ ہیں جو ظلم سے حالت صبر میں مارے گئے ۔

بصرہ فتح کر کے بی بی عائشہ نے باشندگان کوفہ کو لکھا کہ علی مرتضی کی مدد نکریں اور اسی مضمون کے خط اہل یمامہ اور اہل مدینہ کو بھی لکھے۔ طلحہ اور زبیر نے بصرہ پر قبضہ کر کے بروایت طبری جو کچھ بیت المال بصرہ میں تھا لشکر پر تقسیم کرنا چاہا مگر پھر یہ صلاح ہوئی کہ اگر ایک دفعہ مال ملجائے گا تو لوگ ہماری طرف سے بے پروا ہو جائیں گے پس انکا روزینہ مقرر کر دیا اور عبدالرحمن بن ابی بکر کو بیت المال پر مقرر کیا اور معاویہ کو صورت حال سے اطلاع دی اور علی کے مقابلہ میں اُس سے مدد چاہی۔ اور بہت سے آدمیوں کو جو مدینہ آکر قتل عثمان میں شریک ہوئے تھے قتل کیا۔ بہت سے بھاگ کر جناب امیر کی خدمت میں حاضر ہوئے (روضۃ الصفا) طبری میں ہے کہ طلحہ اور زبیر نے معاویہ کو لکھا کہ ہمنے قاتلان عثمان سے بصرہ کو پاک کر دیا اب علی سے لڑتے ہیں تم ہماری مدد کرو اور اسی مضمون کا خط کوفیوں اہل یمامہ اور اہل مدینہ کو لکھا (دیکھو روضۃ الاحباب۔ روضۃ الصفا۔ الامامۃ والسیاستہ۔ کامل۔ مروج الذہب۔ المرتضی ایرونگ کی تاریخ الخلفاء) ۔ اہل جمل نے بصرہ ۲۵ ربیع الثانی ۳۶ھ کو فتح کیا۔ اسوقت عائشہ کو بصرہ آئے ہوئے ۲۶ دن ہوئے تھے (طبری) جب بصرہ فتح ہو گیا تو یہ گفتگو پیش ہوئی کہ امور مذہبی کے انجام دینے کے لئے امام بنیں چاہیے تو محمد نے اپنے باپ طلحہ اور عبداللہ نے اپنے باپ زبیر کو نامزد کیا جب عائشہ کو خبر پہنچی تو سمجھ گئیں کہ یہ ایک دوسرا ہی رنگ پیدا ہوا چاہتا ہے حکم دیا کہ عبدالرحمن بن اسید۔ عبداللہ بن زبیر اور محمد بن طلحہ باری باری سے نماز پڑھائیں (روضۃ الاحباب) مگر طبری میں ہے کہ عبداللہ بن زبیر کو نامزد کیا گیا ۔

(۲۹) عثمان بن حنیف علی کے پاس پہنچے | باغیوں نے عثمان بن حنیف پر یہ ظلم توڑے تو وہ روتے ہوئے مقام ذی قار میں علی کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اُنکی یہ حالت ہو گئی تھی کہ حضرت علی نے اُنکو پہچانا نہیں۔ جب اُنہوں نے جتایا کہ میں عثمان بن حنیف ہوں تو آپ نے فرمایا یہ تمہارا بڑھاپا جوانی سے کیونکر مبدل ہو گیا۔ عثمان نے اپنی تمام سرگزشت اور حکیم بن جبلہ کے مارے جانے کا حال بیان کیا۔ حضرت بہت رنجیدہ ہوئے۔ اور فرمایا خدا تمہیں اس کی عوض میں جزائے خیر دیگا۔ اور بہ تعجیل تمام بصرہ کی طرف روانہ ہوئے ۔

(۳۰) علی مستعد کارزار ہوتے ہیں | المرتضی کے لایق مصنف اور علامہ عباسی نے لکھا ہے کہ اگرچہ طلحہ زبیر اور بی بی عائشہ کے یہ حالات ہو رہے تھے۔ مگر علی مرتضی کو پھر بھی مسلمانوں کے مقابلہ میں تلوار اُٹھانا ناگوار تھا۔ اور یہی چاہتے تھے کہ کسیطرح صلح ہو جائے۔ یہ بار بار صلح کی گفتگو پیش کرتے لیکن کوئی سماعت نکرتا تھا۔ چنانچہ جب بصرہ کچھ ہی دور رہ گیا تو آپ نے قعقاع بن عمرو کو جو اصحاب رسول سے تھے پیغام دیکر بصرہ بھیجا کہ کسیطرح سخنان صلح آمیز سے لڑائی نہ ہونے دے اُنہوں نے طلحہ۔ زبیر اور عائشہ سے آکر پوچھا کہ تم لوگ یہاں کس غرض سے آئے ہو۔ سب نے کہا مسلمانوں کی بہتری کی غرض سے اور وہ قصاص عثمان ہے۔ قعقاع نے کہا جو طریق تمنے اختیار کیا ہے وہ تمہارے مدعا کے خلاف ہے غور تو کرو جس روز سے تم اس کام کے ذمہ دار ہوئے ہو کسقدر خونریزی ہو چکی ہے اور مقتولوں کے عزیز و اقارب تمہارے دشمن ہو گئے ہیں یہ بہتری کیونکر ہوئی۔ اس پر بی بی عائشہ نے کہا پھر کیا کرنا چاہیے۔ قعقاع نے جواب دیا [illegible] سے فرو کرنا چاہیے۔ سب نے کہا یہ عمدہ رائے ہے۔ عائشہ نے کہا اگر علی مرتضی آجائیں اور راضی

بات کو مان لیں تو معاملہ بسہولت طے ہو جائیگا - قعقاع نے واپس آکر یہ کیفیت علیؑ سے بیان کی آپ بہت خوش ہوئے اور قعقاع کی بہت تحسین کی - قعقاع کی واپسی سے پیشتر بصرہ کے سفیر[1] جو علی مرتضیٰ کے پاس آئے ہوئے تھے وہ بھی ہنسی خوشی معاملہ مصالحت میں کوفیوں سے متفق ہو گئے - اور امیرالمومنین کی بیعت کر لی - اور اپنی فوج میں آکر کہا کہ ہم نے علی ابن ابی طالب سے ایسی باتیں سنی ہیں جو نبیوں اور رسولوں کی مانند ہیں - ادہر تو قاصدان بصرہ واپس روانہ ہوئے ادھر دوسرے دن علی الصباح علی مرتضیٰؑ نے فوجکو کوچ[2] کا حکم دیا اور بصرہ کے میدان میں اقامت اختیار[3] کی - اور طلحہ نہ بیر

[1] یہ سو آدمی تھے اور عاصم بن کلیب انکا سردار تھا (حبیب السیر) [2] اب یہ ۲۰ ہزار آدمی تھے (حبیب السیر، کشف الغمہ)

[3] مسعودی نے مروج الذہب میں حضرت علی کے ورود بصرہ کے متعلق ایک مفید مقام نقل کیا ہے جس سے حضرت علی کی فوج کی وردی اسکی سوا نگی کی شان اور اس کی ترتیب وغیرہ سمجھ میں آتی ہے وہ لکھتا ہے کہ منذر بن جارود عجمی کہتا ہے کہ امیرالمومنینؑ جسوقت مع اپنے لشکر کے بصرہ کے قریب پہنچے اور میں دیکھنے کو نکلا تو میں نے دیکھا کہ سب سے پہلے ایک ہزار سوار کا رسالہ آیا جس کے آگے آگے ایک مرد بزرگ سفید گھوڑے پر سوار سفید ٹوپی پہنے شمشیر حمایل کئے اور نشان لئے ہوئے تھا ان سب سواروں کی ٹوپیاں اکثر سفید و زرد تھیں - سب لوہے اور ہتیاروں میں غرق تھے میں نے دریافت کیا تو معلوم ہوا کہ یہ ابوایوب انصاری پیغمبر خدا صلعم کے صحابی ہیں اور یہ تمام قوم انصار ہے - اس کے بعد ایک اور سوار زرد عمامہ اور سفید کپڑے پہنے تلوار گلے میں ڈالے کمان کاندھے پر رکھے نشان ہاتھ میں لئے بڑے گھوڑے پر سوار ہزار سوار کے ساتھ آیا میں نے پوچھا یہ کون ہے تو جواب ملا کہ خزیمہ بن ثابت انصاری ملقب بہ ذوالشہادتین جن کی ایک گواہی اسلام میں دو گواہوں کے برابر ہے - پھر ایک اور بزرگ کمیت گھوڑے پر سوار زرد عمامہ باندھے نیچے سفید ٹوپی پہنے بدن میں سفید قبا چکہ دار تلوار گلے میں ڈالے کمان کاندھے پر رکھے ہزار آدمی کے ساتھ نیزہ لئے ہوئے آیا میں نے پوچھا یہ کون ہیں - لوگوں نے جواب دیا یہ ابوقتادہ ابن ربعی ہیں پھر ایک سفید گھوڑے والا آیا جس کے سفید کپڑے اور کالا عمامہ تہا اور اسکو آگے پیچھے خوب مضبوط اور پیچدار باندھا تہا نہایت تحمل و وقار کے ساتھ کلام شریف پڑھتا ہوا اسی طرح تلوار گلے میں ڈالے کمان دوش پر رکھے ہاتھ میں سفید پھریرہ والا نیزہ لئے ہزار آدمیوں کے ساتھ جن کی ٹوپیاں مختلف رنگوں کی تہیں اور انکے گرد بوڑھے اور ادہیڑ اور جوان بھی تھے آیا - انکی درستی اور سکوت ایسا تہا گویا گنتی کے لئے چپ کھڑے ہوئے ہیں انکی پیشانیوں پر سجدہ کے نشان تھے - میں نے پوچھا تو لوگوں نے کہا یہ عمار ابن یاسر ہیں اور چیدہ مہاجرو انصار اور اصحاب رسولؐ کی اولاد ہیں - پھر ایک اور سوار بڑے گھوڑے پر سوار سفید کپڑے اور ٹوپی پہنے اور زرد عمامہ باندھے کمان کاندھے پر رکھے تلوار حمایل کئے جس کے پاؤں زمین پر لگتے جاتے تھے ہزار آدمیوں کے ساتھ جن کی ٹوپیاں اکثر زرد و سفید تہیں نیزہ لئے ہوئے آیا - میں نے پوچھا یہ کون ہے - تو معلوم ہوا کہ یہ قیس بن سعد بن عبادہ انصاری ہیں جو چیدہ انصار و انکی اولاد بنی قحطان کو ساتھ لئے ہیں پھر ایک اور بزرگ اسپ تیز رفتار پر سوار آئے میں نے ایسا خوبصورت نہیں دیکھا تہا سفید لباس - سیاہ عمامہ آگے پیچھے خوب درست و سڈول باندھے ہوئے ایک نیزہ ہاتھ میں لئے پہنچا - لوگوں نے بیان کیا کہ یہ عبداللہ بن عباس اپنی اولاد - چند دوست اور اصحاب رسول کے ساتھ ہیں - بعدازاں ایک اور رسالہ آیا جس کا رسالہ دار پہلے رسالدار کا ہمشکل تہا - دریافت کرنے سے معلوم ہوا کہ یہ عبیداللہ بن عباس ہیں - پھر ایک اور رسالہ آیا اسکا افسر بھی پہلے افسروں سے مشابہ تہا - دریافت کرنے سے معلوم ہوا کہ یہ قثم بن عباس ہیں - پھر اور لشکر اور نیزہ دار آگے پیچھے آتے گئے اور انبوہ کثیر ہو گیا - پھر ایک اور لشکر آیا جس میں ایک خلقت ہتیار بند لوہے میں ڈوبی ہوئی طرح طرح کے نیزہ بردار تھے سب کے آگے آگے بڑا نشان ایک سوار ہاتھ میں لئے اور وہ سوار زمین کی طرف نیچی نظر کئے ہوئے نہایت قوی بازو اس طرح چلا جاتا تہا کہ گویا اس کی گردن پر کوئی جانور بیٹھا ہے - اس کی دہنی طرف ایک خوبصورت جوان اور بائیں طرف بھی ایک نیا جوان تہا میں نے دریافت کیا کہ یہ سب صاحب کون ہیں معلوم ہوا کہ یہ امیرالمومنین علی بن ابی طالب علیہ السلام ہیں اور یہ جو نیزہ لئے ہوئے ہیں محمد بن حنفیہ ہیں اور یہ دونوں حضرات جو یمین و یسار ہیں وہ حضرت امام حسن اور امام حسین علیہما السلام ہیں انکے پیچھے عبداللہ بن جعفر اور سب اولاد عقیل اور جوانان ہاشمی ہیں اور یہ ضعیف لوگ وہ مہاجر و انصار ہیں جو جنگ بدر میں جناب رسول اللہ صلعم کے شریک تھے

اور بی بی عائشہ کو تین دن متواتر صلح اور مصالحت کا پیغام دیتے رہے مگر کوئی نتیجہ مترتب نہ ہوا چوتھے دن علی مرتضیٰ خود لشکر سے باہر آئے اور طلحہ و زبیر کو بآواز بلند طلب کیا جب وہ دونوں آئے تو پوچھا کہ جب اللہ جل شانہ اس لڑائی کی وجہ دریافت کریگا اور ضرور دریافت کریگا جیسا کہ آیہ وافی ہدایہ فوربک لنسئلنهم اجمعین عما کانوا یعملون[1] سے ظاہر ہے تو بتاؤ تم کیا جواب دوگے ؎ ہر چہ با ما میکنی امروز بر ما بگذرد - دلبرا فکری بکن ما را ز غم فرمائے نشست + میرے تمہارے اخوت اور قرابت کے حقوق تو تھے ہی - پیغمبر خدا کی مصاحبت نے جو ہمارے تمہارے درمیان رشتہ قائم کیا وہ سب پر بالا ہے - پھر تم ہم سے کیوں لڑتے ہو انہوں نے جواب دیا اسلئے کہ قتل عثمان بن عفان تمہاری اشتعال سے ہوا ہے علی مرتضیٰ کو یہ سنکر غصہ آیا اور آپ نے بگڑ کر کہا کہ آؤ ہم تم مباہلہ کریں قبلہ کی طرف ہاتھ اٹھاکر دعا کریں کہ ہم میں سے جس نے عثمان کا خون بہانے میں بلوائیوں کو تحریص و ترغیب دی ہو اسپر خدا کا غضب نازل ہو تاکہ لوگوں کو معلوم ہو جائے کہ یہ داغ ہم میں سے کس کی پیشانی پر ہے - اسکا انہوں نے کچھ جواب نہ دیا اور اُلٹے چلے آئے + زبیر بن العوام اگرچہ بی بی عائشہ کے بہنوئی تھے مگر حضرت خدیجہ کے بھتیجے اور علی مرتضیٰ کی حقیقی پھوپھی صفیہ کے بیٹے بھی تھے - کبھی کبھی ان کا میلان حضرت علی کیطرف ہو بھی جاتا تھا - چنانچہ طلحہ نے حضرت علی پر شب خون مارنے کا قصد کیا - مروان بن حکم نے اس رائے سے اتفاق ظاہر کیا مگر زبیر نے ناپسند کیا +

جب یہ حالات گذر رہے تھے احنف بن قیس علی مرتضیٰ کے پاس آیا اور کہا کہ اہل بصرہ کو یہ خوف ہے کہ آپ فتحیاب ہوں گے تو مردوں کو قتل کر ڈالیں گے اور عورتوں کو لونڈیاں بنائیں گے - علی مرتضیٰ نے کہا بھلا میں مسلمانوں کے ساتھ ایسا کر سکتا ہوں - میں ظفریاب ہوا تو اپنے دشمنوں کے ساتھ نیکیاں کرونگا - مگر یہ تو بتا کہ تو میرا ساتھی ہے یا میرے دشمنوں کا - اُس نے کہا میں آپکا فرمانبردار ہوں اگر مجھے آپ اپنے ساتھ بلائیں تو اپنی قوم کے دوسو آدمیوں کے ساتھ آسکتا ہوں - اور اگر نہ بلائیں تو چار ہزار آدمی کو آپکے مقابلہ سے باز رکھ سکتا ہوں - امیرالمومنین نے پچھلی شق کو پسند کیا اور اجازت دی کہ اپنی قوم میں چلا جائے (طبری - روضۃ الاحباب - امامۃ والسیاسۃ)

کامل میں ہے کہ جب جناب علی بصرہ کے قریب پہنچے تو احنف بن قیس نے آکر اپنی مذکورہ درخواست پیش کی اور جب علی نے پہلی شق کو نامنظور کیا تو لوگوں کے پاس آیا اور بنی تمیم اور بنی سعد کو بلایا اور وہ اُسکے ساتھ ہوئے یہ کل دس ہزار آدمی تھے - اسی طرح طبری اور ابن خلدون نے بھی لکھا ہے - مگر روضۃ الصفا میں ہے کہ احنف نے کہا میں ۸ ہزار آدمی کو آپکے مقابلہ سے روک سکتا ہوں - حضرت علی نے منظور کیا - پس ایک گروہ بنی تمیم و بنی سعد کا سپاہ طلحہ و زبیر سے جدا ہوکر احنف کے ساتھ وادی السباع میں قیام پذیر ہوگیا[2] - طبری فارسی میں ہے کہ بصرہ کے بنی سعد و بنی تمیم الگ رہے نہ اہل جمل کا ساتھ دیا نہ علی مرتضیٰ کا +

اسکے بعد طلحہ و زبیر اور عائشہ ۳۰ ہزار فوج لیکر بصرہ سے نکلے اور بروایت روضۃ الاحباب مقام زابوقہ پر اور بروایت حبیب السیر موضع خریبہ پر چھاؤنی ڈالی - علی مرتضیٰ کو جب غنیم کے آگے بڑھنے اور فوج کی تعداد کا حال معلوم ہوا تو اپنی فوج کے درمیان کھڑے ہوکر خطبہ پڑھا اور ارشاد فرمایا کہ میں ایسے تین قسم کے دشمنوں میں مبتلا ہوا ہوں کہ جن کا ضرر بندگان خدا پر کتاب اللہ سے معلوم ہوتا ہے یعنے بغاوت و نکث بیعت و مکر - اور چار ایسے شخصوں میں مبتلا ہوا ہوں کہ رسول اللہ صلعم کے بعد کوئی شخص ایسے شخصوں کے ساتھ مبتلا نہیں ہوا - سب لوگوں سے شجاع زبیر

[1] اور قسم ہے تیرے رب کی ہم اُن سب سے ضرور پوچھیں گے کہ وہ کیا کرتے تھے [2] ابن خلدون لکھتا ہے کہ فتح جنگ جمل کے بعد احنف نے علی مرتضیٰ کی پوری اتباع کی + + +

بن العوام کے ساتھ سب سے زیادہ مکار طلحہ بن عبید اللہ کے ساتھ۔ عائشہ کے ساتھ جسکا کہا لوگ سب سے زیادہ مانتے ہیں اور یعلی بن منیہ[1] کے ساتھ جو سب سے زیادہ میرے دشمنوں کی مدد روپے سے کر رہا ہے۔ اسپر خزیمہ بن ثابت نے کہ خواص شیعیان علی سے تھے کھڑے ہو کر کہا کہ بغاوت بیعت توڑنے اور مکر کی سزا تو خدا اُسکے موافق دیگا جیسا کہ اُس نے قرآن شریف میں فرمایا ہے۔ اور زبیر آپ کے برابر بہادر نہیں ہے۔ اور طلحہ علم و دانش میں آپ کی مانند نہیں ہے۔ عائشہ کے لوگ مطیع و فرمانبردار ہو گئے ہیں مگر آپ کے لوگ بھی کم فرمانبردار نہیں ہیں۔ اور بہ تحقیق کہ خدا کا مال و خزانہ یعلی بن منیہ کے خزانہ سے زیادہ ہے۔ اُس نے تو ظلم سے روپیہ جمع کیا ہے اور جہل و نادانی سے بیجا صرف کیا ہے پس امیرالمومنین نے اپنی فوج شمار کی تو بیس ہزار نکلی[2]۔

اب عائشہ اپنے عسکر اونٹ پر سوار ہو کر علی کے مقابلہ کو نکلیں سوار اور پیادے اُنکے ساتھ بیشمار تھے مگر یہ دیکھکر کہ علی مرتضی اپنے لشکر کو لڑنے سے منع کر رہے ہیں اُلٹی پھر گئیں۔ دوسرے دن علی مرتضی نے زید بن صوحان کو عائشہ کے پاس یہ پیغام دیکر بھیجا کہ آیا خدائے تعالی نے تمکو حکم نہیں دیا کہ اپنے گھر سے نہ نکلنا اب عائشہ تم ایسے فتنہ و تم لوگوں کے فریب میں آکر گھر سے نکل پڑی ہو۔ توبہ کرو۔ اسپر عائشہ نے جواب دیا کہ علی کی حجتیں ایسی قوی ہیں کہ میں اُن کا جواب نہیں دے سکتی۔ یہ تو کہا مگر نتیجہ کچھ بھی نہ ہوا۔ اور دونوں لشکر برائے قتال آمادہ ہو کر ایک دوسرے کے سامنے کھڑے ہوئے۔ اب مجبور ہو کر علی مرتضی بھی آمادۂ پیکار ہوئے اور اپنی فوج سے ارشاد فرمایا کہ میں نے نصایح و مواعظ سے بہت چاہا کہ مسلمانوں میں خونریزی نہ ہو اور وہ کام کریں جس میں مسلمانوں کی بہتری ہو اسکا جواب اُن لوگوں نے یہ دیا کہ حرب و ضرب کے واسطے تیار ہو جاؤ حالانکہ اس سے پہلے کسی میں یہ جرأت و ہمت نہ ہوئی کہ مجھے لڑائی کے لئے بلا سکتا۔ کوئی بہادر سے بہادر المبارز تھا جسکا میں نے مقابلہ نہ کیا ہو۔ میری حرب و ضرب سے سب بخوبی واقف ہیں۔ میں ابوالحسن ہوں کہ میری شمشیر و علم کی شجاعت کو سب جانتے ہیں میں اُنکی ہمت و شوکت کو توڑ ڈالتا ہوں۔ میں ثابت قدم ہوں اور ایک حجت و دلیل ہوں اپنے پروردگار کی طرف سے۔ میں کسی سے دبنے یا بھاگنے والا نہیں ہوں۔ مجھ راہ حق میں شہید ہونا ہوگا ایک دن اُسے بھی مرنا ہے۔ اُس خدا کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے سو ہزار ضربیں راہ خدا میں مجھے بستر بیماری پر مرنے سے زیادہ آسان ہیں۔ پھر آسمان کی طرف ہاتھ اُٹھا کر فرمایا بارِ خدایا بہ تحقیق طلحہ بن عبید اللہ نے مجھ سے اپنی خوشی بیعت کر کے بلا وجہ نکث بیعت کیا کسی نے اُسے مجبور نہیں کیا تھا۔ خدایا اُسکی جلد خبر لے اور اُسے مہلت نہ دے۔ اور زبیر بن العوام نے قرابت و رشتہ داری کا خیال نہ کیا اور میرے دشمنوں کے ساتھ ملگیا حالانکہ وہ جانتا ہے کہ ان امور میں وہ ظالم اور ستمگار ہے خدایا مجھے اُسکی شر سے بچا۔ (روضۃ الاحباب)

(۱۳۳) جنگ جمل: جمعرات کے دن ۱۵ رجادی الآخر ۳۶ھ کو جب دونوں فوجیں معرکہ آرائی کے ارادہ سے کھڑی ہوئیں تو عبد اللہ بن عباس نے دونوں لشکروں کے درمیان کھڑے ہو کر علی مرتضی کی طرف سے فریق ثانی کو صلح کا پیغام سنایا اور اُنہوں نے غور کرنے کے واسطے شب بھر کی مہلت لی۔ اور قرار پایا کہ وہ لوگ جن پر شرکت قتل عثمان کا شبہ ہے وہ حضرت علی کے لشکر سے جدا کر دیے جائیں۔ علی مرتضی نے مصلحت وقت سمجھکر اُنکو لشکر سے علیحدہ کر دیا

[1] منیہ یعلی کی ماں کا نام ہے باپ کا نام اُمیہ تھا کامل اور کفایۃ الطالب میں ہے اور ایک روایت میں طبری نے بھی لکھا ہے کہ اپنی فوج کے ... عبد اللہ بن عباس ... عمرو بن ابی سلمہ میسرہ پر اور ابو لیلی عامر بن عیسون جراح ابو عبیدہ کا بھتیجا مقدمہ پر تھا۔ [2] یہ لوگ ۵ سو آدمیوں سے زیادہ تھے اور بروایت کامل و کفایۃ الطالب ۲ ہزار دیکھو صفحہ ۱۸۹

مگر اُن لوگوں کو اندیشہ ہوا کہ اس طرح ہماری جمعیت میں اختلاف پیدا ہو جائیگا اور رات کو کچھ سوچکر اہل جمل پر شبخون مارا طلحہ و زبیر سمجھے کہ یہ کارروائی علی مرتضی کے استصواب سے ہوئی ہے۔ پس کچھ رات رہے طلحہ اور زبیر نے کوفیوں پر حملہ کر دیا اور چاہا کہ حضرت علی سوتے ہوئے گھیر لئے جائیں مگر حضرت علی اُسوقت تہجد کی نماز پڑھ رہے تھے فرمایا طلحہ و زبیر خونریزی سے نہ ٹلیں گے اور جلدی نماز ختم کرکے فوج کی آراستگی کا حکم دیا اور اس طرح جنگ شروع ہو گئی۔ (روضۃ الاحباب)

(۲۳۳) معرکہ جنگ — طلحہ و زبیر نے عسکر اونٹ پر عایشہ کا چمڑے اور لوہے کا منڈھا ہوا ہودج رکھکر اُس میں بی بی عایشہ کو بٹھا کر آگے کیا۔ سوار اور پیادے اُسکے گرد جمع ہوئے۔ اُدھر سے حضرت علی رسول اللہ صلعم کے پیراہن اور دستار سے آراستہ رسول اللہ کے اونٹ ولدل پر سوار دونوں فوج کے درمیان کھڑے ہوئے۔ اسوقت سواروں پر عمار یاسر اور پیادوں پر محمد بن ابی بکر اور علمدار محمد بن حنفیہ۔ مقدمہ پر عبد اللہ بن عباس ساقہ پر نہد مرادی تھے۔ بی بی عایشہ کی طرف سے زبیر سرلشکر تھے سواروں پر طلحہ پیادوں پر عبد اللہ بن زبیر قلب پر محمد بن طلحہ مقدمہ پر مروان بن الحکم۔ پیادگان میمنہ پر عبد الرحمن بن عبادہ۔ میسرہ پر ہلال بن وکیع (امامۃ والسیاسۃ) علمدار اس فوج کی حضرت عایشہ تہیں جن کے ہودج پر جھنڈا نصب کیا گیا تھا۔ یعلی شتر تھا جسم تہا۔

علی مرتضی نے دونوں فوجوں کے درمیان کھڑے ہوکر آواز بلند سے زبیر بن العوام کو بلایا لوگوں نے کہا کہ اے امیر المومنین آپ بغیر زرہ و ہتیار کے غنیم کے لشکر کی طرف جاکر زبیر کو بلاتے ہیں حالانکہ وہ غرق آہن ہے آپ نے فرمایا مجھے اُس سے کوئی اندیشہ نہیں ہے۔ کوئی ضرر نہیں پہنچے گا۔ تاہم زبیر نے آنے میں تامل کیا۔ دوبارہ پھر آواز دی زبیر آنے لگے جب حضرت عایشہ نے دیکھا کہ علی کی طرف جاتے ہیں تو رونے پیٹنے لگیں لوگوں نے کہا کہ اے ام المومنین کوئی اندیشہ نہیں ہے علی کے پاس کوئی ہتیار نہیں ہے اور زبیر غرق آہن ہیں دوسرے یہ بھی ہے کہ حضرت علی کسی کو یونہیں نہیں مارتے۔ غرض جب زبیر آئے تو علی مرتضی نے پوچھا کہ اے زبیر تمہارے یہ کرتوت میرے ساتھ

(بقیہ صفحہ ۱۸۵) عبد اللہ بن سبا جو ابن السودا کے نام سے مشہور ہے انکا سردار تھا۔ ان میں اکثر قبائل عرب کے صنادید و مشاہیر سے تھے۔ مانند مالک اشتر۔ علیا بن الہیثم۔ عدی بن حاتم۔ شریح بن اوفی۔ اور خالد بن ملجم وغیرہ کے۔ ان لوگوں کو وہم ہوا کہ مصالحہ ہمارے قتل کا باعث ہوگا کوئی ایسی تدبیر کریں کہ صلح نہ ہونے پائے۔ پس گھوڑوں پر سوار ہوکر لشکر عایشہ پر تیر برسائے اس لشکر جمل میں شورش عظیم پیدا ہوئی اور سمجھے کہ علی مرتضی نے شبخون مارا پس طلحہ و زبیر لشکر تیار کرکے حملہ آور ہوئے اور اُسکا تعاقب کیا اور متہمان قتل عثمان اپنی تدبیر کو کارگر دیکھکر حضرت علی کی فوج میں یہ کہتے ہوئے آئے کہ طلحہ اور زبیر نے شبخون مارا ہے ناچار امیر المومنین بھی آراستگی لشکر میں مشغول ہوئے (حبیب السیر) مگر بشیعہ روایت کے بموجب کوفیوں پر بہتان ہے پیشقدمی طلحہ و زبیر کی طرف سے ہوئی۔ اور درایت بھی یہی بتاتی ہے کیونکہ اہل جمل متہمان قتل عثمان سے سخت دشمنی رکھتے تھے اُنہوں نے پہلے تو علی مرتضی سے کہکر اُنکو انکی فوج میں سے الگ کرا دیا اور پھر بیکس اور بے بس دیکھکر اُن پر حملہ کر دیا۔ ہمارے اس خیال کی اور بھی تائید ہوتی ہے جب ہم تاریخ اعثم کوفی اور علامہ عباسی کی تاریخ اسلام میں پڑھتے ہیں کہ جب دونو فوجیں بصرہ میں ایک دوسرے کے مقابل خیمہ زن ہوئی ہیں تو اہل جمل خصوصًا طلحہ و مروان نے شبخون کا ٹھان لیا تہا اور بد قت تمام زبیر کے روکنے سے رکے تھے۔ بقول اعثم کوفی نے علی مرتضی کی فوجی ترتیب اس طرح لکہی ہے سواران میمنہ پر عمار یاسر۔ میسرہ پر سعید بن قیس ہمدانی۔ قلب پر محمد بن ابی بکر۔ جناح پر زیاد ابن کعب۔ پیادگان میمنہ پر شریح ابن ہانی پیادگان میسرہ پر رفاعہ ابن شداد البجلی۔ پیادگان قلب پر عدی بن حاتم طائی۔ جناح پر حجر بن عدی الکندی۔ سواران کمین پر عمرو بن حمق خزاعی۔ پیادگان کمین پر جندب بن زہیر الاسدی۔ انکے علاوہ سرداران قبیلہ کو اپنے اپنے قبیلہ پر افسر مقرر کیا اور حکم دیا کہ ماتحت افسر انکی

کس لئے ہیں زبیر نے جواب دیا خون عثمان طلب کرنے کے لئے۔ علی مرتضیٰ نے فرمایا کہ عثمان کو تمنے اور تمہارے ہی یاروں نے قتل کیا ہے اپنے نفس سے قصاص لو۔ کیا تم بھول گئے کہ رسول اللہ نے تمسے کہا تھا کہ اے زبیر تو علی پر ظلم نہ کیجیو اور تو حکومت و امارت کی خاطر علی سے لڑیگا اور اُسپر ظلم کریگا۔ زبیر نے کہا اگر مجھے پہلے سے یہ بات یاد ہوتی تو ہرگز آپ کے مقابلہ میں نہ آتا۔ اب میں قسم کھاتا ہوں کہ ہرگز آپ سے محاربہ نکرونگا۔ اور معرکہ سے ہٹ آئے۔ واپس آئے تو بی بی عائشہ اور عبد اللہ بن زبیر نے کہا تم ڈر گئے۔ زبیر نے کہا کہ علی اور اُن کے لشکر سے تو نہیں ڈرا بلکہ اُن حدیثوں سے جو علی مرتضیٰ نے رسول اللہ صلعم کی مجھے یاد دلائیں۔ اسلئے مینے قسم کھالی ہے کہ علی سے نہ لڑونگا عبد اللہ نے کہا قسم کا کفارہ دیدیجے اور زبیر مکحولؔ نام غلام کو کفارہ میں آزاد کرکے عائشہ کے ساتھ علی کے مقابلہ میں ہو گئے (روضۃ الاحباب و اعثم کوفی و طبری وغیرہ)

علی مرتضیٰ نے جب دیکھا کہ اہل جمل کسی طرح مسلمانوں کی خونریزی سے باز نہ آئیں گے تو اپنی فوج کو سمجھانے اور خدا ترسی اور ذکر حق کی ہدایت کرنے لگے اُن میں سے بعض کلمات یہ ہیں (۱) سپاہیو! خیال رکھو کہ اس جنگ سے تمہاری نیت صرف دشمن کا دفع کرنا ہو (۲) جبتک غنیم کی طرف سے ابتدائے جنگ نہو تم لڑائی شروع نکرنا (۳) بھاگتے ہوئے کا تعاقب نکرنا (۴) مجروح۔ مریض۔ عورتوں اور بچوں کے متعرض نہ ہونا اور اُنکو قتل نکرنا (۵) مقتولوں کے کپڑے نہ اُتارنا (۶) جو صلح پیش کرے اُسکے ہتیار نہ لینا اور اُسے نہ مارنا (۷) بعد فتح کوئی کسی کے گھر میں نہ گھسے ⁂

جب بی بی عائشہ نے حضرت علی کو دیکھا اور اُنکی یہ گفتگو سُنی تو اپنے نزدیکیوں سے فرمایا دیکھو علی کی طرف کہ آج اُسکے فعل اُن فعلوں سے مشابہ ہیں جو رسول اللہ صلعم کے بدر کے روز تھے۔ اور علی مرتضیٰ نے عائشہ کی طرف مخاطب ہوکر فرمایا کہ اے عائشہ عنقریب تم پشیمان ہونیوالی ہو (روضۃ الاحباب۔ المرتضیٰ)

القصہ دشمن کی فوج نے امیر المومنین کی فوج پر تیر برسانے شروع کردیے لیکن علی مرتضیٰ نے اپنے سرداروں کو جنگ شروع کرنیکا کوئی حکم نہ دیا۔ لشکر کے بہادر زخمی ہو ہوکر فریاد کرتے تھے مگر اجازت نہ تھی کہ جواب دیتے تھوڑی دیر کے بعد بعض نے چلاکر کہا یا امیر المومنین ہمیں بھی جنگ کی اجازت دیجیے کہ دشمن کی شوخی حد سے گذرتی جاتی ہے فرمایا بار خدایا مینے بہت عذر کئے اور مینے ان لوگوں کو تجھ سے اور ظلم کرنے سے بہت بہت ڈرایا۔ بس اس معاملہ میں تو ہی گواہ ہے ان لوگوں پر۔ اب آپنے زرہ پہنی۔ تلوار اُٹھائی وہی تلوار جو چوتھائی صدی سے زنگ آلودہ ہورہی تھی۔ دستار سر پر رکھی اور آخری اتمام حجت کے لئے قرآن شریف ہاتھ میں لیکر اپنے سپاہیوں سے مخاطب ہوکر فرمایا "تم میں سے کون ہے جو اس قرآن شریف کو دشمن کیطرف لیجائے اور اُسے اوامر و نواہی یاد دلائے"۔ یہ سنکر ایک غلام مسلم بن عبد اللہ نام جو بنی مجاشع سے تھا صف سے باہر نکلا اور مخلصانہ جوش سے کہنے لگا "یا امیر المومنین میں یہ خدمت بجالاؤنگا"۔ جناب امیر نے فرمایا "اے مسلم اگر جاؤگے تو تمہارے ہاتھ کاٹے جائینگے اور تم شہید ہوگے"۔ مسلم نے کچھ پروا نہ کی اور کہا کہ مجھے راہ خدا میں سب کچھ منظور ہے ⁂

الغرض مسلم قرآن ہاتھ میں لیکر فوج مخالف میں آئے اور دشمن کو مخاطب کرکے کہنے لگے "ایہا الناس امیر المومنین علی ابن ابیطالب نے جو رسول اللہ صلعم کے ابن عم اور داماد ہیں میرے ہاتھ یہ قرآن بھیجا ہے اپنے کو معذور کیا ہے اور کہلوایا ہے کہ میں حکم خدا پر عمل کرتا ہوں تم میری مخالفت نکرو خدا سے ڈرو اور اسمیں جو لکھا ہے اُسپر عمل کرو"۔ یہ سنکر طلحہ

لہ اس موقع پر واشنگٹن ایرونگ لکھتا ہے کہ آثار صلح دیکھکر عائشہ متردد ہوئیں۔ علی کے معززانہ اعتبار پر طلحہ و زبیر نے کئی مرتبہ اُن سے ملاقات کی اُنہوں نے جنگ نہ کرنے کا ارادہ کیا لیکن صلح کی ہر کوشش اس فتنہ انگیز عورت کی بدولت ناکام رہی تہ طبری نے اسکا نام سرجس لکھا ہے

بولے جھوٹ کہتا ہے اور یہ مکرو غدر ابن ابیطالب کا ہے کہ دن کو صلح کرتا ہے اور رات کو شبخون مارتا ہے - اور اپنے ایک لشکری کو جس کو بعض مورخین نے بی بی عائشہ کا غلام لکھا ہے حکم دیا کہ اسکا دایاں ہاتھ کاٹ ڈالو - جس میں قرآن تھا مسلم نے پھرتی سے قرآن بائیں ہاتھ میں لے لیا - وہ بھی کاٹ ڈالا گیا تو جوان نے دونو بازوں سے قرآن شریف کو سینہ سے لگا لیا مگر آخر کو ظالموں نے اُسکے سینہ پہ تلوار ماری اور وہ دیندار بیجان ہو کر زمین پہ گر پڑا - طبری فارسی میں ہے کہ خود طلحہ نے مسلم کے ہاتھ کاٹے اور اُسے شہید کیا تھا +

جب یہ جوان حامل قرآن شہید کر ڈالا گیا تو بروایت طبری امیرالمومنین نے فرمایا کہ اب ان سے لڑنا حلال ہو گیا اور اپنے فرزند محمد بن حنفیہ کو جو نہایت بہادر تھے علم دیکر دشمن کے مقابلہ میں بھیجا - ابن قتیبہ لکھتا ہے کہ طرفداران عائشہ اس زور شور سے لڑے کہ جناب امیر کی فوج بھاگنے لگی - جناب امیر یہ دیکھکر آئے اور محمد بن حنفیہ سے کہا کہ دیکھو پیچھے ہٹنا نہیں - اور پھر خود آکر محمد کی پیٹھ پر ہاتھ مارا اور علم لیلیا اور حملہ کرکے دشمن کی فوج کو چیرتے ہوئے گھس گئے اور بہت سے آدمیوں کو مارکر واپس آئے - اسوقت وہ حضرت پانی پانی پکارتے تھے - ایک شخص نے شہد لاکر دیا اور عرض کیا کہ اسوقت پانی پینا مناسب نہیں - حضرت نے ایک گھونٹ پیکر فرمایا تیرا شہد طائف کا معلوم ہوتا ہے - اُس نے (اور بروایت مسعودی عبداللہ بن جعفر نے) عرض کیا تعجب ہے کہ حضور نے اس ہنگامہ اور آفت کے وقت میں شہد میں تمیز کرلی - حالانکہ کلیجے موکھ کو آرہے ہیں - جناب امیر نے فرمایا یا ابن اخی تیرے چچا کے سینہ میں دنیا کی کوئی چیز نہیں بھری دیجئے دنیا کی کسی بات کا خوف اور اندیشہ نہیں ہوتا اور کسی بات کی پروا نہیں کرتا) پھر علم محمد بن حنفیہ کے ہاتھ میں دیکر کہا بیٹا اس طرح لڑا کرتے ہیں - تو بھی اسیطرح لڑ " پس محمد نے علم لیلیا اور انصار لیکر بڑھے بہانتک کہ ہودج تک مارتے ہوئے جا پہنچے - اُسوقت لوگ خوب جان توڑ کر لڑے آخر سات دن کی لڑائی کے بعد جناب امیر میدان میں نکلے اور دشمن کو پسپا کر دیا " +

رسول اللہ کی وفات کے وقت سے علی مرتضیٰ نے اپنی تلوار کو میان کرکے چھپا ڈالا تھا - ۲۵ برس کے (صبر و تحمل کے) بعد یہ پھر نکلی اور جبتک وہ جناب زندہ رہے نکلی ہی رہی - حضرت علی کی لڑائی کچھ ایسی ویسی نہ تھی داہنے بائیں جدھر جھکتے تھے صفائی کر دیتے تھے - آپ کی تلوار میں خم آگیا تو آپ نے اپنی ران پر رکھکر اُسے سیدھا کر لیا لوگوں نے مدد دینی چاہی آپ نے فرمایا مجھے خدا کی خوشی مطلوب ہے - میں اس خفیف کام میں کسی سے کیا مدد لوں (صاحب روضۃ الاحباب و علامہ عباسی) +

(۳۳) طلحہ کا قتل ہونا | ہنگام جنگ میں طلحہ بن عبیداللہ پہ مروان بن حکم کی نظر پڑ گئی حالانکہ مروان اہل جمل ہی کے ہمراہیوں میں تھا - جوش انتقام نے زور کیا اور اپنے غلام سے کہا اُس شخص کو دیکھتا ہے کہ عثمان کے قتل کے دن بلوائیوں اور بلوائیوں کو قتل عثمان پر کیسی ترغیب دیتا تھا آج اسے شرم نہیں آتی کہ اُس کا خون طلب کرتا اور تعزیت کرتا ہے - ع خود کشتی و خود تعزیت می آری - یہ کہکر غلام سے کہا کہ میرے سر پر ایک کپڑا اس طرح باندھ دے کہ کوئی مجھے نہ پہچاننے میں تجھے آزاد کر دونگا " پھر ایک زہر آلود تیر طلحہ کو ایسا مارا کہ اُس کا پاؤں گھوڑے کے پہلو میں سِل گیا بڑی مشکل سے طلحہ نے تیر نکالا گھوڑا اُسے میدان سے لے نکلا راستہ میں زخم سے بقدر خون نکلا کہ موضع ننجہ میں پہنچتے پہنچتے ایک بیت میں بدرج فنا ہو گئی (روضۃ الاحباب وغیرہ) +

(۳۴) زبیر کا مارا جانا | زبیر میدان جنگ سے نکلکر مدینہ کی طرف بھاگے[1] - راستہ میں وادی السباع کے قریب

[1] ابن اثیر لکھتا ہے کہ قتال شروع ہو گیا اور زبیر نے اپنے گھوڑے کو میدان میں گھوڑا ڈالا تو عمار یاسر نے زبیر پہ (دیکھو صفحہ ۱۸۹)

احنف بن قیس کے آدمیوں میں سے ایک شخص عمرو بن جرموز نے جاکر اُنکا کام تمام کردیا۔

(۳۵) انجام جنگ جمل جب عائشہ نے دیکھا کہ طلحہ اور زبیر لشکر میں نہیں رہے۔ حکم دیا کہ میرے اونٹ کو صف کے آگے لیجاؤ اور بارہ ہزار جرار پیادے اُسکی محمل کے گرد حفاظت کے لئے جمع رہے۔ طرفین نے داد مردانگی کی دی جناب امیر کے طرفداروں نے اتنے تیر مارے کہ عائشہ کا ہودج مثل ساہی کی پشت کے ہوگیا۔ لشکر عائشہ کو شکست ہونے والی تھی کہ عائشہ نے کعب بن سور سے جو مہار تھامے تھا کہا "مہار چھوڑ دے اور کوفیوں کے قریب جاکر قرآن دکھا اور کتاب خدا کی طرف بلا۔ تاکہ لڑائی بند ہوجائے" مالک اشتر کو معلوم ہوا تو اس خیال سے کہ اس چال سے کہیں فتح ہوتے ہوتے نہ رہجائے کعب کو راستہ ہی میں قتل کرڈالا۔

اشتر عائشہ پر تیروں کی سخت بارش دیکھکر جناب امیر کو اندیشہ ہوا کہ کہیں کوئی تیر عائشہ کے نہ لگ جائے۔ مالک اشتر کو حکم دیا کہ مہار شتر کو اہل بصرہ سے چھین لے۔ مالک نے مہار پکڑنے والوں پر حملہ کیا۔ کعب بن سور کے بعد اُسکا بھائی مہار تھامے ہوئے تھا۔ مالک نے اُسکا ہاتھ کہنی سے جدا کردیا دوسرے نے آکر مہار پکڑی اُس کا بھی یہی حال کیا۔ یہانتک کہ ستر آدمیوں کے ہاتھ اسی طرح قطع ہوئے۔ پھر کسیکی جرات نہ ہوئی کہ مہار تھامتا۔ تب مالک نے ایک کوفی سے کہا کہ مہار پکڑ کر کھینچے مگر باوجود کوشش کے اونٹ نے اپنی جگہ سے جنبش نہ لی جناب امیر نے یہ دیکھکر کہ جبتک یہ اونٹ کھڑا ہے لڑائی ختم نہ ہوگی۔ اور بندگان خدا مفت قتل ہونگے حکم دیا کہ اُسکے پاؤں کاٹ ڈالو۔ مگر باوجود اگلے دونوں پاؤں کٹ جانے کے اونٹ کھڑا رہا۔ مالک حیران تھے کہ جناب امیر بھی آن پہنچے اور فرمایا کہ جن نے سنبھال رکھا ہے ایک پاؤں اور کاٹ ڈالو جب تیسرا پاؤں کٹا تو وہ گر پڑا اور عمار یاسر نے جلدی سے پہنچکر ہودج کی بندشیں کاٹ ڈالیں۔ طبری فارسی میں ہے کہ "دونوں پاؤں کاٹنے پر بھی اونٹ نہ گرا تو علی مرتضیٰ نے فرمایا یہ شیطان ہے اسے قتل کرو۔ پس ایک شخص نے تلوار ماری اور وہ مع ہودج گر پڑا" فوج بصرہ اونٹ اور ہودج کو گرا ہوا دیکھکر بھاگ نکلی۔ جناب امیر نے حکم دیا کہ کوئی بھاگتوں کا پیچھا نہ کرے اور محمد بن ابوبکر برادر عائشہ سے کہا کہ تیرے سوا کوئی ہودج کے پاس نہ ہے۔ محمد نے ہودج میں ہاتھ ڈالکر دیکھا کہ کہیں اُنکی بہن کو کوئی صدمہ تو نہیں پہنچا۔ عائشہ گھبرائیں کہ یہ کون ہاتھ لگاتا ہے محمد نے کہا کہ "میں تمہارا بھائی محمد ہوں۔ اے بہن تم نے کیا کیا تم نے حرمت حرم نبوت کو برباد کردیا۔ آخر اور بھی تو بیبیاں حضرت کی تھیں اُنکی طرح گھر میں پردہ عصمت میں کیوں نہ بیٹھی رہیں" اتنے میں جناب امیر بھی آپہنچے اور اپنے نیزہ سے ہودج کو ٹھوک کر کہا "اے عائشہ کیا رسول اللہ نے تمکو یہی حکم دیا تھا" عائشہ نے کہا "اے علی تمنے فتح پائی ہے نیکی اور احسان کرو" جناب امیر نے محمد بن ابی بکر کو حکم دیا کہ اپنی بہن کو بصرہ میں عبداللہ بن خلف خزاعی کے گھر میں (جو رؤساء و اشراف بصرہ سے تھا اور عائشہ کی طرف سے لڑکر جناب امیر کے ہاتھ سے مارا گیا تھا) لیجاکر رکھو۔ عائشہ نے محمد سے کہا کہ عبداللہ بن زبیر کو ڈھونڈھ کر لاؤ۔ محمد نے کہا اُسی کیوجہ سے تو یہ تباہی ہوا اُسی نے تمکو بے ناموس کیا ہے مگر عائشہ کے کہنے سے گئے اور بڑی جستجو کے بعد مقتولوں اور مجروحوں میں زخمی پڑا پایا۔ مجبوراً اپنی سواری پر بٹھا کر اور خود پکڑ کر سنبھالے ہوئے لائے۔ عائشہ نے کہا میری طرف سے علی سے

(بقیہ صفحہ ۱۸۸) نیزہ سے حملہ کیا۔ زبیر نے کہا یا ابا الیقظان کیا تم مجھے مار ہی ڈالو گے۔ عمار نے کہا اے ابوعبداللہ نہیں۔ اور زبیر اس سبب سے رک گئے کہ اُنہوں نے رسول اللہ سے سنا تھا کہ اے عمار تجھے گروہ باغیہ قتل کریگا اگر یہ نہ سنا ہوتا تو قتل کرڈالتے اتنے میں عائشہ کے لشکر میں ہزیمت کا شور اُٹھا زبیر سیدھے منہ اُٹھائے ہوئے وادی السباع کی طرف چلے گئے۔ اور عمرو بن جرموز کے ہاتھ سے ما

کہنا کہ میری خاطر اسے امان دو۔ سپاہ عبد اللہ بن زبیر کو علی کے پاس لائے تو حضرت نے فرمایا بیٹے عبد اللہ و تمام اہل لشکر کو امان دی ہے۔ آنہا کہ بجائے ما بدیہا کردند۔ گر دست دہد بجز نکوئی نکنیم۔ لکھا ہے کہ اس رات کو جناب امیر پیدل پھرتے رہے کہ کوئی شخص حرکت ناپسندیدہ نکرنے پائے۔ اور اگر اتفاق سے کسی نے ایسا کیا اُنکو بہت زجر و تادیب کی۔ جبکہ کوچ شہر بصرہ کی طرف روانہ ہوئے اور کچھ دنوں قیام کیا۔ یہاں اطراف و اکناف کے لوگوں نے حضرت کی دست بوسی اور بیعت کا شرف حاصل کیا۔ اور فتح کی مبارکباد دی۔ بعد ازاں جناب امیر نے حکم دیا کہ کشتوں کو دفن کر دیں۔ اور مخالفین کے ہتیاروں اور مال و اسباب کو جامع بصرہ میں جمع کرا کے منادی کرا دی کہ اپنا اپنا مال پہچانکر اور ثبوت پہنچا کر لیجائیں۔ اس سے وہ ہتیار مستثنے تھے جن پر سرکاری نشانی بنی ہوئی تہی۔ جنگ جمل جمادی الثانی ۳۶ھ ہجری میں ہوئی (روضۃ الاحباب حبیب السیر ابن خلدون) صاحب حبیب السیر نے کشف الغمہ سے نقل کیا ہے کہ جنگ جمل میں ۱۶۷۹۰ آدمی عائشہ کی طرف سے اور ۱۰۷۰ جناب امیر کیطرف سے مارے گئے۔ تاریخ گزیدہ میں ہے کہ اس لڑائی میں ۲۰ ہزار یا ۱۷ ہزار آدمی جن میں سے صرف ایکہزار جناب امیر کے لشکر کے تھے مارے گئے۔ روضۃ الصفا میں ہے کہ ۱۷ ہزار عائشہ کے اور ۴ ہزار جناب امیر کے مارے گئے۔ ابوالفدا اور ابن خلدون نے کشتگان فریقین کی تعداد دس ہزار لکھی ہے اور لکھا ہے کہ جنگ جمل کے انجام پر عبد الرحمن بن ابی بکر نے آکر جناب امیر کی بیعت کی۔ ابن اثیر ۵ ہزار عائشہ کے اور ۵ ہزار علی کے ہمراہیوں کا مقتول ہونا بتاتا ہے۔ مسعودی کہتا ہے کہ جنگ جمل میں ۱۳ ہزار عائشہ کے اور ۵ ہزار جناب امیر کے آدمی مارے گئے۔ طبری نے ۱۰ ہزار عائشہ کے اور ۵ ہزار علی کے بتائے ہیں +

(۳۶) ابن عباس اور عائشہ اسکے بعد جناب امیر نے عبد اللہ بن عباس کی زبانی بی بی عائشہ کو کہلا بھیجا کہ جس طرح بصرہ آئی ہو اسی طرح مدینہ واپس چلی جاؤ اب یہاں نہ ٹھیرو۔ ابن عباس عبد اللہ بن خلف کے مکان پر جہاں بی بی عائشہ کو اُتارا گیا تھا آئے اور اندر آنے کی اجازت مانگی۔ عائشہ نے اجازت نہ دی چونکہ انکو جناب امیر کا پیغام پہنچانا تھا بے اذن ہی اندر چلے گئے۔ خود عائشہ کی ایک مسند لیکر بچھالی اور اُسپر بیٹھ گئے عائشہ نے کہا اے ابن عباس تم نے خلاف سنت کیا کہ بے اذن گھس آئے اور بے اجازت میری مسند پر بیٹھ گئے۔ ابن عباس نے کہا کہ اگر تم اپنے گھر میں ہوتیں جہاں رسول اللہ تم کو چھوڑ گئے تھے اور حکم دیا تھا کہ اُس سے باہر نہ نکلنا تو ہرگز میں بے اجازت اندر نہ آتا وہ ایسی جگہ تہی جہاں رہنے کا تمکو خدا نے ہی حکم دیا تھا اور فرمایا تھا "وقرن فی بیوتکن ولا تبرجن تبرج الجاہلیۃ الاولیٰ" (اور اپنے گھروں میں رہو اور جس طرح قدیم جاہلیت کی عورتیں باہر نکلتی تہیں تم نہ نکلنا) جب تم نے خلاف حکم خدا و رسول کیا اگر میں نے خلاف سنت کیا تو کوئی مجھپر اعتراض نہیں کر سکتا (مسعودی و اعثم کوفی وغیرہ) +

اسکے بعد ابن عباس نے عائشہ سے کہا "امیر المومنین کا حکم ہے کہ اب بصرہ میں نہ ٹھیرو مدینہ واپس چلی جاؤ" عائشہ نے کہا امیر المومنین تو عمر بن خطاب تھے اُنپر خدا کی رحمت ہو۔ ابن عباس نے کہا وہ اپنے زمانہ کے حاکم تھے اور وہ جناب جن کا میں پیغام لایا ہوں امیر المومنین ہیں اگرچہ بعضوں کو اچھا نہیں معلوم ہوتا اور اسکے سننے سے پریشان ہوتا ہے اور ناچار ہوتے ہیں۔ بالجملہ عائشہ اور ابن عباس میں ایسی وحشت آمیز گفتگو ہوئی کہ عائشہ

لہ روضۃ الصفا میں ہے کہ بعد فتح جنگ جمل مروان۔ عمرو بن عثمان اور سعید بن عمرو عاص کو اور بروایت مسعودی مروان۔ عبد اللہ بن زبیر۔ عبد اللہ بن عامر اور ولید بن عقبہ کو جناب امیر کے پاس پکڑ کر لائے عمار یاسر نے کہا انہیں قتل کیجئے مگر آپنے فرمایا۔ "ہم اہل قبلہ کو قتل نہیں کرتے جبکہ وہ پشیمان ہوں" اور پھر امیر کو اور سب کو امان دیدی +

رونے لگیں اور کہا ہاں بخدا قسم ہیں تمہارے دیار سے کوچ کرونگی اور ایسی جگہ جاؤنگی جہاں اے بنی ہاشم تم نہو" ابن عباس نے کہا "اے عائشہ ساری نعمت اور خوبی تمکو بنی ہاشم ہی کی بدولت حاصل ہوئی ہے - ہمیں نے تمکو ام المومنین بنایا ہے - ورنہ تم تو وہی ام رومان کی بیٹی تھیں اور تمہارے باپ جو ابن ابو قحافہ کے نام سے پکارے جاتے ہیں جناب رسالتمآب کی بدولت اس درجہ کو پہنچے" اسی قسم کی باتیں طرفین میں اور بھی ہوئیں مگر عائشہ نے واپس جانا منظور نہ کیا ابن عباس اٹھکر چلے آئے اور کل حال جناب امیر سے بیان کیا (روضۃ الاحباب - روضۃ الصفا و اعثم کوفی)

(۳۷) جناب امیر عائشہ کے پاس | ابن عباس جواب صاف لیکر آئے تو مالک اشتر بھیجے گئے مگر ان سے بھی عائشہ مدینہ جانے پر راضی نہ ہوئیں - ناچار خود تشریف لیگئے اور فرمایا "کیوں عائشہ کیا خدا نے ازواج نبی کو گھر میں رہنے کا حکم نہیں دیا - اور مجھ سے تمنے ایسا برتاؤ کیا حالانکہ جانتی ہو میری قرابت جناب رسول سے اور انکے ساتھ کیسی کچھ ہے - خیر جو ہوا سو ہوا اب اپنی خطا پر مُصر نہو ابھی مدینہ چلی جاؤ - تادم وفات اُس گھر سے نہ نکلنا جہاں رسول اللہ تمہیں بٹھا گئے تھے" - یہ فرما کر حضرت واپس چلے آئے ✦

(۳۸) امام حسن کی ایک بات پر عائشہ کا روانگی مدینہ پر تیار ہوجانا | خود جناب امیر کے سمجھانے پر بھی عائشہ نے مدینہ جانے پر لیت و لعل کیا تو دوسرے دن امام حسن کی زبانی یہ پیغام بھیجا کہ اے عائشہ آج ہی مدینہ روانہ ہوجاؤ ورنہ قسم خدا کی ابھی مرتبہ تمہیں وہ بات کہلا کر بھیجونگا جس کی کیفیت تم اچھی طرح جانتی ہو - راوی کہتا ہے کہ عائشہ اُسوقت کنگھی کر رہی تھیں دائیں طرف کر چکی تھیں بائیں طرف باقی تھی - امام حسن سے یہ الفاظ سنتے ہی کھڑی ہوگئیں اور سفر کی تیاری کر دی - اور کہا کہ اب مجھے سوا روانگی کے چارہ نہیں اور نہایت اضطراب اُنکے چہرہ سے نمایاں ہوا - ایک عورت نے روساء بصرہ میں سے پوچھا کہ عبداللہ بن عباس اور خود حضرت علی نے آکر تم سے کہا تمنے روانگی کی حامی نہ بھری - اس جوان نے ایسا کیا کہا کہ تم فوراً آمادہ ہوگئیں - اور ایسی مضطرب ہو - عائشہ نے کہا کہ رسول اللہ کے پاس ایک دن علی کچھ مال غنیمت لائے تھے آنحضرت یاران و ذوی القربیٰ میں تقسیم کر رہے تھے ہم بیویوں نے بھی اپنا اپنا حصہ طلب کیا اور طلب کرنے میں ہم جھگڑ رہی تھیں علی ہمکو جھڑکنے لگے اور کہنے لگے کہ کیوں جھگڑتی ہو اور حضرت کو ملول کرتی ہو - ہم بھی علی کو کچھ کچھ کہنے لگیں - اسپر علی نے یہ آیت پڑھی "عسیٰ ربہ ان طلقکن ان یبدلہ ازواجاً خیراً منکن" (یعنی شاید ایسا ہو کہ اگر وہ تمسے ہاتھ اٹھا دے اور تمکو طلاق دیدے تو خدا تعالیٰ اُسکو تمسے اچھی بیویاں دے) ہمنے بھی سختی اور درشتی میں زیادتی کی - رسول اللہ ہماری تُندی اور درشتی دیکھکر بہت خفا ہوئے اور علی کی طرف دیکھکر کہا اے علی انکو طلاق دینے کا اختیار دیتے تجھکو دیتا ہوں اس معاملہ میں تجھکو اپنا وکیل کیا - کہ انمیں سے تو جسکو طلاق دیدے وہ میری زوجیت سے خارج ہوجائیگی اور کچھ فرق حیات و ممات میں نہیں کیا یعنے اختیار دیا کہ میری وفات کے بعد بھی اے علی تم میری جس بیوی کو چاہو میری زوجیت سے خارج کر سکتے ہو - اب اس جوان کی زبانی علی نے وہی بات یاد دلائی ہے - اب مجھے پورا اندیشہ ہے کہ کہیں علی کی زبان سے ایسا لفظ نہ نکل جائے جس کا تدارک ناممکن ہوجائے (روضۃ الاحباب - حبیب السیر - تاریخ اعثم کوفی - مناقب مرتضوی) ✦

(۳۹) عائشہ کی روانگی | جب عائشہ روانگی کے لئے تیار ہوگئیں تو جناب امیر نے عبداللہ بن جعفر سے کہا کہ بارہ ہزار درہم بیت المال سے عائشہ کو راہ خرچ کے واسطے دیدو - عبداللہ نے اپنے پاس سے ملاکر پچاس ہزار درہم دیدیئے - اور امیر المومنین نے بصرہ کی ۴۰ یا ستر عورتیں مردانہ لباس میں مسلح کر کے عائشہ کے ساتھ کر دیں[۱]

[۱] اس موقع پہ یاد رہے کہ لکھتا ہے - عائشہ کو علی کے ہاتھوں سخت برتاؤ کی امید ہوسکتی تھی مگر وہ کیا بیحوصلہ شخص ایسا نہ تھا جو ایسا کر سکتا ہوئے

اور محمد بن ابی بکر اور بروایت مسعودی عبدالرحمن بن ابی بکر کو حکم دیا کہ ساتھ جاکر اپنی بہن کو مدینہ پہنچا آؤ۔ کچھہ دور تک خود جناب امیر اور اُنکے فرزندوں نے بھی مشایعت کی۔ بصرہ سے کچھہ دور نکلکر عائشہ نے علی کی شکایت کی کہ مجھے مردوں کے ہمراہ بھیجا ہے انمیں سے ایک عورت نے اپنا منہ کھولکر دکھایا اور کہا کہ اے عائشہ ہم بھی عورتیں ہیں ہمیں علی نے حکم دیا ہے کہ مردوں کی شان میں تیرے ساتھ رہیں تاکہ راہ میں کوئی برا ارادہ نکرے اور ہم نقصان سے محفوظ رہیں عائشہ یہ دیکھکر بہت خوش ہوئیں اور علی کا احسان مانا +

مسعودی لکھتا ہے کہ روانگی کے وقت عائشہ نے جناب امیر سے کہا کہ معاویہ تمپر خروج کرنے کا ارادہ رکھتا ہے اور ملک شام کے کمینے اور رذیل لوگ اُسکے پاس جمع ہیں۔ تمہیں اُسکی بغاوت فرو کرنے کے واسطے جانا ہوگا۔ مجھے اپنے ساتھ لیچلنا مجھکو دیکھکر اُدہر کے لوگ ہٹسے آملیں گے۔ جناب امیر نے فرمایا کہ میں ایسا کیونکر کرسکتا ہوں کہ طلحہ اور زبیر کیطرح حرم نبی کو جا بجا لئے پھروں اور حرمت رسول نکروں۔ تمکو مدینہ ہی چلا جانا مناسب ہے"

الغرض عائشہ اول مکہ گئیں اور حج کے زمانہ تک وہیں رہیں پھر مدینہ آکر اپنے مکان میں رہنے لگیں اور جب کبھی جنگ جمل یاد آتی اتنا روتیں کہ چادر بھیگ جاتی۔ کبھی فرماتیں کاش میں جنگ جمل سے بیس برس پہلے مرچکی ہوتی (اعثم کوفی وطبری) مگر تہذیب المتین میں کتاب مغازی ابن اسحق سے نقل کیا ہے کہ مسروق کہتا ہے کہ میں عائشہ کے پاس گیا اُنہوں نے اپنے حبشی غلام عبدالرحمن کو بلوایا۔ حاضر ہوا تو کہا کہ اے مسروق تجھے معلوم ہے میں نے اسکا نام عبدالرحمن کیوں رکھا ہے۔ میں نے کہا نہیں۔ کہا اسلئے کہ عبدالرحمن ابن ملجم قاتل علی ہونیکے سبب سے مجھکو محبوب ہے

عائشہ غرہ رجب کو بصرہ سے مدینہ کی طرف روانہ ہوئی تہیں +

(۴۰) **مشاہیر مقتولان جنگ جمل** حضرت علی کی طرف سے مخنف بن سلیم تہا۔ بن ابی ہالہ جو حضرت خدیجہ کے بھی بیٹے تھے۔ زید بن صوحان۔ ابو عبیدہ عبدی۔ عبداللہ بن سلیم۔ عبداللہ بن رقیہ۔ سیحان بن صوحان۔ رشید بن سمرہ۔ مصعب بن سلیم۔ ثمامہ بن المثنی۔ علباء بن الہیثم۔ معاذ بن عفرا۔ بی بی عائشہ کی طرف سے۔ طلحہ۔ زبیر۔ عبدالرحمن برادر طلحہ۔ عبداللہ بن حکیم بن حزام۔ محرز بن حارثہ۔ کعب بن سور۔ مجاشع ومجالد پسران مسعود۔ محمد بن طلحہ۔ عمرو بن یثربی ضبی۔ عبداللہ بن خلف +

طبری لکھتا ہے کہ جنگ جمل ۱۰ جمادی الاخر ۳۶ھ کو ہوئی۔ اکثر مورخین اور اعثم کوفی کے بموجب علی کی کل فوج بیس ہزار اور عائشہ کی تیس ہزار تھی +

(۴۱) **جنگ جمل کے بعد کے حالات** روانگی عائشہ کے بعد جناب امیر نے بصرہ کے بیت المال کا روپیہ جو ۶ لاکھ درہم سے زیادہ تہا حاضرین معرکہ کو تقسیم کر دیا۔ ہر ایک کے حصہ میں ۵ سو درہم آئے اور فرمایا شام فتح کرنے کے بعد مقررہ وظیفہ کے علاوہ اتنا ہی اور دیا جائیگا (ابن خلدون) مسعودی لکھتا ہے کہ ۱۲ ہزار حقدار تھے علی نے بیت المال کو

(بقیہ نوٹ صفحہ ۱۹۱) دشمن پریشان نکالتا آسینے عورتوں کی اور چالیس آدمیوں کے ساتھ مدینہ کی طرف روانہ کر دیا + تہذیب المتین میں محمد بن اسحق صاحب مغازی سے نقل کیا ہے کہ وہ راہ میں علی کی مخالفت پر لوگوں کو برانگیختہ کرتی تھیں۔ اور مدینہ پہنچکر ایک خط اس مضمون کا معاویہ کے نام لکھکر اسود بن بختری کے ہاتھ شام کو روانہ کیا تھا (لطیفہ) تہذیب المتین میں زمخشری وغیرہ سے نقل کیا ہے کہ ایک عورت نے آکر حضرت عائشہ کے پاس آئی اور کہا اے ام المومنین اُس عورت کے حق میں کیا کہتی ہو جو دیدہ و دانستہ اپنے بیٹے کو مار ڈالے عائشہ نے کہا وہ کافر ہے حق تعالی فرماتا ہے ومن یقتل مومنا متعمدا فجزاءہ جہنم خالدا فیہا جو کسی مومن کو دیدہ و دانستہ قتل کرے گا اسکا بدلہ جہنم ہے ہمیشہ اُسمیں رہیگا اور اُسپر خدا کا غضب نازل ہوگا اور حق تعالی اُسکے واسطے عذاب عظیم مہیا کر چکا۔ اُس عورت نے کہا کہ اے ام المومنین تم اُس عورت کے بارہ میں کیا کہتی ہو جسکے ہاں اولاد و مومنین سے ۱۶ ہزار مرد قتل کئے ہوں۔ عائشہ اُسکا مطلب سمجھ گئیں اور کہا اس دشمن خدا کو دور کرو +

دیکھتے ہی کہا پانچ پانچ سو بانٹ دو۔ سب کو پورے ملگئے کم و بیش نہوا یوں بٹ گیا۔ ۵ سو درہم آپ نے اپنے لیئے رکھے تھے آپ کے اصحاب میں سے ایک شخص نے آکر کہا یا حضرت میں فلاں کام کو گیا ہوا تھا مجھے تو ملا ہی نہیں حضرت نے اپنا حصہ اُسے دیدیا ۔ جنگ جمل کے بعد مروان[1] اور دیگر بنی اُمیہ جو جنگ جمل میں شریک تھے شام کی طرف چلے گئے (ابن خلدون) ۔ بصرہ فتح ہوگیا تو جناب امیر نے عبداللہ بن عباس کو بصرہ کا گورنر مقرر کیا۔ اور زیاد بن اُبیہ کو (جو بروایت طبری عبدالرحمن بن ابی بکرہ کا ماموں تھا اور بروایت ابن خلدون جنگ جمل کے موقعہ پر بصرہ میں بیمار تھا اور کسی طرف شریک نہ ہوا تھا) بیت المال پر ابن عباس کا نائب مقرر کیا اور عبداللہ سے کہا کہ زیاد کی رایوں کا لحاظ رکھیے

(۴۲) **کوفہ دارالخلافت** بصرہ کے معاملات سے فارغ ہو کر جناب امیر دوشنبہ ۱۲ رجب ۳۶ھ کو اپنے تمام لشکر کے ساتھ کوفہ کو روانہ ہوئے اور کچھ دنوں یہاں رہکر کوفہ۔ عراق۔ خراسان۔ یمن۔ مصر اور حرمین کا انتظام کیا غرض شام کے سوا تمام ممالک اسلامی پر حضرت کا تسلط بیٹھ گیا اور اس اندیشہ سے کہ معاویہ عراق و فارس پر تسلط نکرلے کوفہ کو دارالخلافہ مقرر کیا ۔

(۴۳) **سیستان کی بغاوت** جنگ جمل کے بعد سیستان میں بغاوت ہوئی جناب امیر کے حکم سے ربعی بن کاس عنبری نے چار ہزار آدمی بھیجکر بغاوت کو فرو کر دیا اور تمام بلاد سیستان پر تصرف کرلیا (ابن خلدون)

(۴۴) **بغاوت خراسان** حضرت عثمان کے عہد میں ۳۱ھ کے واقعات میں ماہویہ مرزبان مرو کا ابن عامر گورنر بصرہ سے صلح کرنے کا حال لکھا جاچکا ہے۔ جنگ جمل کے بعد ماہویہ اُسی صلح کی تجدید کے لیئے حضرت علی کے پاس حاضر ہوا۔ حضرت نے منظور کیا۔ مگر اسی سال اہل مرو نے سرکشی کی اور جناب امیر نے خلید بن قرہ یربوعی کو یا خلید بن طریف کو خراسان (مرو) کی طرف روانہ کیا ۔

جنگ صفین

(۴۵) **اسباب طغیان معاویہ** جس زمانہ میں حضرت عثمان نے اپنے عاملوں کو اپنے مخالفوں کے دفعیہ کے واسطے مدینہ میں بلایا تھا ایک دن مدینہ کے بازار میں معاویہ کی کعب الاحبار سے ملاقات ہوئی۔ معاویہ نے کہا عثمان تو ضرور مارے جائینگے مگر دیکھیئے انکے بعد حاکم و خلیفہ کون ہوتا ہے۔ کعب نے کہا بڑے کشت و خون کے بعد تم بادشاہ ہوگے اسوقت سے معاویہ طلب خلافت میں مبتلا تھے۔ جب عثمان مارے جاچکے بنی امیہ جو جناب امیر سے کینہ دیرینہ رکھتے تھے ہمیشہ معاویہ کو مخالفت شاہ ولایت پر اُکساتے رہتے تھے۔ خود معاویہ نے طمع خلافت میں جناب امیر کیطرف سے شامیوں کا عقیدہ فاسد کرنا شروع کر دیا۔ اور حکم دیا کہ جمعہ کے دن عثمان کا پیراہن خون آلودہ اور نائلہ کی کٹی ہوئی اُنگلیاں منبر پر رکھا کریں۔ اور مشہور کریں کہ جناب امیر کے حکم سے عثمان قتل ہوئے ہیں۔ معاویہ نے اس بات میں اتنا مبالغہ کیا کہ مبارزان شام نے تاکیدی قسم کھالی کہ بستر نرم پر نہ سوئیں گے اور ٹھنڈا پانی نہ پیئیں گے۔ جبتک دشمنوں سے خون عثمان کا عوض نہ لیلیں گے۔ اسی زمانہ (۳۶ھ) میں عمرو عاص فلسطین سے دمشق جا پہنچا اور اس امر میں معاویہ کا معاون ہوا ۔

کہتے ہیں کہ جس زمانہ میں مخالفوں نے حضرت عثمان کا محاصرہ کر رکھا تھا عمرو عاص جو مکر و تزویر میں بے مثل و بے نظیر تھا اپنی اولاد کو لیکر مدینہ سے فلسطین کو چلا گیا تھا۔ عثمان کے قتل ہونے کی خبر سنکر معاویہ کی طلبی یا اپنی خوشی سے اپنے دونوں بیٹوں کو لیکر دمشق کو روانہ ہوگیا۔ روانگی سے پہلے اپنے بیٹوں عبداللہ اور محمد سے

[1] ابن خلدون نے لکھا ہے کہ جنگ جمل میں مروان اور عبداللہ بن زبیر کو بہتر بہتر زخم مختلف قسم کے لگے تھے جو علاج کرنے سے اچھے ہوگئے۔

مشورہ لیا۔ عبداللہ نے کہا بزرگی و خوبی و حسب نسب اور تمام باتوں میں جناب امیر سے کسیکو نسبت نہیں وہی یہ ہے
کہ اُن حضرت کی خدمت میں چلو۔ اور محمد نے صلاح دی کہ علی کے پاس جانے سے کام نہیں چلنے کا۔ اور یہ دونوں اپنے
دونوں بیٹوں نے علی کے پاس چلنے کی صلاح دی۔ مگر عمرو عاص نے کہا کہ علی بسبب زیادتی کمالات و فضائل افضل
کے ہم جیسے لوگوں کی پروا نہیں رکھتے۔ مناسب ہے کہ معاویہ کے پاس چلیں کہ ہماری مرادیں پوری ہوں۔ عبداللہ
نے کہا کہ علی کی فرمانبرداری باعث دخول جنت نعیم ہوگی۔ اور معاویہ کی متابعت باعث دخول جہنم۔ آگے آپ کو اختیار
ہے۔ مگر عمرو عاص نے معاویہ ہی کا رخ کیا۔ جب اُس مقام پر پہنچا جہاں سے عراق اور شام کا راستہ جدا ہوتا تھا
اپنے غلام وردان سے پوچھا کہ ان دونوں راستوں میں سے ہر ایک کدھر کدھر جاتا ہے۔ وردان نے راہ عراق
کی طرف اشارہ کرکے کہا کہ اس راستہ کا چلنے والا تو جنت کو پہنچتا ہے اور شام کے راستہ کی طرف اشارہ کرکے کہا
کہ اس راستہ پر جانیوالا دوزخ کو جاتا ہے۔ عمرو عاص نے وردان کی تعریف کی اور ایک شعر پڑھا جس کا ترجمہ
یہ ہے۔ شاہ مردان کی علوشان وارتفاع مکان اظہر من الشمس ہے لیکن طمع دنیوی کی وجہ سے راہ راست سے
بھٹکنا پڑتا ہے ✤ القصہ عمرو عاص دمشق میں پہنچا اور بروایت مسعودی حکومت مصر کا وعدہ[1] لیکر معاویہ
سے بیعت کرلی۔ دونوں میں بہت اتحاد اور محبت ہوگئی۔ بروایت روضۃ الصفا اسی زمانہ میں جناب امیر کے
خلیفہ ہوتے ہی عبید اللہ بن عمر جو قتل ہرمزان کی وجہ سے علی کے قصاص سے خوف کرکے بھاگے تھے معاویہ
کے پاس آپہنچے اور معاویہ سے بیعت کرلی۔ مگر ساتھ ہی علی بن ابی طالب کے بہت سے فضائل بھی بیان کئے اور کہا
کہ اُس شخص کو کوئی عیب نہیں لگا سکتا یعنے وہ عیبوں سے بالکل بری ہے ✤ ان دونوں کی متابعت کی وجہ
ابن ابوسفیان کے کام اور معاملہ کو بہت رونق و ترقی ہوئی۔ تمام شامیوں نے معاویہ کی مدد پر کمر باندھ لی اور
جناب امیر سے لڑنے پر اتفاق کرلیا۔ اور جب معاویہ نے سنا کہ سعد بن ابی وقاص۔ عبداللہ بن عمر۔ اسامہ
بن زید اور محمد بن مسلمہ نے جناب امیر کی بیعت نہیں کی ہے ان چاروں کو لکھا کہ اپنی متابعت اور جناب امیر
کی مخالفت پر آمادہ کرنا چاہا۔ جب ان لوگوں نے معاویہ کے مکتوب پڑھے تو معاویہ کے ادعا پر بڑا تعجب کیا
سخت سخت جواب لکھے اور کہا کہ تیرا مطلب طلب خون عثمان سے سوائے جاہ و منصب حاصل کرنے کے اور کچھ
نہیں ہے۔ اور ساتھ ہی کچھ مناقب و فضائل جناب امیر کے تحریر کرکے اطلاع دی کہ ہم باطن میں جناب امیر
سے موافقت رکھتے ہیں اور جانتے ہیں کہ جو اُن حضرت سے مخالفت کریگا کبھی کامیاب نہ ہوگا۔ مگر ہمنے گوشہ نشینی
صرف اس غرض سے اختیار کی ہے کہ اہل قبلہ پر تلوار نہ کھینچنی پڑے۔ ہم ہرگز علی پر تجھ کو ترجیح نہ دینگے
اور تیری خاطر ہم ہرگز اُس سے مخالفت نہ کرینگے۔ (حبیب السیر) ✤
صاحب روضۃ الصفا لکھتے ہیں کہ اس سے پہلے عمرو عاص کی صلاح سے معاویہ نے اہالی مدینہ کو بھی اپنی مدد
اور علی کی مخالفت کے بارہ میں لکھا تھا۔ اُنہوں نے جواب میں لکھا کہ "عمرو عاص اور معاویہ کو معلوم ہو کہ تم
دونوں نے بڑی غلطی کی جو ہمسے مدد مانگی تم کو ایسی باتوں اور امر خلافت سے کیا نسبت۔ اے معاویہ تو طلیق
ہے حقیقت میں اے عمرو عاص تو خائن ہے دین و ملت میں۔ آئندہ ہمیں ایسی باتیں لکھکر تکلیف نہ دینا"
پس اس زمانہ میں سوائے چار شخصوں ابوہریرہ۔ ابودرداء۔ ابواسامہ باہلی اور نعمان بن بشیر انصاری کے کوئی
اصحاب رسول میں سے معاویہ سے اختلاط نہ رکھتا تھا۔ عبداللہ بن عمر مرتے دم افسوس کرتے تھے کہ میں نے

[1] یعنے اگر مصر فتح ہوجائیگا تو میرے حوالہ کر دینا ✤

بہت ہی برا کیا جو علیؑ کی بیعت نہ کی۔ اور اُنکے دشمنوں سے نہ لڑا اور محمد بن مسلمہ نے علاوہ دیگر باتوں کے یہ بھی لکھا کہ عثمان نے بلوہ کے زمانہ میں بکرات و مرات تجھ سے مدد مانگی اور باوجود قدرت کے تو نے پروا نہ کی۔ اور سمجھ لیا کہ اگر وہ قتل ہو جائیں گے تو تو اپنی مراد کو پہنچے گا۔ اب طلب خون عثمان کو اٹھا ہے"۔ الغرض معاویہ اس گروہ کی اطاعت سے باہر ہیں اور فراہمی لشکر میں مصروف ہوا +

اصل یہ ہے کہ علی مرتضیٰ جو کئی ماہ تک قیام مدینہ اور مہم بصرہ میں مصروف رہے اس عرصہ میں معاویہ نے شامیوں کو ہر طرح مطیع و منقاد کر لیا تھا وہ حضرت ابوبکرؓ و عمرؓ کے زمانہ سے شام کے ملک پر مستقل گورنر چلا آتا تھا اب پانچ صوبے اُسکے ماتحت ہونے سے اُسکی طاقت بہت بڑھی ہوئی تھی طلب خون عثمان کے شرعی بہانہ نے اُس کی مالی طاقت کو اور زیادہ ترقی دی۔ علی مرتضیٰ نے اُسکو پہلے ایک خط مدینہ سے لکھا تھا اب دوسرا خط کوفہ سے جریرؓ[1] بن عبداللہ بجلی کے ہاتھ روانہ کیا جسکا مضمون یہ تھا کہ جس بیعت میں سب مہاجر و انصار داخل ہو چکے ہیں تم بھی داخل ہو جاؤ۔ معاویہ نے خط پڑھا اور بیعت کرنے میں توقف کیا اور اہل شام کو برانگیختہ کیا کہ اپنا جوش طلب خون عثمان جریر کو دکھائیں۔ اہل شام کا جوش معاینہ کرکے جریر کوفہ کو واپس آیا اُسوقت جناب امیر کو معاویہ کے اہتمام کا پورا پتہ معلوم ہوا (المرتضیٰ)

(ابن خلدون لکھتا ہے جب جریر قاصد ہو کر گیا تو معاویہ سے ملا اور اُسے جواب میں تاخیر کرنے کی رائے دی۔ اور اتنی مدت[2] میں جواب لیکر آیا کہ معاویہ نے اچھی طرح جنگ کا سامان کر لیا۔ واپسی پر مالک اشتر نے کہا تو علی کا خیرخواہ نہیں تو نے جا کر ڈھیل کی میں جاتا تو یہ برا نتیجہ نکلتا جواب ہوا اسپر جریر ناراض ہو کر بلا اجازت جناب امیر رات کے وقت اپنے اہل و عیال کو لیکر معاویہ کے پاس چلا گیا +

(۹۴) علیؑ کی چڑھائی شام پر جناب امیر کو جب معلوم ہوا کہ معاویہ کسی طرح باز نہیں آتا[3] اور جنگ کرنے کو تیار ہے تو آپ شوال ۳۶ھ میں ابو مسعود عقبہ بن عمرو انصاری کو کوفہ میں اپنا نائب مقرر کرکے نخیلہ میں آئے اور زیاد بن نضر کو ۸ ہزار فوج سے مقدمۃ الجیش کے طور پر اور اُسکے پیچھے شریح بن ہانی کو ۴ ہزار فوج سے روانہ کرکے مداین میں تشریف لائے اور سعد بن مسعود ثقفی عم مختار کو مداین میں اپنا نائب مقرر کرکے معقل بن قیس کو ۳ ہزار فوج سے روانہ کیا اور حکم دیا کہ مقام رقہ میں ہم سے ملجانا۔ اسکے بعد خود روانہ ہو کر رقہ پہنچے (ابن خلدون)

راستہ میں جب حدود جزیرہ میں پہنچے تو مورخین لکھتے ہیں کہ اس مقام پر پانی مطلق نہ تھا وہاں ایک دیر تھا۔ اُس دیر کے راہب کو بلایا۔ پانی طلب کیا۔ عرض کیا کہ تین برتن پانی کے بھرے جو موجود ہیں حاضر ہیں۔ فرمایا ہمارا لشکر بہت ہے اتنے پانی سے کیا ہوگا وہ چشمہ بتا کہ جس میں سے انبیائے بنی اسرائیل نے پیا ہے۔ راہب نے عرض کیا کہ میرے باپ نے اپنے باپ سے روایت کی ہے کہ اس منزل میں ایک چشمہ لوگوں کی نظروں سے پوشیدہ ہے۔ مگر اُسے پیغمبر یا وصی پیغمبر کے سوا کوئی کھول نہیں سکتا اگر آپ وہ چشمہ مجھے دکھا دیں تو آپکے ہاتھ پر ایمان لاتا ہوں جناب امیر دیر سے مشرق کی طرف تشریف لیگئے اور بیس گز قطر کا ایک خط کھینچکر اُسکے درمیان کھودنے کا حکم دیا۔ کھودا تو ایک پتھر نمودار ہوا جس کو بہت سے آدمی مل کر نہ ہٹا سکے جناب امیر خود آئے اور اکیلے اُس پتھر کو

[1] عہد عثمانی سے ہمدان کا گورنر تھا جناب امیر نے جنگ جمل کے بعد شام کی چڑھائی کے موقعہ پر اسے اپنے پاس کوفہ میں بلا لیا تھا (ابن خلدون)

[2] مورخین نے جریر کی واپسی کی مدت ۳ ماہ لکھی ہے اس مدت میں جناب امیر نے جواب کی تاکید بھی لکھی مگر معاویہ نے لیت و لعل میں رکھا +

[3] اسی زمانہ میں قیصر روم نے معاویہ پر چڑھائی کرنیکا سامان کیا تھا۔ مگر معاویہ نے اُسے روپیہ اور تحائف بھیجکر صلح کر لی +

اُٹھاکر دور پھینکدیا - آپ صاف کا ایک چشمہ نمودار ہوا - تمام لشکریوں اور چارپایوں نے پانی پیا - راہب یہ کرامت دیکھکر مسلمان ہوگیا - اور ایک صحیفہ دیرینے نکالکر دکھایا جس میں نبی آخرالزمان کا ظہور اور شاہ مرداں کا اُس مقام پر آکر چشمہ نمودار کرنیکا حال لکھا تھا - اور وہ لکھا ہوا شمعون الصفا حواری جناب عیسیٰ کا تہا - جناب علی نے اُس صحیفہ کو دیکھکر خدا کا شکر ادا کیا - اور آگے روانہ ہوئے - راہب بھی ساتھ ہولیا - یہانتک کہ جنگ صفین میں شہید ہوا (تاریخ اعثم کوفی اردو صفحہ ۲۱۲ - روضۃ الصفا جلد دوم صفحہ ۲۹۲ - حبیب السیر جلد اول جزو چہارم صفحہ ۵۶ - جامع التواریخ صفحہ ۲۳۸ - مواہب المصطفیٰ صفحہ ۳۲ - تاریخ تذکرۃ الکرام صفحہ ۲۵۸ - ایرونگ سکسسرز آف محمد) +

(۴۷) فریقین کی تیاریاں معاویہ کو علی کی روانگی کی خبر ملی تو مقام صفین میں اپنی فوج کو جمع کیا جس کی تعداد مورخین نے ایک لاکھ بیس ہزار لکھی ہے - علی نے روانگی کوفہ سے پہلے اپنے نائبوں کے پاس حکمنامے روانہ کئے تھے جن میں اطلاع دی تھی کہ ہمارا شام روانہ ہونے کا ارادہ ہے تم لوگ مع فوج اور سامان کے حاضر ہو اس حکم پر عبداللہ بن عباس بصرہ سے مخنف بن سلیم اصفہان سے سعید بن وہب ہمدان سے اور مختلف صوبوں سے عمال آگئے تھے ربیع بن خثیم نائب رے بھی ۴ ہزار فوج لیکر حاضر ہوا تھا - اشعث بن قیس جو عہد عثمانؓ میں آذربیجان وارمینیہ کا گورنر تہا اور جریر بن عبداللہ حاکم ہمدان بعد فتح جنگ جمل معزول کرکے پہلے ہی کوفہ بلالئے گئے تھے - موضع نخیلہ مرکز روانگی قرار دیا گیا تھا ترتیب لشکر مالک بن حبیب یربوعی کے سپرد ہوئی گنتی پر معلوم ہوا کہ نوے ہزار سپاہی جمع ہوئے ہیں - اس لشکر میں ۸ سو انصار اور ستر اصحاب اہل بدر اور ۹ سو کے قریب اصحاب بیعت الرضوان تھے (اعثم کوفی - حبیب السیر - روضۃ الصفا) صاحب روضۃ الصفا و اعثم کوفی کے موافق نہایت قابل قدر بزرگ جن کے زہد فہم اور خوبیوں کا لوگوں کے دلوں پر سکہ تھا جن کو اویس قرنی کہتے تھے جنگ صفین ہی کے موقعہ پر حاضر ہوکر علی کی نصرت میں شہید ہوئے تہے +

(۴۸) افسران فوج جناب امیر نے اپنی فوج کے سات ٹکڑے کئے تھے جنکے سردار یہ تھے - مالک اشتر - حجر بن عدی - شبث بن ربعی - خالد بن المعمر الدوسی - زیاد بن نضر - سعید بن قیس ہمدانی - قیس بن سعد بن عبادہ[۱] روضۃ الصفا کے موافق عمار یاسر تمام فوج کے سواروں کے سردار اعلی تھے اور عبداللہ بن بدیل خزاعی پیادوں کے - ہاشم بن عتبہ علمبردار - اشعث بن قیس سردار میمنہ - عبداللہ بن عباس سردار میسرہ ابن قتیبہ کے موافق مقدمہ پر مالک اشتر اسکے ساقہ پر شریح بن ہانی مہاجرین و انصار پر محمد بن ابی بکر اہل بصرہ پر عبداللہ بن عباس اہل کوفہ پر عبداللہ بن جعفر سواروں پر عمار یاسر قلب پر حسن بن علی نامزد کئے گئے تہے - ابن خلدون کے موافق اشتر سواران کوفہ پر سہل بن حنیف سواران بصرہ پر قیس بن سعد پیادگان بصرہ پر عمار یاسر پیادگان کوفہ پر اور ہاشم کل فوج کے علمبردار تہے - معاویہ نے بہی اپنی فوج کے سات ٹکڑے کئے تھے جن کے سردار یہ تھے - عبدالرحمن بن خالد بن ولید - ابوالاعور سلمی حبیب بن مسلمہ فہری - ذوالکلاع حمیری - عبیداللہ بن عمر - شرحبیل بن سمط کندی - حمزہ بن مالک ہمدانی - حبیب السیر کے موافق سواروں کے سردار عبداللہ بن عمرو عاص - پیادوں کا سردار مسلم بن عقبہ میمنہ پر عبیداللہ بن عمر - میسرہ پر حبیب بن مسلمہ اور علمبردار عبدالرحمن بن خالد بن ولید - صاحب مقصد اقصی کے نزدیک عبیداللہ بن عمر سواروں کا اور عبداللہ بن عمرو عاص میمنہ کا سردار تھا - ابن خلدون نے میمنہ پر ذوالکلاع میسرہ پر حبیب بن مسلمہ مقدمہ پر ابوالاعور سلمی سواران دمشق پر عمرو عاص پیادگان دمشق پر مسلم بن عقبہ اور کل فوج کا سردار ضحاک بن قیس کو لکھا ہے -

---

[۱] مسعودی لکھتا ہے کہ اشعث بسبب معزولی جناب امیر سے پوشیدہ دشمنی رکھتا تھا +

ابن قتیبہ کے موافق معاویہ کی طرف سے مقدمہ پر ابوالاعور سلمی اُسکی ساق پر بسر بن ارطاۃ سواروں پر عبید اللہ بن عمر میمنہ پر یزید عبسی میسرہ پر عبد اللہ بن عمرو بن عاص اور علمبردار عبد الرحمن بن خالد بن ولید تھا۔ چونکہ جنگ صفین مدتہا تک رہی ہے۔ یہانتک کہ ۷۰ لڑائیاں ہوئیں معلوم ہوتا ہے کہ مختلف موقعوں پر عہدہ بدلتے رہے ہیں اور اس سبب سے مورخین کو اختلاف ہوا ہے +

(۳۹) مالک نے ابو الاعور کو بھگا دیا | القصہ جناب امیر نے ناحیہ رقہ سے کوچ اور آب فرات سے عبور کیا۔ زیاد بن نضر اور شریح بن ہانی جو مقدمہ لشکر تھے آگے بڑھے تو معاویہ نے انکے مقابلہ میں ابوالاعور سلمی کو مقدمہ لشکر بنا کر روانہ کیا۔ زیاد نے ابوالاعور کی فوج اپنی فوج سے زیادہ دیکھکر جناب امیر کو اطلاع دی۔ جناب امیر نے مالک اشتر کو کمک کے واسطے بھیجا۔ اور انکے عقب میں ہاشم بن عتبہ کو بھی روانہ کیا۔ اور پہلے دو افسروں کو لکھا کہ میں نے اشتر کو تمہارے انتظام پر حاکم کیا ہے تم اسکا کہا ماننا۔ اسکو اپنی زرہ اور سپر بنا لینا۔ کیونکہ یہ وہ شخص ہے جس کی طرف سے نہ سستی اور نہ بے موقع عجلت کا خوف نہیں ہے۔ مالک نے پہنچکر پہلے ایک نصیحت آمیز خط ابوالاعور کو بھیجا۔ جب اس نے انکاری جواب لکھا تو دونوں لشکروں میں جنگ شروع ہوگئی۔ دیرتک سخت لڑائی رہی آخر ابوالاعور شکست کھاکر معاویہ کی اصل فوج سے جا ملا +

(۴۰) معاویہ نے پانی بند کر دیا | اب علی کی تمام فوج معاویہ کے کل لشکر کے مقابل پہنچ گئی۔ ابن ابوسفیان نے صفین کی طرف متوجہ ہوکر علی کے پہنچنے سے پہلے ہی ابوالاعور کو مامور کر دیا تھا کہ فرات کے گھاٹ پر جو اُس علاقہ میں ایک ہی تھا قبضہ کرلے۔ جناب امیر نے معاویہ کے مقابلہ میں چھاونی ڈالی۔ پانی کی روک کی خبر ہوئی تو صعصعہ بن صوحان اور شبث بن ربعی کی معرفت معاویہ کے پاس یہ پیغام بھیجا کہ تیرے لشکر نے پانی روک دیا ہے۔ لشکر کے ساتھ ضعیف کمزور اور بڈھے بھی ہیں مناسب نہیں کہ مسلمانوں سے پانی روکا جائے۔ اگر ہم تجھ سے پہلے وارد ہوتے تو ہرگز نہ روکتے۔ ہم لوگ پانی پر لڑائی کرنے نہیں آئے بلکہ دین پر لڑنے کو آئے ہیں تاکہ خلق خدا پر حجت پوری ہو۔ مناسب ہے کہ لشکر کو لب دریا سے اٹھالو اور پھر لڑو تاکہ حق و باطل کا فرق لڑائی سے ظاہر ہو جائے۔ اور

له ہر دو طرفین میں ہر قبیلہ کا جدا جدا سردار بھی مقرر تھا (۱) جناب امیر کے سرداران فرقہ ہائے لشکر سات سرداروں کے بعد یہ لوگ تھے سلیمان بن صرد الخزاعی۔ حارث بن مرۃ العبدی۔ حصین بن منذر۔ احنف بن قیس تیمی۔ عمرو بن حمق خزاعی۔ نعیم بن ہبیرہ شیبانی۔ اعین بن ضبیعہ۔ حارث الاعور۔ عمرو بن عطارد۔ شداد الہلالی۔ شریح بن ہانی۔ عمرو بن جبلہ۔ حصین بن نمیر۔ خزیمہ بن ثابت۔ بن قدامہ۔ رفاعہ بن شداد۔ ربیعہ الشیبانی۔ عدی بن حاتم طائی۔ جندب بن زہیر الازدی۔ عمرو بن مرثد۔ صعصعہ بن صوحان۔ عبد اللہ بن طفیل۔ عمرو بن حنظلہ۔ حارث بن نوفل۔ قبیصہ بن شداد۔ قاسم بن حنظلہ جہنی۔ سعد بن مسعود ثقفی۔ معقل بن قیس۔ عامر بن واثلہ۔ ابوایوب انصاری۔ ابوالہیثم بن التیہان + (۲) معاویہ کے سرداران قبائل یہ لوگ تھے۔ ضحاک بن قیس۔ زفر بن حارث۔ مسلمہ بن خالد۔ بسر بن ارطاۃ۔ حوشب بن حارث۔ حابس بن سعد۔ حسان بن بجدل۔ یزید بن ہبیرہ۔ یزید بن امیہ۔ عمرو بن عاص۔ مخارق بن حارث۔ قعقاع بن ابرہہ۔ سفیان بن عمرو۔ حارث بن خالد۔ ہشام بن قبیصہ۔ حوشب بن ذی ظلیم۔ حابس بن ربیعہ۔ عباد بن یزید۔ یزید بن اسد۔ ظریف بن حابس۔ نافع بن عمیر۔ نائل بن قیس۔ حمزہ بن مالک۔ ہلال بن ابی ہبیرہ۔ زید بن بحیرہ۔ حارثہ بن قدامہ۔ سعد بن قیس بن عبد اللہ۔ قیس الجہنی۔ زید بن صعصعہ بن صوحان (روضۃ الصفا) ۲ مالک اشتر علی کی طرف سے جزیرہ کے گورنر تھے۔ اہل جزیرہ عثمان کے طرفدار معاویہ کی بیعت کئے ہوئے تھے مالک نے معاویہ کے گورنر ضحاک بن قیس فہری کو حران پر اور عبد الرحمن بن خالد بن ولید کو جو معاویہ کی طرف سے ضحاک کی مدد کو بھیجا گیا تھا رقہ پر شکست دیکر بھگا دیا اور سیاست کے زور سے تمام جزیرہ پر عمل بٹھا لیا تھا (اعثم کوفی)

اگر تمہاری یہی مرضی ہے جو گھاٹ کو لیلئے فتح اُسکی سمجھی جائے تو ہم اس پر راضی ہیں۔ اس پیغام کے پہنچنے پر معاویہ نے اپنے امراء سے مشورہ لیا عمرو عاص نے کہا کہ اے معاویہ کیا تو اپنے خیال میں ساقی کوثر کو کنار آب فرات پر پیاسا رکھ سکتا ہے ع زہے تصور باطل زہے خیال محال۔ ولید بن عقبہ نے کہا کہ ان لوگوں میں اکثر قاتلان عثمان ہیں ان لوگوں نے کئی دن اُن جناب سے پانی روکے رکھا مناسب ہے کہ ہم بھی اُنکو پیاس کی تکلیف پہنچائیں۔ معاویہ نے ولید کی بات پسند کی اور سفیر ولید بن عقبہ کو برا بھلا کہتے ہوئے بے نیل مرام واپس آئے۔ جناب امیر کے لشکری پیاس سے سخت بیتاب ہوئے حضرت کی لشکرگاہ سے اُدھر دوسرے مقام تک جہاں پانی دستیاب ہو سکتا تھا دو فرسخ کا فاصلہ تھا یہ حالت دیکھکر اشتر اور اشعث جناب امیر کے پاس آئے اور کہا یا امیرالمومنین تمام لشکر پیاسا ہے اور معاویہ مع اپنے لشکر کے سیراب ہو رہا ہے ہم لوگ کبتک خاموش رہیں اجازت دیجئے کہ لڑیں اور پانی چھین لیں امیرالمومنین نے فرمایا کہ اگر تم دشمن سے مغلوب اور مقہور ہو کر جئے تو یہ زندگی عین موت ہے اور اگر دشمن پر مظفر و منصور ہوتے ہوتے مرگئے تو یہ عین حیات ہے۔ الغرض اپنے آقا و سردار سے اجازت پا کر دس ہزار فوج لیکر گھاٹ کی طرف چلے اور معاویہ کے لشکر کے قریب پہنچکر آواز دی کہ اے اہل شام پانی چھوڑ دو نہیں تو تمہارا خون تمہاری گردنوں پر ہوگا۔ کسی نے اُنکے کہنے کی پروا نہ کی۔ ناچار حملہ آور ہوئے زور شور کی لڑائی کے بعد گھاٹ ابوالاعور سے چھین لیا۔ لشکر امام نے دریا پر چہار وقت و الدی اور فریق مخالف کو پانی لینے سے روک دیا۔ معاویہ نہایت مضطرب ہوا عمرو عاص نے اُسسے ملامت کرنی شروع کی اور کہا کہ میں کیا کہتا تھا بتاؤ اگر علی تمہارے ساتھ وہی کرے جو تمنے کل اُسکے ساتھ کیا تھا تو تمہارا کیا حال ہو۔ معاویہ نے کہا کہ پھر اب کیا ہوگا۔ عمرو نے کہا کہ محصور عثمان کو پانی کی مشکیں بھیجنے والا علی تمہاری طرح ہرگز پانی روکنے والا نہیں ہے۔ خجل اور شرمندہ ہو کر معاویہ نے اپنے ارکان دولت میں سے ۱۲ شخصوں مثل ضحاک بن قیس۔ بسر بن ارطاۃ۔ مقاتل بن زید۔ داؤد بجری اور حوشب بن ذی ظلیم وغیرہ کی معرفت امیرالمومنین کی خدمت میں عرض کرا بھیجا کہ ہم پر پانی بند نہ کریں۔ ساقی کوثر نے جواب میں فرمایا کہ ہم کسی پر پانی بند نہیں کرتے۔ خاطر جمع رکھو اور اس خبر کے پاتے ہی اپنے سرداروں کو کہلا بھیجا پانی بند نہ کرو اور منادی کرا دی "پانی حلال ہے کسیکو اسمیں مضایقہ نہیں ہے۔ دونوں لشکروں میں جسکو ضرورت ہو آدمیوں اور جانوروں کے لئے پانی لیجائے" مقاتل بن زید اور داؤد بکری کو اُن جناب کے کلام سے ایسا اثر ہوا کہ اُنہوں نے توبہ کی اور وہ حضرت ہی کی خدمت میں رہ گئے معاویہ کے پاس نہ گئے۔ باقی شامیوں نے واپس جاکر معاویہ کو یہ خوشخبری دی کہ حضرت پانی کو نہیں روکتے جنانچہ

(۲۱) فریب — علی کے لشکر نے فرات کے کنارہ خیمے گاڑ دیے دونوں طرف کے لوگ بلا تردد پانی صرف کرنے لگے تین روز تک اسی طرح کوئی مزاحمت نہ ہوئی چوتھے روز معاویہ نے کچھ آدمیوں کو کدالیں دیکر حکم دیا کہ علی کے لشکر کے پاس فرات کا بند ہے رات کے وقت اُسے توڑ ڈالو کہ اُنکا تمام لشکر ڈوب جائے علی کے لشکری رات کو گرد و غبار اور کھودنے والوں کا شور و غل سنکر ڈرے اور وہاں سے ہٹنے کیلئے اسباب باندھنے لگے۔ یہ دیکھکر جناب امیر نے فرمایا کہ یہ معاویہ کا مکر ہے اگر وہ ولایت شام کا تمام خراج بھی صرف کر دے تو اس بند کو نہیں توڑ سکتا۔ اس سے اُسکا یہ مطلب ہے کہ تمکو ہٹا کر اس مقام پر خود متصرف ہو جائے۔ مگر لوگوں پر ایسا خوف طاری ہوا کہ وہاں سے ہٹکر دور چلے گئے اور جب جناب امیر اکیلے رہ گئے تو اُنہیں بھی مجبوراً اپنا خیمہ بھیجنا پڑا۔ معاویہ کا یہ پہلا فریب تھا جو علی کے لشکر پر کارگر ہوا۔ صبح ہوئی دیکھا گیا کہ جہاں سے یہ لوگ غرق ہو جانے کے خوف سے ہٹ آئے تھے اب وہاں معاویہ اپنے حشم و خدم کے ساتھ ڈیرہ ڈالے پڑا ہے۔ علی نے اشعث اور مالک کو بلا کر کہا "ہم کیا کہتے تھے" اشعث نے شرمندہ ہو کر اپنے قبیلہ کے لوگوں کو جمع کیا اور مالک نے بھی سپاہی ساتھ لئے اور چڑھ گئے۔ لشکروں میں جنگ ہونے سے پہلے اشتر نے سات شامیوں کو مار گرایا شرجبیل بن سمط اور ابوالاعور اشعث بن قیس کے زخم کھا کر اُلٹے بھاگے۔ حوشب بن ذی ظلیم اور ذوالکلاع اشعث اور اشتر سے دیر تک لڑتے رہے لشکر یاں

میں بھی لڑائی ہوتی رہی۔ نتیجہ یہ ہوا کہ معاویہ کے لشکر نے جگہ چھوڑ دینے کے لئے ایک شب کی مہلت مانگی مگر اشعث اور اشتر نے قسم کھائی کہ ہم اُسوقت تک تلوار نیام میں نہ رکھیں گے جبتک تم جگہ نہ چھوڑ دو گے۔ اُنہوں نے کہا اچھا ہتیار رکھ لئے جائیں ہم ابھی جگہ خالی کئے دیتے ہیں۔ جگہ خالی ہو گئی اور علی کے سپاہی اطمینان سے اُسپر قابض ہو گئے

(۵۲) معاویہ نے رسد بند کردی | اسکے بعد معاویہ نے ضحاک بن قیس کو ہزار سوار سے راہ عراق پر بھیجا کہ وہاں سے جو رسد لشکر جناب امیر میں پہنچتی ہو اُسے بند کر دے تاکہ لشکر جناب امیر فاقہ سے مرجائے اور اُس نے بہت سے رسد لانے والونکو پکڑ لیا اور رسد چھین لی۔ جناب امیر کو معلوم ہوا تو آنسو بھر لائے اور فرمایا مجھے اس آکلۃ الاکباد کے بیٹے سے کیا کیا مصیبتیں پیش آرہی ہیں۔ اور بعد میں ہماری اولاد کو اسکی اولاد سے کیا کیا پیش آنے والا ہے۔ اور زہیر بن قین کو دو سو آدمی کے ساتھ ضحاک کے مقابلہ پر بھیجا لڑائی ہوئی اور ضحاک زخمی ہوکر اپنے آدمیوں کے ساتھ بھاگ کر معاویہ کے پاس آیا (روضۃ الصفا)۔

صاحب مطالب السئول لکھتے ہیں کہ دونوں فوجیں یکم ذی الحجہ ۳۶ھ کو مقابل میں خیمہ زن ہوئی تہیں اسی تاریخ سے جناب امیر نے معاویہ کے سمجھانے کے واسطے قاصد روانہ کرنے شروع کر دیے تھے۔ صاحب حبیب السیر لکھتے ہیں کہ اس واقعہ کے بعد بھی چند مرتبہ اتمام حجۃ کی غرض سے جناب امیر نے معاویہ کو ہدایت نامے بھیجے کہ اپنی شرارت سے باز آئے مگر معاویہ مثل سابق راہ مخالفت و عصیان پر ثابت قدم رہا اور ہرگز نمانا۔

(۵۳) دیندار اور سیاستدان | اب ہم علامہ عباسی کی ایک عبارت نقل کرتے ہیں جس سے کیفیت جناب امیر اور معاویہ اور اُسکے تابعین کی حالت اور طبیعت کا پتہ لگتا ہے۔

"جناب امیر نیکی کے قدم بہ قدم تھے۔ وہ امت محمدی پر کسی نااہل کا حکمراں ہونا نچاہتے تھے۔ دین کو دنیا پر مقدم سمجھتے تھے مسلمانوں کے مقابلہ میں وہ تلوار بھی آخر درجہ ناچار ہوکر اُٹھاتے تھے۔ کیونکہ بغاوت کا دفعہ کرنا اور نافرمانوں کو سزا دینا ضروریات سے تھا۔ کوئی فعل حضرت سے ایسا سرزد نہ ہوتا تھا جو کسی فریق کے نزدیک شرع یا اخلاقی خوبیوں کے خلاف ہوتا۔ جناب امیر کا مخالف فریق دنیاوی لذتوں کو مقدم سمجھتا۔ اور الدنیا زور ولا یحصل الا بالزور (دنیا مکر ہے اور بغیر مکر کے حاصل نہیں ہوتی) پر عمل کرنے میں تامل نہ کرتا تھا۔ یہ گروہ دیکھا دیکھی بڑھتا گیا اور سنت نبوی سے الگ ہوکر رسوم عجم کے سلاطین اور اُنکے ارکین کا رنگ پکڑتا گیا۔ معاویہ اس گروہ کا سردار تھا اتفاق زمانہ نے اُسے سردار بنا دیا اور اُسکے ذریعہ سے لوگوں کو اپنے مافی الضمیر کا موقع ملا۔ معاویہ اور اُسکے بعض ساتھیوں کو مکر کرنے اور جھوٹ بولنے اور مسلمانوں کا خون ناحق بہانے میں کوئی تامل نہ تھا۔ اور یہاں علی ابن ابیطالب کو بڑی دقت یہ تہی کہ وہ خود کو احکام شرعی کا پابند رکھتے تھے اور تلوار جب اُٹھاتے تہے کہ معاملہ اختیار سے باہر ہو جاتا تھا۔ طرفہ یہ کہ اُنکے ساتھی بھی کبھی کبھی مسلمانوں کے مقابلہ میں تلوار اُٹھانے سے رُک جاتے تہے۔ غرضکہ علی کی حالت اپنی خلافت کے زمانہ میں عجب کشمکش میں تھی اور رسول اللہ کے صحابیوں میں سے کسی نے بھی حضرت کی سی روحانی تکلیف نہیں اُٹھائی۔ لوگ امام حسین علیہ السلام کی شہادت کا واقعہ نہایت سخت سمجھتے ہیں لیکن میرے نزدیک حضرت علی ابن ابیطالب کی حالت کشمکش زیادہ تر ہمدردی کے لائق ہے اگر واقعہ کربلا کو طاعون سے نسبت دیں تو حضرت علی کی دقتوں کو عارضہ سل سے تشبیہ دے سکتے ہیں بعض یورپ کے مورخوں کا بیان ہے کہ حضرت علی کی خودرائی اُنکی ناکامی کا سبب ہوئی۔ لیکن حضرت علی پر خودرائی کا الزام غلط ہے علم۔ شجاعت۔ متانت اور حکمت اُنکے حصہ میں تھے۔ خودرائی چہ معنی دارد خودرائی نہیں بلکہ متانت

اُنہی ناکامیوں کے سبب ہوئے جنکا خلاصہ اوپر بیان کیا گیا ہے"

(۴۷۵) آغازِ جنگ مورخین کا بیان ہے کہ فریقین کی فوجیں ماہ ذی الحجہ ۳۶ھ ہجری میں بمقام صفین پر جمع ہوئی تھیں۔ ذی الحجہ کا سارا مہینہ اسطرح گزرا کہ لڑائی میں ایک ایک شخص آتا تھا مبارز طلب کرتا تھا لڑتا تھا اور جب وہ ہوپ سخت ہوتی تھی تو واپس چلا جاتا تھا اس مہینہ بھر کی لڑائی میں زیادہ لوگ ضایع نہیں ہوئے اب محرم ۳۷ھ شروع ہوا علی نے محرم کے احترام سے لڑائی روک دی اور مہینہ بھر تک لڑائی نہیں ہوئی فوجیں مقابل پڑی رہیں۔ جناب امیر نے اس اثنا میں موقع پاکر پھر معاویہ کو مصالحت کی طرف راغب کرنا چاہا۔ اور فریقین کے قاصد آتے جاتے رہے ایک موقعہ پر معاویہ کے قاصدوں نے پوچھا کیا عثمان مظلوم نہیں مارے گئے علی نے کہا نہ میں انکو ظالم کہتا ہوں نہ مظلوم۔ نہ میں نے انکے قتل میں کوشش کی نہ انکے بچانے میں یہ سنکر قاصد اُلٹے چلے گئے (ابن خلدون، ابن اثیر)

معاویہ کو تو طلب خون عثمان کے بہانہ دنیاوی حکومت کی طلب تھی وہ کب ماننے والا تھا حضرت کی مصالحت کی تمام کوششیں رائیگان گئیں اور آخرکار یکم ماہ صفر سے جنگ شروع ہو گئی۔ علی مرتضیٰ نے جنگ شروع ہونے سے پیشتر اپنے لشکر کو سمجھایا تھا اُسکے چند فقرے نہج البلاغہ سے نقل کرتے ہیں "جبتک وہ ابتدا نہ کریں تم ہرگز ان سے جنگ نہ کرنا۔ وہ ابتدا کریں گے تو ایک دوسری حجت تمہارے ہاتھ آجائے گی۔ جب انکو ہزیمت ہو جائے تو بھاگنے والے کا تعاقب نہ کرنا کسی عیب دار اور برہنہ کو آزار نہ پہنچانا۔ زخمی کی طرف متوجہ نہ ہونا ان کا مال نہ لینا۔ عورتوں کو ایذا نہ پہنچا کر ہیجان و غضب میں نہ لانا اگرچہ وہ تمہارے سرداروں کو سب و شتم کریں کیونکہ انکی قوتیں انکی عقلیں انکے نفس ضعیف ہیں ہم عہد رسول میں بھی اسی پر مامور تھے کہ اُن سے باز رہیں حالانکہ وہ عورتیں مشرک تھیں" آپ نے دونوں لشکروں کے درمیان منادی کرادی کہ تم دو سبب سے جنگ سے میں توقف کر رہے تھے ایک تو اس سبب سے کہ ماہ محرم میں جنگ نہ کرنی چاہئے دوسرے یہ کہ شاید معاویہ سوچیں اور مخالفت سے باز آجائیں لیکن محرم ختم ہو گیا اور اہل شام ابتک آمادہ فساد ہیں۔ میری نصیحتیں بیکار ہوئیں۔ لڑائی کے لئے تیار ہو جاؤ اب ہم سچے یقین اور پاک اعتقادی سے جنگ کریں گے۔

عمرو بن حمق اور حجر بن عدی نے زمانہ جنگ صفین میں اہل شام کو برے لفظوں سے یاد کیا تو امیر المومنین نے فرمایا میں تمہارے لئے اس امر کو مکروہ سمجھتا ہوں کہ تم دشنام دہندہ ولعنت کنندہ بنجاؤ لیکن اگر تم اُنکے اعمال بد کا بیان کرو انکی خراب حالتوں کا ذکر کرو تو البتہ یہ گفتار بہایت درست اور حق ہے۔ کلمہ نہایت بلیغ ہے تم جو انہیں دشنام دیتے ہو تو اُسکی بجائے یہ کہو پروردگار ہمارے اور ان کے خون کے بہنے سے بچا ہمارے اور انکے درمیان اصلاح کردے انہیں انکی گمراہی سے امر حق کی طرف ہدایت فرما"۔

جمعرات اول صفر ۳۷ھ کو علی اور معاویہ میں خوب لڑائی ہوئی سات روز تک صبح سے شام تک برابر لڑائی ہوتی رہی مگر کچھ نتیجہ نہ نکلا یہ لڑائیاں بھی سرداروں میں الگ الگ ہوتی تھیں۔ ایک دن عبدالرحمن بن خالد بن ولید معاویہ کی طرف سے معرکہ میں آکر مبارز طلب ہوا مالک اشتر مقابلہ میں آئے اور ایسی تلوار لگائی کہ خود کو کاٹکر سر پر بیٹھی عبدالرحمن بھاگا اور معاویہ سے آکر کہا کہ اب ہمیں عثمان کے خون کا بدلہ لینے کی طاقت نہیں رہی۔ معاویہ نے کہا بہت جلد لڑائی سے ملول ہو گئے اور ایسے زخم سے جو بچوں کے کھیل میں لگ جاتا ہے نڈھال ہو گئے۔ عبدالرحمن نے کہا آپ تو اطمینان سے سریر اقبال پر بیٹھے ہوئے سیر دیکھ رہے ہیں

اور ہم تلوار و نیزہ کی ضربوں میں گرفتار ہیں آپ ہی ایک دفعہ میدان میں کیوں نہیں چلے جاتے۔ معاویہ ہنسا
خاموش ہوا میدان میں آیا اور قبیلہ ہمدان سے مبارز طلب کیا سعید بن قیس ہمدانی نے گھوڑا ڈالا اور حملہ کیا معاویہ
اسطرح بھاگا جیسے عقاب کے چنگل سے چڑیا بھاگتی ہے۔ اور اپنے خیمہ میں گھس گیا۔ مارے خوف کے کسی سے بات
نہ کرتا تھا۔ اُسی روز عبید اللہ بن عمر مالک اشتر کے مقابلہ میں آیا مگر اشتر کو دیکھکر کہا کہ اے چچا مجھے معلوم نہ تھا
کہ آپ نے مبارز طلب کیا ہے مجھے واپسی کی اجازت دیجئے مالک نے کہا اُلٹے پھرنے کی عار گوارا کرتے ہو عبید اللہ
نے کہا کہ لوگوں کا یہ کہنا کہ فر جزاہ اللہ (بھاگ گیا خدا اُسے جزا دے) اس سے بہتر ہے کہ کہویں قتل رحمہ اللہ (قتل
ہو گیا خدا اُسپر رحم کرے) مالک نے کہا اچھا اُلٹے پھر جاؤ۔ واپس گیا تو معاویہ نے کہا اے پسر عم تم کیوں ڈر گئے
اشتر میں اور تم میں کیا فرق ہے۔ عبید اللہ نے کہا آپ ہی کیوں نہیں جاتے اور سعید کے مقابلہ سے چڑیا
کی طرح کیوں بھاگ آئے۔ معاویہ نے کہا میں تو علی کے بھی مقابلہ میں عیب فرار کو پسند نکروں۔ اسی اثناء میں
جناب امیر کی آواز معاویہ اور عبید اللہ کے کان میں پہنچی کہ فرماتے ہیں "اے پسر ہند ناحق مسلمانوں کے خون
کرتے ہو میدان میں آؤ کہ ہم تم دونوں بھگت لیں"۔ معاویہ کا دم بند ہوا۔ عبید اللہ نے کہا کہ اے معاویہ لیجئے اب
اپنی مردانگی دکھائیے۔ مگر معاویہ منہ پر گونہ لگائے چپکا بیٹھا رہا۔ ہر چند عبید اللہ نے بار بار کہا جواب ندیا۔ اسیطرح
عمرو عاص نے ترغیب دی اور طعن کی مگر معاویہ نہ نکلا۔ جناب امیر بھیس بدلکر میدان میں تشریف لائے
اور مبارز طلب کیا عمرو عاص نے اُن حضرت کو نہ پہچانا۔ چند قدم آگے آیا حضرت اُسکے گرد پھرتے تھے اور
پاس نہ جاتے تھے یہانتک کہ عمرو دلیر ہو کر صف لشکر سے دور ہو گیا اور رجز پڑھا۔ کہ اے کشندگان عثمان میں تمہارے
اعضا کو ریزہ ریزہ کرونگا اگرچہ ابو الحسن ہی کیوں نہ ہو۔ جناب امیر نے بھی رجز پڑھا۔ جب عمرو کو معلوم ہوا
کہ علی ہیں بھاگا حضرت نے پیچھے سے گھوڑا دوڑا کر ایک نیزہ حوالہ کیا جو اُسکے زرہ کے دامن پر لگا۔ اور گھوڑے
سے گرا اور دونوں ٹانگیں اونچی کر دیں۔ چونکہ ازار پہنے ہوئے نہ تھا ننگا ہو گیا۔ جناب امیر نے ہاتھ روک لیا
اور فرمایا یا ابن النابغہ جا کہ تو اپنی شرمگاہ کا آزاد کردہ ہے۔ جب عمرو نہایت شرمندگی کے عالم میں واپس
آیا۔ معاویہ نے طعن تعریض کی زبان کھولی اور عرصہ تک اُس سے مسخرہ پن کرتا رہا۔ اسی طرح ایک دن
بسر بن ارطاۃ علی کے مقابلہ میں آیا اور عمرو عاص کی طرح شرمگاہ کھولکر معرکہ سے نجات پائی۔ ایک دن لشکر
شام سے عثمان بن وائل حمیری میدان میں آیا اور عیاش بن ربیعہ کی تلوار سے مارا گیا اسکے بعد اُسکا
بھائی حمزہ میدان میں آیا علی مرتضیٰ نے عیاش کا لباس پہنکر مقابلہ کیا اور ایک تلوار کے اشارہ سے
اُسکا سر اُتار پھینکا۔ اُسوقت عمرو بن عیش لخمی نے قاتل حمزہ کو عیاش سمجھکر جناب امیر پر حملہ کیا۔
حضرت نے اُس کو ایسا دو نیم کیا کہ اوپر کا آدھا زمین پر گرا اور نیچے کا آدھا زین پر رہا۔ جب یہ صورت
بے ہیچ عمرو عاص نے دیکھی کہا سوائے علی ابن ابیطالب کے کوئی اس قسم کی ضرب نہیں لگا سکتا۔ معاویہ نے انکار کیا
تو عمرو عاص نے کہا کہ تمام سپاہ کو یکبارگی حملہ کرنے کا حکم دے اگر یہ سوار حیدر کرار ہے تو ہرگز نہیں بھاگے گا۔ اگر کوئی
اور ہو گا بھاگ جائیگا۔ جب تمام لشکر نے حملہ کیا حضرت اُسی طرح جمے کھڑے رہے اور وہیں سے اپنی فوج کو آواز
دیا کہ تم لوگ بھی مقابلہ کو آجاؤ۔ اُس روز ۳۳۳ آدمی جناب امیر کے ہاتھ سے تلوار کے گھاٹ اُترے۔ [illegible]
[illegible] لخم سے معاویہ کے حمایتوں سے فریفتہ ہو کر میدان میں آئے اور عیاش کو طلب کیا حیدر کرار [illegible]
گھوڑے پر سوار ہو کر اور اُسی کا جوشن پہنکر میدان میں آئے۔ اُن میں سے ایک نے حضرت پر حملہ کیا [illegible]

اُسکے کمر سے دو ٹکڑے کر ڈالے اور ایسا سر عتت و صفائی کا ہاتھ مارا کہ تھوڑی دیر تک گھوڑے سے نہ گرا اور لوگوں نے جانا کہ وار خالی گیا ۔ جب گھوڑے نے حرکت کی تو آدھا آدھا دونوں طرف جا پڑا ۔ ایک دن شمران بن ابرہہ جو عثمان کا غلام تھا میدان میں آکر کہا کہ میں سوائے علی کے کسی سے نہ لڑونگا ۔ بغیر اُسکا سر لئے واپس نہ جاؤنگا جناب امیر مقابلہ میں آئے اُسکا بازو پکڑ کر زین سے اُٹھا لیا اور ایسا زمین پر ٹپکا کہ چور چور ہو گیا ۔ پھر کریب بن ابرہہ میدان میں نکلا اُس نے جناب امیر کے تین صحابیوں کو شہید کیا ۔ ایسا طاقتور تھا کہ نقش درہم جیتکی سے اکھاڑ دیتا تھا آخر جناب امیر اُسکے مقابلہ کو نکلے پہلے اُسے نصیحت کی ۔ کریب نے کہا اس سے کیا ہوتا ہے اس تلوار سے بہت سے تم جیسے مار چکا ہوں ۔ یہ کہکر تلوار ماری حضرت نے سپر پر روک کر ایک ایسی تلوار ماری کہ قربوس زین تک پہنچی اور اُسے مار کر اپنی جگہ واپس آگئے ۔ (حبیب السیر و روضۃ الصفا) ۔

جب کئی لڑائیاں ہو چکیں اور کئی نامی سردار طرفین کے مارے جا چکے تو ... عبید اللہ بن عمر خطاب نے کہا کہ اے بھتیجے اب تم میدان میں جاؤ ۔ عبید اللہ مسلح ہو کے ایک سرخ پگڑی سر پر رکھی اور اپنے باپ کی تلوار نیام میں رکھکر میدان میں آئے ۔ علی کی طرف سے عبد اللہ سوار العبدی باہر نکلا ... عبید اللہ بن عمر مارے گئے ۔ انکے مارے جاتے ہی اشعث بن ذی الجوشن کی ماتحتی میں ساتھ نشان ... کے گرد ہو گئے ۔ دشمن کی یہ تیاری دیکھکر مقدس عمار یاسر جنکی عمر اسوقت بروایت مسعودی و ابن اثیر ۹۳ سال کی تھی اور اتنے ضعیف تھے کہ حربہ انکے ہاتھ میں کانپتا تھا اپنے سپاہیوں کو مخاطب کیا اور بروایت ابن خلدون فرمایا کہ ہمارے ساتھ اُن لوگوں پر حملہ کرو جو خون عثمان کے طالب ہیں اور اس ذریعہ سے اپنی دلی خواہشات کے پورا کرنے والے ہیں ۔ اور بروایت ابن اثیر وغیرہ معاویہ کے نشان لشکر دکھا کر کہا کہ میں انہیں علموں سے تین مرتبہ اُحد بدر و حنین میں رسول اللہ صلعم کے ہمراہ ہو کر لڑا ہوں ۔ اور اب یہ چوتھی لڑائی ہے آج آخری جنگ کا ارادہ ہے خواہ میں مارا جاؤں خواہ یہ قوم جنگ سے باز آئے جسے بہشت کی خواہش ہو وہ میرے ساتھ آئے پھر اپنے رعشہ دار ہاتھوں سے حملہ کیا اور کہا آج ہم تاویل قرآن کے لئے لڑ رہے ہیں جیسا رسول اللہ کے زمانے میں تنزیل قرآن کے لئے لڑتے تھے کیونکہ اے اہل شام تم مسلمان ہو کر علی کے حق کو نہیں مانتے جسطرح حالت کفر میں نزول قرآن کا انکار کرتے تھے[1] ۔ غرض یہ متبرک بزرگ بھی ۱۸ آدمیوں کو اہل شام سے قتل کر کے شہید ہو گئے[2] ۔ اور اس طرح رسول اللہ کی پیشین گوئی پوری ہوئی کہ بروایت بخاری و مسلم آنحضرت نے فرمایا تھا کہ "اے عمار قریب ہے کہ گروہ باغیہ تجھکو قتل کرے تو اُنکو جنت کی طرف دعوت کریگا اور وہ تجھکو دوزخ کیطرف بلائینگے" ۔

عمار یاسر کے شہید ہونے پر علی نے اپنی فوج کی طرف مخاطب ہو کر فرمایا کہ ان ائمہ کفر سے لڑو بتحقیق ان کے لئے ایمان نہیں ہے ۔ اعیان مہاجرین و انصار اور معارف بلاد و امصار نے کہا کہ جب عمار یاسر مارے گئے جو تھوڑا بہت شبہ ہمکو تھا وہ بھی جاتا رہا ۔ ہمیں تحقیق ہو گیا کہ معاویہ اور اسکے ہمراہی باغی ہیں ہم آپکے ساتھ بالکل ...

---

[1] بہا شک لڑتے تھے عمرو عاص ... جا پہنچے اور کہا تو نے اپنے دین کو مصر کی عوض بیچ ڈالا ... ہے تیرے ... (ابن خلدون - ابن اثیر و مسعودی)

[2] عمار جو بڑے اُسکونی کے نیزہ کا کاری زخم کھا کر اپنی فوج میں واپس آئے غلام سے پانی مانگا ... دودھ حاضر کیا گر یہ زخموں سے باہر نکل گیا ۔ علی کو عمار کی شہادت کی خبر ہوئی تو قریب آئے ۔ سر اپنے زانو پر رکھا اور حسرت آمیز شعر پڑھکر آنکھوں سے آنسو ڈبڈبا لائے فوج میں عام اظہار غم کا حکم دیا نماز پڑھی اور اپنے ہاتھ سے دفن کر دیا ۔ مقدس عمار کی موت کا عمرو عاص پر یہ اثر پڑا کہ بے ساختہ اُسکے منہ سے نکل گیا "خوب ہوتا کہ میں اس سے بیس برس پہلے مرجاتا" ۔ لطف یہ ہے کہ سبب دیکھو صفحہ ...

قدم ہیں ❖ ایرونگ لکھتا ہے کہ علی کے مقتولین میں پچاس صحابی تھے جن کی موت پر خود دشمن متاسف تھا مگر بہادر عمار یاسر کی موت سے زیادہ کسیکا صدمہ نہیں کیا گیا - علی اپنے معمولی اعتدال کو بھول گئے اور اپنے پرانے جرنیل کا حال دیکھکر بارہ ہزار سواروں کے ساتھ پُرغضب حملہ کیا - دشمن کی صفیں ٹوٹ گئیں لیکن یہ قتل عام دیکھکر علی کا دل پھر نرم ہوگیا - اور معاویہ کی حد سماعت کے مقام پر پہنچکر آواز دی "اے معاویہ خلق خدا کی کیوں خونریزی کرواتا ہے آؤ ہم تم دونوں لڑلیں اگر میں تمکو مارڈالونگا تو خلافت میرے پاس رہیگی اور اگر تو نے مجھکو مارڈالا تو تو بادشاہ ہوجائیگا - عمرو عاص نے یہ سنکر معاویہ سے کہا کہ تیرے چچا کے بیٹے (علی مرتضی) نے انصاف کی بات کہی ہے - معاویہ نے کہا کیا خاک انصاف کیا وہ جانتا ہے کہ جو شخص اُس سے لڑا وہ کبھی فتحمند نہیں ہوا بلکہ قتل ہی ہوا ہے - تو مجھے اسلئے آمادہ کر رہا ہے کہ میں مارا جاؤں اور تو امیر شام بنجائے - غرض معاویہ جنگ کو نہ نکلا ❖ مالک اشتر نخعی اس جنگ میں کارنمایاں کر رہے تھے اور عمار مرحوم کی تعریفیں کرتے جاتے تھے قیس بن سعد بن عبادہ بھی گروہ انصار کو لئے ہوئے مشغول پیکار تھے - اکثر مقدس لوگ سپاہیوں کے دل بڑھا رہے تھے - اس جنگ میں اسقدر مارا مار ہوئی کہ شامی قتل ہوئے اور اسقدر دل شکستگی شامیوں میں محسوس ہوئی کہ معاویہ کو ان لفظوں میں اپنے لشکر کی ہمت بڑھانے کی ضرورت ہوئی کہ اگر ذوالکلاع حمیری ہمارے لشکر میں مارا گیا تو عمار یاسر علی کے لشکر میں - عبیداللہ بن عمر ہماری فوج میں ہیں تو عبداللہ بن بدیل علی کے لشکر میں - اگر حوشب بن ذی ظلیم ہماری سپاہ سے کم ہوا تو ہاشم بن عتبہ علی کی فوج سے - علی کو ان تین آدمیوں پر بڑا اعتماد تھا - عمار جس کی شجاعت و تجربہ کاری پر ہاشم جسکی عقلمندی اور بہادری پر علی کو بڑا بھروسہ تھا اور عبداللہ بن بدیل جسے فاعل یا انا فاعل کہا کرتے تھے تینوں کام آچکے - تین شخص اور رہ گئے ہیں مالک اشتر اشعث بن قیس اور عدی بن حاتم - انکا بھی خاتمہ کردو" - غرض رات نے دونوں لشکروں کو جدا کردیا ❖

صبحکو دونوں لشکر پھر مقابل ہوئے - علی رسول اللہ کی زرہ پہنے ہادی کے گھوڑے پر سوار دونوں صفوں کے درمیان آکر اس طرح بلند آواز سے گویا ہوئے "ایہا الناس آجکا دن یادگار رہیگا - میں اُس خدا کی قسم کھاتا ہوں جس کے قبضہ میں میری جان ہے کہ اگر یہ لوگ احکام دین کو معطل نہ چھوڑتے باطل کی سعی اور وسوسۂ شیطانی سے خدا کی نعمتوں کا کفران نہ کرتے تو میں کبھی ان سے نہ لڑتا لیکن میں مجبور ہوں کہ بضرورت اس قوم کو ہدایت کرنا اور طریقہ دین کی طرف بلانا ہے اب بجز جنگ چارہ نہیں صبر نہایت اچھی چیز ہے خصوصاً جنگ میں - عجز و کاہلی کا نتیجہ ادبار اور رنج ہوتا ہے نصیبا اور اقبال کارکنی اور محنت کشی پر منحصر ہے صبر و نصرت کو ایک دوسرے سے قریبی تعلق ہے ثبات و وقار سے مشکل کام سہل ہوجاتے ہیں" سب نے اعتراف بخلوص کیا - علی نے گھوڑا آگے بڑھا دیا - عدی بن حاتم ہمراہ رکاب تھا علی کی تقریر اور آمادگی کہہ رہی تھی کہ آج وہ فیصلہ کن لڑائی لڑینگے اور انکے سپاہیوں کی

(بقیہ نوٹ صفحہ ۲۰۲) معاویہ سے کسی نے کہا کہ عمار کی موت نے طبیعت کو برداشتہ کردیا ہے - یہ وہ شخص تھا کہ جس کے قاتل کو رسول اللہ نے بددعا دی ہے - یہ سُنکر معاویہ نے کہا "لیکن ہم نے نہیں مارا" "پھر کس نے قتل کیا" "علی نے - کیونکہ وہی جنگ کے لئے لے آئے" "اگر ایسا ہے تو رسول اللہ نے حمزہ کو قتل کیا جو جنگ اُحد میں حمزہ کو لائے تھے" سلہ حبیب السیر میں ہے اور روضۃ الصفا میں بھی لکھا ہے کہ جب شامی بھاگنے لگتے امیر المومنین انکا تعاقب کرتے اور اپنے ساتھیوں کو بھی تعاقب اور لڑنے سے منع فرما دیتے - اصبغ بن نباتہ اور دیگر اصحاب نے عرض کی کہ اے امیر المومنین ہمکو کیونکر فتح میسر ہو - ہزیمت کے وقت آپ دشمنوں کا تعاقب نہیں کرنے دیتے اور ہماری ہزیمت کے وقت اتباع معاویہ لڑائی کو اور زیادہ کر دیتے ہیں آپ نے فرمایا کہ معاویہ کتاب خدا اور سنت رسول اللہ پر عمل نہیں کرتا اور مجھ سے وہ نہیں ہوسکتا جو ابن ابی سفیان کرتا ہے اور اگر اسکو علم و عقل ہوتا تو وہ مجھ سے جنگ ہی نہ کرتا ❖

[ہر] حالت سے پایا جاتا تہا کہ کسی طرح فیصلہ کن لڑائی لڑکر خاتمہ کردینے پر آمادہ ہیں +

ادہر تو علی اٹھارہ ہزار عراقی وحجازی تلواروں کو اور اُدہر مالک اشتر ابلق گھوڑے پر سوار قبیلہ مذحج کو لئے ہوئے اہل شام پر ٹوٹ پڑے اور کشتوں کے پشتے لگادیے۔ عمرو عاص خوف زدہ ہوکر معاویہ سے کہنے لگا کہ اگر علی نے ایک حملہ ایسا ہی اور کیا تو لشکر کا کہیں نشان نہ ملیگا۔ مالک اشتر نے بھی خوب بہادری کی جوہر دکھائے کہ اپنے کو پورا پورا علی کا سچا نائب سپہ سالار ثابت کر دکھایا۔ نماز پیشین (ظہر) کا وقت آگیا لیکن لڑائی کے جوش میں کوئی کمی نہ ہوئی۔ اسوقت علی نے کہا "آج جنگ سے پیٹھ پھیرنا دین سے پھرنا ہے اپنے کام میں مصروف رہو توقف نکرو"

رات بھی لڑائی نہ تھمی یہی رات لیلۃ الہریر کے نام سے مشہور ہے یہ جمعہ کی رات تہی۔ اس رات کو سب سے شدید لڑائی ہوئی مالک اشتر میمنہ پر اور عبداللہ بن عباس میسرہ پر تھے۔ علی مرتضی کا قاعدہ تھا کہ جب کسیکو قتل کرتے تھے تو تکبیر کہا کرتے تہے۔ اُس رات کو جناب امیر کی ۵۲۳ [لہ] تکبیریں گنی گئیں۔ لشکر شام میں ہر طرف سے فریاد الغیاث کی آواز بلند ہوتی تہی۔ مگر علی کا ہر سپاہی اسپر آمادہ ہے کہ دشمن کی صف میں کوئی ہتھیار اُٹھانے والا باقی نہ رہ جائے۔ صبح ہو گئی جمعہ کا دن ہے۔ لڑائی نہ تھمی دوپہر تک ہوتی رہی مالک اشتر مارتے ہوئے مخالفین کی لشکرگاہ تک جا پہنچے علی مرتضی نے اُنکی مدد کا سلسلہ برابر جاری رکہا۔ اس حملہ سے معاویہ کی فوج بھاگنے پر آمادہ ہو گئی۔ اور معاویہ کو شکست نظر آئی تو عمرو عاص سے کہا کوئی تدبیر کرو نہیں تو اگر تہوڑی دیر ایسی ہی لڑائی اور رہی تو کہیں ہمارا نشان نہ ملیگا۔ عمرو عاص کو اور تو کچھ بن نہ آیا یہ چال چلا کہ جتنے قرآن مجید سپاہیوں کے خیموں میں دستیاب ہوئے جن کی تعداد بروایت مسعودی ۵ سو تہی نیزوں پر باندہ کر بلند کرادیے اور بآواز بلند کہوانا شروع کیا "یہ کلام اللہ ہمارے اور تمہارے درمیان ہے" مدعا یہ تھا کہ اے مسلمانوں میں تمکو دین کی طرف بلاتا ہوں یعنی میری لڑائی شرعی غرض سے ہے تمہیں اختیار ہے اسے مانو یا نہ مانو۔ اسپر اشعث بن قیس نے جسے بروایت حبیب السیر و روضۃ الصفا معاویہ نے بھاری رقم رشوت میں پہنچی تہی اور اکثر قبیلے اُسکے تابع تھے اور بعض دیگر سرداران سپاہ نے جو معاویہ سے رقمیں رشوت میں لیچکے تھے تیراندازی بند کردی۔ اور علی مرتضی سے کہا کہ قرآن مجید کو ماننا چاہیئے۔ علی مرتضی نے کہا "اے بندگان خدا تم اپنے حق پر دشمنوں سے لڑے جاؤ کیونکہ معاویہ عمرو عاص ابن ابی معیط۔ ابن ابی سرح حبیب اور ضحاک یہ لوگ دیندار اور صاحب قرآن نہیں ہیں۔ میں انکو خوب جانتا ہوں۔ انہوں نے فریب دینے کے لئے قرآن نیزوں پر بلند کیا ہے۔ ان لوگوں نے کہا کہ ہم کتاب اللہ کی طرف بلائے جاتے ہیں کیونکر اجابت نکریں علی مرتضی نے کہا میں ان سے اسواسطے لڑتا ہوں کہ یہ دیندار ہو جائیں۔ کیونکہ انہوں نے کتاب اللہ کو چھوڑ رکھا ہے"۔ اسوقت مسعود بن فدک تمیمی اور زید بن حصین طائی بولے کہ آپ کو قرآن سے انکار نکرنا چاہیئے ورنہ ہم آپ کو مخالفین کے حوالہ کر دینگے یا جو حال ہمنے عثمان کا کیا ہے وہی آپ کا کرینگے۔ جناب امیر نے فرمایا اگر تمکو میری اطاعت

لہ حبیب السیر و نور الابصار میں ہے کہ ۵۲۳ تکبیریں حضرت کے ایک خواص نے شمار کیں اور مستقصی میں ابی سعد سمنانی سے مروی ہے کہ معاویہ نے کہا کہ لیلۃ الہریر میں جناب امیر نے ۹ سو آدمی سے زیادہ قتل کئے تہے اور اُس رات مینے ارادہ کر لیا تہا کہ یا تو عبداللہ بن عباس سے التجا کر کے علی سے اجازت لیکر مکہ کی سکونت اختیار کروں یا قیصر روم کے پاس جاکر اُسکے کسی جزیرہ میں سکونت اختیار کروں۔ شامی فریاد و زاری کرتے تہے کہ معاف کرو اور جو تہوڑے سے چند ہزار باقی رہ گئے ہیں اُنکو چھوڑ دو۔ بروایت مناہج السالکین لیلۃ الہریر میں ۳۶ ہزار اور بروایت کشف الغمہ و اعثم کوفی ۶ ۳ ہزار کس طرفین کے مارے گئے۔ بروایت مستقصی لیلۃ الہریر میں ۴ ہزار اکتیہر جناب امیر کے آدمی اور ۷ ہزار معاویہ کے مارے گئے۔ ۵۲ ابن خلدون +

منظور ہے تو جنگ کرو اور اگر منظور نہیں تو جو تمہارے جی میں آئے وہ کرو۔ اس موقعہ پر طرفداران جناب امیر میں سے جو لوگ حضرت سے منحرف ہو گئے وہ خارجی کے نام سے مشہور ہوئے ان خارجیوں نے علی مرتضیٰ سے کہا کہ مالک اشتر کو بھی لڑائی سے روک دو۔ مالک اسوقت بڑی تاک میں تھے اور دشمنوں کے پاؤں اُٹھتے ہوئے دیکھ رہے تھے۔ علی مرتضیٰ نے یزید بن ہانی کو مالک کے پاس بھیجکر کہلوایا۔ "واپس آؤ کہ یہاں نیا فتنہ کھڑا ہو گیا"۔ مالک نے اپنی دھن میں کچھ نہ سنی۔ اُسپر خارجیوں نے آپ کو گھیر لیا اور کہا یا تو آپ مالک کو بلائیں ورنہ ہم آپ کو معزول کر دینگے یا ابھی مار ڈالیں گے۔ علی مرتضیٰ کے قاصد نے جب یہ حالات مالک کو سنائے تو وہ علی مرتضیٰ کے پاس چلے آئے اور خارجیوں خصوصاً اشعث بن قیس سے اس فریب کے متعلق بڑی لمبی گفتگو کی مگر کچھ اثر نہوا۔ پھر اشعث بن قیس علی مرتضیٰ کی اجازت سے معاویہ کے پاس گیا اور کہا تم نے قرآن شریف کس وجہ سے بلند کیا ہے اُس نے کہا تاکہ تم اور ہم دونوں اُس بات پر رجوع کریں جسکا اللہ تعالیٰ نے اپنے کتاب میں حکم دیا ہے ایک آدمی کو تم اپنی طرف سے حکم مقرر کر دو اور ایک کو ہم اپنی طرف سے مقرر کریں وہ دونوں منصف ہو کر کتاب اللہ کے موافق جو حکم دیں ہم دونوں پر واجب العمل ہو اشعث نے کہا یہ درست ہے اور علی مرتضیٰ کے پاس آکر سب کو اس تجویز سے آگاہ کیا۔ معاویہ نے بھی اپنی طرف سے حبیب بن مسلمہ کو بھی پیغام دیکر بھیجا۔ لوگ اس پر رضامند ہو گئے۔ شامیوں نے عمرو عاص کو اپنا حکم مقرر کیا اور اشعث و خوارج نے ابوموسیٰ اشعری کو۔ مگر علی مرتضیٰ ابوموسیٰ کی تقرری سے ناخوش ہوئے خوارج نے کہا کہ ہم اسکے سوا کسی اور سے راضی نہیں آپ نے فرمایا وہ شخص ثقہ نہیں ہے کیونکہ مجھ سے جدا ہو کر اور لوگوں کو مجھ سے الگ کر کے بھاگ گیا تھا اور آخر کئی ماہ کے بعد اُسکو میں نے امن دیا مگر پھر بھی مجھ سے ہمیشہ دشمنی رکھتا رہا ہے اور بے عقل بھی ہے اُسکے مقابلہ میں عمرو عاص مکار ہے بہتر ہے کہ عبداللہ بن عباس اس کام پر مقرر کیا جائے خوارج نے کہا وہ آپ کا چچا کا بیٹا بھائی ہے اور ہم ایسا شخص چاہتے ہیں جسکو آپ سے اور معاویہ سے نسبت برابر ہو۔ علی مرتضیٰ نے کہا کہ مالک اشتر کو مقرر کر دو مگر بروایت اعثم کوفی وغیرہ اشعث۔ عبداللہ بن الکوا۔ اور حصین وغیرہ نے باینوجہ کہ معاویہ اور عمرو عاص سے وعدے وعید کر لئے تھے ابوموسیٰ ہی کے حکم مقرر کرنے پر اصرار کیا۔ مجبور ہو کر آپ نے فرمایا کہ جب تم میری اتنے

لہ یہاں بعض عیسائی مورخین کی تحریر قابل غور ہے۔ گبن لکھتا ہے کہ امیر شام بھاگنے کا تہیہ کر رہا تھا لیکن یقینی فتح فوج کے جوش و ازدیاد کی بدولت علی کے ہاتھ سے چھین لیگئی۔ علی مجبور ہوئے کہ اُس پر تو ہیں صلح اور عیارانہ فیصلہ کو منظور کریں وہ رنج اور حقارت آمیز ... کوفہ واپس آئے۔ ایرونگ کہتا ہے اشتر انہیں یعنی شامیوں کو دباتا ہوا خیموں کے قریب لیئے جا رہا تھا کہ شامیوں نے ... بلند کر دیے۔ علی کے سپاہیوں نے تلواریں پھینک دیں۔ علی نے اُن سے کہا کہ یہ فریب ہے اور لڑائی پڑتا ... دئیا لیکن انہوں نے انکار کیا اشتر کو بلا لیا گیا جسوقت اُسکے خنجر سے خون ٹپک رہا تھا۔ اور کہتا جاتا تھا کہ اُسے شاندار فتح سے دھوکا دیکر روکا گیا۔ جرجی زیدان تمدن اسلام میں لکھتے ہیں قریب تھا کہ علی کے طرفدار معاویہ کے لشکر کو روند ڈالیں۔ عمرو عاص نے ایک ایسا حیلہ پیش کیا جس کے سبب سے خلافت اہلبیت کے ہاتھ سے نکل گئی اور بنی امیہ نے من مانی مراد پائی حیلہ یہ تھا کہ جب معاویہ کی فوج شکست کھانیکے قریب ہوگئی تو عمرو عاص نے حکم دیا کہ قرآن شریف نیزوں پر بلند کر کے صلح کی استدعا کیجائے چنانچہ نیزوں پر قرآن شریف دیکھکر حضرت علی کی فوج کے لوگ دھوکا کھا گئے۔ اور خود حضرت علی سے التوائے جنگ کے لئے اصرار کرنے لگ گئے ناچار حضرت علی کو جنگ ملتوی کرنی پڑی کا لہ اسکے ثبوت میں ناظرین کو روضۃ الصفا میں معاویہ کا اشعث سے ایک لاکھ درہم کا وعدہ اور اعثم کوفی میں خالد بن معمر کو ... خراسان بنانیکا پیغام۔ اور جرجی زیدان کی کتاب تمدن الاسلامی میں یہ مضمون ملیگا کہ معاویہ علی کے دوستوں کو ملانے کے لئے طرح طرح کی چالیں چلتا تھا سے امیر علی اپنی تاریخ اسلام میں لکھتے ہیں کہ ابوموسیٰ جناب امیر سے پوشیدہ دشمنی رکھتا تھا۔ اسوقت گوشہ نشینی اختیار کئے

ہی نہیں تو جو چاہو سو کرو" اس کارروائی کے بعد لڑائی بند ہو گئی - دونوں حکم علی مرتضی کے پاس آئے جناب امیر
کے کاتب عبد اللہ بن ابی رافع اور معاویہ کے کاتب عمیر بن عباد کلبی نے اقرار نامہ اسطرح لکھنا شروع کیا "بسم اللہ
الرحمن الرحیم - یہ وہ اقرار نامہ ہے کہ جس پر فیصلہ کیا امیر المومنین علی مرتضی نے" - ابھی اتنی عبارت لکھنے پائے
تھے کہ عمرو عاص نے کہا کہ یہ تمہارے امیر ہیں ہمارے امیر نہیں ہیں - اسپر جھگڑا ہو کر قرار پایا کہ امیر المومنین کا لفظ نہ لکھا
جائے یہ حال دیکھکر علی مرتضی نے کہا اللہ اکبر یہ قضیہ مثل قضیہ حدیبیہ کے ہے صلح حدیبیہ کے دن جب میں رسول اللہ صلعم کی طرف سے اقرار نامہ
لکھنے بیٹھا تو میں نے اُس میں محمد رسول اللہ لکھا تھا کفار نے کہا آپ رسول اللہ نہیں ہیں صرف اپنا اور اپنے باپ کا نام
لکھیے اُسوقت رسول اللہ صلعم نے یہ لفظ اپنے ہاتھ سے مٹا دیا اور مجھہ سے فرمایا کہ تم کو بھی ایسا ہی معاملہ پیش آئیگا - اور
تمکو ماننا پڑیگا - عمرو نے کہا سبحان اللہ آپ ہمکو کفار سے تشبیہ دیتے ہیں حالانکہ ہم مسلمان ہیں علی مرتضی نے کہا اے
نابغہ کے بیٹے کس روز فاسقوں کی خیر خواہی اور مومنوں کی دشمنی تجھہ سے ظاہر نہیں ہوئی - عمرو نے کہا قسم بخدا میں
پھر آپ کی مجلس میں کبھی نہ آؤنگا - جناب امیر نے کہا میں خدا سے چاہتا ہوں کہ میری مجلس تجھہ سے اور تیرے ہم خیالوں
سے ہمیشہ پاک صاف رہے اسکے بعد اقرار نامہ اس طرح لکھنا شروع ہوا "یہ اقرار نامہ علی بن ابیطالب اور اُنکے ہمراہیان
کوفہ اور معاویہ بن ابی سفیان اور اُسکے ہمراہیان شام کی طرف سے ہے - ہم فریقین اقرار کرتے ہیں کہ ہم خدا کے حکم
اور اُسکی کتاب کے موافق عمل کریں گے کتاب اللہ کے سوا کوئی چیز ہمکو متفق نہ کریگی - کتاب خدا ابتدا سے انتہا تک
ہمارے درمیان ہے جسکو وہ زندہ کرے اُسکو ہم زندہ کرینگے جس کی موت کا فتوی دے ہم اُسکے مارنے میں کوشش
کریں گے یہ دونوں حکم ابو موسی اشعری اور عمرو عاص جو کچھہ کتاب خدا میں پائیں ہم اُس پر عمل کریں گے اور اگر
کسی امر کی تصریح کتاب خدا میں نہ پائیں گے تو اُس میں سنت رسول اللہ پر کاربند ہوں گے جو جامع اور غیر مفترق
اور اگر یہ دو حکم قرآن اور سنت کے موافق عمل نہ کریں تو اُمت رسول اس حکم سے بیزار ہو جائے اور اُن کے
دن اور مال کو مباح جانے" (حبیب السیر) صلح نامہ میں یہ بھی لکھا گیا کہ "اُسوقت اپنے اپنے گھروں کو پھر جائیں
اور ماہ رمضان میں دومۃ الجندل کے قریب مقام اذرح میں یہ دونوں حکم آئیں اور وہاں چار سو آدمی حضرت
کی طرف سے اور چار سو معاویہ کی طرف سے جملہ آٹھ سو آدمی اور جمع ہوں عبد اللہ بن قیس یعنی ابو موسی اشعری اور عمرو
عاص تنہائی میں بحث کریں اُنکی رائے علی یا معاویہ میں سے جس کی نسبت قایم ہو وہی امیر المومنین قرار پاوے - اور
اگر ان حکموں کی رائے ان دونوں میں سے کسی پر نہ جمے تو آٹھ سو آدمی جو موجود ہوں اُنکی کثرت رائے سے کوئی دوسرا
امیر المومنین مقرر کیا جاوے - یہ آٹھ مہینے کی مدت انتہائی میعاد زمان حکم کی ہے اس مدت میں اگر اہمال کر کے
حکم خلافت کا فیصلہ نکریں تو فریقین کو امر محاربہ میں اختیار حاصل ہوگا - اور جو کوئی اس معاملہ میں مرتکب خلاف
اور ظلم کا ہووے اُمت کو اُس کی شروع کرنے میں اتفاق کرنا چاہیے" - دونوں حکموں نے علی مرتضی اور معاویہ اور اُنکے فریقین
سے اس مضمون کے وثیقے لکھوا لئے کہ ہم سے اور ہمارے اہل و عیال سے کوئی متعرض نہو اور دونوں فریق ہمارے فیصلہ
پر معاون رہیں - ابو موسی اور عمرو عاص سے یہ عہد و پیمان لیا گیا کہ وہ ایسا فیصلہ کریں جو ان فریقوں میں لڑائی اور
تفرقہ کا موجب نہو - یہ اقرار نامہ ۱۳ صفر ۳۷ھ یوم چہار شنبہ کو تحریر ہوا - حسن حسین عبد اللہ بن عباس - عبد اللہ

بقیہ نوٹ صفحہ (۲۰۵) ہوئے تھا اور کسی امر میں دخل نہ دیتا تھا - پس ابو موسی کو لکھکر علی مرتضی کی لشکر گاہ میں بلایا گیا +

سلہ نابغہ زن بدکار فاحشہ کو کہتے ہیں +

سلہ جو کوفہ اور دمشق سے برابر فاصلہ پر ہے +

بن جعفر۔ اشعث بن قیس۔ زیاد بن کعب۔ شریح بن ہانی۔ عدی بن حاتم۔ حجر بن عدی۔ عبداللہ بن الطفیل۔ سفیان بن ثور۔ عروہ ابن عامر۔ عبداللہ بن حجر۔ خالد بن معمر نے علی کی طرف سے دستخط کرکے وثیقہ معاویہ کے حوالہ کردیا اور اسی وثیقہ کی نقل پر عتبہ بن ابوسفیان۔ عبدالرحمن بن خالد بن ولید۔ یزید بن اسید۔ ابوالاعور۔ حصین بن نمیر۔ حمزہ بن مالک۔ بسر بن ارطاۃ۔ نعمان بن بشیر۔ مخارق بن الحارث نے دستخط کرکے علی کے حوالہ کیا۔ مالک اشتر نے اس اقرار نامہ پر دستخط نہ کیے تو اشعث بن قیس اور بعض دیگر خوارج نے نہایت زور دیا کہ مالک بھی ضرور دستخط کردے مگر مالک نے پھر بھی دستخط نہ کیے نوبت بجنگ پہنچنے کو تھی کہ جناب امیر نے مالک کو دھمکایا اور جو جو ضرر اشعث کی اولاد سے اہلبیت کو پہنچنے والا تھا اُس سے مالک کو خبردی۔ (حبیب السیر و روضۃ الصفا)۔

اب طرفین کے لوگ میدان جنگ سے روانہ ہونے لگے۔ خارجیوں نے اس صلح پر بھی شور مچایا اور کہا کہ علی نے جو اس پر رضامندی ظاہر کی تب وہ مسلمان نہیں رہا۔ اللہ جو حکم دیتا وہی ٹھیک تھا ان الحکم الا للہ۔ لڑائی سے فیصلہ کرلیا جاتا عمرو اور ابوموسیٰ کیا فیصلہ کرینگے"۔ علی مرتضیٰ نے کہا کہ تم لوگوں نے نیزوں پر قرآن دیکھ کر مجھ کو مجبور کیا اب کہتے ہو کہ حکم کیوں مقرر کیئے گئے"۔ غرض یہ لوگ وہیں سے علی مرتضیٰ سے علیحدہ ہوگئے اور کوفہ میں آپ کے ساتھ نہ آئے بلکہ آپ سے علیحدہ ہوکر حروراء میں اُترے جو کوفہ کے باہر ایک گاؤں ہے اسی وجہ سے خوارج حروریہ بھی کہلاتے ہیں۔ انکی جمعیت بارہ ہزار تھی۔ بروایت مسعودی شبیب بن ربعی تمیمی کو اور بروایت ابن خلدون شبث بن عمرو التیمی کو امیر جنگ اور عبداللہ بن الکوا یشکری کو امام نماز مقرر کرکے حروراء میں رہنے لگے۔

صفین سے واپسی کے وقت راستہ میں عبداللہ بن ودیعۃ الانصاری جناب امیر سے ملے اور کہا کہ اکثر لوگ آپ پر اعتراض کرتے ہیں کہ آپ نے بقیہ اطاعت شعاروں کے ساتھ دشمنوں سے جنگ کیوں نہیں کی۔ فتح پاتے یا شہید ہوجاتے۔ نافرمانوں کی پرواہ نکرتے حضرت نے فرمایا حسن و حسین شہید ہوجاتے اور نسل پیغمبر قطع ہوجاتی۔ اور یہ مجھے منظور نہ ہوا۔ حسین کے بعد عبداللہ بن جعفر اور محمد بن حنفیہ بھی شہید ہوجاتے۔ اب میں کسی جنگ پر انہیں ساتھ نہ لیجاؤں گا (کامل ابن اثیر۔ مطالب السؤل۔ ارجح المطالب)۔

الغرض عہد نامہ لکھے جانے کے بعد علی نے کوفہ کو اور معاویہ نے دمشق کو مراجعت کی۔

(۵۵) کشتگان صفین ابوالفدا اور صاحب حبیب السیر وغیرہ نے لکھا ہے کہ صفین میں نوّے لڑائیاں ہوئیں ایک سو دس روز تک صفین میں فریقین کا قیام رہا۔ شام کے ۴۵ ہزار عراق کے ۲۵ ہزار جن میں ۲۵ بدری تھے مارے گئے۔ صاحب ترجمہ مستقصیٰ نے لکھا ہے کہ صفین میں جناب امیر کی طرف سے ۴۰ ہزار اور معاویہ کے ۸۰ ہزار مارے گئے۔ روضۃ الصفا کی ایک روایت کے موافق جناب امیر کے ۷۰ ہزار اور معاویہ کے ایک لاکھ بیس ہزار آدمی قتل ہوئے جو سمجھ میں نہیں آتا جبتک روضۃ الصفا ہی کی اُس روایت کو صحیح نہ مانیں جس میں لکھا ہے کہ معاویہ ایک لاکھ ساٹھ ہزار میدان میں لایا تھا۔ یافعی نے کل کشتوں کی تعداد ۷۰ ہزار لکھی ہے۔ اسی ۷۰ ہزار کی روایت ہے۔ عقد الفرید میں ۵۰ ہزار شامی اور ۲۰ ہزار عراقی کل ۷۰ ہزار مقتول لکھے ہیں۔ مسعودی کے موافق صفین میں ۷۰ ہزار شامی اور ۲۵ ہزار عراقی مارے گئے وہ لکھتا ہے کہ جناب امیر کے ساتھ کل صحابہ رسول کی تعداد دو ہزار آٹھ سو تھی۔ جن میں ۸۷ بدری اور ۹ سو بیعت الرضوان کرنے والے تھے۔ پھر لکھتا ہے بعض کے موافق ایک سو دس دن کے قیام میں نوّے ہزار شامی اور ۲۰ ہزار عراقی کل ایک لاکھ دس ہزار

آہ اشعث کے بیٹے محمد اور اسحق کربلا میں حسین سے لڑے اور انکے ہاتھ سے اہلبیت رسول پر بڑے بڑے ظلم ہوئے۔

مقتول ہوئے۔ پہر کہتا ہے کہ بعض کے نزدیک ڈیڑھ لاکھ سپاہی اور کم سے کم اُنکے ڈیڑھ لاکھ نوکر چاکر کل ۳ لاکھ سے زیادہ شامی اور ایک لاکھ بیس ہزار عراقی علاوہ نوکروں کے موجود تھے۔ لیکن ابی مخنف وغیرہ نے ۴۵ ہزار شامی اور ۲۵ ہزار عراقی کل ۷۰ ہزار تعداد مقتولوں کی بتاتی ہے اور یہ اختلاف اسوجہ سے ہے کہ کوئی دریا میں ڈوب مرا کوئی زخمی جنگل میں مرگیا علی ہذاالقیاس +

ذیل میں طرفین کے مشہور مقتولوں کے نام درج کئے جاتے ہیں۔ جناب امیر علیہ السلام کی طرف سے۔ عمار یاسر۔ اویس قرنی۔ خزیمہ بن ثابت۔ عبداللہ بن بدیل خزاعی اور اُنکے بہائی عبدالرحمن۔ ہاشم[1] بن عتبہ بن ابی وقاص۔ ابوالہیثم بن التیہان نقیب رسول اللہ۔ عبداللہ بن حارث طائی عابد۔ عبید بن التیہان۔ جندب بن زہیر ازدی۔ سہیل بن عمرو الفزاری ابو عمرہ الفزاری۔ حذیفہ[2] بن الیمان کے دو بیٹے صفوان اور سعد۔ یعلی[3] بن منیہ۔ عبداللہ بن حارث نخعی برادر مالک معاویہ کی طرف سے۔ عبیداللہ بن عمر۔ ذوالکلاع حمیری۔ حابس بن سعد الطائی۔ حوشب بن ذی ظلیم +

ابن اثیر اور ابن خلدون نے لکھا ہے کہ جنگ صفین میں شمر بن ذی الجوشن بھی معاویہ کے ہمراہ ہوکر لڑا تھا۔ مگر مارا نہیں گیا +

(۵۶) حکمین کا فیصلہ

حکمین کے اذرح میں جمع ہونے کا وقت قریب آیا تو علی مرتضی نے ابوموسی اشعری کو چار سو آدمیوں کے ساتھ جن کا سردار شریح بن ہانی تہا اور امامت نماز اور نگرانی کے کام پر عبداللہ بن عباس کو مقرر کر کے روانہ کیا۔ اور شریح کی معرفت عمرو عاص کو کہلا بہیجا کہ "خدا کے نزدیک افضل وہ شخص ہے جو حق کو پسند کرتا ہو اور باطل کو ناپسند۔ اے عمرو تو خوب جانتا ہے کہ حق کدہر ہے۔ جاہل نہ بنیو اور خیانت نہ کیجیو۔ ظالموں کا مددگار نہ ہوجیو۔ حکم میں لالچ اور دنیا کو دخل نہ دیجیو۔ میں اُس دن کو دیکھ رہا ہوں جس دن (یعنے وفات کے دن) تو نادم ہوگا"۔ راستہ میں ابن عباس اور احنف بن قیس دونوں بکرات ومرات ابو موسی کو سمجھاتے گئے کہ عمرو عاص کی واہی اور بیہودہ اور مکر و تزویر کی باتوں میں نہ آجانا۔ ہشیار رہنا اور جب کوئی بات تم دونوں میں قرار پاجائے تو مجمع عام میں اُس معاملہ کے پیش کرنے میں تم سبقت نہ کرنا ابوموسی نے کہا کہ یہی ہوگا اور اُن کا اطمینان کردیا اُدہر سے معاویہ نے عمرو عاص کو چار سو آدمیوں کے ساتھ روانہ کیا

---

[1] ہاشم بن عتبہ جنہیں مرقال بہی کہتے ہیں جب زخمی ہوکر زمین پر گرے اور سر اُٹھا کر دیکہا تو پاس عبیداللہ بن عمر زخمی پڑے تہے یہ سرکتے ہوئے قریب گئے اور اُس جان بلب حالت میں عبیداللہ کی چہاتیوں کو ایسا کاٹا کہ دانت گڑ گئے (مسعودی) +

[2] مروج الذہب مسعودی میں ہے کہ حذیفہ بن الیمان کوفہ میں بیمار تہے کہ ۳۵ھ میں اُنہیں قتل عثمان اور بیعت علی کی خبر پہنچی لوگوں سے کہا کہ مجہے مسجد میں لیچلو۔ مسجد میں آکر نماز جماعت سے فارغ ہوکر منبر پر گئے۔ حمد الہی اور درود رسالت پناہی کے بعد کہا ایہا الناس اب کہ لوگوں نے علی کو خلیفہ بنایا ہے تمکو تقوی اختیار کرنا اور علی کی مدد و نصرت کرنی چاہیئے۔ کیونکہ واللہ علی تحقیق حق پر ہے اول میں بہی اور آخر میں بہی۔ نبی کے بعد جو کوئی گذرا ہے اور قیامت تک گذریگا سب سے بہتر اور افضل ہے۔ پھر دایاں ہاتھ بائیں ہاتھ پر مار کر کہا کہ بار الہا گواہ رہیو میں علی سے بیعت کرتا ہوں شکر ہے کہ میں آجتک زندہ رہا۔ اور اپنے بیٹوں سعد اور صفوان سے کہا مجہے اُٹھاؤ۔ تم اُسکے ساتھ رہنا کیونکہ اُس سے بہت سی لڑائیاں ہونگی جنمیں بہت سے لوگ مارے جائینگے تم بہی جہاد کر کے اُنکے ساتھ شہید ہونا کیونکہ بخدا وہ حق پر ہیں اور جو اُن کی مخالفت کریگا باطل پر ہوگا اس کے سات دن یا چالیس دن بعد حذیفہ انتقال کر گئے +

[3] ابن اثیر لکہتا ہے کہ یعلی بن منیہ جو جنگ جمل میں عائشہ کے ساتھ تہا جنگ صفین میں علی کے ہمراہ ہوکر لڑا اور شہید ہوا +

فریقین اذرح میں جمع ہوئے۔ ان آٹھ سو آدمیوں میں عراق۔ حجاز۔ شام مکہ اور مدینہ کے لوگ تھے اصحاب پیغمبر جو حیات تھے سب موجود تھے۔ شریح نے عمرو عاص کو علی کا پیغام سنایا۔ سنتے ہی لال ہوگیا اور کہا کہ میں علی کی بات کس دن سنا کرتا تھا کیا تو علی کی طرف سے مشورہ دینے آیا ہے شریح نے کہا اے نابغہ کے بیٹے بتا تو تو اپنے مولا کی بات کیوں نہیں سنتا جو نبی کے بعد تمام مسلمانوں کا سردار ہے۔ ابو بکر اور عمر جو تجھ سے بہتر تھے دونوں اُس سے مشورہ لیا کرتے اور اسکی رائے پر عمل کیا کرتے تھے۔ عمرو نے کہا مجھ جیسا تجھ جیسے سے کیا کلام کرے۔ پس شریح اُٹھ کر چلے آئے (ابن اثیر)۔

ابوموسی اور عمرو عاص کی ملاقات ہوئی تو عمرو نے مکر و تزویر کا جال بچھایا اور ابوموسی کی اسقدر تعظیم و تکریم کی کہ وہ بالکل مغرور اور فریفتہ ہوکر اُسکے فریب میں آگیا۔ ایک دن عمرو عاص نے ابوموسی سے کہا تم جانتے ہو کہ عثمان مظلوم مارے گئے۔ اور معاویہ اور اُسکی قوم اُسکے قریبی رشتہ دار ہیں ابوموسی نے کہا یہ سچ ہے۔ عمرو بولا پھر تمکو معاویہ کو خلیفہ کرنے میں کون امر مانع ہے حالانکہ آپ یہ بھی جانتے ہیں کہ وہ قریش سے ہے۔ اگرچہ وہ سابق الاسلام نہیں ہے مگر حسن سیاست میں بڑھا ہوا ہے۔ رسول اللہ کی زوجہ ام حبیبہ کا بھائی ہے اور عثمان کے خون کا طالب ہے۔ ابوموسی نے کہا عمرو خدا سے ڈر اور یہ سمجھ کہ خلافت ان بزرگیوں سے نہیں مل سکتی۔ بلکہ دین کے واسطے دینداری لازم ہے۔ قریش ہونے کا شرف تو علی ابن ابی طالب کو بھی حاصل ہے اور میری رائے میں معاویہ خون عثمان کا طالب نہیں ہوسکتا اور نہ میں مہاجرین اولین کو چھوڑ کر خلافت اسکو تفویض کرنا پسند کرتا ہوں البتہ عبداللہ بن عمر کے نام خلافت مقرر کردیجائے تو میرے نزدیک بہتر ہے عمرو نے اسے نامنظور کیا اور کہا کہ کوئی اور تجویز کرو۔ ابوموسی نے کہا اب تجویز یہ ہے کہ علی اور معاویہ دونوں کو معزول کرکے یہ امر لوگوں کی مشورت اور مصلحت پر چھوڑ دیا جائے۔ جسکو مسلمان پسند کریں وہ خلیفہ مقرر ہو۔ عمرو نے کہا یہ رائے مجھے بھی پسند ہے۔

یہ تجویز قرار دیکر دونوں مجمع عام میں آئے۔ عمرو نے ابوموسی سے کہا کہ آپ بزرگ ہیں پہلے آپ ہی تقریر کیجیے۔ ابوموسی نے مجمع کیطرف مخاطب ہوکر کہا "ہم دونوں کی رائے ایک امر پر متفق ہوگئی ہے اور ہمکو امید ہے کہ اسمیں امت کی بہتری ہوگی"۔ عبداللہ بن عباس نے کہا اے ابوموسی میرا ظن غالب ہے کہ تو فریب میں آگیا۔ اگر تم دونوں کی رائے متفق ہوگئی ہے تو عمرو سے کہو کہ پہلے وہ تقریر کرے کیونکہ میں جانتا ہوں کہ جب تو اپنی رائے بیان کرچکیگا۔ تو پیچھے سے وہ تیری مخالفت کریگا اور رائے متفق علیہ نہ رہے گی۔ ابوموسی نے نہ مانا اور آگے بڑھ کر کہا "لوگو ہمنے اُمت کے بارہ میں غور کی اور دونوں اُس کی بہتری میں متفق ہوگئے ہیں۔ ہمارے نزدیک علی اور معاویہ دونوں کو معزول کرنا اور جسکو لوگ پسند کریں اُسے خلیفہ بنا دینا چاہیئے۔ ہمنے ان دونوں کو برطرف کردیا ہے اب جس کو تم لائق سمجھو خلیفہ بنالو"۔ یہ کہکر ابوموسی بیٹھ گئے عمرو عاص کھڑا ہوا اور کہا "لوگو! جو کچھ اس شخص نے کہا وہ تمنے سنا اس نے علی مرتضی کو خلافت سے برطرف کردیا ہے اور میں بھی اسکو برطرف کرتا ہوں۔ اور معاویہ کو مقرر کرتا ہوں کیونکہ یہ مقرر کیا ہوا عثمان کا ہے۔ اور اُن کے خون کا طالب اور سب آدمیوں سے اُنکا قایم مقام ہونے کا زیادہ حق رکھتا ہے"۔ ابوموسی نے یہ سنا تو خفا ہوکر بد دعا دی اور کہا کہ اے عمرو تونے فریب کیا اور تو گنہگار ہوا۔ حبیب السیر اور روضۃ الصفا کے موافق شیعہ امیرالمومنین کے ایک گروہ نے ابوموسی کو قتل کرنا چاہا اس سبب سے وہ مکہ کو بھاگ گیا

---

[1] محمد بن ابی بکر بھی ساتھ تھے۔ مسعودی و ابن اثیر نے لکھا ہے کہ سعد بن ابی وقاص بھی آئے تھے مگر وہ بعد میں اپنے آنے سے پشیمان ہوئے اور تحکیم کے بعد عبداللہ بن عمر اور سعد بن ابی وقاص بیت المقدس میں چلے گئے تھے۔ عبدالرحمن بن ابی بکر۔ عبداللہ بن زبیر۔ عبدالرحمن بن حارث۔ عبدالرحمن بن یغوث۔ ابو جہم بن حذیفہ اور مغیرہ بن شعبہ جو جنگ صفین کے بعد طائف سے معاویہ کے سلام کو حاضر ہوا تھا سب ہی موجود تھے۔

(اور بروایت مولوی امیر علی دربار بنی اُمیہ سے وظیفہ پاتا رہا) شریح بن ہانی نے چند تازیانے عمرو کے سر پر مارے اور بعد میں افسوس کیا کرتا تہا کہ میں نے تلوار کیوں نہ ماری۔ بعض عراقیوں نے شامیوں پر تلوار چلانی چاہی لیکن عدی بن حاتم طائی نے یہ کہکر منع کیا۔ کہ مقاتلہ بغیر اجازت امام کے جائز نہیں ہے۔ اس قضیہ شنیعہ کے بعد لوگ چار فرقے ہوگئے بعض نے کہا کہ لاحکم الا للہ اور یہ خوارج کہلاتے ہیں اور ایک گروہ نے کہا کہ ہمنے علی اور معاویہ کا معاملہ خدا پر چھوڑا اور اس گروہ کا مرجیہ نام ہوا۔ اور ایک گروہ نے کہا کہ یہ تحکیم خطا تہی اور ہم کسیکو امامت و خلافت کے لئے احق اور اولی علی مرتضی سے نہیں جانتے اور علی کے سوا ہر شخص سے رفض و بیزاری ظاہر کرتے ہیں اور یہ لوگ روافض مشہور ہوگئے۔ اور ایک فرقہ نے کہا کہ ہمپر واجب ہے کہ کتاب خدا کی متابعت کریں اور جس چیز کو کتاب خدا زندہ کرے اُسے زندہ کریں اور جسے قرآن مارے اُسے ہم بہی ماریں اور اُس فرقہ کا نام معتزلہ ہوا۔

القصہ اس مکاری کی کارروائی کے بعد عمرو عاص نے معاونان معاویہ کے ساتھ دمشق جاکر معاویہ کو خلیفہ بنایا اور عبداللہ بن عباس اصحاب جناب امیر کے ساتھ کوفہ آئے اور تمام کیفیت عرض کی۔ بروایت مستند ہی اس واقعہ کی خبر سُنکر جناب امیر نے حکم دیا کہ منبروں پر خطیب معاویہ۔ عمرو عاص اور ابوالاعور سلمی اور حبیب بن مسلمہ فہری اور ضحاک بن قیس اور ولید بن عقبہ اور ابوموسی اشعری پر لعنت کیا کریں معاویہ نے یہ سُنکر حکم دیا کہ علی اور حسن اور حسین اور ابن عباس اور مالک اشتر پر منبروں پر لعنت ہوا کرے (حبیب السیر۔ کامل ابن اثیر) صاحب روضۃ الصفا نے اپنی تاریخ میں جناب امیر کا لعنت کا حکم دینا نہیں لکہا۔ ابن کثیر لعنت کرنے کا فعل علی کی طرف سے معیوب سمجہکر کہتا ہے کہ علی سے ایسا نہیں ہوسکتا۔

المرتضی کے مولف نے لکہا ہے کہ اس روز سے علی مرتضی کے ہر کام میں ضعف آتا گیا اور معاویہ کی قوت و توانائی بڑہتی گئی پہر لکہا ہے کہ علی مرتضی اور معاویہ کے درمیان جو لڑائیاں ہوئیں شیعہ اسکے باعث سے معاویہ اور اُس کے ہمراہیوں کو بُرا کہتے ہیں۔ سنیوں میں دو گروہ ہیں۔ ایک گروہ تو خطائی الاجتہاد کا قائل ہوکر دونوں فریق کو مستحق اجر گردانتا ہے مگر علی کے مقابلہ میں معاویہ کو ان معنوں میں کہ المجتہد یخطی و یصیب خاطی کہتا ہے اور دوسرا فریق مثل حلیم سنائی اور صاحب ہدایہ اور ملا جامی اور ابن حجر عسقلانی کے معاویہ کو برسر ناحق اور ظالم سمجہتا ہے۔

اگر تاریخی حیثیت سے نظر کیجائے تو صاف معلوم ہوتا ہے کہ علی مرتضی ہر معاملہ میں شرعی پابندی کو ضروری سمجہتے تھے اور اُس وقت تک تلوار نہیں اُٹھاتے تہے جبتک کہ معاملہ اختیار سے باہر نہ ہو جاتا اور اُن کے ساتھی بہی بعض اوقات مسلمانوں کے معاملہ میں تلوار اُٹھانے سے رک جاتے تہے مگر معاویہ اور اُسکے مددگاروں کا یہ حال تہا کہ مکر کرنے جہوٹ بولنے اور مسلمانوں کا ناحق خون بہانے میں اُنکو ذرا تامل نہ ہوتا تہا۔ دریائے فرات کا پانی مسلمانوں پر بند کرنا حالت شکست میں قرآن کا نیزہ پر لٹکانا معاملہ تحکیم میں ابوموسی کو فریب دینا قیس

لہ حبیب السیر از ترجمہ مرتضی ۔ لہ اسکے علاوہ اور بہت سے امور ہیں جن کے سبب سے شیعہ معاویہ کو بُرا سمجہتے ہیں بلکہ سنیوں کو بہی اُسے بُرا سمجہنا مناسب ہے جیسا کہ اجلائے علمائے اہل سنت صاحب ہدایہ و ابن حجر عسقلانی اور ملا جامی وغیرہ نے اُسے بُرا سمجہا ہے۔ منجملہ اُن امور کے بعض یہ ہیں (۱) حضرت ام المومنین جناب عائشہ کو ایک گڑہا کہدوا کر اُس میں زندہ دفن کر دینا (۲) جناب امام حسن۔ مالک اشتر اور عبدالرحمن بن خالد بن ولید وغیرہ کو زہر سے ہلاک کرنا اور بہت سے نیک مسلمانوں کو علی پر لعن نہ کرنیکے جرم میں قتل کرانا (۳) عمرو عاص اور اشعث بن قیس وغیرہ کو رشوت دیکر اپنا کام نکالنا (۴) اپنے فاسق و فاجر فرزند یزید کے لئے اہل حجاز سے جبراً بیعت لینا (۵) تردد کیجو صفحہ ۴۱۱

بن سعد حاکم مصر کو لالچ دیکر انحراف کی کوشش کرنا وغیرہ یہ سب ایسے واقعات ہیں جن کا ظہور ایک بھلے آدمی سے ہونا مشکل بلکہ محال معلوم ہوتا ہے۔ (المرتضیٰ)

جنگ نہروان

(۵۷) خارجیوں کی زیادتی — جب علی مرتضیٰ نے ابوموسیٰ اشعری کو فیصلہ تحکیم کے واسطے روانہ کرنا چاہا تھا تو زرعہ بن مالک اور حرقوص بن زہیر یہ دو خارجی آپکے پاس آئے اور کہا کہ تم نے اللہ کا حکم چھوڑ کر دو پنچوں کے حکم کو بڑا سمجھا اس گناہ سے توبہ کرو۔ اور ہمکو ساتھ لیکر دشمنوں سے لڑنے چلو۔ علی مرتضیٰ نے فرمایا ہم میں اور اُن میں معاہدہ ہو چکا ہے اب میں کسیطرح اُسکو توڑ نہیں سکتا۔ اور حکموں کا مقرر کرنا کوئی گناہ نہیں ہے۔ بلکہ تمہاری عجز رائے اور سست تدبیری ہے کہ تم عمرو عاص کے قرآن اُٹھانے کے فریب میں آگئے اور میرا کہنا نہ سنا۔ اسپر زرعہ نے کہا اگر تم تحکیم سے توبہ نکروگے تو میں طلبًا لوجہ اللہ تمکو قتل کر ڈالونگا۔ اس گفتگو کے بعد دونوں خارجی یہ پکارتے ہوئے چلے گئے۔ "لاحکم الا اللہ" یعنے خدا کے سوا حکومت کسیکو نہیں[1]۔ علی مرتضیٰ نے سنکر فرمایا یہ کلمہ تو حق ہے مگر اس سے معنے باطل مراد لئے گئیں۔ اسکے بعد خوارج عبداللہ بن وہب راسبی کے مکان پر جمع ہوئے۔ اور سب نے متفق ہوکر خروج کا ارادہ کیا اُس کو اپنا امیر قرار دیکر دسویں شوال ۳۷ھ کو اُس سے بیعت کی اور ایک ایک دو دو کرکے (تاکہ کوئی متعرض نہو) حروراء سے روانہ ہوکر نہروان میں جو بغداد سے ۹ فرسخ ہے قیام کیا۔ پانچسو خوارج بصرہ سے بھی اُن میں آملے۔ علی مرتضیٰ نے خوارج کے روانہ ہونیکے بعد اُن کے مقابلہ پر کوفیوں سے بیعت لی تھی لیکن اسی اثناء میں جب حکمین کے فیصلہ کا حال معلوم ہوا تو آپنے شامیوں کے مقابلہ کی رائے ظاہر کی۔ اور یہ خطبہ پڑھا۔ اُن دونوں حکموں (ابوموسیٰ اور عمرو عاص) نے کتاب خدا کی مخالفت اور اپنی نفسانی خواہشوں کی متابعت کی حکم میں اختلاف کیا اور کوئی ان میں سے راستی کو نہیں پہنچا۔ پس تم روانگی شام کے واسطے تیار ہو جاؤ۔ اسی مضمون کا ایک خط خوارج نہروان کو لکھا مگر اُن لوگوں نے نہ مانا اور جواب میں لکہا کہ تمنے اپنے پروردگار کا غضب نہیں کیا بلکہ اپنے نفس پر کیا ہے۔ اب تم اپنے کفر کا اقرار کرکے توبہ کرو تو ہم تمہارے پاس آسکتے ہیں۔

طبری وغیرہ میں ہے کہ جب علی مرتضیٰ نے شام پر دوبارہ چڑھائی کرنے کے لئے کوفہ اور بصرہ سے فوج جمع کرنی چاہی تو کوفہ کی ۶۵ ہزار فوج تہی اُس میں سے ۲۵ ہزار آدمی آمادہ ہوئے۔ بصرہ میں ۶۰ ہزار فوج تھی

بقیہ نوٹ صفحہ ۲۱۰ (۲) وقت گلے میں صلیب لٹکانا جیساکہ محاضرات راغب اصفہانی میں ہے (۶) جناب علی پر لعن کہنا اور تمام سلطنت میں لوگوں سے لعن کرانا (۷) جھوٹی حدیثیں وضع کرانا اور وضاعین کو انعام واکرام سے مالا مال کرنا (۸) بدعہدی کرنا مثلاً امام حسن سے جو عہد کیا تہا اُس کی ایک شرط بھی پوری نکی (۹) اہلسنت کی کتابوں میں (دیکھو تاریخ طبری) معاویہ کی مذمت میں رسول اللہ صلعم کی بہت سی حدیثوں کا وارد ہونا (۱۰) صحابہ و تابعین میں اکثر کا معاویہ کو برا سمجھنا۔ اور یہ واقعات تفصیل وار جلد چہارم میں حالات معاویہ میں ہمنے بیان کئے ہیں۔

[1] خارجیوں کا یہ کلمہ حق تعالیٰ کے اس کلام کے مشابہ ہے اِنِ الْحُكْمُ اِلَّا لِلّٰهِ اور اس کے صحیح معنے یہ ہیں کہ جب اللہ تعالیٰ کبھی کام کا ارادہ کرتا ہے تو اُسکو حکم کرتا ہے کہ ہو جا اور وہ ضرور واقع ہو جاتا ہے۔ بخلاف اوروں کے کہ اُن کو یہ قدرت حاصل نہیں۔ چنانچہ قرآن مجید میں آیا ہے اِذَا اَرَادَ شَيْئًا اَنْ يَّقُوْلَ لَهٗ كُنْ فَيَكُوْنُ اور اس اعتبار سے بلا شبہ خدا کے سوا کسیکو حکومت نہیں خارجی اس کلمہ سے کلی طور پر حکومت و امارت کی نفی کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ کوئی حکم ہو ہی نہیں سکتا حالانکہ حق تعالیٰ نے بہت سے معاملات میں مخلوق کے حکم کو جائز و جاری رکہا ہے۔ چنانچہ میاں بیوی کی باہمی (دیکھو صفحہ ۲۱۲)

عبداللہ بن عباس عامل بصرہ کو جب فوجی طلبی کا خط لکھا گیا تو وہ صرف ۱۵۰۰ آدمی احنف بن قیس کی ماتحتی میں حارثہ السعدی کی زیرنگرانی روانہ کر سکے باقیوں نے انکار کر دیا۔ ابن خلدون نے اس تمام فوج کی تعداد چالیس ہزار لکھی ہے +

(۵۸) خارجیوں کی شکست ابھی شام کی تیاری ہو رہی تھی کہ علی مرتضی کو عبداللہ بن خباب بن الارت کا حال معلوم ہوا (جو بروایت مسعودی جناب امیر کی طرف سے اس علاقہ کا گورنر تھا) نہروان سے خوارج سے ملا اُن کو اپنا صحابی ہونا جتلایا۔ خوارج نے پوچھا کہ ابو بکر و عمر کے بارے میں تیری کیا رائے ہے۔ عبداللہ نے انکی صفت و ثنا کی۔ پھر عبداللہ سے عثمان کے پہلے اور پچھلے زمانہ خلافت کی بابت پوچھا گیا اُس نے کہا وہ دونوں زمانوں میں حق پر تھے۔ پھر علی مرتضی کی بابت قبل زمانہ تحکیم اور بعد زمانہ تحکیم کے دریافت کیا اُس نے کہا کہ علی مرتضی خدا کے احکام کو سب سے جانتے ہیں اور دینداری اور پرہیزگاری میں بڑھ کر ہیں۔ اس پر خوارج نے کہا تو حقیقت کو نہیں سمجھتا بلکہ لوگوں کی پیروی اُنکے ناموں کے پیچھے کرتا ہے یہ کہکر عبداللہ کو ذبح اور اُس کی حاملہ بی بی کا پیٹ چاک کر ڈالا۔ اسکے بعد بنی طے کی تین عورتوں کو قتل کیا کہ ام سنان بھی اُن میں تھی۔ علی مرتضی یہ حال سنکر کمال متاسف ہوئے۔ اور حارث بن مرہ کو اصل حقیقت معلوم کرنے کے واسطے نہروان بھیجا۔ خارجیوں نے اُسے بھی مار ڈالا۔ یہ حال دیکھکر سب کی اور خصوصاً اشعث بن قیس کی یہ رائے ہوئی کہ شامیوں سے پہلے خوارج کا بندوبست کرنا ضرور ہے۔ چنانچہ علی مرتضی فوج لیکر نہروان کو روانہ ہوئے۔ اور نہروان سے دو فرسخ کے فاصلہ پر ڈیرے ڈالدیے۔ پہلے ایک آدمی کو یہ پیغام دیکر بھیجا۔ کہ قاتلوں کو ہمارے حوالہ کرو تاکہ ہم تم سے ہٹ کر شام کی طرف جائیں۔ اُنہوں نے جواب دیا کہ ہم سب قاتل ہیں۔ اور تمہارے اور اُنکے خون کو مباح سمجھتے ہیں۔ پھر سعد بن قیس اور ابو ایوب انصاری نے اُن لوگوں کو وعظ و نصیحت کی اور آخرکار علی مرتضی نے خود وہاں پہنچکر اُن کو دھمکایا اور اُنکی سفاہت رائے ظاہر کی اور حکمین کی بابت کہا کہ اُنہوں نے کتاب خدا و سنت رسول اللہ کی مخالفت کی ہے اسواسطے ہمنے اُنکا فیصلہ نہیں مانا۔ اور ہم بدستور پہلی بات پر قایم ہیں۔ اسپر خوارج نے کہا ہم تحکیم کے قبول کرنے سے کافر ہو گئے تھے اور اب اپنے اس کفر سے تائب ہیں اگر تم تائب ہو جاؤ تو ہم تمہارے ساتھ ہیں اور اگر انکار کرو تو تم سے علیحدہ۔ علی مرتضی نے کہا میں قبول اسلام اور ہجرت و جہاد کے بعد کس طرح اپنے کفر کا حکم دوں۔ یہ کہکر علی مرتضی واپس چلے آئے اور اپنی فوج کی درستی اور آمادگی کے بعد ابو ایوب انصاری کو دو ہزار آدمیوں کے ساتھ علم دیکر کہا کہ اسکو بطور علامت امان کھڑا کر دو اور منادی کر دو کہ جو شخص اس علم کی طرف آجائے یا کوفہ یا مداین کو واپس چلا جائے یا لڑائی میں شریک نہ ہو اُسکو امان

(بقیہ نوٹ صفحہ ۲۱۱) مخالفت کے وقت حکم مقرر کرنے کا حکم دیا ہے قرآن مجید میں ہے فابعثوا حکما من اہلہ وحکما من اہلہا یعنے ایک حکم مرد کے کنبے سے اور ایک حکم عورت کے کنبے سے مقرر کرو (المرتضی) +

لہ میمنہ پر حجر بن عدی۔ میسرہ پر شبث بن ربعی (یا شبیب یا معقل بن قیس) سواروں پر ابو ایوب۔ پیادوں پر ابو قتادہ۔ اہل مدینہ پر جو سات یا آٹھ سو تھے قیس بن سعد بن عبادہ اور خود جناب امیر قلب میں رہے۔ خوارج کے سردار میمنہ پر زید بن حصین الطائی۔ میسرہ پر شریح بن اوفی۔ سواروں پر حمزہ بن سنان اسدی۔ پیادوں پر حرقوص بن زہیر (ابن خلدون) +

ابوایوب نے ایسا ہی کیا۔ خوارج جن کے یہاں تعداد ۱۲ ہزار تھی یہ حال دیکھکر بہت سے کنارہ کش ہوگئے ۱۸ سو نے علی مرتضیٰ کا مقابلہ کیا پہر علی مرتضیٰ نے حملہ کا حکم دیا۔ تہوڑے دیر میں سبکا صفایا ہوگا صرف ۹ لوز بروایت کفایت الطالب صرف ۲ بچے جناب امیر کے صرف ۷ یا ۲ آدمی مارے گئے ٭

مروج الذہب مسعودی اعثم کوفی۔ روضۃ الصفا۔ تاریخ الخمیس۔ کفایت الطالب اور نور الابصار میں ہے کہ امان کا جھنڈا کھڑا کرنے اور منادی کرانے کے بعد ۱۲ ہزار میں سے صرف ۴ ہزار خارجی راسبی کے ساتھ جناب امیر کے مقابلہ میں آئے اور ان خارجیوں نے جناب امیر کی فوج پر حملہ کیا جو نہی علی مرتضیٰ نے اپنے فوج کو سبقت کرنے سے منع کردیا تہا۔ لڑائی ہوئی۔ بروایت روضۃ الصفا ۹ خارجی بچکر بہاگے سب مارے گئے جناب امیر کی طرف ۹ شہید ہوئے انکے ہتیار اور مال اور چوپائے جو کچھہ دستیاب ہوا لشکر میں تقسیم کردیا گیا ٭

تاریخ طبری ومسعودی ابن اثیر اور اعثم کوفی میں ہے کہ کل ۴ ہزار خارجی تھے امان کا جھنڈا کھڑا کرنے کے بعد ۱۳ سو آدمی عبداللہ بن وہب راسبی کے ماتحت مقابلہ میں آئے تھے انمیں ایک شخص کا ایک ہی ہاتھ تھا اور دوسرے ہاتھ کی جگہ پستان سا بنا ہوا تھا۔ اسکی چوچی پر بال تھے جب اسے پکڑکر کھینچتے تو وہ ہاتھ بنجاتا۔ جب چھوڑدیتے پھر پستان بنجاتا۔ اس لئے اسکو ذو الثدیہ کہتے تھے مسعودی نے مخدج اس خارجی کا نام لکہا ہے۔ رسول اللہ صلعم نے اسکے اس جنگ میں مارے جانے کی خبر دی تہی چنانچہ جنگ نہروان کے بعد جناب امیر نے فرمایا کہ اسے تلاش کرو لوگوں نے کہا وہ لاشوں میں نہیں ہے حضرت نے فرمایا ضرور ہوگا مخبر صادق کی خبر غلط نہیں ہوسکتی۔ آخر چالیس یا پچاس لاشوں کے نیچے سے نکلا۔ یہ جنگ بروایت مسعودی وصاحب حبیب السیر اوائل ۳۸ھ میں اور بروایت طبری و ابن اثیر و ابن خلدون اواخر ۳۷ھ میں ہوئی۔ مشہور خارجی جو اس جنگ میں مارے گئے انکے نام یہ ہیں عبداللہ بن وہب راسبی زید بن حصین۔ حرقوص بن زہیر۔ عبداللہ بن شجرہ۔ شریح بن اوفی ٭

المرتضیٰ کے مولف نے لکہا ہے کہ جنگ نہروان کے بعد علی مرتضیٰ نے براہ موصل شام چلنے کا ارادہ کیا لیکن لوگوں نے اپنی ماندگی طبیعت اور ہتیاروں کی نادرستی کا عذر پیش کرکے واپسی کوفہ کی خواہش ظاہر کی اور کوفہ میں پہنچکر ہاتھ پاؤں پہیلانے شروع کئے سب نے علی مرتضیٰ کو چھوڑدیا صرف تہوڑے آدمی ساتھ رہ گئے اسواسطے علی مرتضیٰ نے چند روز تک جنگ کو ملتوی کردیا ٭

معاملات مصر

(۵۹) محمد بن ابی حذیفہ روضۃ الصفا میں ہے کہ جب عبداللہ بن سعد بن ابی سرح ایام محاصرہ جناب عثمان میں سے مدینہ آنے کے لئے مدد عثمان کو نکلا تھا اسوقت محمد بن ابی حذیفہ بن عتبہ بن ربیعہ جو بڑا نیک شجاع سخی اور عابد اور محبان علی سے تھا عبداللہ کا نائب تھا وہ مصر کا حاکم ہوگیا۔ محمد کا باپ ابی حذیفہ جنگ یمامہ میں شہید ہوا تہا اور محمد کی پرورش وتربیت حضرت عثمان نے کی تہی۔ ابن خلدون نے لکہا ہے محاصرہ عثمان کے وقت محمد بن ابی حذیفہ نے عبداللہ بن ابی سرح کو مصر سے نکالدیا تہا۔ اور عبداللہ فلسطین میں ٹہیرا ہوا تھا کہ علی خلیفہ ہوگئے پس وہ معاویہ کے پاس چلا گیا۔ قبل اسکے کہ علی کی طرف سے صفر ۳۶ھ میں قیس بن سعد بن عبادہ مصر کا گورنر مقرر ہوکر مصر میں پہنچا معاویہ نے عمرو عاص کو ایک گروہ کے ساتھ مصر کی طرف روانہ کیا کہ مکر وحیلہ سے حذیفہ کو پکڑلائے اور انہوں نے یہ چال کی کہ عریش میں آکر محمد بن ابی حذیفہ کو لکہہ بہیجا کہ میں معاویہ کی بیعت سے پشیمان ہوں علی کی بیعت کرلی چاہتا ہوں۔ اگر آپ ذرا عریش میں تشریف لے آئیں تو علی کی بیعت آپ سے کرلوں محمد آئے اور عمرو عاص نے چالاکی سے محمد کو گرفتار کرکے معاویہ کے پاس بہیجدیا۔ معاویہ نے محمد بن ابی حذیفہ کو قید کردیا۔ مگر جس زمانہ میں جناب امیر نے صفین پر چڑہائی کی ہے محمد اپنی عمزاد بہن کی کوشش سے جو معاویہ کی بیوی تہی جیل سے نکلا

اندر ایک سوہن رکھکر بہیجا پا تہا قید سے خلاصی پائی - بہاگے - معاویہ نے آدمی تلاش میں بہیجے اور عبد اللہ بن عمر خثعمی نے محمد کو ایک غار میں پاکر مار ڈالا[۱] - اور دمشق واپس آیا ✦

(۶۰) قیس بن سعد مصر میں ۔ صفر ۳۶ھ میں قیس بن سعد جناب امیر کیطرف سے مصر کا گورنر ہوکر آیا یہ شخص عقلاے عرب اور زہاد زمانہ سے تھا - اس نے مصر میں پہنچکر علی مرتضی کا فرمان - ان لوگوں کی طلب بیعت اور حصول اطاعت اور اپنے امارت کے متعلق سنایا - اور اس مضمون کا خطبہ پڑھا کہ ہمنے اس شخص سے بیعت کی ہے جسکو ہم نبی کے بعد سب سے بہتر سمجھتے ہیں تم بہی کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ کے موافق اس کی بیعت کرو لوگوں نے بیعت کی اور مصر اسکے تحت حکومت میں آگیا اور اس نے اپنی طرف سے ناظم مقرر کرکے دیہات کو روانہ کیا جن لوگوں نے اطاعت نہیں کی تہی وہ مقام خرنبا کو چلے گئے[۵۲] جو اسکندریہ کے قریب ایک مقام ہے - یہ لوگ حضرت عثمان کے دلدادہ اور معتقد تھے - اُنہوں نے کہا کہ جو خراج ہمپر واجب ہوگا ادا کرتے رہیں گے بشرطیکہ آپ ہمیں بیعت پر مجبور نکریں - یہانتک کہ ہم اس امر کے انجام کار کو سوچ لیں - قیس نے اس خیال سے کہ یہ لوگ اہل قوت و شوکت ہیں کہیں معاویہ سے نہ مل جائیں ان لوگوں سے تعرض کرنا مناسب نہ سمجہا - اور امن و مدارا سے مصر پر حکومت کرنے لگا ✦

معاویہ کو اس امر کا خوف تہا کہ اگر علی مرتضی نے کوفہ سے اور قیس نے مصر سے چڑہائی کی تو مجھے بیچ میں رکھکر روند ڈالیں گے - پس یہ چال چلا کہ قیس کو خط لکہنے شروع کر دیے کہ اگر تو مجہہ سے متفق ہو جائے تو ہم فتح کیے بعد عراق عرب اور عراق عجم کی حکومت تجہہ کو دیدونگا اور حجاز کی حکومت پر جس شخص کو تو مقرر کریگا اُسے منظور کرونگا اسکے علاوہ جو مال تو مانگے میں دینے کو آمادہ ہوں - اسی قسم کے کئی خط قیس کو روانہ کیئے - قیس نے نمانا اور ایسی ایسی سخت جواب دیے کہ معاویہ مایوس ہوگیا اور ناچار ہوکر خواہمخواہ لوگوں میں یہ مشہور کر دیا کہ قیس مجھسے مل گیا ہے اُسکے خطوط میرے پاس آتے ہیں - یہ خبر علی مرتضی کو پہنچی - علی قیس کی ذات سے کب ایسی اُمید کر سکتے تھے - یقین نہ آیا - عبد اللہ بن جعفر نے جو محمد بن ابی بکر کے مادری بہائی تھے اور محمد بن ابو بکر کو مصر کا گورنر کرانا چاہتے تھے کہا کہ اُن مراعات سے جو قیس نے اہل خرنبا کے ساتھ کر رکھی ہیں وہ ضرور معاویہ سے ملا ہوا معلوم ہوتا ہے - اُسے حکم بہیجیے کہ اہل خرنبا سے بیعت لے - حکم پہنچا - قیس نے التوا کیا اور اپنے مصلحت جناب امیر پر ظاہر نہ کی - عبد اللہ بن جعفر نے قیس کی معزولی پر زور دیا - ناچار جناب امیر نے قیس کو معزول کرکے محمد بن ابی بکر کو مصر کا گورنر مقرر کیا - محمد بن ابی بکر مصر میں پہنچے اور قیس ملول و محزون مدینہ چلے آئے ✦

صاحب روضۃ الصفا لکہتے ہیں کہ اسوقت حسان بن ثابت نے جو علی کی طرف سے کسیقدر کینہ اپنے دل میں رکھتا تھا قیس سے کہا کہ تو نے قتل عثمان میں کوشش کی اور علی نے تجھکو معزول کیا - اور وہ جرم عظیم تیری گردن پر رہا

[۱] مگر صاحب حبیب السیر نے لکہا ہے کہ صفر ۳۶ھ میں جب قیس جناب علی کی طرف سے مصر میں پہنچے ہیں تو محمد بن ابی حذیفہ نے جو اُس زمانہ میں مصر پر غالب آگیا تہا عبد اللہ بن ابی سرح سے غدر کرکے قیس کو مصر کی حکومت حوالہ کر دی - اس سے معلوم ہوتا ہے کہ محمد کی گرفتاری کا واقعہ بعد میں ہوا ہے اور طبری اور ابن اثیر اور ابن خلدون نے یہ روایت بہی لکہی ہے کہ محمد بن ابی حذیفہ محمد بن ابی بکر کے قتل کے زمانہ ۳۸ھ تک موجود تہا - محمد بن ابی بکر کے مارے جانے کے بعد گرفتار ہوا ہے - مگر ہمکو یہ روایت صحیح نہیں معلوم ہوتی کیونکہ جناب امیر کی صفین کی چڑہائی کے وقت جہاں معاویہ نے اپنے اندیشے عمرو عاص سے بیان کیئے ہیں وہاں محمد ابن ابی حذیفہ کے قید سے نکلنے کا اندیشہ بہی ذکر کیا ہے مؤلف

[۵۲] طبری و ابن خلدون وغیرہ میں ہے کہ وہ خرنبا ہی کے باشندے تھے ✦

قیس نے کہا کہ اے قلب و نصر کے اندھے ہٹنے کے کھوٹے دور ہو قسم خدا کی اگر مجھے یہ اندیشہ نہ ہوتا کہ میری قوم اور تیرے قبیلے کے درمیان مقاتلہ اور محاربہ برپا ہوجائے گا تو تیرا سر اڑا دیتا ہے۔ مروان نے بھی (جو اسوقت مدینہ میں تھا) بہت سی اسی قسم کی بہکانے کی باتیں کیں (مگر قیس دیندار آدمی اُس شیطان کے بہکانے میں کب آنیوالا تھا) اُسکے برعکس تو آپ ہی جناب امیر کے پاس صفین میں آحاضر ہوا۔ معاویہ کو خبر ہوئی تو مروان کو لکھا کہ اگر تو ایک لاکھ مرد شمشیرزن نیزہ گزار علی کی مدد کو بھیج دیتا وہ میرے نزدیک اس سے آسان ہوتا کہ تونے اپنی باتوں سے قیس کو علی کے پاس بھیج دیا۔ اسکے بعد قیس برابر اُن حضرت کی خدمت میں حاضر رہا۔ ابن خلدون نے لکھا ہے کہ مروان نے قیس کو ڈرانا شروع کیا تھا کہ اب تمہاری معاویہ اور علی دونوں سے بگڑ گئی اس پر قیس اور سہل بن حنیف دونوں صفین میں حضرت علی سے آملے ۔۔

(۱۶) عمرو عاص کی چڑھائی مصر پر

محمد بن ابی بکر نے جب قیس سے حکومت مصر کا چارج لیا تو قیس نے انکو سمجھایا کہ تم اہل خربتا سے معترض نہ ہونا مگر اُنہوں نے نہ مانا اور ایک قاصد کی زبانی باشندگان خربتا کو کہلا بھیجا کہ علی مرتضی کی بیعت کرو ورنہ مصر کی سرزمین سے نکل جاؤ۔ اُنہوں نے جواب دیا کہ ہم بیعت نہیں کرتے۔ ہمکو ابھی مہلت دو کہ ہم انجام کار کو دیکھ لیں۔ اس عرصہ میں جنگ صفین پیش آگئی۔ پہلے تو یہ لوگ محمد سے ڈرتے تھے مگر جب معاملہ حکمین کے سپرد ہوا تو دلیر ہوگئے اور مقابلہ پر آمادہ ہوگئے۔ انمیں سب سے زیادہ ہوا خواہ عثمان اور علی مرتضی کے خلاف سازش کرنے والا معاویہ بن حدیج تھا۔ ہوا خواہان عثمان اُسکے پاس جمع ہوگئے۔ محمد بن ابی بکر نے فسطاط سے دو مرتبہ اپنے سرداروں کے ماتحت اُنکی سرکوبی کو فوج روانہ کی مگر اہل خربتا نے دونو دفعہ شکست دی۔ اس واقعہ سے شورش عام مصر میں پیدا ہوگئی۔ فیصلہ حکمین کے بعد معاویہ نے مصر پر قبضہ کرنا چاہا اور معاویہ بن حدیج اور مسلمہ بن مخلد کی بہت شکرگذاری کی اور اُنکو اور بھی ابھارا یہ بہت خوش ہوئے اور معاویہ سے طلب کی۔ معاویہ نے ۳۸ھ کے شروع میں علی مرتضی کو خوارج کی طرف مصروف دیکھکر عمرو عاص کو ۶ ہزار فوج سے مصر پر روانہ کیا اور بروایت مسعودی اُسکے حین حیات تک مصر اُسکے نام لکھدیا۔ محمد نے یہ حالات دیکھکر علی مرتضی سے مدد طلب کی۔ علی مرتضی نے مالک اشتر حاکم جزیرہ کو نصیبین سے بلاکر محمد بن ابی بکر کی مدد پر روانہ کیا اور قیس بن سعد کو اپنے پاس رکھا۔ معاویہ کو اشتر کی روانگی کی خبر ہوئی تو سمجھ لیا کہ اب مصر پر قبضہ کرنا بہت دشوار ہے پس ظاہر میں تو لوگوں سے کہا کہ تم اشتر کے لئے روز بددعا کیا کرو اور مخفی طور پر عریش یا قلزم کے زمیندار کو اشتر کا حلیہ لکھ بھیجا کہ یہی راستہ ہے اشتر مصر جاتے ہوئے ضرور یہاں سے گذریگا۔ تو اُسکی دعوت کرکے کسی چیز میں اُسے زہر دیدیجیو۔ میں تیرا بیس برس کا خراج معاف کردونگا۔ جس دن اشتر مقام عریش پہنچے تو روزہ سے تھے۔ اُس زمیندار نے اُنکی دعوت کی اور افطار کے وقت شہد کے شربت میں زہر پلادیا۔ پیتے ہی اشتر شہید ہوگئے۔ معاویہ کو خبر پہنچی تو بہت خوش ہوا منبر پر جاکر خطبہ دیا اور کہا خدا کا شکر ہے شہد میں بھی ہوتا ہے شکر ہے اب علی کے دونوں ہاتھ کٹ گئے۔ (عمار یاسر جنگ صفین میں)

۵۱ یہ واقعات بتاتے ہیں کہ محمد بن ابی بکر جنگ صفین سے پہلے مصر بھیجے گئے تھے اسوجہ سے جنگ صفین میں شریک نہ ہوسکے۔ تاریخ سے کہیں پتہ نہیں چلتا کہ مصر میں اپنا کوئی نائب چھوڑکر صفین میں علی کی مدد کو آئے ہوں۔ اسی طرح قیس بن سعد جنگ جمل میں ہرگز شریک نہ ہوسکے کیونکہ وہ صفر ۳۶ھ میں مصر کے گورنر بناکر بھیجے گئے تھے اور بعد جنگ جمل قبل جنگ صفین معزول کئے گئے۔ اور جنگ جمل جمادی الثانی ۳۶ھ میں ہوئی تھی ۵۲ ابن اثیر۔ طبری اور ابن خلدون نے بھی ایسا ہی لکھا ہے ۵۳ مسعودی مگر مسعودی نے لکھا ہے کہ اشتر محمد بن ابی بکر کے مارے جانے کے بعد مصر کے حاکم مقرر کرکے بھیجے گئے تھے ۵۴ طبقات الاطباء۔ طبری۔ ابن اثیر۔ ابن خلدون۔ روضۃ الصفا۔ مسعودی۔ المرتضی۔ حبیب السیر

صفین میں کام آئے۔ اور مالک اشتر ہلاک ہوگئے) علی مرتضیٰ کو کمال تاسف ہوا اور محمد بن ابی بکر کو لکھ بھیجا کہ میں نے مالک کو نہایت قابل آدمی سمجھ کر تمہارے پاس بھیجا تھا مگر افسوس وہ راستہ ہی میں فوت ہوگیا اب دشمن کے مقابلہ پر صبر کرو اور جنگ کے واسطے مستعد رہو۔ کوفہ والے میرا حکم نہیں مانتے مدد کو نہیں جاتے تم لوگوں کو حکمت اور موعظہ حسنہ سے خدا کی طرف بلاؤ (المرتضیٰ)۔

الغرض صفر سنہ ۳۸ھ میں محمد بن ابی بکر کی ان لوگوں سے جنگ ہوئی اور محمد علیہ مغلوب ہو کر ایک خرابہ کی طرف بھاگ گئے معاویہ بن خدیج نے انکو پکڑ لیا پیاسا ہی ایک مرے ہوئے گدھے کے پیٹ میں رکھکر زندہ جلا دیا[1] اور عمرو عاص بلا مزاحمت مصر پر مسلط ہوگیا اور اہل مصر سے معاویہ کی بیعت لی (تاریخ الخمیس۔ مروج الذہب۔ ابن خلدون)۔

جب محمد کے مارے جانے کی خبر جناب امیر کو پہنچی کمال صدمہ ہوا اور بروایت تاریخ الخمیس فرمایا کہ وہ میرا ربیب (گیا لڑکا) تھا مگر میں تو اسکو بیٹا ہی سمجھتا تھا اور عبداللہ بن عباس کو اس واقعہ جانکاہ کی اطلاع دی جو اسوقت بصرہ میں اپنی امارت پر تھے۔ عبداللہ اپنے نائب زیاد بن ابیہ کو بصرہ میں چھوڑ کر جناب امیر کی تسلی کو کوفہ میں حاضر ہوئے اور اپنے دل میں ٹھان لیا کہ اب ان حضرت کی خدمت سے جدا نہ ہوں گا۔

جب بی بی عائشہ کو اپنے بھائی محمد کے اس طرح مارے جانے کی خبر پہنچی تو بہت روئیں پیٹیں اور ورد کر لیا کہ ہر نماز کے بعد معاویہ اور عمرو عاص کے لئے بددعا کرتی تھیں (ابن اثیر۔ ابوالفداء۔ ایرونگ۔ روضۃ الصفا۔ حبیب السیر)

محمد کے عیال و اطفال کو حضرت عائشہ نے اپنے پاس بلا لیا اور قاسم بن محمد بن ابی بکر نے حضرت عائشہ ہی کے سایہ عاطفت میں پرورش پائی (ابن اثیر) مسعودی لکھتا ہے کہ مقام مسناۃ پر محمد بن ابی بکر کا ان سے مقابلہ ہوا تھا اور مقام کوم شریک میں جبکہ ان میں کچھ جان باقی تھی گدھے کی کھال میں بند کر کے پھونکا گیا تھا۔

معاویہ کے حملے ممالک جناب امیر پر سنہ ۳۸ تا ۴۰ھ

(۱۴۲) بصرہ پر

سنہ ۳۸ھ میں محمد بن ابی بکر کے مارے جانے اور مصر پر عمرو عاص کا قبضہ ہو جانے کے بعد معاویہ نے عبداللہ بن حضرمی کو بصرہ کی طرف بھیجا۔ اسوقت ابن عباس علی کے پاس کوفہ گئے ہوئے تھے اور انکا نائب زیاد بصرہ میں تھا۔ عبداللہ حضرمی یکایک آ پہنچا۔ یہاں کے اکثر آدمی جو ہوا خواہان عثمان تھے اس سے آملے۔ عبداللہ نے انکو معاویہ کا نامہ پڑھ کر سنایا جس میں قصاص عثمان کا مطالبہ اور جاگیرات کے دو چند کرنے کا وعدہ تھا بصرہ کے اور لوگ بھی عبداللہ کے ورغلانے سے زیاد کے ساتھ سرکشی کرنے پر آمادہ ہوگئے۔ زیاد چونکہ مقابلہ نکر سکتا تھا ایک گوشہ میں چھپ گیا اور عبداللہ بصرہ میں حکومت کرنے لگا۔ جناب امیر کو یہ خبر پہنچی تو کوفہ سے اعین بن ضبیعہ کو اسکے رفع کرنے کو بھیجا۔ اعین بصرہ پہنچا تو زیاد اس سے آملا۔ لڑائی ہونے کو تھی کہ بعض اہل تقویٰ نے صلح کرا دی مگر عبداللہ نے بدعہدی کی اور شب خون مار کر اعین کو شہید کر دیا۔ زیاد پھر کہیں جا چھپا۔ اب جناب امیر نے جاریہ بن قدامہ کو بھیجا۔ سخت لڑائی ہوئی ابن حضرمی شکست کھا کر کہیں چھپ گیا۔ ابن قدامہ نے پتہ لگا کر اس مکان میں جہاں اس نے پناہ لی تھی آگ لگا دی اور ابن حضرمی مع اپنے ستر رفیقوں کے جلکر رہ گیا۔ زیاد کا تسلط پھر بصرہ پر ہوگیا۔ ابن عباس

[1] علامہ عباسی نے لکھا ہے کہ جب عمرو عاص مصر میں پہنچا تو معاویہ بن خدیج اس سے آملا۔ محمد نے خوب مقابلہ کیا۔ معاویہ بن خدیج کا بیٹا کنانہ محمد کی فوج کا سپہ سالار تھا اور محمد کا بھائی عبدالرحمن عمرو عاص کے لشکر میں سب سے آگے تھا معاویہ بن خدیج نے اپنے بیٹے کنانہ کو لڑائی میں مار ڈالا اور کہا تو ہی نے عثمان کے گلے پر چھری پھیری تھی ایک تو محمد کی فوج تھوڑی دوسرے سپہ سالار مارا گیا محمد کے ساتھیوں نے فرار اختیار کیا شکست ہوگئی بعض مورخین نے لکھا ہے کہ قتل کر کے پھونکا گیا تھا۔ لیکن یہ سمجھ میں نہیں آتا کہ قتل کرنے کے بعد ویسے ہی کیوں نہ چھوڑ دیا بند کرنے کی کیا ضرورت تھی (مولف)

بعد علی مرتضیٰ نے عبداللہ بن عباس کو بھی کوفہ سے بصرہ واپس بھیجا۔ (یاد حبیب السیر۔ کامل ابن اثیر)

(۶۴۳) **عین التمر پر** ۳۹ھ میں معاویہ نے نعمان بن بشیر کو ایک ہزار فوج سے عین التمر پر روانہ کیا جہاں جناب امیر کی طرف سے مالک بن کعب ہزار آدمیوں کے ساتھ رہتا تھا۔ اسوقت مالک کے پاس صرف سو آدمی تھے ۹ سو اُسکی اجازت سے کوفہ چلے گئے تھے۔ نعمان کی چڑھائی کی خبر ہوئی تو مالک نے جناب امیر سے مدد مانگی جناب امیر نے اہل کوفہ سے کہا کہ مالک کی مدد کو جاؤ اُنہوں نے انکار کر دیا۔ اتنے میں مالک اور نعمان میں جنگ شروع ہو گئی۔ مالک نے مخنف بن سلیم کو جو اُسکے علاقہ کے قریب ہی تھا لکھکر مدد منگائی مخنف نے اپنے بیٹے عبدالرحمن کے ساتھ پچاس آدمی بھیج دیے یہ اُسوقت پہنچے کہ نہایت سخت لڑائی ہو رہی تھی اپنی تلواروں کے نیام توڑ کر اس استقلال سے لڑے کہ اہل شام کے جی چھوٹ گئے۔ اور یہ خیال کرکے کہ اُنکی مدد آگئی ہے شام ہوتے بھاگ گئے۔ مالک نے تعاقب کرکے اُن میں سے تین کو قتل کیا ❊

(۶۴۴) **ہیت وانبار پر** اسی سال سفیان بن عوف ۶ ہزار شامیوں کے ساتھ روانہ کیا گیا کہ ہیت۔ انبار اور مدائن کی طرف جا کر لوٹ مار مچا دے۔ سفیان ہیت میں پہنچا تو کسیکو نہ پایا۔ وہاں سے انبار میں آیا یہاں علی مرتضیٰ کی طرف سے کمیل بن زیاد ۵ سو فوج کے ساتھ رہتے تھے مگر اسوقت انبار میں صرف ۲ سو ہی فوج تھی۔ کیونکہ کمیل بن زیاد کو خبر پہنچی تھی کہ قرقیسیا سے کچھ لوگ ہیت کو تاراج کرنا چاہتے ہیں پس وہ تین سو آدمی لیکر بغیر علی مرتضیٰ کی اجازت کے ہیت کی طرف روانہ ہو گیا تھا۔ سفیان انبار پر پہنچا تو کمیل یہاں نہ تھا۔ سفیان نے حملہ کیا لڑائی ہوئی طرفداران علی میں سے تیس آدمی اور اُنکا سردار اشرس بن حسان بکری مارے گئے۔ اور سفیان تمام مال و متاع لوٹا جو انبار میں تھا معاویہ کے پاس واپس آیا۔ علی مرتضیٰ کو یہ حال معلوم ہوا تو کمیل کو سرزنش کی اور سفیان کے تعاقب میں فوج بھیجی مگر وہ ہاتھ نہ آیا ❊

تیمار پر اسی سال معاویہ نے ۱۷ سو فوج عبداللہ بن مسعدہ فزاری کے ماتحت تیمار کی طرف روانہ کی اور حکم دیا کہ اہل بادیہ سے جو کوئی گذرے صدقہ وصول کرے اور جو انکار کرے اُسے قتل کر ڈالے۔ اُسنے ایسا ہی کیا یا مکہ اور مدینہ تک پہنچا اور صدقہ وصول کیا اور اُسکی قوم کے بہت سے آدمی اُسکے پاس جمع ہو گئے۔ علی مرتضیٰ کو خبر پہنچی تو مسیب بن نجبہ فزاری کو ۲ ہزار فوج سے اُسکے مقابلہ پر روانہ کیا فریقین کا مقام تیمار پر مقابلہ ہوا زوال آفتاب تک سخت جنگ ہوتی رہی۔ مسیب نے عبداللہ پر حملہ کرکے تین ضربیں لگائیں اور کہا بھاگ جا بھاگ جا۔ کیونکہ وہ اُسے قتل کرنا نہیں چاہتا تھا۔ پس عبداللہ اور اُسکے ساتھ کچھ لوگ قلعہ بند ہو گئے اور باقی شام کی طرف بھاگ گئے۔ اعراب نے صدقہ کے اونٹ جو عبداللہ کے ساتھ تھے لوٹ لئے اور تین دن تک اُسکا محاصرہ رکھا پھر دروازہ میں لکڑیاں ڈالکر آگ لگا دی محصورین یہ دیکھکر کہ اب ہلاک ہو جائیں گے مسیب کے پاس آئے اور کہا اے مسیب یہ تیری ہی قوم ہے۔ پس مسیب کو ترس آیا اور آگ بجھوا دی۔ اور اپنے ہمراہیوں سے کہا کہ میرے جاسوسوں نے خبر دی ہے کہ شام سے ایک لشکر تمہاری طرف آرہا ہے اسپر عبدالرحمن بن شبیب نے کہا کہ مجھے اُنکی طلب میں جانیکی اجازت دو۔ مسیب نے انکار کیا۔ عبدالرحمن نے کہا تو نے امیرالمومنین سے کھوٹ کیا اور ان لوگوں کے بارہ میں مداہنت کی ❊

(۶۴۵) **ثعلبیہ و قطقطانہ پر** اسی سال معاویہ نے ضحاک بن قیس کو ۳ ہزار آدمی کے ساتھ اسفل واقصہ کیطرف روانہ کیا اور کہا کہ لوگوں کو علی کی اطاعت سے روکے۔ پس وہ لوٹ مار کرتا اور علی کے گماشتوں کو مارتا ثعلبیہ

قطقطانہ تک آپہنچا۔ جناب امیرؑ کو خبر ہوئی تو حجر بن عدی کندی کو ۴ ہزار سوار سے مقابلہ کو بھیجا۔ مقام تدمر پر دونوں فوجوں کا مقابلہ ہوا ضحاک کے ۱۹ اور حجر کے دو آدمی مارے گئے رات ہوگئی تو ضحاک اور اسکے ہمراہی بھاگ گئے اور حجر اور اسکے ساتھیوں نے مراجعت کی۔[1] (ابن اثیر)

اسی سال معاویہ خود دجلہ تک آکر واپس چلا گیا۔ کیونکہ حضرت علی یہ خبر سنتے ہی موقعہ پر جا پہنچے تھے۔ معاویہ کا مطلب صرف علیؑ کو تشویش کرنا تھا (علامہ عباسی)۔

(۶۶) مکہ پر — اب معاویہ نے معاویہ بن یزید بن شجرہ رہاوی کو جو اسکے اصحاب سے تھا بلا کر کہا کہ میں تجھے مکہ اس غرض سے بھیجنا چاہتا ہوں کہ وہاں جا کر لوگوں کو حج کرلے اور میری بیعت لے۔ اور وہاں سے علی کے عامل کو نکال دے۔ پس معاویہ بن یزید ۳ ہزار سوار کے ساتھ روانہ ہوا۔ اسوقت مکہ کے عامل علی مرتضیٰ کی طرف سے قثم بن عباس تھے وہی حج میں پیشوا ہوتے تھے۔ انکو شامیوں کی چڑھائی کی خبر ہوئی تو خطبہ دیا اور اہل مکہ سے کہا کہ شامیوں سے لڑنے کو تیار ہو جاؤ۔ پس سوائے شیبہ بن عثمان عبدری کے کسی نے قبول نہ کیا پس قثم نے ٹھان لیا کہ کسی شعب میں جا کر چھپ رہتا ہوں اور علی مرتضیٰ کو لکھتا ہوں اگر وہ فوج سے مدد دینگے تو شامیوں سے لڑونگا مگر ابوسعید خدری نے مکہ چھوڑنے سے انکو روکا اور کہا کہ ٹھیرو اگر ان سے لڑائی کا موقعہ دیکھو گے اور اپنے میں قوت دیکھو گے تو لڑنا ورنہ چلے جانا۔ پس قثم ٹھیر گئے یکم ذی الحجہ یا ۲ یوم قبل تروِیہ سے دونوں پہلے شامی آگئے اور کچھ لڑائی جھگڑا نہ کیا۔ قثم نے امیرالمومنین کو یہ خبر لکھ بھیجی تھی علی مرتضیٰ نے یکم ذی الحجہ کو ایک لشکر روانہ کیا تھا جن میں ریّان بن ضمرہ حنفی اور ابوالطفیل بھی تھے۔ حج کے موقعہ پر معاویہ بن یزید نے قثم کو پیشوائی سے روک دیا اور لوگوں کی صلاح سے عثمان بن شیبہ عبدری کو حج کا پیشوا بنایا۔ اور یہی غرض معاویہ کی تھی کہ حضرت علی کی امارت حرمین میں مسلم نہ سمجھی جائے۔ پس شیبہ ہی نے نماز پڑھائی اور شیبہ ہی نے حج کرایا۔ حج کے بعد معاویہ بن یزید شام کی طرف مراجعت کر گیا۔ اتنے میں علی مرتضیٰ کی روانہ کی ہوئی فوج مکہ پہنچ گئی معلوم ہوا کہ اہل شام عود کر گئے۔ پس معقل بن قیس کی ماتحتی میں انہوں نے شامیوں کا تعاقب کیا اور وادی القریٰ سے پرے انکو جا لیا اور انکے کئی آدمی قید کر لئے انہیں اور جو کچھ مال ملا لیکر علی مرتضیٰ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ پس جو قیدی جناب امیر کی طرف سے معاویہ کے پاس تھے ان سے انکا تبادلہ کر لیا گیا۔ اسی سال معاویہ نے جزیرہ اور دومۃ الجندل پر مہمیں روانہ کیں۔ مگر جناب امیر کی فوج نے جا کر انکو بھگا دیا۔

(۶۷) بسر بن ابی ارطاۃ کی فوج کشی حجاز و یمن پر — سنہ ۴۰ھ کے شروع میں معاویہ نے بسر بن ارطاۃ کو ۳ ہزار فوج دیکر حجاز کی طرف بھیجا کہ مکہ اور مدینہ کے لوگوں سے بیعت لیکر یمن پر تسلط کرے۔ اسوقت ابوایوب انصاری علی مرتضیٰ

---

[1] عباسی نے اسطرح لکھا ہے کہ اسوقت تک عراق و فارس کے علاوہ مکہ اور مدینہ میں بھی حضرت علی ہی کی حکومت تھی (معاویہ صرف شام و مصر پر متصرف تھا باقی دنیائے اسلام حضرت علی کی حکومت میں تھی) معاویہ نے سوچا کہ میں مسلمانوں کا امیر اسوقت تک نہیں ہو سکتا جب تک ارکان حج میرے اہتمام سے نہوں۔ پس ضحاک بن قیس کو بڑی فوج کے ساتھ تعینات کیا کہ لوگوں کو حج سے روکے اور کہے کہ وہاں کوئی امام نہیں ہے) علی مرتضیٰ نے راستے میں حجاج کے آرام کے لئے جا بجا آدمی بٹھا دیے تھے اور کھانے پینے کا سامان مہیا کر دیا تھا۔ ضحاک نے ان سب کو غارت کرنا شروع کیا۔ اور حاجیوں کو روکا کہ بغیر کسی امیر کے تم حج نکرو۔ علی مرتضیٰ نے حجر بن عدی کندی کے ذریعہ سے ضحاک کو پسپا کیا [2] مگر حرم محترم میں کشت و خون کرنیکی ممانعت کردی (طبری و ابن اثیر) [3] قثم کوفی (دیکھو صفحہ ۲۱۹)

کی طرف سے مدینہ کا حاکم تہا اور قثم بن عباس مکہ کا ۔ بسر مدینہ آیا ابو ایوب اُسکے آنے کی خبر سنکر کوفہ بہاگ گیا ۔ بسر نے مدینہ میں گھسکر ڈرا دہمکا کر جبراً لوگوں سے بیعت لی اور مکانوں کو مسمار کرکے ابوہریرہ کو مدینہ کا گورنر بناکر مکہ کا رخ کیا ۔ بسر کی مکہ پر چڑہائی کی خبر سنکر قثم اور ابو موسی اشعری قتل کے خوف سے مکہ سے بہاگ گئے ۔ بسر اہل مکہ سے زبردستی بیعت لیکر یمن پر چڑہ گیا ۔ یہاں عبید اللہ بن عباس علی کی طرف سے حاکم تھے ۔ وہ صنعا سے بہاگ کر علی مرتضی کے پاس کوفہ میں چلے آئے اور عبید اللہ بن عبد المدان حارثی کو یمن میں اپنا نائب چھوڑا ۔ بسر نے یمن پہنچکر عبید اللہ بن عبد المدان اور اُسکے بیٹے مالک کو قتل کر ڈالا ۔ اور عبید اللہ بن عباس کے دو صغیر سن بیٹوں عبد الرحمن اور قثم کو جنہیں وہ بادیہ میں ایک شخص کے سپرد کر گئے تہے مع اُس شخص کے ذبح کر ڈالا ۔ بروایت اعثم کوفی بسر نے یمن و حجاز وغیرہ میں تیس ہزار بیگناہ مسلمانوں کو محض علی کی دوستی کے جرم میں قتل کیا ۔ حضرت علی کو جب بسر کے ان ظلموں کی خبر پہنچی تو جاریہ بن قدامہ اور وہب بن مسعود کو دو دو ہزار آدمی سے روانہ کیا ۔ جاریہ نے نجران میں پہنچکر طرفداران عثمان کو قتل کیا اور بسر اور اُسکے ساتھی بہاگ گئے ۔ جاریہ نے تعاقب کیا یہانتک کہ مکہ آیا اور اہل مکہ سے کہا امیر المومنین کی بیعت کرو ۔ اُنہوں نے کہا کہ امیر المومنین تو ہلاک ہو گئے کس کی بیعت کریں ۔ کہا جسکی اصحاب علی نے بیعت کی ہے ۔ پس اُسکے خوف سے اُنہوں نے بیعت کر لی ۔ پہر جاریہ مدینہ آیا ابوہریرہ اہل مدینہ کے امام (پیش نماز) تہے بہاگ گئے ۔ جاریہ نے کہا اگر وہ مجہکو ملجاتا تو اُسے قتل کرتا ۔ اور اہل مدینہ سے کہا کہ حسن بن علی کی بیعت کرو ۔ پس اُنہوں نے بیعت کر لی ۔ جاریہ ایک دن مدینہ میں قیام کرکے کوفہ کو واپس چلا گیا ۔

(بقیہ نوٹ صفحہ ۲۱۸) میں سے کہ طرفداران عثمان نے یمن میں حضرت علی کے خلاف بغاوت کی تہی اور امیر المومنین کے نائب عبید اللہ بن عباس کی اطاعت سے سرکشی کرکے معاویہ کو لکہا تہا کہ بہت جلد ہمارے لئے اپنی طرف سے حاکم بہیجئے ۔ اسپر معاویہ نے بسر کو بلاکر روانہ کیا تہا ۔ اور ہدایت کر دی تہی کہ جس علاقہ سے گذرو لوگوں کو علی سے بیزار کرنا میری بیعت لینا اور ہوا خواہان علی پر جہانتک ہو سختی کرنا اور اُنکے قتل و غارت میں کوتاہی نکرنا ۔ بسر نے مدینہ میں آکر اہل مدینہ کو جن میں صحابی بہی تہے خوب ڈرایا دہمکایا انصاریوں کے گہروں میں آگ لگوا دی اور اُنکے اموال غارت کروا دیے پہر معاویہ کی بیعت کو کہا سب نے بیچارونا چار معاویہ کی بیعت کر لی ۔ پہر ابوہریرہ کو مدینہ میں اپنا نائب کرکے مکہ آیا ۔ مکہ کے نواح میں عبید اللہ کے دونوں بیٹوں کو قتل کیا اور ڈرا دہمکا اور گالیاں دیکر لوگوں سے جبراً بیعت لیکر شیبہ بن عثمان کو مکہ میں اپنا نائب مقرر کرکے طائف و نجران کا رخ کیا ۔ طائف میں مغیرہ بن شعبہ نے استقبال کیا اور اہل طائف نے بیعت کر لی پہر نجران میں پہنچکر عبد اللہ بن عبد المدان حارثی اور اُسکے بیٹے کو قتل کیا اور ہمدان اور صنعا اور اُنکے نواح کے تمام شیعوں کو قتل کیا یہانتک کہ صنعا میں ایک شیعہ کو نہ چہوڑا ۔ جابر بن عبد اللہ انصاری حضرت ام سلمہ کے پاس آئے اور کہا آپکی کیا رائے ہے ۔ تحقیق یہ بیعت ضلالت ہے اور اگر بیعت نہیں کرتا تو قتل کا اندیشہ ہے ۔ ام سلمہ نے کہا کہ بیعت کر لو میں نے اپنے بیٹے اور داماد کو بہی اجازت دیدی ہے ۔ پس جابر نے بیعت کر لی (ابن اثیر) ابن اثیر لکہتا ہے کہ امیر المومنین کو جب عبید اللہ بن عباس کے کمسن بچوں کے مارے جانے کا حال معلوم ہوا تو آپ کو کمال صدمہ ہوا اور دعا کی کہ بار الہا بسر کا دین اور عقل مسلوب کر لے پس علی کی دعا قبول ہوئی ۔ اور وہ ایسا ہی ہو گیا اور اسی حالت دیوانگی میں مر گیا سنہ ۔ مگر اعثم کوفی سے معلوم ہوتا ہے کہ جب بسر شام کی طرف جارہا تہا تو عبید اللہ بن عباس نے (جو یمن ہی کے کسی علاقہ میں چہپ گئے تہے) ایک ہزار یمنیوں سے تعاقب کیا اور شام میں داخل ہونے سے پیشتر اُسے جالیا جنگ ہوئی بسر کے بہت سے آدمی مارے گئے اور وہ اخیر میں گرفتار ہو کر قتل ہوا اور اُسکی لاش جلا دی گئی ۔ حارث بن قدامہ جب یمن پہنچے تو یہ خبر سنکر شکر کیا اور حجاز اور یمن میں نرمی اور ملاطفت سے بغیر کسیکو قتل کئے علی مرتضی کا دوبارہ تسلط بٹہاکر کوفہ کو مراجعت کی ۔ جابلہ میں اُنکو علی کی شہادت کی خبر پہنچی بسر کا اس موقعہ پر مارا جانا صرف اعثم کوفی نے لکہا ہے دیگر مورخین نے اُسکا دیوانہ ہوجانا اور سنہ میں مرنا لکہا ہے مگر اعثم کوفی سے معلوم ہوتا ہے

اور پھر ابو ہریرہؓ انکو نماز پڑھانے لگے (کامل ابن اثیر و طبری)

(۸۷) علی جد بندی اسی سال علی مرتضی اور معاویہ کی ایک لمبی چوڑی خط و کتابت ہوئی۔ جسکا ماحصل یہ تھا کہ
شام کے حملے عراق پر اور عراق کے حملے شام پر کبتک ہوتے رہیں گے۔ بہتر یہ ہے کہ شام و مصر میں معاویہ اور
عراق و شیخم اسلامی علاقوں میں علی مرتضی کا قبضہ رہے اور کوئی ان میں سے لوٹ مار کے ارادہ سے دوسرے کے
حصہ میں داخل نہ ہو۔ اس امر میں مورخوں کا اختلاف ہے کہ خط و کتابت کی ابتدا کدھر سے ہوئی مگر اس بات پر
سب کا اتفاق ہے کہ فریقین نے اس تجویز کو منظور کر لیا (عباسی۔ المرتضی۔ اعثم کوفی۔ ابن اثیر) طبری لکھتا ہے کہ ابتدا
اور اس مصالحت کی معاویہ کی طرف سے ہوئی تھی

فصل دوم۔ حضرت علی کے عہد کے بعض دیگر واقعات

(۸۸) خارجیوں کی بغاوت ۳۸ھ میں بعد واقعہ تحکیم خریت بن راشد ناجی نے اپنے قبیلہ بنی ناجیہ کے تین سو آدمیوں
کے ساتھ عین کوفہ میں علی مرتضی کی مخالفت کی۔ یہ لوگ بصرہ سے علی کے ساتھ ہوئے تھے جنگ جمل و صفین میں حضرت
کا ساتھ دیا تھا۔ اور ابتک کوفہ میں حضرت کے ساتھ رہتے تھے۔ خریت ان تین سو سوار ہمراہ لئے ہوئے علی کے پاس آیا
اور کہا اے علی واللہ میں تمہارا حکم نہیں مانتا اور تمہارے پیچھے نماز نہیں پڑھتا اور میں کل یہاں سے چلا جاؤنگا۔
علی مرتضی نے فرمایا میرا کیا لیگا اپنے لئے برا کریگا خدا کی نافرمانی اور عہد شکنی ہوگی۔ مگر اسکی وجہ بتا دے کہ ایسا کیوں
کریگا۔ اس نے کہا کہ آپ نے حکم مقرر کئے اور حق سے ضعف اختیار کیا۔ اور ظالموں پر بھروسہ کیا یہ کہکر اپنے گھر
واپس آیا اور اسی رات اپنے رفیقوں کے ساتھ چل دیا۔ اور اہواز کی ایک جانب جا اترا۔ اور اس علاقہ کے بہت
سے لوگ جو خراج دینا نہ چاہتے تھے اور بہت سے لٹیرے پیچھے۔ غنڈے عرب اسکے پاس جمع ہو گئے اور سہل بن حنیف کو
جو علی مرتضی کی طرف سے فارس کا گورنر تھا اہواز سے نکالدیا حضرت علی نے کوفہ سے معقل بن قیس کو اس کی
طرف روانہ کیا اور حلیتی وغیرہ ہدایت کر دی کہ جہانتک ہو سکے خدا سے ڈرتے رہنا اہل قبلہ پر ناحق سختی نکرنا۔ ذمیوں
پر ظلم نکرنا اور تکبر نکرنا کیونکہ خدا تکبر کرنیوالوں کو پسند نہیں کرتا۔
معقل اہواز پہنچا اور خریت کی تلاش میں چلا ایک دن کا راستہ طے کیا تھا کہ خالد بن معدان طائی مدد لئے ہوئے
ملگیا اب یہ دونوں ساتھ روانہ ہوئے اور خریت کو رامہرمز کی ایک پہاڑی کے پاس جا لیا۔ تھوڑی دیر لڑائی
ہوئی خریت کے تین سو ستر آدمی مارے گئے جن میں ستر بنی ناجیہ تھے۔ خریت ساحل بحر کی طرف بھاگ گیا اور
جا بجا پھر کر لوگوں کو علی مرتضی کی طرف سے بھڑکانا شروع کیا۔ وہ کہتا تھا کہ ہدایت علی سے لڑنے میں ہے اور گروہ
عثمانیہ سے کہتا تھا کہ واللہ عثمان مظلوم مارے گئے اور جن لوگوں نے پچھلے سال سے خراج نہیں دیا تھا ان سے کہا
ہرگز خراج نہ دینا۔ اس طرح ہر صنف کے لوگوں کو بہکا کر اپنے سے ملا لیا۔ انہیں بہت سے نومسلم نصاری بھی تھے
انہوں نے اس اختلاف کو دیکھکر کہا واللہ ان مسلمانوں کے دین سے تو ہمارا پہلا ہی دین اچھا تھا انجیل دین ان کو خونریزی
سے باز نہیں رکھتا۔ خریت سے ان سے کہا واسطے ہو تم قتل سے نہیں بچ سکتے الا اس صورت میں کہ انکو قتل

ؔ راستہ میں علی کیطرف سے زیاد بن خصفۃ البکری نے مقام مذار پر اس کو جا لیا لڑائی ہوئی ۵ آدمی خریت کے اور ۲ زیاد کے مارے گئے اور
زیاد زخمی ہوا۔ رات ہو گئی تو خریت وہاں سے آگے چلدیا اور زیاد نے بصرہ میں آکر حضرت علی کو خبر کی اور بصرہ میں اپنے
زخموں کا علاج کرنے لگا۔ اور علی مرتضی کے جواب کا منتظر رہا حضرت علی نے معقل بن قیس کو ۲ ہزار آدمی کے ساتھ اہواز کیطرف روانہ کیا اور زیاد کو
لشکر کے ساتھ اپنے پاس بلا لیا (ابن اثیر)

کیا جائے اور صبر کیا جائے۔ کیونکہ اُنکا حکم ایسے شخص کے بارے میں جو مسلمان ہوکر مرتد ہو جائے یہ ہے کہ
قتل کر دیا جائے۔ اُسکی نہ وہ توبہ قبول کرتے ہیں اور نہ کوئی عذر مانتے ہیں۔ اس طرح اُس نے اُن سب کو بہکا لیا
اور بنی ناجیہ وغیرہ کے بہت سے لوگ اُسکے ساتھ ہو گئے۔ معقل نے رامہرمز پر خریت کو شکست دیکھا ہوا زمیں
قیام کیا تہا اور علی مرتضیٰ کو فتح کی بشارت دیکر حکم کا منتظر تہا۔ جب حضرت کا حکم آیا کہ اس فاسق کا پیچھا نہ
چھوڑنا جبتک قتل یا ملک بدر نہ ہو جائے تو معقل ساحل بحر پہ خریت کے مقابلہ میں آپہنچا اور امان کا جھنڈا
کھڑا کرکے منادی کرادی کہ جو کوئی اس جھنڈے کے نیچے آجائیگا اُسے امان ہے سوائے خریت اور اُسکے اُن
اصحاب کے جو پہلے ہم سے لڑ چکے ہیں۔ پس خریت سے بہت سے لوگ متفرق ہو گئے۔ اب معقل نے خریت اور اُسکے
ساتھیوں پر جن میں مسلمان نصرانی اور مانعین زکوٰۃ تھے حملہ کردیا سخت لڑائی ہوئی خریت اور اُسکے ایک سو ستر ساتھی مارے گئے بہت سے
گرفتار ہوئے باقی بہاگ گئے اُنکے اہل و عیال بھی جو ہاتھ آئے اسیر کر لئے گئے۔ اسیروں میں جو مسلمان تہا اُس سے بیعت
لیکر چھوڑ دیا اور اُسکے اہل و عیال واپس دیدیے۔ جو کوئی مرتد ہو گیا تہا اُسے اسلام کی دعوت کی اگر اُس نے مانگیا اُسے چھوڑ
دیا اور اُسکے بال بچے اُسکے حوالہ کر دیے اور مانعین زکوٰۃ سے دو سال کی زکوٰۃ وصول کرکے اور نصرانیوں کو جن کی تعداد
پانچ سو تہی اپنے ساتھ لیکر مراجعت کی۔ راستہ میں مصقلہ بن ہبیرہ شیبانی کے پاس سے گذر ہوا۔ جو علی مرتضیٰ کی
طرف سے اردشیر خرہ کا گورنر تہا۔ عیسائیوں کی عورتوں اور بچوں نے گڑگڑا کر مصقلہ سے کہا کہ ہمیں خرید کر چھوڑ وا دو
مصقلہ نے اُنکو ۵ لاکھ درہم کو خرید لیا۔ معقل نے کہا یہ رقم فوراً امیرالمومنین کے پاس بھجوا دو۔ مصقلہ نے کہا کچھ تو
ابھی بھجواتا ہوں اور کچھ بعد میں اس طرح سب ادا کر دوں گا۔ اسکے بعد معقل علی مرتضیٰ کے پاس آیا اور کل حالات بیان
کیئے۔ آپ بہت خوش ہوئے مگر جب آپ کو یہ خبر ہوئی کہ مصقلہ نے عیسائی قیدیوں کو چھوڑ دیا اور اُن سے کسی قسم کی
امداد کا اقرار نہیں لیا تو مصقلہ کو لکھا کہ یا تو مال بھیجو ورنہ خود حاضر ہو۔ مصقلہ دو لاکھ درہم لیکر حاضر ہوا۔ جب ۵ لاکھ
میں سے دو لاکھ ادا کر چکا تو باقی کا تقاضا کیا گیا۔ ایک دن رات کو ذہل بن حارث کو بلا کر شام کا کھانا ساتھ کھایا اور
کہا کہ امیرالمومنین مجھ سے بقیہ روپیہ مانگتے ہیں اور میں اُسکے ادا کرنے کی کوئی صورت نہیں پاتا۔ ذہل نے کہا
کہ اگر تو چاہے تو جمعہ سے پہلے مہیا کر سکتا ہے۔ مصقلہ نے کہا بھائی میں اپنی قوم کا تو احسان نہیں اُٹھاتا۔ واللہ
اگر ابن ہند (معاویہ) ہوتا تو مجھ سے نہ مانگتا اور اگر ابن عفان ہوتے تو مجھے ہبہ کر دیتے۔ دیکھو وہ خراج آذربیجان
میں سے اشعث بن قیس کو ہر سال ایک لاکھ دیدیا کرتے تہے۔ ذہل نے کہا بھائی انکا (علی کا) معاملہ ایسا نہیں
ہے وہ کوڑی سی چھوڑنے والے نہیں ہیں۔ پس مصقلہ اُسی رات کو بھاگ کر معاویہ کے پاس چلا گیا۔ علی مرتضیٰ
کو خبر ہوئی تو فرمایا کہ فاجروں کی طرح خیانت کی اور غلاموں کی طرح بھاگ گیا۔ اگر وہ نہ بھاگتا تو جو کچھ ہمکو ملتا
لے لیتے ورنہ چھوڑ دیتے۔ غرض معاویہ کے پاس پہنچکر مصقلہ نے اپنے بھائی نعیم کو جو مخلصان امیرالمومنین
سے تہا ایک تغلبی نصرانی حلوان نام کے ہاتھ ایک خط بھیجا۔ اور لکھا کہ معاویہ نے تمہارے واسطے امارت
کا اقرار کر لیا ہے تم فوراً دمشق چلے آؤ۔ اُس قاصد کو مالک بن کعب پکڑ کر علی مرتضیٰ کے پاس لایا آپ نے
اُس خط کو پڑھا۔ حلوان کا ہاتھ کٹوا ڈالا اور وہ مر گیا۔ بنی تغلب نے مصقلہ سے اُسکی دیت مانگی۔ اُس نے ادا کر دی۔

جب ابن حضرمی بصرہ میں مارا گیا اور پھر علی کی مخالفت کی آگ لوگوں میں زیادہ بھڑک گئی تو اہل اہواز
و کرمان نے خراج بند کر دیا اور اُنکے عاملوں کو فارس اور کرمان کے علاقوں سے نکال دیا چنانچہ سہل بن حنیف بھی
فارس (اہواز) سے نکال دیے گئے۔ اسوقت علی مرتضیٰ نے عبداللہ بن عباس کو اپنے پاس (کوفہ) سے بصرہ

روانہ کیا اور حکم دیا کہ زیاد کو فارس کے انتظام کے لئے روانہ کر دو۔ پس سنہ ۳۹ھ میں زیاد ۴ ہزار فوج کے ساتھ فارس و کرمان کا والی بنا کر روانہ کر دیا گیا۔ زیاد نے پہنچتے ہی فارس و کرمان کے باغیوں کی سرکوبی کر کے سب علاقہ کو خوش کر لیا۔ اور اصطخر کے قریب ایک قلعہ بنا کر سکونت اختیار کی جو اُس زمانہ میں حصن زیاد کے نام سے مشہور تھا اور بعد میں منصور یشکری کے نام پر قلعہ منصور کہلانے لگا۔ زیاد نے اس مدارات نرمی اور عدل و انصاف سے حکومت کی کہ لڑائی کا موقع ہی پیش نہ آیا۔ وہاں کے لوگ کہتے تھے کہ اس عربی کی سیرت نوشیروان سے مشابہ ہے (طبری و ابن اثیر)۔

اسی سنہ ۳۹ھ میں حارث بن مرۃ العبدی جناب علی کے حکم سے سندھ پر حملہ آور ہوا۔ بہت سا مال غنیمت ہاتھ آیا اور ایک دن میں ہزار قیدی تقسیم کئے گئے۔ حارث اس علاقہ میں لڑتا رہا یہاں تک کہ سنہ ۴۲ھ میں ایام حکومت معاویہ میں وہ اور اُس کے سب آدمی سوائے چند نفوس کے ارض قیقان میں مارے گئے۔

(د ۷) جنگ نہروان کے بعد خوارج کی بغاوتیں جنگ نہروان کے بعد سنہ ۳۸ھ میں اشرس بن عوف شیبانی نے دسکرہ میں دو سو آدمیوں سے علی مرتضٰی پر خروج کیا اور انبار میں آیا علی کی طرف سے ابرش بن حسان تین سو آدمیوں کے ساتھ آکر جنگ کی اشرس ربیع الاول سنہ ۳۸ھ میں مارا گیا۔ پھر ہلال بن علفہ اور اُس کے بھائی مجاہد نے ماسبذان میں آکر شورش برپا کی جمادی الاول سنہ ۳۸ھ میں معقل بن قیس نے چڑھائی کر کے اُسے اور اُسکے دو سو سے زیادہ ہمراہیوں کو قتل کیا۔ پھر اشہب بن بشر نے سرکشی کی جمادی الآخر سنہ ۳۸ھ میں جاریہ بن قدامہ یا حجر بن عدی نے مع ایک سو اسی یاروں کے مقام جرجرایا میں قتل کر دیا۔ پھر مقام بند نیجان میں سعید بن قفل تیمی نے دو سو آدمیوں کے ساتھ خروج کیا اور دجلہ کے دونوں طرف کے قاصدوں پر مقام درنیجان پر آگیا۔ رجب سنہ ۳۸ھ میں سعد بن مسعود نے اُن سب کو تہ تیغ کیا۔ پھر ابو مریم سعدی نے شہرزور میں شورش مچائی اور پھر وہاں سے دو چار سو آدمیوں کے ساتھ کوفہ سے ۵ فرسخ پر ڈیرے ڈال دیئے۔ علی نے لکھا کہ کوفہ میں آکر بیعت کر جاؤ۔ اور کہا کہ ہم تو لڑیں ہی گے۔ جناب امیر نے شریح بن ہانی کو ۷ سو آدمیوں کے ساتھ بھیجا۔ خارجیوں نے حملہ کیا۔ شریح کے ساتھی بھاگ گئے اور شریح نے ایک قریہ میں پناہ لی۔ علی مرتضٰی خود مقابلہ کو گئے۔ پہلے جاریہ بن قدامہ

---

^1^ صاحب روضۃ الصفا لکھتے ہیں کہ ہندوستان میں قاسم کی ماتحتی میں ایک دستہ فوج روانہ کی گئی جو سنہ ۳۸ھ کی اوائل میں سندھ کی فتوحات میں مصروف ہوئی۔ اُس نے چند مقامات سندھ پر قبضہ کیا۔ قاسم کے بعد سنہ ۳۸ھ کے اخیر میں حارث بن مرہ عبدی ایک دوسری فوج کے ساتھ دار الخلافہ سے روانہ کیا گیا اور اُس نے اُن ممالک میں بہت سے مقامات فتح کئے بہت سے سندھی گرفتار کئے گئے اور کثیر التعداد مال غنیمت ہاتھ لگا جو براہ راست دار الخلافہ کو روانہ کیا گیا اور ایک دن میں ایک ہزار لونڈی غلام غنیمت کے مال میں تقسیم کئے گئے۔ حارث بن مرہ مدت تک ان بلاد پر قابض رہے۔ فارس کی حدود مشرقی میں حریث بن جعفر جعفی ایک لشکر جرار کے ہمراہ روانہ کئے گئے۔ اُنہوں نے خلافت اسلامیہ کے تصرف اور اثر کو اُن علاقوں میں مستحکم کر دیا جو خلفائے ثلاثہ کے زمانہ میں شامل فتوحات ہو چکے تھے۔ اور اُن میں اپنی طرف سے اکثر بڑے اور مستحکم اضافہ بھی کئے۔ اور اس طرح فارس کے حدود مشرقی میں اسلامی حدود کا رقبہ پہلے سے زیادہ دور تک بڑھ گیا۔ ربیع بن الخثیم کے ہمراہ دوسری جرار فوج علاقہ قزوین اور ملک دیلم کی طرف روانہ فرمائی اور یہ دونوں علاقے سلطنت اسلامیہ میں شامل ہوئے۔ صاحب تاریخ فرشتہ لکھتے ہیں کہ غور کے فرمانروا اشنسب نے جو ترکی النسل تھا حضرت عثمان کے عہد میں جزیہ دینے پر صلح کر لی تھی مگر اسلام قبول نہیں کیا تھا۔ علی مرتضٰی نے فرمان بھیجا کہ تم اتنی مدت سے خلافت عثمانیہ کے زیر اثر رہ کر تمام آفات سے محفوظ رہے مگر اس وقت تک تم نے اسلام کی بھلائی کی طرف کوئی توجہ نہیں کی۔ معلوم ہوتا ہے کہ تم اسلام سے کراہت رکھتے ہو اشنسب (دیکھو صفحہ ۱۹۸)

بہیجا کہ انہیں سمجھاؤ نہ مانے پھر جناب امیر خود گئے اور سمجھایا قبول نہ کیا - ناچار اُن پر اصحاب علی نے حملہ کیا سب مارے گئے سوائے پچاس آدمیوں کے جنہوں نے امان مانگی اُن امان دیدی گئی - ان خارجیوں میں چالیس زخمی تھے اُنکو جناب امیر نے کوفہ میں لاکر علاج کرایا اور وہ اچھے ہوگئے یہ لڑائی رمضان ۳۸ھ میں ہوئی تہی یہ خارجیوں میں سب سے بہادر تھے کہ انہوں نے کوفہ پر چڑہائی کی جرأت کی تہی (ابن اثیر)

(۱۷) عقیل بن ابیطالب علی سے بگڑ کر معاویہ کے پاس چلے گئے

صاحب حبیب السیر لکھتے ہیں کہ عقیل کو بیت المال سے دو درم روز ملا کرتے تھے چاہا کہ کچھہ اضافہ ہو جائے تو فراغت سے بسر ہو - کچھہ کھانا تیار کرکے علی مرتضی کی دعوت کی اور عرض کیا کہ نہایت تنگی اور افلاس سے بسر ہوتی ہے کچھہ وظیفہ زیادہ کر دیجیے - فرمایا میری دعوت کا سرانجام کیونکر کیا - عرض کی کہ کئی دفعہ ڈیڑھ ڈیڑھ درم خرچ کرکے آدھا آدھا درم جمع کرکے - فرمایا بس تم کو ڈیڑھہ ہی درم کافی ہے - تنگی کی شکایت ناحق کرتے ہو - جب عقیل نے بہت اصرار کیا تو علی مرتضی نے عقیل سے پوشیدہ چراغ پر لوہے کو گرم کیا اور اچانک عقیل کے ہاتھہ پر رکھدیا عقیل نے مضطرب ہوکر کہا بھائی تمنے میرا ہاتھہ کیوں جلا دیا - جناب امیر نے فرمایا کہ جب تم اتنی سی آگ کی برداشت نہیں کرسکتے تمکو کیونکر گوارا ہو سکتا ہے کہ میں حقوق اہل اسلام میں سے تمہارے حصہ سے زیادہ دیکر نار عقبی میں گرفتار ہوں - اسپر عقیل ناراض ہوکر معاویہ کے پاس دمشق چلے گئے - جناب امیر کو بہت صدمہ ہوا - معاویہ نے عقیل کی بہت تعظیم و تکریم کی اور کمال خلق و تواضع سے پیش آیا - اور ایک مجلس میں جسمیں اشراف و اعیان حاضر تھے کہا کہ عقیل وہ شخص ہے کہ اسکو ابو طالب علی پر ترجیح دیا کرتے تھے عقیل نے کہا اے معاویہ یہ غلط ہے مور ضعیف کو سلیمان سے اور سہا کو مہر انور سے کیا نسبت ہے - کہاں ذرہ حقیر کہاں مہر منیر - انصاف کر جب ہم تم بت پرستی کرتے تھے علی نماز پڑہتے اور جہاد کرتے تھے میرا آنا تیرے پاس صرف مزخرفات دنیوی کے سبب سے ہے اگر مثوبات اخروی کا خیال کرتا تو اُن حضرت کی خدمت سے ہرگز جدا نہ ہوتا - القصہ اس معاملہ میں عقیل اور معاویہ کے درمیان بہت سے مناظرے ہوئے یہ ۳۹ھ کے آخر کا واقعہ ہے (حبیب السیر) ۰

(۷۲) عبداللہ بن عباس اور علی مرتضی میں شکر رنجی

۳۹ھ میں ابو الاسود دوئلی اور عبداللہ بن عباس میں رنجش ہوگئی ابو الاسود نے جناب امیر کو لکھا کہ عبداللہ بیت المال میں خیانت کرتا ہے - علی مرتضی نے عبداللہ کو لکھا کہ تمکو میں نے لوگوں کا امین کیا ہے تمکو خیانت ہرگز نہیں کرنی چاہیے - بیت المال کی آمد و خرچ کا مفصل حساب لکھکر بھیجو - ابن عباس نے جواب دیا کہ آپ لوگوں کے لکھے کا خیال نہ کیجیے یہ خبر باطل ہے - مگر اب مجھکو اس خدمت سے معاف فرمایئے اپنے کسی اور عامل کو بہیج دیجیے - یہ لکھکر بیت المال سے کچھہ مال لیکر مکہ میں آ بیٹھے اور علی مرتضی نے اُنکی جگہ عبیداللہ بن عباس کو جو بسر کی چڑہائی کے وقت یمن سے کوفہ چلے آئے تھے مقرر کر دیا - پس عبیداللہ اسوقت تک بصرہ کی گورنر رہے جبکہ امام حسن نے معاویہ سے مصالحت کی اسکے بعد امام حسن کے ساتھہ

(بقیہ نوٹ صفحہ ۴۲۲) ضرور ہے کہ دار الخلافہ میں حاضر ہو اور اُسکے اصول اُسکے قواعد اور اُسکے فوائد سن جاؤ - خود ہی مسلمان ہوا اور اپنی تمام رعایا کو اُسکی دعوت کرو - شنصب جاضر ہوکر مسلمان ہوا اور تمام رعایا کے نام فرمان خاص لیکر شہر میں گیا اور اسلام کو تمام شہر نا ملکی میں پہیلا دیا ؟ ۵ صواعق محرقہ میں ہے کہ علی مرتضی نے ایک شخص سے کہا کہ عقیل کو بازار میں لیجاؤ تاکہ کسی دوکان کا قفل توڑ کر اس میں سے مال نکال لیوے عقیل نے کہا آپ مجھکو چور بنانا چاہتے ہیں علی مرتضی نے کہا یہی حال میرا ہو اگر میں مسلمانوں کا مال تمکو دوں - اور اُن کو نہ دوں ؟ ۵ اور بروایت ابن قتیبہ ۳ لاکھہ دینار روپے ۰۰

عبید اللہ ہی چلے آئے۔ اس روایت کو اکثر مورخین نے مانا اور ابن اثیر نے زیادہ صحیح جانا ہے۔ مگر بعض مورخین نے (جنہیں اعثم کوفی اور صاحب روضۃ الصفا ہی ہیں) یہ لکھا ہے کہ جناب علی کو عبد اللہ بن عباس کی معذرت کا یقین آگیا اُنہوں نے عبد اللہ کی دلجوئی کی اور اُسوقت تک عبد اللہ ہی بصرہ کے گورنر رہے جبکہ امام حسن نے زمام حکومت معاویہ کے ہاتھ میں دیدی (طبری و ابن اثیر)۔

فصل سوم وفات سنہ ۴۰ھ

۳ واقعہ نہروان کے بعد خوارج کے تین شخص عبد الرحمن بن ملجم مُرادی۔ بُرک بن عبد اللہ تمیمی جسکو حجاج بھی کہتے ہیں اور عمرو بن بکر تمیمی مکہ میں جمع ہوئے اور عاملان ولایت اسلامی کی شکایت اور مقتولان نہروان کی ہمدردی کرکے کہنے لگے اگر ہم ان پیشوایان گمراہی کو قتل کرڈالتے تو تمام بلاد میں امن ہو جاتا۔ ابن ملجم نے کہا علی کو میں قتل کرونگا۔ برک بن عبد اللہ معاویہ کے قتل کرنے کا ذمہ دار ہوا اور عمرو بن بکر نے عمرو عاص کے قتل کرنے کا بیڑا اُٹھایا اور باہم یہ قرار پایا کہ کوئی شخص واپس نہ آئے یہانتک کہ اپنے حریف کو قتل کرے یا خود مارا جائے تینوں معاہدہ کرنیوالے سترہویں رمضان کو اپنے اپنے مقام پر پہنچکر ان کاموں کو انجام دیں چنانچہ اس قرارداد کے موافق تینوں اپنی تلواریں زہر میں بجھا کر روانہ ہوئے ابن ملجم کوفہ میں برک دمشق میں اور عمرو بن بکر فسطاط مصر میں پہنچا۔

۴ ابن اثیر لکھتا ہے کہ انس بن مالک کہتے ہیں کہ ایک دفعہ علی مرتضی بیمار ہوئے میں عیادت کو گیا ابو بکر و عمر بھی بیٹھے ہوئے تھے کہ اتنے میں رسول اللہ صلعم آگئے اور علی کے منہ کی طرف دیکھا پس ابو بکر اور عمر نے کہا یا نبی اللہ ہمارے نزدیک اب یہ مر جائیں گے حضرت نے فرمایا اسوقت نہیں مرینگے۔ یہ نہیں مرینگے جبتک غیظ سے نہ بھر دیے جائیں گے اور نہیں مرینگے مگر مقتول ہوکر۔

۵ سنہ ۴۰ھ کے رمضان کا مہینہ آیا تو آپ ایک شب امام حسن کے گھر اور ایک شب امام حسین کے گھر افطار کرتے تھے اور تین لقموں سے زیادہ تناول نہ کرتے تھے۔ بہت پہلے سے اپنی وفات کی خبر دیا کرتے تھے۔ فرماتے تھے میں پسند کرتا ہوں مجھے امر خدا اُسوقت پہنچے کہ میں بھوکا ہوں۔ جس صبحکو آپ شہید ہونگے آپ بالکل نہ سوئے حجرہ دروازہ کے درمیان پھرتے تھے اور فرماتے تھے واللہ میں کبھی جھوٹ نہیں بولا یہ وہی رات ہے جسکا مجھ سے وعدہ کیا ہوا ہے نماز صبح کے لئے گھر سے نکلتے وقت گھر کی بطخیں چیخنے لگیں کسی نے اُنہیں روکا فرمایا مت روکو یہ میرا ماتم کرتی ہیں (ابن اثیر۔ مسعودی) ابن ملجم جب کوفہ میں پہنچا تو ایک خوبصورت عورت قطامہ نام پر جو خوارج بنی تیم سے تھی عاشق ہوگیا جسکے باپ اور بھائی اور اُسکے قبیلہ کے دس آدمی جنگ نہروان میں مارے گئے تھے ابن ملجم نے اُس سے نکاح کی درخواست کی اور وہ اس شرط پر منظور ہوئی کہ ابن ملجم ۳ ہزار دینار ایک غلام ایک لونڈی اور علی ابن ابی طالب کا قتل

لہ ابن اثیر۔ طبری۔ ابن خلدون۔ ابو الفدا وغیرہ مورخین اہلسنت نے ۱۷ رمضان اور قاطبہ علمائے شیعہ نے ۱۹ رمضان ضربت لگانے کی تاریخ لکھی ہے۔ لہ مسعودی لکھتا ہے کہ معاویہ نے کچھ آدمی کوفہ اس غرض سے بھیجے کہ معاویہ کی موت مشہور کردیں لوگوں میں اس بابت گفتگو ہونے لگی جناب امیر کو خبر پہنچی حضرت نے اپنی مجلس میں فرمایا واللہ معاویہ نہیں مرا اور نہیں مریگا جبتک میرے پانوں کی زمین کا مالک نہیں ہو جائیگا۔ اور اُس جگر خوارہ کے بیٹے نے مجھسے اس بھید کو دریافت کرنا چاہا ہے اسلئے تم لوگوں میں آدمی بھیجکر یہ خبر مشتہر کی ہے کہ جو کچھ مجھے اسکی بابت علم ہو وہ اُسے معلوم ہو جائے پھر حضرت نے بہت کچھ حال معاویہ کے آیندہ حکومت اور یزید اور مروان اور مروان کی اولاد کی حکومت اور اُنکے زمانہ کے حالات اور حجاج کا حال اور اُن لوگوں کا جنکو وہ عذاب سے ماریگا بیان فرمایا لوگ رونے لگے اور عرض کی یہ کب ہوگا فرمایا جب یہ سر اور ڈاڑھی خون سے لال ہو جائیگی۔ لوگ پھر رونے لگے آپ نے فرمایا اب کیوں روتے ہو میرے بعد بہت روؤگے۔ پس وہی ہوا جو آپ نے فرمایا تھا۔

اُسکے مہر میں ادا کیے اور بعد میں وہ تمام شرایط کو فسخ کر کے صرف علی مرتضی کا سر لانے پر راضی ہو گئی۔ اس عہد میں وردان اور شبیب بن بجرہ اشجعی دو آدمی ابن ملجم کو معاون ملگئے[1]۔ صاحب حبیب السیر لکھتے ہیں کہ جب علی مرتضی نے مسجد میں آکر حسب معمول نماز صبح کے واسطے اذان کہی اور قطامہ نے حضرت کی آواز سُنی تو اُس نے ان تینوں خارجیوں کو (جو اس رات کو قتل علی کا ارادہ کر کے قطامہ ہی کے گھر میں سوئے تھے) جگایا اور کہا کہ جا کر اپنا کام پورا کرو علی اذان دے رہے ہیں۔ پس شبیب اور وردان تو دروازہ مسجد پر آبیٹھے اور ابن ملجم مسجد کے اندر آکر چھپ رہا۔ جب علی مرتضی اذان سے فارغ ہو کر مسجد میں تشریف لائے شبیب نے تلوار کا وار کیا وہ طاق مسجد پر پڑا اور تلوار ٹوٹ گئی۔ وردان کی تلوار دیوار پر پڑی اور یہ دونوں بھاگ گئے۔ ابن ملجم ٹھیرا رہا یہانتک کہ جناب امیر نے محراب میں کھڑے ہو کر احرام نماز باندھا اور سجدۂ اولی بجالائے جب سجدہ سے سر اُٹھایا ابن ملجم نے تلوار ماری مورخین کا اتفاق ہے کہ یہ تلوار سر پر اُسی مقام پر پڑی جہاں جنگ خندق میں عمرو بن عبدود کا زخم لگا تھا۔ مغز تک شگافتہ ہو گیا۔ آپ نے زخم کھا کر فرمایا فزت ورب الکعبہ قسم ہے رب کعبہ کی میں اپنے مطلب پر فائز ہوا۔ اور امام حسن سے فرمایا شرایط امامت بجالاؤ اور نماز پڑھاؤ بعد اس حادثہ عظیم کے وردان تو اپنے گھر چلا گیا اور کسی نے اس حال پر واقف ہو کر اُسے مار ڈالا۔ شبیب کا پتہ نہ لگا۔ ابن ملجم کو پکڑ کر جناب امیر کے سامنے لائے بروایت ابن قتیبہ حضرت نے حکم دیا کہ اب اسے قید رکھو اسے اچھا کھانا کھلاؤ اور نرم بچھونا سونے کو دینا اگر میں بچگیا تو میں اپنے خون کا ولی ہوں خواہ معاف کروں خواہ قصاص لوں اور اگر مرگیا تو اسے بھی مار دینا لیکن حد سے نہ گذرنا (اعثم کوفی۔ حبیب السیر۔ طبری۔ ابن اثیر۔ ابن قتیبہ۔ تاریخ الخمیس۔ اُسد الغابہ)

۷۶ بروایت طبری و ابن اثیر قریب وفات امام حسن اور امام حسین کو بلا کر کہا میں تمہیں تقوی اور پرہیزگاری کی وصیت کرتا ہوں۔ دنیا کی آرزو نکرنا اور جو چیز تم سے چھینی جائے اُسپر متاسف نہ ہونا۔ راستبازی اختیار کرنا یتیموں اور ضعیفوں کی مدد کرنا ظالم سے خصومت اور مظلوم سے رعایت کرنا جو کچھ کتاب اللہ میں ہے اُسکے موافق عمل کرنا خدا کے رستہ میں کسی ملامت کنندہ سے مت ڈرنا۔ پھر محمد بن حنفیہ کیطرف متوجہ ہو کر فرمایا کہ تمکو بھی تمہارے بھائیوں کی طرح وصیت کرتا ہوں اور یہ کہ تم اپنے بھائیوں کی تعظیم و تکریم کرتے رہنا کہ تمپر اُن کے بڑے حقوق ہیں اُنکے سوا کسی پر بھروسہ نکرنا۔ اسیطرح امام حسن اور امام حسین کو بھی محمد بن حنفیہ کے بارہ میں وصیت کی پھر کلمہ لا الہ الا اللہ کے سوا اور کچھ بولنے نہ پائے تھے کہ آپ کی روح قبض ہو گئی۔ انا للہ وانا الیہ راجعون ✣

۷۷ مسعودی کہتا ہے کہ بعض لکھتے ہیں کہ وفات کے وقت علی مرتضی نے امام حسن اور اُنکے بعد امام حسین کو اپنا وصی کیا کیونکہ آیہ تطہیر میں یہ بھی حضرت کے ساتھ شریک ہیں اور یہ قول اکثر اُن لوگوں کا ہے جو نص کے قائل ہیں۔ عقد الفرید۔ روضۃ الاحباب۔ حبیب السیر۔ وسیلۃ النجات ملا مبین۔ نزل الابرار و سر الجلیل مولوی عبد العزیز دہلوی میں بھی یہی ہے کہ حضرت علی نے وقت وفات امام حسن ع کو اپنا جانشین کیا تھا۔ ابو الفدا۔ طبری۔ مسعودی اور ابن اثیر۔ ابن خلدون وغیرہ نے لکھا ہے کہ (جب آپ زخم کھائے ہوئے پڑے تھے) لوگوں نے حضرت سے پوچھا یا حضرت اگر خدانخواستہ آپ کا انتقال ہو جائے تو ہم حسن سے بیعت کریں حضرت نے فرمایا میں تو کچھ ہاں نا نہیں کہتا تم خود ہی سمجھدار ہو ✣

۷۸ اسمیں سب کا اتفاق ہے کہ ضربت حضرت علی کو جمعہ کے دن نماز صبح میں لگی اور آپ نے اتوار کی شب کو انتقال

---

[1] اعثم کوفی لکھتا ہے کہ اشعث بن قیس بھی قتل جناب امیر کی سازش میں شریک تھا۔ اعثم کوفی نے برک کا معاویہ کے قتل کے لئے اور عمرو بن بکر کا عمرو عاص کے قتل کرنیکے لئے سازش کرنا اور جانا اپنی تاریخ میں نہیں لکھا ہے ملکہ ابن اثیر اور طبری نے لکھا ہے کہ زخم کھا کر بعد حضرت علی پیچھے ہٹ آئے اور جعدہ بن ہبیرہ نے جو علی مرتضی کی بہن ام ہانی فاختہ کے بیٹے تھے آگے بڑھکر لوگوں کو صبح کی نماز پڑھائی ✣

فرمایا حضرت کے بعد جمعہ اور ہفتہ کو زندہ رہے مگر تاریخ میں اختلاف ہے۔ مورخین اہل سنن نے ۱۷ تاریخ حضرت کی اور ۱۹ ویں شہادت کی لکھی ہے اور علمائے شیعہ نے ۱۹ ضربت کی اور اکیسویں شہادت کی۔ شہادت کی وقت آپکی عمر ۶۳ سال کی تھی آپکی خلافت ظاہری پونے پانچ سال رہی۔ صاحب صواعق محرقہ نے لکھا ہے کہ آپ کو امام حسن امام حسین اور عبداللہ بن جعفر نے غسل دیا اور محمد بن حنیفہ نے پانی ڈالنے میں مدد کی تین کپڑوں کا آپ کو کفن دیا گیا جس میں قمیص نہ تھا۔ امام حسن نے جنازہ کی نماز پڑھی اور شب ہی کو دارالامارۃ کوفہ میں اُس جگہ جو کوفہ کے متصل وادی السلام میں ہے اور جسکو نجف کہتے ہیں یا کوفہ کی جامع مسجد کے قریب علی اختلاف الاقوال آپ کو دفن کیا۔ ابن اثیر اور ابوالفدا کی تحقیقات کے موافق نجف اشرف میں آپکا دفن کیا جانا متفق علیہ ہے۔ اور شیعہ بھی اسیکو صحیح سمجھتے ہیں۔

امیرالمومنین کو غیر متعارف مقام پر حضرت کی وصیت کے موافق اس سبب سے دفن کیا گیا کہ بنی اُمیہ کے ہوا خواہ یا اُن کفار ویہود کے ورثا جو لڑے ہیں آپ کے ہاتھ سے قتل ہوئے تھے نعش سے بے ادبی نکریں۔ کیونکہ علی مرتضی نے بروایت ابن اعثم اپنے ہاتھ سے دس ہزار کفار و منافقین قتل کئے تھے۔ صاحب حبیب السیر لکھتے ہیں کہ ہارون رشید کے زمانہ تک سوا ائمہ اہلبیت کے کسیکو اُن حضرت کی قبر کا پتہ نتہا آخر اس طرح پتہ لگا کہ ایک دن ہارون اُس سرزمین میں شکار کر رہا تہا چند ہرن اُس پشتہ پر جو جناب امیر کا مدفن تھا پناہ گیر ہوئے ہر چند شکاری کتے اُن ہرنوں پر دوڑائے اور شکاری پرند انکی طرف اُڑائے مطلق اُنہوں نے تعرض نہ کیا اور اُلٹے آگئے۔ ہارون کو یہ حال دیکھکر بڑا تعجب ہوا اور اس راز سربستہ کا انکشاف چاہا بعد بڑی تفتیش کے ایک بوڑھا بولا کہ ہمنے اپنے بزرگوں سے سنا ہے کہ اس جگہ جناب امیر مدفون ہیں پس ہارون نے ترک شکار کیا اور مزار فائض الانوار کا طواف کیا۔

۷۹ ابن قتیبہ لکھتا ہے کہ معاویہ ایلیا (بیت المقدس) میں تہا کہ اُسے شہادت جناب امیر کی خبر پہنچی اُسوقت عبدالرحمن بن خالد بن ولید نے کہا ہم مومن ہیں اور آپ ہمارے امیر ہیں پس ۱۵ شوال ۴۰ھ کو اہل شام نے معاویہ کو امیرالمومنین بنالیا

۸۰ مسعودی اور طبری نے لکھا ہے کہ حضرت کی وفات کی صبحکو امام حسن نے خطبہ دیا۔ فرمایا "واللہ کل رات کو اس شخص نے انتقال کیا کہ سوائے شرف نبوت کے تمام اولین میں سے اُس سے بزرگ و برتر نہیں ہوا۔ اور نہ بعد والے اُسکے رتبہ کو پہنچ سکینگے بہ تحقیق رسول اللہ صلعم بعثت کے کاموں میں اُسے بہیجا کرتے تھے پس جبرئیل اُسکے داہنے اور میکائیل بائیں طرف ہوتے تھے وہ واپس نہیں آتا تھا جبتک کہ خدا اُسکے ہاتھوں فتح نہ دیتا تہا"۔

۸۱ علی مرتضی کی تجہیز و تکفین کے بعد ابن ملجم کو امام حسن نے بلاکر قتل کر دیا اور لوگوں نے اسکی لاش کو بوریے میں لپیٹ کر پھونکدیا (طبری۔ ابن اثیر) برک بن عبداللہ جو معاویہ کو مارنے گیا تہا اسی مقررہ یوم کو معاویہ کی تاک میں رہا۔ پس جب معاویہ صبح کی نماز پڑھنے نکلا تو برک نے تلوار کا وار کیا مگر وہ تلوار معاویہ کے سرین پر پڑی) لوگوں نے برک کو پکڑ لیا۔ اور معاویہ نے اُسے قتل کرا دیا۔ اسکے بعد معاویہ نے ساعدی طبیب کو بلایا اُس نے دیکھکر کہا کہ یہ زخم زہر کی بجھی ہوئی تلوار کا ہے اس کا دو طرح علاج ہوسکتا ہے یا تو لوہے سے داغا جائے یا پینے کی دوا دیجائے۔ لیکن اگر پینے کی دوا استعمال کیجائیگی تو آپ کی اولاد ہونی موقوف ہوجائیگی۔ معاویہ نے کہا میں آگ کی برداشت نہیں کرسکتا اولاد نہونے کی کچھ پروا نہیں کیونکہ یزید اور عبداللہ میری آنکھوں کی ٹھنڈک کے لئے کافی ہیں۔ پس پینے کی دوا استعمال کی اور اسکے بعد اُسکے اولاد ہونی بند ہوگئی

۵ ایک روایت یہ بھی ہے کہ معاویہ نے برک کو قتل نہیں کرایا بلکہ ہاتھ پاؤں کٹوا کر چھوڑ دیا اور وہ زندہ رہا اور اُس کے اولاد ہوئی یہاں تک کہ زیاد بصرہ کا والی ہوا اور برک بصرہ چلا گیا تہا۔ پس زیاد نے کہا کہ تیرے اولاد ہوتی ہے اور امیرالمومنین کے اولاد ہونی بند کردی۔ یہ کہکر اُسے قتل کرا کر دار پر کھنچوا دیا (ابن اثیر)۔

اسکے بعد سے معاویہ نے مسجد میں مقصورہ بنانے اور رات کے چوکیدار دن اور سجدہ کے وقت اپنے سر پر تلوار دیں لئے ہوئے نگہبانوں کے مقرر کئے جانے کا حکم دیا۔ اور یہ باتیں اسلام میں اُسکے اولیات سے ہیں رہا عمرو بن بکر تو وہ اُس رات کو عمرو عاص کی تاک میں رہا۔ مگر اُسدن عمرو عاص نکلا نہیں کیونکہ اُسکے پیٹ میں کچھ گڑبڑ ہوگئی تہی اس لئے اُس نے اپنے شرطہ کو توال خارجہ بن ابی حبیبہ کو صبح کی نماز پڑھانیکو بہیجا۔ یا۔ عمرو بن بکر نے اُسیکو عمرو عاص سمجھکر تلوار کا وار کیا اور مار دیا لوگ اُسے پکڑ کر عمرو عاص کے پاس لائے اور اُس نے اُسے قتل کر دیا +

(۸۲) جناب عائشہ نے جب علی مرتضی کے شہید ہونے کی خبر سنی تو آپ نے یہ شعر پڑھا ؎ فالقت[1] عصاھا واستقر بھا النوی کما قر عینًا بالایاب المسافر + پھر پوچھا کس نے اُسے قتل کیا جواب ملا ایک شخص نے قبیلہ مراد سے فرمایا ؎ فان یک نائیًا فلقد نعاہ غلام لیس فی فیہ التراب + اسپر زینب بنت ابی سلمہ نے کہا آیا تم علی کے بارہ میں یہ کہتے ہو۔ بی بی عائشہ نے فرمایا میں بھول گئی تہی جب میں بھولا کروں تو مجھے یاد دلادیا کرو۔ اور خبر شہادت جناب امیر بی بی عائشہ کو سفیان بن عبد شمس بن ابی وقاص کی زبانی معلوم ہوئی تہی (طبری وابن اثیر)

فصل چہارم۔ علی مرتضی کے عادات و خصائل وغیرہ۔

(۸۳) مسعودی لکھتا ہے کہ وہ باتیں جن سے کہ رسول اللہ صلعم کے صحابہ بزرگی اور فضیلت کے مستحق ہوئے ہیں یہ ہیں سبقت ایمان میں۔ ہجرت رسول کی نصرت۔ رسول سے قرابت۔ قناعت۔ بذل نفس رسول اللہ کے لئے۔ کتاب خدا اور تنزیل کا علم۔ راہ خدا میں جہاد۔ ورع۔ زہد۔ قضاء۔ حکم۔ عفت اور علم۔ اور ان سب میں علی سب سے بہت بڑہے ہوئے تہے[2] اور سب سے زیادہ حصہ رکہتے تہے۔ علاوہ اسکے بعض باتوں میں رسول اللہ نے اُنکو منفرد کر دیا تہا کہ وہ باتیں کسی اور صحابی کو نصیب نہیں ہوئیں۔ جیسا کہ وقت مواخات فرمایا "انت اخی" تو میرا بہائی ہے۔ حالانکہ کسیکو رسول اللہ صلعم

[1] دمیری نے حیوۃ الحیوان میں بہی اسی طرح لکہا ہے۔ معنی اسکے یہ ہیں کہ ڈالدیا اُس نے اپنے عصا کو اور جا اطمینان مل گئی جیسا کہ مسافر کا دل منزل پر پہنچکر خوش ہوتا ہے۔ علامہ دمیری لکھتے ہیں کہ القاء عصا کنایہ ہے حصول اطمینان سے محاورہ عرب ہے کہ جب کوئی جائے اطمینان پر پہنچ جاتا ہے اور کل اُمور اُسکے درست ہوجاتے ہیں تو اُسکو القاء عصا کہتے ہیں کہ عصا اپنا ڈالدیا۔ انتہی۔ اس سے جناب عائشہ کا شہادت جناب امیر پر مسرور ہونا ثابت ہوتا ہے [2] ابن ابی الحدید شرح نہج البلاغہ میں لکھتا ہے کہ جن لوگوں کو یہ خیال ہو کہ ہم دنیا میں واعظ بنیں وعظ کہیں اور دنیا کی قدر دنیا والوں کی نگاہوں میں دکھلائیں۔ اُس کو ایسے ہی مضامین اور الفاظ پیدا کرنے چاہیئں جیسے امیر المومنین نے ارشاد فرمائے ہیں۔ اور تمام دنیا سے اپنی جامعیت۔ اور فصاحت و بلاغت کی داد لی ہے اور اگر وہ ایسے مضامین اور الفاظ پیدا نکر سکیں تو بہتر ہے کہ وہ چپ رہیں۔ اور اپنے کلام کو دنیا پر ظاہر کرکے اپنے آپکو رسوا اور بدنام نکریں اور جس شخص کو ہمارے اس بیان کی تصدیق میں شک ہو وہ سمجھ لے کہ علی جیسے شخص تہے۔ جس نے اپنی اعلی اعلی قابلیتوں کا اعتراف معاویہ جیسے شخص سے کرالیا۔ جیسا کہ معاویہ نے خود کہا ما انس یا لفصاحۃ لقریش آپکے سوا دوسرا قریش میں فہیم و بلیغ پیدا نہیں ہوا تمام فصحا و بلغاء عرب کا فرض منصبی ہے کہ وہ لوگ ایک جگہ جمع ہوکر اُنکے آگے سجدہ کریں۔ زیادہ تر تعجب تو یہ ہے کہ لیاقت علمی کو چہوڑکر جب آپکی شجاعت و دلیری کا ذکر آتا ہے تو اُنکی مثال ایک شمشیر درندہ کی ہوتی ہے اور جب موعظت کے سلسلہ میں آپکی عبادت و ریاضت کا ذکر آتا ہے تو آپکی وضع اُن خدا رسیدہ زاہد و نکی صورت میں پائی جاتی ہے جنہوں نے تمام عمر میں سوائے موٹے نمدوں کے اور کوئی چیز کپڑے کی قسم سے نہیں پہنی عمر بہر گوشت نہیں کہایا اور کسیکا ایک قطرہ خون نہ بہایا۔ کبہی تو آپکی مثال بسطام بن قیس شیبانی اور عتیبہ بن حارث یربوعی اور عامر بن طفیل عامری میں دکہائی دیتی ہے جو کسیوقت میں عرب میں قدیم شجاعت و دلیریوں کے سرتاج تہے اور کبہی سقراط یونانی و پیشوایان بنی اسرائیل اور جناب عیسی بن مریم کی صورت میں پائی جاتی ہے جو ترک و تعلق نفس کشی (دیکھو ... ۱۴۶)

کی ہمسری کا شرف حاصل نہیں ہوا اور فرمانا حضرت کا "انت منی بمنزلۃ ہارون من موسیٰ الا انہ لا نبی بعدی"۔ تیرا مرتبہ میرے ساتھ ایسا ہی ہے جیسا ہارون کا موسیٰ کے ساتھ تھا مگر فرق صرف اتنا ہے کہ میرے بعد نبی نہیں ہے۔ اور نیز فرمانا "من کنت مولاہ فعلی مولاہ۔ اللھم وال من والاہ وعاد من عاداہ"۔ جسکا میں مولا ہوں اُسکا علی بھی مولا ہے بار الٰہا جو اُس سے دشمنی کرے اُس سے تو دشمنی کیجیو۔ پھر حضرت کا دعا کرنا طائر کے موقع پر جب بھنا ہوا پرند حضرت کے سامنے لایا گیا تو دعا کی۔ "اللھم ادخل الیّ احب خلقک الیک یاکل معی من ہذا الطائر فدخل الیہ علیؑ"۔ بار الٰہا جو تیری مخلوق میں تجھے سب سے زیادہ محبوب ہو وہ اسوقت میرے پاس داخل ہو کہ میرے ساتھ اس طائر کو کھائے پس علی داخل ہوئے (اس دعا پر) غرض علی تمام صفات کے جامع تھے جو اگر دوسروں میں تھیں بھی تو جدا جدا

۸۴ ارجح المطالب میں ہے کہ صبر۔ شجاعت۔ حلم۔ تواضع۔ حسن خلق۔ عفو عن المکافات۔ شفقت علی الخلق۔ تفقد حال رعایا۔ رعایت حقوق الناس۔ عدل۔ حیا۔ غیرت قومی۔ فراست۔ حافظہ۔ سرعت فہم۔ صداقت۔ عبادت امانت۔ دیانت۔ کرم۔ سخاوت۔ حسن سلوک۔ سیاست۔ نصرت دین۔ جہاد بالنفس۔ زہد اور رحم دلی میں بے مثل تھے؛ احمد بن حنبل کہتے ہیں کہ جتنے صحیح فضائل ہمکو علی ابن ابیطالب کے پہنچے ہیں اصحاب میں سے کسی کے نہیں پہنچے ۔

۸۵ مولوی عبید اللہ امرتسری نے اپنی کتاب ارجح المطالب میں مختلف کتب سے ثابت کیا ہے کہ جناب امیر تمام صحابہ سے اعلم تھے۔ علم قرآن و توریت و انجیل و تفسیر و قراۃ و حدیث و فقہ و فرائض و اصول دین و علم کلام و تصوف علم نحو و فصاحت و بلاغت و شعر و حاضر جوابی و کتابت و تعبیر الرؤیا و جفر و حساب و ہیئت و آداب الحرب وغیرہ میں اعلیٰ درجہ کی دستگاہ رکھتے تھے اور بعض علوم مثل نحو کے خود وہ حضرت ہی موجد ہیں ۔

۸۶ کامل ابن اثیر میں عبد اللہ بن عباس سے منقول ہے وہ کہتے ہیں کہ آدمیوں کے علم کے پانچ حصے کیے گئے ہیں اُنمیں سے ۴ حصے تو خاص علی کے ہیں اور پانچویں میں کل دنیا کے آدمی ہیں اور اُس میں بھی علی شریک ہیں؛

۸۷ صاحب نور الابصار لکھتے ہیں اور دیگر مورخین و محدثین نے بھی لکھا ہے کہ جب رسول اللہ صلعم غشی میں ہوتے تھے تو سوائے علی کے کوئی دوسرا آنحضرت سے کلام نکر سکتا تھا۔ علی مرتضیٰ نے کلام اللہ جمع کر کے رسول اللہ صلعم کے سامنے پیش کیا اور صحیحین میں ہے کہ آنحضرت نے جنگ خیبر کے موقع پر فرمایا۔ "لاعطین الرایۃ غداً رجلا کرار اً غیر فرار یحب اللہ و رسولہ و یحبہ اللہ و رسولہ یفتح اللہ علیٰ یدیہ" یعنے کل یہ علم ایسے شخص کو دونگا کہ خدا اُسکے ہاتھ پر فتح دیگا وہ بار بار حملہ کرنیوالا ہے اور بھاگنے والا نہیں ہے وہ خدا و رسول سے محبت رکھتا ہے اور خدا و رسول اُس سے محبت رکھتے ہیں۔ پس اُس رات لوگوں کو اس فکر میں نیند نہیں آئی کہ دیکھئے یہ شرف کس کو حاصل ہوتا ہے صبح ہوتے ہی سب خدمت رسول میں حاضر ہوئے۔ ہر ایک کو اُمید تھی کہ مجھے ملیگا۔ فرمایا علی کہاں ہیں۔ عرض کی آنکھیں دکھتی ہیں۔ فرمایا بلاؤ۔ آئے تو حضرت نے اپنا لعاب دہن لگا دیا فوراً آنکھیں اچھی ہو گئیں درد جاتا رہا۔ اور حضرت نے علی مرتضیٰ کو علم عنایت کیا ۔

۸۸ مسعودی لکھتا ہے کہ جناب امیر نے اپنے ایام خلافت میں کبھی نیا کپڑا نہیں پہنا۔ اور تمام مورخین نے لکھا ہے کہ آپ نے کبھی اینٹ پر اینٹ نہیں رکھی یعنے مکان نہیں بنایا۔ صرف سات سو یا ڈھائی سو درہم چھوڑے تھے جس سے ارادہ تھا کہ گھر کے لوگوں کے واسطے ایک غلام خرید لینگے۔ اور کوئی زمین نہ رکھتے تھے سوائے

(بقیہ نوٹ صفحہ ۲۴۷) اور ریاضت کی سخت اور دشوار گذار محنتیں اپنی نظیر آپ ثابت ہو چکے ہیں میں اپنی نسبت خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ پچاس برس سے یہ خطبات میری پیش نظر ہیں اور ہزار مرتبہ سے زیادہ میں نے انہیں ضرور پڑھا ہوگا مگر اب بھی ہر موقع پر جب ہم اُن کو پڑھتے ہیں تو اُنکے پڑھنے سے ایک خوف عظیم معلوم ہوتا ہے اور ہمیشہ ایک نیا اثر میرے دل پر پڑتا ہے؛

ایسی زمین کے جسکی آمدنی تصدق کر دیتے تھے۔ (مروج الذہب) +

۸۹ ابتدائے ایام خلافت میں ایک دن رات کو طلحہ و زبیر جناب امیر کی خدمت میں حاضر ہوئے اُسوقت آپ بیت المال کا کچھہ حساب لکھہ رہے تھے۔ جب اُنہوں نے گفتگو شروع کی تو آپ نے قنبر سے فرمایا کہ یہ چراغ اُٹھا لے دوسرا لے آ۔ اُنہوں نے کہا یا امیرالمومنین یہ تحریر کیسی ہے اور چراغ اُٹھوا دینے کیا معنی فرمایا یہ حساب بیت المال کا تھا اور چراغ بھی اُسی مال سے تھا اب تمہارے ساتھ باتیں کرتا ہوں تو چراغ اُٹھوا دیا کہ مال مسلمانان ناحق ضایع نہ ہو۔ یہ دیکھکر طلحہ و زبیر حواس باختہ ہو گئے۔ دل میں سمجھے کہ جس طرح یہ بال کی کھال نکالتے ہیں ممکن نہیں کہ ہمکو یہاں سے کچھہ ہاتھ لگے (تہذیب المتین۔ الکرار) +

۹۰ محاضرۃ الابرار ابن عربی اور نور الابصار میں لکھا ہے کہ معاویہ نے ضرار بن ضمرہ سے کہا کہ مجھہ سے کچھہ علی کا حال تو بیان کر کہ کیسے تھے۔ ضرار نے کہا مجھے معاف رکھیئے۔ کہا تجھے خدا کی قسم بیان کر۔ بولے اب مجھے بیان ہی کرنا پڑا۔ سنیئے۔ وہ حضرت بعید المدیٰ (عالی مرتبہ۔ بہادر) شدید القوی تھے۔ بات اُنکی فیصلہ کرنے والی ہوتی تھی۔ اور حکم عدل کے ساتھہ کرتے تھے۔ علم کا چشمہ اُنکے دونو پہلوؤں سے جاری تھا۔ اُنکی زبان سے حکمت کے کلمے نکلتے تھے۔ دنیا اور اُسکی زینت سے نفرت کرتے تھے اور رات اور اُس کی وحشت سے اُنس رکھتے تھے۔ روتے بہت تھے اور فکر بہت کرتے تھے۔ موٹے لباس اور موٹی جھوٹی غذا کو پسند کرتے تھے۔ ہم لوگوں میں ایسے ملے جلے رہتے تھے گویا وہ ہمیں میں سے ایک معمولی آدمی تھے۔ ہماری باتوں کا جواب دیتے تھے ہمارے بلانے سے چلے آتے تھے اور باوجود اس بے تکلفی اور انکسار اور قریب کی رشتہ داری کے حضرت کی ہیبت ایسی تھی کہ واللہ ہمکو بات کرنے کا ہیاؤ نہ پڑتا تھا۔ اہل دین کی عزت کرتے تھے۔ مساکین کو مقرب رکھتے تھے قوی اُن سے باطل کی اُمید نہ رکھہ سکتا تھا۔ اور ضعیف اُنکے عدل سے مایوس نہ تھا۔ راتونکو حزینونکی طرح رویا کرتے تھے اور فرماتے تھے کہ اے دنیا میرے سوا کسی اور کو فریب دے مَیں تجھکو تین دفعہ طلاق دے چکا ہوں جس کے بعد رجوع نہیں ہو سکتا۔ تیرا زمانہ تھوڑا ہے تیرے خطرے بڑے ہیں اور عیش حقیر ہے۔ افسوس کہ زاد راہ کم ہے سفر دور دراز ہے اور راستہ وحشت ناک ہے"۔ معاویہ یہ سنکر رونے لگا اور کہا خدا رحم کرے ابوالحسن پر واللہ وہ ایسے ہی تھے پس اے ضرار تمکو اُنکا کیسا غم ہے کہا جیسے کسیکا بچہ گود میں ذبح کر دیا گیا ہو۔ کہ اُس کے غم کی کوئی حد نہیں ہوتی +

۹۱ دومۃ الجندل کے فیصلہ کے بعد ایک دن معاویہ کی صحبت میں شعر و سخن کا ذکر آیا اُسوقت عمرو عاص و یزید بھی معاویہ کے پاس موجود تھے۔ معاویہ کو بھی اپنی شعر گوئی پہ دعوی تھا اور عمرو عاص کو بھی یزید کو اپنی جوالی طبع کا زعم تھا۔ غرضکہ آپس میں طبع آزمائی کی فرمایش ہوئی معاویہ نے کہا کہ جناب امیرالمومنین کی مدح میں شعر کہے جائیں دیکھیں سب سے اچھا کس کا شعر ہوتا ہے سب سے پہلے معاویہ نے اپنا شعر پڑھا ؎ خیر البریۃ بعد احمد حیدر۔ الناس ارض والوصی سماء + یعنے بعد جناب رسالتماب صلعم کے جناب حیدر صفدر بہترین خلق ہیں انسان زمین ہیں اور وصی رسول آسمان ہیں۔ فی البدیہ عمرو عاص نے پڑھا ؎ مناقبٌ شہد العدو بفضلہ۔ والفضل ما شہدت بہ الاعداء یعنے اُسکے مناقب کی حالت یہ ہے کہ دشمن تک اُسکے فضائل پر شہادت دیتے ہیں اور اصل فضیلت وہی ہے جس کی دشمن تک شہادت دے۔ عمرو عاص کے بعد یزید نے اپنا شعر پڑھا ؎ کملیحۃ شہدت لہا ضرائہا۔ والحسن ما شہدت بہ الضراء + یعنے اُنکے مناقب کے کمال کی مثال اُس ملیح حسین جیسی ہے جسکی شہادت سوتنیں دیں اور اصل حسن وہی ہے جس کی تصدیق سوتوں سے ہو (تہذیب از کشکول)

۹۲ معاویہ نے خالد بن معمر سے پوچھا کہ تو علی کو کن باتوں کے سبب سے محبوب رکھتا ہے کہا تین خصلتوں کے سبب سے غصہ میں حلم۔ بولنے میں صدق اور حکم میں عدل کے سبب سے (نور الابصار)

۹۳ ایروِنگ لکھتا ہے کہ اسلامی علوم کا بنیادی پتھر حضرت علی ہی کا رکھا ہوا ہے (سکسرز آف محمد)

۹۴ سیوطی نے تاریخ الخلفاء میں لکھا ہے کہ علی مرتضیٰ کو ہر قسم کے علوم خصوصاً قرآن وحدیث میں بہت اعلیٰ درجہ کی واقفیت تھی قرآن مجید کی نسبت آپ کا قول تھا کہ کتاب اللہ کی تفسیر مجھ سے پوچھو کیونکہ کوئی آیۃ ایسی نہیں ہے جسکی نسبت مجھے معلوم نہو کہ وہ رات کو نازل ہوئی یا دن کو اور ہموار زمین پر نازل ہوئی یا پہاڑ پر مجھکو اللہ تعالیٰ نے عقل سلیم اور زبان گویا عطا کی ہے ✦

۹۵ ابن اثیر لکھتا ہے کہ جناب علی نے ایک نصرانی کے پاس اپنی زرہ دیکھی اُسے پکڑ کر شریح قاضی کوفہ کے پاس لائے اور قاضی کے پہلو میں بیٹھ گئے اور فرمایا اگر فریق ثانی مسلمان ہوتا تو میں اُسکے پاس ہی بیٹھتا لیکن میں نے رسول کریم سے سنا ہے کہ مسلمان کو یہود کے برابر نہیں بیٹھنا چاہیے) پھر فرمایا کہ یہ میری زرہ ہے۔ نصرانی نے کہا نہیں یہ میری ہے۔ امیر المومنین جھوٹ کیوں بولتے ہیں۔ شریح نے جناب امیر سے کہا آپ کا کوئی گواہ بھی ہے فرمایا۔ نہیں۔ اور آپ ہنستے جاتے تھے۔ شریح نے نصرانی کے حق میں فیصلہ کیا اور وہ زرہ لیکر چلدیا۔ پھر اُلٹا آیا اور کہا میں گواہی دیتا ہوں کہ انبیا کے احکام یہی ہیں کہ امیر المومنین مجھے قاضی کے پاس لیکر آئے اور قاضی نے اُنکے خلاف فیصلہ کیا۔ اور فیصلہ پر کچھہ نہ بولے پھر وہ مسلمان ہوگیا اور اقرار کیا کہ صفین جاتے ہوئے جناب امیر کی زرہ گر پڑی تھی میں نے اُٹھا لی تھی۔ جناب امیر اُسکے اسلام سے بہت خوش ہوئے۔ زرہ اُسی کو دیدی۔ بلکہ ایک گھوڑا بھی دیا اور وہ شخص جنگ نہروان میں حضرت کے ساتھ تھا (تاریخ الکامل۔ مطالب السئول۔ تاریخ الخلفاء۔ صواعق محرقہ۔ المرتضیٰ

۹۶ ابن اثیر نے لکھا ہے کہ ابو رافع جو جناب امیر علیہ السلام کے بیت المال کا خازن تھا بیان کرتا ہے کہ ایک دن جناب امیر گھر میں تشریف لیگئے میں نے آپ کی صاحبزادی کے کان میں موتی ڈالدیے تھے۔ حضرت نے اُن موتیوں کو بیت المال میں دیکھا تھا۔ جب آپ کی نظر صاحبزادی کے کان میں اُن موتیوں پر پڑی فرمایا اسنے یہ موتی کہاں سے پائے ہیں۔ ہم ضرور اسکے ہاتھ کاٹ ڈالیں گے۔ جب ابو رافع نے جناب امیر کی کہ اس بارہ میں دیکھی عرض کیا یا امیر المومنین واللہ مجھے میں نے یہ موتی پہنائے تھے۔ آپنے فرمایا جب ہمارا نکاح جناب فاطمہ سے ہوا تھا تو ہمارا بستر ایک مینڈھے کی کھال کے سوا کچھہ نہ تھا۔ رات کو ہم اُسپر سوتے تھے دن کو ہمارا اونٹ اُسپر دانہ کھاتا تھا۔ ہمارا کوئی خادم جناب سیدہ کے سوا نہ تھا یہ فرما کر ابو رافع کو تنبیہ کی کہ آیندہ ایسا نکرے اور اُن موتیوں کو بیت المال میں واپس بھجوا دیا ✦

۹۷ مطالب السئول میں ہے کہ جناب امیر کے پاس یمن سے شہد کی بھری ہوئی مشکیں آئیں ناگاہ جناب حسن کے پاس چند مہمان وارد ہوئے جناب حسن نے ایک درہم دیکر بازار سے روٹیاں منگائیں۔ اب سالن کی ضرورت پیش آئی قنبر سے کہا کہ ایک مشک کھولکر شہد دیدو۔ اُنہوں نے ایک مشک میں سے ایک رطل شہد بھیجدیا۔ جب جناب امیر مشکوں کے تقسیم کرنے کے لئے بیٹھے قنبر سے کہا ان مشکوں میں کوئی فتور معلوم ہوتا ہے۔ قنبر نے عرض کیا یا امیر المومنین آپ سچ کہتے ہیں اور جناب حسن کا شہد لینے کا حال بیان کیا۔ جناب امیر نے غصہ ہوکر جناب حسن کو بلوایا جب وہ آئے تو مارنے کا قصد کیا جناب حسن نے اپنے چچا جعفر کی قسم دیکر کہا کہ معاف کیجئے قاعدہ تھا کہ جب جناب امیر کو جعفر کی قسم دیجاتی تھی تو حضرت کا غصہ فرو ہوجاتا تھا لیکن آپ نے جناب حسن سے فرمایا تم نے تقسیم سے پہلے شہد کس وجہ سے نکال لیا جناب حسن نے کہا ہمارا بھی اسمیں حق ہے ہمنے خیال کیا کہ جب ہمارا حق ملیگا ہم اسیقدر اس میں سے واپس کردینگے جناب امیر نے فرمایا اگرچہ اسمیں تمہارا حق ہے مگر یہ حق تو

تمہارا نہیں ہے اور تم لوگوں سے پہلے اس حق سے نفع اُٹھاؤ - پھر قنبر کو ایک درہم دیا اور فرمایا کہ اتنا ہی خالص شہد مول لاکر اس مشک میں ڈالدو - راوی کہتا ہے کہ ابتک وہ بات میری نگاہوں میں ہے کہ جناب امیر علیہ السلام نے مشک کا مونہہ کھلوایا ہوا ہے اور قنبر اُسمیں شہد ڈال رہا ہے اور جناب امیر رو رہے ہیں اور فرماتے ہیں کہ بارخدایا حسن کو معاف کر کہ وہ نہیں جانتا + اسی قسم کی ایک روایت شہد ورگھی کی ہے جو اصفہان سے آیا تہا اور اُسمیں سے جناب ام کلثوم نے منگایا تھا اور ابن اثیر نے اپنی تاریخ میں لکھی ہے +

۹۸ ابن اثیر نے اپنی تاریخ میں لکھا ہے کہ ہارون بن عنترہ اپنے والد سے روایت کرتا ہے کہ میں جناب امیر کے پاس قصر خورنق (کوفہ) میں گیا موسم سرما تھا آپ شدت سرما سے کانپ رہے تھے فقط ایک پرانا کپڑا اوڑھے ہے تھے میں نے عرض کیا یا امیرالمومنین اللہ تعالیٰ نے آپ کے اور آپ کے اہل و عیال کے لئے اس بیت المال میں سے حصہ مقرر کیا ہے اور آپ اپنے نفس کے ساتھ یہ کچھہ کر رہے ہیں آپ نے فرمایا واللہ میں تمہارے مالوں میں سے کسی چیز کو پسند نہیں کرتا - واللہ یہ وہی میرا کھیس ہے جو میں مدینہ سے لیکر آیا تہا +

۹۹ امام ابن عبدالبر استیعاب میں لکھتے ہیں کہ حسن بن جرموز اپنے والد سے نقل کرتے ہیں کہ میں نے جناب امیر کو مسجد کوفہ سے نکلتے ہوئے دیکھا کہ تہ بند باندھے ہوئے اور ایک چادر اوڑھے ہوئے ہیں - تہ بند نصف ساق تک ہے - وہ بازاروں میں پھر رہے ہیں اُنکے پاس درہ ہے لوگوں کو خدا کے خوف اور سچ بولنے اور کھرا سودا بیچنے اور پیمانہ کے پورا کرنے اور ترازو کے برابر رکھنے کا حکم کر رہے ہیں +

۱۰۰ امام احمد بن حنبل نے لکھا ہے کہ ابوالنوار کپڑا بیچنے والا کہتا ہے کہ ایک دفعہ جناب امیر میرے پاس قنبر کو ساتھ لئے ہوئے آئے اور مجھہ سے دو موٹے کپڑے خریدے اور اپنے غلام قنبر سے فرمایا کہ ان میں سے جونسا تجھے پسند ہو وہ تو لیلے قنبر نے اُنمیں سے ایک پسند کرلیا - دوسرا جناب امیر نے پہن لیا +

۱۰۱ امام ابن عبدالبر نے استیعاب میں لکھا ہے کہ ابن حیان التیمی اپنے باپ سے ناقل ہیں کہ میں نے جناب امیر کو منبر پر یہ فرماتے ہوئے سُنا ہے کہ "کوئی ہے جو مجھہ سے میری اس تلوار کو خریدے - اگر میرے پاس تہ بند کی قیمت ہوتی تو میں اسکو ہرگز نہ بیچتا" عبدالرزاق مصنف میں لکھتے ہیں کہ جناب امیر کا یہ خیال اُسوقت تہا جبکہ سوائے ملک شام کے تمام اسلامی دنیا اُنکے ہاتھ میں تہی +

۱۰۲ امام احمد حنبل نے ابن عباس سے روایت کی ہے - ابن عباس کہتے ہیں کہ میں ایک روز جو جناب امیر کے پاس گیا تو دیکھا آپ اپنا جوتا سی رہے ہیں +

۱۰۳ صاحب مناقب مرتضوی لکھتے ہیں کہ زمانہ خلافت میں بصرہ سے سمرقند تک حضرت کے قبضۂ قدرت میں تھا - باوجود اسکے اسقدر متواضع تھے کہ بازار کوفہ میں پیادہ پا جاتے لوگ اپنی کاروبار میں مشغول ہوتے اور آپ سے واقف نہوتے جب زیادہ ہجوم آگے ہوجاتا تو بکمال شفقت فرماتے مومنو علی کو راستہ دو - یہ آواز دلنواز سُنکر خلقت ایک طرف ہوجاتی اور آپ وہاں سے گذر جاتے +

۱۰۴ مناقب مرتضوی میں ہے معمول تھا کہ ہر ہفتہ ایک صاع جو پسوا کر ایک کدوئے خشک میں بھر لیتے اور اسکے منہ کو بند کرکے مہر لگادیتے - ایک قرص نان اُس سے تیار کراتے اور کبھی ایک کف آرد ہی پہ قناعت کرتے اور بروایت حیوۃ الحیوان پیالہ میں ڈالکر پانی ملاکر پیجاتے - اور پھر سر کدو پہ مہر کردیتے - عرض کیا گیا یا امیرالمومنین مہر

ل امام احمد حنبل لکھتے ہیں کہ یہ آٹا چھانا نہیں جاتا تہا - روٹی پکواتے تو بہی تاکید فرماتے کہ ہرگز نہ چہانا جائے +

کسلئے لگاتے ہیں فرمایا مبادا حیلین آردگندم اسمیں شامل کردیں - اسی قسم کی روایت ابن اثیر نے تاریخ الکامل میں لکھی ہے

۱۰۵ علامہ ابن ابی الحدید شرح نہج البلاغہ میں لکھتے ہیں کہ جناب امیر ہمیشہ سرکہ اور نمک سے کھانا کھایا کرتے تھے جب کبھی اس سے ترقی فرماتے تو بعض ترکاریوں کا استعمال فرماتے اور اگر اس سے بھی بڑھ جاتے تو تھوڑا سا اونٹ کا دودھ پی لیتے - گوشت بہت کم کھاتے تھے - فرماتے تھے اپنے شکم کو جانوروں کا مقبرہ نہ بناؤ +

۱۰۶ امام احمد حنبل ابی مطر بصری سے روایت کرتے ہیں وہ کہتا ہے کہ میں نے جناب امیر کو کھجوریں بیچنے والے کے زمرہ میں دیکھا اور ایک لونڈی رو رہی تھی - جناب امیر نے اس سے سبب پوچھا - اس نے کہا اس شخص نے ایک درہم کی کھجوریں مجھکو دی تھیں میرے آقا نے وہ پھیر دی ہیں - یہ واپس لینے سے انکار کرتا ہے - جناب امیر نے فرمایا اے بھائی کھجوریں بیچنے والے یہ خدمتگار ہے - اسکا اپنا اختیار نہیں ہے - اپنی کھجوریں لیلے اور درہم اسکو واپس دیدے - اس نے جناب امیر کو دھکا دیدیا - اور کہنا نہ مانا - مسلمانوں نے کہا ارے تو جانتا ہے کہ کسکو دھکا دیا ہے - وہ بولا میں نہیں جانتا - لوگوں نے کہا یہ امیر المومنین ہیں - اس نے وہ کھجوریں ڈال لیں - اور درہم لونڈی کو واپس کردیا - اور جناب امیر سے عرض کرنے لگا - میں چاہتا ہوں کہ آپ مجھ سے خوش ہوجائیں آپ نے فرمایا کہ مجھے تجھ سے کوئی چیز خوش نہیں کرسکتی مگر یہ کہ تو لوگوں کو انکا حق پورا دیا کرے +

۱۰۷ امام غزالی نے احیاء العلوم میں لکھا ہے کہ جناب امیر نے ایک دفعہ اپنے غلام کو پکارا اس نے جواب ندیا آپ نے دوبارہ سہ بارہ پکارا اس نے جواب ندیا اپنے اٹھکر دیکھا کہ وہ سو رہا ہے - آپ نے فرمایا کہ اے لڑکے کیا تو نے میری آواز کو نہیں سنا تھا - وہ عرض کرنے لگا کہ ہاں میں نے سنا تھا - فرمایا پھر تو نے جواب کیوں نہیں دیا - وہ کہنے لگا - چونکہ میں آپ کی عقوبت سے بیخوف تھا اس لئے الکسا گیا - آپ نے فرمایا میں نے لوجہ اللہ تجھے آزاد کیا +

۱۰۸ صاحب مطالب السئول نے امام شعبی سے جناب امیر کی سخاوت کے بارہ میں لکھا ہے کہ آپ تمام لوگوں سے اسقدر زیادہ سخی تھے اور خدا انکے واسطے سخاوت وجود کو اسقدر محبوب رکھتے تھے کہ آپ نے کبھی کسی سائل کے لئے اپنی زبان مبارک سے لفظ لا (نہیں) نہیں کہا - اپنے ہاتھ سے مدینہ کے یہودیوں کے نخلستان کو سیراب کرتے تھے یہانتک کہ انکے ہاتھوں میں آبلے پڑ جاتے تھے اور اجرت کے پیسے خیرات کرتے تھے اور اپنے پیٹ پر بھوک کی وجہ سے پتھر باندھ لیتے تھے

۱۰۹ علامہ کفوی طبقات میں لکھتے ہیں کہ علی مرتضی ایک کافر سے لڑ رہے تھے اور دونوں طرف لشکر کے لوگ صف باندھے کھڑے تھے مسلمان بہت تھوڑے تھے کفار کثرت سے تھے - کفار کی جمعیت دس ہزار کے قریب تھی - کافر نے جناب امیر سے کہا کہ علی مجھے آپ اپنی تلوار دکھائیں - آپ نے اپنی تلوار اسکو دیدی - کافر نے تلوار ہاتھ میں لیکر کہا امید کہ آپ تلوار مجھکو دیچکے ہیں - آپ مجھ سے کیونکر بچ سکیں گے - جناب امیر نے فرمایا جبکہ تو نے بھیک مانگنے والوں کی طرح سے ہمارے سامنے ہاتھ بڑھایا تو مروت نے تقاضا نہ کیا کہ بھیک مانگنے والے کا سوال رد کیا جائے - اگرچہ وہ کافر ہی کیوں نہو - یہ سنکر وہ کافر مسلمان ہوگیا +

۱۱۰ جناب امیر نے ایک دفعہ میدان کارزار میں ایک کافر کو پچھاڑا اسکے سینے پر سوار ہوگئے اور چاہا کہ قتل کریں اس نے چہرہ مبارک پر تھوک دیا - آپ فوراً سینہ پر سے اتر کھڑے ہوئے - اس نے سبب پوچھا - فرمایا میں تجھکو خالصاً لوجہ اللہ قتل کرتا تھا - لیکن اب جو تو نے میرے منہ پر تھوکدیا تو میرا نفس اسمیں شریک ہوگیا - یہ سنکر وہ کافر مسلمان ہوگیا - اس واقعہ کو مولوی روم نے اپنی مثنوی میں نظم کیا ہے +

۱۱۱ ابن اثیر نے تاریخ الکامل میں لکھا ہے کہ جناب امیر نے ایک درہم کی کھجوریں خریدیں وہ حضرت انکو اپنی چادر

میں اُٹھا گئے چلے آتے تھے۔ کسی نے کہا اے امیرالمومنین لائیے ہم لیچلیں فرمایا ابوالعیال احق بحملہ یعنی بال بچوں کا باپ ہی اُنکے اُٹھانیکا زیادہ حق دار ہے ÷

۱۱۲ جب فے (خراج) کا مال آتا تھا تو آپ اُسکو اُسیدن مسلمانوں میں تقسیم کر دیتے تھے۔ بیت المال میں صرف وہ مال رکھا جاتا تھا جو اُس دن تقسیم ہونے سے رہجاتا تھا۔ اپنے لئے اُسمیں سے کوئی چیز مختص نکرتے تھے اور نہ اپنے کسی دوست یا قرابت دار کو بالخصوص کوئی چیز دیتے تھے۔ آپ کا دستور تھا کہ تقسیم کے بعد بیت المال کو جھاڑو دلوا کر اُس میں نماز پڑھتے تھے تاکہ وہ قیامت کے دن اس بات کی گواہی دے کہ جو مال اُس کے اندر تھا علی نے اُسکو مسلمانوں سے روک نہیں رکھا۔ (ازالۃ الخفا)

۱۱۳ مال کی تقسیم میں آپ یہانتک احتیاط کرتے تھے کہ چھوٹی سی چھوٹی چیز کو بھی تقسیم سے مستثنے نہیں ہونے دیتے تھے۔ ابن اثیر نے لکھا ہے کہ ایک مرتبہ اصفہان سے کچھ مال آیا جس میں ایک روٹی بھی تھی پہلے آپ نے مال کے سات حصے کئے۔ پھر روٹی کے سات ٹکڑے کئے۔ اور ہر ٹکڑا ہر حصہ میں شامل کر دیا۔ اور قرعہ اندازی کے ذریعہ سے مال مستحقین کو دیدیا۔ (ازالۃ الخفا) ÷

۱۱۴ علامہ ابن ابی الحدید شرح نہج البلاغہ میں لکھتے ہیں کہ جنگ صفین میں لیلۃ الہریر کو دونوں صفوں کے بیچ میں آپکے لئے چٹائی بچھا گئی تھی آپ اُسپر نماز پڑھتے تھے اور تیر سامنے سے آتے جاتے تھے اور آپکے کانوں کے پاس سے ہوکر نکل جاتے تھے اور آپ اُنکا کچھ خوف نہیں فرماتے تھے۔ جبتک آپ اپنے وظائف سے فارغ نہ ہولیتے اپنے مقام سے نہ اُٹھتے آپکی پیشانی کثرت سجود سے ایسی ہوگئی تھی جیسے اونٹ کا سینہ ÷

۱۱۵ صاحب مستطرف لکھتے ہیں کہ مصعب بن زبیر کہتے ہیں کہ حضرت علی لڑائیوں میں بہت ہوشیار تھے اور اُسکی گھاتیں خوب جانتے تھے ممکن نہیں تھا کہ کوئی آپ پر چوٹ کرسکے۔ آپ کی زرہ فقط آگے کے لئے تھی لوگوں نے پوچھا یا امیرالمومنین آپ اس سے نہیں ڈرتے کہ آپ کا کوئی دشمن پیچھے سے حملہ کرے آپنے فرمایا کہ اگر میں اپنے دشمن کو پیچھے سے آنے دوں تو خدا مجھے باقی نہ رکھے ÷

۱۱۶ عبادت الٰہی میں آپکی محویت کا یہ حال تھا کہ ملا جامی تحفۃ الاحرار میں لکھتے ہیں کہ جنگ احد میں جناب امیر کے پاؤں میں ایک تیر ایسا سخت لگا کہ حضرت اُسکے نکلوانے کی برداشت نہ کرسکے۔ یہ مسئلہ رسول اللہ صلعم کے سامنے پیش ہوا آپ نے فرمایا کہ جسوقت علی نماز پڑھتے ہوں اُسوقت تیر نکال لو۔ ایسا ہی کیا گیا۔ جراح نے زنبور سے وہ تیر نکال لیا۔ آپ کو خبر تک نہ ہوئی۔ حالانکہ تمام مصلے خون سے تر ہوگیا ÷

۱۱۷ فیصلہ مقدمات | مقدمات کے فیصلہ کرنے میں آپکو پوری مہارت تھی آپ کا بیان ہے کہ رسول خدا صلعم نے ایک مرتبہ مجھکو یمن کا قاضی بناکر بھیجنا چاہا۔ مینے کہا یا رسول اللہ آپ مجھے ایک قوم کی طرف بھیجتے ہیں اور میں ایک نوجوان آدمی ہوں اور احکام قضا سے ابھی مجھے پورے طور پر واقفیت نہیں ہے۔ رسول کریم نے یہ سنکر اپنا ہاتھ میری چھاتی پر رکھا اور دعا کی کہ اے خدا! تو اسکے دل کو ہدایت پر قایم رکھ اور اسکی زبان کو ثبات عطا کر پھر فرمایا جو دو شخص جھگڑنے والے تمہارے پاس آئیں تو پہلے کے حق میں کچھ فیصلہ نہ دو جبتک کہ دوسرے کی تقریر نہ سن لو کیونکہ فیصلہ کے واسطے یہ امر بڑی رہنمائی کا باعث ہے۔ جناب امیر فرماتے ہیں کہ اسکے بعد مجھے دو جھگڑنے والوں کا فیصلہ کرنے میں کبھی دقت نہیں ہوئی (ازالۃ الخفاء)

فیصلہ مقدمات میں جو اعلی لیاقت آپ نے اپنے پہلے جانشینوں اور بالخصوص اپنے عہد خلافت میں ظاہر کی

وہ آپ کی وسعت معلومات اور جودت طبع پر بڑی زبردست شہادت ہے علمائے سنی و شیعہ نے آپکے فیصلہ جات کو تعداد کثیر اپنی اپنی کتابوں میں درج کیا ہے اسجگہ نمونہ کے طور پر چند متفق علیہ فیصلے درج کئے جاتے ہیں

(۱) عمر فاروق کے سامنے ایک عورت پیش کی گئی جس نے عقد نکاح اور وقوع خلوت شوہر کے چھہ مہینے بعد بچہ جنا تہا جناب خلیفہ اسکو سنگسار کرنا چاہتے تھے جب علی مرتضی کو اسکی خبر ہوئی تو آپ نے فرمایا کہ مدت حمل اور زمانہ انفصال کی بابت اللہ تعالی فرماتا ہے حملہ وفصالہ ثلاثون شہرا (مدت حمل اور دودہ چھڑانے کی ڈہائی برس ہے) اور دودہ پلانے کی بابت دوسری جگہ ارشاد کیا ہے "ویرضعون اولادھن حولین کاملین" (عورتیں اپنی بچوں کو پورے دو برس دودہ پلائیں) یہ سنکر خلیفہ صاحب نے اُس عورت کو رہا کر دیا اور کہا لولا علیؑ لہلک عمر[1] (ازالۃ الخفا)

(۲) حضرت عمر کے عہد خلافت میں دو عورتوں میں دو بچوں کی بابت جھگڑا ہوا جن میں ایک لڑکی تہی اور ایک لڑکا - ہر ایک یہی کہتی تہی کہ لڑکا میرا ہے اور لڑکی دوسری کی بتاتی تہی - جب یہ مقدمہ جناب خلیفہ ثانی کی خدمت میں آیا آپ نے فرمایا ابن مفرج الکرب ابن ابوالحسن (کرب کے دور کرنے والے ابوالحسن کہاں ہیں اُنکو بلاؤ) علی مرتضی تشریف لائے - صورت واقعہ بیان کی گئی - آپ نے دو شیشیاں منگا کر اُنکا وزن کیا اور ہر ایک کا دودہ اُن میں دوہا کر جدا جدا دودہ کو تولا - جسکا دودہ بہاری نکلا اُسکو آپ نے لڑکا دلوا دیا اور جسکا ہلکا تہا اُسکو لڑکی دیدی - حضرت عمر نے دریافت کیا کہ اے ابوالحسن آپ نے یہ فیصلہ کہاں سے کیا آپ نے فرمایا قرآن سے - خدا تعالی فرماتا ہے للذکر مثل حظ الانثیین - (لڑکے کا حصہ لڑکی سے دوگنا ہے) پس دعمر لڑکے کا دودہ بہی لڑکی کے دودہ سے بہاری ہوتا ہے

(۳) علی مرتضی کے زمانہ خلافت میں دو شخص ہم سفر تھے راستہ میں ایک جگہ کھانا کہانے بیٹھ گئے ایک کے پاس پانچ روٹیاں تہیں اور دوسرے کے پاس تین یہ روٹیاں آگے رکھکر کھانا شروع کرنے ہی کو تھے کہ ایک تیسرا شخص آیا اور سلام علیک کہکر بیٹھ گیا اُنہوں نے اُسکو بہی کہانے میں شریک کر لیا اور تینوں نے ملکر وہ آٹھ روٹیاں بحصہ برابر کہائیں کھانے کے بعد وہ شخص آٹھ درہم دیکر چلا گیا - اور اُن دونوں میں تقسیم دراہم پر جھگڑا ہوا - پانچ روٹی والے نے کہا پانچ درہم میرے اور تین تمہارے ہیں - تین روٹی والے نے کہا کہ میں آدہے لونگا - آخر مقدمہ علی مرتضی کے پاس لیگئے اور اپنا قصہ بیان کیا - آپ نے تین روٹی والے سے کہا کہ تمہارے رفیق کی روٹیاں زیادہ ہیں تم تین درہم پر راضی ہو جاؤ - اُس نے نہ مانا - تب آپنے کہا از روئے انصاف تمکو ایک درہم سے زیادہ نہیں پہنچتا باقی سات درہم دوسرے کے ہیں اُس نے وجہہ دریافت کی تو آپنے فرمایا دیکھو آٹھ روٹیوں کے ۲۴ ثلث ہوئے جن کو تم تین آدمیوں نے ملکر کہایا اُس میں تمہارے ۹ ثلث تھے اور تم نے ۸ ثلث کھائے تمہارے رفیق کے ۱۵ ثلث تھے اُس نے بہی ۸ ثلث کھائے پس تمہارا ایک ثلث اور اُسکے ۷ ثلث باقی رہے - تمکو ایک ثلث کا ایک درہم اور اُسکو ۷ ثلث کے ۷ درہم ملنے چاہئیں - یہ سنکر وہ خاموش ہو گیا (ازالۃ الخفا) -

(۴) نور الابصار میں لکھا ہے کہ ایک شخص کو حضرت عمر کے پاس لائے کہ اُس نے ایک گروہ کے سامنے کہا تہا کہ میں فتنہ کو محبوب رکھتا ہوں اور حق سے نفرت کرتا ہوں اور یہود و نصاری کی تصدیق کرتا ہوں - جسکو دیکھا نہیں اُس پر ایمان رکھتا ہوں اور اُس چیز کا اقرار کرتا ہوں جو پیدا نہیں ہوئی - یہ سنکر جناب عمر نے علی مرتضی کو بلایا اور بیان کیا کہ یہ شخص ایسا ایسا کہتا ہے (اسے کیا سزا دی جائے) آپ نے فرمایا یہ سچ کہتا ہے - فتنہ کو محبوب رکھتا ہے یعنے مال اور اولاد کو کیونکہ حق تعالی فرماتا ہے انما اموالکم واولادکم فتنۃ (تحقیق تمہارے مال اور اولاد فتنہ ہیں) اور حق سے نفرت رکھتا ہے یعنے موت سے کیونکہ خدا تعالی فرماتا ہے جاءت سکرۃ الموت بالحق (اور آئی سختی موت کی ساتھ

[1] اگر علی نہ ہوتے تو عمر ہلاک ہو جاتا تہا ؛

حق کے) اور یہود و نصاری کی تصدیق کرتا ہے یعنی یہود کے اس کہنے کی کہ نصاری حق پر نہیں ہیں اور نصاری کے اس کہنے کی کہ یہود حق پر نہیں ہیں۔ جیسا کہ خدا فرماتا ہے وقالت الیہود لیست النصاری علی شئ وقالت النصاری لیست الیہود علی شئ (یہودی کہتے ہیں کہ نصاری حق پر نہیں ہیں اور نصاری کہتے ہیں کہ یہودی حق پر نہیں ہیں) اور اس چیز پر ایمان لایا جسے دیکھا نہیں یعنی خدا پر۔ اور اس چیز کا اقرار کرتا ہے جو پیدا نہیں ہوئی یعنے ساعت (حشر و قیامت) کا پس فرمایا جناب عمر نے پناہ مانگتا ہوں میں مشکلوں سے کہ جن کے حل کرنے کو میرے پاس علی نہوں۔ اور بروایت سعید بن مسیب فرمایا کہ مجھے کبھی مشکل کے وقت باقی نرکھیو کہ جس کے حل کرنے کو ابوالحسن نہوں +

(۱۱۸) قرآن و حدیث میں آپ کی مہارت اس درجہ مسلم تہی کہ عمر فاروق کو اپنے زمانہ خلافت میں جب کوئی دقت طلب مسئلہ پیش آتا تو آپ کو بلوا کر اس میں استفسار کرتے تھے۔ ان موقعوں کے متعلق عمر فاروق کی زبان سے یہ فقرات مشہور ہیں لولا علی لہلک عمر (اگر علی موجود نہ ہوتے تو عمر ہلاک ہو جاتے) کان عمر یتعوذ باللہ من معضلۃ لیس لہا ابوالحسن (عمر فاروق ہمیشہ مشکل امر میں خدا کی طرف پناہ لیجاتے تہے جسکے حل کیلئے ابوالحسن موجود نہوں (ازالۃ الخفاء)

(۱۱۹) آپ کو علم فقہ اور فصل خصومات سے ایسی خصوصیت تہی کہ حدیث اقضاکم علیؓ (عالم ترین تم میں از روئے قضا کے علی ہیں) عام و خاص میں مشہور ہے (ازالۃ الخفاء) + قرآن و حدیث و فقہ کے علاوہ علوم عقلی میں بہی آپ بڑے ماہر تھے۔ فصاحت و بلاغت میں آپ کا رتبہ اپنے ہمعصروں سے بدرجہا بڑہا ہوا تہا آپ کے خطبے خطوط اور اقوال حکیمانہ فصحا و بلغا میں مشہور اور کتاب نہج البلاغہ میں مسطور ہیں جسکو سید رضیؒ نے چوتہی صدی ہجری میں جمع کیا تھا

(۱۲۰) آپ نے اپنے غلام قنبر کو آزاد کرتے وقت جو سر خط لکہدیا تہا اُسکے الفاظ یہ ہیں۔ کنت اس لی فصرت الیوم مثلی۔ وھبتک لمن وھباک لی کتبہ علی + (کل تو میرا مملوک تہا اور آج تو مجھ جیسا (آزاد) ہو گیا جس نے تجھکو مجھے بخشا تھا میں نے اُسکی خاطر تجھے آزاد کیا +

(۱۲۱) علم نحو جیسپر عربی کا دار و مدار ہے اُسکا بنیادی پتھر آپ ہی کا رکھا ہوا ہے۔ ابوالاسود دوئلی کو اس علم کے ابتدائی اصول آپ نے اسطرح سکہائے تھے "اسم وہ ہے جو اپنے مسمی کی خبر دی۔ اور فعل وہ ہے جو مسمی کی حرکت بتلائے اور حرف وہ ہے جس سے ایسے معنی پائی جائیں جو اسم اور فعل میں نہوں (المرتضی۔ ارجح المطالب متن متین وغیرہم

(۱۲۲) جوابات لطیف (۱) ایک روز رسول اللہ صلعم اور چند اصحاب کرام ملکر کھجوریں کہا رہے تھے۔ رسول اللہ صلعم خوش طبعی کے طور پر گٹھلیاں علی مرتضی کے آگے رکہتے جاتے تہے اور صحابہ بہی آپ کی تتبع سے ایسا ہی کرتے تہے خاتمہ پر آپ نے کہا ہم میں سے زیادہ کھجوریں کس نے کہائیں صحابہ نے جواب دیا جس کے آگے گٹھلیاں زیادہ ہیں وہی سب سے زیادہ خورندہ ہے۔ علی مرتضی نے بلا تامل کہا نہیں بلکہ جو کھجوروں کو مع گٹھلیوں کے کہا گیا وہ زیادہ خورندہ ہے۔ رسول اللہ صلعم آپ کی اس حاضر جوابی سے بہت خوش ہوئے اور فرمایا مشکل ہے کہ کوئی میرے بہائی سے کلام میں فائق ہو +

(۲) ایک روز جناب امیر تفرج کناں پیادہ پا جا رہے تہے جناب عمر اور حضرت ابوبکر آپ کے چپ و راست تھے چونکہ قد ان دونوں کے دراز تہے اور قامت مبارک آپ کا میانہ تہا مزاح کا امیرالمومنین سے قصد کیا۔ اور کہا یا علی انت فینا بمنزلۃ النون فی لنا (اے علی تم ہم دونوں کے درمیان ایسی ہو جیسے لفظ لنا میں نون یعنے ہمارے قد مثل لام اور الف کے کشیدہ اور بلند ہیں اور تم مثل شوشۂ نون کے درمیان میں ہو۔ آپ نے فرمایا درست ہے لولا انا بینکما لکنتما لا (اگر میں تمہارے درمیان نہوں تو تم لا ہو جاؤ یعنے نیست و نابود ہو جاؤ (تہذیب الیقین)

(۱۴۲) اصحاب جناب امیر میں سے کسی نے پوچھا کہ حضرت باوجود انواع فضائل صوری و معنوی و اصناف کمالات دنیاوی و اخروی کے جو حضور کو حاصل ہیں کیا باعث ہوا کہ آپ ابن ہند کو مغلوب نہ کر سکے فرمایا دنیا دو پانو سے قایم ہے ایک حق اور دوسرا باطل۔ میں نے ارادہ کیا کہ ایک پانو سے قایم ہو۔ ممکن نہوا (حبیب السیر)

فصل پنجم۔ سیاست و انتظام مدن

(۱۴۳) **خلافت کی حالت** علی مرتضیٰ کے آغاز خلافت میں عراق۔ مصر۔ یمن۔ حرمین اور خراسان دیعنی سوائے شام کے کل ممالک اسلام) آپکے زیر حکم تھے اور جنگ جمل کی فتحیابی سے ان صوبجات پر آپ کا پورا تسلط ہوگیا تھا۔ مگر اسکے بعد معاویہ کی ہوس ملک گیری اور اُسکے رفقا کی چالبازی نے انتظام خلافت کو برہم کر دیا مصر حرمین اور یمن اُسکے لشکر کی تاخت و تاراج سے تباہ ہوگئے۔ اور نتیجہ اسکا یہ ہوا کہ آخر زمانہ میں بہت تھوڑا ملک آپکے قبضہ تصرف میں تھا۔ چنانچہ وفات کے وقت مفصلہ ذیل صوبجات پر آپ کے گورنر مقرر تھے۔ بصرہ میں عبد اللہ بن عباس۔ یمن میں عبید اللہ بن عباس (واقعہ بُسر تک) مکہ اور طائف میں قثم بن عباس۔ مدینہ میں ابو ایوب انصاری۔ فارس میں زیاد بن سمیہ (المرتضیٰ)

خلافت کے اول اور وسطی زمانہ میں (۱) یمن میں عبید اللہ بن عباس (۲) مکہ و طائف میں قثم بن عباس (۳) مدینہ میں تمام بن عباس یا سہل بن حنیف (۴) بصرہ میں عبد اللہ بن عباس (۵) مصر میں محمد بن ابی بکر (۶) کوفہ میں ابو مسعود انصاری (۷) خراسان میں خلید بن قرۃ الیربوعی (۸) جزیرہ میں مالک اشتر (۹) آذربیجان میں قیس بن سعد بن عبادہ +

(۱۴۴) **قوانین کی کیفیت** علی مرتضیٰ کو مسلسل بغاوتوں کے جاری رہنے سے لیے چوڑے قوانین وضع کرنے کا موقع نہیں ملا تقسیم غنیمت و فے (خراج) وصول صدقات (زکوٰۃ) و جزیہ کے متعلق جو قواعد عمر فاروق کے زمانہ میں منضبط ہوئے تھے اور حضرت عثمان کے زمانہ تک نافذ چلے آتے تھے وہی آپ کی خلافت میں مروج رہے شیعہ لوگ ان قوانین میں ردوبدل نہ ہونے کو تقیہ پر محمول کرتے ہیں اور قاضی شریح کے بحال رہنے کو اپنے دعوی کی دلیل سمجھتے ہیں شریح کوفہ کا قاضی تھا۔ عمر فاروق کے زمانہ سے اس عہدہ پر مامور چلا آتا تھا۔ جب علی مرتضیٰ نے کوفہ پہنچنے پر اُس کے بعض فیصلہ جات کو غلط معلوم کیا تو اُسکی معزولی پر آمادہ ہوئے لیکن کوفیوں نے اس سے انکار کیا اور کہا کہ ہم عمر فاروق کے مقرر کئے ہوئے قاضی کی معزولی سے رضامند نہیں ہیں تب آپ بخوف فتنہ خاموش ہو رہے (المرتضیٰ)

(۱۴۵) **غنیمت کی تقسیم** غنیمت اُس مال کو کہتے ہیں جو دشمن کی فوج سے حاصل ہو۔ رسول صلعم کے زمانہ میں اُسکی تقسیم کا یہ دستور تھا کہ مقتول کا گھوڑا اور ہتھیار قاتل کو ملتے اور باقی مال جمع ہو کر ایک خمس بیت المال میں بھیجا جاتا اور چار خمس فوج میں تقسیم ہوتے۔ اس تقسیم میں سوار کے دو حصے اور پیدل کا ایک حصہ ہوتا تھا۔ جو خمس بیت المال میں بھیجا جاتا تھا اُسکے مصارف کی پانچ مدیں حسب ذیل مقرر تھیں (۱) اللہ اور اُسکے رسول کا ایک حصہ (۲) ذوی القربیٰ (رسول اللہ صلعم کے قریبی رشتہ داروں) کا حصہ (۳) یتیموں مسکینوں اور مسافروں کے تین حصے + خلفائے ثلاثہ کے عہد میں پہلے دو حصے ساقط ہو کر خمس کی تقسیم صرف آخری تین حصوں پر قایم رہی۔ علی مرتضیٰ اس تقسیم کو ناپسند کرتے تھے اور اُنکی خواہش تھی کہ رسول کریم کے دستور کے موافق عمل کیا جائے۔ مگر اپنے پہلے جانشینوں کی مخالفت نہ کر سکے (کتاب الخراج امام ابو یوسف) +

(۱۴۶) **خراج کی تقسیم** جو مال کافروں سے بغیر لڑائی کے ہاتھ لگے اُسکو فے کہتے ہیں اسمیں سے مویشی اور اسباب جائداد منقولہ

ل۔ اس سے مراد شرح تراویح کے موقوف کرنے کے حکم سے ہوا تھا +

لشکر میں بانٹ دیا جاتا اور اراضیات خالصہ سرکار متصور ہوکر اُن کا خراج بیت المال میں جمع ہوتا اور پھر عام مسلمانوں میں تقسیم کیا جاتا - ابوبکر صدیق اس آمدنی کو تمام مسلمانوں میں بحصہ رسدی تقسیم کیا کرتے تھے - مگر عمر فاروق نے مسلمانوں کی تفریق مراتب کے لحاظ سے اُسکی تقسیم کا قاعدہ مقرر کیا - اور سبقت فی الاسلام شرافت نسب اور فوجی خدمات کو اس تقسیم کی کمی بیشی کا معیار قرار دیا (کتاب الخراج) ٭ اہل تشیع کی روایت ہے کہ علی مرتضی فے کی آمدنی کو موافق سنت نبوی سب مسلمانوں میں بحصہ برابر تقسیم کیا کرتے تھے اور اس معاملہ میں اُنہوں نے عمر فاروق کے قواعد کی پابندی نہیں کی (المرتضی) ٭ علی مرتضی تقسیم خراج کے متعلق اپنے عاملوں کو ہمیشہ تاکید کیا کرتے تھے کہ ہر کام میں خدا سے ڈرتے رہیں مسلمانوں کو دکھ نہ دیں - حق مقررہ سے زیادہ نہ لیں - کسی کے ساتھ سختی نکریں - تا امکان نرمی سے کام نکالیں اور جس کا خراج باقی رہجاوے اُسکے گھر یا کپڑے یا پرچجات بعلت بقایا فروخت نکرائیں - اور جن غلاموں اور چارپایوں سے وہ کاروبار کرتے ہیں اُنکو نہ بکوائیں - وصول مالگذاری کے واسطے تازیانہ لگانے کی سخت بندش تھی - مالگذاری کی جو شرحیں مقرر تھیں اُنکی تفصیل مضافات مداین کی چار نہروں بہقازات - نہر سیر - نہر جور - نہر الملک کی مالگذاری پر غور کرنے سے بخوبی معلوم ہو سکتی ہے ان شہروں میں اراضیات کا لگان تفصیل مندرجہ ذیل سے تھا - جو درخت دیہات میں متفرق ہوتے وہ مسافروں کے فائدہ کے واسطے خارج از تشخیص رکھے جاتے تھے :-

کنجان زراعت پر	فی جریب (پون بیگہ پختہ)	۱½ درہم
اوسط پر	" "	۱ درہم
ناقص پر	" "	½ درہم
انگور پر	فی جریب (پون بیگہ پختہ)	۱۰ درہم
نخلستان پر	" "	۱۰ درہم

(۱۲۷) صدقات و جزیہ صدقہ (زکوۃ) اور جزیہ دونوں ایک قسم کے سالانہ ٹیکس ہیں - زکوۃ مسلمانوں سے مختص تھی اور اُنکی ہر قسم کی جائیداد مثل سونا - چاندی - اونٹ - گائے - بکری اور گھوڑے سے حساب ہوکر لیجاتی تھی - اور جزیہ اُن غیر مسلم اشخاص سے متعلق تھا جو مسلمانوں کی حفاظت اور حمایت میں رہتے ہوں یہ لوگ رقم مقررہ ادا کیا کرتے تھے (جسکی تفصیل رسول اللہ صلعم کی سوانح عمری میں بیان ہوچکی ہے) زکوۃ کی آمدنی فقراء - مساکین - عاملان صدقہ - مؤلفۃ القلوب - غلاموں کی آزادی - قرضوں کی ادائیگی - مجاہدین و مسافرین کی مدد میں صرف ہوتی تھی اور جزیہ کا روپیہ لشکر کی آراستگی - سرحد کی حفاظت اور قلعوں کی تعمیر میں صرف ہوتا تھا - جو اس سے بچتا تھا وہ سڑکوں اور پلوں کی تیاری اور سررشتہ تعلیم کے کام میں آتا تھا - اور اس تجویز سے غیر مسلم اشخاص کو بھی جزیہ کے مصارف سے فائدہ پہنچتا تھا (کتاب الخراج) ملک کی آبادی اور مرفہ الحالی کا اندازہ اس سے ہو سکتا ہے کہ مضافات مداین کے عامل نے صرف چار شہروں سے ایک کروڑ اسی لاکھ درہم ایک سال میں وصول کئے تھے (المرتضی)

(۱۲۸) میدان جنگ کے متعلق ہدایتیں علی مرتضی کی فوجیں بروز جمل و صفین و نہروان جب مخالفین کے مقابلہ کو میدان میں نکلتیں تو آپ اپنے اصحاب کو خدا ترسی اور پرہیزگاری کی نصیحت کیا کرتے اور باہمی اتفاق قایم رکھنے کے واسطے یہ آیت پڑھکر سناتے ولا تنازعوا فتفشلوا وتذہب ریحکم واصبروا ان اللہ مع الصابرین (اور آپس میں جھگڑا نکرو (کہ جھگڑا کرنے سے) تم ہمت ہار دوگے اور تمہاری ہوا اُکھڑ جائیگی اور پھر صبر کرو کہ اللہ صبر کرنیوالوں کے ساتھ ہے) اور جب لڑائی کی نوبت پہنچتی تو ان امور کی ہدایت کرتے ۔

(۱) جبتک مخالفین جنگ کی ابتدا نکریں تم ہرگز اُن سے مت لڑو۔ (۲) بھاگتے کا تعاقب نکرو (۳) زخمی کو قتل نکرو (۴) کسیکی پردہ دری نکرو (۵) مقتولوں کے ناک کان نہ کاٹو۔ یہ ہدایتیں قبل ازین اپنے اپنے موقعپر درج ہوچکی ہیں (ابن خلدون)

(۱۲۹) بیرونی فتوحات | مولوی عبید اللہ امرتسری اپنی کتاب ارجح المطالب میں تحریر کرتے ہیں۔ "آپکی خلافت کا بڑا بھاری حصہ خانہ جنگیوں میں صرف ہوا آپکی خلافت پونے پانچ برس رہی اِس فرصت قلیل میں ان خانہ جنگیوں سے آپکو دم بھر کی مہلت نہیں ملی۔ ابہی بیعت کی تکمیل ہی نہیں ہوئی تہی کہ واقعہ جمل پیش آگیا اور ابہی اس واقعہ کا خاتمہ نہیں ہوا تہا کہ صفین کا ٹنٹا شروع ہوگیا۔ علامہ ابن عبد البر استیعاب میں لکھتے ہیں کہ جناب علی مرتضی سے چہار برس تک معاویہ لڑتے رہے ابہی اُنکے معرکہ سے فارغ نہیں ہوئے تہے کہ آپکو خارجیوں سے لڑنا پڑا۔ پس یہ واقعات ایسے تہے کہ جن کے سد راہ ہونے کی وجہ سے نہ آپ ممالک غیر پر فوجکشی کرسکے اور نہ فتح بلاد کی طرف متوجہ ہوسکے۔ اگر صحابہ کا وہی اتفاق جو عہد شیخین میں تہا جناب امیر کی خلافت کے وقت بہی قایم رہتا تو البتہ دونوں زمانوں کی فتوحات کا صحیح موازنہ کیا جاتا" (صفحہ ۲۲۳) مؤلف کہتا ہے کہ علی کی فتوحات کا اندازہ عہد رسالت کی فتوحات سے بخوبی ہوسکتا ہے جو صرف علی ہی کے ہاتھوں وقوع میں آئی تہیں۔ ایسی کشمکش کے زمانہ میں بہی جس کو علامہ عباسی نے تپ دق سے تشبیہ دی ہے اُن جناب نے اپنی بے نظیر قابلیت سے انتظام ملکی کو قایم رکھا کچھہ علاقے بیرونی ممالک کے بہی فتح کئے جن کا بیان اپنے اپنے موقعپر ہوچکا ہے ؂

مگر سب سے بڑا اور مہتم بالشان کام جو اس باب علوم نے کیا اور جسکی وجہ سے تمام دنیا آپکے بار احسان سے گردن نہیں اُٹھا سکتی وہ علم کے دریا بہا کر اہل عالم کو سیراب کرتا تہا۔ محققین فرنگ نے اس امر کا اقرار کرلیا ہے کہ جس زمانہ میں ضلالت اور گمراہی چہائی ہوئی تہی دنیا علم سے خالی ہوگئی تہی مسلمانوں نے دنیا میں علم کو رواج دیا اور پہیلایا اور علوم میں اہل یورپ مسلمانوں کے شاگرد ہیں۔ یہ بات بہی مانی ہوئی ہے کہ مسلمانوں میں ایک ذات باب مدینۃ العلم کی ایسی ہوئی کہ جس نے علوم کو رواج دیا اور مسلمانوں میں علم کا چسکا پیدا کیا ؂

علی مرتضی کی علمی اور انتظامی قابلیت سے زیادہ واقفیت حاصل کرنے کے خواہشمند نہج البلاغہ یا اُس کے اُردو ترجمہ نیرنگ فصاحت کو مطالعہ کریں ؂

فصل ششم

(۱۳۰) ازدواج واولاد | جناب فاطمہ آپکی زوجۂ اولی ہیں جن کی حیات میں آپنے دوسرا نکاح نہیں کیا آپکی ازواج و اولاد کی تفصیل ذیل میں درج کی جاتی ہے (الف) ابن اثیر۔ ابو الفدا۔ روضۃ الاحباب۔ تاریخ الخمیس)

نمبر	نام زوجہ	نام اولاد	کیفیت
۱	فاطمہ بنت محمدؐ	حسنؑ	سب سے بڑے صاحبزادے۔ سنہ ۵۰ھ میں معاویہ کی سازش سے مسموم ہوئے
		حسینؑ	امام حسن سے چہوٹے۔ ۱۰ محرم سنہ ۶۱ھ کو یزید بن معاویہ نے میدان کربلا میں شہید کرادیا
		محسن	رسول اللہ صلعم کی وفات کے بعد انکا حمل اسقاط ہوگیا (تذکرۃ المجالس ملا مجلسی)
		زینب کبری	حضرت امام حسین سے چہوٹی تہیں انکا نکاح عبد اللہ بن جعفر سے ہوا تہا جنسے عون و محمدؐ دو صاحبزادے پیدا ہوئے تہے جو کربلا میں شہید ہوئے ؂

[illegible] باختلاف روایات

نمبر شمار	نام زوجہ	نام اولاد	کیفیت
		ام کلثوم کبریٰ	جن کا نکاح بروایت تاریخ الخمیس عون بن جعفر سے۔ اُنکے بعد محمد بن جعفر سے اور محمد کی شہادت اور جناب زینب کے انتقال کے بعد عبد اللہ بن جعفر سے ہوا
۲	ام البنین بنت حزام کلابیہ۔	عباس	امام حسین کے علمدار۔ کربلا میں شہید ہوئے +
		جعفر	امام حسین کے ساتھ کربلا میں شہید ہوئے۔ (روضۃ الاحباب)
		عبد اللہ	"
		عثمان	"
۳	لیلیٰ بنت مسعود دارمیہ	عبید اللہ (فضل)	" (حضرت علی کی اولاد میں سب سے پہلے کربلا میں یہی شہید ہوئے +
		ابو بکر	" (انکو محمد اصغر بھی کہتے ہیں)
۴	اسماء بنت عمیس خثعمیہ	عون	" (بعض مورخین نے بجائے عون کے محمد لکھا ہے)
		یحییٰ	اپنے پدر بزرگوار کی حیات میں چھوٹی عمر میں انتقال کیا۔ +
۵	صہباء ام حبیب بنت ربیعہ	عمر	امام حسین کے ساتھ کربلا میں شہید ہوئے +
		رقیہ	زوجہ جعدہ ابن ہبیرہ مخزومی۔
۶	امامہ بنت ابی العاص	محمد اوسط	مصعب بن زبیر کے ساتھ مختار کی لڑائی میں مارے گئے۔
۷	خولہ بنت جعفر	محمد اکبر (ابو القاسم)	محمد بن حنفیہ کے نام سے مشہور ہیں حضرت علی کی وفات کے وقت ۱۹ سال کے تھے ۸۱ھ میں طائف میں وفات پائی۔
۸	ام سعید بنت عروہ بن مسعود ثقفی	ام الحسن	
		رملۃ الکبریٰ	زوجہ عبد اللہ بن ابی سفیان بن حارث بن عبد المطلب۔
		ام کلثوم صغریٰ	زوجہ عبد اللہ الاصغر بن عقیل بن ابی طالب۔

نوٹ (۱) انکے علاوہ مختلف بیویوں سے کئی لڑکیاں اور بھی تھیں (۲) اسماء بنت عمیس پہلے آپکے برادر جعفر طیار کے نکاح میں تھیں جن سے عبد اللہ محمد اور عون پیدا ہوئے۔ جعفر کی شہادت کے بعد حضرت ابو بکر نے نکاح کر لیا ان سے محمد بن ابی بکر پیدا ہوئے جن کی عمر حضرت ابو بکر کے انتقال کے وقت ڈھائی سال کی تھی۔ حضرت ابو بکر کے بعد اسماء نے جناب امیر سے نکاح کر لیا اور محمد بن ابی بکر نے جناب امیر ہی کے سایہ عاطفت میں پرورش پائی (۳) صہباء بنت ربیعہ حضرت علی کی کنیز تھی (۴) امامہ بنت ابی العاص زینب بنت رسول کی بیٹی تھیں (۵) جناب امیر کے انتقال کے وقت ان میں سے صرف چار بیویاں زندہ تھیں۔ امامہ بنت ابی العاص۔ لیلیٰ بنت مسعود۔ اسماء بنت عمیس۔ ام البنین (۶) حضرت عباس کی بیوی زکیہ بنت جعفر اور ایک بہن رقیہ بعض مورخین نے لکھی ہیں جو حضرت مسلم بن عقیل کے عقد میں تھیں (از ذبح عظیم) +

(۱۳۱) **جناب امیر کے غلام** آپ کے ۲ غلام تھے ایک قنبر دوسرے یحییٰ بن کثیر۔ یحییٰ اور ان کے بیٹے عبد اللہ بڑے عالم اور فاضل تھے +

لہ دیکھو روضۃ الاحباب حالات حجۃ الوداع +

(۱۳۲) حاجب — خلافت کے زمانہ میں پہلے آپ کا غلام بشر حاجب تھا پھر قنبر +
(۱۳۳) صاحب شرطہ — معقل بن قیس اور مالک بن حبیب +
(۱۳۴) کاتب — عبداللہ بن ابی رافع غلام رسول اللہ صلعم اور سعد بن نہران +
(۱۳۵) قاضی — شریح بن حارث کندی +
(۱۳۶) عمال وقت وفات — بصرہ پر عبداللہ بن عباس یا عبیداللہ بن عباس علی اختلاف الاقوال۔ لشکر و مال پر اور قضا پر ابواسود دوئلی۔ فارس پر زیاد بن ابیہ۔ طائف مکہ اور مضافات پر قثم بن عباس۔ مدینہ پر ابوایوب انصاری
(۱۳۷) وفیات در عہد خلافت علی — (۳۶ھ میں) حذیفہ بن الیمان جو عہد جناب عمر سے اپنی وفات تک مداین کے گورنر رہے حضرت عثمان کے چالیس دن بعد انتقال کر گئے[۱] اور ابورافع اور شرحبیل بن السمط الکندی اور مشاہیر مقتولین جنگ جمل (دیکھو صفحہ ۵۴) اور سلمان فارسی۔ عبداللہ بن سعد بن ابی سرح۔ خباب بن الارت بدری
(۳۷ھ میں) مشاہیر کشتگان جنگ صفین (دیکھو صفحہ ۵۵) +
(۳۸ھ میں) سہل بن حنیف۔ محمد بن ابی بکر۔ مالک اشتر۔ صہیب بن سنان رومی +
(۴۰ھ میں) خوات بن جبیر اور تمیم الداری +

یہاں ہم جلد سوم کو ختم کرتے ہیں آیندہ انشاء اللہ اس جلد سوم کا ضمیمہ (تاریخ الائمہ من کتب اہل سنت) شایع کیا جائیگا اس میں دوازدہ امام علیہم السلام کی سوانح عمریاں لکھی جائینگی۔ اور جلد چہارم میں ابتدائے سلطنت بنی امیہ (معاویہ) سے آخر عہد بنی عباس (ہلاکو خاں کے بغداد فتح کرنے) تک مفصل حالات درج کئے جائیں گے +

تمت

آگاہی

تاریخ اسلام جلد دوم و جلد سوم میں بعض واقعات کے ساتھ کئی کئی کتابوں کا حوالہ دیا گیا ہے۔ ایسے موقعہ پر اکثر جگہ تو یہ مراد ہے کہ یہ سارا واقعہ اُن سب کتابوں میں جدا جدا بعینہ لکھا ہوا ہے۔ اور کہیں یہ مراد ہے کہ ان سب کتابوں سے ملا کر یہ مطلب اخذ کیا گیا ہے

العبد

ایس۔ ذاکر حسین جعفر

۱۳۔ اکتوبر ۱۹۱۳ء

---

[۱] بروایت اصابہ یہ ہیں مداین کے گورنر تھے (شاید حذیفہ کی وفات کے بعد چند دن تک یا حذیفہ کی تقرری سے پہلے کیونکہ بعض مورخین نے سلمان کی وفات ۳۵ھ میں لکھی ہے) +

(مطبع انتخاب دہلی میں منشی محمد ابراہیم کے اہتمام سے چھپی)

بغیر اُستاد کی مدد کے انگریزی سکھانیوالی بینظیر کتابیں

(۱) اتالیق انگریزی جلد اول یعنی مخزن الفوائد ۲۸۰ صفحے قیمت ۵ر اسمیں (۱) اُردو نام و عبارت کو انگریزی میں لکھنے (۲) اُردو سے انگریزی
میں ترجمہ کرنے (۳) انگریزی چٹھی لکھنے (۴) ہجے کرنے (۵) تلفظ کے قاعدے (۶) انگریزی اور اُردو بول چال کے کئی سو فقرے (۷) ایکہزار
کے قریب اُردو فقرے قاعدوں کے ساتھ اور ۳۰ حکایتیں انگریزی میں ترجمہ کرنے کے لئے درج ہیں اس کتاب کے پڑھنے سے ایسا مبتدی بھی جو
انگریزی کی الف۔ بے سے بھی واقف نہیں ہے بغیر اُستاد کی مدد کے قلیل عرصہ میں بہت خاصی استعداد حاصل کر سکتا ہے (۲) اتالیق
انگریزی۔ جلد دوم یعنی مخزن المحاورات والالفاظ ۱۲۱ صفحے قیمت فی جلد ۵ر اسمیں (۱) ایکہزار دوسو انگریزی محاورے اور ۱۰ سو مثلیں
مع ترجمہ اُردو جو انگریزی میں باتیں کرنے اور ترجمہ کرنیکے لئے از حد مفید ہیں سات سو دس اُردو مصدر مع ترجمہ انگریزی بترتیب حروف تہجی
اور (۳) چار ہزار کے قریب ایسے ناموں و چیزوں کی انگریزی جن سے کام پڑتا رہتا ہے اور سینکڑوں ایسی ہی باتیں بڑی خوش اسلوبی سے درج
ہیں (۳) ہادی الترکیب (اتالیق جلد سوم۔ یعنی کمپلیٹ گائیڈ ٹو پارسنگ اینڈ ڈکٹیشن ۱۲۵ صفحے قیمت ۵ر اسمیں۔ (۱)
ڈکٹیشن لکھنے (۲) انگریزی بے پڑھے لفظوں کے صحیح ہجے کرنے (۳) صحیح تلفظ (۴) پارسنگ کے تمام قاعدے ابتدا سے انتہا تک مثالیں اور نمونے
دیکر سمجھائے ہیں پارسنگ اس خوبی سے بتایا ہے کہ جو طالب علم پارسنگ کا نام بھی نہ جانتا ہو قلیل عرصہ میں بغیر اُستاد کی مدد کے اعلیٰ
پارسنگ کر سکتا ہے (۴) انگریزی بولنا۔ یعنی اتالیق جلد چہارم قیمت ۵ر اسمیں ۳ ہزار ایسے فقرے جو روزمرہ کی بول چال میں آتے
ہیں درج ہیں مقابل میں انکا انگریزی ترجمہ لکھا ہے اسمیں مخزن الفوائد کے تمام اُردو جملوں کا بھی انگریزی ترجمہ کیا ہوا ہے۔ اس سے انگریزی
بولنے میں بڑا ملکہ ہوگا (۵) اُردو سے انگریزی ڈکشنری یعنی اتالیق جلد پنجم۔ ۱۵۰ صفحے قیمت ۶ر (۱) اسمیں ۷ ہزار ۵ سو ایسے اُردو لغت
جو اکثر تحریر و تقریر میں آتے ہیں بترتیب حروف تہجی اُردو خط میں ہیں اور انکے آگے انکی انگریزی انگریزی خط میں ہے (۲) چار سو انگریزی
لغت جو اُردو میں مستعمل ہیں جنکی اصل سے واقفیت ضرور ہے۔ (۳) کئی سو ایسے مخففات انگریزی جو عموماً تحریر میں آتے ہیں اور کسی ڈکشنری
میں نہیں ہیں درج ہیں (۶) کامل القواعد یعنی جلد ششم طبع جدید نوترمیم ۲۳۷ صفحے قیمت ۸ر اسمیں صرف و نحو کے تمام کمال قاعدے جو
ترجمہ کرنے اور انشا پردازی سے متعلق ہیں نہایت خوبی اور وضاحت سے درج ہیں یہ ۴۷ اعلیٰ درجے کی مستند انگریزی گرامروں کا لب لباب نہایت
کامل گرامر ہے (۷) خلاصۃ القواعد یعنی اتالیق جلد ہفتم ۳۰ صفحے نوترمیم قیمت ۴ر اسمیں مبتدی کو پارسنگ کرنا اور اُردو سے انگریزی میں
ترجمہ کرنا بخوبی سمجھایا ہے (۸) نیو مینوئل گریمر کا اُردو ترجمہ سنہ ۱۹۰۳ کی نوترمیم کا یعنی اتالیق جلد ہشتم (پہلا جزو) قیمت ۳ر اسمیں
تمام آرتھوگرافی اور ایٹی مولوجی وغیرہ کا ترجمہ ہے نیو مینوئل گریمر کا اُردو ترجمہ (دوسرا جزو) قیمت ۶ر۔ اسمیں تمام سنٹیکس کے قاعدوں۔ نوٹوں
مثالوں اور پارسنگ اور کرکٹ کے فقروں کا ترجمہ ہے اور تمام کرکٹ کے فقروں کو کرکٹ یعنی صحیح کر کے بھی لکھا ہے (۹) انگریزی اُردو خط و کتابت
(یعنی اتالیق جلد نہم) ہر قسم کی چٹھیاں۔ عرضیاں۔ درخواستیں۔ نوٹس اور ہر قسم کی تحریروں کے کامل قاعدے اور نمونے مع ترجمہ اُردو قیمت
(۱۰) ضمیمہ مخزن الفوائد یعنی اتالیق جلد دہم ۲۰۰ صفحے قیمت ۵ر اسمیں اتالیق جلد اول یعنی مخزن الفوائد سے علاوہ ترجمہ کے ۱۴۰
اعلیٰ قاعدے سمجھا کر ترجمہ کے واسطے ایکہزار فقرے اور بہت سی عبارت دی ہے طبع جدید میں علاوہ ترمیم کے انشا پردازی اور جواب مضمون
وغیرہ کے متعلق بہت سے قواعد اور نمونے زیادہ کئے گئے ہیں اور کئی سو سو تمثیلیں یعنے مرادف و ہم معنی الفاظ کا فرق سمجھایا گیا ہے (۱۱)
مخزن الحکایات۔ اتالیق جلد یازدہم یعنی ۲۷ کہانیاں اور انکا ترجمہ قیمت ۴ر (۱۲) ضمیمہ مخزن المحاورات یعنی اتالیق جلد دوازدہم قیمت ۵ر
اسمیں اتالیق جلد دوم سے علاوہ ڈھائی ہزار محاورے اور ۸ سو مخصوص پریپوزیشنوں کے استعمال کے فقرے مع ترجمہ اُردو درج ہیں (۱۳)
انگریزی خوشنویسی۔ اتالیق جلد سیزدہم جسمیں انگریزی لکھنے اور خوشنویسی کے تمام قاعدے مع نمونوں و تصویروں کے درج ہیں قیمت ار
(۱۴) پاکٹ بک آف ہسٹری اینڈ سینیٹیشن تاریخ ہند و حفظ صحت دونوں کا کامل خلاصہ بطور سوال و جواب قیمت ۲ر (۱۵)
نقشہ تاریخ ہند۔ تاریخ ہند کا پورا خلاصہ ایک بہت بڑے کاغذ پر یکجا کہ بطور نقشہ کے دیوار پر لگا رہے قیمت ار

ملنے کا پتہ۔ ڈاکٹر سید محمد عمر نمبر ۴ مالک دفتر اتالیق انگریزی دہلی